



ایک کتاب موسومہ

معدنِ کرم کبیر

مشتمل بر احوال و آثار



بشمول مرشد العصر کی باتیں



زیر سرپرستی

حاجی پیر انعام اللہ طیبی برکاتی نقشبندی

خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ
حضرت کرمانوالہ شریف



37 لہ بستر رشتہ انتہائے | روزہ-خ-نو-105

686 بابا فرید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلى الله على الحبيب محمد وآله وسلم

صلی اللہ علی حبیبہٖ محمدٍ وآلہٖ وسلم

ایں کتاب موسومہ

معدنِ کرم

شمس العارفین سراج السالکین قطب الاقطاب، پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت

حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

محمد اکرام ایم اے

زیرِ سرپرستی:

حاجی پیر انعام اللہ طیبی برکاتی نقشبندی مدظلہ العالی

خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف

نئی ترتیب و اضافہ

پیر عبدالعلیم قریشی طیبی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف

کرمانوالا بک شاپ

دکان نمبر ۵، دربار مارکیٹ لاہور

Voice: 042-37249515 0323-2228786

بفیضانِ کرام

شمس العارفین سراج السالکین قطب الاقطاب، پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت

حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

المعروف حضرت کرماں والے۔ آستانہ عالیہ حضرت کرماں والا شریف (اوکاڑہ)

- حضرت پیر سید محمد عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت پیر سید میر طیب علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت پیر سید غلام جیلانی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت پیر سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت پیر سید محمد عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بفیضانِ نظر

زینت السادات نور السادات فخر السادات فخر المشائخ پیرِ طریقت رہبرِ شریعت

حضرت پیر سید صمصام علی شاہ بخاری

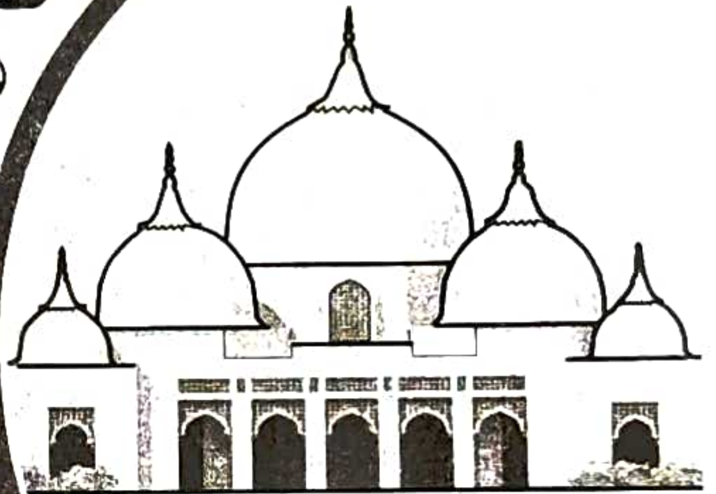
زیب آستانہ عالیہ حضرت کرماں والا شریف اوکاڑہ

بفیضانِ نظر

زینت السادات نور السادات فخر السادات فخر المشائخ پیرِ طریقت رہبرِ شریعت

حضرت پیر سید بابا جی میر طیب علی شاہ بخاری مدظلہ

سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کرماں والا شریف



چاہتے ہو اگر نیک نامی آل زہرا رضی اللہ عنہما کی کرو غلامی

ان کے صدقے سے زاہد نیازی پر کتنے غم کے مارے ہوئے ہیں

ثانی الشیخ صوفی باصفا، پیکرِ صدق و صفا ابو الانعام

الحاج صوفی

برکت علی رحمۃ اللہ علیہ

بانی کرماں والا بک شاپ

زیرِ سرپرستی

پیر حاجی انعام اللہ طیبی برکاتی نقشبندی

خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ حضرت کرماں والا شریف

زیرِ اہتمام

سمیع اللہ برکت

قیمت 750 روپے

اشاعت 21-01-2021

انتساب

شوق محبت اور ارادت کے دائمی تازگی اور ابدی خوشبو والے پھولوں سے تیار کیا ہوا

یہ

گلدستہ عقیدت

شاہبازِ طریقت، مقبولِ بارگاہ، حقیقت آگاہ حضور پُر نور



لختِ جگر

حضرت کرما نوالے رحمۃ اللہ علیہ

عالی مرتبت سجادگان آستانہ عالیہ حضرت کرماں والا شریف کی خدمت میں بصد ادب پیش کرتا ہوں۔ بازار مصر میں ایک بُوھیا تھوڑا سا سُوت لے کر خریدارانِ یوسف میں شامل ہوگئی تھی اور یہی اس کی نجات کا وسیلہ بن گیا تھا۔

قوی اُمید ہے کہ یہ تالیف بھی اس تہی دامن کی نجات اُخروی کا ذریعہ بن جائیگی۔

شنیدم کہ در روزِ امید و بیم
بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم

☆محفل میلاد☆

ہر سال 13، 14، 15 ربیع الاوّل

جشنِ عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

☆ختم شریف شہدائے کربلا☆

سیّدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ وشہدائے کربلا

ہر سال 10 محرم الحرام

☆سالانہ عرس مبارک☆

ہر سال 27، 28 فروری

حضرت سید محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المعروف کرمانوالے

حضرت سید عثمان علی شاہ بخاری ۞ حضرت سید محمد علی شاہ بخاری

حضرت سید غضنفر علی شاہ بخاری

بمقام آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف جی ٹی روڈ اوکاڑہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

اللہ تبارک وتعالیٰ کا کروڑوں شکر اور نبی کریم ﷺ کی عنایات اور پیرو مرشد حضرت پیر سید میر طیب علی شاہ بخاری دامت برکاتہم قدسیہ کی نظرِ کرم اور دادا جان حاجی صوفی برکت علی رحمتہ اللہ علیہ کی محنتوں اور والدہ مرحومہ کی دعاؤں کا اثر ہے کہ ادارہ کرمانوالہ بک شاپ کو معدن کرم کا چوتھا ایڈیشن پرنٹ کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

یہ کتاب آلِ نبی ﷺ اولادِ علی رضی اللہ عنہ کے گھرانہ کے چشم و چراغ و زینت سادات، فخرِ سادات، نورِ سادات، معدن کرم، گنج کرم پیر سیدی اعلیٰ حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ المعروف حضرت کرمانوالے اور باباجی حضرت پیر سید محمد علی شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ اور لختِ جگر حضرت پیر سید محمد عثمان علی شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ حضرت پیر سید محمد غضنفر علی شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ آپ کے حالات وواقعات پر مبنی اور تمام سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے بزرگانِ دین کے تذکرے اور مختلف ضروری مسائل بڑے ہی مخصوص انداز میں تحریر کیے تاکہ لوگوں کو بزرگانِ دین کی زندگیوں سے روشناس کرایا جائے ہم لوگوں کو دنیا میں اس لیے نہیں بھیجا گیا کہ عیش وعشرت کے ساتھ زندگی بسر کریں اور دنیا میں ایسے مگن ہو جائیں کہ آخرت کی فکر ہی نہ رہے آخر ہم نے اس دنیا فانی کو چھوڑنا ہے اور ہماری اصل زندگی آخرت ہے اور انسان کو دنیا میں اس لیے بھیجا گیا ہے کہ دنیا میں رہ کر آخرت کی فکر کرے۔ سدا دنیا میں نہیں رہنا اور آخر ایک دن جانا ہے۔ اگر ہمارے اعمال اچھے نہ ہوئے تو کس منہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت بہتر بنانے کے لیے بزرگانِ دین کی زندگیوں سے روشناس ہو کر اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

خاک مجھ میں کمال رکھا ہے
بس نبی نے سنبھال رکھا ہے
میرے عیبوں پہ ڈال کر پردہ
مجھ کو اچھوں میں ڈال رکھا ہے

ہمارے گھرانے پر حضرت پیر سید میر طیب علی شاہ بخاری دامت برکاتہم قدسیہ کی بے پناہ عنایات ہیں۔ جن کا ہم شمار لائیں بھی تو نہیں لا سکتے لیکن چند وضاحتیں کرتا چلوں۔ سب سے بڑا یہ شرف حاصل ہے کہ اپنی غلامی نصیب فرمائی اور میرے والد محترم حاجی پیر انعام اللہ طیبی نقشبندی برکاتی کو اور چچا حاجی پیر نصر اللہ طیبی نقشبندی برکاتی کو خلافت کا شرف بخشا اور ایک اور مہربانی جو کہ ہر سال اللہ تبارک وتعالی کے گھر اور اس کے رسول ﷺ کے روضۂ اقدس کی حاضری کے لیے ہمارے گھر میں سے کوئی نہ کوئی لازمی حج یا عمرہ کے لیے سعودی عرب موجود ہوتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ سلسلہ تا قیامت پیرو مرشد کی دعاؤں سے یونہی چلتا رہے۔

ہم نے کوشش کی ہے کہ معدنِ کرم کو خوب سے خوب تر پرنٹ کروانے کی ۔ اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو تو آپ (قارئین) سے گزارش ہے کہ ادارے کو مطلع کریں تا کہ اس کو درست کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے گناہوں اور لغزشوں کو معاف فرمائے اور نیک عمل کرنے کی توفیق فرمائے۔

سگِ درِ حضرت کرمانوالہ شریف

سمیع اللہ برکت طیبی

نعت رسول مقبول ﷺ

ہم کو اپنی طلب سے سوا چاہیے
آپ جیسے ہیں ویسی عطا چاہیے
آپ کی رضا سے ہمیں کام ہے
آپ راضی رہیں اور کیا چاہیے
کیوں کہیں یہ عطا وہ عطا چاہیے
آپ کو علم ہے ہم کو کیا چاہیے
اُن کے قدموں میں گر کر نہ اٹھنا کبھی
بے سہارو اگر آسرا چاہیے
بھر کے جھولی میری میرے سرکار نے
مُسکرا کر کہا اور کیا چاہیے
اپنے قدموں کا دھوون عطا کیجئے
ہم مریضوں کو آب شفاء چاہیے
اور کوئی بھی اپنی تمنا نہیں
ہم کو قدموں میں تھوڑی سی جاء چاہیے
دردِ جامی ملے نعت خالؔد لکھے
اور انداز احمد رضا چاہیے

☆۔خالد محمود نقشبندی

معدن کرم

یہ معدن کرم ہے یا عقیدت کے پھول
یہ نذرانہ عقیدت ہے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ کے حضور
زبدۃ العارفین اور قطب الاقطاب ہیں کرماں والے رحمۃ اللہ
یہ جود و عطا ہے یزداں کی اور فیض رسول ﷺ
بحر کرم سے بنے قطب دوراں فرزند ارجمند
یہ عطائے خدا ہے اور محبت رسول ﷺ
بدل جاتی ہیں تقدیریں اک نگاہ کرم سے انکی
اور دعا سے جنکی ہو گئے سب رنج والم دور
بے دھڑک مانگ لے جو جی میں آئے تیرے
کہ یہ ہیں اللہ کے ولی اور دلبند رسول ﷺ
کرماں والوں پر ہو جو ہو گئے مہربان حضرت کرماں والے رحمۃ اللہ
مٹ گئی تیرگی دل کی دم توڑ گئے فسق و فجور
عالم تصور میں جو لیا علم شہود
یہ کشف و کرامات ہیں یا ان کا وجود
اس عارضی دنیا میں کیا دل کو لگانا یونسؔ
جب خود ہی نہ رہے کیا دولت و غرور

☆۔ محمد یونس بھٹی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط حضرت صاحب کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے ایک پیر بھائی کو تحریر فرمایا تھا

اللہ حافظ
جل شانہ

حضرت خداوند کریم ہر ایک مسلمان رہروئے کا خاتمہ
بخیر کریں عمل بیاد ذکر فکر قوی حضرت محمد صاحب سئیر فریدیؒ
ارشاد مبارک کی تعمیل مقدم اور ضروری فلاح دارین
ہیں جن سے استقلال سے جو شغل جاری رکھیں تو کریم
مگر ترغیب ہر حال میں مولا کریم کی طرف رجوع کریں
ہر کرا کار با بزرگانِ حق بود کار او پیوستہ با رونق بود

دعا گوئم خدا آخر کار با خداوند

اللہ جل شانہ

نوکر مولا اللہ [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خالق اکبر (جل شانہٗ)

ترے ہی باب کرم کا ہر ایک ہے محتاج — جہاں کے واسطے ہے باز تیرا دروازہ
ترے گدا ہیں فریدوں وداراوجمشید — ہو کس طرح تیرے لطف وکرم کا اندازہ
تری نگاہِ کرم سے نظام ہستی ہے — وگرنہ دہر کا سب منتشر ہو شیرازہ

حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

خدا کے بعد دو عالم سے آپ افضل ہیں — شفیع محشر، حبیب خدا، شہِ لولاک!
تمہارے رُتبہ عالی کو صاحب معراج! — خراج دیتی ہے ابتک نگاہِ ہفت افلاک
مری نگاہ بصیرت فروز ہے خالدؔ — میری آنکھ کا سُرمہ ہے اُنکے در کی خاک

(خالدؔ بزمی)

مقدمہ چوتھا ایڈیشن

معدن کرم حصہ اول

سید محمد اسماعیل شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المعروف حضرت کرمانوالے کے حالات زندگی مولوی محمد اکرام مرحوم کی ذاتی کاوشوں سے ضبط تحریر میں آئے۔ اس میں مزید اضافہ اور آپکے صاحبزادگان کے حالات زندگی کی تحریر اس فقیر پر تقصیر کے حصہ میں آئی۔ تیسرے ایڈیشن میں ''اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات'' کی صورت میں ایک مختصر مگر جامع اضافہ بھی کیا گیا جس کی وجہ سے کتاب کے حجم میں کافی اضافہ ہو گیا بعض احباب نے اس اضافہ کو پسند کی نظر سے نہ دیکھا چنانچہ اب اس کتاب کو تین علیحدہ علیحدہ حصوں میں شائع کیا جا رہا ہے۔ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات زندگی نئی ترتیب اور اضافے کے ساتھ معدن کرم حصہ اول میں دیئے گئے ہیں جبکہ آپ کے صاحبزادگان باباجی سید محمد علی شاہ بخاری اور باباجی سید عثمان علی شاہ بخاری اور پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمھم اللہ علیہم اجمعین کے حالات زندگی معدن کرم حصہ دوم میں علیحدہ شائع کئے جا رہے ہیں جبکہ ''اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات'' ایک علیحدہ کتاب کی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

کتاب کے اس حصہ (معدن کرم حصہ اول) میں حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات زندگی ایک نئی ترتیب اور اضافے کے ساتھ پیش کئے جا رہے ہیں جبکہ حالات و آثار اولیائے نقشبند کا حصہ بھی من و عن شائع کیا جا رہا ہے۔ تاکہ عوام بالعموم اور مریدین/معتقدین حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے بالخصوص مفید اور روشنی کا مینار ثابت ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ اس فقیر کی سعی کو درجہ قبولیت عطا فرمائے اور اس کو میرے لئے توشہ آخرت بنائے آمین بجاہ نبیہ الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

طالب دعا

پیر طریقت عبدالعلیم قریشی طیبی مجددی نقشبندی

خلیفہ مجاز

آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف

ابتدائیہ اشاعت دوم

اس نئے ایڈیشن میں چند نئے ابواب کا اضافہ کیا گیا ہے جس میں سرفہرست حضور نبی کریم، صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے چیدہ چیدہ واقعات اور آپ کی تعلیمات بعنوان ''اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات'' شامل کیے گئے ہیں۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات کے تحت ارکان اسلام، والدین اور رشتہ داروں کے حقوق، رزق حلال کا حصول، اسلامی تہذیب وتمدن کے بعض اہم پہلو، اسلامی معاشرتی نظام کا مختصر جائزہ اور اسلامی حکومت کے خدوخال کا جائزہ شامل ہے۔ ان کے علاوہ اولیائے نقشبند کے حالات کو مزید جامع بنایا گیا ہے اور خصوصاً ان کی تعلیمات بعنوان ''ارشادات عالیہ'' پر خصوصی محنت کی گئی ہے کیونکہ ان کی تعلیمات دراصل قرآن وحدیث ہی کی تفسیر ہیں جس پر عمل پیرا ہو کر ہر مسلمان اپنی دنیا اور آخرت سنوار سکتا ہے۔ مزید بعض اہم مسائل جیسے فاتحہ خلف الامام کا نہ پڑھنا اور ولا الضالین کا مسئلہ بھی قارئین کے استفادہ کے لیے شامل کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب اسلام کی تعلیمات خصوصاً عقائد اہل سنت پر ایک جامع کتاب سمجھی جا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس سعی کو منظور اور مقبول فرمائے اور میرے لیے توشۂ آخرت بنائے۔ ﴿آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾

عبدالعلیم قریشی

سگ آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف

پیر 17 ذیقعد 1421 ہجری

بمطابق 12 فروری 2001ء

ابتدائیہ اشاعت سوم

معدن کرم کے دوسرے نئے ایڈیشن کی مقبولیت عامہ کے بعد خصوصاً اس کو آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف کی طرف سے تبلیغی نصاب میں شامل ہونے کے بعد اس میں چند نئے عنوانات شامل کئے گئے ہیں اور بعض دوسرے عنوانات میں مزید اضافہ کیا گیا ہے۔اس طرح ''اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات'' زیادہ بہتر اور مفید ہو گیا ہے اور اہل سنت و جماعت کے عقائد کے بارے میں جملہ معلومات فراہم کرنے کے قابل ہو گیا ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کو عامۃ المسلمین کو بالعموم اور وابستگان آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف کو بالخصوص اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کی توفیق عطا فرمائے اور مجھے اس کتاب کو مزید مفید بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

قارئین سے گزارش ہے کہ میرے لئے اس دعا میں شامل ہو کر مشکور فرمائیں:۔

سوز صدیق ہو لحن داؤدی ملے
قریشی بھی اپنے آقا کی نعت لکھے
پر مگر انداز بیان طیبیؔ چاہیے

عبدالعلیم قریشی طیبی نقشبندی مجددی
خلیفہ مجاز
آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالا شریف

فہرست

بارھواں باب 657



پہلا باب

دیباچہ ومقدمات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دیباچہ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی خُصُوۡصاً عَلٰی سَیِّدِ الۡوَرٰی وَعَلٰی صَحۡبِہٖ وَمَصَابِیۡحِ الۡھُدٰی فِیۡ غَوَّاشِ الدُّجٰی وَعَلٰی سَائِرِ اَوۡلِیَاءِ اُمَّتِہٖ مَادَامَتِ الۡاَرۡضُ وَالسَّمٰوٰتُ الۡعُلٰی

اکابر نقشبندیہ مجددیہ رحمہم اللہ علیہم اجمعین کی مساعی کو دین اسلام کی ترویج واشاعت میں بڑا دخل ہے۔ اس سلسلے کا عظیم ترین سرمایہ افتخار حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خصوصی نسبت ہے یہ اس عالی مرتبت ہستی کا روحانی فیض ہے جو انبیاء علیہم السلام کے بعد خیر الخلائق کی شار سے ممتاز ہے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ اللہ رب العزت نے میرے سینے میں کوئی ایسی شے القا نہیں فرمائی کہ میں نے اسے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سینے میں القا نہ کیا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے جمیع فیوض و برکات، نتائج و ثمرات اور حقائق و معارف کی روح رواں ہے۔ اس سلسلہ میں فیضان نبویہ کا انعکاس ہے جیسا کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ''طریقہ ما بعینہ طریقہ اصحاب کرام ست'' حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے قلب و روح میں انوار و تجلیات مصطفویہ کا

انجذاب کرتے تھے۔ کسبِ فیض کے اس انداز اور لزومِ صحبت ہی نے انہیں تا قیامت آنے والے تمام اولیاء اللہ سے سر بلند و سرفراز کر دیا ہے۔ معارف نقشبندیہ مجددیہ اسی تسلسل کرم سے عبارت ہیں۔

3 حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ فیوض الحرمین میں اس طرح رقم طراز ہیں کہ زیارت حرم نبوی کے ایام میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں باطنی طور پر فرمایا کہ حضرات شیخین (حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما) علوم نبویہ میں جو اقامت صلوٰۃ، ادائے زکوٰۃ اور دیگر ارکان اسلام پر مشتمل ہیں، میرے سب سے زیادہ قریب ہیں۔ اکابر نقشبندیہ نے انہی علوم کی تبلیغ کا بیڑا اٹھایا اور اپنی سیرت و کردار کو انہی کے قالب میں ڈھالا۔ ان کے ہاں از خود رفتگی اور ہا، ہو نام کو نہیں، ہر انداز میں ایک پہلوئے نیاز ہے بے پناہ سکوت اور اخفاء کا عالم ہے۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند
کہ برند از رہ پنہاں بہ حرم قافلہ را

دراصل یہ سب تاثیرات حضور ختمی المرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد مبارک پر مترتب ہوئیں کہ میں دنیا میں اگر کسی کو دوست بناتا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی کو دوست بناتا۔ حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلعت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئی۔ ضبط احوال، خاموشی اور درد مندی اسی نسبت کے لوازم ہیں۔ یہ اسی خلعت کا ثمرہ ہے کہ حضرات نقشبندیہ کی سیر سلوک تمام انبیاء علیہم السلام کی سیر کے تحت انفسی ہے اور سیر آفاقی اس کے ضمن میں طے کرا دی جاتی ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی قدس سرہ کو اس اعتبار سے ایک نرالی شان نصیب ہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ باطن میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نسبت سے بہرہ یاب ہیں اور با اعتبار نسب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ بالفاظ دیگر آپ ظاہری و باطنی طور پر حضرات شیخین کریمین کی عظمت و شان کے وارث ہیں۔ آپ نے سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترویج، دین قیم کے احیاء اور بدعات فاسدہ کے ازالہ کو عمر بھر شعار بنائے رکھا اور

اس سلسلہ میں کسی قسم کی مداہنت کو گوارا نہ کیا۔ فتنہ الحاد اور نظام باطل سے متصادم ہوئے، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں مگر اپنے عظیم اور پاکیزہ طرز عمل کو برابر جاری رکھا۔ آپ کے جمیع خلفاء اور صاجزادگان نے اس مشعل نور کو فروزاں رکھا اور اس کی روشنی میں حرم نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف افراد امت کی رہبری کی۔ یہ ذکر یہاں بے محل نہ ہوگا کہ آپ کے صاجزادے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدوں کی تعداد نو لاکھ کے قریب ہے جن میں کم و بیش سات ہزار خلفاء ہیں۔ سندھ میں صاجزادہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تربیت یافتہ ایک بزرگ خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے جن سے حضرت قاضی احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فیض یاب ہوئے۔ قاضی صاحب موصوف کو قیام مدینہ منورہ کے دوران حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ سے یہ ارشاد ہوا تھا کہ ہمارا ایک عزیز تمہارے پاس پہنچے گا، ولایت کی یہ نسبت تم اس کے حوالہ کر دینا۔ یہ باطنی نسبت ہے جو آخر کار حضرت شاہ حسین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المعروف ''حضرت بھورے والے'' کا مقدر بنی۔ شاہ صاحب موصوف اور آپ کے اخلاف و اعقاب کے دم قدم سے مکان شریف ضلع گورداسپور میں بے شمار ہندو اور سکھ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپ کی اولاد میں سے سید امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ حضرت میاں امیر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے جن سے حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کسبِ فیض کیا۔ پاک و ہند کے وسیع و عریض علاقوں میں حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فیضان جاری و ساری ہوا۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت اور ارشادات مبارکہ میں یہ تاثیر تھی کہ آپ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہونے والے شخص کی کایا پلٹ جاتی تھی، وہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ باطن کی بدولت سابقہ گناہوں سے تائب ہو جاتا اور اس کے دیدہ و دل میں ایک انقلاب برپا ہو جاتا تھا۔ حضرت سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جلیل القدر خلیفہ تھے۔ جن کے احوال و آثار پیش نظر کتاب کی زینت ہیں۔

مقتدمین حضرت والا کے احوال و آثار پر طائرانہ نظر ڈالنے سے ایک حیرت انگیز حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے، وہ یہ کہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جو سلسلہ فروغ گیر ہوا ان میں حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت مرزا مظہر

جان جاناں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیسے اکابر اولیاء نسبت مجددیہ کے حامل و وارث ہوئے۔ جنھوں نے فیوض و برکات سلسلہ کو چار دانگ عالم میں پھیلایا۔ مگر حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی باطنی نسبت کوئی دو اڑھائی سو سال تک مستور رہی۔ بالفاظ دیگر حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی نگاہ کرم اس نسبت کی حفاظت و تربیت پر مرکوز رہی، پھر مدت مدید کے بعد اس نسبت کا تمام و کمال ظہور مکان شریف کے سادات کرام اور ان کی اولاد و احفاد کی مقدس ارواح پر ہوا۔ بعد ازاں اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کے خلفائے عظام اور بالخصوص حضرت شاہ محمد اسمٰعیل صاحب حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس نسبت جلیلہ کے وارث و مظہر بنے۔ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات گرامی جامع کمالات تھی۔ علوم معقول و منقول کے فارغ التحصیل جبیں طاعت الٰہی سے روشن روئے مبارک پر دودمان مصطفوی کا جمال و وقار، نگاہ میں اتباع سنت کی ضیاء، فطرت میں پاکیزگی کا جوہر، نفس میں بلا کا اخفاء و استتار، روح انوار مجددیہ سے لبریز جس پر نسبت چشتیہ کا سوز و گداز مستزاد تھا۔ ستم رسیدگان دہر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو نصرت ربانی ان کی دستگیر ہوتی۔ طالبان حق باریاب ہوتے تو انہیں بھی استعداد سے بڑھ کر نوازا جاتا۔ اللہ رب العزت نے آپ کو وہ شان و تمکنت عطا فرمائی تھی جو خاصان بارگاہ کا طرہ امتیاز ہے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اقلیم ولایت کا ایک تاجدار خلق خدا میں رونق افروز ہے۔

مصنف کتاب حضرت مولانا محمد اکرام صاحب نے آج سے کوئی پچاس برس پیشتر عربی زبان و ادبیات میں ایم۔ اے کیا اور چالیس سال متواتر سرکار حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسب فیض کیا اور اکثر و بیشتر سفر و حضر میں شیخ طریقت کے ساتھ رہے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی غایت درجہ شفقت اور کمال عنایت سے مصنف کو تنویر باطن سے نوازا۔ ظاہر ہے کہ حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے احوال و آثار کا ادراک اور آپ کی واردات و کیفیات کا جامع بیان کتاب ہذا میں سلسلہ عالیہ کے مبداء فیض جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی اور حضرت امام ربانی قدس سرہما تک اکابر طریقت کے آثار و معارف کو اجمالی طور پر قلم بند کیا ہے چنانچہ ایک عام قاری فیضان طریقت کے

تدریجی ارتقاء سے روشناس ہونے کے بعد کتاب کے اصل موضوع تک رسائی حاصل کر پاتا ہے اور پھر اسے بالآخر حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حیات آموز سوانح اور بصیرت افروز ارشادات سے دیدہ ودل کی جلا میسر آتی ہے۔ مولانا محمد اکرام صاحب نے اسلوب بیان میں عام تذکرہ نگاروں کے اساطیری انداز سے احتراز کیا ہے اور حضرت والا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کمالات و خوارق کو آپ کے ارشادات کے پس منظر میں بیان کیا ہے جو کتاب کی افادیت میں گراں بہا اضافے کا موجب ہے۔ احوال ومقامات کی تسہیل کے لیے جامع اور بلیغ عنوانات کا انتخاب کیا ہے۔ یہ عنوانات نفس مضمون کی اس طرح وضاحت کرتے ہیں کہ اس کے نقوش مطالعہ کرنے والے کے دل پر ثبت ہو جاتے ہیں۔ مولانا نے واقعات کے بیان میں کہیں افراط وتفریط سے کام نہیں لیا اور فکر وفن کی صداقت کے تمام تقاضوں کو ہر آن پیش نظر رکھا ہے۔ یہ تمام واقعات مصنف کے ذاتی مشاہدات ہیں۔ انہوں نے مشاہدات کے اس ذخیرے سے ان جواہر ریزوں کو سلک نثر میں پرویا ہے جن کی آب وتاب میں سنتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انعکاس نسبتاً روشن تر اور واضح تر ہے۔

اللہ رب العزت بطفیل جناب سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مولانا محمد اکرام صاحب کے افکار سے افراد امت کو بالعموم اور حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وابستگان سلسلہ کو بالخصوص مستفیض فرمائے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

پروفیسر حافظ محمد افضل فقیر

(لاہور)

24 شعبان المعظم 1398ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقدّمہ

ماہ رمضان المبارک 1385 ہجری کی ستائیسویں اور سن عیسوی کے مطابق سال 1966ء کے ماہ جنوری کی بیس تاریخ تھی۔ جمعرات کا دن اور عین عصر کا وقت تھا کہ شیخ الاسلام، قطب زمان، محرم اسرار دمخزن انوار، رہبر کامل، ہادیٔ برحق، حامی شریعت وسنت، نائبِ رسالت حضرت سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری المعروف بہ حضرت کرمانوالے مالک حقیقی کے بلاوے پر لبیک کہتے ہوئے واصل بحق ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط حضور اقدس کے وصال کے بعد وقت گزرتا گیا اور صدمہ کی شدت سے ایک عرصہ تک خیالات منتشر و پراگندہ رہے۔ احباب طریقت وقتاً فوقتاً باصرار مطالبہ کرتے رہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات ومقامات اور ملفوظات کو کتابی شکل دی جائے۔ مگر اپنی بے بضاعتی سامنے آجاتی اور اشہب قلم وہیں رک جاتا یہ بھی خیال آتا کہ میرے جیسا غافل اور کوتاہ عمل انسان ایک برگزیدہ پاک اور باکمال ہستی کے متعلق کیا لکھ سکتا ہے۔ آفتاب علم وعرفان کے محاسن ایک ذرہ بے مقدار کیا بیان کرے گا۔ اس لیے ہر موقعہ پر معذرت کر کے احباب سے دامن چھڑاتا رہا اور یونہی وقت گزرتا چلا گیا۔

گزشتہ چند سالوں میں بعض قدیمی احباب داغ مفارقت دے گئے جن میں مولوی محمد عمر اچھروی، مولوی عبدالحق پاکپتنی، رائے نیاز احمد خان اور صوفی نور عالم رحمہم اللہ تعالیٰ خاص طور پر قابل ذکر ہیں اور یہ حضرات وہ تھے کہ جن کو حضور اقدس سرہ العزیز سے طویل عرصہ تک فیضان صحبت حاصل رہا اور اس طرح وہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات وملفوظات سے بہت اچھی طرح واقف تھے۔ ان کے پاس ان حسین یادوں کا بہت بڑا ذخیرہ تھا لیکن وہ ان یادوں کو اپنے سینوں

سے لگائے رخصت ہو گئے۔ چنانچہ فقیر کے دل میں یہ خیال آیا کہ بڑے افسوس کی بات ہو گی اگر یہ حالات عجیبہ اور مقامات غریبہ احاطۂ تحریر میں نہ لائے جائیں اور یہ اسرار گراں مقدار کچھ مدت کے بعد یادوں سے محو ہو کر گم ہو جائیں۔ اس لیے یہ ضروری خیال کیا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات، مکشوفات، کرامات اور بشارات کو کتابی شکل دی جائے۔ سب یاران طریقت اور عقیدت مندوں کے دلوں میں یہ بات قدرتی طور پر پائی جاتی ہے کہ انہیں اپنے پیروں اور بزرگوں کی باتیں سننے کی زیادہ رغبت ہوتی ہے اور جدائی کے زخموں کو مندمل کرنے کے لیے یہی تذکرہ مرہم کافور کا کام دیتا ہے۔ جی یہی چاہتا ہے کہ اپنے شیخ کے احوال و مقامات کا ذکر کیا اور سنا جائے۔ ذکر سننے والوں کی محبت، شوق اور جذبہ میں اس سے اضافہ ہوتا ہے۔ چونکہ یار نظروں سے اوجھل ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی یاد تسکین خاطر کا سبب بنتی ہے۔

ذکرِ حبیب کم نہیں وصلِ حبیب سے

احباب نے اب پھر اصرار شروع کیا اور جب عالی جناب حضرت صاجزادہ سید عثمان علی شاہ صاحب بخاری مدظلہ العالی کا بھی واضح ارشاد ہوا تو تائید غیبی کی امید پر اور حضرت صاجزادہ ذیشان اور احباب کی دعاؤں کے سہارے اس کارِ خیر کی انجام دہی پر کمر باندھ لی۔

" کُلُّ اَمرٍ مَرهُونٌ بِاَوقَاتِهَا "

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

" يٰاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابتَغُوا اِلَيهِ الوَسِيلَةَ وَ جَاهِدُوا فِي سَبِيلِهٖ لَعَلَّكُم تُفلِحُونَ "

(پارہ 6۔رکوع 10)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں کوشش کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

حدیث شریف میں وارد ہے:

" اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ "

ترجمہ: ہر انسان اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

نیز

وَمَنْ اَحَبَّ قَوْماً حَشَرَهُ اللّٰهُ فِیْ زُمْرَتِهِمْ

ترجمہ: جو شخص کسی قوم سے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ان کے زمرے میں اٹھائے گا۔

نیز

"مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ "

ترجمہ: جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ ان میں سے ہی ہوگا۔

ان احادیث شریفہ سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ مشائخ کے احوال اور ان کے اسماء کا ذکر ہی رحمت الٰہی کے نزول اور نجات و بخشش کا باعث بنتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"حِکَایَاتُ الْمَشَائِخِ جُنْدٌ" مِنْ جُنُوْدِ اللّٰهِ تَعَالٰی لِلْقُلُوْبِ یُعِیْنُهَا لِفُتُوْحِ اللّٰهِ "

ترجمہ: ''مشائخ کی حکایتیں لشکرِ الٰہی ہیں جس سے دلوں کو فتوح الٰہی حاصل ہوتی ہیں۔'' نیز آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ مشائخ کی باتوں کا مریدوں کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الرُّسُلِ مَانُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ وَجَاءَكَ فِیْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَ

مَوْعِظَةٌ وَّ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ " (پارہ12، ع10)

ترجمہ : اے محبوب: ہم گذشتہ انبیاء کے قصے آپ سے اس غرض سے بیان کرتے ہیں کہ آپ کے قلب کو ثابت قدمی حاصل ہو اور اس کے ذریعے سے آپ تک سچائی اور نصیحت پہنچے اور مومنوں کے لیے ذکر (نصیحت)۔

اسی طرح نیکوں کی باتیں اور مرشدوں کی حکایات اور ان کے احوال مریدوں کے دل کی تربیت کا باعث ہوتے ہیں۔ اس سے طالب رنج و مصیبت میں ثابت قدم رہ کر مردان خدا کی سی خصلتیں حاصل کر سکتے ہیں۔

حضرت حاتم اصم قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جب تک کچھ حصہ قرآن پاک کا اور کچھ حصہ اپنے پیروں کی حکایات کا نہ پڑھ لو تب تک ایمان سلامت ہی نہیں رہ سکتا۔

ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال کیا گیا کہ جب اکابر دین اور مشائخ عظام وفات پا جائیں تو پھر ہم کیا کریں تا کہ سلامت رہیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ان کا کلام پڑھو، ان کی باتیں سنو، ان کے علوم و معارف پر غور کرو، پھر سلامت رہو گے۔

شیخ عطار قدس سرہ فرماتے ہیں کہ قرآن و حدیث کے بعد دوسرے درجے پر اہل اللہ کے اقوال و احوال ہیں اور سب حکایات میں سے عمدہ حکایات صوفیاء کی ہیں۔ ان کی باتیں پڑھنے اور سننے سے ان کے ساتھ نسبت پیدا ہوتی ہے اور یہی نسبت نجات کا موجب ہوگی جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔

" تَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ "

ترجمہ: نیک لوگوں کا ذکر خیر ہو تو رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔

خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مشائخ عظام کا ارشاد ہے کہ تو اس بات کی کوشش کر کہ اپنی جگہ دوستان حق کے دل میں بنائے اور اگر یہ بات میسر نہ آسکے تو دوستان خدا کی دوستی کو اپنے دل میں جگہ دے۔ جب تیرا دل ان کی دوستی کا مقام ہوگا تو تیرا خانہ دل حرص و ہوا سے پاک ہو جائے گا۔ ان کی محبت کے سوا اور کسی چیز کی تیرے دل میں سمانے کی گنجائش ہی نہ رہے گی۔

حضرت شیخ ابو بکر جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ تم پر لازم ہے کہ ایسے شخص سے محبت رکھو جو حق تعالیٰ سے محبت رکھتا ہو اگر یہ نہیں ہو سکتا تو ان کے علوم و معارف کا مطالعہ ضرور رکھو تا کہ ان کی برکت سے تم رفتہ رفتہ حق تعالیٰ جل شانہ تک پہنچ جاؤ۔

حب درویشاں کلید جنت است

اللہ تعالیٰ جن لوگوں سے محبت کرتا ہے ان کے دلوں کو اپنی طرف لگا لیتا ہے اور جو اس کی دوستی میں دسترس حاصل کر لیتا ہے اس کے دل کو اللہ تعالیٰ شر سے محفوظ رکھتا ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: ''نیک بختی کی علامت یہ ہے کہ تو مشائخ کی باتیں سنے اور ان پر اعتناد کرے اور محبت کرے کیونکہ دوستان حق کی باتوں سے پیار کرنا گویا دوستان حق کی دوستی ہے۔ اسی تعلق سے حق تعالیٰ سبحانہ' سے نسبت پیدا ہوتی ہے اور انسان مقربان بارگاہ الٰہی میں سے ہو جاتا ہے۔

ایک بزرگ سے دریافت کیا گیا کہ جب ہم اپنے مرشدوں کو نہ پائیں تو کون سی ایسی بات کریں جس سے تباہی سے بچ جائیں۔ بزرگ نے فرمایا کہ ہر روز ان کی باتوں کا ایک ورق پڑھو اور ان کے احوال اور مقالات سنو پھر یقیناً سلامت رہو گے۔

حضرت شیخ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آخری وقت میں یہ نصیحت کی کہ اول تو پیروں کی باتیں سنو اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم نام ضرور یاد رکھو تا کہ اس کی برکت سے بہرہ ور ہو سکو۔ نیز فرمایا کہ مرید کی سب سے اچھی نسبت تو یہ ہے کہ اس نے پیر کو دیکھا ہو اور کمال محبت سے ان کی صحبت میں رہ چکا ہو۔ ان کی صحبت کی برکت سے ایسی باتیں حاصل ہوں گی جو اور کسی طرح نصیب نہ ہوں گی۔

حضرت شیخ نجم الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ افسوس کسی شخص نے اولیاء اللہ کی قدر نہ پہچانی۔ مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ میں جس شخص کو اہل اللہ کے احوال و افعال کا مشاہدہ اور اقوال کا علم حاصل نہیں ہوتا وہ ان کے حق میں ایسی ویسی باتیں کرتا ہے اور ان کا منکر ہو جاتا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ ان کے اقوال و افعال کا انکار ایسا ہی ہے جیسے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

معجزوں کا انکار ہے۔

اسی طرح نیکوں کی باتیں اور مرشدوں کی حکایات اور ان کے احوال مریدوں کے دل کی تربیت کا باعث ہوتے ہیں۔ اس سے وہ رنج و مصیبت میں ثابت قدم رہ کر مردان خدا کے خصائص اپنے اندر پیدا کرتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ اپنے احوال اور انکے احوال کا موازنہ کریں۔ اگر موافق ہوں تو شکر بجالائیں اور اگر مخالف ہوں تو استغفار کریں اور مجاہدے میں کوشش کریں۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کوتاہ اندیشوں کا بزرگوں کی کرامات اور ان کے احوال سے انکار کرنا اس وجہ سے ہے کہ وہ خود ان اسرار سے آشنا نہیں ہوتے اور احوال کا نشان تک ان میں نہیں پایا جاتا۔ یہ نفی تو اس واسطے کرتے ہیں کہ عوام کے روبرو رسوا نہ ہوں۔ پاک لوگوں کے کام کا اندازہ اپنی حالت سے نہ کرو۔ خواہ دیکھنے میں کیسا ہی آسان ہو۔

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست
سخن شناس نہ دلبرا خطا اینجاست

اس گروہ سے حاسدوں کے انکار کی وجہ یہ ہے کہ یہ بزرگوار کمال متابعت کے باعث راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں اور اس خرچ کے لیے مال و اسباب جمع کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کو یہ خبر ہی نہیں کہ منصب ارشاد کی ایک شرط انفاق مال و زر بھی ہے۔ لہذا مال و اسباب جمع کرنا جائز ہے تاکہ طالبان راہ حق فارغ البال ہو کر اپنے کام میں مشغول رہیں۔

پراگندہ روزی پراگندہ دل
خداوند روزی بحق مشتغل (سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

حضرت شیخ علاؤ الدولہ سمنانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ لوگ مشائخ کی نسبت عجیب عجیب اعتقاد رکھتے ہیں۔ بعض تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ وہ گدا اور محتاج ہیں۔ ان

کم فہم لوگوں کو یہ علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی ولی کو خلقت کا محتاج ہی نہیں رکھتا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے محتاج ہوں حالانکہ یہ دنیا اپنی تمام نعمتوں کے ساتھ ان کے قدموں میں ڈال دی جاتی ہے۔

حضرت شیخ مجد الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خانقاہ کا سالانہ خرچ دو لاکھ اشرفی تھا اور پانچ لاکھ اشرفی کی ملکیت وقف طریقہ کی تھی۔ بعض صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور شیخ ابو سعید ابوالخیر اور حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مال و دولت کے متعلق تو سب کو علم ہے۔ نیز حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین اور مزارعہ کو پیدا کرنے میں بھی حکمت رکھی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا منشا ہے کہ جہان، اہل جہان اور بندگان خدا کی جمعیت کا انتظام قائم رہے اور خلقت کو فائدہ پہنچے۔ لوگوں کو اگر معلوم ہو جائے کہ زمین کے آباد کرنے سے کیا ثواب حاصل ہوتا ہے تو اسے بنجر کبھی نہ چھوڑیں۔ کوئی شخص اگر محنت کر کے زمین سے زیادہ غلہ پیدا کرتا ہے تو وہ مخلوق خدا کی روزی کا سبب بنتا ہے۔ اللہ کے برگزیدہ بندوں کا معاملہ بالکل مختلف ہے وہ اگر خلوت یا صحبت خلق اختیار کرتے ہیں تو محض رضائے الٰہی کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ وہ مال و اسباب جمع کرتے ہیں تو طالبوں کی جمعیت خاطر اور رضائے مولا کے لیے اور اگر ترک کرتے ہیں تو مصلحت کے لیے غرض کہ جو کچھ کرتے ہیں امر الٰہی اور رضائے الٰہی کے ساتھ کرتے ہیں اور کوئی فعل ان کا نفسانی خواہش کی رو سے نہیں ہوتا۔ عالم اور عارف درویش پر اعتراض کرنا خطا ہے جو کچھ ان پر گزرتا ہے اس میں حکمت ہوتی ہے۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگان کا طریقہ اہل سنت والجماعت کا اعتقاد ہے اور شرعی احکام کی متابعت سنت کی پیروی، عزیمت، دوام عبودیت یعنی دائمی حضور اور آگہی ہے۔ پس جو لوگ ان بزرگوں کی نفی کرتے ہیں ان کا سبب یہ ہے کہ ان لوگوں پر حرص کی تاریکی اور ظاہری و باطنی بدعت چھائی ہوتی ہے۔

حضرت جنید بغدادی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جسے نیکی عطا کرنا چاہتا ہے اسے اپنے برگزیدہ بندوں کی خدمت میں بھیجتا ہے اور دنیاوی شغل سے اسے باز رکھتا ہے۔ بزرگان دین کا قول ہے کہ جو شخص اولیاء اللہ سے بے جا جھگڑتا ہے وہ ذلیل و خوار ہوتا ہے۔

کہتے ہیں کسی شخص کے لیے تین چیزیں بدبختی کی علامت ہیں۔

1)۔ جس کو علم حاصل ہو .... لیکن .... عمل کی توفیق نہ ہو۔

2)۔ جس کو توفیق مل جائے .... لیکن .... اخلاص اور للّٰہیت نہ ہو

3)۔ نیکوں کی صحبت کا موقع ملے .... لیکن .... ان کے نزدیک قبولیت حاصل نہ ہو۔

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ' فرماتے ہیں کہ مشائخ کے دیدار کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کا دیدار جاتا رہے تو سمجھ لو کہ پھر یہ سعادت نہیں مل سکے گی۔ پس جو شخص اولیاء اللہ کی جستجو میں نکلے اور ان میں سے کسی پاک ہستی کو پالے تو سمجھ لے کہ اس نے ایک نور پالیا ہے اور اگر راہ طلب میں ہی جان دے دی تو یہ امر اس کی بخشش کا ذریعہ ہوگا۔ ظہور کرامت کسی ہستی کی فضیلت کا اصلی باعث نہیں بلکہ اصل کام تو استقامت اور اتباع شریعت ہے۔ اس زمانے کے بعض علماء پر تعجب ہے کہ جب علمی بحث پر اترتے ہیں تو دلائل سے کرامات اولیاء اللہ کا ثبوت بہم پہنچاتے ہیں لیکن جب اولیاء اللہ کی کرامات دیکھتے ہیں تو ان کا دل انہیں قبول نہیں کرتا اور انکار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس انکار سے بچائے۔ ان علمائے ظاہر کی طبیعتوں میں حسد ہوتا ہے۔ ظاہر بینوں کی نظر صرف اس بات پر ہوتی ہے کہ ولی وہ ہے جو گذشتہ اور آئندہ حالات کی اطلاع دے۔ لیکن وہ کوتاہ نظری سے یہ بات بھول جاتے ہیں کہ علم غیب صرف ذاتِ حق کا خاصہ ہے۔ ان برگزیدہ ہستیوں کے لیے ہر وقت پردہ غیب پر ہی نظر رکھنا غیر ضروری ہے اور محض تضیع اوقات کا باعث ہے۔

فاتحۃ العلوم میں لکھا ہے کہ جس شخص کو صدیقوں کے حال، مقام اور علم سے کچھ بہرہ نہ ہو یا اس کا منکر ہو تو اس کا حال برا ہوتا ہے۔ ان کا منکر کسی طرح بھی علم سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور جس شخص کو ذرا بھی علم سے مس ہو وہ اس علم اور حال کی تصدیق کرتا ہے۔

ایک نوجوان عالم اہل اللہ کا منکر تھا۔ ایک روز حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے اپنی انگوٹھی دے کر کہا کہ جاؤ اسے فلاں نانبائی کے ہاں جا کر ایک دینار کے بدلے گروی

رکھ دو اور کھانا لے آ ؤ۔ جب وہ نوجوان نانبائی کے پاس گیا تو اس نے انگوٹھی ایک درہم کے بدلے بھی قبول نہ کی ۔ ناچار نوجوان واپس چلا آیا۔ شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا کہ اچھا اب فلاں جوہری کے پاس جاؤ اور اسکی قیمت کا اندازہ لگواؤ۔ جوہری نے انگوٹھی کو غور سے دیکھا اور اس کا اندازہ ایک ہزار دینار کیا۔ اس پر شیخ نے نوجوان سے کہا کہ تیرا علم جو اولیاء اللہ کے متعلق ہے وہ بعینہ نانبائی کے علم کا سا ہے تو اس سے توبہ کر۔ نوجوان تائب ہو کر راہِ راست پر آ گیا۔

حضرت کرمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں صدیق کی تین علامتیں ہیں۔

۱)۔ دنیا کی دولت اور مال و جاہ کی قدر و منزلت اس کے دل میں بالکل نہ ہو۔ دنیا سے اس کا دل سرد ہو جائے۔

۲)۔ ریا اور نمائش کا اس میں شائبہ تک نہ ہو۔ نہ تعریف سے پھولے اور نہ مذمت سے پژمردہ خاطر ہو۔

۳)۔ لذات و شہوات اس کے دل سے جاتی رہیں ایسا ہو جائے کہ بھوک اور شکم سیری میں اسے فرق محسوس نہ ہو اور ترک شہوات اس کا شیوہ بن جائے۔

ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ جب وہ زمانہ آ جائے کہ ہم مرشدوں کو اپنی ظاہری آنکھوں سے نہ دیکھ سکیں تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے انہوں نے جواب دیا کہ ہر روز ان کا کلام پڑھا کرو کیونکہ جب آفتاب غروب ہو جائے تو چراغ سے ہی روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ قلم بھی ایک قسم کی زبان ہے قلم ان کے کلمات و ارشادات کاغذ کے صفحے پر محفوظ کر دیتی ہے اور ان میں وہی تر و تازگی اور چاشنی ہوتی ہے جو دلوں کو زندہ اور روح کو منور کر دیتی ہے۔

موجودہ زمانے میں اکثر لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان دنوں بزرگان سلف کے مانند کوئی ہستی نہیں ہے اسی سبب سے وہ اولیاء اللہ کی صحبت کے فیض سے محروم رہ جاتے ہیں اور زندگی غفلت میں گزار دیتے ہیں۔ بدگمانی محض نادانی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ اس گروہ کو حاصل ہوا ہے وہ کمال متابعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے حاصل ہوا ہے متابعت سنت سنیہ اور ولایت و قرب کی راہ ایسی نہیں جو کہ صرف سابقہ زمانے کے لئے ہی مخصوص تھی بلکہ وہ ہمیشہ باقی

ہے اور قابلیت واہلیت انسانی بھی موجود ہے جو سمجھ دار ہے وہ پالیتا ہے پس تمام طالبوں کے لئے لازم ہے کہ اپنے زمانے میں ایسے شخص کی جستجو کریں۔اس گئے گزرے زمانے میں بھی اولیاء اللہ موجود ہیں وہ بے شک شب قدر کی طرح پوشیدہ ہیں چنانچہ حدیث شریف میں اس امر کی طرف اشارہ ہے:

"مَنْ مَّاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ
فَقَدْ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً"

ترجمہ: جس نے اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانا وہ جاہل کی موت مرا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

" قُلْ ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْ اَدْعُوْا اِلَی اللّٰہِ
عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ "

ترجمہ : اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !ان لوگوں سے کہہ دو میرا راستہ یہ ہے کہ میں تم کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں یہ راستہ میں نے اور میرے متبعین نے پوری پہچان کے بعد اختیار کیا ہے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ

ترجمہ: پیر کامل اپنی قوم میں اسی طرح ہے جس طرح نبی اپنی امت میں۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے۔

مَنْ لَّا شَیْخَ لَہٗ لَا دِیْنَ لَہٗ

ترجمہ: جس کا کوئی شیخ نہ ہو وہ بے دین ہے۔

پس راہ خدا میں سالک کے لئے ایسے ہادی کی بے حد ضرورت ہے کو خدائے بزرگ و برتر کی طرف لے جانے والے راستہ کی رہبری کر سکے اور اس پیر کے سلسلہ کی اسناد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہوں اور اس کا ظاہر اور باطن حضرت حبیب رب العلمین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کے اتباع کامل سے آراستہ ہو چنانچہ کشف و کرامات کی چنداں پرواہ نہ کی جائے اور نہ ان کو کمال کی شرط خیال کیا جائے پس جو شخص صحت کامل یعنی نسبت محمدیہ کا طلب گار ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ سنت نبوی کی پیروی کو تمام ریاضتوں اور مجاہدوں سے افضل سمجھے اور جو انوار و برکات اس سے حاصل ہوں ان کو تمام فیوضات سے ارفع و اعلیٰ خیال کرے۔ وجد سکر اور عام شہود ذوق کو باطنی جمعیت اور دوام حضور کے مقابلے میں کچھ وقعت نہ دے۔ جس بزرگ کی خدمت میں رہ کر یہ احوال حاصل ہوں اس کو سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب جان کر اس کی خدمت کرنا اپنے لیے فرض عین سمجھے اور اس کا مرید بن کر شریعت کے فوائد حاصل کرے تاکہ قیامت کے دن حسرت اور ندامت کی آگ میں جلنے سے محفوظ رہے۔ یہ یقین رکھنا ضروری ہے کہ یہ دنیا ایسے بزرگوں سے کسی لحہ خالی نہیں رہ سکتی، ان کی برکت سے آسمانوں سے پانی برستا ہے اور ان کی بدولت زمین کو تر و تازگی اور رعنائی حاصل ہوتی ہے۔ عالم انسانیت ان کے دم سے آباد ہے۔ پہاڑ ان کی برکت سے قائم اور دریا ان کے فیض سے جاری ہیں۔ کائنات ارضی و سماوی کا نظام ان کے دم قدم سے قائم ہے۔

الغرض یہ کتاب اسی مقصد سے لکھی گئی ہے کہ طالبان راہ حق کے لیے مشعل کا کام دے سکے اور قلوب و ارواح کو نور ہدایت حاصل ہو سکے۔ اس میں ایک عاشق حقیقی و نائب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک اور بابرکت زندگی کی جھلک ہے جس نے سنتِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی پیروی سے قرب و محبوبیت کا درجہ حاصل کیا۔ جو اپنے ملنے والوں کو ہمیشہ اتباع سنت اور پیروی شریعت کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ ایسی پاک ہستی جس کی صحبت کیمیا اثر میں دلوں کے آئینے دنیا و مافیہا کی کدورتوں سے صاف ہو جاتے تھے اور اللہ کے ذکر کے سوا سب کچھ فراموش ہو جاتا تھا۔ مجھے امید ہے کہ ہر طبقے کے اہل نظر حضرات اس سے مستفیض ہوں گے اور نشان منزل مقصود حاصل کر سکیں گے۔ عاقل وہ ہے جو اگر کوئی چیز مکمل طور پر حاصل نہ کر سکے تو اسے بالکل

ترک نہ کردے بلکہ اس میں سے جو کچھ حاصل کر سکے اسے تو نہ چھوڑے۔

بقول :

''مَالَا یُدْرِکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ''

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند
کہ برند از رہ پنہاں بہ حرم قافلہ را

اے مولا کریم! ہمیں اپنی اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے پیارے بندوں کی محبت عطا فرما۔ اسی محبت میں تادم آخر سرشار رکھ اور کل بروز قیامت جب ہم اٹھیں تو یہی حقیقی محبت کا جذبہ ہمارے دلوں میں موجزن ہو۔

''اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّکَ وَ حُبَّ مَنْ یُحِبُّکَ وَ حُبَّ حَبِیْبِکَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ۔ اٰمِیْن یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ''

ان کرم فرماؤں کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جن کی توجہ سے یہ ناچیز اس پیشکش کو ہدیہ ناظرین کرنے کے قابل ہوا۔ سب سے مقدم کریم ابن کریم عالی جناب حضرت صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ صاحب بخاری دامت برکاتہم کی ذات والا صفات ہے جن کی تحریک اور نیک دعاؤں سے بندہ کو اس کتاب کی تالیف و تدوین کا بیڑا اٹھانے کی ہمت پیدا ہوئی۔ آپ نے ہر مرحلہ پر خصوصی توجہ سے رہنمائی اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مدارج میں اور زیادہ

ترقی عطا فرمائے ۔ بعض مقامات پر میرے محترم دوست اور مخلص کرم فرما جناب صوفی حافظ محمد افضل صاحب فقیر ایم ۔ اے کے مفید مشورے کتاب کے ظاہری اور معنوی حسن میں اضافہ کا باعث بنے ۔ طباعت اور اشاعت کے سلسلہ میں میرے دیرینہ معاون عزیز مکرم چوہدری محمد طفیل
شاہین حال مقیم گلاسکو (انگلستان) اور میاں غلام مصطفٰی صاحب غازی مالک غازی انڈسٹریز لمیٹڈ 4
میاں چنوں نے خاص دلچسپی لی۔

فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ

" وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ وَ نُوْرِ عَرْشِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ۔ وَ ارْحَمْنَا مَعَهُمْ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ "

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

محمد اکرام





بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ

عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ

اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی

اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی

اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ

اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

کرمانوالہ بک شاپ

دربار مارکیٹ دوکان نمبر 2، لاہور فون: 7249515



دوسرا باب

سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم

کرمانوالہ بک شاپ
دربار مارکیٹ دوکان نمبر 2، لاہور فون: 7249515

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ محمدن الامین
وعلیٰ آلہ وصحبہ واتباعہ اجمعین ورحمتہ وبرکاتہ علینا وعلیٰ کل المؤمنین مادامت السمٰوٰت
والارضین سبحٰن الذی نوّر قلوب العارفین بنور معرفتہ واوصل الی العاشقین بکمال فضلہ وحکمتہ

تمہید

سرورِ کائنات محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت

اس کتاب کے اصل موضوع کی طرف آنے سے قبل بطور تمہید حضور اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور بزرگان سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے حالات تبرکاً و تیمناً شامل کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ تاکہ قارئین کرام پر یہ بات واضح ہو جائے کہ جس پاک ہستی کا ذکر خیر اس جگہ مطلوب ہے اس کا تعلق سرچشمہ فیضان سرمدی کے ساتھ کن ذرائع سے ہوا اور وہ کس راہ سے معرفت الٰہی کی بلندیوں تک پہنچے۔

اہل نظر حضرات جانتے ہیں کہ طریقت کے تمام سلسلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر

منتہی ہوتے ہیں۔ فیوض و برکات کا اصل منبع رحمۃ للعالمین ﷺ کی ذات ستودہ صفات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو خاتم النبین کا منصب عطا فرما کر تا قیام قیامت کل بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔ تمام عالم انبیائے سابقہ علیہم السلام کی تعلیمات سے روگرداں ہو کر ضلالت و معصیت میں غرق ہو چکا تھا۔ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کو پس پشت ڈال کر بت پرستی اور شرک اختیار کیا جا چکا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ لوگ اخلاقی اقدار سے منہ پھیر کر ہولناک تباہیوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ توحید کی بجائے تثلیث اور بت پرستی رواج پا چکی تھی۔

اس پر آشوب دور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت خاتم المرسلین محمد مصطفےٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا اور دنیا کی ہدایت کے لیے اپنے آخری رسول ﷺ کو بھیج کر پھر اپنی مخلوق پر رحمتوں کے دروازے کھول دیئے۔

حالات و واقعات ولادت باسعادت

شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب مجھے زچگی والی حالت طاری ہوئی تو مجھے ستارے یوں نظر آنے لگے گویا وہ بالکل میرے قریب آ گئے ہیں حتیٰ کہ میں سوچنے لگی کہ کہیں یہ مجھ پر گر نہ پڑیں۔ جب میں نے ان کو جنم دیا تو ان سے ایک ایسا نور برآمد ہوا جس کی وجہ سے ہمارے مکان تمام اطراف و اکناف روشن ہو گئے حتیٰ کہ جدھر دیکھتی نور ہی نور نظر آتا، اور اس نور کی روشنی میں مجھے شام کے محلات تک نظر آ گئے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے ان کو جنم دیا تو وہ زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھے آسمان کی طرف دیکھنے لگے پھر سجدہ کیا۔ وقت ولادت آپ ﷺ ناف بریدہ تھے اور اپنا انگوٹھا چوس رہے تھے جس سے دودھ کا فوارہ پھوٹ رہا تھا۔

مخذوم ابن ہانی اپنے باپ ہانی سے نقل کرتے ہیں جن کی عمر ایک سو پچاس برس کی

تھی۔ فرماتے ہیں جس رات نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی ایوان کسریٰ لرز اٹھا اور اسکے چودہ کنگرے گر گئے۔ بحیرہ سادہ خشک ہو گیا اور آتش کدہ فارس کی آگ بجھ گئی جو ہزار سال سے روشن تھی اور ایک لمحے کے لیے بھی اس کو بجھنے نہیں دیا گیا تھا۔

سب سے پہلے جس نے حضور اکرم ﷺ کو دودھ پلایا وہ ابولہب کی باندی ثوبیہ تھی جس شب حضور اکرم ﷺ کی ولادت ہوئی ثوبیہ نے ابولہب کو بشارت پہنچائی کہ تمہارے بھائی حضرت عبداللہ کے گھر فرزند پیدا ہوا ہے ابولہب نے اس مژدہ پر اس کو آزاد کر کے حکم دیا کہ جاؤ آپؐ کو دودھ پلاؤ حق تعالیٰ نے اس خوشی و مسرت پر جو ابولہب نے حضور ﷺ کی ولادت پر ظاہر کی اس کے عذاب میں کمی کر دی اور شنبہ کے دن اس پر سے عذاب اٹھا لیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اس حدیث میں میلاد شریف پڑھوانے والوں کے لیے حجت ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت کی رات خوشی و مسرت کا اظہار کریں اور خوب مال و زر خرچ کریں۔ مطلب یہ کہ باوجود یہ کہ ابولہب کافر تھا اور اس کی مذمت قرآن کریم میں نازل ہو چکی ہے جب اس نے حضور ﷺ کی میلاد کی خوشی کی اور اس نے اپنی باندی کو دودھ پلانے کی خاطر آزاد کر دیا تو حضور ﷺ کی طرف سے حق تعالیٰ نے اسے بھی اس کا بدلہ عنایت فرمایا۔

منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے سات دن سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دودھ نوش فرمایا اور چند دن ثوبیہ کا دودھ پیا اس کے بعد حلیمہ سعدیہ نے دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی۔ چونکہ ان کا اپنا نام و نسبت ہی حلم و وقار اور سعادت کے ساتھ متصف تھا اور وہ سعد بن بکر سے ہیں جن کی شیریں زبانی اعتدال آب و ہوا اور فصاحت و بلاغت مشہور و معروف ہے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں عربوں میں سب سے زیادہ فصیح ہوں اس لیے کہ میں قریشی ہوں اور میں نے قبیلہ بنی سعد بن بکر کا دودھ پیا ہے۔

مواہب لدنیہ میں ہے کہ ابن اسحاق بن راہویہ، ابو یعلی طبرانی، بیہقی اور ابو نعیم سعدیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ میں قبیلہ بنی سعد بن بکر کے ساتھ دودھ پلانے کے لیے کسی بچے کے لیے مکہ مکرمہ آئی۔ یہ زمانہ شدید قحط سالی کا تھا آسمان سے زمین پر پانی کا قطرہ

تک نہ برسا تھا ہماری ایک مادہ گدھی تھی جو لاغری و کمزوری کی وجہ سے چل بھی نہیں سکتی تھی ۔ ایک اونٹنی تھی جو دودھ کا ایک بوند نہ دیتی تھی ۔ میرے ساتھ میرا بچہ اور میرے شوہر تھے ہماری تنگی کا یہ عالم تھا کہ رات چین سے گذرتی تھی اور نہ دن آرام سے ۔ جب ہمارے قبیلہ کی عورتیں مکہ پہنچیں تو انہوں نے دودھ پلانے کے لیے تمام بچوں کو لے لیا ۔ حضور ﷺ کے متعلق جب وہ یہ سنتی تھیں کہ یتیم ہیں تو ان کے یہاں جاتی ہی نہ تھیں ۔ کوئی عورت ایسی نہ رہی جس نے کوئی بچہ نہ لے لیا ہو صرف میں ہی باقی تھی اور حضور ﷺ کے سوا کسی کو نہ پاتی تھی ۔ میں نے اپنے شوہر سے کہا خدا کی قسم بغیر بچہ لیے مکہ مکرمہ سے لوٹنا مجھے اچھا معلوم نہیں ہوتا ۔ میں جاتی ہوں اور اسی یتیم بچہ کو لے لیتی ہوں ۔ میں اسی کو دودھ پلاؤں گی ۔ اس کے بعد میں گئی میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ دودھ سے زیادہ سفید اونی کپڑے میں لپٹے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ سے مشک و عنبر کی خوشبوئیں لپٹیں مار رہی ہیں آپ ﷺ کے نیچے سبز حریر بچھا ہوا ہے اور آپ ﷺ خراٹے لیتے ہوئے اپنے گدے پر محو خواب ہیں چونکہ حضور ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ آپ ﷺ نیند میں خراٹے لیتے تھے اور کبرسنی میں بھی خراٹوں کی آواز سنائی دیتی تھی حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ میں نے چاہا کہ آپ ﷺ کو نیند سے بیدار کر دوں مگر میں آپ ﷺ کے حسن و جمال پر فریفتہ ہوگئی پھر میں نے آہستہ سے قریب ہو کر اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے سینہ مبارک پر رکھا تو آپ ﷺ نے تبسم فرما کر اپنی چشم مبارک کھول دی اور میری طرف نظر کرم اٹھائی تو آپ ﷺ کی چشمان مبارک سے ایک نور نکلا جو آسمان تک پرواز کر گیا ۔ میں نے آپ ﷺ کی دونوں چشمان مبارک کے درمیان بوسہ دیا اور اپنی گود میں بٹھا لیا تاکہ دودھ پلاؤں میں نے داہنا پستان آپ ﷺ کے دہن مبارک میں دیا آپ ﷺ نے دودھ نوش فرمایا پھر میں نے چاہا کہ اپنا بایاں پستان دہن مبارک میں دوں تو آپ ﷺ نے نہ لیا اور نہ پیا ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ابتدائی حالت میں ہی عدالت و انصاف ملحوظ رکھنے کا الہام فرما دیا تھا اور آپ ﷺ جانتے تھے کہ

ایک ہی پستان کا دودھ آپ ﷺ کا ہے کیونکہ حلیمہ سعدیہ کا اپنا ایک لڑکا بھی ہے حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد حضور ﷺ کا یہ حال رہا کہ ایک پستان کو حضور ﷺ اپنے رضاعی بھائی کے لیے چھوڑ دیا کرتے تھے پھر میں آپ ﷺ کو لے کر اپنی جگہ آئی اور اپنے شوہر کو دکھایا وہ بھی آپ ﷺ کے حسن و جمال مبارک پر عاشق ہو گئے اور سجدہ شکر ادا کیا۔ وہ اپنی اونٹنی کے پاس گئے دیکھا تو اس کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے تھے حالانکہ اس سے پہلے اس کے تھن میں دودھ کا ایک قطرہ نہ تھا۔ انہوں نے اسے دوہا جسے انہوں نے بھی پیا اور میں نے بھی پیا اور ہم خوب سیر ہو گئے اور خیر و برکت کے ساتھ اس رات چین کی نیند سوئے چونکہ اس سے پہلے بھوک و پریشانی میں نیند نہیں آتی تھی میرے شوہر نے کہا اے حلیمہ بشارت ہو کہ تم نے اس ذات مبارک کو لے لیا تم نہیں دیکھتیں کہ ہمیں کتنی خیر و برکت حاصل ہوئی ہے یہ سب اسی ذات مبارک کے طفیل ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ ہمیشہ اور زیادہ خیر و برکت رہے گی حلیمہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد چند راتیں ہم مکہ مکرمہ میں ٹھہرے رہے۔

حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد لوگوں نے ایک دوسرے کو رخصت کیا اور مجھے بھی سیدہ آمنہ نے رخصت کیا میں اپنے دراز گوش (یعنی مادہ گدھی) پر حضور ﷺ کو اپنی گود میں لے کر سوار ہوئی میرا دراز گوش خوب چست و چالاک ہو گیا اور اپنی گردن اوپر تان کر چلنے لگا۔ جب ہم کعبہ کے سامنے پہنچے تو تین سجدے کیے اور اپنے سر کو آسمان کی جانب اٹھایا اور چلایا۔ پھر قبیلہ کے جانوروں کے آگے آگے دوڑنے لگا۔ لوگ اس کی تیز رفتاری پر تعجب کرنے لگے عورتوں نے مجھ سے کہا اے بنت ذویب! کیا یہ وہی جانور ہے جس پر سوار ہو کر ہمارے ساتھ آئی تھیں جو تمہارا بوجھ بھی نہیں اٹھا سکتا تھا اور سیدھا ہل تک نہ سکتا تھا؟ میں نے جواب دیا خدا کی قسم یہ وہی جانور ہے اور یہ ہی دراز گوش ہے لیکن حق تعالیٰ نے اس فرزند کی برکت سے اسے قوی و طاقتور کر دیا ہے اس پر انہوں نے کہا خدا کی قسم اس کی بڑی شان ہے حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے دراز گوش کو جواب دیتے سنا کہ ہاں! خدا کی قسم میری بڑی شان ہے میں مردہ تھا مجھے زندگی عطا فرمائی میں لاغر و کمزور تھا مجھے قوت و توانائی بخشی۔ اے بنی سعد کی عورتو! تم پر تعجب ہے اور تم غفلت میں ہو اور تم نہیں جانتیں کہ میری پشت پر کون سوار ہے میری پشت پر سید المرسلین خیر الاولین

والاخرین اور حبیب رب العلمین ہے حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ راستہ میں دائیں بائیں میں سنتی کہ اے حلیمہ تم تونگر ہوگئیں اور بنی سعد کی عورتوں تم بزرگ ترین ہوگئیں اور بکریوں کے جس ریوڑ پر میں گزرتی بکریاں سامنے آکرکہتیں کہ تم جانتی ہو کہ تمہارا دودھ پینے والا کون ہے؟ یہ محمد ﷺ آسمان وزمین کے رب کے رسول اور تمام بنی آدم سے افضل ہیں ہم جس منزل پر قیام کرتے حق تعالیٰ اس منزل کو سرسبز وشاداب فرمادیتا حالانکہ وہ قحط سالی کا زمانہ تھا اور جب بنی ساع کی بستی میں پہنچ گئے تو کوئی خطہ اس سے زیادہ خشک اور ویران نہ تھا میری بکریاں چراگاہ میں جاتیں تو شام کو خوب شکم سیر تروتازہ اور دودھ سے بھری ہوئی لوٹتیں تو ہم ان کا دودھ دوہتے اور ہم سب خوب سیر ہوکر پیتے اور دوسروں کو پلاتے ہماری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے کہ تم اپنی بکریوں کو ان چراگاہوں سے کیوں نہیں چراتے جن چراگاہوں میں بنی ابی ذویب کی بکریاں چرتی ہیں حالانکہ وہ اتنا نہیں جانتے تھے کہ ہمارے گھر میں یہ خیر وبرکت کہاں سے آئی ہے یہ برکت و نشاط غیبی چراگاہ اور کسی اور چارہ سے تھی اس کے بعد ہماری قوم کے چرواہوں نے ہمارے چرواہوں کے ساتھ بکریاں چرانی شروع کردیں یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے ان کے اموال اور ان کی بکریوں میں بھی برکت کا نزول فرمایا یہ میں ہی جانتی ہوں کہ یہ سب حضور ﷺ کے وجود گرامی کی برکت سے ہے حلیمہ فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ کی عمر مبارک بات کرنے کی آئی تو میں آپ ﷺ کو یہ فرماتے سنتی ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ سُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلاً'' اور رات کے وقت آپ ﷺ کے دل مبارک کو یہ فرماتے سنتی ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَدُّ وْسًا نَامَتِ الْعُیُوْنُ وَالرَّحْمَانُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ'' اور حضور ﷺ کو پنگھوڑے میں چاند سے باتیں کرتے اور اشارہ کرتے ہوئے دیکھتی اور جس طرف چاند کو اشارہ فرماتے چاند اسی جانب جھک جاتا اور فرشتے آپ ﷺ کے پنگھوڑے کو ہلاتے، حلیمہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے کبھی بھی اپنے کپڑوں میں بول و براز نہیں کیا آپ ﷺ کے بول وبراز کا ایک وقت مقرر تھا جب بھی میں ارادہ کرتی کہ آپ ﷺ کے دہن مبارک کو دودھ وغیرہ سے پاک وصاف کروں تو غیب سے مجھ پر

سبقت ہوتی اور آپ ﷺ کا دہن مبارک پاک وصاف ہو جاتا اور جب کبھی حضور ﷺ کا ستر کھولتی تو آپ ﷺ حرکت کرتے اور فریاد کرتے یہاں تک کہ میں ستر ڈھانپ دیتی اور اگر ڈھانپنے میں میری طرف سے کوتاہی ہوتی تو غیب سے ڈھانپ دیا جاتا۔

سینہ مبارک کے چاک کرنے اور قلب اطہر کو غسل دینے کا قضیہ بھی دایہ حلیمہ سعدیہ کے یہاں پیش آیا یہ واقعہ اس طرح ہے کہ ایک دن حضور اکرم ﷺ نے حلیمہ سعدیہ سے فرمایا اے مادر! مجھے اپنے بھائیوں کے ساتھ جب بکریاں چرانے جاتے ہیں کیوں نہیں بھیجتیں تاکہ میں سیر کروں اور تمہاری بکریوں کو چراؤں چنانچہ حلیمہ سعدیہ نے حضور ﷺ کے بالوں میں کنگھی کی اور آنکھوں میں سرمہ لگایا کپڑے بدلے اور بدنظری سے بچنے کے لیے آپ ﷺ کی گردن میں ایک تختی باندھی حضور ﷺ نے اسے توڑ کر پھینک دیا اور فرمایا میرا رب میرا محافظ ہے۔اس کے بعد حضور ﷺ اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ باہر تشریف لے گئے اور بکریاں چرانے میں مشغول ہو گئے جب آدھا دن گزر گیا تو ضمرہ حلیمہ کا لڑکا ابا جان، اماں جان پکارتا بھاگتا ہوا آیا اور کہنے لگا محمد (ﷺ) ہمارے ساتھ کھڑے تھے اچانک ایک شخص نمودار ہوا اور ان کے قریب آ کر انہیں ہمارے درمیان سے پہاڑ پر لے گیا اور لٹا کر ان کا شکم مبارک چاک کیا آگے ہم نہیں جانتے کہ ان کا کیا حال ہوا اس پر حلیمہ اور ان کے شوہر دوڑتے ہوئے گئے جب آپ ﷺ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ آپ ﷺ پہاڑ پر بیٹھے ہوئے آسمان کی جانب دیکھ رہے ہیں جب آپ ﷺ نے ہمیں دیکھا تو تبسم فرمایا۔

جب رسول اکرم ﷺ 12 -سال کے ہوئے تو حضرت ابو طالب نے شام کی طرف سفر کا ارادہ کیا رسول اکرم ﷺ پر ان کی مفارقت دشوار گزری۔حضور ﷺ نے فرمایا عم من! مجھے یہاں کس کے اعتماد پر چھوڑ رہے ہو؟ میرے والدین اور شفقت کرنے والے تو چل بسے۔آپ مجھے کس کے سپرد کریں گے؟ یہ سن کر جناب ابو طالب پر رقت طاری ہوئی تو انہوں نے آپ ﷺ کو اپنے ساتھ لے جانے کی قسم کھالی۔وہ آپ ﷺ کو اپنے ساتھ لے گئے اور ہمیشہ آپ ﷺ کے نقیب حال رہے۔آپ

شام کے ایک قصبہ بصریٰ پہنچے۔ وہاں بحیرہ نامی ایک راہب تھا جو علم و فضل میں ممتاز حیثیت کا مالک تھا اس کے پاس سے عموماً قافلے گزرا کرتے لیکن وہ کسی کی طرف التفات نہ کرتا مگر اس سال جب اہل قافلہ بصری قصبہ کے نزدیک پہنچا تو بحیرہ نے دیکھا کہ اس قافلہ میں ایک ایسی ہستی ہے جس پر بادل سایہ فگن ہے اور جدھر جدھر وہ جاتی ہے وہ بھی ساتھ ساتھ جاتا ہے اور جب وہ ہستی کسی درخت کے نیچے ٹھہرتی ہے تو وہ بادل بھی اس پر ٹھہر جاتا ہے۔ اور اس درخت کی شاخیں بھی اس کی طرف جھک جاتی ہیں تا کہ آپ ﷺ کے سر پر سایہ کریں۔ جب بحیرہ نے یہ منظر دیکھا تو اس نے اہل قافلہ کو کھانے کی دعوت دی۔ اس دعوت میں قافلہ کے ہر خورد و کلاں نے شرکت کی مگر حضور ﷺ تشریف نہ لائے۔ حارث بن عبد المطلب نے کہا کہ یہ تو احسان و مروت سے عاری ہے کہ ہم تو دعوت کھائیں اور حضور ﷺ وہیں بیٹھے رہیں جب بحیرہ نے حضور ﷺ کا نام سنا تو حضور ﷺ کی تعظیم کے لیے بے تاب ہو گیا اور حارث کو بلانے کے لیے بھیجا اور خود دیکھتا رہا جب آپ ﷺ درخت کے سایہ سے باہر آئے تو سفید بادل بھی آپ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ نزدیک پہنچے تو بحیرہ آپ ﷺ کی تعظیم کے لیے اٹھ بیٹھا اور آپ ﷺ کو گہری نظر سے دیکھنے لگا۔ اس نے ان تمام علامات و نشانات کا مشاہدہ کیا جو وہ کتب سابقہ میں پڑھ چکا تھا۔ لوگ کھانے سے فارغ ہوئے اور ادھر ادھر چلے گئے تو بحیرہ آپ ﷺ کے نزدیک آ کر کہنے لگا: اے لڑکے تجھے لات و عزیٰ کی قسم جو پوچھوں سچ بتائے گا۔ قسم کھانے کے سلسلے میں اس نے قریش کی تقلید کی تھی لیکن نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: دیکھو لات و عزیٰ سے بڑھ کر کوئی چیز قابل قہر و غضب نہیں۔ پھر بحیرہ نے کہا: اچھا تجھے خدا کی قسم جو کچھ پوچھوں گا سچ بتاؤ گے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا جو چاہتے ہو پوچھو۔ بحیرہ نے اپنے خواب بیداری اور تمام احوال و واقعات کے متعلق پوچھا۔ رسول اکرم ﷺ نے شافی و کافی جواب دیا۔ بحیرہ نے جو کچھ بھی آپ ﷺ کی صفات و علامات سابقہ کتابوں میں پڑھی تھیں ان کی تصدیق ہو گئی۔ پھر اس نے چاہا کہ مہر نبوت کا مشاہدہ کرے لیکن رسول اکرم ﷺ اپنے شانہ مبارک سے کپڑا نہ اٹھاتے تھے۔ جناب ابو طالب کے کہنے پر کپڑا اٹھایا تو مہر نبوت کی وہی صفات جو اس نے آسمانی کتابوں میں

پڑھی تھیں، مشاہدہ کیں اور اسے بوسہ دیا۔ پھر زار و قطار روتے ہوئے جناب ابو طالب سے پوچھا: اس بچے کی آپ سے کیا نسبت ہے؟ انہوں نے جواب دیا یہ میرا بیٹا ہے۔ بحیرہ کہنے لگا یہ تیرا بیٹا نہیں یہ امر ضروری ہے کہ اس کے والدین زندہ نہ ہوں۔ ابو طالب کہنے لگے: یہ میرا بھتیجا ہے۔ تو بحیرہ بولا: یہ درست ہے، پھر بحیرہ نے کہا: ان کی آنکھوں کی سرخی کبھی دور ہوئی ہے یا نہیں؟ ابوطالب نے جواب دیا: نہیں، بحیرہ نے کہا: یہ بھی سچ ہے۔ بعدازاں جناب ابوطالب سے کہا کہ یہ اس امت کا پیغمبر ہوگا اسے جلد از جلد واپس لے جاؤ اور یہودیوں سے اس لڑکے کی حفاظت کرنا کیونکہ جو مجھے پتہ ہے انہیں پتہ چل جائے تو ان کو مار ڈالنے کا قصد کرلیں گے۔ ہم سے اس لڑکے کے متعلق اچھی طرح عہد و پیمان لیا گیا ہے۔ جناب ابوطالب نے پوچھا: تم سے یہ عہد و پیمان کس نے لیا تھا؟ بحیرہ ہنس کر کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے۔ یہ عہد و پیمان انجیل میں موجود ہے اس طرح ابوطالب اس سفر سے مکہ واپس آئے۔

جب حضور اکرم ﷺ نورِ مجسم کی عمر پچیس سال کی ہوئی تو مکہ کرمہ کی ایک امیر عورت حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے تجارت کی غرض سے ملک شام تشریف لے گئے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یک غلام میسرہ نامی آپ ﷺ کی خدمت کے لیے آپ ﷺ کے ساتھ تھا اور آپکی ضروریات کا خیال رکھتا تھا پس آپ ﷺ ایک نصرانی راہب نسطورنامی کے گرجے کے نزدیک ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے اس درخت کا گھنا سایہ آپ ﷺ کی جانب جھک گیا یعنی سایہ فگن ہوگیا اور آپ ﷺ کو پناہ دی یہ دیکھ کر راہب نے آپ ﷺ کو پہچان لیا اور کہا اس درخت کے نیچے کبھی کسی نبی کے علاوہ اور کوئی نہیں اترا اور نبی بھی وہ جو اولوالعزم اور عالیشان ہو پھر اس نے خفیہ علامات نبویہ کو جاننے کے لیے میسرہ سے پوچھا کہ آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں میں سرخ ڈوری ہے میسرہ نے جب اسے ہاں میں جواب دیا تو علامت نبوت ثابت ہوگئی جس کا اسے گمان تھا اور جس کی وہ تلاش میں تھا۔ اس نے میسرہ سے کہا کہ ان سے جدا نہ ہونا اور ان کی دلجمعی اور نیک نیتی سے خدمت کرنا کیونکہ آپ ﷺ وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے شرف نبوت عطا کیا ہے اور اپنا برگزیدہ بندہ بنایا ہے پھر آپ ﷺ مکہ مکرمہ واپس

تشریف لائے حضرت بی بی خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو آتے ہوئے دیکھا جب کہ وہ عورتوں کے درمیان اپنے بالا خانے میں بیٹھی ہوئی تھیں اور دو فرشتے آپ ﷺ کے سر اقدس پر دھوپ سے سایہ فگن تھے۔ میسرہ نے بی بی خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بتایا کہ اس نے تمام دوران سفر آپ ﷺ کی ایسی ہی کیفیت دیکھی ہے اور آپ ﷺ کے بارے میں راہب کے قول اور وصیت سے بھی بی بی صاحبہ کو آگاہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سفر تجارت میں بہت منافع دیا۔

فیسہ بنت امیہ کہتی ہیں جب رسول اکرم ﷺ شام سے مراجعت فرما ہوئے تو حضرت خدیجہ نے اپنے غلام میسرہ سے سفر کے حالات و واقعات سن کر دل میں آپ ﷺ کے ساتھ عقد وتزویج کا پختہ ارادہ کر لیا اور اس ارادہ کی تکمیل کو سعادت دارین سمجھا کیونکہ آپ بڑی دانا اور زیرک تھیں جبکہ دوسرے بڑے لوگ ان کے ساتھ مناکحت کے بہت ہی آرزو مند تھے اور ہر ممکن کوشش سے دریغ نہیں کر رہے تھے انہوں نے دعوت نکاح بھی دی اور مال و دولت بھی خرچ کیا کیونکہ آپ اعلیٰ حسب ونسب کی مالک تھیں اور مالداری و دولت مندی میں سب پر فائق مگر آپ نے کسی کی طرف مطلق توجہ نہ فرمائی اور سید عالم ﷺ کے لیے خود سلسلہ جنبانی کرتے ہوئے فیسہ کو آنحضرت ﷺ کے پاس بھیجا فیسہ کہتی ہیں، میں نے عرض کیا آپ ﷺ شادی کیوں نہیں کرتے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میرے پاس مال و دولت تو ہے نہیں شادی کیسے کروں۔ اس نے عرض کیا اگر جناب کو ایسا رشتہ ملے جو صاحب جمال و کمال بھی ہو اور صاحب ثروت و مال بھی اور ترف وکفایت میں بے مثال تو کیا آپ ﷺ رضا مند نہ ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایسا کونسا رشتہ ہے اس نے عرض کیا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، تو آپ ﷺ نے فرمایا ان کے ساتھ عقد کی صورت کیسے بن سکتی ہے فیسہ نے کہا میں ذمہ لیتی ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا میں شادی کر لوں گا ابو الحسن بن فارس کہتے ہیں حضرت ابو طالب نے نکاح پڑھایا اور یہ خطبہ پڑھا اس اللہ کے لیے ہیں سب تعریفیں جس نے ہمیں اولاد ابراہیم خلیل اللہ ہونے کا شرف بخشا اور گلستان اسماعیل علیہ السلام کے گونہال بنایا سعد بن عدنان کے اصل سے۔

اور جب آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک پینتیس برس کی ہوئی تو قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر نو کی کیونکہ وہ وادی مکہ میں بارشوں اور سیلاب سے ٹوٹ پھوٹ گیا تھا اور حجر اسود کو نصب کرنے کے بارے میں باہم جھگڑا پیدا ہو گیا کیونکہ ہر ایک شخص اس کو اٹھا کر نصب کرنے کی سعادت حاصل کرنے کا خواہش مند تھا اس بارے میں بہت بحث و تکرار ہوئی نوبت یہاں تک پہنچی کہ انہوں نے ایک دوسرے سے لڑائی کے لیے حلف اٹھا لیے اور عصبیت اور جہالت زور پکڑ گئی پھر وہ انصاف کے طالب ہوئے کہ کسی صاحب الرائے بردبار اور پروقار شخصیت سے اس مسئلہ کا حل تلاش کیا جائے پس فیصلہ یہ ہوا کہ جو شخص حرم شریف میں باب شیبہ سے پہلے داخل ہو اس سے اس امر کا فیصلہ کراؤ چنانچہ نبی کریم ﷺ سب سے پہلے باب شیبہ سے داخل ہوئے جس پر تمام قریش نے کہا کہ وہ صادق و امین ہیں ہم سب کو ان کا فیصلہ منظور ہے اور ہم اس پر راضی ہیں پس انہوں نے آپ ﷺ کو اس بات کی خبر دی کہ تمام قبائل قریش اس بات پر راضی ہیں کہ آپ ﷺ اس بارے میں ہمارا فیصلہ کریں اور ہمارے حاکم بنیں۔ آپ ﷺ نے حجر اسود کو ایک چادر میں رکھا اور **سرداران قبائل قریش کو حکم دیا کہ تمام ِل کر حجر اسود** کو اس کے نصب کرنے کی جگہ تک پہنچائیں پس ان تمام نے حجر اسود کو اس کی نصب کیے جانے والی جگہ تک اٹھایا اور حضور اکرم ﷺ نے اس کو اپنے دست مبارک سے اس کی موجودہ جگہ پر رکھ دیا اور دیوار میں نصب کر دیا اور یوں اس احسن طریقہ سے اس قضیہ کا حل فرمایا کہ تمام قبائل خوش و راضی ہو گئے اور آپ کی فراست و دانشمندی کے قائل ہو گئے۔

اعلان نبوت سے کچھ عرصہ قبل آپ ﷺ کے دل اقدس میں خلوت اور گوشہ نشینی کی محبت پیدا کر دی گئی تو آپ ﷺ غار حراء میں تشریف لے جاتے زادراہ ہمراہ ہوتا اور چند دن وہاں عبادت میں مصروف رہتے پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور دوبارہ زادراہ لے کر غار حراء کو انوار عبادت سے منور فرماتے اور آپ ﷺ غار حراء میں مصروف عبادت ہی تھے جب پیغام حق آپ ﷺ کو پہنچا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا اقراء یعنی پڑھو۔ سرور انبیاء علیہ التحیتیہ والثناء نے فرمایا میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ جبرائیل امین علیہ السلام نے آپ

ﷺ کو سینہ سے لگایا اور اچھی طرح دبایا، پھر کہا پڑھئے، آفتاب نبوت ﷺ نے فرمایا میں پڑھنے والا نہیں ہوں، دوبارہ بغلگیر ہو کر خوب دبایا، پھر چھوڑ کر کہا پڑھئے، آپ ﷺ نے فرمایا میں پڑھنے والا نہیں ہوں، تیسری مرتبہ جبرائیل امین نے دبایا اور چھوڑ دیا اور عرض کی۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ ○ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ○ (پارہ ۳۰ رکوع ۲۱)

ترجمہ: پڑھیے اپنے رب کے نام اقدس سے جس نے سب مخلوق کو شرف وجود سے مشرف فرمایا انسان (جیسی اشرف المخلوقات کو) منجمد خون کے لوتھڑے (جیسی حقیر شے) سے پیدا فرمایا۔ پڑھیں آپ ﷺ۔ آپ ﷺ کا رب بڑا ہی مکرم ہے جس نے قلم کو ذریعہ تعلیم بنایا انسان کو وہ کچھ بتلایا جو قبل ازیں نہیں جانتا تھا۔

آفتاب رسالت ﷺ ہدایت کے ان انوار کے ساتھ دولت کدہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے تو وحی اور عظیم ذمہ داری کا بوجھ سر پر آ جانے کی وجہ سے جسم اقدس پر لرزہ طاری تھا اور گردن مبارک اور کندھوں کا درمیانی گوشت تھرتھرا رہا تھا اور سردی محسوس ہو رہی تھی جب خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پہنچے تو فرمایا مجھے چادر اوڑھاؤ آپ نے چادر زیب تن کرائی گھر پہنچ کر آرام وسکون آ گیا اور حالت اضطراب ختم ہوئی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا میرے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا ہے؟ مجھے تو خوف کا احساس ہونے لگا ہے۔

انہوں نے عرض کیا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ آپ ﷺ جیسی شخصیت کو اللہ تعالیٰ بے یار و مددگار چھوڑ دے اور آپ ﷺ کو تکلیف پہنچا سکے بلکہ آپ کو مبارک باد ہو اور خوشخبری۔ اللہ تعالیٰ ہرگز آپ ﷺ کو شرمندہ اور نظر خلائق میں حقیر نہیں ہونے دے گا کیونکہ آپ ﷺ صلہ رحمی فرماتے ہیں ہر بات میں سچائی اور صداقت سے کام لیتے ہیں

لوگوں کا بوجھ برداشت فرماتے ہیں مہمانوں کی میزبانی فرماتے ہیں اور مصائب ومشکلات میں گھرے ہوئے لوگوں کی نصرت واعانت فرماتے ہیں۔

پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو اپنے ساتھ لے کر ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا زاد بھائی تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان سے فرمایا اس برادرزادہ سے حقیقت سنو اور اپنی رائے سے آگاہ کرو چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ تمہیں کیا دکھائی دیتا ہے آنحضرت ﷺ نے سارا واقعہ بیان فرمایا تو انہوں نے عرض کیا یہ تو وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا اے کاش میں اس وقت جوان وتوانا ہوتا، اے کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب کہ آپ ﷺ کو قوم قریش مکہ مکرمہ چھوڑنے پر مجبور کرے گی اور آپ ﷺ کو بادل ناخواستہ مدینہ منورہ میں تبلیغ رسالت کا سلسلہ شروع کرنا پڑے گا آپ ﷺ نے کہا کیا وہ مجھے یہاں سے نکال دیں گے؟ انہوں نے عرض کیا ہاں جو شخص بھی ان تعلیمات اور احکام کو لے کر آیا ہے قوم نے اس کے ساتھ عداوت ودشمنی کی ہے اگر آپکے وہ ایام میرے مقدر میں ہوئے تو میں ضرور بالضرور آپ ﷺ کی نصرت اور خدمت گزاری کی ہر ممکن کوشش کروں گا پھر جلد ہی ان کا وصال ہو گیا اور آنحضرت ﷺ پر وحی کی آمد بھی وقتی طور پر منقطع ہو گئی اور یہ انقطاع حبیب اکرم ﷺ کے لیے انتہائی حزن وملال کا موجب بنا۔

پھر آپ بیداری کی حالت میں روح وجسم سمیت رات کے وقت مسجد اقصیٰ اور اس کے پاک صحنوں کی طرف لے جائے گئے۔ وہاں سے آسمانوں کی طرف لے جایا گیا پہلے آسمان پر آپ کی ملاقات حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی جو وقار اور عظمت میں گھرے ہوئے تھے دوسرے آسمان پر نیک اور پاکباز مریم کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے خالہ زاد بھائی حضرت یحییٰ علیہ السلام سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کی جمالی صورت میں دیکھا چوتھے آسمان پر آپ ﷺ سے حضرت ادریس علیہ السلام کی ملاقات ہوئی جن کو اللہ تعالیٰ نے اونچے مقام پر اٹھا لیا پانچویں آسمان پر حضرت ہارون کو دیکھا جو بنی اسرائیل میں محبوب تھے۔ چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا جن سے اللہ تعالیٰ نے

کلام کیا اور فرعون سے نجات دی۔ ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا جو حضور قلبی سے اللہ کی طرف متوجہ تھے اور اللہ نے آپ کو نارِ نمرود سے محفوظ و مامون کیا تھا پھر آپ سدرۃ المنتہیٰ کی طرف اٹھائے گئے، یہاں تک کہ آپ نے ان قلموں کی آواز سنی جن سے احکام الٰہی لکھے جا رہے تھے وہاں سے آپ اللہ تعالیٰ کے روبرو حاضر ہوئے جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے قریب و نزدیک کیا (یہاں تک کہ) ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝

(سورہ نجم پارہ ۲۷) آیت ۸، ۹ (آپ کمان کے دونوں سروں بلکہ اس سے بھی زیادہ نزدیک ہو گئے) اور آپ کے لیے جلالی انوار کے پردے اٹھا دیے گئے اور آپ نے سر کی آنکھوں سے بارگاہ ربوبیت اور اس کے انوار و تجلیات کو دیکھا اور آپ کے لیے ذاتی جلوہ گاہوں میں بزرگی کے فرش بچھائے گئے اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کر دی گئیں پھر فضل الٰہی کا بادل برسا اور پچاس کی بجائے پانچ نمازیں فرض کر دی گئیں اور پانچ نماز ادا کرنے سے پچاس نمازوں کا ثواب لازم کر دیا گیا جیسا کہ اللہ نے ازل میں چاہا اور اس کے مطابق حکم کیا پھر آپ اسی رات واپس تشریف لائے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر عقل مند اور ذی شعور لوگوں نے آپ کے معراج کی تصدیق کی لیکن قریش نے آپ کو جھٹلایا اور جسے شیطان لعین نے گمراہ کیا اور بہکایا وہ مرتد ہو گیا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس رات مجھے معراج سے مشرف کیا گیا صبح کے وقت مکہ مبارکہ میں میں نے اسراء اور معراج کا اعلان کیا حالانکہ میں جانتا تھا کہ قریش مجھے جھٹلائیں گے فرماتے ہیں کہ میں لوگوں سے الگ تھلگ غمگین بیٹھا تھا تو ابو جہل وہاں سے گزرا، سرکار دو عالم ﷺ کو دیکھ کر بیٹھ گیا اور استہزاء اور مذاق کے انداز میں پوچھا، کیا کوئی نئی بات ہوئی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ہاں۔ تو اس نے دریافت کیا، وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے آج کی رات سیر کرائی گئی اس نے پوچھا، کہاں تک؟ آپ نے فرمایا بیت المقدس تک، اس نے کہا کہ رات کے قلیل حصے میں اتنا دور و دراز کا سفر طے کر کے صبح کو آپ ہمارے درمیان موجود بھی ہوئے آپ نے فرمایا، ہاں، ابو جہل نے سرور عالم ﷺ پر یہ ظاہر نہ کیا کہ میں اس دعویٰ میں آپ کی تصدیق نہیں کر سکتا ہوں،

مبادا کہ جب میں لوگوں کو آپ کی طرف بلاؤں تو آپ دعویٰ اسراء سے منحرف ہو جائیں۔اس لیے اس نے یہ انداز اختیار کیا کہ اگر میں آپ کی قوم کو آپ کے پاس بلاؤں تو جو مجھے بیان کر رہے ہیں، انہیں بھی یہی بیان کریں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں! وہ پکارا، اے بنی کعب ابن لوی کی جماعت ادھر آیئے، حتیٰ کہ تمام مجالس کے لوگ دوڑے ہوئے اس کی طرف آ گئے اور آ کر حضور نبی کریم ﷺ اور ابو جہل کے پاس بیٹھ گئے۔ابو جہل نے کہا اب آپ اپنی قوم کے سامنے بھی بیت المقدس تک سیر کرنے کا واقعہ بیان کیجئے۔سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا کہ آج کی رات مجھے سیر کرائی گئی، انہوں نے پوچھا کہاں تک؟ آپ نے فرمایا بیت المقدس تک۔انہوں نے دریافت کیا (صرف ایک رات میں اتنا دور دراز سفر طے کر کے صبح کے وقت ہمارے درمیان میں موجود بھی ہو گئے؟ آپ نے فرمایا، ہاں۔ان قریش میں سے بعض تو تالیاں بجانے لگے اور بعض تعجب کے طور پر اپنے ہاتھوں کو سروں پر رکھے ہوئے تھے۔پھر انہوں نے کہا کہ آپ مسجد اقصیٰ کی علامات ہمارے سامنے بیان کر سکتے ہیں؟ ان کے سوال کا سبب یہ تھا کہ ان میں سے بعض ایسے لوگ بھی موجود تھے جنہوں نے بیت المقدس تک کا سفر کیا ہوا تھا اور مسجد اقصیٰ کو دیکھا ہوا تھا۔اس بناء پر وہ آپ کے دعوے کی صداقت معلوم کرنا چاہتے تھے۔رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ان کو مسجد اقصیٰ کی تفصیلات بیان کرنا شروع کیں۔بعض امور میں اشتباہ پیدا ہونے لگا تو مسجد اقصیٰ کو اٹھا کر میرے سامنے اس طرح کر دیا گیا، گویا کہ وہ دارِ عقیل کے قریب ہے تو میں نے اس کی جملہ تفصیلات کو بیان کیا جب کہ میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا تو ساری قوم پکار اٹھی کہ تفصیلات کا بیان انہوں نے صحیح صحیح کیا ہے۔

پھر آپ نے ایام حج میں اپنے آپ کو قبائل کے سامنے پیش کیا کہ میں اللہ کا رسول ہوں، پس انصار میں سے چھ مرد آپ پر ایمان لائے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی کے لیے خاص کیا۔اگلے سال حج کے دوران بارہ مردوں نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی، پھر وہ واپس چلے گئے اس طرح مدینہ منورہ میں اسلام ظاہر ہو گیا اور مدینہ شریف اسلام کی جائے پناہ بن گیا۔تیسرے سال قبائل اوس وخزرج کے تہتر یا چھتر مرد اور دو عورتیں آپ کے پاس آئے اور آپ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔آپ نے بڑے بڑے بارہ سردار نقیبوں کو ان کا امیر بنا دیا۔

پس مسلمانوں نے مکہ سے ان کی طرف (مدینہ منورہ کی طرف) ہجرت اس ثواب کی امید میں کی جو ان کے لیے لازم تھا جو کفر کو ترک کریں اور اس سے دور ہو جائیں۔ قریش کو گمان ہوا کہ کہیں حضور نبی کریم ﷺ فوراً اپنے اصحاب سے مدینہ منورہ میں نہ مل جائیں پس انہوں نے آپ کو قتل کرنے کے لیے مشورہ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کے مکر سے بچا لیا اور نجات عطا فرمائی اور آپ کو ہجرت کی اجازت مرحمت فرمائی لیکن مشرکین مکہ اس تاک میں تھے کہ (نعوذ باللہ) آپ کو قتل کر دیں آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے مکر و فریب سے آگاہ ہو کر ان کی طرف نکلے اور ان کے سروں پر (سورۃ یٰسین کی آیات تلاوت فرما کر) مٹی کی ایک مٹھی بھر کر پھینک دی اور غار ثور کا قصد کیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے غار ثور اور سفر ہجرت میں آپ کے ہمرکاب ہونے کا شرف حاصل کیا۔ دونوں غار ثور میں تین راتیں رہے کبوتر اور مکڑیاں آپ کی حفاظت پر معمور تھے (یعنی مکڑیوں نے غار کے منہ پر جالا تن دیا تھا اور کبوتروں نے انڈے دے دیے تھے جس سے لگتا تھا کہ اس غار میں کوئی داخل نہیں ہوا) پھر پیر کے روز رات کو دونوں غار ثور سے نکلے آپ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار تھے، سراقہ آپ کے آگے آ گیا آپ نے اللہ تعالیٰ سے عاجزی کی اور اس کے لیے بددعا کی جس پر سراقہ اور اس کے لمبے تیز رفتار گھوڑے کی ٹانگیں زمین میں دھنس گئیں اور اس نے آپ سے پناہ مانگی پس آپ نے اسے امان دی۔

آپ مقام قدید میں ام معبد خزاعہ پر گزرے اور اس سے گوشت یا دودھ خریدنا چاہا مگر اس کے خیمہ میں ایسی کوئی چیز نہ تھی آپ نے اس کے گھر میں ایک بہت ہی نحیف و لاغر بکری دیکھی آپ نے ام معبد سے اسے دوہنے کی اجازت مانگی اس نے آپ ﷺ کو اجازت تو دے دی لیکن بولی کہ اگر اس کے نیچے دودھ ہوتا تو ہم خود اس کو دوھ لیتے آپ ﷺ نے اللہ کا نام لے کر اس کے تھن پر ہاتھ پھیرا اور آپ ﷺ نے دودھ دوہا اور قوم میں سے ہر ایک کو پلا کر سیراب کر دیا آپ نے پھر دوہا اور ام معبد کے گھر کے تمام برتن دودھ سے بھر دیئے جسے اس کے گھر اپنی ایک ظاہر شناخت کے طور پر چھوڑ دیا اس کا خاوند ابو معبد گھر آیا اس نے دودھ دیکھا تو بہت متعجب ہوا اور ام معبد سے دودھ کے بارے میں پوچھا کیونکہ گھر میں تو کوئی دودھ دینے والی بکری نہیں تھی جو دودھ کا ایک قطرہ بھی دے سکے ام معبد نے کہا کہ ہمارے ہاں

ایک مبارک شخص اس طرح کی شکل وشباہت والا آیا تھا ابو معبد بولا وہی تو قریش کے سردار ہیں اور کئی قسمیں کھائیں کہ اگر میں ان کو دیکھ پاؤں تو ان پر ایمان لاؤں ان کی پیروی کروں اور انہی کے پاس رہوں۔ غرض حضور اکرم ﷺ بارھویں ربیع الاول بروز پیر مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے۔

آپ ﷺ کی مدینہ شریف آمد پر انصار نے آپ کا استقبال کیا آپ پہلے قباء تشریف لائے اور وہاں پر مسجد قبا کی تقویٰ پر بنیاد رکھی۔

حضرت محمد نور مجسم ﷺ انسانوں میں سب سے اکمل اور اعلیٰ صفات کے مالک اور صورت اور سیرت میں سب سے احسن میانہ قد سفید رنگ سرخی مائل بڑی بڑی نورانی آنکھیں سرمگیں اور لمبی پلکیں دلکش بھویں لمبی اور باریک دانت کشادہ خوبصورت اور حسین کشادہ چہرہ پیشانی بھی کشادہ اور شکل ہلالی تھی۔ رخسار ہموار ناک لمبی اور خوبصورت درمیان میں ابھری ہوئی شانوں کے درمیان وسعت نظری کشادہ ہتھیلیاں ہڈیوں کے جوڑ موٹے ایڑیوں پر کم گوشت ڈاڑھی مبارک گھنی سر مبارک بڑا اور سر کے بال کانوں کی لو تک دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت جو نور سے گھری ہوئی باعث عظمت تھی آپ کا پسینہ موتی کی مانند اور آپ کی خوشبو مشک سے بہتر۔ چلتے ہوئے آپ جھک کر چلتے تھے جیسے اونچائی سے گھاٹی کی طرف آتے معلوم ہوتے حضور اکرم ﷺ جس کسی سے ایک دفعہ مصافحہ کر لیتے وہ سارا دن آپ کے دست مبارک کی خوشبو اپنے ہاتھوں میں محسوس کرتا آپ جب کسی بچے کے سر پر اپنا دست شفقت رکھ دیتے تو اس بچے کا آپ کے سر کو چھونا پہچانا جاتا اور دور سے معلوم ہو جاتا تھا کہ آپ نے اس بچے کے سر پر اپنا دست شفقت پھیرا ہے آپ کا چہرہ مبارک اس طرح روشن اور چمکتا تھا جیسے چودھویں کا چاند ہو۔ آپ کی تعریف میں ہر دیکھنے والا رطب اللسان رہتا کہ اس نے آپ کے مثل نہ پہلے دیکھا تھا اور نہ ہی بعد میں اور نہ کوئی انسان آپ کی مثل دیکھے گا۔

آنحضرت ﷺ بڑے حیادار اور وضع دار تھے اپنا جوتا خود مرمت کر لیتے اپنے کپڑے میں پیوند لگا لیتے اپنی بکری خود دوہ لیتے اپنے اہل وعیال سے اچھی طرح پیش آتے فقراء اور مساکین سے محبت رکھتے آپ ان کے ساتھ بیٹھتے اور ان کے مریضوں کی عیادت کے

لیے تشریف لے جاتے ان کے جنازوں کے پیچھے چلتے اور نادار ضعیف فقراء کو حقیر نہ جانتے تھے آپ عذر قبول فرما لیتے تھے اور کسی سے بھی اس طریقہ سے نہ پیش آتے جو اسے ناگوار ہو آپ غلاموں اور فقراء کے ساتھ چلنے میں عار نہ محسوس کرتے تھے اور بادشاہوں سے نہیں ڈرتے تھے آپ اللہ کے لیے غصے ہوتے تھے اور اللہ ہی کی خوشنودی سے خوش ہوتے تھے۔ آپ اپنے اصحاب کے پیچھے چلتے تھے اور فرماتے تھے کہ میری پشت روحانی فرشتوں کے لیے خالی رکھو آپ اپنی سواری کے لیے اونٹ گھوڑے خچر اور دراز گوش استعمال کرتے تھے جو کہ بعض بادشاہوں نے آپ کو ہدیہ کئے ہوئے تھے بھوک کی شدت کے وقت آپ اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے آپ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں پیش کی گئیں اور پہاڑوں نے آپ کے لیے سونا بننے کی خواہش کا اظہار کیا لیکن آپ نے یہ سب رد کر دیا۔ آنحضرت یاوہ گوئی نہ کرتے تھے۔ کسی سے ملتے وقت سلام میں پہل کرتے نماز کو دراز (نہ کہ بہت ہی زیادہ) اور خطبہ جمعہ کو چھوٹا فرماتے۔ شرفاء اور فضلاء کا پورا اکرام و تکریم کرتے اور سچی اور اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ بات کے علاوہ کلام نہیں کرتے تھے۔

سراپاء اقدس

بعد از ولادت حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ کی (پہلی زیارت) کے تاثرات بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ جب میں حاضر ہوئی تو آپ سوئے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کا حسن و جمال دیکھ کر میں مبہوت ہو گئی لیکن حسن پر کشش کی وجہ سے میں آپ ﷺ کے قریب آئی۔ پھر میں نے آپ ﷺ کے سینہ اقدس پر ہاتھ رکھا آپ نے مسکراتے ہوئے اپنی آنکھیں مبارک کھولیں تو میں نے دیکھا آپ ﷺ کی مقدس آنکھوں سے نور کی شعاعیں نکل رہی ہیں جس کی روشنی آسمان تک پھیلی ہوئی ہے۔ (الانوار المحمدیہ:۱۹)

حضرت ام سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی

ہیں۔ آپ ﷺ بوقت سکوت حد درجہ متین اور سراپا وقار دکھائی دیتے جب گفتگو فرماتے تو رخ انور پر شگفتگی پھیل جاتی۔ آپ ﷺ دور سے ذی وجاہت اور بارعب دکھائی دیتے جبکہ نزدیک سے کمال درجہ حسین اور نرم خو۔ (المستدرک للحاکم، ۳:۹)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے رنگ مبارک میں ایسی چمک اور آب و تاب تھی کہ اس میں چاندی کی طرح سفیدی اور سونے کی طرح سنہری جھلک اور چہرہ مبارک چمکدار موتیوں کی طرح شفاف تھا۔ حضور اکرم ﷺ کے کف مبارک ریشم سے زیادہ ملائم تھے جبکہ حضور اکرم ﷺ کی خوشبو سے بڑھ کر کوئی خوشبو نہیں دیکھی۔

(الوفاء ۲: ۴۰۴، ۳۹۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا رنگ مبارک سفید تھا اور یوں لگتا تھا کہ گویا آپ چاندی سے بنائے گئے ہیں۔ (الوفاء ، ۲: ۴۰۴)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حبیب خدا ﷺ کا رنگ مبارک سفید تھا جس پر سرخی جھلکتی تھی جیسے چاندی پر سونے کا پانی چڑھایا گیا ہو یعنی بظاہر سرخی مائل تھا مگر اس سے انوار پھوٹتے نظر آتے تھے۔ (الوفاء ، ۲: ۴۰۵)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خوشی کے وقت حضور ﷺ کے چہرہ انور سے نور کی شعاعیں پھوٹنے لگتی تھیں اور چہرہ اقدس یوں لگتا تھا جیسے چاند کا ٹکڑا ہے اور ہم آپ کی حالت سرور و انبساط کو اس سے پہچان جاتے تھے۔ (الوفاء ، ۲: ۴۰۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ آپ ﷺ قد مبارک میں نہ زیادہ لمبے تھے اور نہ پست قد بلکہ میانہ قامت تھے لیکن صحابہ کرام کے جھرمٹ میں آپ سب سے ممتاز نظر آتے۔ آپ ﷺ کے گیسو مبارک نہ بالکل پیچدار تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ قدرے گھنگریالے تھے۔ جسم اطہر میں فربہ پن نہ تھا۔ چہرہ انور بالکل گول نہ تھا بلکہ اس میں کسی قدر گولائی تھی۔ رنگ چمکدار سفید سرخی مائل تھا۔ چشمان مقدس نہایت حسین تھیں اور پلکیں دراز تھیں۔ جوڑوں کی ہڈیاں جسیم تھیں۔ دونوں شانوں کی درمیانی جگہ پر گوشت تھا۔ آپ ﷺ کے بدن اقدس پر

زیادہ بال نہ تھے۔ سینہ اقدس سے ناف مبارک تک بالوں کی پتلی لکیر تھی۔ آپ ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں پر گوشت تھا آپ جب چلتے تو قدموں کو قوت کے ساتھ اٹھاتے ایسے لگتا کہ بلندی سے نیچے کی طرف اتر رہے ہیں۔ جب کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پورے بدن کو پھیر کر توجہ فرماتے، دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ آپ ﷺ خاتم الانبیاء تھے۔ حضور ﷺ کا قلب اطہر سب سے زیادہ سخی تھا کلام مبارک سب سے زیادہ سچا تھا طبیعت مقدسہ سب سے زیادہ نرم تھی اور نسب شریف سب سے اعلیٰ تھا۔ جو شخص آپ کو اچانک دیکھتا تو آپ کی شخصی وجاہت اور غیر معمولی حسن کے باعث مرعوب اور ہیبت زدہ ہو جاتا اور جو آپ ﷺ کی صحبت میں رہتا آپ ﷺ سے بے پناہ محبت کرنے لگتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی تعریف ونعت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں میں نے نہ پہلے کوئی شخص حضور ﷺ جیسا کامل، حسین، خوشنما اور دلنواز دیکھا تھا نہ آپ ﷺ کے بعد آج تک دیکھا ہے۔ (شمائل ترمذی: ٦٥٧)

حضور ﷺ عظیم المرتبت اور بارعب تھے۔ چہرہ اقدس چودہویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ قد مبارک متوسط قد والے سے کسی قدر طویل تھا لیکن زیادہ طویل والے سے نسبتاً پست تھا۔ سر اقدس اعتدال کے ساتھ بڑا تھا۔ بال مبارک قدرے خم کھائے ہوئے تھے۔ سر کے بالوں میں مانگ نکال لیتے ورنہ مانگ نکالنے کا اہتمام نہ فرماتے۔ آپ ﷺ کے بال مبارک کانوں کی لو سے تجاوز نہ کرتے، رنگ چمکدار، پیشانی کشادہ ابرو خمدار باریک اور گنجان تھے۔ ابرو مبارک ملے ہوئے نہیں تھے دونوں کے درمیان ایک مبارک رگ تھی جو حالت جلال میں ابھر جاتی، بینی مبارک مائل بہ بلندی تھی اور بغور دیکھنے سے حسن و چمک کی وجہ سے بلند معلوم ہوتی، ورنہ فی نفسہ زیادہ بلند نہیں تھی۔ ڈاڑھی مبارک گنجان تھی۔ آنکھ مبارک کی پتلی خوب سیاہ تھی، رخسار مبارک ہموار اور ہلکے تھے۔ سامنے کے دانتوں میں تھوڑا تھوڑا فاصلہ تھا۔ سینے سے ناف تک بالوں کی باریک لکیر تھی گردن مبارک اتنی خوبصورت اور باریک تھی جیسے تصویر میں موتی کو تراشا گیا ہو اور رنگ اور صفائی میں چاندی کی طرح سفید اور چمکدار تھی اعضاء پر گوشت اور معتدل تھے۔ پیٹ اور سینہ مبارک ہموار تھی لیکن سینہ اقدس فراخ اور قدرے فاصلہ تھا۔ جوڑوں کی ہڈیاں قوی تھیں، جو

بدن کا حصہ کپڑوں سے باہر رہتا روشن تھا۔ سینہ اقدس اور بطن مبارک بالوں سے خالی تھے اور ہتھیلیاں فراخ تھیں۔ نیز ہتھیلیاں اور دونوں قدموں پر گوشت تھا۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لمبی تھیں۔ آپ کے تلوے گہرے تھے اور قدم ہموار اور ایسے صاف تھے کہ پانی ان سے فوراً ڈھلک جاتا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے تو قوت سے قدم اٹھاتے مگر تواضع کے ساتھ چلتے زمین پر قدم آہستہ پڑتا نہ کہ زور سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سبک رفتار تھے اور قدم ذرا کشادہ رکھتے۔ چھوٹے چھوٹے قدم نہیں اٹھاتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے تو یوں محسوس ہوتا گویا بلند جگہ سے نیچے اتر رہے ہیں۔ جب کسی کی طرف توجہ فرماتے تو مکمل متوجہ ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر پاک نیچی اور جھکی رہتی۔ گوشہ چشم سے دیکھنا عموماً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریفہ تھی۔ یعنی غایت حیا کی وجہ سے آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے تھے۔ چلتے وقت اپنے صحابہ رضی اللہ عنہ کو آگے کر دیتے۔ سلام کرنے میں خود ابتداء فرماتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف تبسم فرماتے اور دندان مبارک ایسے ظاہر ہوتے جیسے بارش کے سفید چمکدار قطرے ہوں۔

(شمائل ترمذی:٦٥٨)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے قد زیبا کے اعجاز حسن کی نسبت فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہی زیادہ دراز قد تھے اور نہ کوتاہ قد بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قد مبارک میانہ تھا۔ جب کسی طویل القامت کے ساتھ مل کر چلتے تو اس وقت سب سے طویل القامت نظر آتے۔

چہرۂ اقدس کے انوار سے گمشدہ سوئی کا ملنا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ اقدس کے اعجاز کے بارے میں بیان کرتی ہیں کہ ایک اندھیری رات میں مجھ سے سوئی زمین پر گر گئی۔ میں تلاش کر ہی رہی تھی کہ اچانک رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے چہرہ مبارک سے نور کی جو شعاعیں نکلنا شروع ہوئیں تو اس کی چمک کی وجہ سے مجھے گمشدہ سوئی مل گئی۔

(ابن عساکر ۱:۳۲۴)

یہ صرف ایک مرتبہ کا واقعہ یا اتفاقیہ معاملہ نہ تھا بلکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ میں ہمیشہ رات کی تاریکی میں آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کے نور کی روشنی میں سوئی میں دھاگہ ڈال لیا کرتی تھی۔

حضرت عبداللہ بن سلام جو یہودی عالم تھے وہ اپنے قبول اسلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب میں نے مدینہ طیبہ میں ایک ایسی ہستی کی آمد کے بارے میں سنا جس نے نبی آخرالزماں ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو میں اسے دیکھنے کی غرض سے گیا۔ وہ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے آپ فرماتے ہیں:۔

جب میں نے آپ ﷺ کا چہرہ اقدس دیکھا تو میرے دل نے گواہی دی کہ یہ پُرنور چہرہ کسی جھوٹے شخص کا نہیں ہوسکتا۔ (مشکوۃ المصابیح' باب فضل الصدقہ: ۱۶۸)

گویا آپ ﷺ کے چہرہ زیبا کا حسن و جمال زبان حال سے شہادت دے رہا تھا کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

ابو طالب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو سراپائے اقدس کی رنگت زیبا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ کو میں وہ بات نہ بتاؤں جو میں نے محمد ﷺ سے دیکھی ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں مجھے ضرور بتائیں۔ اس پر حضرت ابو طالب نے درج ذیل واقعہ بیان کیا۔

''جب سے حضور ﷺ میرے پاس آئے ہیں مجھے آپ ﷺ سے اتنی محبت ہوگئی ہے کہ میں رات اور دن میں ایک گھڑی بھی ان سے جدا ہونا پسند نہیں کرتا حتی کہ رات کو بھی میں آپ ﷺ کو اپنے پاس سلاتا ہوں۔ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ کپڑے پہن کر سوتے تھے کہ کپڑے اتار کر سونا آپ ﷺ کو پسند نہ تھا۔

ایک رات میں نے کہا کہ کپڑے اتار دیں اور پھر سوئیں میں نے محسوس کیا کہ یہ بات آپ ﷺ کو پسند نہیں لیکن چونکہ میری بات کو آپ ﷺ ٹالنا بھی نہ چاہتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے چچا میں کپڑے اتارتا ہوں مگر اپنے چہرے کو دوسری طرف کر لیجئے تا کہ میرے ننگے جسم کو آپ نہ دیکھ پائیں کیونکہ میرے جسم کو (اس حال میں)

دیکھنا کسی کے لیے جائز نہیں۔ حضرت ابوطالب کہتے ہیں کہ مجھے اس پر تعجب ہوا مگر میں نے اپنا منہ دوسری طرف کرلیا تا کہ یہ کپڑے اتارلیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کپڑے اتار کر بستر پر لیٹے میں بھی بستر پر لیٹ گیا مگر میں نے دیکھا کہ ہمارے درمیان ایک پردہ حائل ہو گیا (جس کی وجہ سے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔) دوسری بات میں نے یہ دیکھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اطہر نہایت ہی نرم و نازک اور اس طرح خوشبودار تھا جیسے وہ کستوری میں ڈوبا ہوا ہو۔ میں نے آپ کے ننگے جسم اطہر کو دیکھنے کی کوشش کی مگر میں نہ دیکھ سکا۔

بہت سے صحابہ اور صحابیات کے بارے میں منقول ہے کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ مبارک کو شیشیوں میں محفوظ کر لیتے اور اسے بطور عطر استعمال کرتے۔

مسلم شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کبھی ہمارے ہاں قیلولہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن میری والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا گھر سے کہیں گئی ہوئی تھیں، بعد میں آپ تشریف لائے اور قیلولہ فرمایا۔

انہیں اطلاع ملی کہ آپ کے ہاں تو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استراحت فرما ہیں۔

وہ جلدی سے گھر لوٹیں تو دیکھا کہ واقعتاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیلولہ فرما رہے ہیں اور آپ کے جسم اطہر سے پسینے کے قطرے بستر پر گر رہے ہیں۔ میری والدہ نے ایک شیشی لے کر اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ مبارک کو جمع کرنا شروع کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہو گئے اور فرمایا ''یہ کیا کر رہی ہو؟'' عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک پسینہ تمام خوشبوؤں سے بڑھ کر خوشبودار ہوتا ہے اس لیے میں جمع کر رہی ہوں تا کہ ہم اسے اپنی خوشبوؤں میں ملائیں۔

آپ کی تشریف آوری کے تھوڑے ہی عرصہ بعد تمام کائنات از سرِ نو نورِ توحید سے جگمگا اٹھی۔ پہلے خطہ عرب اور پھر بیرون عرب تمام عالم انسانیت کو خدائے واحد کی طرف بلایا اور اس آفتاب ہدایت نے بہ نفس نفیس اور پھر اس سے روشنی حاصل کرنیوالی بے شمار قدسی صفات ہستیوں نے روئے زمین کو نورِ وحدت سے تابندہ کر دیا۔

وصلی اللہ علی نور کزد شد نورہا پیدا

داعی اسلام ﷺ نے اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے احکام خداوندی کی پیروی، تعلیمات قرآنی واخلاق ربانی کا عملی نمونہ بن کر پیش کیا اور جب اپنے قول وعمل سے ارشادات الٰہی کی توضیح وتشریح فرمائی تو لوگوں میں اسکے سمجھنے اس کے فیوض وبرکات سے بہرہ ور ہونے اور انہیں حاصل کرنیکے طریقے معلوم کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے اپنا ہر قول وفعل نشست وبرخاست، خوردونوش اور تمام حرکات وسکنات حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق اختیار کرنا اپنا مقصد حیات بنالیا۔ ایمان اور اسلام ان کے دل ودماغ اور رگ وپے میں سرایت کرتا چلا گیا یہ آپ کی صحبت اور محبت کی تاثیر تھی کہ جو شخص دائرہ اسلام میں داخل ہوا پھر نہ قریش کی چیرہ دستیاں اسے متزلزل کرسکیں اور نہ دردناک اذیتیں اس کے پائے ثبات کو ڈگمگا سکیں ۔ اسلام کے ان پروانوں نے مصائب جھیلنا اور جان دینا گوارا کرلیا مگر حضور ﷺ سے روگردانی نہ کی۔ صحابہ کرم رضی اللہ عنہ کی ایمان کی پختگی کا ہی یہ کرشمہ تھا کہ صراط مستقیم پر قائم رہنا ان کے لیے آسان اور سہل بن جاتا تھا۔ وقت عبادت ہو تو عبادت کے لیے کمربستہ و تیار معاملات دنیا میں راست بازی، اور دیانت داری ان کا شعار اور وقت جہاد ہو تو سیسہ پلائی ہوئی دیوار اور جاں نثار وجاں سپار، ایمان کی یہ پختگی حوصلہ کی بلندی اور دین اسلام سے شیفتگی حضور ﷺ کے فیضان صحبت کا نتیجہ تھا۔ ایک ہی صحبت میں آپ کی محبت کا نقش ہر صاحب ایمان کے قلب پر ایسا گہرا ثبت ہوجاتا تھا جسے مٹانا ممکن نہ ہوتا۔ صحابہ کرام آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر احکام خداوندی کی تعلیم بھی حاصل کرتے تھے اور آپ کی صحبت سے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی دولت سے بھی مالامال ہوتے تھے۔

حکمت وانوار الٰہیہ اور اسرار دین کے درس کی جانب حضور ﷺ کی توجہ سب سے زیادہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کے منصب نبوت کے تقاضوں کا بیان اس آیت قرآنی میں فرمایا ہے:

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ (پارہ ۴ آلِ عمران ۱۶۴)

ترجمہ : وہ (رسول) ان (مومنین) کو قرآنی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ نفس کرتا ہے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ۲۳ سال کی قلیل مدت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک کثیر جماعت کو تربیت دے کر ایسا راسخ العقیدہ اور سرگرم عمل بنا دیا تھا کہ آپ کے بعد اسلام کی اشاعت تبلیغ دین و احکام الٰہیہ اور تزکیہ نفوس کا کام انہی کے سپرد کر دیا۔



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات

آپ ﷺ نے مسلمانوں کو ایک مکمل ضابطہ حیات عنائت کیا جس پر عمل پیرا ہو کر دین و دنیا کی سعادت کا حصول ممکن ہے۔اس کے چیدہ چیدہ نکات قارئین کرام کے استفادہ کے لیے پیش خدمت ہیں۔

ارکان اسلام:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک روز رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک ایک شخص حاضر ہوا جس کے کپڑے نہایت سفید تھے ''اور'' بال نہایت سیاہ نہ اس شخص پر سفر کا کوئی نشان تھا اور نہ ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا تھا یہاں تک کہ وہ حضور ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا اور دو زانو ہو کر اپنے گھٹنے حضور ﷺ کے گھٹنوں سے ملا دیے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ لیے اور عرض کیا اے محمد ﷺ مجھ کو اسلام کی حقیقت کے بارے میں آگاہ فرمایئے حضور ﷺ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ



تیسرا باب

فضائل خلفائے راشدین،

اہل بیت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

کرمانوالہ بک شاپ

دربار مارکیٹ دوکان نمبر 2، لاہور فون: 7249515

تو اس امر کی گواہی دے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ خدا تعالیٰ کے رسول ہیں اور نماز ادا کرے۔ زکوٰۃ دے رمضان کے روزے رکھے اور خانہ کعبہ کا طواف کرے اگر تو اس کی استطاعت رکھتا ہو۔ اس شخص نے عرض کیا آپ ﷺ نے سچ فرمایا (راوی کہتے ہیں کہ) ہم لوگوں کو تعجب ہوا کہ یہ شخص دریافت کرتا ہے اور (خود ہی) تصدیق بھی کرتا ہے۔ پھر اس نے پوچھا ایمان کی حقیقت بیان فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ (ایمان یہ ہے) کہ تو خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتوں نیز اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور روز قیامت پر یقین رکھے اور تقدیر کی بھلائی کو دل سے مانے۔ (مسلم شریف)

حضرت شاہ عبدالحق دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اسلام ظاہری اعمال (نماز پڑھنے، روزہ رکھنے، زکوٰۃ دینے وغیرہ) کا نام ہے اور ایمان نام ہے اعتقاد باطن کا (یعنی اللہ تعالیٰ اور اسکے پیارے رسول ﷺ کو دل سے ماننے کا نام ایمان ہے) اور اسلام و ایمان کے مجموعہ کا نام دین ہے اور وہ جو عقائد کی کتابوں میں مذکور ہے کہ اسلام و ایمان دونوں ایک ہی ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مومن مسلمان ہے اور ہر مسلمان مومن ہے اور ان دونوں میں سے کسی ایک کی نفی مسلمان نہیں کر سکتے اور حقیقت میں اسلام ایمان کا نتیجہ اور اس کی فرع ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سرکار اقدس ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کو اس کے ماں باپ بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (بخاری۔ مسلم)

یعنی مومن کامل کی نشانی یہ ہے کہ مومن کے نزدیک رسول خدا ﷺ تمام چیزوں اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب و معظم ہوں۔ اس حدیث میں حضور ﷺ کے زیادہ محبوب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حقوق کی ادائیگی میں حضور ﷺ کو مانے اس طرح کہ حضور ﷺ کے لائے ہوئے دین کو تسلیم کرے۔ حضور ﷺ کی سنتوں کی پیروی کرے۔ حضور ﷺ کی تعظیم و ادب بجالائے اور ہر شخص اور ہر چیز یعنی اپنی ذات، اپنی اولاد، اپنے ماں باپ، اپنے عزیز و اقارب اور اپنے مال و اسباب پر حضور

حضور ﷺ کی رضا و خوشی کو مقدم رکھے جس کے معنی یہ ہیں کہ اپنی ہر چیز یہاں تک کہ اپنی جان کے چلے جانے پر بھی راضی رہے لیکن حضور ﷺ کے حق کو دبتا ہوا گوارا نہ کرے۔ (اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ نمبر ۴۷)

ایمان کا معنی از غنیۃ الطالبین مؤلفہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

لغت عرب میں ایمان کے معنی ہیں " دل کا یقین اور جس چیز پر دل کا یقین ہو اسے حاصل کرنا اور جان لینا شریعت میں ایمان کے معنی ہیں" اللہ تعالیٰ کے وجود کا یقین کرنا۔ اس کے ناموں اور اس کی صفات کو پہچاننا ان پر یقین رکھنا' فرائض واجبات اور نوافل کا ادا کرنا۔ برائیوں اور گناہوں سے بچنا۔ اگر ایمان کو مذہب شریعت اور ملت کہا جائے تو جائز ہے۔ کیونکہ ایمان سے اللہ کے حضور اس کی اطاعت کی خاطر گردن جھکائی جاتی ہے' برائیوں اور حرام کاریوں سے پرہیز کیا جاتا ہے۔ بس یہی ایمان کی تعریف ہے۔



وضو کا بیان

وضو میں چار فرض ہیں: 1۔منہ دھونا۔لمبائی میں پیشانی کے اوپر سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور چوڑائی میں ایک کان سے دوسرے کان تک۔2۔ہاتھوں کو 6
کہنیوں سمیت دھونا۔3۔چوتھائی سر کا مسح کرنا (اور سارے سر کا مسح کرنا سنت ہے)4۔پیروں کا ٹخنوں (گٹوں) سمیت دھونا۔(تنویر الابصار)

وضو کرنے کا طریقہ: (فرض اور سنتیں شامل ہیں)

سب سے پہلے بسم اللہ پڑھے۔پھر کلائیوں تک پہلے دایاں پھر بایاں ہاتھ تین بار دھوئے۔دائیں ہاتھ سے دانتوں پر دائیں بائیں تین بار مسواک کرے۔اگر مسواک نہ ہو تو پھر شہادت کی انگلی استعمال کرے۔پھر تین بار کلی کرے اور روزہ نہ ہو تو غرغرہ بھی کرے پھر دائیں ہاتھ کے چلو سے ناک میں پانی چڑھائے اور بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی (چھنگلی) کو ناک میں ڈال کر صاف کرے۔پھر دونوں ہاتھوں میں پانی بھر کر ماتھے پر رکھ کر تمام چہرہ دھوئے۔(تین مرتبہ) منہ پر زور سے پانی نہیں مارنا چاہئے۔پھر دایاں پھر بایاں ہاتھ کہنیوں سمیت تین تین مرتبہ دھوئے اور کوئی جگہ بال کی نوک کے برابر بھی خشک نہ رہے ورنہ وضو نہ ہوگا۔پھر نئے پانی سے یا پہلی تری سے سر کا مسح اس طرح کرے کہ دونوں ہاتھ کی تین تین انگلیاں ساتھ ملائیں انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی انگلیاں علیحدہ رہیں۔پھر ان چھ ملی ہوئی انگلیوں کو پیشانی کے سرے سے سر پر رکھ کر پیچھے کی طرف لے جائیں پھر انگوٹھوں کے نیچے کے ابھاروں کو کانوں کے اوپر سے آگے پیشانی تک لائیں۔اس کے بعد دو انگلیاں بچ گئیں انکو کانوں کے سوراخوں میں ڈال کر پھیریں اور انگوٹھوں کو کانوں کی لو کے پیچھے رکھ کر اوپر لا کر کانوں کے آگے نیچے تک پھیرتے ہوئے لائیں پھر دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کی پشت صرف گردن پر پھیریں (گلے پر نہیں پھیرنا چاہئے) ہاتھوں کا مسح اس طرح کریں کہ بائیں ہاتھ کی انگلیاں دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے درمیان داخل کر کے باہر کھینچیں اور ہاتھ کہنی تک لے جائیں پھر اسی طرح دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کا مسح کریں۔اس کے بعد تین مرتبہ

دایاں پاؤں اس طرح دھوئیں کہ بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے پہلے دائیں پاؤں کی چھوٹی انگلیوں کے درمیان ڈال کر اوپر کھینچیں۔اس طرح تمام انگلیوں کے درمیان خلال کریں۔سب سے آخر میں بائیں پاؤں کی دو چھوٹی انگلیوں کا خلال کیا جائے گا۔(تنویر الابصار۔شامی۔درمختار)

وضو کے درمیان باتیں نہیں کرنا چاہئے۔باتیں کرنے سے رحمت کے فرشتے جو چادر اوپر کئے ہوتے ہیں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔وضو جلدی کرنا چاہئے لیکن صحیح طور پر۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص صحیح وضو کرے اور دوسرا کلمہ پڑھے اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں جس سے چاہے داخل ہو۔(رواہ مسلم)

وضو سے فارغ ہو کر یہ دعا بھی پڑھی جاسکتی ہے:۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ

(الٰہی تو مجھے توبہ کرنے والوں اور پاک لوگوں میں کر دے)

اور بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر تھوڑا پی لیجئے اور آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کلمہ شہادت اور سورہ " انا انزلنا"لیلۃ القدر پوری پڑھیں بڑے ثواب کا باعث ہے۔

دوسرا کلمہ:اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُهٗ

سورة ليلة القدر

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

نماز

کلمہ اسلام کے بعد اسلام کا سب سے بڑا رکن اعظم نماز ہے۔ یہ ہر مسلمان عاقل و بالغ پر فرض ہے۔ قرآن مجید میں جس قدر نماز کی تاکید و احکام، اور نماز چھوڑنے پر سخت وعیدیں آئی ہیں اتنی تاکید او۔ وعید کسی دوسری عبادت کے لیے نہیں آئی ہے۔ قرآن مجید کی بکثرت آیات نماز کی ترغیب و تاکید میں نازل ہوئیں ہیں اور نماز چھوڑ دینے پر قسم قسم کے عذابوں کی تہدید و وعید وارد ہوئی ہیں۔

نماز کی فرضیت کا انکار کرنے والا بلکہ اس کی فرضیت میں شک کرنے والا کافر اور اسلام سے خارج ہے اور ایک وقت کی نماز بھی چھوڑنے والا فاسق سخت گنہگار، قہر جبار وقہار و غضب جبار میں گرفتار، اور عذاب جہنم کا سزا وار ہے۔ سلطان اسلام پر لازم ہے اس کو قید کر کے جیل خانہ میں بند کر دے۔ یہاں تک کہ وہ توبہ کرے اور نماز پڑھنے لگے۔ بلکہ حضرت امام مالک حضرت امام شافعی و حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک سلطان اسلام کو اس کو قتل کرا دینے کا حکم ہے۔ (کتب فقہ)

خداوند عالم کا فرمان ہے کہ:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتۡ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ کِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا

"بے شک نماز مسلمانوں پر وقت پر پڑھنا مقرر کیا ہوا فرض ہے" (پارہ ۵۔ النساء۔ آیت ۱۰۳)

ایک دوسری جگہ قرآن مجید میں اس طرح فرمان ربانی ہے کہ:۔

"حَافِظُوۡا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الۡوُسۡطٰی وَ قُوۡمُوۡا لِلّٰہِ قٰنِتِیۡنَ"

نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور بیچ والی نماز کی۔ اور کھڑے رہو اللہ کے حضور ادب سے۔ (پارہ ۲۔ البقرہ۔ آیت ۲۳۸)

اسی طرح ایک اور جگہ قرآن مجید میں اس طرح فرمان ربانی ہے کہ:۔

" فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْن "

تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نمازوں کو بھولے بیٹھے ہیں۔

(پارہ ۳۰۔ الماعون۔ آیت ۵)

نماز کے بارے میں چند احادیث درج کی جاتی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ بتاؤ اگر تم میں کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے بدن پر کچھ میل باقی رہ جائے گا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا ایسی حالت میں اس کے بدن پر کچھ بھی میل باقی نہ رہے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا بس یہی کیفیت پانچوں نمازوں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے سبب گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ (بخاری مسلم)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک روز سردی کے موسم میں جب درختوں کے پتے گر رہے تھے (یعنی پت جھڑ کا موسم تھا) حضور ﷺ باہر تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے ایک درخت کی دو ٹہنیاں پکڑیں (اور انہیں ہلایا) ان شاخوں سے پتے گرنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوذر! حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کی لبیک یا رسول اللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب مسلمان بندہ خالص اللہ کے لیے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے یہ پتے درخت سے جھڑ رہے ہیں۔ (احمد)

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے کہا کہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے علی! تین کاموں میں دیر نہ کرنا۔ ایک تو نماز ادا کرنے میں جب وقت ہو جائے' دوسرے جنازہ میں جب کہ وہ تیار ہو جائے' تیسرے بیوہ کے نکاح میں جب کہ اس کا کفو مل جائے۔ (ترمذی) حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو ان کو نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب دس سال کے ہو جائیں تو ان کو مار کر نماز پڑھاؤ اور ان کے سونے کی جگہیں الگ کرو۔ (ابوداؤد)

نماز کی فضیلت

ہر دن رات میں پانچ مرتبہ خدا کی عبادت کا وہ خاص طریقہ جسے مسلمان ادا کرتے ہیں نماز کہلاتا ہے یہ طریقہ مسلمانوں کو خدا اور رسول نے قرآن و حدیث میں سکھایا ہے۔

ہر عاقل و بالغ مرد اور عورت پر نماز فرض ہے اور جو اسے فرض نہ جانے وہ کافر ہے۔ نابالغ لڑکے اور لڑکی پر اگرچہ نماز پڑھنا فرض نہیں مگر بچہ سات برس کی عمر کا ہو تو اسے نماز پڑھنی سکھائی جائے اور جب دس برس کا ہو جائے تو مار کر نماز پڑھوانا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان بندہ جب اللہ تعالیٰ کی لئے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے پت جھڑ کے موسم میں درخت کے پتے' اور بندہ جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں' نماز جنت کی کنجی ہے' نماز دین کا ستون ہے جس نے اسے قائم رکھا اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے اسے چھوڑ دیا اس نے دین کو ڈھا دیا اور قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ نماز آدمی کو بری باتوں اور بے حیائی کے کاموں سے روکتی ہے' غرض نمازی آدمی اللہ اور رسول کا پیارا ہوتا ہے۔ اس کے رزق میں' کاروبار میں' عمر میں اور ایمان میں نماز کے باعث ترقی ہوتی رہتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے نماز جان بوجھ کر چھوڑی اس کا نام دوزخ کے دروازے پر لکھ دیا جاتا ہے۔ خدا اور رسول اس شخص سے بیزار ہیں اور جو شخص نماز کا پابند نہیں وہ قیامت کے دن فرعون کے ساتھ ہوگا۔

نماز کے وقتوں کا بیان

دن رات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض ہیں۔ پہلی نماز فجر' دوسری نماز ظہر' تیسری نماز عصر' چوتھی نماز مغرب' پانچویں نماز عشاء۔

فجر کی نماز کا وقت پو پھٹنے صبح صادق کے بعد سورج نکلنے سے پہلے تک، ظہر کی نماز کا وقت سورج ڈھلنے کے بعد سے ہر چیز کے اصلی سایہ کے دوگنا ہونے تک ہے، عصر کی نماز کا وقت ظہر کا وقت ختم ہونے کے بعد سے سورج غروب ہونے تک ہے، مغرب کی نماز کا وقت سورج ڈوبنے کے بعد سے شفق غائب ہونے تک یعنی مغرب کی اذان کے بعد سے زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ گھنٹہ تک اور عشاء کا وقت شفق غائب ہونے کے بعد وقت نماز فجر ہونے کے پہلے تک رہتا ہے۔ لیکن آدھی رات تک نماز ادا کر لینی چاہئے بعد میں نماز مکروہ ہوتی ہے۔

نماز کی رکعتیں

رات دن کی نمازوں میں سترہ رکعتیں فرض ہیں، دو فجر کی، چار ظہر کی، چار عصر کی، تین مغرب کی، اور چار عشاء کی۔ پانچوں وقت کی نمازوں میں بارہ رکعت سنت موکدہ ہیں، دو قبل نماز فجر، چھ ظہر کی، (چار فرضوں سے پہلے اور دو فرضوں کے بعد)، دو مغرب کے فرضوں کے بعد اور دو عشاء کے فرضوں کے بعد۔ عام طور پر نماز ظہر کے بعد دو نفل۔ عصر سے پہلے چار رکعت سنت (غیر موکدہ) مغرب کے بعد دو نفل۔ عشاء کے فرضوں سے پہلے چار رکعت سنت (غیر موکدہ) عشاء کے فرضوں کے بعد دو سنت موکدہ پڑھ کر دو نفل اور پھر تین وتر پڑھ کر دو نفل پڑھے جاتے ہیں پانچوں وقت کی نمازوں میں کل اڑتالیس رکعتیں پڑھی جاتی ہیں۔ فجر میں (چار رکعت) پہلے دو سنت اور پھر دو فرض ظہر میں (بارہ رکعت) پہلے چار سنت پھر چار فرض پھر دو سنت پھر دو نفل، عصر میں (آٹھ رکعت) پہلے چار سنت پھر چار فرض، مغرب میں (سات رکعت) پہلے تین فرض پھر دو سنت پھر دو نفل، اور عشاء میں (سترہ رکعت) پہلے چار سنت پھر چار فرض پھر دو سنت پھر دو نفل پھر تین وتر پھر دو نفل اس طرح یہ کل اڑتالیس رکعتیں ہوئیں۔

وتر کی تین رکعتیں نہ سنت ہیں نہ فرض بلکہ واجب ہیں جو عشاء کے فرض اور دو سنت دو نفل پڑھ کر پڑھی جاتی ہیں۔

شرائط نماز

نماز سے پہلے مندرجہ ذیل چھ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے ان کے بغیر نماز شروع ہی نہ ہوگی۔

ا۔طہارت

نمازی کا بدن کا ہر طرح سے پاک ہونا اس کے کپڑے۔نماز کی جگہ کا پاک ہونا۔شرط نماز میں اس قدر نجاست سے پاک ہونا ہے کہ بغیر پاک کئے نماز نہ ہوگی مثلاً نجاست غلیظ (پاخانہ پیشاب وغیرہ) درہم سے زیادہ اور نجاست خفیفہ کپڑے یا بدن کے اس حصہ کی چوتھائی سے زیادہ جس میں لگی ہو تو نماز نہ ہوگی اور اس سے کم ہو تو دھونا سنت ہے۔

۲۔دوسری شرط ستر عورت

بدن کا وہ حصہ جس کا چھپانا فرض ہے اس کو چھپانا۔مرد کا ناف سے لے کر گھٹنے تک چھپانا فرض ہے جبکہ عورت عورت (چھپانے کی چیز ہے) ہے یعنی عورت کو اپنے جسم کا پورا حصہ چھپانا فرض ماسوائے پانچ جگہوں کے یعنی منہ' ہتھیلیاں' پاؤں کے تلووں، سر سے لٹکتے ہوئے بال اور گردن و کلائیاں۔

مسئلہ:۔جن اعضاء کا ستر فرض ہے ان کا اگر چوتھائی حصہ سے کم کھل گیا تو نماز ہو جائے گی اگر عضو کا چوتھائی حصہ کھل گیا اور فوراً ڈھک لیا جب بھی نماز ہو گئی اور اگر بقدر ایک رکن یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے برابر کھلا رہا یا بالقصد کھولا اگرچہ فوراً چھپا لیا نماز جاتی رہی۔

۳۔تیسری شرط استقبال قبلہ

یعنی نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنا ہے۔مکہ والوں کے لئے بعینہ کعبہ معظمہ کی طرف منہ ہو جب کہ دوسروں کے لئے اس جہت کی طرف منہ ہو۔

۴۔ چوتھی شرط وقت نماز ہے

جو نماز پڑھی جائے اس کا وقت ہو چکا ہو۔ کوئی نماز وقت سے پہلے نہیں پڑھی جاسکتی اگر خدانخواستہ کسی کی نماز قضاء ہو جائے تو بعد میں پڑھی جا سکتی ہے۔ فرض نماز فجر اور عصر کے بعد سورج کے طلوع اور غروب ہونے تک کوئی نفلی نماز پڑھنا جائز نہیں اس کے علاوہ زوال کے وقت بھی نفلی نماز جائز نہیں۔

۵۔ پانچویں شرط نیت ہے

جو بھی نماز پڑھی جائے اس کی نیت کرنا ضروری ہے۔ نیت دل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا نام ہے۔ دل میں نیت کافی ہے زبان سے کہنا ضروری نہیں۔

۶۔ چھٹی شرط تکبیر تحریمہ ہے۔

نماز شروع کرنے کے لئے تکبیر کہنا یعنی اللہ اکبر کہنا ضروری ہے۔

فرائض نماز

نماز کے لئے مندرجہ فرائض ہیں

۱۔ قرات

نماز میں حسب توفیق قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔ کم از کم ہر رکعت میں ایک آیت کا پڑھنا فرض ہے۔

۲۔ قیام

فرض نماز کھڑے ہو کر پڑھنا فرض ہے۔ مجبوری کی حالت میں بیٹھ کر لیٹ کر اور سخت بیماری کی حالت میں اشاروں سے بھی پڑھ سکتے ہیں۔

۳۔ رکوع

رکوع میں کم از کم ایک مرتبہ سبحان ربی العظیم پڑھنا فرض ہے جبکہ تین، پانچ یا سات مرتبہ پڑھنا سنت ہے۔

۴۔ سجود

اسی طرح سجدہ میں کم از کم ایک مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ پڑھنا فرض ہے جبکہ

تین پانچ یا سات مرتبہ پڑھنا سنت ہے۔

۵۔ آخری قعدہ

نماز کی آخری رکعت میں التحیات عبدہ و رسولہ تک بیٹھنا اور پڑھنا فرض ہے۔

۶۔ خروج بالصنعتہ

نماز سے فارغ ہونے کے لیے سلام کہنا فرض ہے۔

نماز کا طریقہ

پہلی رکعت مندرجہ ذیل ترتیب میں ثناء، تعوذ، تسمیہ، سورۃ فاتحہ، تسمیہ سورۃ اخلاص یا کوئی اور سورت پڑھیں۔

ثناء

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ

پاک ہے تو اے اللہ اور میں تیری حمد کرتا ہوں تیرا نام برکت والا ہے اور تیری عظمت بلند ہے۔ اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

تعوذ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

تسمیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

سورہ فاتحہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ

الدِّیْنِ o اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ o اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَo

سب خوبیاں اللہ کی جو مالک ہے سارے جہان والوں کا بڑا مہربان بڑی رحمت والا روز جزا کا مالک ہم بس تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیری ہی مدد چاہتے ہیں ہم کو سیدھا راستہ چلا ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام کیا نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا۔

قرات (سورہ اخلاص)

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ o اَللّٰہُ الصَّمَدُ o لَمْ یَلِدْ o وَلَمْ یُوْلَدْ o وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌo

تم فرماؤ وہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔ اس سورۃ کے علاوہ جو بھی قرآن پاک کی کوئی سورۃ یا آیت یاد ہو پڑھی جا سکتی ہے۔

رکوع

قرات کے بعد رکوع میں جانا ہے اور تین بار' پانچ یا سات بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم پڑھنا ہے۔

تسمیع

رکوع سے کھڑے ہوتے ہوئے پڑھیں۔

سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ' رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد

جو اس کی حمد کرے اللہ اس کی سنتا ہے اے ہمارے رب تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں۔

سجدہ

رکوع سے کھڑے ہونا ہے اور پھر سجدہ میں جا کر تین یا پانچ یا سات مرتبہ

سُبحَانَ رَبِّیَ الاعلیٰ پڑھنا ہے۔ پاک ہے میرے بزرگ و برتر کی ذات۔

تحمید

رَبَّنَا لَکَ الحَمدُ

اے ہمارے رب تمام تعریف تیرے ہی لیے ہے۔

اگر نماز باجماعت ادا کی جا رہی ہو تو امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے گا جبکہ مقتدی رَبَّنَا لَکَ الحَمدُ پڑھے گا۔

تشہد

دوسری اور آخری رکعت میں سجدے کے بعد دو زانو بیٹھ کر تشہد پڑھنا ہے۔

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہ' اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہ' وَرَسُوْلُہ'

تمام عبادتیں اور نمازیں اور پاکیزگیاں اللہ کے لئے ہیں سلام اے نبی آپ پر اور اللہ کی رحمت اور برکتیں سلام ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے خاص بندے اور رسول ہیں۔

درود شریف ابراہیمی

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ'' مَّجِیْدٌ'' ٥ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ'' مَّجِیْدٌ٥

اے اللہ درود بھیج ہمارے سردار محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر جس

طرح درود بھیجا تو نے ہمارے سردار ابراہیم پر اور ان کی آل پر بے شک تو سراہا ہوا بزرگ ہے اے اللہ برکت نازل فرما ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ پر اور ان کی آل پر جیسے برکت نازل کی تو نے ہمارے سردار ابراہیم اور ان کی آل پر' بے شک تو سراہا ہوا بزرگ ہے۔

دعا

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمَ

اے اللہ میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا ہے اور بے شک تیرے سوا گناہوں کا۔ بخشنے والا کوئی نہیں تو اپنی طرف سے میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم کر بے شک تو ہی بخشنے والا مہربان ہے! یا

یہ دعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ

اے اللہ اے ہمارے پروردگار تو ہمیں دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں نیکی دے اور ہم کو جہنم کے عذاب سے بچا۔ یا

یہ دعا پڑھے

رَبِّ جْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ○ رَبَّنَاغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ○

اے میرے رب مجھے اور میری اولاد کو نماز کا قائم کرنے والا بنا' اے رب ہماری دعا قبول فرما اور مجھے اور میرے والدین اور تمام مومنوں کو قیامت کے دن بخش دے۔ اس کے بعد سلام پھیر دیں پہلے دائیں طرف پھر بائیں طرف۔

مسائل نماز

نماز کے لئے کھڑے ہوں تو پیروں کا درمیانی فاصلہ چار سے چھ انگل تک ہونا چاہئے۔نیت باندھتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو کانوں کی لو تک اٹھائیں (عورتیں کاندھے تک ہی ہاتھ اٹھائیں) ہتھیلیاں قبلہ رخ ہوں اور اللہ اکبر کہ کر ہاتھ باندھ لیں نظر کو سجدے کی جگہ رکھیں ہاتھ ناف کے نیچے اسطرح باندھیں کہ بایاں ہاتھ ناف کے نیچے ہو دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی کلائی کا جوڑ پکڑے تین درمیانی انگلیاں بائیں ہاتھ کی کلائی پر رہیں چھوٹی انگلی نیچے کی طرف اور انگوٹھا کلائی کے اوپر اندر کی طرف مڑا رہے اس کھڑے ہونے کو قیام کہتے ہیں جو کہ فرض ہے۔پھر ثناء پھر تعوذ ،تسمیہ ،الحمد شریف اور کوئی سورت پڑھے اگر نماز با جماعت ہو تو ثناء پڑھ کر خاموش کھڑے رہیں اب اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں جائیں گھٹنوں کو کھلی انگلیوں سے پکڑیں یہ سنت ہے ہاتھوں کو سیدھا رکھیں (عورتوں کے لئے انگلیاں ساتھ ملی رہنا سنت ہے)رکوع میں کمر کا حصہ اور سرین ہموار ہو رکوع میں تسبیح پڑھیں اور پھر سیدھے کھڑے ہو جائیں اس کو قومہ کہتے ہیں جو کہ نماز میں واجب ہے پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدے میں چلے جائیں سجدے میں پہلے گھٹنے پھر دونوں ہاتھ زمین پر اس طرح رکھیں کہ کہنیاں زمین سے اونچی رہیں اور جسم سے بھی علیحدہ رہیں ہتھیلیاں زمین پر لگ جائیں انگلیاں ملی رہیں پھر ناک زمین پر رکھیں پھر پیشانی رکھیں پیروں کی تمام انگلیوں کے پیٹ زمین سے لگے رہیں کم از کم دونوں انگوٹھے اور چار انگلیوں کے پیٹ ضرور زمین پر ٹکے رہیں کہ یہ فرض اور واجب ہے اگر سجدے کے دوران ایک پیر کا انگوٹھا بھی زمین سے اٹھ گیا تو سجدہ نہیں ہوگا اور اس طرح نماز بھی نہیں ہوگی سجدے کی تکبیرات کہتے ہوئے اٹھ کر اس طرح بیٹھیں کہ بایاں پاؤں بچھا ہوا ہو اور بایاں پاؤں کھڑا رکھیں پھر دوسرا سجدہ کریں دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کو جلسہ کہتے ہیں جو کہ واجب ہے پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے دوسری رکعت کے لیے پنجوں کے بل اٹھیں دوسری رکعت میں پہلے الحمد شریف پھر سورت پڑھیں اور اس کے بعد رکوع وسجود پہلی رکعت کی طرح کریں اور پھر

بیٹھ کر التحیات پڑھیں اگر نماز چار رکعت والی ہو تو باقی دو رکعت بھی پہلے کی طرح ادا کریں فرض نماز میں صرف الحمد شریف پڑھی جائے گی سورت نہیں پڑھی جائے گی چاروں رکعتیں پوری کرنے کے بعد دائیں جانب کندھے پر نظر کرتے ہوئے السلام علیکم ورحمۃ اللہ پڑھیں اور اسی طرح بائیں طرف۔

عشاء کی نماز میں وتر پڑھنے کا طریقہ پہلی رکعت میں ثناء الحمد شریف اور سورت دوسری رکعت میں الحمد شریف اور سورت اور تیسری رکعت میں بھی الحمد شریف اور سورت پڑھنے کے بعد اللہ اکبر کے ساتھ تکبیر کہنے کے بعد دوبارہ ہاتھ باندھنے ہیں اور پھر یہ دعائے قنوت پڑھنی ہے:۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِىْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنشكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّىْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰ وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ ارَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ O

پھر اس کے بعد رکوع اور سجدہ کرنے کے بعد تشہد پڑھیں اور سلام پھیر دیں۔

زکوٰۃ

نماز کے بعد سب سے اہم رکن زکوٰۃ ہے۔ نماز کی طرح زکوٰۃ کے بارے میں بھی بکثرت احکام اور اس کے تارک کے بارے میں وعید کی آیتیں قرآن مجید میں نازل ہوئی ہیں ۔ زکوٰۃ کا منکر کافر اور زکوٰۃ نہ دینے والا فاسق مردود الشہادت۔ اور سخت گنہگار اور عذاب نار کا حق دار ہے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُوْنَهَا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝ (پارہ ۱۰ التوبة' آیت ۳۴۔۳۵)

اور وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (زکوٰۃ نہیں دیتے) انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔ جس دن (قیامت کے دن) وہ آگ میں تپایا جائے گا۔ جہنم کی آگ میں پھر اس سے داغی جائیں گی ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں۔ (فرشتے کہیں گے) یہ ہے وہ جس کو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا۔ تو اب چکھو مزہ اس خزانے کا۔

ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونا سکوں' اینٹوں' برتنوں' زیوروں غرض کسی شکل وصورت میں ہوں۔ ہر سال ان کی زکوٰۃ چالیسواں حصہ ادا کرنا فرض ہے۔ ان میں سے کسی ایک کی قیمت کے برابر سامان تجارت کا مالک ہو تو زکوٰۃ واجب ہے۔

اسی طرح کھیتی اور پھلوں کی پیداوار میں بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ مگر کھیتی اور پھلوں کی پیداوار میں چالیسواں حصہ فرض نہیں۔ بلکہ اگر کھیتی اور پھلوں کی پیداوار بارش یا چشمہ یا سیلاب کے پانی سے ہوئی تو دسواں حصہ ۔ اگر ڈول یا پمپنگ یا ٹیوب ویلوں یا نہروں اور نالوں سے سینچ کر کھیتی اور پھل پیدا ہوئے تو بیسواں حصہ زکوٰۃ میں دینا

فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ :۔

وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ اور اس کا حق (زکوٰۃ) دو جس دن کھیت یا پھل توڑے جائیں۔ (پارہ۔۸۔ الانعام آیت ۱۴۱)

زکوٰۃ کے بارے میں چند احادیث درج کی جاتی ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنھما نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مال زکوٰۃ رکھے اس پر اس وقت تک زکوٰۃ نہیں جب تک کہ اس پر ایک سال نہ گزر جائے۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص سونے یا چاندی کے شرعی نصاب کا مالک ہو اور وہ اس کا حق یعنی زکوٰۃ نہ ادا کرے تو قیامت کے دن اس کے لیے اس سونے چاندی کی سلیں بنائی جائیں گی اور انہیں آگ میں تپایا جائے گا۔ پھر ان آتشیں سلوں سے اس کا پہلو' پیشانی اور پیٹھ کو داغا جائے گا اور جب وہ ٹھنڈی ہو جائے گی تو پھر آگ میں تپا کر داغا جائے گا اور ہمیشہ اسی طرح ہوتا رہے گا۔ (مسلم)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ دو عورتیں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے آپ نے ان سے پوچھا کیا تم ان کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا نہیں آپ نے فرمایا کیا تم اس بات کو پسند کرتی ہو کہ اللہ تعالیٰ تم کو آگ کے دو کنگن پہنائے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر ان کی زکوٰۃ ادا کیا کرو۔ (ترمذی)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے رویت ہے کہ حضور ﷺ ہم کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ ہم تجارت کے لیے تیار کی جانے والی چیزوں کی زکوٰۃ نکالا کریں۔ (ابوداوَد)

حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے پاس حضرت معاذ بن

جبل رضی اللہ عنہ کا وہ خط موجود ہے جسے حضور ﷺ نے بھیجا تھا۔ راوی نے کہا کہ حضور ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا تھا کہ وہ گیہوں جو' انگوراور کھجور کی پیداوار میں (مسلمانوں سے) زکوۃ وصول کریں (مشکوۃ)

سائمہ کی زکوٰۃ کا بیان

سائمہ وہ جانور ہے جو سال کے اکثر حصے میں چر کر گزر کرتا ہو اور اس سے مقصود صرف دودھ اور بچے لینا یا فربہ کرنا ہے۔ (تنویر) اگر گھر میں گھاس لا کر کھلاتے ہوں یا مقصود بوجھ لادنا یا ہل وغیرہ کسی کام میں لانا یا سواری لینا ہے تو اگر چہ چر کر گزر کرتا ہو وہ سائمہ نہیں اور اس کی زکوٰۃ واجب نہیں۔ یونہیں اگر گوشت کھانے کے لئے ہے تو سائمہ نہیں اگر چہ جنگل میں چرتا ہو اور اگر تجارت کا جانور چرائی پر ہے تو یہ بھی سائمہ نہیں بلکہ اس کی زکوٰۃ قیمت لگا کر ادا کی جائے گی۔

اونٹ کی زکوٰۃ کا بیان

صحیحین میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں' پانچ اونٹ سے کم میں زکوٰۃ نہیں۔ مسئلہ۔ پانچ اونٹ سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں اور جب پانچ یا پانچ سے زیادہ ہوں مگر پچیس سے کم ہوں تو ہر پانچ میں ایک بکری واجب ہے یعنی پانچ ہوں تو ایک بکری دس ہوں تو دو علیٰ ہذاالقیاس۔ (عامہ کتب) مسئلہ۔ زکوٰۃ میں جو بکری دی جائے وہ سال بھر سے کم نہ ہو' بکری دیں یا بکرا اس کا اختیار ہے۔ (ردالمحتار وغیرہ) مسئلہ۔ دو نصابوں کے درمیان میں جو ہوں وہ عفو ہیں یعنی ان کی کچھ زکوٰۃ نہیں مثلاً سات آٹھ ہوں جب بھی وہی ایک بکری ہے۔ (درمختار) مسئلہ۔ پچیس اونٹ ہوں تو ایک بنت مخاض یعنی اونٹ کا بچہ مادہ جو ایک سال کا ہو چکا دوسرے برس میں ہو۔ پینتیس تک یہی حکم ہے یعنی وہی بنت مخاض دیں گے۔ چھتیس سے پینتالیس تک میں ایک بنت لبون یعنی اونٹ کا مادہ بچہ جو دو سال کا ہو چکا اور تیسرے برس میں ہو۔ چھیالیس سے ساٹھ تک میں حقہ یعنی اونٹنی جو تین برس کی ہو

چکی چوتھے میں ہو۔ اکسٹھ سے پچھتر تک میں جذعہ یعنی چار سال کی اونٹنی جو پانچویں میں ہو۔ چھہتر سے نوے تک میں دو بنت لبون۔ اکانوے سے ایک سو بیس تک میں دو حقہ اس کے بعد ایک سو پینتالیس تک دو حقہ اور ہر پانچ میں ایک بکری مثلاً ایک سو پچیس میں دو حقہ ایک بکری اور ایک سو تیس میں دو حقہ دو بکریاں وعلی ہذاالقیاس پھر ایک سو پچاس میں تین حقہ اگر اس سے زیادہ ہوں تو اس میں ویسا ہی کریں جیسا شروع میں کیا تھا یعنی ہر پانچ میں ایک بکری اور پچیس میں بنت مخاض، چھتیس میں بنت لبون یہ ایک سو چھیاسی بلکہ ایک سو پچانوے تک کا حکم ہے یا یعنی اتنے میں تین حقہ اور ایک بنت لبون پھر ایک سو چھیانوے سے دو سو تک چار حقہ اور یہ بھی اختیار ہے کہ پانچ بنت لبون دے دیں۔ پھر دو سو کے بعد وہی طریقہ برتیں جو ایک سو پچاس کے بعد ہے یعنی ہر پانچ میں ایک بکری پچیس میں بنت مخاض چھتیس میں بنت لبون پھر دو سو چھیالس سے دو سو پچاس تک پانچ حقہ وعلیٰ ہذا القیاس۔ (کتب عامہ) مسئلہ۔ اونٹ کی زکوٰۃ میں جس موقع پر ایک یا دو یا تین یا چار سال کا اونٹ کا بچہ دیا جاتا ہے تو ضرور ہے کہ وہ مادہ ہو، نر دیں تو مادہ کی قیمت کا ہو ورنہ نہیں لیا جائے گا۔ (درمختار)۔

گائے کی زکوٰۃ کا بیان

ابوداؤد ترمذی و نسائی و داری معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے راوی کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو یہ فرمایا کہ ہر تیس گائے سے ایک تبیع یا تبیعہ لیں اور ہر چالیس میں ایک مسن یا مسنہ اور اسی کے مثل ابوداؤد کی دوسری روایت امیرالمومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ کام کرنے والے جانور کی زکوٰۃ نہیں۔ مسئلہ۔ تیس سے کم گائیں ہوں تو زکوٰۃ واجب نہیں اور جب تیس پوری ہوں تو ان کی زکوٰۃ ایک تبیع یعنی سال بھر کا بچھڑا یا تبیعہ یعنی سال بھر کی بچھیا ہے اور چالیس ہوں تو ایک مسن یعنی دو سال کا بچھڑا یا مسنہ یعنی دو سال کی بچھیا، انسٹھ تک یہی حکم ہے پھر ساٹھ میں دو تبیع یا تبیعہ پھر ہر تیس میں ایک تبیع یا تبیعہ اور ہر چالیس میں ایک مسن یا مسنہ مثلاً ستر میں ایک تبیع یا تبیعہ اور ایک مسن اور

اسی میں دو مسن وعلیٰ ہذاالقیاس اور جس جگہ تیس اور چالیس دونوں ہو سکتے ہوں وہاں اختیار ہے کہ تبیع زکوٰۃ میں دیں یا مسن مثلاً ایک سوبیس میں اختیار ہے کہ چار تبیع دیں یا تین مسن۔ (کتب عامہ) مسئلہ۔ بھینس گائے کے حکم میں ہے اور اگر گائے بھینس دونوں ہوں تو زکوٰۃ میں ملا دی جائیں گی مثلاً بیس گائے ہیں اور دس بھینسیں تو زکوٰۃ واجب ہوگئی اور زکوٰۃ میں اس کا بچہ لیا جائے جو زیادہ ہو یعنی گائیں زیادہ ہوں تو گائے کا بچہ اور بھینسیں زیادہ ہوں تو بھینس کا بچہ اور اگر کوئی زیادہ نہ ہو تو زکوٰۃ میں وہ لیں جو اعلیٰ سے کم ہو اور ادنیٰ سے اچھا۔ (عالمگیری)

بکریوں کی زکوٰۃ کا بیان

صحیح بخاری شریف میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب انہیں بحرین بھیجا تو فرائض صدقہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائے تھے لکھ کر دیئے ان میں بکری کے نصاب کا بھی بیان ہے اور یہ کہ زکوٰۃ میں نہ بوڑھی بکری دی جائے نہ عیب والی بکری۔ ہاں اگر مصدق (صدقہ وصول کرنے والا) چاہے تو لے سکتا ہے اور زکوٰۃ کے خوف سے نہ متفرق کو جمع کریں نہ مجتمع کو متفرق کریں۔ مسئلہ۔ چالیس سے کم بکریاں ہوں تو زکوٰۃ واجب نہیں اور چالیس ہوں تو ایک بکری اور یہی حکم ایک سوبیس تک ہے یعنی ان میں بھی وہی ایک بکری ہے اور ایک سو اکیس میں دو اور دو سو ایک میں تین اور چار سو میں چار پھر ہر سو پر ایک اور جو دو نصابوں کے درمیان میں ہے معاف ہے۔ (کتب عامہ) مسئلہ۔ زکوٰۃ میں اختیار ہے کہ بکری دے یا بکرا جو کچھ ہو یہ ضرور ہے کہ سال بھر سے کم کا نہ ہو اگر کم کا ہو تو قیمت کے حساب سے دیا جا سکتا ہے۔ (درمختار) مسئلہ۔ بھیڑ' دنبہ' بکری میں داخل ہیں کہ ایک سے نصاب پوری نہ ہوتی ہو تو دوسری کو ملا کر پوری کریں اور زکوٰۃ میں بھی ان کو دے سکتے ہیں مگر سال سے کم کے نہ ہوں۔

سونے چاندی و مال تجارت کی زکوٰۃ کا بیان

سنن ابی داؤد و ترمذی یں امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے مروی رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں گھوڑے اور لونڈی' غلام کی زکوٰۃ میں نے معاف فرمائی تو اب چاندی کی زکوٰۃ ہر چالیس درہم سے ایک درہم ادا کرو مگر ایک سو نوے میں کچھ نہیں جب دو سو درہم ہوں تو پانچ درہم دو۔ ابوداؤد کی دوسری روایت انہیں سے یوں ہے کہ ہر چالیس درہم سے ایک درہم ہے مگر جب تک دو سو درہم پورے نہ ہوں کچھ نہیں۔ جب دو سو پورے ہوں تو پانچ درہم اور اس سے زیادہ ہوں تو اسی حساب سے دیں۔ امام مالک و ابوداؤد ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں فرماتی ہیں میں سونے کے زیور پہنا کرتی تھی۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ ! کیا یہ کنز ہے۔ (جس کے بارے میں قرآن مجید میں وعید آئی) ارشاد فرمایا جو اس حد کو پہنچے کہ اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے اور ادا کر دی گئی تو کنز نہیں۔ امام احمد باسناد حسن اسماء بنت یزید سے راوی کہتی ہیں' میں اور میری خالہ حاضر خدمت اقدس ہوئیں اور ہم سونے کے کنگن پہنے ہوئے تھے۔ ارشاد فرمایا اس کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ عرض کی نہیں۔ فرمایا کیا ڈرتی نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آگ کے کنگن پہنائے اس کی زکوٰۃ ادا کرو ابوداؤد سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیا کرتے کہ جس کو ہم بیع (تجارت) کے لئے مہیا کریں اس کی زکوٰۃ نکالیں۔

مسئلہ۔ سونے کی نصاب بیس مثقال ہے۔ یعنی ساڑھے سات تولے اور چاندی کی دو سو درم یعنی ساڑھے باون تولے سونے چاندی کی زکوٰۃ میں وزن کا اعتبار ہے قیمت کا لحاظ نہیں۔ مثلاً سات تولے۔ سونے یا کم کا زیور یا برتن بنا ہو کہ اس کی کارگیری کی وجہ سے دو سو درم سے زائد قیمت ہو جائے یا سونا گراں ہو کہ ساڑھے سات تولے سے کم کی قیمت دو سو درم چاندی سے بڑھ جائے جیسے آج کل ساڑھے سات تولے سونے کی قیمت چاندی کی کئی نصابیں ہوں گی۔ غرض یہ کہ وزن میں بقدر نصاب نہ ہو تو زکوٰۃ واجب نہیں۔ قیمت جو کچھ بھی ہو۔ یونہیں سونے کی زکوٰۃ میں سونے

اور چاندی کی زکوٰۃ میں چاندی کی کوئی چیز دی تو اس کی قیمت کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ وزن کا اگرچہ اس میں صنعت بہت کچھ ہو جس کی وجہ سے قیمت بڑھ گئی یا فرض کرو کہ دس آنے بھری چاندی بک رہی ہے اور زکوٰۃ میں ایک روپیہ دیا جو سولہ آنے کا قرار دیا جاتا ہے تو زکوٰۃ ادا کرنے میں وہ یہی سمجھا جائے گا کہ سوا گیارہ ماشے چاندی دی۔ یہ چھ آنے بلکہ کچھ اوپر جو اس کی قیمت میں زائد ہیں لغو ہیں۔ (درمختار دالمختار) مسئلہ۔ یہ جو کہا گیا کہ ادائے زکوٰۃ میں قیمت کا اعتبار نہیں ۔ یہ اسی صورت میں ہے کہ اس جنس کی زکوٰۃ اسی جنس سے ادا کی جائے اور اگر سونے کی زکوٰۃ چاندی سے یا چاندی کی سونے سے ادا کی تو قیمت کا اعتبار ہوگا۔ مثلاً سونے کی زکوٰۃ میں چاندی کی کوئی چیز دی جس کی قیمت ایک اشرفی ہے تو ایک اشرفی دینا قرار پائے گا۔ اگرچہ وزن میں اس کی چاندی پندرہ روپے بھر بھی نہ ہو۔ (ردالمختار) مسئلہ۔ سونا چاندی جب کہ بقدر نصاب ہوں تو ان کی زکوٰۃ چالیسوں حصہ ہے خواہ وہ ویسے ہی ہوں یا ان کے سکے جیسے روپے' اشرفیاں یا ان کی چیز بنی ہوئی خواہ اس کا استعمال جائز ہو جیسے عورت کے لئے زیور مرد کے لئے چاندی کی ایک نگ کی ایک انگوٹھی ساڑھے چار ماشے سے کم کی یا سونے چاندی کے بلا زنجیر کے بٹن یا استعمال ناجائز ہو جیسے چاندی سونے کے برتن' گھڑی' سرمہ دانی' سلائی کہ ان کا استعمال مرد وعورت سب کے لئے حرام ہے یا مرد کے لئے سونے چاندی کا چھلا یا زیور یا سونے کی انگوٹھی یا ساڑھے چار ماشے سے زیادہ چاندی کی انگوٹھی یا انگوٹھیاں یا کئی نگ کی ایک انگوٹھی غرض جو کچھ ہو زکوٰۃ سب کی واجب ہے مثلاً (ساڑھے سات) تولہ سونا ہے تو سوا دو ماشہ زکوٰۃ واجب ہے یا ۵۲ تولے ۶ ماشہ چاندی ہے تو ایک تولہ ۳ ماشہ ۶ رتی۔ چاندی زکوٰۃ میں دی جائے گی (درمختار وغیرہ) مسئلہ۔ سونے چاندی کے علاوہ تجارت کی کوئی چیز ہو جس کی قیمت سونے چاندی کے نصاب کو پہنچے تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہے یعنی قیمت کا چالیسواں حصہ اور اگر اسباب کی قیمت تو نصاب کو نہیں پہنچتی مگر اس کے پاس ان کے علاوہ سونا چاندی بھی ہے تو ان کی قیمت سونے چاندی کے ساتھ ملا کر مجموعہ کریں اگر مجموعہ نصاب کو پہنچا تو زکوٰۃ واجب ہے اور اسباب تجارت کی قیمت اس کے سکے سے لگائیں جس کا رواج وہاں زیادہ ہو جیسے

پاکستان میں روپیہ کا زیادہ چلن ہے اسی سے قیمت لگائی جائے اور اگر کہیں سونے چاندی دونوں کے سکوں کا یکساں چلن ہو تو اختیار ہے جس سے چاہیں قیمت لگائیں مگر جب کہ روپے سے قیمت لگائیں تو نصاب نہیں ہوتی اور اشرفی سے ہو جاتی ہے یا بالعکس تو اسی سے قیمت لگائی جائے جس سے نصاب پوری ہو اور اگر دونوں سے نصاب پوری ہوتی ہے مگر ایک سے نصاب کے علاوہ نصاب کا پانچواں حصہ زیادہ ہوتا ہے دوسرے سے نہیں تو اس سے قیمت لگائیں جس سے ایک نصاب اور نصاب کا پانچواں حصہ ہو۔ (درمختار وغیرہ) مسئلہ۔ نصاب سے زیادہ مال ہے تو اگر یہ زیادتی نصاب کا پانچواں حصہ ہے تو اس کی زکوٰۃ بھی واجب ہے مثلاً دو سو چالیس درم یعنی ۶۳ تولہ چاندی ہو تو زکوٰۃ میں چھ درم واجب یعنی ایک تولہ ۶ ماشہ (7-1/5 رتی) یعنی ۵۲ تولہ چھ ماشہ کے بعد ہر دس تولہ چھ ماشہ پر ۳ ماشہ (1-1/5) رتی بڑھائیں اور سونا نو تولہ ہو تو ۲ ماشہ (5-3/5) رتی یعنی ۷ تولہ ۶ ماشہ کے بعد ہر ایک تولہ ۶ ماشہ پر (2-3/5 رتی) بڑھائیں اور پانچواں حصہ نہ ہو تو معاف یعنی مثلاً ۹ تولہ سے ایک رتی کم اگر سونا ہے تو زکوٰۃ وہی ۷ تولہ ۶ ماشہ کی واجب ہے یعنی ۲ ماشہ یونہیں چاندی اگر ۶۳ تولہ سے ایک رتی بھی کم ہے تو زکوٰۃ ۵۲ تولہ ۶ ماشہ کی ایک تولہ ۳ ماشے ۶ رتی واجب ہے۔ یونہیں پانچویں حصے کے بعد جو زیادتی ہے اگر وہ بھی پانچواں حصہ ہے تو اس کا چالیسواں حصہ واجب اور اگر کھوٹ غالب ہو تو سونا چاندی نہیں پھر اس کی چند صورتیں ہیں۔ اگر اس میں سونا چاندی اتنی مقدار میں ہو کہ جدا کریں تو نصاب کو پہنچ جائے یا وہ نصاب کو نہیں پہنچتا مگر اس کے پاس اور مال ہے کہ اس سے مل کر نصاب ہو جائے گی یا وہ ثمن میں چلتا ہے اور اس کی قیمت نصاب کو پہنچتی ہے تو ان سب صورتوں میں زکوٰۃ واجب ہے اور اگر ان صورتوں میں کوئی نہ ہو تو اس میں اگر تجارت کی نیت ہو تو بشرائط تجارت اسے مال تجارت قرار دیں اور اس کی قیمت نصاب کی قدر ہو خود یا اوروں کے ساتھ مل کر تو زکوٰۃ واجب ہے ورنہ نہیں۔ (درمختار) مسئلہ۔ سونے چاندی کو باہم خلط ملط کر دیا تو اگر سونا غالب ہو سونا سمجھا جائے اور دونوں برابر ہوں اور سونا بقدر نصاب ہے تنہا یا چاندی کے ساتھ مل کر جب بھی سونا ہی سمجھا جائے اور چاندی غالب ہو تو

چاندی ہے نصاب کو پہنچے تو چاندی کی زکوٰۃ دی جائے مگر جبکہ اس میں جتنا سونا ہے وہ چاندی کی قیمت سے زیادہ ہے تو اب بھی کل سونا ہی قرار دیں۔ (درمختار دالمختار) مسئلہ۔ کسی کے پاس سونا بھی ہے اور چاندی بھی اور دونوں کی کامل نصابیں ہیں تو یہ ضرور نہیں کہ سونے کو چاندی یا چاندی کو سونا قرار دے کر زکوٰۃ ادا کرے بلکہ ہر ایک کی زکوٰۃ علیحدہ علیحدہ واجب ہے ہاں زکوٰۃ دینے والا اگر صرف ایک چیز سے دونوں نصابوں کی زکوٰۃ ادا کرے تو اسے اختیار ہے مگر اس صورت میں یہ واجب ہوگا کہ قیمت وہ لگائے جس میں فقیروں کا زیادہ نفع ہے مثلاً پاکستان میں روپے کا چلن بہ نسبت اشرفیوں کے زیادہ ہے تو سونے کی قیمت چاندی سے لگا کر چاندی زکوٰۃ میں دے اور اگر دونوں میں سے کوئی بقدر نصاب نہیں تو سونے کی چاندی یا چاندی کی قیمت کا سونا فرض کر کے ملائیں پھر اگر ملانے پر بھی نصاب نہیں ہوتی تو کچھ نہیں۔ اور اگر سونے کی قیمت کی چاندی چاندی میں ملائیں تو نصاب ہو جاتی ہے اور چاندی کی قیمت کا سونا سونے میں ملائیں تو نہیں ہوتی یا بالعکس تو واجب ہے کہ جس میں نصاب پوری ہو وہ کریں اور اگر دونوں صورتوں میں نصاب ہو جاتی ہے تو اختیار ہے جو چاہیں کریں مگر جب کہ ایک صورت میں نصاب پر پانچواں حصہ بڑھ جاتا ہے تو جس میں پانچواں حصہ بڑھ جائے وہی کرنا واجب ہے مثلاً سوا چھبیس تولے چاندی ہے اور پونے چار تولے سونا۔ اگر پونے چار تولے سونے کی چاندی سوا چھبیس تولے آتی ہے اور سوا چھبیس تولے چاندی کا پونے چار تولے سونا آتا ہے تو سونے کو چاندی یا چاندی کو سونا جو چاہیں تصور کریں۔ اور اگر پونے چار تولے سونے کے بدلے ۲۷ تولے چاندی آتی ہے اور سوا چھبیس تولے چاندی کا پونے چار تولے سونا نہیں ملتا تو واجب ہے کہ سونے کو چاندی قرار دیں کہ اس صورت میں نصاب ہو جاتی ہے بلکہ پانچواں حصہ زیادہ ہوتا ہے اور اس صورت میں نصاب بھی پوری نہیں ہوتی۔ یونہیں اگر ہر ایک نصاب سے کچھ زیادہ ہے تو اگر زیادتی نصاب کا پانچواں حصہ ہے تو اس کی بھی زکوٰۃ دیں اور اگر ہر ایک میں زیادتی پانچواں حصہ نصاب سے کم ہے تو دونوں کو ملائیں اگر مل کر بھی کسی کے نصاب کا پانچواں حصہ نہیں ہوتا تو اس زیادتی پر کچھ نہیں اور اگر دونوں میں نصاب یا

نصاب کا پانچواں حصہ ہو تو اختیار ہے مگر جبکہ ایک میں نصاب ہو اور دوسرے میں پانچواں حصہ تو وہ کریں جس میں نصاب ہو اور اگر ایک میں نصاب یا پانچواں حصہ ہوتا ہے اور دوسرے میں نہیں تو وہی کرنا واجب ہے جس سے نصاب ہو یا نصاب کا پانچواں حصہ۔ (درمختار دلمختار وغیرہ) مسئلہ۔ پیسے جب رائج ہوں اور دو سو درم چاندی یا بیس مثقال سونے کی قیمت کے ہوں تو ان کی زکوٰۃ واجب ہے اگرچہ تجارت کے لئے نہ ہوں اور اگر چلن اٹھ گیا ہو تو جب تک تجارت کے لئے نہ ہوں زکوٰۃ واجب نہیں (فتاویٰ قاری الھدایہ) نوٹ کی زکوٰۃ بھی واجب ہے جب تک ان کا رواج اور چلن ہو کہ یہ بھی ثمن اصطلاحی ہیں اور پیسوں کی حکم میں ہیں۔

روزہ

روزہ بھی ارکان اسلام میں سے ہے۔ قرآن مجید میں اس کے لیے تاکیدی فرمان اور اس کے اجروثواب میں چند آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ روزہ کی فرضیت کا منکر کافر اور بلا عذر شرعی رمضان کا روزہ چھوڑ دینے والا فاسق' سخت گنہگار اور عذاب جہنم کا حق دار ہے۔ جو بدنصیب رمضان شریف میں بلا عذر شرعی اعلانیہ کھاتا پیتا ہو اور اس طرح رمضان شریف کے وقار کو مجروح کرتا ہو وہ اتنا بڑا مجرم ہے کہ سلطان اسلام اس کو قتل کرا سکتا ہے۔ قرآن مجید کی چند آیتوں میں روزہ کی فرضیت کا بیان ہے۔ مثلاً یہ آیت خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

اے ایمان والوتم پر روزے فرض کیے گئے۔ جیسے تم سے اگلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ (پارہ نمبر۲ سورہ البقرہ آیت ۱۸۳)

چند دنوں کے (روزے) پھر تم میں جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو وہ اور دنوں میں گنتی پوری کر لے اور جو طاقت نہیں رکھتے وہ فدیہ دیں ایک مسکین کا کھانا پھر جو زیادہ بھلائی کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے اور روزہ رکھنا تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ (پارہ ۲ سورۃ بقرہ آیت ۱۸۴)

ماہ رمضان کہ جس میں قرآن اتارا گیا لوگوں کی ہدایت' رہنمائی اور حق و باطل میں واضح فرق بیان کرنے کے لیے تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے تو اس کے روزے رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کر لے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے سختی کا ارادہ نہیں فرماتا اور تمہیں چاہیے کہ گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی تاکہ تم اس کے شکر گزار ہو جاؤ۔ اے محبوب! میرے بندے تم سے میرے بارے میں سوال کریں تو میں نزدیک ہوں۔ دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارے تو انہیں چاہیے کہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ راہ ہدایت پائیں۔ تمہارے لیے روزے کی رات میں عورتوں سے جماع حلال کیا گیا وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم

ان کے لیے لباس۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم اپنی جانوں پر خیانت کرتے ہو تو تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف فرمایا تو اب ان سے جماع کرو اور اسے چاہو جو اللہ نے تمہارے لیے لکھا اور کھاؤ اور پیو اس وقت تک کہ فجر کا سفید ڈورا سیاہ ڈورے سے ممتاز ہو جائے پھر رات تک روزہ پورا کرو اور ان سے جماع نہ کرو اس حال میں کہ تم مسجدوں میں معتکف ہو۔ یہ اللہ کی حدود ہیں ان کے قریب نہ جاؤ اللہ اپنی نشانیاں یونہیں بیان فرماتا ہے تا کہ وہ تقویٰ اختیار کریں۔ (ترجمہ آیات قرآن ۲۔۱۸۳ تا ۱۸۷)

احادیث مبارکہ میں رمضان المبارک کے بارے میں بہت فضیلت آئی ہے جن میں سے بعض احادیث بیان کی جاتی ہیں۔

یہ ایک ایسا مہینہ ہے کہ اس کی ابتدا رحمت ہے درمیان مغفرت ہے اور اس کا آخری حصہ عذاب دوزخ سے نجات ہے۔

حدیث صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ہر نیک کام کا بدلہ دس سے سات سو تک دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مگر روزہ کہ وہ میرے لیے ہے اور اس کی جزا میں دوں گا کیونکہ بندہ اپنی خواہش اور کھانے کو میری وجہ سے ترک کرتا ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ عزوجل کے نزدیک مشک سے زیادہ پاکیزہ ہے اور روزہ سپر ہے اور جب کسی نے روزہ رکھا ہو تو نہ بیہودہ بکے اور نہ ہی چیخے پھر اگر اس سے کوئی گالی گلوچ کرے یا لڑنے پر آمادہ ہو تو یہ کہہ دے میں روزہ دار ہوں۔

بیہقی جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ میری امت کو ماہ رمضان میں پانچ باتیں دی گئیں کہ مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملیں۔ اول یہ کہ جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے اللہ عزوجل ان کی طرف نظر رحمت فرماتا ہے اور اللہ جس کی طرف نظر رحمت فرمائے گا اسے کبھی عذاب نہیں دے گا دوسری یہ ہے کہ شام کے وقت ان کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ اچھی ہے تیسری یہ کہ ہر دن اور رات میں فرشتے ان کے لیے استغفار کرتے ہیں چوتھی یہ کہ اللہ عزوجل جنت کو حکم فرماتا ہے مستعد ہو جا قریب ہے کہ میرے بندے دنیا کی سختی

سے یہاں آ کر آرام کریں پانچویں یہ کہ جب آخری رات ہوتی ہے تو ان سب کی مغفرت فرما دیتا ہے کسی نے عرض کی کیا وہ شب قدر ہے فرمایا نہیں' کیا تو نہیں دیکھتا کہ کام کرنے والے کام کرتے ہیں جب کام سے فارغ ہوتے ہیں اس وقت مزدوری پاتے ہیں۔

حدیث حاکم نے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب لوگ منبر کے پاس جمع ہو جائیں ہم حاضر ہوئے حضور ﷺ منبر کے پہلے درجے پر چڑھے کہا آمین' دوسرے پر چڑھے کہا آمین' تیسرے پر چڑھے کہا آمین۔

صحابہ کرام رضوان اللہ کرام اجمعین نے اس بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل امین تشریف لائے اور انہوں نے کہا اس کی ناک غبار آلود ہو یعنی بربادی ہو جس نے اپنے ماں باپ یا ان میں سے ایک کو پایا اور انکی خدمت کرکے جنت میں نہ گیا میں نے اس پر آمین کہا اسکے بعد جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کی ناک غبار آلود ہو جس نے میرا نام سنا اور مجھ پر درود نہ پڑھا میں نے اس پر آمین کہی تیسری مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا ناک غبار آلود ہو اس شخص کی جس نے ماہ رمضان کو پایا اور اس میں عبادت کرکے جنت نہ کمائی تو اس پر میں نے آمین کہی۔

فضائل ماہ رمضان کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں:

ماہ رمضان کی آمد آمد ہے۔ اس ماہ مبارک کی قرآن مجید کے ساتھ جو تمام کمالات ذاتی اور شیوانی کا جامع ہے۔ اور دائرہ اصلی میں اس طرح داخل ہے کہ ذرہ برابر ظلیت اس کی طرف راہ نہیں پا سکتی اور حقیقت محمدی ﷺ اس کا ظل اول ہے، مکمل مناسبت رکھتا ہے اس بنا پر اس مقدس کتاب کا نزول اس ماہ مقدس میں واقع ہوا۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآن (ترجمہ) رمضان المبارک

وہ مہینہ ہے کہ اس میں قرآن حکیم کا نزول ہوا۔ (القرآن)

اس بات کا مصداق ہے اور اسی مناسبت کی وجہ سے یہ مہینہ تمام خیرات و برکات کا جامع ہے ہر طرح کی خیر و برکت تمام سال میں جس کسی کو پہنچتی ہے جس راہ سے بھی پہنچتی ہے اس عظیم القدر ماہ مبارک کی بے انتہار برکات کا ایک قطرہ ہے اگر اس ماہ مبارک میں جمعیت نصیب رہی تو سارا سال جمعیت حاصل رہے گی اور اگر اس ماہ میں پراگندگی رہی تو سارا سال پراگندگی پیچھا نہیں چھوڑے گی تو کتنا مبارک ہے وہ شخص جس کے پاس یہ مہینہ آیا اور اس سے راضی اور خوش ہو گیا اور خرابی ہے اس شخص کے لیے جس سے یہ مہینہ ناراض ہو گیا اور اس کی برکات و خیرات سے محروم رہا اور اس ماہ مبارک میں قران مجید کے ختم کی سنت بھی اسی تعلق کی بناء پر معلوم ہوتی ہے تاکہ تمام اصلی کمالات اور ظلی برکات میسر ہوں تو جس نے ان دونوں کو جمع کر لیا امید ہے کہ وہ اس کی برکات سے محروم نہیں رہے گا اور اس کی خیرات سے روکا نہیں جائے گا۔ وہ برکات جو اس مبارک مہینہ کے ایام سے متعلق ہیں اور وہ خیرات جو اس کی راتوں سے وابستہ ہیں کچھ اور ہیں اسی راز کے باعث شاید یہ بات ہے کہ جلدی روزہ افطار کرنے کا حکم ہے اور سحری میں تاخیر کرنے کے متعلق وارد ہوا ہے تاکہ دن رات کے دونوں وقتوں کے اجزاء میں امتیاز و فرق حاصل ہو۔ (مکتوبات شریف مکتوب نمبر ۴' حصہ اول دفتر اول)

جاننا چاہیے کہ ماہ رمضان شریف بہت فضیلت والا مہینہ ہے نفلی عبادات نماز ذکر صدقہ وغیرہ جو اس ماہ میں ادا ہوں دوسرے ایام کے فرائض کے برابر ہیں۔ جو شخص اس مہینہ میں کسی کا روزہ افطار کرائے اسے بخش دیا جاتا ہے اور اس کی گردن کو آتش دوزخ سے آزادی مل جاتی ہے اور اسے اس روزہ دار کا اجر و ثواب عطاء ہوتا ہے بغیر اس کے کہ خود اس روزہ دار کا ثواب کم ہو۔ اسی طرح جو شخص اس میں اپنے نوکروں سے کام لینے میں تخفیف کرے' اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے اور اسے آتش دوزخ سے آزاد کر دیتا ہے اور رمضان شریف کے مہینے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر قیدی کو آزاد کر دیتے تھے۔ اور جو چیز بھی کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مانگتا اور سوال کرتا

آپ ﷺ اسے دیتے تھے۔ اگر کسی کو اس ماہ میں خیرات اور اعمال صالحہ کی توفیق مل گئی تو تمام سال اسے یہ توفیق ملی رہے گی اور اگر یہ مہینہ تفرقہ اور پراگندگی میں گزرا تو سارا سال وہ تفرقے کا ہی شکار رہے گا حتیٰ المقدور قدر میسر آسکے اس میں جمعیت کے ساتھ کوشش کرنی چاہیے اور اس مہینہ کو غنیمت جاننا چاہیے۔ اس ماہ کی ہر رات میں ہزار اشخاص کو جو دوزخ کے مستحق ہوتے ہیں آزادی ملتی ہے اس مہینہ میں بہشت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے اور رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ افطار میں جلدی اور سحری کھانے میں دیر کرنا سنت ہے۔ حضور ﷺ اس میں مبالغہ کرتے تھے اور اس پر زور دیتے تھے شائد سحری میں تاخیر اور افطار میں جلدی کرنے میں اپنے عجز ومحتاجی کا اظہار ہے جو مقام بندگی کے مناسب ہے۔

روزہ کھجور سے افطار کرنا سنت ہے۔ حضور ﷺ افطار کے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ ذہب ظما وتبت العروق دثبت الجران شاء اللّٰہ (ترجمہ : پیاس چلی گئی، رگیں تر ہو گئیں، اور اجر وثواب انشاء اللہ تعالیٰ ثابت ہو گیا۔ ادائے تراویح اور ختم قرآن اس ماہ میں موکدہ سنتوں میں سے ہے اور بے شمار اچھے نتائج لاتا ہے۔ اللہ سبحانہ اپنے حبیب ﷺ کی حرمت کے صدقے توفیق بخشے۔

(مکتوبات شریف مکتوب نمبر ۴۵، حصہ دوم دفتر اول)

ماہ رمضان مبارکہ جو کہ تمام خیرات و برکات کا جامع ہے اس کا فیضان حضرت ذات تعالیٰ وتقدس کی طرف سے ہوتا ہے مَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ (النساء آیت ۱۷) (ترجمہ) تجھے جو بھلائی اور خیر پہنچتی ہے اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچتی ہے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے۔ نص قطعی ہے پس اس ماہ مبارک کی تمام خیرات وبرکات ان کمالات ذاتیہ کا نتیجہ ہے کہ شان کلام الٰہی ان سب کا جامع ہے قرآن مجید اس جامع شان کی حقیقت کا خلاصہ ہے لہذا اس ماہ مبارک کی قرآن مجید کے ساتھ پوری مناسبت ہے کیونکہ قرآن تمام کمالات کا جامع ہے اور یہ مبارک مہینہ ان تمام خیرات و برکات کا

جامع ہے جو ان کمالات قرآنی کے نتائج ہیں اور یہی مناسبت قرآن حکیم کے اس ماہ مبارک میں نزول کا باعث بنی۔ اس میں آنے والی شب قدر اس ماہ کا خلاصہ اور نچوڑ ہے یہ رات معزز ہے اور یہ ماہ مبارک اس کے لیے چھلکے کی مانند ہے تو جو شخص اس ماہ مبارک کو جمعیت اور سکون سے گزارتا ہے اور اس کی خیرات و برکات سے بہرہ ور ہوتا ہے تمام سال جمعیت و سکون سے گزارتا ہے اور خیر و برکت سے پر رہتا ہے اللہ سبحانہ ہمیں اس مبارک مہینے کی خیرات و برکات حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور عظیم حصہ نصیب فرمائے۔ حضرت رسالت خاتمیت ﷺ نے فرمایا ہے۔ اذا افطر احدکم فلیفطر علی االتمر فانه برکته (ترجمہ: جب تم میں سے کوئی شخص روزہ افطار کرے تو کھجور سے افطار سے کرے کیونکہ وہ سراسر برکت ہے۔ حضور ﷺ روزہ مبارک کھجور سے افطار کرتے تھے اور کھجور میں برکت یہ ہے کہ اس کا درخت نخلہ کہلاتا ہے اور نخلہ یعنی کھجور کا درخت جامعیت اور صفت اعدلیت پر مخلوق ہے جس طرح انسان اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔ اپنی پھوپھی کھجور کی عزت کرو کیونکہ یہ حضرت آدم کے جسم سے باقی ماندہ مٹی سے پیدا کی گئی ہے اور کھجور سے افطار صاحب افطار کا جز بن جاتا ہے اور کھجور کی حقیقت جامعہ اس جزیت کے اعتبار سے کھانے والے کی حقیقت کا جزو بن جاتا ہے اور اسے کھانے والا اس اعتبار سے ان کمالات کا جامع بن جاتا ہے جو کھجور کی حقیقت جامع میں درج ہیں اور یہ معنی اگرچہ مطلق کھانے میں بھی موجود ہے تاہم افطار کے وقت کہ روزہ دار کے شہوات مانعہ اور لذات فانیہ سے خالی ہونے کا وقت ہے زیادہ تاثیر کرتا ہے اور وہ معنی اتم اور اکمل طریقہ پر ظاہر ہوتا ہے اور وہ جو حضور ﷺ نے فرمایا کہ " نعم سحور المومن التمر " (ترجمہ: مومن کی بہترین سحری کھجور ہے۔ اس اعتبار سے ہوسکتا ہے کہ اس غذا میں جو صاحب غذا کا جزو بن جاتا ہے اس کی حقیقت کی تکمیل ہے نہ کہ اس غذا کی حقیقت اور جب کہ یہ معنی روزہ میں مفقود ہیں اس کی تلافی کے لیے سحری کے وقت کے کھانے کی ترغیب دی کہ گویا اس کا کھانا تمام ماکولات کے کھانے کا فائدہ دیتا ہے (مکتوبات شریف مکتوب نمبر ۱۶۲ دفتر اول حصہ سوم)

مسائل روزہ

روزہ شریعت کی رو سے مسلمان کا بہ نیت عبادت صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک اپنے آپ کو کھانے پینے اور جماع سے باز رکھنے کا نام ہے۔ عورت کا حیض و نفاس سے پاک ہونا شرط ہے ماہ صیام کے روزے ہر مسلمان عاقل و بالغ پر فرض ہیں۔ روزے کی نیت کا وقت غروب آفتاب سے لے کر آفتاب کے شرعی نصف النہار (زوال یا ابتدائے ظہر) سے پہلے تک ہے سحری کھانا بھی سنت ہے خواہ ماہ رمضان کے روزے ہوں یا کوئی دوسرے۔ مسافر اور عورت پر حیض و نفاس کی حالت میں روزہ فرض نہیں۔ لیکن مسافر قیام کے بعد اور عورت حیض و نفاس سے پاک ہو کر ماہ رمضان کے قضا روزے پورے کریں۔ کھانے پینے اور جماع سے روزہ جاتا رہتا ہے ہاں بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا حقہ سگریٹ' سگار وغیرہ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ پان تمباکو کھانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ پیک پھینک دی گئی ہو۔ کلی کرتے ہوئے بلا قصد پانی حلق سے اتر گیا یا ناک میں چڑھ گیا اور دماغ کو چڑھ گیا تو روزہ جاتا رہتا ہے۔ مگر جب روزہ دار بھول گیا تو نہ ٹوٹے گا۔ قصداً منہ بھر کے قے کی جب کہ روزہ دار ہونا یاد ہو تو روزہ جاتا رہا اور اگر روزہ یاد نہ ہو یا بے اختیار قے آ گئی تو روزہ نہ ٹوٹا روزہ میں دانت اکھڑوایا اور خون نکل کر حلق سے نیچے اترا اگرچہ سوتے میں ایسا ہوا روزہ ٹوٹ گیا اور قضا واجب ہے۔ ناک میں تیل یا دوائی ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن پانی کان میں چلا گیا یا ڈالا تو روزہ نہیں ٹوٹتا آنسو منہ میں چلا گیا اور قطرہ دو قطرہ ہے تو روزہ نہیں ٹوٹا لیکن اگر زیادہ ہے کہ اس کی نمکینی پورے منہ میں محسوس ہوئی تو روزہ ٹوٹ گیا اور قضا واجب ہے یہی حکم پسینہ کا ہے روزہ کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ استعمال نہیں کرنا چاہیے اور اگر ٹوتھ پیسٹ کی مٹھاس حلق میں محسوس ہوئی تو روزہ ٹوٹ گیا بیماری کی حالت میں مستند ڈاکٹر کے مشورہ سے ٹیکہ لگوایا جا سکتا ہے مگر طاقت کے ٹیکے' ناڑ کے ٹیکے اور گلوکوز لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

ماہ رمضان میں روزے دار نے جان کر کھا پی لیا یا جماع کیا تو قضا روزہ کے

علاوہ کفارہ بھی لازم ہے۔ کفارہ دو ماہ کے متواتر روزے رکھنا ہے۔ جھوٹ، چغلی، غیبت، گالی گلوچ، بیہودہ بات یا کسی کو تکلیف دینا ویسے بھی ناجائز اور حرام ہیں روزہ میں اور زیادہ حرام اور ناجائز اور ان کی وجہ سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔

گلاب یا مشک وغیرہ سونگھنا، ڈاڑھی مونچھ میں تیل لگانا، سرمہ لگانا، مسواک کرنا روزہ میں بالکل جائز ہیں۔

سحری و افطاری کا بیان

بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سحری کھاؤ کہ سحری کھانے میں برکت ہے اور ایک حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے اور اہل کتاب (یہودونصاریٰ) کے روزوں میں فرق سحری کا لقمہ ہے۔ سحری میں تاخیر اور افطاری میں جلدی کرنا سنت ہے۔

وجوہات جن میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے

حیض و نفاس والی عورت، مسافر، حاملہ عورت، بچے کو دودھ پلانے والی عورت، مرض کے بڑھنے کا خوف، بڑھاپا، خوف ہلاکت و اکراہ نقصان عمل اور جہاد یہ سب روزہ نہ رکھنے کے لیے شرعی جواز ہیں لیکن یہ عذر دور ہوتے ہی چھوڑے ہوئے روزے رکھنا ضروری ہیں ماسوائے بڑھاپے کے کہ اس کے لیے کفارہ ادا کرے ہر روز ایک مسکین کو دو وقت کا پیٹ بھر کر کھانا کھلانا بڑھاپے کے روزہ کا کفارہ ہے۔

نماز تراویح

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ماہ رمضان میں ایمان کی حالت میں ثواب کی غرض سے روزہ رکھے رات کے وقت قیام کرے اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔ امام احمد و حاکم اور طبرانی کبیر میں ابن ابی الدینا اور بیہقی شعب الایمان میں عبداللہ بن عمرو رضی

اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا روزہ و قرآن بندہ کے لیے شفاعت کریں گے۔ روزہ کہے گا اے رب میں نے کھانے اور خواہشوں سے دن بھر اسے روکے رکھا میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما' قرآن کہے گا۔ اے رب میں نے اسے رات میں سونے سے باز رکھا میری شفاعت اس کے بارے میں قبول کر 8
دونوں کی شفاعتیں قبول ہوں گی۔

ماہ رمضان میں نماز تراویح پڑھنا سنت موکدہ ہے۔ دو دو رکعت کر کے بیس رکعت پڑھنی چاہیے' تراویح میں قرآن مجید بلند آواز سے پڑھنا چاہیے اور دوران تراویح پورے قرآن کا ختم کرنا مستحب ہے۔ نماز وتر تراویح کے بعد ادا کی جانی ضروری ہے۔

شب قدر

ایک دن جناب رسول ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بنی اسرائیل کے چار پیغمبروں کا ذکر کیا کہ انہوں نے اسی سال تک اللہ کی عبادت کی اس دوران ایک لمحہ کے لیے بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی ان کے نام یہ تھے۔ حضرت ایوب علیہ السلام' حضرت ذکریا علیہ السلام' حضرت حزقیل علیہ السلام' اور حضرت یوشع بن نون۔ صحابہ کرام آپ ﷺ کی زبان سے یہ بات سن کر بہت متعجب اور غمگین ہوئے اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام سورۃ القدر لے کر نازل ہوئے اور فرمایا کہ آپ کے صحابہ بہت متعجب اور غمگین ہو گئے ہیں بنی اسرائیل کے چار پیغمبروں نے اسی سال تک عبادت کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی امت کو اس سے بہتر ایک رات "لیلۃ القدر" عطاء کی ہے اس ایک رات کی عبادت ایک ہزار مہینوں سے افضل ہے (یعنی ۸۳ سال ۴ ماہ)

صدقہ فطر کا بیان

حضور ﷺ نے ایک شخص کو بھیجا کہ مکہ کے کوچوں میں اعلان کر دے کہ صدقہ فطر واجب ہے (ترمذی) حاکم ابن عباس راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے زکوٰۃ فطر مقرر فرمائی کہ لغو اور بیہودہ کلام سے روزے کی طہارت ہو جائے اور مسکین کے لیے خورد و نوش ہو جائے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بندہ کا روزہ آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتا ہے جب تک کہ صدقہ فطر ادا نہ کرے۔ عید کے دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی صدقہ عیدالفطر واجب ہو جاتا ہے۔ مرد صاحب نصاب پر اپنی طرف سے اور اپنے زیر کفالت خاندان کے دیگر افراد کی طرف سے صدقہ فطر دینا واجب ہے۔ صدقہ فطر کی مقدار گیہوں یا آٹا نصف صاع (قریباً اڑھائی کلو) کھجور، منقیٰ یا جو ایک صاع (پانچ کلو) یا اس کی قیمت ہے۔ گیہوں یا آٹا جو اپنے گھر میں استعمال کرتا ہو اس کا صدقہ فطر یا اس کی قیمت ادا کرنی چاہیے۔

حج

حج بھی اسلام کا رکن ہے جو نو ہجری میں فرض ہوا۔ اس کی فرضیت یقینی ہے جو قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اس کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہے اور جو مسلمان حج فرض ہو جانے کے بعد حج نہ کرے یا بلا وجہ شرعی اس میں دیر لگائے تو وہ فاسق اور سخت گنہگار ہے۔ حج عمر بھر میں صرف ایک بار فرض ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ :۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ٥
وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيّ'' عَنِ الْعٰلَمِيْنَ٥

اور اللہ کے لیے لوگوں پر بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے۔ جو بیت اللہ جا سکے اور جو منکر ہو تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔ (پارہ ۳' آل عمران' آیت ۹۷)

دوسری آیت میں ارشاد خداوندی ہے کہ :۔

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ٥

اور حج وعمرہ اللہ کے لیے پورا کرو (پارہ۲' البقرہ' آیت ۱۹۶)

حج فرض ہونے کی شرطیں

حج فرض ہونے کی آٹھ شرطیں ہیں۔ جب تک یہ سب نہ پائی جائیں گی حج فرض نہیں ہوگا۔ (1) مسلمان ہونا کافروں پر حج فرض نہیں۔ (2) دارالاسلام میں ہونا۔ اگر کوئی مسلمان دارالحرب میں ہو اور اس کو علم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حج بھی فرض فرمایا ہے تو اس مسلمان پر حج فرض نہیں۔ (3) بالغ ہونا۔ نابالغ پر حج فرض نہیں۔ (4) صاحب عقل ہونا۔ مجنوں پاگل پر حج فرض نہیں۔ (5) آزاد ہونا۔ غلام اور باندی پر حج فرض نہیں۔ (6) تندرست ہونا کہ حج کو جا سکے۔ اندھے اپاہج۔ فالج والے اور پاؤں کٹے ہوئے اور اتنے بوڑھے پر کہ سواری پر نہ بیٹھ سکے حج فرض نہیں۔ (7) سفر

خرچ کا مالک ہونا اور سواری پر قادر ہونا۔ بھیک مانگ کر اور پیدل حج کرنا فرض نہیں۔
(8) حج کا وقت ہونا یعنی حج کے مہینوں' شوال' ذیقعد' ذوالحج میں تمام شرائط پائی جائیں یہ آٹھ شرطیں تو وہ ہیں کہ جب تک یہ سب نہ پائی جائیں' حج فرض نہیں ہوتا ہے اور اگر وہ سب نہ پائی جائیں تو خود حج کو جانا فرض نہیں ہے۔ بلکہ کسی دوسرے سے اپنا حج بدل کرا سکتا ہے یا وصیت کرسکتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد میرے مال سے حج بدل کرایا جائے۔

وجوب ادا کی تین شرطیں یہ ہیں (1) راستے میں امن و امان ہونا۔ اگر جان و مال کی سلامتی کا غالب گمان ہو تو حج کو جانا فرض اور ضروری ہے اور اگر ہلاکت کا گمان غالب ہو تو حج کو جانا ضروری نہیں ہے۔ (2) عورت کے ہمراہ اس کے شوہر یا اس کے کسی محرم کا ہونا ضروری ہے۔ خواہ وہ عورت بڑھیا ہو یا جوان ۔محرم سے مراد وہ مرد ہے جس سے ہمیشہ کے لیے اس عورت کا نکاح حرام ہے جیسے باپ یا بیٹا۔ حقیقی یا رضاعی بھائی۔ خسر شوہر کا بیٹا۔ بشرطیکہ یہ لوگ عاقل بالغ ہوں۔ (3) قید میں نہ ہو۔ اور عورت حج کو جانے کے زمانہ میں عدت کے اندر نہ ہو۔

حج کے بارے میں چند احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! خدا نے تم پر حج فرض کیا ہے۔ اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ کیا ہر سال حج فرض ہے؟ فرمایا اگر میں ہاں کر دوں تو ہر سال حج فرض ہو جائے گا اور اگر ہر سال فرض ہو جائے تو تم اسے ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس لیے حج پوری زندگی میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے اور جو شخص اس سے زیادہ کرے وہ نفل ہے۔ (احمد' نسائی' دارمی' مشکوٰۃ)

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ احکام شرعیہ پر اختیار کلی رکھتے ہیں کہ اگر چاہتے تو ہر سال حج کرنا فرض فرما دیتے۔

حج ۹ ہجری میں فرض ہوا اسی سال نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ امیرالحج مقرر کرکے

حج کے لیے مکہ روانہ کیا۔ اس دوران سورۃ توبہ کی ابتدائی چالیس آیات نازل ہوئیں جن کے مطابق مشرکین کو ناپاک قرار دیا گیا اور ان کا نہ صرف حج و زیارت مقامات مقدسہ بلکہ حدودِ حرم شریف میں داخلہ بھی ممنوع قرار دیا گیا۔

آپ ﷺ نے فوراً حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مکہ روانہ کیا تاکہ سورۃ توبہ کے احکامات کا اعلان کر دیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کروایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حاجیوں کے مجمع عام میں سورۃ توبہ کے احکامات کا اعلان فرمایا۔

حج اسلام کا ایک اہم رکن ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کا پہلا اور قدیم طریقہ ہے۔ اس میں مالی، روحانی اور جسمانی عبادات شامل ہیں۔

ساری زندگی میں ایک مرتبہ حج کر لینا کافی ہے لہذا علماء صلحاء نے تاکید فرمائی ہے کہ حج کرنے والوں کو حتی الامکان مستحبات اور سنن وغیرہ کا خیال رکھنا چاہیے۔

حج کے فرائض

حج میں یہ چیزیں فرض ہیں۔

احرام یہ شرط ہے

وقوف عرفہ یعنی نویں ذوالحجہ کے آفتاب ڈھلنے سے دسویں کی صبح صادق سے پہلے تک کسی وقت "عرفات" میں ٹھہرنا۔

طواف زیارت کا اکثر حصہ یعنی چار پھیرے یہ دونوں چیزیں عرفہ کا وقوف اور طواف زیارت حج کا رکن ہیں۔

ترتیب یعنی احرام باندھنا پھر عرفہ میں ٹھہرنا پھر طواف زیارت۔ ہر فرض کا اپنے وقت پر ادا کرنا۔

مکان یعنی وقوف عرفہ میدان عرفات کی زمین میں ہونا اور طواف کا مکان مسجد الحرام شریف ہے۔

حج کے واجبات

☆حج کے واجبات یہ ہیں۔

☆میقات سے احرام باندھنا اور میقات سے بغیر احرام باندھے آگے نہ گزرنا اور اگر میقات سے پہلے ہی احرام باندھ لیا جائے تو جائز ہے۔

☆صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا اس کو "سعی" کہتے ہیں اور سعی کو "صفا" سے شروع کرنا۔

☆اگر عذر نہ ہو تو پیدل سعی کرنا۔

☆دن کو میدان عرفات کے اندر وقوف کرے کہ آفتاب غروب ہو جائے خواہ وہ آفتاب ڈھلتے ہی شروع کیا تھا یا بعد میں۔ لیکن جو شخص ۹ ذی الحج کو دن میں عرفات پر حاضر نہ ہو سکے اور دسویں کی رات میں آ کر وقوف کرے تو تھوڑے سے وقت رہنے سے بھی واجب ادا ہو جائے گا۔

☆مزدلفہ میں ٹھہرنا۔

☆مغرب وعشاء کی نماز کا عشاء کے وقت میں مزدلفہ پہنچ کر پڑھنا۔

☆جمرۃ العقبی کی رمی کے پہلے دن سر منڈانا یا بال کتروانا۔

☆سر منڈوانا یا بال کتروانا منیٰ کا حرم کی حدود کے اندر ہو۔

☆قِران یا تمتع کرنے والے کو قربانی کرنا۔

☆اور اس کا قربانی کا حدود حرم اور ایام نحر میں ہونا۔

☆طواف زیارت کا اکثر حصہ ایام نحر میں ہونا۔ عرفات سے واپسی میں جو طواف کیا جاتا ہے اس کا نام "طواف زیارت" ہے اس طواف کو طواف افاضہ بھی کہتے ہیں۔

☆طواف حطیم کے باہر ہونا۔

☆دنی طرف سے طواف کرنا کہ حجرا سود طواف کرنے والے کے بائیں جانب ہو۔

☆عذر نہ ہو تو پیدل چل کر طواف کرنا ہاں عذر ہو تو سواری پر بھی طواف کرنا جائز ہے۔

☆طواف کرتے وقت ستر چھپانا۔

☆طواف کرنے میں با وضو اور با غسل ہونا اگر بے وضو یا جنابت کی حالت میں طواف کر لیا تو اس طواف کو دہرائے۔ ورنہ دم واجب ہوگا۔

☆کنکریاں مارنی قربانی کرنے اور طواف زیارت میں ترتیب یعنی پہلے کنکریاں مارے پھر غیر مفرد قربانی کرے پھر طواف زیارت کرے۔

☆طواف صدر یعنی میقات سے باہر رہنے والوں کے لیے مکہ سے رخصت ہوتے وقت کعبہ شریف کا طواف کرنا۔

☆وقوف عرفہ کے بعد سر منڈانے تک جماع نہ کرنا۔

☆احرام کے ممنوعات مثلاً سلا ہوا کپڑا پہننے اور منہ یا سر چھپانے سے بچنا۔

حج کی سنتیں یہ ہیں

طواف قدوم یعنی میقات کے باہر سے آنے والا مکہ معظمہ پہنچ کر سب سے پہلا جو طواف کرتا ہے اس کو طواف قدوم کہتے ہیں۔

۱۔طواف قدوم مفرد اور قرآن کے لیے سنت ہے تمتع کے لیے نہیں۔

۲۔طواف کا حجر اسود سے شروع کرنا۔

۳۔طواف قدوم یا طواف زیارت میں رمل کرنا یعنی پہلے چار چکروں میں شانہ ہلا ہلا کر اور چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے ہوئے اکڑ کر چلنا۔

۴۔صفا اور مروہ کے درمیان دو سبز رنگ کے نشانوں کے درمیان دوڑنا۔

امام کا مکہ میں ساتویں ذوالحجہ کو خطبہ پڑھنا۔ اسی طرح میدان عرفات میں نویں ذوالحجہ کو فجر کے بعد خطبہ پڑھنا اس طرح منٰی میں پانچ نمازیں ادا ہونگی مکہ سے منی میں پہنچ کر ظہر عصر مغرب عشاء اور اگلے دن فجر پانچ نمازیں پڑھ لی جائیں۔

ذوالحجہ کی نویں رات مزدلفہ میں گزارنا۔

"البطح" یعنی وادی محصب میں اترنا اگرچہ تھوڑی ہی دیر کے لئے ہو۔

ضروری تنبیہ: ۔ حج کے فرائض میں سے اگر ایک فرض بھی چھوٹ گیا تو حج ادا نہیں ہوگا۔ اور حج کے واجبات میں سے اگر کسی واجب کو چھوڑ دیا خواہ قصداً چھوڑ دیا یا سہوا تو اس پر ایک قربانی لازم ہے اور اس کا حج باطل نہیں ہوگا البتہ واجب ایسے بھی ہیں کہ ان کے چھوڑنے سے قربانی لازم نہیں ہوتی مثلاً طواف کے بعد کی دو رکعتیں تحیۃ الطواف واجب ہیں لیکن اگر کوئی چھوڑ دے تو اس پر قربانی لازم نہیں اور حج باطل ہوگا نہ قربانی لازم ہوگی البتہ حج کے ثواب میں کمی آ جائے گی۔

احرام

مناسک حج میں سب سے پہلا عمل احرام ہے۔ باہر سے جانے والا کوئی حاجی میقات سے اس وقت تک نہیں گزر سکتا جب تک اپنا لباس اتار کر احرام نہ باندھ لے اور اسی طرح مکہ سے حج کی نیت کرنے والے کو بھی سب سے پہلے لباس تبدیل کر کے احرام باندھنا ہوتا ہے۔

احرام کے معنی ہیں بعض جائز امور کو اپنے اوپر حرام کر لینا۔ حاجی جب میقات سے احرام باندھ لیتا ہے تو اس پر پابندیاں عائد ہو جاتی ہیں اور چند حلال چیزیں بھی حرام ہو جاتی ہیں' ان میں سے ایک پابندی مرد کے لئے سلا ہوا لباس پہننے کی ممانعت ہے سلے ہوئے لباس کی جگہ جو لباس پہنا جاتا ہے اسے بھی احرام کہتے ہیں۔

ممنوعات ومحرمات احرام

۱۔ مرد کو سلا ہوا کپڑا پہننا۔

۲۔ مرد کے لئے سر ڈھانکنا۔

۳۔ مرد عورت دونوں کے لئے چہرے کو کپڑے سے اس طرح ڈھانکنا کہ وہ چہرے کو مس کرتا ہو۔ کپڑے وغیرہ سے منہ پونچھنا۔

۴۔مردوں کے لئے ایسے جوتے پہننا جس سے پاؤں کی ابھری ہوئی ہڈی چھپ جائے۔

۵۔خوشبو استعمال کرنا۔ پھولوں کا ہار پہننا

۶۔بدن کے کسی حصہ سے بال دور کرنا۔

۷۔ناخن کاٹنا۔

۸۔بیوی سے جنسی باتیں کرنا۔

۹۔خشکی کے جانوروں کا شکار کرنا یا شکار کی طرف اشارہ کرنا۔

۱۰۔لڑنا جھگڑنا

۱۱۔کپڑوں یا بالوں کی جوں مارنا۔

۱۲۔حالت احرام میں غسل کیا جا سکتا ہے لیکن میل کچیل دور کرنا منع ہے۔

۱۳۔خوشبودار صابن سے ایک بار نہانے سے صدقہ واجب ہوتا ہے جبکہ بار بار خوشبو والے صابن سے نہانے سے دم واجب ہوتا ہے۔

ایام حج

۸ ذی الحجہ سے ۱۲ ذی الجہ کے ایام ایام حج کہلاتے ہیں اور ان دنوں میں اسلام کا اہم رکن مکمل ہوتا ہے۔ ۷ ذی الحجہ مغرب کے بعد ۸ ذی الحجہ کی رات شروع ہو جائے گی۔ رات ہی کو منیٰ کے لیے روانگی کی سب تیاری کر لیں سنت کے مطابق پہلے غسل کریں تو افضل ہے ورنہ وضو کریں اور اس غسل میں نیت احرام کی کریں اور احرام کی چادریں باندھ کر سر ڈھک کر دو رکعت نفل پڑھیں اس کے بعد جائے نماز پر ہی پہلے سر کھول لیں اور پھر حج کی نیت کریں۔

حج کی نیت

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اُرِیۡدُالۡحَجَّ فَیَسِّرۡہ' لِیۡ وَتَقَبَّلۡہ' مِنِّیۡ وَ اَعِنِّیۡ عَلَیۡہِ وَ بَارِكۡ لِیۡ فِیۡهِ نَوَیۡتُ الۡحَجَّ وَاَحۡرَمۡتُ بِهٖ لِلّٰهِ تَعَالٰی

ترجمہ: اے اللہ میں حج کی نیت کرتا ہوں پس اس کو میرے لیے آسان کر دے اور مجھ سے قبول کر لے اور اس میں میری مدد فرما اور اس میں میرے لیے برکت ڈال۔ نیت کی میں نے حج کی اور احرام باندھا اللہ تعالیٰ کے لیے۔

اس کے بعد قدرے بلند آواز سے تین مرتبہ تلبیہ کہیں۔ آہستہ آواز سے درود شریف پڑھیں اب آپ پر ایک دفعہ پھر احرام کی تمام پابندیاں لازم ہوگئیں۔

تلبیہ: لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَوَالنِّعْمَتَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ۔

(اے اللہ) میں حاضر ہوں۔ اے اللہ میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں۔ بے شک تمام تعریفیں تیرے لیے ہیں اور تمام نعمتیں تیری طرف سے ہیں تو ہی ہر چیز کا مالک ہے تیرا کوئی شریک نہیں (اے اللہ) میں حاضر ہوں۔

۸ ذی الحجہ۔ حج کا پہلا دن منیٰ کو روانگی

۸ ذی الحجہ کو نماز فجر کے بعد مکہ مکرمہ سے احرام باندھ کر منیٰ کو جائیں گے۔ منیٰ مکہ مکرمہ سے تقریباً ۵ کلو میٹر دور ہے یہ ایک چھوٹا سا خیموں کا شہر ہے جو پہاڑوں میں گھرا ہوا ہے۔ اور صرف حج کے دنوں میں آباد ہوتا ہے۔ جگہ جگہ بیت الخلاء اور وضو خانے تعمیر کیے گئے ہیں۔

منیٰ جانے کے لئے معلم بس کا انتظام کرتا ہے۔ بھیڑ بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ جوان اور ہمت والے حاجی کمزوروں بوڑھوں اور بیماروں کو بس میں پہلے جگہ دیں۔ منیٰ روانگی سے پہلے معلم سے اپنا خیمہ نمبر ضرور لے لیں اور اپنے خیمہ میں جا کر قیام کریں۔ یہاں کے مناسک حج میں آج ظہر عصر مغرب اور عشاء تک چار اور ۹ ذوالحج کی صبح فجر کی نماز منیٰ میں ادا کرنا شامل ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی منیٰ میں پانچ نمازیں ادا فرمائیں تھیں۔ درود شریف اور ذکر اذکار کی کثرت کریں اور جو بھی دعائیں یاد ہوں انہیں بکثرت پڑھیں۔

۹۔ ذی الحجہ۔ حج کا دوسرا دن

عرفات کو روانگی

فجر کی نماز منیٰ میں ادا کرنے کے بعد سورج نکل کر دھوپ تھوڑی سی پھیل جائے تو عرفات جانا اولیٰ ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے بعد تشریف لے گئے تھے۔ آج مغفرت کا دن ہے آج یوم عرفہ ہے حج کا رکن اعظم۔ مسئلہ کی رو سے میدان عرفات میں ۹ ذی الحجہ کی دوپہر سے ۱۰ ذی الحجہ کی صبح صادق تک کچھ دیر کا قیام حج کا رکن اعظم ہے جس کے بغیر حج نہیں ہوتا۔

آپ کو مکہ معظمہ سے منیٰ لانے والی گاڑی یہاں سے عرفات لے جائے گی۔ عرفات کی طرف جاتے ہوئے ان لمحات میں خشوع وخضوع کے ساتھ دعائیں مانگیں ذکر واذکار میں مشغول رہیں اور فضول باتوں میں وقت ضائع نہ کریں۔ اور پھر جس قدر ہو سکے تلبیہ' درود شریف پڑھیں اور کلمہ چہارم رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ پڑھا اور پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے خوب پڑھیں۔

چوتھا کلمہ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ اَبَدًا اَبَدًا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

ترجمہ:۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں بادشاہی اس کے لئے ہے اور تمام تعریف بھی اسی کے لئے موت اور زندگی وہی دیتا ہے اور وہ زندہ ہے اسے کبھی موت نہیں آئے گی صاحب جلال اور عزت والا ہے ہر بھلائی اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

عرفات پہنچ کر اپنے خیمہ میں قیام کیجئے۔ عرفات کا میدان ایک بہت بڑا

میدان ہے چاروں طرف اس کی حدود پر نشانات لگوائے گئے ہیں تاکہ وقوف عرفات سے باہر نہ ہو۔ یہیں مسجد نمرہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قائم کی ہوئی ہے زوال سے پہلے توبہ واستغفار میں مصروف رہئے۔ آپ نے ظہر اور عصر کی نماز عرفات میں ادا کرنی ہے۔ زوال کے وقت کے بعد مسجد نمرہ کے امام صاحب ایک اذان اور دو تکبیروں کے ساتھ ظہر کے وقت ظہر اور عصر کی نماز ملا کر پڑھاتے ہیں۔

مسجد نمرہ کے امام مقیم ہونے کے باوجود نماز قصر ادا کرتے ہیں اور حنفی مسلک کے مطابق اس کی اقتدا جائز نہیں۔ اس لئے حنفی حضرات کو ظہر کی نماز ظہر کے وقت اور عصر کی نماز عصر کے وقت اپنے خیمے میں ہی جماعت کے ساتھ پڑھنی چاہئے اور اس سلسلے میں کسی سے بحث ومباحثہ نہیں کرنا چاہئے۔

جن حجاج کرام کے خیمے مسجد نمرہ سے دور ہوں انہیں مسجد میں نہ جانا بہتر ہے کیونکہ اپنے خیمے سے بھٹک جانے کا احتمال ہے۔

یہاں رو رو کر اور گڑگڑا کر اپنے لئے اپنے والدین اور بزرگوں کے لئے اپنی قوم اور تمام مسلمانان عالم کے لئے دعا کریں یہ دعا کی قبولیت کا وقت ہے۔ عصر کے بعد کھڑے ہو کر دعا مانگنی بہتر ہے۔

عرفات سے مزدلفہ روانگی

آفتاب غروب ہو جائے تو آپ نماز مغرب ادا کئے بغیر اپنی اپنی بسوں میں سوار ہو کر مزدلفہ کے لئے روانہ ہو جائیں اور راستے میں بھی نماز مغرب ادا نہ کریں بلکہ مزدلہ پہنچ کر نماز عشاء کا وقت ہونے پر ہی مغرب اور عشاء دونوں نمازیں ایک ہی وقت میں ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ اس طرح پڑھیں کہ پہلے مغرب کے فرض اور پھر عشاء کے فرض ادا کریں اور ان فرضوں کے درمیان کوئی سنت یا نوافل ادا نہ کریں۔ فرائض ادا کرنے کے بعد سنت اور نوافل ادا کریں۔ تمام تھکاوٹ کے باوجود اس رات میں جتنی عبادت ہو سکے کرنی چاہئے کیونکہ اس رات کو انوار الٰہی کی بارش ہوتی ہے اور بعض روایات میں یہ رات شب قدر سے بھی افضل ہے۔ بہتر یہ ہے کہ نماز

پڑھنے کے تھوڑی دیر بعد آرام کر کے تازہ دم ہو کر پھر عبادت میں مصروف ہو جائیں۔ ذکرواذکار استغفار اور درود شریف کی کثرت کیجئے اپنے عزیزواقارب والدین اور جملہ مومنین کے لئے دعائے خیر کیجئے یہ بھی دعا کی مقبولیت کی جگہ ہے چنانچہ اس کو زیادہ سے زیادہ عبادت میں گزاریئے۔

جب نماز فجر کا وقت ہوتا ہے تو حکومت کی طرف سے توپ کا گولہ چھوٹتا ہے جس کے بعد نماز فجر ادا کرنی چاہئے نماز کے بعد چند منٹ کا قیام وقوف مزدلفہ کہلاتا ہے جو کہ واجب ہے۔ یہاں میدان میں سے رات ہی کو ۷۰ کنکریاں دھو کر تھیلی میں رکھ لیں۔

۱۰ ذی الحجہ۔ حج کا تیسرا دن

آج دسویں ذی الحجہ ہے۔ حج کے ارکان کی ادائیگی کی وجہ سے حاجیوں کو عیدالاضحیٰ کی نماز معاف کر دی گئی ہے۔ آج کا دن بڑا مصروف دن ہے اور اس دن ہر حاجی کو بہت سے کام سرانجام دینے ہیں۔

حنفی مسلک کے مطابق ان کاموں کا مندرجہ ذیل ترتیب سے کرنا ضروری ہے:

۱۔ وقوف مزدلفہ۔ نماز فجر کے بعد چند منٹ مزدلفہ میں ٹھہرنا

۲۔ رمی جمرہ عقبیٰ (بڑے شیطان کی رمی)۔

۳۔ قربانی کرنا

۴۔ حلق (سر منڈوانا) یا قصر (بال کتروانا)

۵۔ طواف زیارت۔

پہلا واجب وقوف مزدلفہ

نماز فجر کے بعد مزدلفہ میں چند منٹ کا قیام وقوف مزدلفہ کے لئے کافی ہے مگر سورج نکلنے تک وقوف کا وقت رہتا ہے۔ یہاں بھی درود شریف اور ذکرواذکار میں

مصروف رہنا چاہئے۔

دوسرا واجب رمی جمرہ عقبیٰ

(بڑے شیطان کو کنکریاں ں مارنا)

وقوف مزدلفہ کے بعد اپنی اپنی بسوں میں سوار ہو کر منیٰ کو واپسی ہوتی ہے۔ آج صرف بڑے شیطان کو سات کنکریاں ں مارنی ہیں۔ جمرہ عقبیٰ سے کچھ دور کھڑے ہو کر کنکریاں ماریں اور ہر کنکری پر "بسم اللہ اللہ اکبر" پڑھتے جائیں کنکریاں اوپر سے بھی مار سکتے ہیں۔ اور نیچے سے بھی۔ لیکن بہتر یہی ہے کہ اوپر ہی سے ماریں خصوصاً بوڑھے کمزور اور عورتیں تو اوپر ہی سے ماریں ورنہ بھیڑ زیادہ ہونے کی وجہ سے کچل جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ آج رمی کا وقت طلوع آفتاب سے زوال آفتاب تک ہے۔ لیکن غروب آفتاب تک بھی جائز ہے۔ غروب آفتاب کے بعد مکروہ ہے۔ مگر ضعیف بیمار اور عورتوں کے لئے غروب کے بعد بھی مکروہ نہیں۔

تیسرا واجب قربانی

رمی جمرہ عقبیٰ کے بعد قربانی کرنی چاہئے۔ اس قربانی کے جانور کے لئے بھی وہی شرائط ہیں جو عام قربانی کے جانوروں کے لئے ضروری ہیں۔

قربان گاہ پہنچ کر اپنی پسند کا جانور لے کر قربانی کریں۔

آج کل سعودی حکومت کی طرف سے قربانی کے جانوروں کا انتظام کیا گیا ہے جس کے لئے حرم شریف کے نزدیک مقامی بنک کی برانچوں میں قربانی کی مقررہ رقم جمع کرانا ہوتی ہے۔ رقم جمع کرتے وقت بنک والے قربانی کا وقت بھی بتا دیتے ہیں۔ لہذا حجاج کرام رقم جمع کرواتے وقت اپنی قربانی کے وقت کے متعلق اچھی طرح معلوم کر لیں تا کہ اس کے بعد بال کٹوا کر احرام کھول سکیں۔

سعودی حکومت کے ذریعہ قربانی زیادہ بہتر ہے کیونکہ قربانی کا گوشت اکٹھا کر کے سعودی حکومت غریب مسلمان ممالک کو بھیج دیتی ہے اور اس طرح قربانی کا

گوشت استعمال میں آ جاتا ہے۔ جبکہ قربان گاہ میں ذبح شدہ قربانی کا گوشت اکثر ضائع ہو جاتا ہے۔

چوتھا واجب حلق یا قصر

قربانی کے بعد حلق یا قصر کروانا واجب ہے۔ مرد حضرات کو اپنے سر کے تمام بال کٹوانے کو حلق کہتے ہیں جبکہ چوتھائی سر کے ایک پور کے برابر بال کٹوانا قصر کہلاتا ہے۔ عورتیں اپنے سارے سر کے بال ایک پور کے برابر کتر دیں۔

بال کٹوانے کے بعد بہتر ہے کہ غسل کریں اور احرام کھول دیں اور عام لباس پہن لیں۔ اب آپ پر احرام کی تمام پابندیاں ختم ہو گئیں۔ ماسوائے بیوی کے بیوی طواف زیارت کے بعد حلال ہو گی۔

۱۰ ذی الحجہ کا پانچواں اور سب سے اہم کام

طواف زیارت

طواف زیارت ارکان حج میں سے ہے یہ طواف عام کپڑوں میں قربانی کرنے کے بعد کیا جاتا ہے۔ طواف زیارت کا افضل وقت ۱۰۔ ذی الحجہ ہے لیکن بارہویں ذی الحجہ کو غروب آفتاب تک جائز ہے۔ اس کے بعد دم واجب ہو جاتا ہے۔ لیکن طواف زیارت کسی صورت ساقط نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی اس کی ادائیگی کے بغیر بیوی حلال ہوگی۔ طواف زیارت کے بعد احرام کی تمام پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں۔

طواف زیارت کے بعد صفا مروہ کے درمیان کی سعی

طواف زیارت کے بعد آپ عام کپڑوں میں صفا ومروہ کے درمیان سعی کریں۔ کیونکہ اس سے پہلے آپ احرام اتار چکے ہوتے ہیں۔

دسویں ذی الحجہ کے تمام امور سے آپ فارغ ہو گئے لہذا آپ اپنے رب کا جتنا شکر ادا کریں کم ہے۔ کہ اس نے اپنے گھر بلایا اور حج جیسی عظیم نعمت سے سرفراز

کیا۔سعی سے فارغ ہو کر آپ فوراً منیٰ چلے جائیں۔

۱۱۔ ذی الحجہ

حج کا چوتھا دن

اگر آپ نے قربانی یا طواف زیارت نہیں کیا آج کر لیں تاکہ احرام کی پابندیاں ختم ہو جائیں۔

۱۱۔۱۲ اور ۱۳ ذی الحجہ کو ایام رمی کہتے ہیں۔ ان ایام میں رمی کے لئے ہی منیٰ میں ٹھہرنا ضروری ہے۔لہذا ان ایام میں منیٰ سے باہر رات گزارنا ممنوع ہے۔

آج جمرہ اولیٰ جمرہ وسطیٰ اور جمرہ عقبیٰ پر بالترتیب رمی کرنا ہے۔ ہر ایک جگہ سات سات کنکریاں مارنی ہیں۔ اور ہر کنکری بسم اللہ اللہ اکبر پڑھتے ہوئے مارنی ہیں۔ جمرہ اولیٰ اور جمرہ وسطیٰ پر کنکریاں مار کر دعا مانگنی ہے۔ جبکہ جمرہ عقبیٰ پر کوئی دعا نہیں کرنی ہے۔

آج رمی کا وقت زوال آفتاب سے غروب آفتاب تک ہے۔ بعد از غروب آفتاب مکروہ ہے۔

۱۲۔ ذی الحجہ

حج کا پانچواں دن

اگر آپ نے قربانی یا طواف زیارت گیارھویں کو بھی نہیں کیا تو آج کر سکتے ہیں، آج کا مخصوص کام تینوں جمرات کی زوال کے بعد رمی کرنا ہے۔ بالکل اسی ترتیب سے اور اسی طریقے سے جس طرح آپ کل کر چکے ہیں۔

گیارہ اور بارہ تاریخ کو رمی کا وقت زوال کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ اس سے پہلے رمی کرنا جائز نہیں زوال کے بعد سے غروب آفتاب تک جائز ہے لیکن بے پناہ ہجوم کی وجہ سے اگر آپ رمی نہ کر سکیں تو مغرب کے بعد صبح صادق سے پہلے تک جائز ہے۔

تیرھویں تاریخ کو رمی واجب نہیں ہے۔ لیکن اگر تیرھویں کی صبح منیٰ میں ہو جائے تو اس دن کی رمی بھی واجب ہو جاتی ہے۔

۱۲۔ ذی الحجہ کو رمی سے فارغ ہوتے ہی اپنی بسوں پر مکہ مکرمہ واپس ہو جائیں۔ آپ حج جیسی نعمت غیر مترقبہ سے مالا مال ہو گئے ہیں۔ آپ کو اپنی قسمت پر ناز کرنا چاہئے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے گھر بلا کر ارکان حج احسن طریقے سے مکمل کرنے کی توفیق دی اور حج کی نعمت عظمیٰ سے آپ کو نوازا۔

طواف وداع

میقات سے باہر کے رہنے والوں پر واجب ہے کہ جب مکہ معظمہ سے رخصت ہونے لگیں تو رخصتی طواف کریں اور یہ حج کا آخری واجب ہے آپ کا حج، حج افراد ہو یا قرآن یا تمتع ہر صورت میں آپ پر طواف وداع واجب ہے۔

طواف زیارت کے بعد اگر آپ نے نفلی طواف بھی کر لیا ہے تو طواف وداع ادا ہو گیا اور اگر طواف وداع کے بعد کسی ضرورت سے مکہ میں ٹھہر گئے تو چلتے وقت طواف وداع دوبارہ کر لینا مستحب ہے۔ طواف وداع کا وقت طواف زیارت کے بعد شروع ہو جاتا ہے اور اختتام کا کوئی وقت مقرر نہیں، جب تک مکہ میں مقیم ہیں یہ طواف کر سکتے ہیں۔ طواف وداع میں رمل نہ کریں۔ طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھیں، دو رکعت نماز کے بعد زمزم پر جائیں۔ اور خوب سیر ہو کر پانی پیئں اور پانی سینہ اور جسم پر لگائیں۔ اس کے بعد خانہ کعبہ کی چوکھٹ کو بوسہ دیں اور منہ ملتزم پر رکھ کر روئیں اور گڑ گڑائیں اور اس آخری طواف کے موقع پر جو کچھ چاہیں مانگیں دل کھول کر اپنے لئے دعائیں مانگیں۔ مغفرت، تندرستی، حج اور کاروبار میں برکت، خاتمہ بالخیر، غرض جو بھی مرادیں ہوں۔ اپنے لئے اپنے رشتہ داروں کے لئے مانگیں۔ تمام امت مسلمہ مومنین مومنات کے لئے دعائے خیر کریں۔ پاکستان اور عالم اسلام کی بقاء، خوشحالی اور ترقی کی دعاء کریں۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

(نیکی کرنے اور برائی س ے بچنے کا حکم)

یہ اقتباسات مکاشفۃ القلوب مولفہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے لئے گئے ہیں۔فرمان خداوندی ہے:

وَتَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ○

ترجمہ:اور بھلائی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے اور مسلمانوں کو خوشخبری سناؤ۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِا لْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِااللّٰهِ

ترجمہ:تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہو نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔(ال عمران آیت 11)

جناب کلبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس آیت میں امت محمد ﷺ کی تمام دوسری امتوں پر فضیلت کا بیان ہے اور امت مسلمہ علی الاطلاق تمام امم سے بہتر ہے اور دیگر امتوں کی بہ نسبت اس کی ابتداء و انتہا دونوں بہتر ہیں اگرچہ ذاتی طور پر کچھ ہستیاں بہت زیادہ فضیلت و کمال کی مالک تھیں جیسے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تابعین و تبع تابعین وغیرہ۔

اُخْرِجَتْ کا معنی ہے جمیع اوقات میں لوگوں کے نفع اور خیر خواہی کے لیے ممتاز حیثیت لے کر انہیں بھیجا گیا،فرمانِ باری تعالیٰ ہے تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ○اس میں بیان کیا گیا ہے کہ امت مسلمہ کی فضیلت اس لیے ہے کہ وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں برائی سے روکتے ہیں اور اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، اگر وہ اس راستے سے ہٹ جائیں تو ان کی فضیلت باقی نہیں رہے گی، وہ

کافروں سے جہاد کرتے ہیں تاکہ وہ اسلام لے آئیں، اس لیے انہیں غیروں پر ترجیح دی گئی، فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ''بہترین انسان وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے اور بدترین انسان وہ ہے جو لوگوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وہ اللہ کی توحید کی تصدیق کرتے ہیں اور اس پر ثابت قدم رہتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرتے ہیں کیونکہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو نہ مانا، اس نے اللہ تعالیٰ کو نہیں مانا، اس لیے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کردہ معجزات وخصوصیات کو اللہ کی طرف سے نہیں سمجھتا ہے۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے تم میں سے جو کوئی کسی برائی کو دیکھے اسے چاہیے کہ قوت بازو سے ہٹا دے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے، اگر یہ بھی نہ کر سکے تو اسے دل میں برا سمجھے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔

بعض نے کہا، ہاتھوں سے برائی ختم کرنا حاکموں کے لیے، زبان سے برائی کے خلاف جہاد کرنا علماء کے لیے اور دل میں بُرا سمجھنا عوام کے لیے ہے۔

بعض کا قول ہے جو شخص جس قوت کا مالک ہو اسے وہی قوت اس کے مٹانے میں صرف کرنی چاہیے اور برائی کو مٹانا چاہیے، فرمانِ الٰہی ہے تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ)، یہاں تَعَاوَنُوْا سے مراد نیکی کی ترغیب دینا، نیکی کے راستوں کو آسان کرنا اور شر وفساد کو حسب طاقت بند کرنے کی کوشش کرنا ہے۔

ایک حدیث شریف میں ارشاد ہوا جسنے کسی خلاف سنت بات پیدا کرنے والے کو جھڑک دیا، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ایمان و اطمینان سے بھر دے گا اور جو ایسے شخص کی توہین کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن بے خوف کر دے گا اور جس نے نیکی کا حکم دیا اور برائیوں سے روکا وہ زمین پر اللہ تعالیٰ، اس کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ ہے۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ میں نے معراج کی رات ایسے آدمی دیکھے جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے، میں نے جبرائیل علیہ السلام

سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہیں مگر اپنے آپکو بھول جاتے ہیں، فرمانِ خداوندی ہے:۔

اَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (البقرۃ آیت ۴۴)

''کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھلاتے ہو، حالانکہ تم قرآن پڑھتے ہو، کیا تم عقل نہیں رکھتے؟''

لہذا مومنوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ نیکی کا حکم دیں، برائیوں سے روکیں مگر اپنے آپ کو بھی نہ بھولیں جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ط يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ۔ (سورۃ توبہ آیت ۷۱)

ترجمہ: مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں نیکی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ نے مومنوں کی یہ صفت بیان کی کہ وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں۔ اب جو نیکی کا حکم دینا بند کر دے وہ اس ممدوح جماعت میں سے نہیں ہے۔

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ (سورۃ المائدۃ آیت ۷۹) جو بری بات کرتے آپس میں ایک دوسرے کو نہ روکتے۔ ضرور بہت ہی برے کام کرتے تھے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا نیکی کا حکم دیتے رہنا اور برائی سے روکتے رہنا ورنہ تم پر ایسا حاکم مقرر کر دیا جائے گا جو تمہارے بزرگوں کا احترام نہیں کرے گا، تمہارے بچوں پر رحم نہیں کرے گا، تمہارے بڑے بلائیں گے لیکن ان کی بات نہیں مانی جائے گی، وہ مدد طلب کریں گے مگر ان کی مدد نہیں کی جائے گی اور وہ بخشش طلب کریں گے مگر انہیں نہیں بخشا جائے گا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قریہ والوں پر عذاب بھیجا، ان میں اسی ہزار ایسے بھی تھے جنہوں نے انبیاء کی طرح نیک عمل کیے تھے، پوچھا گیا یہ کیسے ہوا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اللہ کے لیے (اللہ کی نافرمانی کے سلسلہ میں) کسی کو برا نہیں سمجھتے تھے اور نہ ہی نیکی کا حکم دیتے اور نہ برائیوں سے روکتے تھے۔

یہ اقتباسات کیمیائے سعادت مولفہ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ سے لئے گئے ہیں۔

معلوم ہونا چاہیے کہ امر باالمعروف و نہی منکر واجب ہے اگر کوئی شخص معذور نہیں اور اس کو ترک کرے گا گنہگار ہوگا۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ○وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○

ترجمہ: تم میں ایک ایسا گرہوہ ہونا چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائے اور اچھی بات کا حکم دے اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں (سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۰۴)

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس بات کی دلیل ہے کہ یہ فریضہ ہے لیکن ایسا فریضہ جو فرض کفایہ ہے کہ جب ایک گروہ اس پر کاربند ہو جائے تو کافی ہے لیکن اگر کوئی بھی نہ ادا کرے تو سب لوگ گنہگار ہوں گے ارشاد خداوندی ہے:۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ

ترجمہ: اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دیں تو وہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں نیک کاموں کا حکم دیتے ہیں اور بُرائی سے منع کرتے ہیں (سورۃ الحج آیت ۴۱)

اس حکم میں اللہ تعالیٰ نے نماز اور زکوٰۃ کو ایک ساتھ شامل کیا ہے اہل دین کی اس طرح صفت بیان کی ہے۔

حضور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:۔
تم لوگ معروف کا حکم دو ورنہ خدا وند تعالیٰ تم میں سے بدترین لوگوں کو تم پر مسلط فرمادے گا۔ اس وقت تم میں سے بہترین لوگ جب دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ اس وقت اس دعا کو نہیں سنے گا''۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی قوم ایسی نہیں جس میں معصیت کاری ہوتی ہو اور وہ اس بات کا انکار کریں کہ اللہ تعالیٰ ان پر ایسا عذاب نازل کرنے والا ہے جو سب لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے گا۔ آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تمام نیک کام جہاد کرنے کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے بہت بڑے دریا کے سامنے ایک قطرہ اور امر بالمعروف کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسے دریائے عظیم کے مقابلہ میں ایک قطرہ۔

انسان جو بات کہتا ہے اس کا تعلق اس کی ذات سے ہے سوائے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں پر عوام کے سبب سے عذاب نہیں نازل فرمائے گا۔ مگر اس وقت کہ وہ (کسی کو منکر میں مبتلا دیکھے اور اس کو منع نہ کر سکے اور خاموش رہے)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایسی جگہ مت بیٹھو جہاں کسی کو ظلم سے قتل کیا جائے یا ظلم سے مارا جائے کہ ایسی جگہ لعنت برستی ہے اس شخص پر جو اس حال کو دیکھے اور منع نہ کرے''۔

ایک اور ارشاد ہے: کہ ایسی جگہ جہاں کوئی ناشائستہ بات ہو رہی ہو اور دیکھنے والا احتساب نہ کرے کہ اس احتساب کے باعث نہ تو اس کو موت اس کے وقت سے پہلے آئے گی اور نہ اس کی روزی کم ہوگی''۔ یہ ارشاد اس بات کی دلیل ہے کہ ظالموں کے مکانات میں یا ایسی جگہ جہاں کوئی ظالم ہو اور اس پر احتساب کی طاقت نہ ہو تو بغیر ضرورت کے نہیں جانا چاہیے''۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جس شخص کے سامنے کوئی گناہ ہوتا ہے اور وہ اس سے کراہت کرتا ہے تو ایسا شخص غائب شخص کی مانند ہے اور اگر وہ وہاں موجود نہیں ہے لیکن اس گناہ پر راضی ہے۔ تو گویا گناہ اس کے سامنے ہو رہا ہے۔

(یعنی اگر کسی کے گھر یا جگہ پر کوئی برا کام ہو رہا ہے اور اس کے علم میں ہے تو گویا وہ گناہ اس کے سامنے ہو رہا ہے اگر چہ وہ وہاں موجود نہ ہو)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو رسول بھی دنیا میں آیا اس کے حواری یعنی اصحاب ہوتے تھے جو اس رسول کے بعد اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول علیہ السلام کی سنت کے مطابق عمل کرتے تھے یہاں تک کہ ان کے بعد ایسے لوگ آئے جو منبروں پر بیٹھ کر تو نیک اور اچھی باتیں کرتے تھے لیکن خود برے معاملات کرتے تھے۔ تو اس وقت ہر ایک مومن پر فرض ہے کہ وہ ایسے لوگوں کے ساتھ ہاتھوں سے جہاد کرے اگر ہاتھوں سے نہ کر سکے تو زبان سے کرے اور اگر زبان سے بھی نہیں کر سکتا تو پھر وہ خود مسلمان نہیں ہے۔

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو حکم دیا کہ فلاں شہر کو زیرو زبر کر دو۔ فرشتے نے کہا کہ الٰہی! فلاں شخص جس نے کبھی ایک لمحہ کے لیے بھی گناہ نہیں کیا ہے اس شہر میں موجود ہے پھر میں اس شہر کو کیسے زیرو زبر کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جاؤ اور ایسا ہی کرو کہ اس شخص نے کبھی دوسروں کے گناہوں پر ناگواری کا اظہار نہیں کیا ہے۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ: شہیدوں میں افضل ترین شہید کون ہے آپ نے فرمایا کہ وہ شخص جس نے سلطان جابر سے محاسبہ کیا۔ تاکہ اس کو اس محاسبہ کی پاداش میں وہ قتل کر دے اور اگر اس کو قتل نہیں کیا گیا تب بھی اس سے زیادہ مرتبہ کسی کا نہیں ہے خواہ وہ کتنی ہی طویل عمر پائے۔ (ماخوذ از کیمیائے سعادت)

رزق حلال

کمائی میں دھیان رکھنا ضروری ہے کہ حلال طریقوں سے کمائے۔حرام طریقوں سے کمائی نہ کرے اور حرام طریقوں سے کمائی گئی دولت کو کبھی بھی استعمال میں نہ لائے۔ ارشاد خداوندی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ O

اے ایمان والو !جو کچھ ہم نے تم کو دیا ان میں سے حلال چیزوں کو کھاؤ۔(پارہ البقرہ، آیت ۱۷۲)

ناحق اور باطل طریقوں سے کمایا ہوا مال کھانا اور استعمال کرنا جائز نہیں۔اللہ تعالیٰ کا قرآن میں فرمان ہے کہ:۔

وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ O

اے ایمان والو! کھاؤ جو اللہ نے رزق حلال تمہیں دیا ہے اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان لائے ہو۔(المائدہ، آیت ۸۸)

قرآن مجید میں مزید فرمایا:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ O

اے ایمان والو! ایک دوسرے کے مال کو ناحق مت کھاؤ مگر یہ کوئی تجارت(سودا) تمہاری باہمی رضامندی سے ہو۔(سورۃ النساء، آیت ۲۹)

یہ اقتباسات کیمیائے سعادت مؤلفہ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ سے لئے گئے ہیں۔

یہ بات جان لے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ ○ ترجمہ: رزق حلال کی تلاش ہر مسلمان پر فرض ہے۔ الکامل لابن عدی جلد دوم صفحہ ۷۷۹)

رزق حلال کی تلاش اس وقت تک نہیں کی جاسکتی جب تک یہ نہ جانے کہ حلال کیا ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے۔ اور دونوں کے درمیان مشکل اور پیچیدہ شبہات ہیں جو شخص ان شبہات کے گرد گھومے گا خطرہ ہے کہ حرام میں پڑے۔

حلال طلب کرنے کے ثواب اور فضیلت کا بیان

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا (سورۃ مومنون آیت ۵۱)

ترجمہ: اے گروہ انبیاء رزق حلال کھاؤ اور نیک عمل کرو۔

یعنی اے گروہ انبیاء جو کچھ کھاؤ حلال اور پاک کھاؤ اور جو کام بھی کرو واچھا اور شائستہ ہی کرو۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے "کہ حلال کی تلاش تمام مسلمانوں پر فرض ہے اور آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو شخص مسلسل چالیس روز حلال کھائے کسی حرام چیز کی آمیزش نہ ہونے دے۔ خدا تعالیٰ اس کے دل کو نور سے بھر دیتا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بزرگ صحابہ کرام میں سے تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ دعا فرمایئے کہ اللہ میری ہر دعا قبول کر لیا کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حلال خوراک کھایا کرو تیری دعا مستجاب ہوگی۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا کھانا اور کپڑا حرام کا ہوتا ہے یہ لوگ ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعا کرتے ہیں مگر ان کی دعا کیسے قبول ہو کیونکہ ان کا کھانا پینا اور لباس حرام کا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ بیت المقدس میں خدا تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو ہر شب آواز دیتا ہے کہ جو حرام کھاتا ہے خدا تعالیٰ نہ اس کا فرض قبول کرتا ہے نہ سنت۔ آپ

ﷺ نے فرمایا جو شخص دس درہم سے کپڑا خریدے ان میں ایک درہم حرام کا ہو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہتا ہے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا جس کا گوشت حرام سے بنا ہو آتش دوزخ اس کے زیادہ لائق ہے۔ آپ ﷺ کا ارشادگرامی ہے کہ جو شخص اس بات کی پرواہ نہ کرے کہ مال کہاں سے ہاتھ آتا ہے خدا تعالیٰ اس کے بارے میں بھی پرواہ نہیں کرتا کہ کس جگہ سے اسے دوزخ میں ڈال دے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا عبادت کے دس حصے ہیں ان میں سے نو حصے طلب حلال میں ہیں۔ آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا جو شخص تلاش حلال میں تھک کر رات کو گھر آتا ہے اسے سونے سے پہلے بخش دیا جاتا ہے۔ صبح جب اٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے خوش اور راضی ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے جو لوگ حرام سے بچتے ہیں مجھے شرم آتی ہے کہ ان سے حساب لوں۔ اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص حرام مال سے صدقہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس صدقے کو قبول نہیں فرماتا۔ جو مال جمع کر کے رکھے گا اس کا توشہ دوزخ بنے گا۔

ایک دفعہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کے ہاتھ سے دودھ پی لیا بعد میں آپ کو خیال آیا کہ یہ دودھ حلال طریقہ سے حاصل نہیں کیا گیا۔ انگشت مبارک حلق میں ڈال کر قے کر دیا۔ آپ کو اس قدر خوف و ڈر پیدا ہوا کہ روح پرواز کر جانے کا خدشہ لاحق ہو گیا۔ آپ نے عرض کی بار خدایا میں تیرے پاس پناہ لیتا ہوں اس سے جو میری رگوں میں باقی رہ گیا ہے قے کے ذریعے باہر نہیں نکلا۔

اور سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی کیا جب ایک دفعہ غلطی سے صدقے کا دودھ آپ کو لوگوں نے پلا دیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تو اس قدر کثرت سے نمازیں پڑھے کہ تیری کمر ٹیڑھی ہو جائے۔ اس قدر روزے رکھے کہ سوکھ کر بال کی طرح پتلا ہو جائے۔ تو بھی کچھ فائدہ نہ ہو گا اور تجھ سے نماز روزے قبول نہ کریں گے۔ جب تک تو حرام سے پرہیز نہ کرے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو آدمی حرام مال سے صدقہ اور خیرات کرے وہ

اس طرح ہے جیسے کوئی پیشاب سے ناپاک کپڑا دھوئے تاکہ اور زیادہ ناپاک ہو جائے۔
حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نیکی خدا تعالیٰ کا خزانہ ہے اس کی چابی دعا اور اس چابی کے دندانے لقمہ حلال ہیں۔ حضرت سہل تسری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کوئی شخص بھی ایمان کی حقیقت نہیں پا سکتا مگر چار چیزوں کے ذریعے (۱) سنت کے مطابق سب فرائض ادا کرے (۲) پرہیز گاری کی شرط کے مطابق رزق حلال کھائے (۳) تمام ناشائستہ حرکات و افعال سے ظاہر و باطن میں دست کش ہو جائے (۴) موت تک اسی حالت میں رہے بزرگوں نے فرمایا ہے جو شخص چالیس روز شبہ کا کھانا کھاتا ہے اس کا دل سیاہ اور زنگ آلود ہو جاتا ہے۔
عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شبہ کا ایک درہم جو اس کے مالک کو واپس کر دوں وہ میرے نزدیک ایک لاکھ درہم صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔
حضرت سہل تسری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص حرام کھاتا ہے اس کے ساتوں اعضاء نافرمانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ وہ نافرمانی میں مبتلا ہونا چاہے یا نہ چاہے اور جو شخص حلال کھاتا ہے اس کے اعضاء نیک کام میں لگے رہتے ہیں اور اس کو خیر کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ اس بارے میں احادیث و روایات بہت وارد ہوئی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ اہل ورع اس سلسلے میں بہت زیادہ احتیاط سے کام لیتے تھے ان اہل ورع میں سے ایک حضرت وہب بن الورد رحمتہ اللہ علیہ ہوئے ہیں۔ آپ کا دستور تھا کہ اس وقت تک کوئی چیز نہ کھاتے جب تک یہ نہ جان لیتے کہ کہاں سے آئی ہے۔
ایک دن آپکی ماں نے آپ کو دودھ کا پیالہ دیا آپ نے دریافت فرمایا یہ کہاں سے آیا ہے اس کی قیمت کس نے ادا کی ہے۔ اور کس سے خریدا ہے۔ جب سب کچھ دریافت فرما لیا تو پوچھا یہ بکری کہاں چرتی ہے۔ پتہ چلا کہ جہاں چرتی تھی وہ مسلمانوں کا حق تھا اس لیے دودھ نہ پیا۔ ماں نے فرمایا پی لے اللہ تجھ پر رحمت نازل کرے آپ نے فرمایا میں نہ پیوں گا اگرچہ اللہ تعالیٰ رحمت ہی کر دے کہ اس صورت میں میں اس کی رحمت تک اس کی نافرمانی سے پہنچوں گا۔
ترمذی نے بسند صحیح یہ حدیث روایت کی ہے کہ بندہ اس وقت تک قیامت

کے دن نہیں ہلے گا جب تک کہ اس سے چار چیزوں کا سوال نہیں ہو جائے گا، اس نے اپنی عمر کیسے پوری کی، اپنی جوانی کن کاموں میں صرف کی، مال کیسے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا اور اپنے علم پر کتنا عمل کیا۔

بیہقی کی حدیث ہے کہ دنیا سرسبز اور شیریں ہے، جس شخص نے اس میں حلال طریقہ سے مال کمایا ور اسے صحیح طور پر خرچ کیا، اللہ تعالیٰ اسے اس کا ثواب دے گا اور اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور جس نے اس میں ناجائز طریقوں سے مال کمایا اور ناجائز طریقوں سے اسے خرچ کیا، اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں بھیجے گا اور ان بہت سے لوگوں کے لیے جو مال کی محبت میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھول جاتے ہیں قیامت کے دن جہنم ٹھکانہ ہوگا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ ترجمہ: جب وہ ماند پڑنے لگے گی ہم اس کی سوزش اور زیادہ کر دیں گے۔

مکتوب نمبر ۱۹۱ حصہ سوئم دفتر اول میں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یہ خداوند جل شانہ کی کمال مہربانی ہے کہ تمام شرعی تکالیف اور دینی امور میں نہایت ہی آسانی اور سہولت کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ مثلاً رات دن کے آٹھ پہر میں صرف سترہ رکعت (فرض) نماز ادا کرنے کی تکلیف دی گئی ہے۔ اور ان کے ادا کرنے میں سارا ایک گھنٹہ بھی صرف نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں نماز میں قرأت جس قدر میسر آسکے اسی پر کفایت کی اجازت دی گئی ہے اور اگر قیام مشکل ہو تو بیٹھ کر ادا کرنے کی اجازت ہے اور جب رکوع و سجود مشکل ہو اشارے سے ادا کرنے کا حکم ہے اور وضو میں اگر پانی استعمال کرنے پر قدرت نہ ہو تو تیمم کو اس کی جگہ مقرر کیا ہے اور زکوۃ میں چالیس حصوں میں سے صرف ایک حصہ فقراء و مساکین کے لئے مقرر کیا گیا ہے اور اسے بھی بڑھنے والے مالوں اور چرنے والے مویشیوں پر منحصر کیا اور تمام عمر میں صرف ایک حج فرض کیا ہے اور اس کے لیے بھی راستے کے خرچ، سواری اور راستے میں خطرہ نہ ہونے کے ساتھ مشروط فرمایا ہے اور دائرہ مباح کو وسیع اور کشادہ کر دیا ہے۔ چار آزاد عورتیں

نکاح کے ساتھ اور زر خرید لونڈیاں جس قدر چاہیں مباح فرمائی ہیں اور طلاق کو نکاح کی تبدیلی کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔ کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں میں زیادہ مباح اور کم حرام کی ہیں وہ بھی بندوں کے بہتری اور ان کے فائدے کی خاطر۔

مثلاً ایک بدمزہ ضرر اور نقصان سے لبریز شراب کو حرام کیا ہے اور اس کے عوض بے شمار فائدے مند اور خوش ذائقہ اور خوشبودار شربتوں کو جائز اور مباح فرمایا ہے۔ عرق لونگ اور عرق دار چینی میں ان کے خوش مزہ اور خوشبودار ہونے کے باوجود اس قدر فائدے اور منافع ہیں جو بیان میں نہیں آ سکتے۔ کڑوی، بدمزہ، بدبو، بدخو، ہوش و حواس کھونے والی اور پر خطر شراب کو خوشبودار اور خوشگوار چیز سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اس کے علاوہ ان دونوں میں حلال و حرام کے اعتبار سے جو فرق ہے وہ الگ ہے اور وہ فرق و تمیز جو اللہ کی رضا ور ناراضگی کی وجہ سے ہے الگ ہے۔

یوں ہی اگر بعض ریشمی کپڑوں کو حرام کیا ہے تو کیا ڈر ہے۔ جبکہ کئی طرح کے قیمتی اور دیدہ زیب کپڑے ان کے عوض حلال کر دیئے ہیں اور پشمینہ اور صوف کا لباس جو عام طور پر مباح ہے، ریشمی لباس سے کئی درجے بہتر ہے۔ پھر ریشمی لباس بھی صرف مردوں کے لیے حرام ہے عورتوں کے لیے حلال اور جائز ہے اور اس کے منافع بھی مردوں کو ہی پہنچتے ہیں اور یہی سونے چاندی کا حال ہے کہ ان سے عورتوں کے زیوارات در حقیقت مردوں ہی کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ اگر کوئی بے انصاف اس آسانی اور سہولت کے باوجود اسلام پر چلنا مشکل اور دشوار جانے تو مرض قلبی میں مبتلا اور باطنی بیماری میں گرفتار ہے۔ بہت سے کام ایسے ہیں جن کا کرنا تندرست لوگوں کے لیے آسان ہوتا ہے۔ لیکن کمزور لوگوں کے لیے نہایت ہی مشکل ہوتا ہے اور مرض قلبی سے مراد آسمان سے نازل شدہ خدا تعالیٰ کے احکام پر دلی یقین کا نہ ہونا ہے۔ ایسے لوگوں کو اس وقت جو تصدیق حاصل ہے وہ صرف صورت تصدیق ہے۔ نہ کہ حقیقت تصدیق۔ حقیقت تصدیق کے حصول کی علامت احکام الٰہیہ کی بجا آوری میں آسانی کا پایا جانا ہے ورنہ بے فائدہ رنج اٹھانے کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ اللّٰهُ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاءُ وَيَهْدِىْ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ O

ترجمہ: مشرکوں پر وہ بات بھاری ہے جس کی طرف آپ (ﷺ) ان کو بلاتے ہیں۔ اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے برگزیدہ کرتا ہے اور اپنی طرف اسے ہی ہدایت دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ (سورہ شوریٰ آیت ۱۲)

حلال وحرام جانوروں کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَا اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ، وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ، ذٰلِكُمْ فِسْقٌ" O

تم پر حرام ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا اور وہ جو گلا گھونٹنے سے مرے اور بے دھار کی چیز سے مارا ہوا اور جو گر کر مرا اور جسے کسی جانور نے سینگ سے مارا اور جسے کوئی درندہ کھا گیا مگر جنہیں تم ذبح کرلو اور جو کیس تھان پر ذبح کیا گیا اور پانسے ڈال کر بٹواری کرنا۔ یہ گناہ کا کام ہے۔(پارہ ۶، سورۃ المائدہ، آیت ۳)

سورۃ المائدہ کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے گیارہ چیزوں کو حرام فرمایا جو یہ ہیں ۔(۱) ہر مردار جانور (۲) بہنے والا خون (۳) سور کا گوشت اور اس کے تمام اجزاء (۴) وہ جانور جس کے ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا ہو جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں کفار بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے (۵) گلا گھونٹ کر مارا ہوا (۶) وہ جانور جو گر کر مرا ہو، پہاڑ سے سے یا کنویں وغیرہ میں (۷) وہ جانور جو لاٹھی ، پتھر، گولی چھرے یعنی بغیر

دھار والی چیز سے مارا گیا ہو(۸)وہ جانور جس کو دوسرے جانور نے سینگ مارا ہو اور وہ اس صدمے سے مر گیا ہو(۹)وہ جانور جسے کسی درندے نے تھوڑا سا کھایا ہو اور بعد ایسے واقعات کے زندہ بچ گئے ہوں،پھر تم انہیں باقاعدہ ذبح کر لو تو وہ حلال ہیں(۱۰)وہ جانور جو کسی بت پرستی کے تھان پر عبادت کے طور پر ذبح کیا گیا ہو جیسے کہ زمانہ جاہلیت کے کفار بتوں کے تھان پر بتوں کی عبادت کرتے تھے اور ان کے لیے جانور ذبح کرتے تھے اور اس ذبح سے بتوں کی عبادت کی نیت کرتے تھے (۱۱)حصہ یہ حکم معلوم کرنے کے لیے پانسہ ڈالنا جیسا کہ زمانہ جاہلیت کے کفار تیروں سے پانسہ ڈالتے اور فال کھول کر اس پر عمل کرتے اور اس حکم کو حکم الٰہی جانتے تھے ۔اس کی ممانعت فرما دی گئی ۔

آٹھ قسم کے جانور حلال ہیں۔

خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا:

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشاً،كُلُوْامِمَّارَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْاخُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ،اِنَّه' لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ O ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ

اور مویشیوں میں سے کچھ بوجھ اٹھانے والے اور کچھ زمین پر بچھے ہوئے ہیں (کچھ بڑے کچھ چھوٹے) کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تمہیں روزی دی اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو بے شک وہ تمہارا صریح دشمن ہے،آٹھ نر و مادہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ انعام کی اس آیت میں آٹھ نر و مادہ جانوروں کو حلال فرمایا ہے جو یہ ہیں (۱) بھیڑ نر(۲) بھیڑ مادہ(۳) بکری نر(۴) بکری مادہ(۵)اونٹ نر(۶)اونٹ مادہ(۷) گائے نر(۸) گائے مادہ۔

ہرن بکری کے حکم میں داخل ہے اور بھینس نر مادہ اور نیل گائے نر و مادہ گائے کے حکم میں داخل ہے ان کے علاوہ سب چوپائے گدھا ہاتھی وغیرہ سب حرام ہے، کچھ کی حرمت تو صریحاً قرآن سے ثابت ہے ۔مثلاً خنزیر اور کچھ کی حرمت قرآن کے اشارات اور احادیث کی تصریحات سے ثابت ہے۔

تواضع وانکساری

☆من توضع للّٰہ ورفعهُ اللّٰہ فهو فی نفسہٖ صغیر'' و فی اعین الناس عظیم''۔ ومن تکبر وضعه اللّٰہ فهو فی اعین الناس صغیر'' وفی نفسہٖ کبیر'' لهو اهون علهیم من کلبٍ اوخنزیرٍ۔O(بیهقی شریف)

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ اسے رفعت و بلندی عطا کرتا ہے۔ وہ اپنی ذات کو حقیر جانتا ہے مگر لوگوں کی نظروں میں وہ بزرگ ہوتا ہے۔ اور جو تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے نیچا کرتا ہے، تو وہ لوگوں کی نظروں میں حقیر ہوتا ہے لیکن خود اپنے آپ کو بڑا خیال کرتا ہے۔ ایسا شخص لوگوں کی نگاہوں میں کتے اور خنزیر سے بھی حقیر اور خوار ہوتا ہے۔

☆قال موسیٰ بن عمران علی نبینا و علیه الصلوات والتسلیماتُ یا رب من اعز عبادك قال من اذ اقدر خفرO

حضرت موسیٰ بن عمران علی نبینا علیہ الصلوات و التسلیمات نے عرض کیا اے رب، تیرے نزدیک تیرے بندوں میں زیادہ باعزت کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو قدرت رکھنے کے باوجود بخش دے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

من خزن لسانهٗ ستر اللّٰہ عورته' ومن کف غضبه' کف اللّٰہ عنهُ عذابه' یوم القیٰمةِ ومن اعتذر الی اللّٰہِ قبل اللّٰہ عُذرَہ' O

(بیهقی شریف)

ترجمہ: جو شخص اپنی زبان کی نگہداشت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے عیب پوشیدہ رکھے گا اور جو اپنے غصے کو روکے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے عذاب روک

لے گا اور جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عذر خواہی کرے گا اللہ اس کے عذر کو قبول فرمائے گا۔

حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:۔

من کانت لہ' مظلمۃ'' لا خیہ من عرضہٖ اوشیءٍ فلیتحلّلُ منہُ الیوم قبل ان لا یکون دینار'' وّلا درھم'' ان کان لہ' عمل'' صالح'' اخذ بقدر مظلمتہٖ وان لم یکن لہ' حسنات'' اخذ من سیئاتِ صاحبہٖ فحمل علیہِ O(بخاری شریف)

ترجمہ: جس شخص پر اس کے مومن بھائی کا کوئی حق ہو۔ یعنی ظلماً اس سے کوئی چیز لی ہو چاہیے کہ اس سے آج ہی معاف کروالے اس سے پہلے کہ اس کے پاس نہ دینار رہے اور نہ درہم۔ اگر اس کے پاس نیکیاں ہوں گی تو وہ باندازہ ظلم اس سے لے لی جائیں گی اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کی برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

اتدرُوْن ما المفلس قالو المفلسر فینا من لا درھم لہ' ولا متاع فقال المفلس من امتی من یاتی یوم القیٰمۃِ بصلٰوۃٍ و صیامٍ وّ زکوٰۃٍ وّیاتی قد شتم ھذ اوقذف ھٰذَا واکل مال ھٰذَا وسفک دم ھٰذَا وضرب ھٰذا ینعطی ھٰذا من حسناتہٖ و ھٰذا من حسناتہٖ فان فنیت حسناتُہ' قبل ان یقضی ما علیہِ اخذ من خطا یا ھم فطر حت علیہِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِO(مسلم شریف)

ترجمہ: جانتے ہو مفلس اور تنگدست کون ہے؟ لوگوں نے عرض کی ہم میں مفلس وہ ہوتا ہے جس کے پاس درہم اور سامان نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا

میری امت میں سے بڑا مفلس اور تنگدست وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکوٰۃ کے ساتھ بارگاہِ الہیٰ میں حاضر ہوگا لیکن اس کے ساتھ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کو قتل کیا ہوگا اور کسی کو مارا پیٹا ہوگا۔ تو ایک حقدار کو بھی اس کی نیکیاں دی جائیں گی، اور دوسرے کو بھی۔ پھر اگر،اس کی نیکیاں اس کے ذمہ حقوق کی ادائیگی سے پہلے ہی ختم ہو جائیں گی تو اہل حقوق کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اسے دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپؓ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا کو لکھا کہ مجھے کوئی ایسا خط لکھیں جس میں مختصر وصیت درج ہو۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے انہیں لکھا:

سلام" علیکم اما بعد فَاِنِّیْ سمعت رسول اللّٰہِ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه و علی آلہٖ و صحْبہٖ وسلم یقول من التمس رضی اللّٰہِ بسخط الناس کفاہُ اللّٰہُ الی الناس والسلام علیك.

ترجمہ: اسلام علیکم کے بعد واضح ہو کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص لوگوں کی ناراضگی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اللہ کی رضا کا طالب رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے لوگوں کے بوجھ اور گرانی سے کافی ہوگا۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو نظر انداز کرے گا اور لوگوں کو راضی کرے گا اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے سپرد کر دے گا۔ یعنی اس کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں لے گا۔ والسلام علیک۔

حضور نبی کریم ﷺ نے سچ فرمایا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہمیں اور تمہیں مخبر صادق ﷺ کے ارشادات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

چند روزہ فرصت کو غنیمت جاننا چاہیے اور رب تعالیٰ کی خوشنودی کے کاموں میں کوشش کرنی چاہیے اور خلق خدا کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہیے۔

التعظیم لامر اللّٰہ و الشفقۃ علیٰ خلق اللّٰہ O یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم اور مخلوقِ خدا پر شفقت و مہربانی نجاتِ اخروی کی دو عظیم بنیادیں ہیں۔ مخبر صادق ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے نفس الامر کے عین مطابق ہے۔ معاذ اللہ مسخراپن اور بیہودگی کا اس میں قطعاً کوئی شائبہ نہیں۔ خوابِ خرگوش کب تک۔ آخر سخت رسوائی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالی شان ہے: اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ O (پارہ ۱۸، سورۃ مومنون)

کیا تمہارا گمان یہ ہے کہ میں نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے اور تم ہماری بارگاہ میں لوٹ کر نہیں آؤ گے۔

امانت کا بیان

امانت رکھنا جائز ہے ۔ اور جس کی امانت ہے اس کو واپس کی جائیگی۔امانت میں خیانت حرام وگناہ ہے۔

فرمان الٰہی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَاۙ

بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں انہیں سپرد کردو۔(النساء،آیت)

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ

اور وہی لوگ جو اپنی امانتوں اور عہد کی پاسداری کرتے ہیں فلاح پانے والے ہیں۔(مومنون،آیت 8)

یہ اقتباسات مکاشفۃ القلوب مؤلفہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے ماخوذ ہیں۔

قرطبی کا قول ہے کہ امانت دین کی تمام شرائط و عبادات کا نام ہے، یہ جمہور کا قول ہے اور قولِ صحیح ہے۔اس کی تفصیل میں کچھ اختلاف ہے۔ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے یہ مال کی امانت ہے جیسے امانت رکھا ہوا مال وغیرہ۔ان سے یہ بھی مروی ہے کہ فرائض میں سب سے اہم مال کی امانت ہے۔

امانت کے معنی

امانت ایمان سے مشتق ہے، جو شخص امانتِ خداوندی کی حفاظت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کا محافظ ہوتا ہے،فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

"اس کا ایمان نہیں جس میں امانت نہیں اور اس کا دین نہیں جس میں عہد کی پاسداری نہیں"۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب وہ بات

کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرتا ہے تو خلاف عہد کرتا ہے، امین بنایا جائے تو خیانت کرتا ہے"۔ یعنی جب کوئی اسے کسی بات کا راز دار بنایا جائے تو دسرے لوگوں کو بتلا دیتا ہے یا امانت لوٹانے سے انکار کر دیتا ہے یا امانت کی حفاظت نہیں کرتا یا اپنے استعمال میں لاتا ہے وغیرہ۔

حفظِ امانت مقرب فرشتوں انبیاء کرام اور نیک بندوں کی صفت ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے کہ:۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْ مُرُ کُمْ اَنْ تُؤَدُّوْا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِہَا O

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے تم امانتیں ان کے مالکوں کو لوٹاؤ۔

مفسرین کرام کہتے ہیں، اس آیت کریمہ میں بہت سے احکام شرعی موجود ہیں اور اس کا خطاب عمومی طور پر تمام والیوں (حاکموں) سے ہے، اس لیے والیوں کے لیے ضروری ہے کہ مظلوم کے ساتھ انصاف کریں، اظہار حق سے نہ روکیں کیونکہ یہ ان کے پاس امانت ہے، عمومی طور پر تمام مسلمانوں اور خصوصی طور پر یتیموں کے مال کی حفاظت کریں۔ علماء کے لئے لازم ہے کہ وہ لوگوں کو دینی احکامات کی تعلیم دیں کیونکہ علماء نے بارِ امانت کو اٹھانے کا عہد کیا ہے۔ باپ کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی اولاد کے ساتھ حسنِ سلوک کرے اور اسے اچھی تعلیم دے کیونکہ یہ اس کے پاس امانت ہے۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:۔

کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ O

ترجمہ: تم میں سے ہر ایک حاکم ہے اور ہر ایک اپنی رعایا کے بارے میں جواب دہ ہے۔

زہر الریاض میں ہے قیامت کے دن ایک انسان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا، خداوند عزوجل فرمائے گا تو نے فلاں شخص کی امانت واپس کی تھی؟ بندہ عرض کرے گا نہیں، رب تعالیٰ حکم دے گا اور فرشتہ اسے جہنم کی طرف لے جائے گا، وہاں وہ جہنم کی گہرائی میں اس امانت کو رکھا ہوا دیکھے گا، وہ اس امانت کی طرف۔

جائے گا اور ستر سال کے بعد وہاں پہنچے گا تو اس کا پاؤں پھسل جائے گا اور وہ جہنم کی گہرائی میں گر جائے گا اسی طرح وہ گرتا رہے گا اور چڑھتا رہے گا یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے اسے رب ذوالجلال کی رحمت حاصل ہو گی اور امانت کا مالک اس سے راضی ہو جائے گا۔

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ غسلِ جنابت امانت ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنھما کا قول ہے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے انسان کی شرمگاہ کو پیدا کیا اور فرمایا یہ امانت ہے جو میں تجھے دے رہا ہوں، اسے بے راہ روی سے بچانا، اگر تو نے اس کی حفاظت کی تو میں تیری حفاظت کروں گا، لہذا شرمگاہ امانت ہے، کان امانت ہے، زبان امانت ہے، پیٹ امانت ہے، ہاتھ اور پیر امانت ہیں اور جس میں امانت نہیں اس کا ایمان نہیں۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝

ترجمہ: اللہ نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر امانت پیش کی، وہ اسے سنبھالنے کے لیے آمادہ نہ ہوئے۔ اور انسان نے یہ بار امانت اٹھا لیا بے شک وہ اس بار امانت کو نہ سمجھ کر غلطی پر تھا۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے جب امانت آسمانوں زمین اور پہاڑوں پر پیش کی گئی تو یہ تمام مظاہر کائنات اور جو کچھ ان میں ہے سخت بے چین ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا اگر تم اچھے عمل کرو گے، تو تم کو اجر ملے گا اور اگر برے کام کرو گے تو میں عذاب دونگا انہیں خوف ہوا کہ وہ اس امانت کا حق ادا نہ کر سکیں گے اور عذاب کے مستحق ہوں گے یا انہیں خیانت کا خوف لاحق ہوا۔ تو انہوں نے یہ بار گراں اٹھانے سے معذرت کر لی۔

مجاہد کا قول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور اس پر امانت پیش کی اور یہی کہا گیا تو انہوں نے کہا میں اس بار کو اٹھاتا ہوں۔

یہ بات سمجھنے کی ہے زمین و آسمان اور پہاڑوں کو امانت لینے نہ لینے کا اختیار دیا گیا تھا، انہیں مجبور نہیں کیا گیا تھا، اگر ان کے لیے ضروری قرار دیا گیا ہوتا تو لامحالہ انہیں یہ بارِ امانت اٹھانا پڑتا۔

قفال وغیرہ کا قول ہے کہ اس آیت میں 'عرض' سے ایک مثال دی گئی ہے کہ زمین و آسمان اور پہاڑوں پر ان کی بے پناہ جسامت کے باوجود شریعت مطہرہ کے احکامات کی ذمہ داری اگر ان پر ڈالی جاتی تو یہ عذاب و ثواب کی وجہ سے ان پر گراں گزرتی کیونکہ یہ تکلیف ہی ایسی مہتمم بالشان ہے کہ زمین و آسمان اور پہاڑوں کا عاجز آ جانا عین ممکن ہے مگر اسے انسان نے قبول کر لیا چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ آدم علیہ السلام پر اس وقت یہ امانت پیش کی گئی جب کہ میثاق کے وقت ان کی اولاد کو ان کی صلب سے ننھی منھی صورتوں میں نکالا گیا تو آدم نے یہ بارِ امانت قبول کر لیا، فرمانِ الٰہی ہے کہ "اِنَّـهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝ ترجمہ: انسان نے اس بارِ امانت کو اٹھا کر اپنے آپ پر ظلم کیا اور وہ اس بارِ گراں کا اندازہ نہ کر سکا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے، یہ امانت آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی اور فرمان ہوا اسے مکمل طور پر لے لو، اگر تم نے اطاعت کی تمہیں بخش دوں گا، اگر نافرمانی کی تو عذاب دوں گا، آدم علیہ السلام نے عرض کیا یا رب العالمین! میں نے اسے مکمل طور پر قبول کیا اور اسی دن عصر سے رات تک کا وقت ہی گزرا تھا کہ انہوں نے شجرِ ممنوعہ کھا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت میں لے لیا۔ آدم علیہ السلام نے توبہ کی اور صراطِ مستقیم پر گامزن ہو گئے۔

ایفائے عہد

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَوۡفُوۡا بِالۡعَهۡدِ اِنَّ الۡعَهۡدَ كَانَ مَسۡئُوۡلًا ۝

اور عہد کو پورا کرو بے شک عہد کے متعلق (قیامت) میں سوال کیا جائے گا۔(بنی اسرائیل، آیت 34)

اور حدیث پاک میں ہے۔

لَادِیۡنَ لِمَنۡ لَّا عَهۡدَ لَهٗ ۝

جو شخص وعدہ کا پابند نہیں اس کا دین (کامل) نہیں۔(مشکوۃ شریف)

منافق کی علامت بیان کرتے ہوئے حدیث پاک میں ایک علامت یہ بھی بیان فرمائی گئی کہ وہ عہد کی خلاف ورزی کرتا ہے۔احادیث کی روشنی میں معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کے لیے وعدہ کی پابندی کرنا لازم وضروری ہے۔ورنہ قیامت کے دن جواب دہ ہو گا۔

کسی سے کوئی وعدہ کر کے اس وعدہ کو پورا نہ کرنا بدترین جھوٹ اور ایک قسم کی امانت میں خیانت ہے۔جو بدترین گناہ ہے۔حضور اکرم ﷺ نے اس کو منافق کی خصلت بتایا ہے۔چنانچہ حدیث شریف میں ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

''چار باتیں جس شخص میں ہوں گی وہ خالص منافق ہو گا اور جس شخص میں ان چار باتوں میں سے ایک بات ہو گی تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہو گی۔یہاں تک کہ اس بات کو چھوڑ دے۔(۱)جب وہ امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔(۲)جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔(۳)جب کوئی وعدہ کرے تو عہد شکنی کرے۔(۴)اور جب کوئی بحث کرے تو گالی بکے اور بدزبانی کرے۔(مشکوۃ شریف)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ ۝

اے ایمان والو! وعدوں کو پورا کرو۔(المائدہ، آیت 1)
اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمان پر لازم ہے کہ اپنے وعدوں کو ضرور پورا کرے اور ہرگز وعدہ خلافی نہ کرے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ O(مومنون، آیت8)
اور وہی فلاح پانے والے ہیں جو امانتوں اور عہد کا پاس کرتے ہیں۔
یہ اقتباسات فتوح الغیب مؤلفہ حضرت غوث الاعظم عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ماخوذ ہیں۔

اگر چہ تو ضعیف الایمان اور کمزور یقین کا مالک ہے تاہم اپنے کیے ہوئے وعدے کو پورا کر۔قسم نہ اٹھاتا کہ اسے پورا نہ کرسکنے کی صورت میں تیرا ایمان متزلزل نہ ہو۔ پھر جب تیرے دل میں ایمان و یقین قوی اور مضبوط ہو جائے اور تجھے اس قول خداوندی سے خطاب کیا جائے اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ بیشک آج تو ہمارے یہاں معزز و معتمد ہیں اور یہ خطاب تجھے بار بار ہوگا اس وقت تو بندگان خاص بلکہ خاص الخاص میں سے ہوگا' اور اس وقت، تیرا کوئی ارادہ باقی رہے گا اور نہ مطلب اسی طرح نہ کوئی ایسا عمل باقی رہے گا جس پر تو فخر کر سکے اور نہ کوئی ایسا مرتبہ جسے دیکھ کر تو خوش ہو! یا تیرا دل اس کی طرف متوجہ ہو اس وقت تیری مثال ایسے برتن کی سی ہوگی جس میں کوئی بہنے والی چیز نہ ٹھہرتی ہو' اس وقت تیرے اندر کوئی ارادہ' عادت اور دنیا و آخرت کی کسی بھی چیز کی طرف کوئی توجہ باقی نہیں رہے گی! اور بارگاہ الوہیت کے علاوہ تمام علائق سے پاک ہو جائے گا تجھے رضائے الٰہی عطا کی جائے گی اور اللہ کی جنت میں مقام رضوان کا وعدہ دیا جائے گا۔ اور تو خدائے لم یزل کے افعال سے لذت و نعمت حاصل کرتا رہے گا۔ پھر تجھ سے وعدہ کیا جائے گا اور جب تو اس وعدہ پر مطمئن ہو جائے گا اور تیرے اندر کسی ارادے کی علامت پائی جائے گی' تو اس وقت تجھے اس وعدے سے مزید اعلیٰ وعدے کی طرف منتقل کیا جائے گا اور اس سے بے نیاز ہونے کی وجہ سے اس سے بھی بلند وعدے کا بدلہ دیا جائے گا' اور تجھ پر علوم و معرفت کے

دروازے کھول دیئے جائے گے اور پھر تجھے وعدہ اول سے وعدہ ثانی کی طرف لوٹائے جانے کی مخفی مصلحتوں' دانائی کی حکمتوں اور حقائق و اسرار سے مطلع کیا جائے گا' پھر تیرے اس مرتبہ میں حال کی حفاظت کی جائے گی' اس مقام میں تجھ پر اسرار کی حفاظت شرح صدر تنویر قلب فصاحت زبان حکمت کاملہ اور محبت میں اضافہ کیا جائے گا۔ اس وقت تجھے دنیا و آخرت میں تمام مخلوق اور اس کے ماسوا کا محبوب بنا دیا جائے گا کیونکہ تو اللہ تعالیٰ کا محبوب بن گیا اور تمام مخلوق خدا کی تابع ہے اور ان کی محبت خدا کی محبت میں داخل ہے جیسے کہ ان کا بغض خدا کے بغض میں داخل ہے' اسی طرح جب تو اس مقام میں پہنچا دیا جائے گا جہاں تجھے مطلقاً کسی چیز کا ارادہ نہیں ہوگا تو اس وقت کسی چیز کا ارادہ تیرے اندر پیدا کر دیا جائے گا جب تیرا ارادہ اس کے ساتھ پختہ ہو جائے گا تو وہ چیز معدوم کر دی جائے گی اور تیرا ارادہ اس سے پھیر دیا جائے گا' چنانچہ دنیا میں تجھے وہ چیز نہیں دی جائے گی لیکن آخرت میں اس کا بدلہ تجھے ایسی چیز سے دیا جائے گا جو بارگاہ اقدس میں تیرا قرب بڑھائے گی اور فردوس بریں اور جنت الماویٰ میں اس کے ذریعے تیری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور اگر دنیا میں جو کہ فنا کا گھر اور تکلیف کا ٹھکانہ ہے تو نے وہ چیز طلب کی اور نہ ہی اس کی امید رکھی اور نہ اس کی طرف مائل ہوا بلکہ دنیا میں تیری امید کا مرکز وہی ذات پاک رہی جس نے تمام چیزوں کو پیدا کیا اور ظاہر کیا کسی کو دیا اور کسی کو نہیں دیا جس نے زمین کا فرش بچھایا اور آسمان کو بلند کیا کیونکہ یہی ذات ہی درحقیقت مراد مطلوب اور مقصود حقیقی ہے' بسا اوقات وہ امر جسے تو نے نہیں چاہا تیری شکستہ دلی اور مطلوب و مراد اور آرزو سے باز رہنے اور آخرت میں اس کا بدلہ مقرر کرنے کے بعد دنیا میں ایسی چیز سے اس کا بدلہ دیا جائے گا جو اس سے ادنیٰ یا اس کے مساوی ہوگی جیسے کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

(جھوٹ) دروغ گوئی بہت بڑی لعنت ہے

اسلامی معاشرے میں جھوٹ بہت بڑا عیب اور بد ترین گناہ کبیرہ ہے۔جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے ۔جھوٹ بولنے والے ہمشہ ذلت کا شکار رہتے ہیں اورآخرت میں بھی یہ لوگ عذاب میں گرفتار ہوں گے۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جھوٹوں کو''ظالم''فرمایا ہے ۔چنانچہ فرمایا کہ

فَمَنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَO

تو اس کے بعد جواللہ پر جھوٹ باندھے تو وہی ظالم ہیں ۔(پارہ آل عمران،آیت 94)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سچ بولنا نیکی ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے اور جھوٹ بولنا فسق وفجور ہے اور فسق وفجور دوزخ میں لے جاتا ہے۔(مسلم شریف)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بو سے فرشتہ ایک میل دور ہٹ جاتا ہے ۔(ترمذی)

یہ اقتباسات کیمیائے سعادت مؤلفہ حضرت امام غزالی سے لیے گئے ہیں ۔

دوروغ گوئی اس وجہ سے حرام کیا گیا ہے کہ یہ دل پر اثر کرتا ہے اوردل کو تیرہ وتاریک بنا دیتا ہے البتہ جہاں کہیں مصلحت کی بنا پر بولا جائے اور بولنے والا اس سے بیزار ہو۔ (اس کو پسند نہ کرے) تو روا ہے کیونکہ جب اس سے کراہت کی جائے گی تو دل اس سے تاریک نہیں ہوگا اور جب کسی بھلائی کے خیال سے جھوٹ بولے گا تو دل تاریک نہیں ہوگا اگر کوئی مسلمان کسی ظالم سے بھاگا ہے تو مناسب نہیں ہے کہ اس کا صحیح پتا بتایا جائے بلکہ اس مقام پر جھوٹ کہنا واجب ہوگا، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین موقعوں پر جھوٹ بولنے کی اجازت دی ہے ایک جنگ میں کہ آدمی اپنا ارادہ دشمن پر ظاہر نہ کرے دوسرا جب دو شخصوں میں صلح کرانا مقصود ہو تو ہر ایک کی

طرف سے اچھی بات بیان کرے اگرچہ حقیقت میں نہ کہی گئی ہو، تیسرا مقام یہ ہے کہ اگر کسی شخص کی دو بیویاں ہیں تو اگر ہر ایک سے وہ یہ کہے کہ میں تجھ سے بہت پیار کرتا ہوں، اگر کوئی ظالم کسی کے مال کا سراغ دریافت کرے تو اس کو چھپانا اور مخفی رکھنا درست ہے اور اگر کوئی شخص کسی کا راز معلوم کرنا چاہے تو بھی سچ نہ بولے اسی طرح اگر کسی کے معصیت اور گناہ کو ظاہر کرنے سے انکار کرے تو یہ بھی درست ہے کیونکہ شرع کا حکم ہے کہ لوگوں کے عیب چھپاؤ، جب کوئی بیوی وعدہ کئے بغیر طاعت نہیں کرتی تو مرد اس سے وعدہ کرے خواہ اس کے ایفاء کی اس میں معذرت نہ ہو بس ایسی صورتوں میں دروغ گوئی روا ہے۔

دروغ گوئی کی حقیقت

دروغ کی حقیقت یہ ہے کہ وہ بات کہنے کے لائق نہیں ہے لیکن جہاں راست گوئی سے قباحت پیدا نہ ہوتی ہو تو ایسے موقع پر چاہیے کہ ان دونوں کو عدل کی ترازو میں تولے اگر درست گوئی کا نقصان. دروغ گوئی سے زیادہ سے جیسے دو شخصوں کی لڑائی، میاں بیوی کا بگاڑ، مال کا زیاں، راز کا افشاء ہونا یا کسی معصیت کے اعتبار سے رسوا ہونا، ان تمام صورتوں میں دروغ گوئی مباح ہے کیونکہ ان تمام باتوں کی قباحت، دروغ کی برائی سے زیادہ ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ جب بھوک سے مرجانے کا اندیشہ ہو تو مردار کھانا حلال ہو جاتا ہے کیونکہ جان کی حفاظت، مردار کے کھانے کی قباحت سے زیادہ اور اہم ہے، اگر ایسی کوئی بات نہ ہو تو اس کے لیے جھوٹ بولنا درست نہیں ہو گا پس وہ دروغ جو کوئی شخص مال وزر کی زیادتی کے لیے یا خودستائی اور لاف زنی یا اپنا بلند مرتبہ ظاہر کرنے کے لیے بولے گا تو وہ حرام ہو گا۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ میں اپنی سوکن کو آرزدہ کرنے کے لیے اپنے شوہر کی مہربانیاں اپنے حال پر، اپنے دل سے بنا کر بیان کروں تو کیا یہ درست ہو گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ایسی خبر کو جو حقیقت میں نہ ہو، خود دل سے گڑھ کر بیان کرے گا، وہ

اس شخص کی مانند ہو گا جس نے دغا کے دو لباس پہنے ہوں یعنی اس نے خود بھی جھوٹ بولا اور دوسرے کو بھی غلطی میں مبتلا کیا کہ اگر وہ اس بات کو دوسرے سے کہے تو جھوٹ ثابت ہو۔

غیبت اور چغلخوری

غیبت بھی معاشرے میں نفاق وشقاق پیدا کرنے والی بدترین خصلت ہے اور یہ گناہ کبیرہ اور حرام ہے یہ معاشرہ کا ایسا گھناؤنا اور گندہ عیب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غیبت کو بھائی کا گوشت کھانے کے برابر قبیح بتایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ:

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ O (الحجرات، آیت 12)

اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کر۔ کیا تم میں سے کوئی پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ تو یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا۔

خداوند قدوس نے قرآن مجید میں غیبت کی مذمت کرتے ہوئے غیبت کرنے والوں کو مردار کا گوشت کھانے والے کہا ہے

یہ اقتباسات مکاشفۃ القلوب مؤلفہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے ماخوذ ہیں۔

"فرمان نبوی ﷺ ہے کہ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ اپنے آپ کو غیبت سے بچاؤ کیونکہ غیبت زنا سے بدتر ہے، کیونکہ زانی گناہ کے بعد توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قبول کر لیتا ہے مگر غیبت کا گناہ اس وقت تک معاف نہیں ہوتا جب تک کہ جس کی غیبت کی جائے وہ معاف نہ کر دے۔

کہتے ہیں غیبت کرنے والے کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے ایک منجنیق لگائی اور وہ منجنیق کے ذریعے دائیں بائیں اپنی نیکیاں پھینک رہا ہے۔ (یعنی نیکیاں ضائع کر رہا ہے)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے، جو کسی مسلمان بھائی کی برائی چاہتے ہوئے غیبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے یوم قیامت جہنم کے پل پر اس وقت کھڑا کرے گا کہ جو کچھ اس نے کہا تھا، نکل جائے۔

فرمان رسول ﷺ ہے، غیبت "یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کی اس چیز کا ذکر کرے جسے وہ ناپسند کرتا ہے خواہ اس کے بدن کا کوئی عیب ہو، نسب کا عیب ہو، اس کے قول و فعل یا دین دنیا کا عیب ہو یہاں تک کہ اس کے کپڑوں اور سواری میں بھی کوئی عیب نکالے گا تو یہ غیبت ہوگی۔

بعض متقدمین کا قول ہے، یہ کہنا بھی کہ فلاں کا کپڑا لمبا یا چھوٹا ہے، غیبت ہے چہ جائیکہ اس کی ذات کے نقص گنے جائیں (تو اس غیبت کا کیا ٹھکانا)

ایک چھوٹے قد کی عورت کسی کام کے لیے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، جب وہ واپس چلی گئی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے کہا اس کا قد کتنا چھوٹا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ! تم نے اس کی غیبت کی ہے۔

حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو غیبت سے بچاؤ کیونکہ اس میں تین مصیبتیں ہیں، غیبت کرنے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی، اس کی نیکیاں نا مقبول ہوتی ہیں اور اس پر گناہوں کی یورش ہوتی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن بدترین آدمی دو چہروں والا چغلخور ہوگا جو آپ کے پاس اور چہرہ لے کر آتا ہے، دوسرے کے پاس اور چہرہ لے کر جاتا ہے اور فرمایا جو دنیا میں چغلخوری کرتا ہے قیامت کے دن اس کے منہ سے آگ کی دو زبانیں نظر آئیں گی۔ حضو ﷺ کا ارشاد گرامی ہے چغلخور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

جناب عمر بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں ایک شخص رہتا تھا جس کی بہن مدینہ کے نواح میں رہتی تھی، وہ بیمار ہوگئی تو یہ شخص اس کی تیمارداری میں لگا رہا لیکن وہ مرگئی تو اس شخص نے اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا، آخر جب اسے دفن کر کے واپس آیا تو اسے یاد آیا کہ وہ رقم کی ایک تھیلی قبر میں بھول آیا ہے، اس نے اپنے ایک دوست سے مدد طلب کی، دونوں نے جا کر اس کی قبر کھود کر تھیلی نکال لی، تو اس نے دوست سے کہا ذرا ہٹنا میں دیکھوں تو سہی کہ میری بہن کس حال میں ہے؟ اس نے لحد میں جھانک کر دیکھا تو وہ آگ سے بھڑک رہی تھی، وہ واپس چپ چاپ چلا

آیا اور ماں سے پوچھا میری بہن میں کیا کوئی خراب عادت تھی؟ ماں نے کہا تیری بہن کی عادت تھی وہ ہمسایوں کے دروازوں سے کان لگا کر ان کی باتیں سنتی تھی اور چغلخوری کیا کرتی تھی۔ پس اس شخص کو معلوم ہو گیا کہ عذاب کا سبب کیا ہے، پس جو شخص عذابِ قبر سے بچنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ غیبت اور چلغوری سے پرہیز کرے۔

جناب ابو حفص الکبیر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ میں کسی انسان کی غیبت کرنے کو ماہ رمضان کے روزے نہ رکھنے سے بدتر سمجھتا ہوں، پھر فرمایا جس نے کسی عالم کی غیبت کی تو قیامت کے دن اس کے چہرے پر لکھا ہوا ہوگا، یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہے۔

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، معراج کی رات میرا ایسی قوم پر گزر ہوا جو اپنے ناخنوں سے اپنے چہروں کو چھیل رہے تھے اور مردار کھا رہے تھے، میں نے جبریل امین سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں لوگوں کا گوشت کھاتے رہے ہیں یعنی غیبت کرتے رہے ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے، رب ذوالجلال کی قسم! غیبت لقمہ کے پیٹ میں پہنچنے سے بھی جلدتر، مومن کے دین میں رخنہ ڈال دیتی ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کے ہم سفر تھے اور ان کے لیے کھانا تیار کرتے تھے، ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کھانے کی کوئی چیز نہ پائی جسے تیار کر کے وہ کھا سکیں، حضرت ابوبکرِ و عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں حضو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ جا کر دیکھو وہاں کچھ موجود ہے؟ انہوں نے واپس آ کر بتلایا کہ وہاں کچھ نہیں ہے، اس پر انہوں نے کہا اگر تم فلاں کنوئیں کی طرف جاتے تو اس کا پانی بھی خشک ہو جاتا، تب یہ آیت نازل ہوئی:۔

وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا۝

یعنی ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ (سورۃ الحجرات آیت 12)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا جو دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھاتا ہے، قیامت کے دن اس کے سامنے مردہ بھائی کا گوشت رکھا جائے گا اور کہا جائے گا جسے تو زندہ کھاتا تھا اب اسے مردہ کو بھی کھا اور وہ اسے کھائے گا، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:۔

اَیُحِبُّ اَحَدُکُم اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا O

ترجمہ: کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔

غیبت کی بدبو اب کیوں محسوس نہیں ہوتی: حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے چونکہ حضور ﷺ کے عہد مبارک میں غیبت بہت کم ہوتی تھی اس لیے اس کی بدبو آتی تھی مگر اب غیبت اتنی عام ہوگئی کہ مشام اس کی بدبو کے عادی ہو گئے ہیں کہ وہ اسے محسوس ہی نہیں کر سکتے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص چمڑے رنگنے والوں کے گھر میں داخل ہو تو وہ اس کی بدبو سے ایک لحہ بھی نہیں ٹھہرے سکے گا مگر وہ لوگ وہیں کھاتے پیتے ہیں اور انہیں بو محسوس ہی نہیں ہوتی کیونکہ انکے مشام اس قسم کی بُو کے عادی ہو چکے ہیں یہی حال اب اس غیبت کی بدبو کا ہے۔

تکبر

اپنے آپ کو بڑا اور بہتر سمجھ کو دوسروں کو حقیر اور کم تر سمجھنا اس بُری خصلت کا نام تکبر ہے۔ سب سے پہلے جو شخص تبر کر کے حضرت آدم علیہ السلام کے آگے سجدہ کرنے سے منکر ہوا اور اسی تکبر نے اس کو کفر تک پہنچا دیا اور ہمیشہ کے لئے اس کے گلے میں لعنت کا طوق پڑ گیا اور وہ راندہ درگاہ الٰہی ہو گیا وہ شخص ابلیس تھا۔ چنانچہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَبیٰ وَسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَO(البقرہ آیت 34)

ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا۔اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے تکبر کو حرام فرما دیا۔ یہاں تک کہ تکبر کی چال یعنی اترا کر چلنے کو بھی حرام وممنوع قرار دے دیا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ:

وَلَاتَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحاً اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلَاO (بنی اسرائیل، آیت 37)

اور زمین پر اترا کر مت چلو۔ بے شک تو ہرگز زمین کو نہ چیر ڈالے گا۔اور ہرگز بلندی پہاڑوں کو نہ پہنچے گا۔

منہ ٹیڑھا کر کے بات کرنا تکبر میں شامل ہے

کسی سے بات کرتے وقت منہ ٹیڑھا کر کے تکبر سے بات نہ کرو یہ اسلامی تہذیب کے خلاف ہے۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِنَّاسِ.(لقمان، آیت 18)

اور کسی سے بات کرنے میں منہ بگاڑ کر بات نہ کرو۔

یہ اسلامی تہذیب کا بہت اعلیٰ نشان ہے کہ بات کرتے وقت رخسار کج کر کے اور منہ ٹیڑھا کر کے کسی سے بات نہ کریں۔ کیونکہ یہ متکبروں کا منحوس طریقہ ہے جو اسلامی تہذیب میں برداشت نہیں ہوسکتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی ممانعت فرما دی۔

کسی کا برا نام رکھنا بھی تکبر میں شامل ہے

کسی کو توہین آمیز نام سے پکارنا اور برا لقب دے کر اس کو چڑانا بھی معاشرے میں خرابی پیدا کرنے والا افتنا خیز طریقہ ہے۔اس لئے خداوند قدوس نے اس کو بھی حرام و گناہ قرار دیا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ:

وَلَاتَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○

اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو۔کیا ہی برا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہا جانا جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔(الحجرات، آیت 11)

کسی کا مذاق اڑانا اور طعنہ دینا تکبر کی نشانی ہے

کسی مسلمان کا مذاق نہ اڑاؤ نہ کسی کو طعنہ دو کیونکہ مذاق اڑانا اور طعنہ زنی ایک دوسرے کی دل شکنی اور ایذا رسانی ہے جو معاشرہ میں جھگڑے اور لڑائی کا پیش خیمہ بنتا ہے۔اس لیے خداوند قدوس نے ان جاہلانا حرکتوں سے بھی مسلمانوں کو منع فرمادیا اور ارشاد فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ ○ (الحجرات، آیت ۱۱)

اے ایمان والو کوئی قوم کسی دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہو۔نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہو سکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں۔

مندرجہ ذیل اقتباسات مکاشفۃ القلوب مؤلفہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ سے ماخوذ ہیں۔

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ

الْحَقِّ O

ترجمہ: البتہ میں ان لوگوں کو اپنی آیات سے پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں۔

اور فرمایا:۔

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ O المومن آیت ۳۵

ترجمہ: اسی طرح اللہ عزوجل ہر سرکش متکبر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

مزید فرمایا:۔

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُتَكَبِّرِيْنَ O ترجمہ: وہ تکبر کرنے والوں کو محبوب نہیں رکھتا۔

مزید فرمایا: "بے شک انہوں نے اپنی زندگیوں میں تکبر کیا اور بہت بڑی سرکشی کی"۔

فرمانِ الٰہی ہے:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِىْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ O المومن آیت ۶۰

ترجمہ: جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں، بہت جلد جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔

اور بھی متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے تکبر کی مذمت فرمائی ہے۔

اور فرمانِ نبوی ﷺ ہے "جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر تکبر ہو گا جنت میں داخل نہیں ہو گا اور جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہو گا وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عظمت اور کبریائی میری چادریں ہیں جو ان میں سے کسی کا دعویٰ

کرے گا میں اسے جہنم میں ڈال دوں گا، مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے۔

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی کوہِ صفا پر ملاقات ہوئی، کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما چلے گئے اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ رونے لگے، لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا کہنا ہے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے ''جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر تکبر ہو گا اللہ تعالیٰ اسے منہ کے بل جہنم میں ڈالے گا''۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ ایک آدمی اپنے نفس کی پیروی میں برابر بڑھتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اسے متکبرین میں لکھا جاتا ہے اوور اسے انہی کے ساتھ عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے ایک مرتبہ پرندوں، انسانوں، جنوں اور درندوں سے فرمایا کہ میری معیت میں چلو چنانچہ آپ دو لاکھ انسانوں اور دو لاکھ جنوں کے ساتھ تخت پر جلوہ فرما ہوئے اور اتنی بلندی تک جا پہنچے کہ وہاں سے فرشتوں کی تسبیحات کی آواز بآسانی سنی جا رہی تھی، پھر وہاں سے نیچے اترے یہاں تک کہ ان کے قدم سمندر کو چھونے لگے تو آپ علیہ السلام نے آواز سنی، اگر تمہارے کسی ساتھی کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہو گا تو جتنی بلندی تک میں تم کو لے گیا ہوں، اس سے بھی زیادہ گہرائی میں دھنسا دوں گا۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جہنم سے ایک گردن نکلے گی جس کے دو کان، دو آنکھیں اور قوت گویائی رکھنے والی زبان ہو گی، وہ کہے گی کہ مجھے تین شخصوں پر مقرر کیا گیا ہے، ہر سرکش متکبر کے لیے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے کے لیے اور تصویریں بنانے والے کے لیے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جنت اور جہنم نے باہم گفتگو کی، جہنم بولا کہ میں نے سرکشوں اور متکبروں کو اپنے لیے پسند کیا ہے، جنت نے کہا میرے اندر کمزور،

ضیعف اور درماندہ لوگ آئیں گے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ بندہ بہت برا ہے جس نے تکبر کیا، سرکشی اختیار کی اور قادرِ مطلق خدا کو بھول گیا، وہ بندہ بہت برا ہے جس نے تکبر کیا، اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھا اور بہت بڑے بلند و باعزت خدا کو بھول گیا، وہ بندہ بہت برا ہے جو مقصودِ زندگی سے غافل ہوگیا، اسے بھول گیا اور قبروں اور مصائب کو بھلا بیٹھا، وہ بندہ بہت برا ہے جس نے بغاوت اور سرکشی کی اور اپنی ابتداء و انتہا کو بھول گیا۔

حضرت زید ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ہمیں معلوم ہوا ہے کہ حضور ﷺ سے کہا گیا کہ فلاں میں کتنا تکبر ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کیا اس کے لیے موت نہیں ہے؟ (یعنی وہ موت سے نہیں ڈرتا)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے وفات کے وقت اپنے بیٹوں کو بلا کر فرمایا میں تمہیں دو باتوں کے کرنے کا حکم دیتا ہوں اور دو باتوں سے روکتا ہوں، میں تمہیں تکبر اور شرک سے منع کرتا ہوں اور لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ○ پر کاربند رہنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ اگر ایک پلڑے میں آسمان و زمین اپنی تمام اشیاء سمیت رکھ دیئے جائیں اور دوسرے پلڑے میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه رکھ دیا جائے تو یہ پلڑا بھاری ہو جائے گا۔ اگر آسمان و زمین اپنی تمام تر اشیاء سمیت ایک دائرہ کی طرح ہو جائیں اور ان میں لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه رکھ دیا جائے تو وہ دائرہ ٹوٹ جائے گا اور میں تمہیں سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ پڑھنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ یہ ہر چیز کی تسبیح ہے اور اسی کے سبب ہر چیز کو رزق ملتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اسے بشارت ہو جسے اللہ نے اپنی کتاب کا علم دیا اور وہ متکبر نہیں مرا۔

فرمان نبوی ﷺ ہے کہ ہر سنگدل، اترا کر چلنے والا متکبر، مال جمع کرنے والا اور کسی کو راہ خدا سے روکنے والا جہنمی ہے اور ہر مفلس ضعیف جنتی ہے۔

فرمان نبی ﷺ ہے ہمیں سب سے زیادہ محبوب ہمارا سب سے

زیادہ مقرب قیامت میں وہ شخص ہوگا جو تم میں سے بہترین اخلاق کا مالک ہے اور قیامت کے دن ہمیں سب سے زیادہ ناپسند اور ہم سے سب سے زیادہ دور، لوگوں کا مضحکہ اڑانے والے، بیہودہ گو اور متفیہقین ہوں گے پوچھا گیا حضور ﷺ! یہ کون ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ متکبر ہوں گے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے، قیامت کے دن متکبرین چیونٹیوں کی طرح اٹھائے جائیں گے لوگ انہیں روندیں گے اور ریزہ ریزہ کر دیں گے اور وہ انتہائی ذلت میں ہوں گے۔ پھر انہیں جہنم کے قید خانہ کی طرف لے جایا جائے گا جس کا نام بولس ہے، ان پر جہنم کی آگ بھڑکے گی، انہیں دوزخیوں کے جسموں سے نکلنے والی پیپ پلائی جائے گی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ سرکش اور متکبروں کو قیامت کے دن چیونٹیوں جیسی جسامت میں پیدا کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کی ناقدری کی وجہ سے لوگ انہیں روند رہے ہوں گے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جہنم میں ایک محل ہے جس میں تمام متکبروں کو جمع کیا جائے گا اور پھر وہ محل ان پر گرا دیا جائے گا۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے اے اللہ! میں تکبر کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں، اور فرمایا کہ جو شخص دنیا سے اس حال میں جائے کہ وہ تین چیزوں سے بری ہو، وہ جنت میں جائے گا تکبر، قرض اور خیانت۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی بھی کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھے کیونکہ حقیر مسلمان بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت معزز ہوتا ہے۔

جناب وہب رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنتِ عدن کو پیدا فرما کر کہا، تو ہر متکبر پر حرام ہے۔

جناب احنف بن قیس رضی اللہ عنہ جناب مصعب بن زبیر ف کے ساتھ چارپائی پر بیٹھا کرتے تھے۔ ایک دن احنف تشریف لائے تو حضرت مصعب پیر لمبے کئے ہوئے دراز تھے، انہیں دیکھ کر انہوں نے پیر نہ سمیٹے، حضرت احنف بیٹھ گئے اور انہیں

بہت دکھ ہوا۔ یہاں تک کہ ان کے چہرے پر ناراضگی کی علامتیں ظاہر ہو گئیں، تب انہوں نے کہا تعجب ہے کہ انسان تکبر کرتا ہے حالانکہ وہ دو پیشاب گاہوں سے نکلا ہے۔

جناب حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تعجب ہے کہ انسان روزانہ ایک یا دو مرتبہ پاخانہ دھوتا ہے اور پھر بھی اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کرتا ہے۔

حضرت محمد بن حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ انسان کے دل میں جتنا تکبر داخل ہوتا ہے اتنا ہی اس کی عقل کم ہوتی ہے، تکبر زیادہ ہو تو عقل بہت کم ہوتی ہے اور اگر تکبر تھوڑا ہو تو اسی کے حساب سے عقل کم ہو جاتی ہے۔

جناب سلیمان رحمۃ اللہ علیہ سے اس گناہ کے متعلق پوچھا گیا جس کی موجودگی میں کوئی نیکی فائدہ نہیں دیتی تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ تکبر ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر رحمۃ اللہ علیہ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا شیطان کے کچھ جال ہیں، ان جالوں میں سے یہ جال بھی ہیں، اللہ کی نعمتوں پر اترانا، اس کی عطاؤں پر فخر کرنا، بندگانِ خدا سے تکبر کرنا اور اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ خواہشات کی اتباع کرنا۔ اے اللہ! اپنی رحمت اور احسان کے طفیل دنیا اور آخرت میں ہم سے عفو اور درگزر فرما اور عافیت عطا فرما آمین۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ جو شخص تکبر کی وجہ سے اپنے تہبند کو گھسیٹتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے نگاہِ رحمت سے نہیں دیکھتا ہے، مزید فرمایا کہ ایک شخص اپنی چادر پر فخر کر رہا تھا، اس کا نفس بہت اترا رہا تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت کے دن تک اسی طرح دھنستا چلا جائے گا۔

روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ اپنی ہتھیلی پر لعاب دہن لگا کر فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے انسان! تو تکبر و غرور کر رہا ہے حالانکہ میں نے اس جیسے پانی سے پیدا کیا ہے، یہاں تک کہ جب میں نے تجھے مکمل کر دیا تو تُو رنگ برنگے کپڑے پہن کر زمین پر دندناتا پھر رہا ہے حالانکہ تجھے اسی زمین میں جانا ہے۔ تو نے مال جمع کر کے اسے روک لیا ہے مگر جب موت تیرے سامنے آ جاتی ہے تو صدقہ

کرنے کی اجازت طلب کرتا ہے، اب صدقہ کرنے کا وقت کہاں؟

فرمانِ نبوی ﷺ ہے جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے اور اترا کر چلتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہو گا۔

حسد بہت بری بلا ہے

حسد اسلامی معاشرے کے حق میں زہر قاتل ہے۔ کیونکہ جب حسد کرنے والا دوسروں کو ملی ہوئی نعمت پر جل بھن کر اس کی نعمت کے زوال کی تمنا کرے گا یا اس کی نعمت کو اس سے چھین کو خود اس پر قبضہ کرنے کی آرزو رکھے گا۔تو ظاہر ہے کہ اس سے مسلمانوں میں باہمی رنجش وچپقلش پیدا ہوگی اور ہر ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش میں لگ جائے گا اور قتل وغارت گری ومار دھاڑ کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جائے گا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس موذی بیماری سے خدا کی پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ:

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ O (الفلق ،آیت5)

(میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں)حسد کرنے والے کے شر سے جب حسد کرے۔

اور اس کو ممنوع وحرام قرار دیتے ہوئے تمام مسلمانوں کو اس سے منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

وَلَا تَتَمَنَّوا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ O

اور اس کی تمنا مت کرو جس سے اللہ نے تم میں ایک دوسرے پر بڑائی دی ہے۔(النساء،آیت32)

یہ اقتباسات فتوح الغیب مؤلفہ حضرت عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ سے ماخوذ ہیں۔

اے مومن! کیا وجہ ہے کہ میں تجھے اپنے ہمسائے کا حاسد دیکھتا ہوں؟ تو اس کے خورد و نوش، لباس و مکان، زن و مال اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی ہوئی دوسری نعمتوں سے جلتا ہے۔ تجھے علم نہیں کہ حسد ایک ایسی خطرناک مرض ہے، جو ایمان کو کمزور کر مولیٰ سے دور اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا باعث بن جاتی ہے۔ کیا تو نے حضور نبی کریم ﷺ کی زبانی اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا کہ "حاسد میری

نعمتوں کے دشمن ہیں"۔ اور آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:
"حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح لکڑی آگ کو"۔
اے مسکین تو اس کی کس چیز پر حسد کرتا ہے؟ اس کی قسمت پر یا اپنی پر؟ اگر تو اس کی قسمت پر حسد کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہے جیسا کہ فرمانِ خداوندی سے ثابت ہے:

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا O

ترجمہ: ہم نے ان میں ان کی زیست کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا۔ (الزخرف ۳۲)

تو ایک شخص پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی نعمتوں پر قانع ہے حسد کے ذریعے ظلم کا ارتکاب کر رہا ہے خود ہی غور کر کہ تجھ سے زیادہ ظالم، بخیل، احمق اور کم عقل کون ہے؟ اور اگر تو اپنے نصیب پر حسد کر رہا ہے تو یہ تو اس سے بھی زیادہ جہالت اور نادانی ہے کیونکہ تیرا حصہ غیر کو کبھی نہیں دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور منزہ ہے اس کا ارشاد ہے:

مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (ق ۲۹)

ترجمہ: میرے یہاں بات نہیں بدلتی اور نہ میں بندوں پر ظلم کروں)

اللہ تعالیٰ تیرا حصہ چھین کر کبھی دوسرے کو نہیں دے گا کیونکہ یہ ظلم ہے اور وہ اس سے پاک ہے تیرا اس قسم کا خیال جہالت اور حسد اپنے بھائی پر ظلم ہے، اپنے بھائی پر ظلم کرنے سے زمین پر حسد کرنا زیادہ مناسب ہے جس میں عاد وثمود، قیصر و کسریٰ اور دیگر بادشاہوں کے خزانے دفن ہیں اے درویش! تجھے پتہ ہے کہ اگر تیرے پڑوسی (جس پر تو حسد کر رہا ہے) نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ نعمتوں پر شکر ادا نہیں کیا، ان انعامات میں سے اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا نہیں کئے، اس کے احکام کی پابندی نہیں کی، اس کی منہیات سے باز نہیں آیا، اور ان نعمتوں کو عبادت و طاعت الٰہی کا واسطہ نہ بنایا تو اسے کس قدر طویل عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اس وقت اس کی

خواہش ہوگی کہ کاش! دنیا میں اسے کوئی نعمت نہ ملتی بلکہ وہ کوئی نعمت دیکھتا بھی نہ (تا کہ اس حساب سے بچ جاتا) تو نے حدیث نبوی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ کے یہ الفاظ نہیں سنے کہ "قیامت کے دن کئی لوگ خواہش کریں گے کہ کاش! دنیا میں ان کا گوشت چھریوں سے کاٹا جاتا یعنی مصائب اور آزمائش میں پڑنے کی وجہ سے آج وہ ثواب کے مستحق ہوتے ٹھیک اسی طرح تیرا ہمسایہ روز قیامت تیری حالت کی آرزو کرے گا تا کہ اس حالت میں ہونے سے وہ پچاس ہزار سال آفتاب کی گرمی میں کھڑا رہنے سے بچ جاتا، واضح رہے کہ یہ ساری سختی دنیاوی نعمتوں سے متمتع ہونے اور ان کی ذمہ داریوں سے عہدہ برانہ ہونے کی وجہ سے نازل ہوگی، مگر تو ان بکھیڑوں سے آزاد، مصائب و آلام دینوی، محتاجی و مسکینی، اپنی قسمت پر رضا مندی، تقدیر اور امر الہیٰ کے سامنے سر تسلیم خم، اپنے فقر و فاقہ اور دوسروں کی عزت پر صبر و شکر کی وجہ سے عرشِ الہیٰ کے سایہ میں گونا گوں طعاموں اور نعمتوں سے مسرور ہو اور شاد کام ہوگا، اللہ آپ کو اور ہمیں ان لوگوں میں سے بنائے جو مصائب و آزمائش پر صبر اور نعمتوں پر شکر کرتے ہیں اور اپنے جملہ امور مالک ارض و سماء کے سپرد رکھتے ہیں۔

بخل اور کنجوسی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ O

اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب رہا۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا گیا:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ط بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ O

اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہے ہرگز اسے اپنے لیے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لیے برا عذاب ہے عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا۔

یہ اقتباسات کیمیائے سعادت مؤلفہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ سے ماخوذ ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''بخل سے بچو کیونکہ تم سے پہلے لوگ بخل ہی سے ہلاک ہوئے اور بخل ہی نے ان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ لوگوں کو قتل کریں اور حرام کو حلال سمجھیں''۔

حضور اکرم ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا ''تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں ایک وہ بخل جس کا تو فرمانبردار ہے اور اس کی تو مخالفت نہ کرے۔ دوسری خواہش باطل کی جس کی تو پیروی کرے تیسری چیز خود پسندی''۔

حضرت ابوسعد خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دو شخص سرور کائنات ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک اونٹ کی قیمت حضور ﷺ سے مانگی (تاکہ اس سے اونٹ خریدیں) حضور ﷺ نے اتنی رقم ان کو دلوا دی جب وہ روپیہ لے کر وہاں سے نکلے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور

اظہار شکر کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے ان کا شکریہ کا اظہار کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا فلاں شخص نے تو اس سے زیادہ رقم لی تھی لیکن اس نے شکر ادا نہیں کیا۔

حضور ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو شخص میرے پاس آئے اور مجھے تنگ اور پریشان کر کے مجھ سے کچھ لے تو وہ رقم آگ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور ﷺ جب وہ آگ ہے تو آپ دیتے ہی کیوں ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ لوگ مجھے بہت تنگ کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں کہ میں بخل کروں اور ان کو نہ دوں"!

حضور ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے "تم سمجھتے ہو کہ بخیل کی تقصیر معاف کر دی جائے گی اور ظالم کی تقصیر معاف نہ ہو گی حالانکہ ظلم حق تعالیٰ کے نزدیک بخل سے بہتر ہے۔ حق تعالیٰ اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ کسی بخیل کو بہشت میں نہیں جانے دوں گا۔

روایت ہے کہ ایک روز حضور ﷺ طواف کر رہے تھے، آپ نے دیکھا کہ ایک شخص کو کعبہ شریف کے حلقہ کو پکڑ کر کہہ رہا تھا، یا الٰہی! اس گھر کی برکت سے میرے گناہ بخش دے۔ حضور ﷺ نے اس سے دریافت کیا کہ تیرا گناہ کیا ہے؟ اس نے کہا میرا گناہ اتنا عظیم ہے کہ بیان نہیں کر سکتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تیرا گناہ بڑا ہے یا زمین؟ اس نے کہا میرا گناہ بڑا ہے۔ حضور ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا تیرا گناہ بڑا ہے یا آسمان؟ اس نے کہا میرا گناہ بڑا ہے۔ آپ نے پھر دریافت کیا کہ تیرا گناہ بڑا ہے یا عرش؟ اس نے کہا میرا گناہ! حضور ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا کہ تیرا گناہ بڑا ہے یا حق تعالیٰ؟ اس نے کہا حق تعالےٰ سب سے بڑا ہے، تب حضور ﷺ نے فرمایا بیان کر تیرا ایسا کونسا گناہ ہے، اس نے کہا میں بڑا مالدار ہوں لیکن جب کوئی درویش دور سے مجھے نظر آتا ہے کہ میری طرف آ رہا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ آگ آ رہی ہے جو مجھے جلا دے گی یعنی میں بخیل ہوں تب حضور ﷺ نے فرمایا "جا مجھ سے دور ہو جا کہیں تیری آگ مجھے نہ جلا دے"، قسم ہے

اس خدا کی جس نے مجھے ہدایت کے لیے بھیجا ہے اگر تو رکن و مقام (رکن اور مقامِ ابراہیم (علیہ السلام) کے درمیان ہزار برس بھی نماز پڑھے گا اور اس قدر روئے کہ تیرے آنسوؤں سے ندیاں بہہ جائیں اور انسے درخت اگ آئیں اور تو بخل ہی کی حالت میں مر جائے تو تیرا مقام دوزخ ہوگا، بخل کفر کی علامت ہے اور کفر کا ٹھکانا جہنم ہے!

افسوس کیا تو نے نہیں سنا

وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ط اور فرمایا: وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پ ۲۶)

ترجمہ:اور جو بخل کرے وہ اپنی ہی جان پر بخل کرتا ہے اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب رہا۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ہر روز ہر شخص پر دو فرشتے موکل رہا کرتے ہیں اور وہ منادی کرتے ہیں کہ یا الٰہی جو ممسک (بخیل) ہو اس کا مال تلف فرما دے اور جو سخی ہو اس کے مال میں اضافہ فرما دے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں بخیل کو عادل نہیں کہوں گا اور اس کی گواہی نہ سنوں گا کیونکہ بخل نے اس کو اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ جو چیز اس کے حق سے زیادہ ہو اس کو حاصل کر لے (یہ عدل کے خلاف ہے)

یہ اقتباسات مکاشفۃ القلوب مؤلف حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے ماخوذ ہیں۔

''فرمان الٰہی ہے، جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال میں بخل کرتے ہیں وہ اسے اپنے لیے بہتر نہ سمجھیں بلکہ یہ ان کے لیے مصیبت ہے، عنقریب بخل کردہ مال سے قیامت کے دن ان کو طوق پہنائے جائیں گے''۔

فرمانِ الٰہی ہے، ان مشرکوں کے لیے ہلاکت ہے جو زکوٰۃ نہیں ادا کرتے۔اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ نہ دینے والوں کو مشرک کہا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے، جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا، قیامت کے دن اس کا مال گنجے سانپ کی شکل میں اس کی گردن میں جھول رہا ہوگا۔

حضور ﷺ نے پانچ باتوں سے اللہ کی پناہ مانگی:

فرمان نبوی ﷺ ہے اے گروہ مہاجرین! پانچ بلائیں ایسی ہیں جن کے متعلق میں اللہ تعالیٰ سے تمہارے لیے پناہ مانگتا ہوں، جب کسی قوم میں کھلم کھلا بدکاریاں ہوتی ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر ایسے مکروہات نازل کرتا ہے جو پہلے کسی پر نازل نہیں ہوتے، جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے تو انہیں تنگدستی، قحط سالی گھیر لیتی ہے، اگر زمین پر چوپائے نہ ہوں تو کبھی ان پر بارش نہ برسے، جب کوئی قوم اللہ اور اس کے رسول کے عہد کو توڑتی ہے تو اس پر اس کے دشمن مسلط ہو جاتے ہیں جو ان سے ان کا مال چھین لیتے ہیں اور جس قوم کے فرمانروا کتاب اللہ سے فیصلہ نہیں کرتے، ان کے دلوں میں ایک دوسرے سے خوف پیدا ہو جاتا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے اللہ تعالیٰ بخیل کی زندگی اور سخی کی موت کو ناپسند فرماتا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے، دو عادتیں مومن میں جمع نہیں ہو سکتیں، بخل اور بدخلقی۔ فرمانِ نبوی ﷺ ہے بخل سے بچو! جس قوم میں بخل آ جاتا ہے وہ زکوٰۃ نہیں دیتے، صلہ رحمی نہیں کرتے اور ناحق خون ریزیاں کرتے ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بخل سے متعلق پوچھا گیا۔ آپؓ نے فرمایا بخل یہ ہے کہ انسان راہِ خدا میں خرچ کرنے کو ضیاع اور مال جمع کرنے کو خوبی سمجھے، بخل کی بنیاد، اولاد اور مال کی محبت، فقر و فاقہ کا خوف اور طول امل ہے۔

حدیث شریف میں ہے، بعض آدمی ایسے ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ کی ادائیگی اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے ان کی محبت روپیہ جمع کرنے اور اسے سنبھال کر رکھنے میں ہوتی ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ انہیں ایک دن مر جانا ہے۔

جناب بشر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ بخیل کی ملاقات موجب ملال اور اسے

دیکھنا دل کی سنگینی میں اضافہ کرتا ہے، عرب ایک دوسرے کو بخل اور بزدلی پر شرم دلایا کرتے تھے۔

ابلیسِ لعین بخل کو پسند کرتا ہے:

حضرت یحییٰ ابن زکریا علیہما اسلام کی ملاقات ابلیس سے ہوئی آپ نے پوچھا تجھے کونسا آدمی پسند، کونسا ناپسند ہے، ابلیس نے کہا مجھے مومن بخیل پسند ہے مگر گناہ گار سخی پسند نہیں، آپ علیہ السلام نے پوچھا وہ کیوں؟ ابلیس نے کہا اس لیے کہ بخیل کو تو اس کا بخل ہی لے ڈوبے گا مگر فاسق سخی کے متعلق مجھے یہ خطرہ ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو اس کی سخاوت کے باعث معاف نہ فرما دے۔ پھر ابلیس جاتے ہوئے کہتا گیا کہ آپ یحییٰ پیغمبر نہ ہوتے تو میں (راز کی یہ باتیں کبھی نہ بتلاتا۔

غصّہ اور اس کا علاج

یہ اقتباسات کیمیائے سعادت مؤلفہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ سے ماخوذ ہیں۔

غصہ کی اصل آتش ہے کیونکہ اس کا صدمہ اور اس کی ضرب دل پر پڑتی ہے اور اس کی نسبت شیطان کے ساتھ ہے جیسا کہ کہا گیا ہے (قرآن مجید میں)

خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍO

ترجمہ: تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو طین سے"۔ اور معلوم ہے کہ آگ کا کام بیقراری ہے اور مٹی کا کام سکون ہے (ایک کی فطرت میں اضطراب ہے اور ایک کی فطرت میں سکون) پس جس پر غصہ غالب ہوگا اس کی نسبت آدم علیہ السلام کی نسبت سے زیادہ شیطان سے ہوگی اسی بناء پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ وہ کیا چیز ہے جو مجھے خداوند کریم کے غضب سے محفوظ رکھے تو حضور ﷺ نے فرمایا "تو غصہ میں نہ آئے" ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے رسالت مآب ﷺ سے عرض کیا کہ حضور! مجھے ایک مختصر سا عمل بتائیے! آپ ﷺ نے فرمایا "قصداً غصہ نہ کرنا، انہوں نے کئی بار حضور ﷺ سے عرض کیا اور حضور ﷺ نے جواب میں ہر بار یہی فرمایا۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے "غصہ ایمان کو اس طرح بگاڑ دیتا ہے جس طرح ایلوا شہد کی مٹھاس کو بگاڑ دیتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یحییٰ علیہ السلام سے کہا کہ غصہ نہ کیجیے تو انہوں نے کہا کہ ممکن نہیں ہے کہ میں انسان ہوں، تب انہوں نے فرمایا "گالی جمع مت کیجیے! انہوں نے کہا ہاں یہ ہو سکتا ہے (غصہ اور گالی دونوں کو جمع نہ کیا جائے)

معلوم ہونا چاہیے کہ بالکل غصہ نہ کرنا ممکن نہیں ہے البتہ غصہ کو پی جانا (روک لینا) ضروری ہے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ط ترجمہ: اور غصہ کو پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کر دینے والے) اس

آیت میں ان لوگوں کی تعریف کی گئی ہے جو غصہ کو پی جاتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے جو غصہ کو پی جائے گا حق تعالیٰ قیامت کے دن اس کے دل کو اپنی رضامندی سے معمور فرما دے گا۔ ایک اور ارشاد ہے کہ دوزخ کا ایک دروازہ ہے کوئی اس میں نہیں جائے گا۔ مگر وہی شخص جو جو شرع کے برخلاف عامل ہوگا۔ ایک اور ارشاد والا ہے کہ بندہ جو گھونٹ پیتا ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک غصہ کو پی جانے سے زیادہ پسند نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ایمان سے بھر دیگا۔

حضرت شیخ فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ، حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ اور بہت سے بزرگوں نے فرمایا ہے اور اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ غصہ سے جو حلم (برداشت) کیا جاتا ہے اس سے بہتر اور کوئی کام نہیں ہے جس طرح طمع کے وقت صبر کرنے سے بہتر کوئی کام نہیں ہے۔ کسی شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سے ایک سخت بات کہی، انہوں نے اپنا سر جھکا لیا اور فرمایا کہ تو نے جانا کہ مجھے غصہ آئے اور شیطان، حکومت اور سرداری کا غرور میرے اندر پیدا کر دے اور میں آج تجھ پر غصہ کروں اور کل قیامت میں تو اس کا مجھ سے بدلہ لے، یہ ہرگز نہیں ہوگا یہ کہہ کر آپ خاموش ہو گئے۔

ایک نبی اللہ نے اپنی جماعت کے لوگوں سے فرمایا کہ کوئی ایسا ہے جو اس بات کا کفیل ہو کہ وہ غصہ نہیں کرے گا۔ وہی میرے بعد میرا خلیفہ ہوگا اور بہشت میں میرے ساتھ ہوگا، ایک شخص نے کہا کہ میں اس کا ذمہ لیتا ہوں، اس نے اس بات کو قبول کر لیا۔ دوسری بار پھر انہوں نے دریافت کیا تو پھر اس نے جواب دیا کہ میں قبول کرتا ہوں چنانچہ اس نے اس عہد کو پورا کیا اور وہی شخص ان کا جانشین ہوا، اسی کفالت اور ذمہ داری کے باعث ان کا لقب ذوالکفل رکھا گیا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ غصہ انسان میں اس لیے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ اس کا ہتھیار بن جائے تا کہ وہ اس کے ذریعہ اپنے آپ سے مضرت اور نقصان کو دور کر سکے اور خواہش (شہوت) کو اس لیے پیدا کیا گیا ہے کہ جو چیز مفید ہو اس کو اپنی طرف کھینچ لے وہ خطرے اور اس آگ کی مانند ہے جو دل میں بھڑکتی ہے اور اس کا دھواں دماغ

تک پہنچتا ہے اور عقل کے محل کو وہ دھواں تیرہ و تاریک کر دیتا ہے کہ عقل کو کوئی اور اچھی بات نہ سوجھ سکے اس کی مثال یہ ہے کہ ایک غار میں اتنا دھواں پیدا ہو جائے کہ اس کے اندر کوئی جگہ نظر نہ آئے۔ یہ بہت ہی خرابی کی بات ہے، اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ غصہ کے حق میں شیطان ہے اور اس کا بالکل کم ہو جانا بھی اچھا نہیں ہے کہ عزت اور دین کی حفاظت کے لیے قتال اور کافروں سے جنگ و جدال اسی جذبہ کی بدولت ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے فرمایا۔

جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ط

یعنی کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو" اور اصحاب رسول ﷺ کی تعریف میں فرمایا اَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ O ترجمہ: یعنی وہ کافروں پر سخت ہیں" یہ سب غصہ کا ہی نتیجہ ہے پس چاہیے کہ غصہ میں نہ افراط ہو نہ تفریط ہو بلکہ اعتدال اور عقل و دین کے حکم سے ہو، بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ریاضت سے مطلب یہ ہے کہ غصہ کی قطعی بیخ کنی ہو جائے ایسا خیال کرنا غلط ہے کیونکہ غصہ تو بمنزلہ ہتھیار کے ہے انسان کو اس سے گریز ناممکن ہے۔ غصہ کا نابود ہونا جب تک انسان زندہ ہے ناممکن ہے جس طرح شہوت کا استیصال یا اس کا نابود ہونا ممکن نہیں ہے البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ بعض کاموں میں اور بعض اوقات میں غصہ ظاہر نہ ہو بالکل پنہاں ہو جائے اور لوگ سمجھیں کہ غصہ بالکل ختم ہو گیا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب کوئی شخص ہماری ضرورت کی چیز ہم سے چھین لینا چاہتا ہے تو اس سے غصہ پیدا ہوتا ہے لیکن جب حاجت نہ ہو تو غصہ نہیں آئے گا مثلاً کسی کے پاس ایک کتا ہے اور اس کو اس کی حاجت نہیں ہے اب اگر اس کو کوئی لے گیا یا کسی نے اس کو مار ڈالا تو غصہ نہیں آئے گا۔ کھانا، کپڑا، گھر، صحت و تندرستی یہ تمام چیزیں ضرورت کی ہیں پس اگر کسی نے زخم لگایا جس سے جان کو اذیت پہنچی یا اس کی خوراک یا کپڑا چھین لیا تو یقیناً غصہ آئے گا۔ اب اس کی جس قدر حاجت ہو اسی قدر غصہ میں شدت پیدا ہو گی۔

اس بات کی دلیل کہ غصہ جڑ سے نہیں نکل سکتا (اس کا بالکل ختم ہو جانا درست بھی نہیں ہے) کہ حضور ﷺ میں یہ بات موجود تھی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

''میں بھی لباس بشریت میں ہوں اور میں بھی غصہ کرتا ہوں جس طرح انسان کرتا ہے) تو میں کس پر لعنت کروں یا غصہ سے اس کو برا کہوں یا ماروں۔ الہیٰ! تو اس کو اپنی رحمت کا سبب بنا دے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسولِ خدا ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ جو کچھ فرماتے ہیں کیا میں اس کو لکھ لیا کروں، خواہ آپ غصہ کی حالت میں کچھ فرمائیں! آپ ﷺ نے فرمایا لکھ لیا کرو! قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبی برحق بنایا کہ غصہ کی حالت میں سوائے حق بات کے میری زبان پر کوئی بات نہیں آئے گی''۔ غور کرو کہ آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ مجھے غصہ نہیں آتا بلکہ یوں فرمایا کہ غصہ مجھے حق اور انصاف سے نہیں روک سکتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز مجھے بہت غصہ آیا، حضور ﷺ میرا یہ غصہ اور غضب دیکھ کر فرمانے لگے! عائشہؓ یہ تمہارا شیطان آیا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ آپ کے پاس غصہ کا شیطان نہیں ہے آپ ﷺ نے فرمایا، ہے! لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس پر نصرت اور غلبہ عطا فرمایا ہے تا کہ وہ میرے قبضہ میں رہے (اور میرا غصہ قابو میں رہے) اور سوائے خیر کے اور کچھ نہ کہے۔ دیکھو آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ میرے پاس غصہ کا شیطان نہیں ہے۔

کسی شخص نے شیخ ربیع ابن خثیم رضی اللہ عنہ کو گالی دی، انہوں نے کہا کہ میرے اور بہشت کے درمیان ایک گھاٹی حائل ہے میں اس کے طے کرنے میں مصروف ہوں اگر طے کر لوں تو تیری اس بات کی مجھے کیا پرواہ اور اگر میں اس کو طے نہ کر سکا تو تیری یہ گالی میرے لیے کافی نہیں ہے، (بلکہ اور زیادہ گالیوں کا مستحق ہوں) دیکھو یہ دونوں بزرگ آخرت کے معاملہ میں اس طرح مستغرق تھے کہ ان کا غصہ

دب گیا تھا۔ کسی شخص نے امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو گالی دی، آپؓ نے فرمایا کہ میرے ایسے بہت سے عیوب ہیں جو تجھ کو معلوم نہیں ہیں، آپ آخرت کی فکر میں منہمک تھے اس لیے گالی سن کر غصہ ظاہر نہیں ہوا۔ ایک عورت نے حضرت مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ تم ریا کار ہو، یہ سن کر آپ نے فرمایا تیرے سوا مجھے آج تک کسی نے نہیں پہچانا۔ ایک شخص نے امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک بری بات کہی، انہوں نے جواب دیا کہ اگر تو سچ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمائے اور اگر تو جھوٹ کہتا ہے تو تیری مغفرت فرمائے پس ان حالتوں کی صورت میں غصہ کا دب جانا روا ہے اور درست ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی کو یہ معلوم ہو کہ بندے کے غصہ نہ کرنے سے خداوند تعالیٰ خوش ہوتا ہے پس جب کوئی بات غصہ کرنے کی ظہور میں آتی ہے تو حق تعالیٰ کی محبت اس غصہ کو دبا کر رکھتی ہے جیسے کوئی شخص ایک شخص سے محبت کرتا ہے اور اس محبوب کا فرزند اس عاشق یا محب کو گالیاں دیتا ہے تو محب یہ خیال کرتا ہے کہ اس کے محبوب کا ارادہ یہ ہے کہ میں ان گالیوں سے تنگ آ کر اس کو چھوڑ دوں لیکن عشق اور محبت کا غلبہ ایسی صورت پیدا کر دیتا ہے کہ وہ اس گالی پر بھی غشمگین نہیں ہوتا اور نہ اس کو غصہ آتا ہے پس آدمی غصہ کو مار ڈالے یا اتنا تو کرے کہ اس کی قوت کو توڑے تاکہ غصہ اپنی سرکشی سے عقل و شرع کے خلاف جنبش نہ کر سکے۔

اسلامی تہذیب و ثقافت

سلام کرنے کا حکم

ایک مسلمان جب کسی دوسرے مسلمان سے ملاقات کرے یا کسی کے گھر جائے یا خود اپنے گھر میں داخل ہو تو چاہیے کہ سلام کرے۔ سلام اسلام کا تہذیبی نشان ہے۔ سلام کرنا سنت اور اس کا جواب دینا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ: ۔

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْرُدُّوْهَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَسِيْبًا ○

اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر الفاظ میں سلام کا جواب دو۔ یا وہی کہہ دو بیشک اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔ (پارہ ۵۔ النساء۔ آیت۔ ۸۶)

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی تم کو "اسلام علیکم" کہہ کر سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ کے ساتھ جواب دو۔ یعنی ایک لفظ بڑھا کر "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ" کہو یا تم بھی خالی "وعلیکم السلام" ہی کہہ دو۔ دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ: ۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰى اَهْلِهَا○

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ۔ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے مکینوں پر سلام نہ کر لو۔ (پارہ ۱۸۔ النور۔ آیت۔ ۲۷)

ایک اور آیت میں یوں ارشاد فرمایا

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ○ پھر جب کسی گھر میں جاؤ تو اپنوں کو سلام کرو۔ ملتے وقت کی اچھی دعا اللہ کے پاس سے مبارک پاکیزہ۔

کسی کو گالی مت دو

بد زبانی اور گالی بکنا۔ یہ لڑائی جھگڑے اور خون ریزی کی ہری جھنڈی اور فتنہ فساد کا سگنل ہے۔ اس سے معاشرہ میں بہت سی تباہی پھیلتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام اور گناہ قرار دیا ہے اور قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے کہ

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ

اور انہیں گالی نہ دو جو اللہ کے سوا پوجتے ہیں۔ کہ وہ اللہ کو گالی دیں گے زیادتی اور جہالت سے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۞ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۞ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ

اے ایمان والو ! مرد دوسرے مردوں کی ہنسی نہ اڑائیں عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے ہنسی کریں ہو سکتا ہے کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں ایک دوسرے کو طعنہ نہ دو اور ایک دوسرے کو برے القاب سے نہ پکارو کیا ہی برا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا اور جو توبہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔ (پارہ ۲۶۔ الحجرات' آیت ۱۱)

بدگمانی اور جاسوسی منع ہے

بلا وجہ مسلمانوں سے بدگمانی رکھنا اور مسلمانوں کے چھپے ہوئے عیوب کو جاسوس بن کر ڈھونڈتے رہنا چونکہ یہ بھی معاشرہ میں نفاق بغض و عناد کا سبب ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان حرکتوں سے منع فرماتے ہوئے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ

یٰاَ یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ.
اِثْمٌ ''وَّ لَا تَجَسَّسُوْاo

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو۔ بیشک کوئی گمان گناہ ہوتا ہے اور لوگوں کے عیبوں کی جاسوسی مت کرو۔ (پارہ ۲۶۔ الحجرات۔ آیت۔۱۲)

زمین پر ناجائز قبضہ منع ہے

حضرت سالم رضی اللہ تعالی عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دوسرے کی زمین کا کچھ حصہ ناحق دبا لے تو اسے قیامت کے دن سات زمین کی تہہ تک دھنسایا جائے گا۔ (بخاری شریف)

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بالشت بھر زمین ظلم سے حاصل کرے گا اسے قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا۔ (مسلم۔ بخاری)

عمداً کسی مسلمان کا قاتل ملعون اور جہنمی ہے

جان بوجھ کر عمداً کسی مسلمان کو قتل کرنا بہت گناہ کبیرہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دنیا کا ہلاک ہونا اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل ہونے سے ہلکا ہے بلکہ یہ قتل اگر ایمان کی علامت سے ہو یا قاتل اس قتل کو حلال جانتا ہو تو یہ کفر بھی ہے۔ (خزائن العرفان' صفحہ ۱۱۱)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُہٗ جَھَنَّمُ خَالِدًا فِیْھَا وَ غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَلَعَنَہٗ وَ اَعَدَّلَہٗ عَذَابًا عَظِیْمًاo النساء آیت ۹۳

اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے گا اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لیے بڑا

عذاب تیار کر رکھا ہے۔

دنیا میں اس قاتل کی سزا موت ہے اور اگر وارث چاہیں تو خون بہا ایک سو اونٹ یا اس کی قیمت لے کر اس کو چھوڑ سکتے ہیں۔

اسلامی معاشرہ کے احکام

مسلمان عورتوں کا پردہ

ہر مسلمان عورت پر فرض ہے کہ وہ غیر محرم مردوں سے پردہ کرے
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

یَاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَا بِیْبِھِنَّ ذَالِکَ اَدْنٰی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ وَ کَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًاo

اے نبی اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دو کہ وہ اپنی چادروں کا ایک حصہ منہ پر ڈالے رہیں ۔ یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو وہ ستائی نہ جائیں۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (پارہ ۔۲۲۔ الاحزاب۔ آیت۔ ۵۹)

جوان لڑکوں اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم ممنوع ہے

جوان لڑکوں اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم ممنوع ہے۔ اسی طرح ان دونوں کا سیاسی یا مذہبی جلسوں' میلوں میں اجتماع حرام و ناجائز ہے۔ ایک دوسرے سے الگ رہنا اور پردہ کرنا فرض ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّةِ الْاُوْلٰیO

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔ اور بے پردہ نہ رہا کرو۔ جیسی اگلی جاہلیت کی بے پردگی تھی۔ (پارہ ۲۲۔ الاحزاب۔ آیت ۔۳۳)

اگلی جاہلیت سے مراد اسلام سے پہلے کا زمانہ ہے۔ اس زمانے میں عورتیں اتراتی ہوئی بے پردہ باہر نکلتی تھیں اور اپنی زینت و محاسن کا اظہار کرتی پھرتی تھیں تاکہ مرد انہیں دیکھ کر ان سے بازی کریں اور وہ لباس ایسے پہنتی تھیں جس سے جسم کے

اعضا اچھی طرح نہ ڈھکیں تاکہ مردان کے اعضاء کی بناوٹ کا نظارہ کر سکیں۔

اور پچھلی جاہلیت سے مراد آخری زمانہ ہے جس میں لوگوں کے اعمال وافعال پہلوں کی مثل ہو جائیں گے۔ جیسا کہ آجکل ہو رہا ہے۔ کہ اس زمانہ میں عوتوں نے وہی حرکتیں شروع کر دی ہیں۔ جو اسلام سے پہلے جاہل عورتوں کے کرتوت تھے۔

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ

اور جب تم نبی کی بیبیوں سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔ (پارہ ۲۲۔ الاحزاب۔ آیت ۵۳)

ان آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ کسی مسلمان عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ چہرہ کھولے ہوئے کسی نامحرم مرد کے سامنے آئے۔ اب یہ ظاہر ہے کہ آج کل بالغ لڑکوں اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم جیسا کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ہو رہی ہے سخت ممنوع ہے۔

ماں باپ کے ساتھ سلوک

بوڑھے ماں باپ جب کہ کام دھندے سے مجبور اور خدمت کے محتاج ہو چکے ہوں۔ اور پیرانہ سالی سے ان کی عقلیں بھی کم ہو چکی ہوں اور ان کے مزاج میں چڑچڑاپن اور جھلاہٹ بھی پیدا ہو چکی ہو ماں باپ کے ساتھ ان کی اولاد کو کیسا سلوک کرنا چاہئے۔ اس مضمون پر روشنی ڈالتے ہوئے قرآن مجید نے ارشاد فرمایا کہ :۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ○ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا○

ور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اگر تیرے سامنے ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے اف تک نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان

سے تعظیم سے بات کہنا اور ان کے لیے بازو بچھائے رہو نرم دلی سے عرض کرتے رہو کہ اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا (پارہ ۱۵۔ بنی اسرائیل ۔ آیت ۲۳۔۲۴)

ماں باپ اور رشتہ داروں وغیرہ کے ساتھ حسن سلوک' خوش اخلاقی غم خواری دلداری' ملنساری کے ساتھ ساتھ ان کی مالی مدد بھی کرتے رہنا چاہیے اور ان لوگوں پر مال خرچ کرنے میں بہت بڑا اجر وثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

قُلْ مَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ" O

اے نبی آپ فرما دیجئے جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافر کے لیے ہے اور جو بھی بھلائی کرو بیشک اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔ (پارہ ۔۲۔ البقرہ۔ آیت ۔ ۲۱۵)

اسلامی معاشرہ میں اس بات کی بار بار تاکید آئی ہے کہ ماں باپ اور تمام رشتہ داروں دور ونزدیک کے پڑوسیوں اور رفیق سفر' مسافروں' اور اپنے لونڈی غلامون ' سب کے ساتھ نیک سلوک اور اچھا برتاؤ کیا جائے۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات میں سے مندرجہ زیل آیت خاص طور پر ذہن نشین کر لیں۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ O

اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔ اور رشتہ داروں اور یتیموں ۔ اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی۔ اور راہ گیر اور اپنے لونڈی غلام۔ (ہر ایک کے ساتھ نیک سلوک کرو) (پارہ ۵۔ النساء۔ آیت۔ ۳۶)

اس آیت میں کروٹ کے ساتھی سے مراد بیوی ہے یا رفیق سفر یا درس کے ساتھی (کلاس فیلو) یا مجلس یا مسجد میں ساتھ بیٹھنے والے۔ بہر حال اسلامی معاشرہ میں ان سے ہر ایک کے ساتھ اچھا سلوک اور نیک برتاؤ کرنا لازم ہے۔ ان میں سے کسی کو ایذا دینا یا ان میں سے کسی کے ساتھ بداخلاقی و بدسلوکی کرنا حرام و گناہ ہے۔ دنیا کا کوئی مذہب اسلامی معاشرہ کی خوبیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کاش تمام مسلمان اپنے اسلامی معاشرہ پر پوری طرح کاربند ہو کر غیر مسلموں کے دلوں میں اسلام کی حقانیت اور اس کی خوبیوں کا چراغ روشن کرتے تو آج سماج کی کچلی اور روندی ہوئی غیر مسلم اقوام اسلام کے دامن میں آ کر امن وسکون کی جنت پا کر سر بلند ہو جائیں۔

ماں باپ کے حقوق کے بارے میں احادیث مبارکہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کی ناک غبار آلود ہو اس کی ناک خاک آلود ہو اس کی ناک خاک آلود ہو' (یعنی ذلیل و رسوا ہو) کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ماں باپ دونوں کو یا ایک کو بڑھاپے کے وقت میں پایا پھر (ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہوا۔ (مسلم شریف)

حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے والد جاہمہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا ارادہ جہاد میں جانے کا ہے حضور ﷺ سے مشورہ لینے کے یے حاضر ہوا ہوں (ارشاد فرمایا کیا تیری ماں ہے؟ عرض کیا ہاں؟ فرمایا اس کی خدمت اپنے اوپر لازم کر لے کہ جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔ (احمد۔ نسائی۔ مشکوٰۃ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اس حال میں صبح کی کہ ماں باپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار رہا تو اس کے لیے صبح جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر والدین میں سے ایک ہو تو ایک دروازہ کھلتا ہے اور جس نے اس حال میں صبح کی کہ والدین کے بارے میں خدا

تعالیٰ کا نافرمان بندہ رہا تو اس کے لئے صبح ہی کو جہنم کے دروازے کھل جاتے ہیں اور ایک شخص نے کہا اگرچہ ماں باپ اس پر ظلم کریں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگرچہ ظلم کریں اگرچہ ظلم کریں اگرچہ ظلم کریں۔ (بیہقی۔ مشکوٰۃ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے؟ فرمایا کہ وہ دونوں تیری جنت و دوزخ ہیں یعنی جو لوگ ان کو راضی رکھیں گے جنت پائیں گے اور جو ان کو ناراض رکھیں گے دوزخ کے مستحق ہوں گے۔ (ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پروردگار کی خوشنودی باپ کی خوشنودی میں ہے اور پروردگار کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے۔ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو ماں باپ دونوں یا ان میں سے کسی ایک کی قبر پر ہر جمعہ کو زیارت کے لئے حاضر ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا اور وہ ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والا لکھا جائے گا۔

رشتہ داروں کا لحاظ رکھو

رشتہ داروں کا لحاظ رکھنا اور ان کی شادی وغمی میں شریک ہونا اور ان کی مدد کرتے رہنا چاہیے۔ اس سلسلے میں اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں بہت سی آیتوں کو نازل فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک آیت میں ارشاد خداوندی ہے کہ

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ○

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو۔ بیشک اللہ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔ (پارہ۔۴۔ النساء۔ آیت۔ ۱)

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال و افعال بلکہ تمہارے دلوں کے پوشیدہ ارادوں اور نیتوں کو دیکھ رہا ہے کہ تم کس قدر اور کس طرح اس کے حکموں کی پابندی کرتے ہو۔ لہذا خبردار خبردار کبھی ہرگز ہرگز اس کی نافرمانی کرو نہ اس کی فرماں برداری میں غفلت اور سستی کرو۔

مہمان نوازی کا بیان

مہمان نوازی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور حضور اکرم ﷺ کی سنت ہے۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

" جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کے لیے لازم ہے کہ مہمان کی عزت افزائی کرے۔ " (مشکوٰۃ ۔ ج ۲ ۔ صفحہ ۳۶۸ ۔ بخاری و مسلم)

دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ

سنت طریقہ یہ ہے کہ مہمان کو رخصت کرتے وقت دروازہ تک مہمان کے ساتھ چلے۔ (مشکوٰۃ ۔ ج ۲ ۔ صفحہ ۳۷۰ ۔ بحوالہ ابن ماجہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر دس یا بارہ فرشتے انسانی شکل و صورت میں مہمان بن کر تشریف لائے۔ تو آپ علیہ السلام نے ان مہمانوں کی کس طرح مہمان نوازی فرمائی ؟ اس کی منظر کشی کرتے ہوئے خداوند کریم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ۝ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝

(اے محبوب) کیا آپ ﷺ کے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی۔ جب وہ ان کے پاس آ کر بولے کہ " سلام " تو ابراہیم نے کہا کہ " سلام "

(ابراہیم نے دل میں کہا) کہ یہ تو ناشناس لوگ ہیں۔ پھر ابراہیم گھر گئے اور ایک فربہ (بھنا ہوا) بچھڑا لے آئے۔ پھر (مہمانوں) کے پاس رکھا اور کہا تم لوگ کھاتے نہیں؟

بیمار کی مزاج پرسی

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب کوئی مسلمان اپنے بھائی کی صبح کے وقت عیادت کرتا ہے تو شام تک ستر ہزار فرشتے کے لیے رحمت و مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور جو شام کو عیادت کرتا ہے اس کے لیے ستر ہزار فرشتے صبح تک دعائے مغفرت کرتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں ایک باغ ہے۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اچھا وضو کیا اور محض ثواب حاصل کرنے کی غرض سے اپنے بھائی کی عیادت کی تو اس کو ساٹھ برس کی مسافت کے فاصلے پر دوزخ سے دور کر دیا جاتا ہے۔ (احمد)

آداب مجلس

آداب مجلس کا لحاظ رکھنا بھی اسلامی تہذیب کا ایک حصہ ہے مثلاً بھری مجلس میں اگر کوئی مسلمان آ جائے اور جگہ مانگے تو حاضرین سمٹ سمٹ کر اس کو جگہ دے دیں اور اہل مجلس سے کہا جائے کہ کھڑے ہو جاؤ تو سب کو کھڑے ہو جانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے آداب مجلس سکھاتے ہوئے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِى الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ وَ اِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا ○

اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں جگہ دے دو تو جگہ دے دو اللہ تمہیں جگہ دے گا اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو جاؤ۔ (پارہ ۲۸۔ المجادلہ۔ آیت۔ ۱۱)

چیخ چلا کر بات کرنا

اسلامی تہذیب کی تعلیم دیتے ہوئے قرآن کریم میں ارشاد ہوا کہ

وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ O

اور درمیانی چال چلو اور اپنی آواز کو نرم اور پست رکھو۔ یقیناً سب آوازوں میں بری آواز گدھے کی آواز ہے۔ (پارہ۔ ۲۱۔ لقمان۔ آیت ۱۹)

مطلب یہ کہ نہ بہت تیز رفتاری سے چلو۔ نہ بہت سست چلو کہ یہ دونوں باتیں مذموم ہیں۔ ایک میں تکبر کا اظہار ہے اور ایک میں چھچھورا پن ہے اور یہ دونوں باتیں اسلامی تہذیب کے خلاف ہیں اور بہت چیخ چلا کر گفتگو نہ کرو۔ بلکہ نرم گفتاری و شیریں کلامی کو اپنا طرز گفتگو بناؤ۔

جاہلوں کی بکواس کا جواب نہ دو

اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کی مخصوص پہچان اور ان کے خاص نشان کا بیان کرتے ہوئے ارشاد ہوا کہ :۔

وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا O

اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ بس جی سلام! (پارہ ۱۹۔ الفرقان۔ آیت ۔۶۳)

دوسری آیت میں ارشاد فرمایا کہ :۔

وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا O

اور جب جاہلوں کی بیہودگی پر وہ گزرتے ہیں تو اپنی عزت سنبھالے گزر جاتے ہیں۔ (پارہ۔ ۱۹۔ الفرقان۔ آیت۔۷۲)

مطلب یہ کہ خداوند قدوس کے بندوں کا یہ بھی مخصوص شان ہے کہ جاہلوں کی

بکواس اور ان کی بیہودہ ہڑبونگ پر کان نہیں دھرتے اور ان کو منہ نہیں لگاتے اور ان کی لغویات کا کوئی جواب نہیں دیا کرتے بلکہ ان کی بدگوئی و بدزبانی پر خاموشی کے ساتھ صبر و برداشت کرتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔

نکاح کا بیان

نکاح سنت انبیاء ہے

اگر نکاح کے حقوق ادا کرنے کی قدرت ہو تو نکاح کرنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور اس میں اجر و ثواب ہے۔ جو لوگ حقوق نکاح ادا کرنے کی طاقت رکھتے ہوئے نکاح نہیں کرتے وہ لوگ انبیاء علیہم السلام کی سنت کے تارک اور اس کے اجر و ثواب سے محروم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ :۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً

اور بے شک (اے محبوب) ہم نے آپ سے پہلے رسولوں کو بھیجا اور ان کے لیے بیبیاں اور بچے بنائے۔ (پارہ ۱۳۔ الرعد۔ آیت۔ ۳۸)

کھانے کا بیان

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے اس کھانے کو شیطان اپنے لیے حلال سمجھتا ہے۔ (مسلم)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی شخص کچھ کھانا چاہے تو داہنے ہاتھ سے کھائے اور جب کوئی چیز پینا چاہے تو داہنے ہاتھ سے پئے۔ (مسلم شریف)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص نہ بائیں ہاتھ سے کچھ کھائے اور نہ کچھ پئے اس لیے کہ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا اور پیتا ہے (مسلم شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے کبھی کسی کھانے کو عیب نہیں لگایا (یعنی برا نہیں کہا) اگر خواہش ہوتی تو کھا لیتے اور خواہش نہ ہوتی تو چھوڑ دیتے۔ (بخاری)

اتنا کھانا کھانا کہ آدمی زندہ رہ سکے فرض ہے حلال چیز کھانا جائز ہے لیکن اضطراری کیفیت میں جبکہ جان جانے کا اندیشہ ہو اگر حلال چیز کھانے کو نہیں ملتی تو حرام چیز یا مردار یا کسی دوسرے کی چیز کھا کر اپنی جان بچا لینی چاہئے بھوک سے کم کھانا چاہئے اور کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھو لینے چاہئیں اور بسم اللہ شریف پڑھ کر کھانا چھوٹے چھوٹے لقمے لے کر کھانا چاہئے کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر تولیے وغیرہ سے صاف نہ کیے جائیں جبکہ بعد میں صاف کر لینے چاہئیں کھانا کھا کر یہ دعا پڑھیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

اس اللہ کی حمد ہے جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور مسلمان بنایا

قربانی کا بیان

قربانی بہترین عبادت اور حضرات انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضور سید الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس سنت ہے' اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی شان میں ارشاد فرمایا کہ :۔

اِنَّا اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝

اے محبوب! بیشک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو بیشک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔ (پارہ ۳۰۔ سورۃ الکوثر)

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اور آپ کی امت کو نماز اور قربانی کا حکم فرمایا ہے۔

اولیائے امت کا بیان

حضرت انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دوسرے نیک بندوں یا بندیوں سے خلاف عادت ایسی چیزیں اور اس قسم کی باتیں صادر ہوا کرتی ہیں جن کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ انہیں چیزوں کو " کرامت" کہا جاتا ہے جو اولیائے کاملین اور شہداء اور صالحین سے اکثر نمودار و ظاہر ہوا کرتی ہیں۔ "علم عقائد" کا مشہور مسئلہ ہے کہ اولیاء کی کرامت حق ہے چنانچہ قرآن مجید سے بھی اولیاء کی کرامتوں کا ثبوت ہے۔ اس کی چند مثالیں تحریر کی جاتی ہیں۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس وقت ان کی والدہ آبادی سے دور ایک میدان میں تھیں۔ وہیں تنہائی میں ولادت ہوئی اور جب ان کو بھوک پیاس لگی تو اچانک ان کے پاس ایک شیریں پانی کی نہر جاری ہو گئی اور انہوں نے کھجور کے ایک درخت کو ہلایا تو ناگہاں پکی ہوئی تازہ کھجوریں اس سے گر پڑیں جس کو انہوں نے کھایا یہ دونوں چیزیں حضرت مریم علیہ السلام کی کرامتیں ہیں۔ جن کو خداوند کریم نے قرآن مجید میں ان لفظوں کے ساتھ ذکر فرمایا ہے کہ:۔

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ○

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا○

تو (جبرائیل) نے اس (مریم) سے اس کے تلے سے پکار کر کہا کہ تو غم نہ کھا۔ بے شک تیرے رب نے نیچے ایک نہر بہا دی ہے اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا تو تجھ پر پکی ہوئی تازہ کھجوریں گریں گی۔ (سورۃ مریم۔ آیت۔ ۲۴۔۲۵)

اچانک نہر کا جاری ہو جانا اور خشک کھجور کے درخت سے ناگہاں پھلوں کا گرنا دونوں چیزیں حضرت مریم علیہ السلام کی کرامتیں ہیں جو قرآن کی مذکورہ بالا آیت سے ثابت ہیں جو اس کرامت کا انکار کرے وہ قرآن کا منکر اور کافر ہے۔

ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے دربار میں بیٹھے ہوئے اپنے درباریوں سے فرمایا کہ تم میں کون ایسا ہے۔ جو بلقیس کے یہاں حاضر ہونے سے پہلے

ہی اس کے تخت کو ملک سبا سے یہاں بیت المقدس میں میرے دربار میں حاضر کر دے۔ آپ کا ارشاد سن کر سب چپ رہے لیکن ایک بڑا سرکش جن بول پڑا کہ میں اس تخت کو یہاں اتنی دیر میں لا سکتا ہوں کہ آپ کا دربار برخاست بھی نہ ہوا ہوگا اور تخت یہاں لا دوں گا۔ یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر آصف بن برخیا نے کہا کہ میں تو اس تخت کو آپ کے پلک جھپکانے سے پہلے ہی لا دوں گا۔ چنانچہ آپ کی کرامت سے تخت بلقیس ملک سباء سے زمین کے نیچے نیچے چل کر آپ کی کرسی کے قریب نمودار ہو گیا اور آپ اس تخت کو ایک سیکنڈ میں اپنے پاس دیکھ کر خداوند قدوس کا شکر ادا کرنے لگے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ :۔

قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَ اِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ٥ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ٥

ایک بڑا خبیث جن عفریت بولا کہ میں وہ تخت آپ کے پاس حاضر کر دوں گا قبل اس کے کہ حضور اجلاس سے اٹھیں اور میں نہایت طاقتور اور امانت دار ہوں جن کے پاس کتاب کا علم تھا (آصف) نے کہا کہ میں اسے آپ کے پلک جھپکانے سے پہلے لا دوں گا۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا کہ یہ میرے رب کے فضل سے ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں۔ یا ناشکری اور جو شکر کرے وہ اپنے بھلے کو شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا رب بے پرواہ ہے سب خوبیوں والا ہے۔ (پارہ ۱۹۔ النمل۔ آیت۔ ۳۹۔۴۰)

حضرت آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ کا تخت بلقیس کو ملک سبا سے ایک سیکنڈ میں لا کر دربار سلیمانی میں حاضر کر دینا۔ یقیناً ایک بہت بڑی کرامت ہے اور جو اس پر

ایمان نہ لائے وہ قرآن کا منکر اور کافر ہے۔ کیونکہ یہ کرامت قرآن مجید سے ثابت ہے۔

اس قرآنی کرامت سے یہ سبق ملتا ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام اور دوسرے پیغمبروں کی امتوں میں آصف بن برخیا اور حضرت مریم جیسی کرامتوں والے ہو چکے ہیں تو پھر حضور ﷺ کی امت میں اگر اس سے بڑی بڑی کرامتوں والے اولیاء ہوں تو اس میں ہرگز ہرگز کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ یاد رہے کہ ہر ولی کی کرامت اس کے نبی کا معجزہ ہوتا ہے تو جس شان کا نبی ہوگا اسی شان کے اس کی امت کے اولیاء ہوں گے تو جب حضور اکرم ﷺ کی شان تمام انبیاء و مرسلین علیہ السلام سے بڑھ کر ہے تو اس کا صاف نتیجہ یہ ہوگا کہ حضور ﷺ کی امت کے اولیاء دوسرے انبیاء کی امتوں کے اولیاء سے بڑھ کر ہوں گے اور امت محمدیہ ﷺ کے اولیاء کے مراتب و درجات اور ان کی کرامات انبیائے سابقین کی امت کے اولیاء سے کہیں زیادہ بڑھ کر بلند مرتبہ ہوں گی واللہ تعالیٰ اعلم۔

علم اور علمائے کرام

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے اور نا اہل کو علم سکھانے والا ایسا ہے جیسے خنز، یعنی سور کے گلے میں جواہرات' موتی اور سونے کا ہار پہنا دیا ہو۔

حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ شارحین حدیث نے فرمایا کہ علم سے مراد وہ مذہبی علم ہے جسے حاصل کرنا بندہ کے لیے ضروری مسائل کے ساتھ نماز پڑھنے کے طریقے کا جاننا اس لیے کہ ان چیزوں کا علم فرض عین ہے اور فتویٰ و اجتہاد کے رتبہ کو پہنچنا فرض کفایہ ہے (مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد اول صفحہ ۲۳۳)

اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمتہ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ علم سے مراد اس حدیث میں وہ علم ہے کہ جو مسلمانوں کو وقت پر ضروری ہے مثلاً جب اسلام میں داخل ہوا تو اس پر خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کو پہچاننا اور رسول ﷺ کی نبوت کو جاننا واجب ہوگیا اور ہر اس چیز کا علم ضروری ہوگیا کہ جس کے بغیر ایمان صحیح نہیں اور جب نماز کا وقت آ گیا تو اس پر نماز کے احکام کا سیکھنا واجب ہوگیا اور جب ماہ رمضان آ گیا تو روزہ کے احکام کا جاننا ضروری ہو گیا اور جب مالک نصاب ہوگیا تو زکوٰۃ کے مسائل کا جاننا واجب ہو گیا اور اگر مالک نصاب ہونے سے پہلے مر گیا اور زکوٰۃ کے مسائل کو نہ سیکھا تو گنہگار نہ ہوا۔ جب عورت کو عقد میں لایا تو حیض و نفاس وغیرہ جتنے مسائل کا زن و شوہر سے تعلق ہے جاننا واجب ہو جاتا ہے وعلی ھذا القیاس (اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۱۲۱)

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا۔ ایک ان میں سے عابد تھا دوسرا عالم۔ تو سرکار اقدس ﷺ نے فرمایا کہ عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسی میری فضیلت تمہارے ادنیٰ آدمی پر۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کو بھلائی

سکھانے والے پر خدا تعالیٰ رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے نیز زمین و آسمان کے رہنے والے یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں پانی میں اس کے لیے دعائے خیر کرتی ہیں۔

حضرت ابودرداء نے کہا کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص علم دین حاصل کرنے کے لیے سفر کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اسے جنت کے راستوں میں سے ایک راستہ پر چلاتا ہے اور طالب علم کی رضا حاصل کرنے کے لیے فرشتے اپنے پروں کو بچھا دیتے ہیں اور ہر وہ چیز جو آسمان و زمین میں ہے یہاں تک کہ مچھلیاں پانی کے اندر عالم کے لیے دعائے استغفار کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی چودھویں رات کے چاند کی ستاروں پر اور علماء انبیائے کرام کے وارث و جانشین ہیں۔ انبیائے کرام کا ترکہ دینار درہم نہیں ہیں۔ انہوں نے وراثت میں صرف علم چھوڑا ہے تو جس نے اسے حاصل کیا اس نے پورا حصہ پایا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔ اور خدا دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں (ابوداؤد۔ مشکوٰۃ)

قرآن مجید

قرآن شریف کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ مقدس کتاب وہ ہے کہ ہر چیز کا روشن بیان اور مسلمانوں کے لیے رحمت اور پرہیزگاروں کے لیے نصیحت ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ :۔

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ مَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ

یہ قرآن لوگوں کے لیے بیان اور ہدایت اور پرہیزگاروں کے لیے نصیحت ہے۔ (پارہ ۴۔ آل عمران۔ آیت ۱۳۸)

دوسری آیت مبارکہ میں یہ ارشاد فرمایا کہ :۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝

اور اے پیغمبر! ہم نے آپ پر نازل کی یہ کتاب جو ہر چیز کا روشن بیان اور ہدایت و رحمت ہے اور مسلمانوں کے لیے خوشخبری سنانے والی ہے۔ (پارہ ۱۴۔ النحل۔ آیت۔ ۸۹)

قران مجید بہت سے اوصاف کا جامع ہے۔ ان اوصاف میں سے چند مذکورہ بالا ہیں۔ ان کے علاوہ دوسرے اوصاف والقاب بھی ہیں جن کو خداوند عالم نے قرآن مجید میں بار بار ذکر فرمایا ہے اور حضور ﷺ نے اپنی حدیثوں میں ذکر فرمایا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم میں بہترین شخص وہ ہے جس نے قرآن کو سیکھا اور دوسروں کو سکھایا۔ (بخاری)

حضرت معاذ جہنی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کو پڑھے اور اس پر عمل کرے تو قیامت کے دن اس کے ماں باپ کو ایسا تاج پہنایا جائے گا کہ اس کی روشنی دنیا کے سورج کی روشنی سے بڑھ کر ہوگی جب کہ سورج کو اتنا قریب فرض کرلیا جائے کہ گویا تمہارے گھروں میں اتر آیا ہو پھر تم سمجھ

سکتے ہو کہ جب ماں باپ کا یہ مرتبہ ہوگا تو اس شخص کا کیا درجہ ہوگا جس نے قرآن شریف پر خود عمل کیا۔ (احمد)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کتاب اللہ سے ایک حرف پڑھے تو اس کو ایک حرف کے بدلے ایک نیکی ملے گی اور ہر نیکی دس نیکیوں کے برابر ہوگی۔ میں آلم کو ایک حرف نہیں کہتا بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔ (ترمذی۔ دارمی)

حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص سورۃ کہف پڑھ رہا تھا اور اس کے ایک جانب دو رسیوں سے گھوڑا بندھا ہوا تھا اس گھوڑے پر ایک ابر چھا گیا اور گھوڑے سے قریب ہو گیا اور پھر اور قریب ہوا اور گھوڑے نے اس کو دیکھ کر اچھلنا کودنا شروع کیا جب صبح ہوئی تو اس نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا آپ ﷺ نے فرمایا یہ سکینہ یعنی رحمت تھی جو قرآن پڑھنے کے سبب نازل ہوئی تھی (بخاری مسلم)

اسلامی حکومت

اسلامی حکومت کے تین بنیادی اصول ہیں۔ جن کے بغیر کوئی سلطنت اسلامی حکومت نہیں کہلا سکتی۔

(۱) حاکمیت صرف اللہ اور رسول کی ہے۔

(۲) مجلس شوریٰ۔

(۳) عدل۔

اللہ اور رسول کی حاکمیت

اسلامی حکومت میں اللہ و رسول کے حکم کے سوا کسی دوسرے کا حکم نہیں چل سکتا۔ ہر جگہ ہر حال میں ہر صورت قوانین اسلام ہی امیر مملکت اور رعایا سب کے لیے واجب الایمان اور لازم العمل رہیں گے۔ قانون اسلام کے سوا کسی کو کسی حالت میں کوئی اختیار باقی نہیں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ :۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا۝

اور کسی مسلمان مرد اور کسی مسلمان عورت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جب اللہ اور رسول کچھ حکم فرما دیں تو اپنے معاملہ کا کوئی اختیار رہے اور جو اللہ و رسول کا حکم نہ مانے وہ کھلی گمراہی میں بھٹک گیا۔ (پارہ ۲۲۔ الاحزاب۔ آیت۔ ۳۶)

دوسری آیت میں اس طرح ارشاد فرمایا کہ :۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ

كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذَالِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاوِيْلًاO

اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اس کے لیے اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔ اگر تم اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہتر ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا ہے۔ (پارہ۔ ۵۔ النساء۔ آیت ۵۹)

واضح رہے کہ قانون اسلام میں یہ جائز ہی نہیں ہے کہ امیر حکومت یا حکومت والے اللہ کے کسی حکم کی مخالفت کر سکیں۔ اس لیے امیر اور حکومت والے کا حکم اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہوگا بشرطیکہ وہ احکام شریعت کے خلاف نہ ہوں۔ لہذا اسلامی حکومت میں حاکمیت اعلیٰ صرف اللہ و رسول ہی کی ہوگی۔

مجلس شوریٰ

اسلامی حکومت میں ایک مجلس شوریٰ بھی لازمی ہے جو ایماندار و صالحین دانشوروں پر مشتمل ہوگی۔ جو قوانین اسلام کی اور ان کی تشریحات کے بارے میں امیر ریاست کی رہنمائی کرتی رہے گی۔ خداوند قدوس نے اس کی ہدایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ

اور ان کا کام ان کے آپس میں مشورے سے ہے۔ (پارہ۔ ۲۵۔ الشوریٰ۔ آیت۔ ۳۸)

عدل و انصاف

اسلامی سلطنت کے نظام عدل میں بنیادی طور پر لازم و ضروری ہے کہ ہر معاملہ میں ہر شخص کے ساتھ قوانین اسلام کے مطابق عدل و انصاف کیا جاتا رہے اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا

وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ وَّاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ O

اَللّٰہُ رَبُّنَا وَرَبُّکُمْ O

اور کہو کہ میں ایمان لایا اس پر جو کتاب اللہ نے اتاری اور مجھے حکم ہے کہ میں تم میں عدل کروں۔ اللہ ہمارا اور تمہارا سب کا رب ہے۔ (پارہ۔ ۲۵۔ الشوریٰ۔ آیت۔ ۱۵)

قرآن کے خلاف کوئی قانون بنانا کفر ہے!

قانون ساز جماعت یعنی اسمبلی و پارلیمنٹ پر فرض ہے کہ ہرگز ہرگز کوئی قانون قرآن کے خلاف نہ بنائے نہ بننے دے اور اگر جان بوجھ کر قصداً کوئی قانون قرآن کے خلاف بن گیا اور اس کو اچھا جان کر اس پر خوشی کا اظہار کیا تو جتنے لوگ قانون سازی میں شریک تھے سب کافر ہو گئے۔ ان کو توبہ کرکے نئے سرے سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہونا اور اپنی بیویوں سے دوبارہ نکاح کرنا لازم ہوگیا ارشاد ربانی ہے کہ:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَادُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ کُبِتُوْا کَمَا کُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَ قَدْ اَنْزَلْنَا اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ وَ لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ O

بیشک وہ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی وہ ذلیل کیے گئے جیسے کہ ان کے اگلوں کو ذلت دی گئی اور بیشک ہم نے روشن آیتیں اتار دی ہیں اور کافروں کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔ (پارہ۔ ۲۸۔ المجادلہ۔ آیت۔ ۵)

آیت کے آخری جملہ وللکفرین عذاب مھین میں ان لوگوں کے کافر ہوجانے کا اعلان ہے۔

حاکموں کے اوصاف

اسلامی حکومت میں ایسے حاکموں کی قطعاً گنجائش نہیں ہے جو اپنی خواہشات نفسانی کے فرمانبردار ہوں اور اللہ و رسول کے قوانین سے روگردانی کرکے قیامت کے دن اپنے اعمال کا حساب دینے کو بھول بیٹھے ہوں بلکہ فرمانرواؤں اور حاکموں پر لازم ہے کہ وہ ہر معاملہ میں وہی حکم دیں جو اللہ و رسول کے فرمانوں کے مطابق ہے اور ہرگز

ہرگز کبھی اپنی خواہش کی پیروی نہ کریں اور ہر حال میں یہ عقیدہ رکھیں کہ ہم آج جو کچھ بھی کر رہے ہیں قیامت کے دن ہم کو اپنے اعمال کا حساب دینا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو حکومت عطا فرماتے وقت ان پر جو پابندی عائد فرمائی تھی۔ اس کا تذکرہ خود قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمایا کہ

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۝

اے داؤد! بیشک ہم نے تمہیں زمین میں اپنا نائب (خلیفہ) بنایا تو آپ لوگوں کو حق بات کا حکم دیجیے اور خواہش نفسانی کی پیروی نہ کریں۔ کہ وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بہکاوے گی۔ بیشک جو اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اس پر کہ وہ حساب کے دن (قیامت) کو بھول بیٹھے۔ (پارہ۔۲۳۔ص۔آیت۔۲۶)

غور کیجیے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو خصوصیت کے ساتھ تین باتوں کا حکم دیا ۱۔حق کا حکم ماننا ۲۔خواہش نفسانی کی پیروی نہ کرنا۔ ۳۔محاسبہ قیامت کو یاد رکھنا۔ اسلامی حکومت میں حاکموں کو بھی اسی روش پر چلنا ضروری ہے۔

اطاعت امیر کی حدود

اسلامی حکومت میں امیر مملکت کے احکام کی پابندی رعایا پر واجب ہے لیکن اگر امیر مملکت کسی ناجائز اور خلاف شریعت بات کا حکم دے تو ہرگز ہرگز اس کی اطاعت وفرمانبرداری نہیں کی جائے گی۔ قران مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ :۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ۝

اپنے رب کے حکم پر صابر رہو اور ان میں سے کسی گنہگار یا ناشکرے کی بات نہ مانو۔ (پارہ۔۲۹۔الدھر۔آیت۔۲۴)

حدیث شریف میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ

" امیر کی بات کو سننا اور اس کی فرمانبرداری ہر مسلمان پر لازم ہے۔ خواہ وہ بات اس کو پسند ہو یا نا پسند لیکن جب امیر کی طرف سے کسی گناہ کی بات کا حکم دیا جائے تو نہ اس کی بات سنی جائے گی نہ اس کا حکم مانا جائے گا۔ (مشکوٰۃ ج ۲۔ صفحہ ۳۱۹۔ بحوالہ بخاری و مسلم)

زبردستی کرایا ہوا گناہ جرم نہیں

اگر کافروں نے کسی مسلمان کو پکڑ کر اس کے گلے پر تلوار رکھ دی۔ یا سینے پر بندوق کی نالی رکھ دی اور جان کی دھمکی دے کر کفر بولنے پر مجبور کر دیا اور اس مسلمان کو ظن غالب ہو گیا کہ بغیر کفر بولے میری جان بچ نہیں سکتی تو ایسی حالت میں بھی اگر مسلمان کفر نہ بولے اور قتل ہو جائے تو اس کو شہادت کا عظیم درجہ ملے گا اور اگر جان بچانے کی خاطر صرف زبان سے کفر بک دیا اور دل میں ایمان ہی رہا تو یہ جائز ہے اور چونکہ زبردستی اس سے کفر کی بات کہلائی گئی ہے اس لیے اس مسلمان پر کوئی جرم و گناہ عائد نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر زنا کرنے' شراب پینے یا خنزیر کا گوشت کھانے پر مجبور کر دیا گیا اور اس نے دل میں برا جانتے ہوئے صرف جان بچانے کے لیے ان گناہوں کو کر لیا تو اس پر کوئی جرم و گناہ ثابت نہیں ہوگا۔ خداوند قدوس کا ارشاد ہے کہ

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

جو ایمان لانے کے بعد اللہ کا منکر ہوا۔ سو اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو لیکن جو دل کھول کر کافر ہو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان پر اللہ کا عذاب ہے۔ (پارہ ۔۱۴۔ النحل ۔ آیت ۱۰۶)

تحقیق کے بغیر کارروائی منع ہے

کسی مقدمہ یا کسی معاملہ میں محض افواہ کی بنا پر حکام کو بغیر تحقیق کے کوئی کارروائی کرنا جائز نہیں ہے۔ جب تک صورت واقعہ کی پوری پوری تحقیق نہ کر لی جائے 14
اور یقینی طور پر اس کا علم نہ ہو جائے۔ محض شبہ کی بنا پر کسی پر فرد جرم لگا کر اس کو سزا دینا ہرگز ہرگز جائز نہیں ۔ارشاد ربانی ہے کہ :۔

وَلَا تَقْفُ مَالَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْم'' ٥ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ
ادَ كُلُّ اُولٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا٥

اور اس بات کے پیچھے مت پڑو جس کا تمہیں علم نہیں۔ بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے (قیامت میں) سوال ہونا ہے۔ (پارہ۔ ۱۵۔ بنی اسرائیل ۔آیت۔ ۳۵) یعنی جس چیز کو دیکھا نہیں ہے اس کے بارے میں یہ نہ کہو کہ میں نے دیکھا ہے اور جس بات کو سنا نہیں ہے۔ اس کے بارے میں یہ نہ کہو میں نے سنا ہے نہ اس پر کوئی کارروائی کرو۔

کسی پر دوسرے کے عمل کی ذمہ داری نہیں

کسی کے جرم و گناہ کی سزا دوسرے کو نہ دنیا میں دی جا سکتی ہے نہ آخرت میں دی جائے گی۔ ہر شخص اپنے اپنے عمل کا ذمہ دار ہے۔ ایک کے عمل کی دوسرے پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ قرآن مجید میں خداوند کریم کا اعلان ہے کہ :۔

وَلَا تَـزِرُوْ وَا زِرَـةٌ'' وِّزْرَاُ خْرٰى وَ اِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ'' اِلٰـى
حِمْلِهَا لَا يُحْمَلُ مِنْهُ شَئٌ ،''وَلَوْ كَانَ ذَاقُرْبٰى٥

اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی اور کوئی بوجھ اٹھانے والی اپنا بوجھ اٹھانے کے لیے کسی کو بلائے تو اس کے بوجھ میں سے کچھ نہ اٹھایا جائے گا اگر چہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ (پارہ۔ ۲۲۔ فاطر۔ آیت۔ ۱۸)

بین الاقوامی معاہدوں کا احترام

اسلامی سلطنت نے اگر کسی حکومت سے کوئی معاہدہ کر لیا ہو تو اس معاہدہ کا احترام اور اس کی پابندی امیر و رعایا سب پر لازم ہے اور ہرگز اس کی خلاف ورزی جائز نہیں یہاں تک کہ معاہدوں کی مدت گزر جائے یا معاہدہ ختم ہو جائے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ

وَاَوۡفُوۡا بِالۡعَهۡدِ اِنَّ الۡعَهۡدَ کَانَ مَسۡئُوۡلًاO

اور عہد کی پابندی کرو۔ بیشک عہد کے بارے میں (قیامت کے دن) پوچھ گچھ ہوگی (پارہ۔۱۵۔ بنی اسرائیل۔ آیت۔۳۴)

بین الاقوامی سیاست دلیرانہ ہونی چاہیے

اسلامی حکومت کو چاہیے کہ وہ بین الاقوامی سیاست میں خوف و ہراس نہ رکھے۔ بلکہ خود اعتمادی کے ساتھ اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے دلیرانہ طور پر اپنی سیاست کو اقوام عالم کے سامنے پیش کرتی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اس کی ہدایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:۔

وَاِنۡ جَنَحُوۡا لِلسَّلۡمِ فَاجۡنَحۡ لَهَا وَتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ وَاِنۡ یُّرِیۡدُوۡۤا اَنۡ یَّخۡدَعُوۡکَ فَاِنَّ حَسۡبَکَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِیۡۤ اَیَّدَکَ بِنَصۡرِهٖ وَبِالۡمُؤۡمِنِیۡنَO

اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی جھکو اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔ بیشک وہ سب کچھ سنتا جانتا ہے اور اگر وہ تمہیں فریب دینا چاہیں تو بیشک تمہیں اللہ کافی ہے وہی ہے جس نے تمہیں اپنی مدد سے سرفراز کیا اور مسلمانوں کے لیے بھی کافی ہے (یعنی مسلم فوجوں کے ذریعے تمہیں طاقتور بنایا) (پارہ۔۱۰۔ الانفال۔ آیت۔ ۶۱۔۶۲)

معاہد شکن کے ساتھ معاملہ؟

اگر کسی حکومت سے اسلامی حکومت کا کوئی معاہدہ ہوا مگر وہ حکومت بار بار معاہدوں کو توڑتی رہتی ہے تو اسلامی حکومت کو بھی چاہیے کہ وہ بھی معاہدہ کو ختم کر دے اور اگر جنگ کی نوبت آ جائے تو شدید جنگ کریں اور اگر معاہدہ کے بعد دوسری حکومت کی طرف سے دغا کا اندیشہ ہو تو اسلامی حکومت کو چاہیے کہ اس سے معاہدہ فسخ کر لیں اور اس حکومت کو مطلع کر دیں کہ ہمارے تمہارے درمیان اب کوئی معاہدہ نہیں رہا۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ہدایت نامہ یاد رکھیں

اَلَّذِیْنَ عَاهَدتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِیْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّ هُمْ لَا یَتَّقُوْنَ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِی الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ۝ وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَیْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ ۝

وہ جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا۔ پھر ہر بار وہ اپنا عہد توڑ دیتے ہیں اور ڈرتے نہیں تو اگر تم انہیں کہیں لڑائی میں پاؤ تو انہیں اس طرح قتل کرو۔ جس سے ان کے پسماندگان کو بھگا دو۔ اس طرح شاید انہیں کوئی عبرت حاصل ہو۔ اور اگر تم کو کسی قوم سے دغا کا اندیشہ ہو تو ان کا معاہدہ ان کی طرف برابری پر پھینک دو بیشک دغا والے اللہ کو پسند نہیں۔ (پارہ ۔۱۰۔ الانفال۔ آیت۔۵۶۔۵۷)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلامی حکومت معاہدوں کی اس وقت تک پابندی کرے گی۔ جب تک فریق ثانی اپنے معاہدوں پر قائم رہے گا اور اگر فریق ثانی معاہدے کو توڑ دے یا اس کی طرف سے کسی دغا کا خطرہ محسوس ہونے لگے تو اسلامی حکومت کو معاہدہ فسخ کر دینے کا اعلان کر دینا چاہیے۔ اگر جنگ کی نوبت آن پڑے تو دلیری کے ساتھ جم کر لڑنا چاہیے اور ہرگز ہرگز بزدلی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے یہ اور بات ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنی طرف سے جنگ کو ٹالتے رہنا چاہیے۔

اسلامی عدالت

اسلامی حکومت کے لیے بے حد ضروری اور انتہائی اہم ہے کہ وہ اپنی نگرانی میں ایک محکمہ عدلیہ قائم کرے جو انتظامیہ کے تسلط اور سیاسی دباؤ سے بالکل آزاد ہوتا کہ کھلی فضا میں وہ مقدمات کا عادلانہ فیصلہ صادر کرتا رہے۔ اسی محکمہ عدل کا نام اسلامی عدالت ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:۔

اِعْدِلُوْ (قف) هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ○

عدل کرو وہ پرہیز گاری سے زیادہ قریب ہے اور ڈرو اللہ سے۔ بیشک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

ایک اور میں یوں ارشاد فرما ہوا کہ:۔

وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا○

اور جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ بیشک اللہ تمہیں کیا ہی اچھی نصیحت فرماتا ہے۔ یقیناً اللہ سنتا دیکھتا ہے۔ (پارہ۔ ۵ النساء۔ آیت ۵۸)۔

اسلامی عدالت کے علاوہ بھی ہر مسلمان کو ہمیشہ ہر معاملہ میں عدل و انصاف کرتے رہنا واجب الایمان و لازم العمل ہے۔

ہر معاملہ میں اصل فیصلہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے ہر فیصلہ کو بلا چوں وچرا مان لینا فرض ہے۔ قرآن میں خدا کا فرمان ہے کہ۔

وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ○

اور اللہ حکم فرماتا ہے۔ اس کا حکم پیچھے ڈالنے والا کوئی نہیں اور اسے حساب لینے میں دیر نہیں لگتی (پارہ ۱۳۔ الرعد۔ آیت۔ ۴۱)

دوسری آیت شریفہ میں اس طرح فرمایا کہ

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ O

اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی ظالم لوگ ہیں (پارہ۔ ٦۔ المائدہ۔ آیت۔ ۴۵)

دوسری آیت مبارکہ میں یوں ارشاد فرمایا کہ

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ O

اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق نہ رہے تو وہی فاسق ہیں۔ (پارہ۔ ٦۔ المائدہ۔ آیت۔ ۴۷)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نازل ہو چکا ہے۔ اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے سوا کوئی دوسرا فیصلہ ہرگز ہرگز قابل قبول نہیں ہوسکتا اس لیے کہ اصل فیصلہ اللہ تعالیٰ کا ہے اور وہی ہر مسلمان کے لیے لازم العمل ہے۔ مثلاً چور زانی۔ قاتل وغیرہ کے بارے میں جو سزائیں قران مجید میں نازل ہو چکی ہیں۔ اب کسی حاکم کو قطعاً یہ اختیار نہیں ہے کہ رحم کی درخواست' یا کسی بڑی سفارش یا کسی سیاسی مصلحت سے ان سزاؤں کو معاف کر دے یا ان میں کوئی تخفیف یا ردوبدل کر دے۔ ہاں البتہ جن مجرموں کے بارے میں کوئی معین سزا خداوند تعالیٰ نے نازل نہیں فرمائی ہے بلکہ اس کو قاضیوں کی رائے کے سپرد فرمایا ہے۔ ان سزاؤں کو قاضی اپنی صوابدید کے مطابق نافذ کرے گا تو قاضی سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ قاضی حال و احوال اور اشخاص کے لحاظ سے اس میں ردوبدل کر سکتا ہے۔ اس قسم کی سزاؤں کو "تعزیرات" کہتے ہیں۔ تعزیرات میں قاضی کمی بیشی کر سکتا ہے۔

اسلامی عدالت کے سمن پر حاضر نہ ہونا گناہ ہے!

اسلامی عدالت جب سمن جاری کر کے کسی کو عدالت میں طلب کرے تو سمن پا کر بلا کسی عذر کے عدالت میں حاضر نہ ہونا جرم اور گناہ ہے۔ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

وَاِذَا دُعُوْا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ مُّعْرِضُوْنَ o وَاِنْ یَّکُنْ لَّھُمُ الْحَقُّ یَاْتُوْا اِلَیْہِ مُذْعِنِیْنَ اَفِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْا اَمْ یَخَافُوْنَ اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ وَرَسُوْلُہٗ بَلْ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ o

اور جب بلائے جائیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائیں تو ناگہاں ان میں کا ایک فریق منہ پھیر جاتا ہے اور اگر ان کی ڈگری ہو تو ان کی طرف آئیں مانتے ہوئے کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا شک رکھتے ہیں۔ یا ڈرتے ہیں کہ اللہ اور رسول ان پر ظلم کریں گے؟ بلکہ وہ خود ہی ظالم ہیں۔ (پارہ۔ ۱۸۔ النور۔ آیت۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰)

غور کیجیے کہ رسول ﷺ فیصلہ فرمانے کے لیے ن لوگوں کو بلائیں اور وہ حاضری سے منہ پھیر لیں تو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر کتنے غضب کا اظہار فرمایا اور ان لوگوں کی کیسی کیسی مذمت فرمائی کہ ان لوگوں کو ظالم تک فرمایا۔ تو اسلامی عدالت کا سمن درحقیقت اللہ اور رسول کی طرف بلاوا ہے تاکہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے تو جو سمن سے روگردانی کر کے عدالت میں حاضر نہ ہوگا وہ بلاشبہ مجرم و گنہگار ہوگا۔

گواہ، گواہی سے انکار نہیں کر سکتے

کسی مقدمہ کے گواہ جب گواہی کے لیے بلائے جائیں تو گواہ کے لیے جائز نہیں کہ گواہی چھپائے یا گواہی دینے سے انکار کر دے۔ اگر وہ گواہی کو چھپائے گا یا گواہی دینے سے انکار کرے گا تو گناہ گار ہوگا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان پڑھ لیجیے۔

وَلَا تَكْتُمُو الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَّكْتُمُهَا فَاِنَّه' اٰثِم'' قَلْبُه' وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْم''O

اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے گا تو یقیناً اس کا دل گنہگار ہے اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے۔ (پارہ۔۳۔البقرہ۔آیت۔۲۸۳)

دوسری آیت مبارکہ میں ارشاد فرمایا کہ

وَلَا يَابَ الشُّهَدَ آءُ اِذَا مَادُعُوْاO

اور گواہ جب بلائے جائیں تو آنے سے انکار نہ کریں۔ (پارہ۔۳ البقرہ۔ آیت۔۲۸۵)

دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ گواہ کو ہرگز اپنی گواہی نہ چھپانی چاہیے۔ نہ گواہی دینے سے انکار کرنا چاہیے بلکہ گواہ پر از رزروئے شریعت لازم ہے کہ عدالت میں حاضر ہو کر اپنی گواہی پیش کر دے

جھوٹی گواہی حرام ہے

جھوٹی گواہی دینا حرام و ناجائز اور گناہ کبیرہ ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ :۔

وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ O

اور جھوٹی گواہی سے بچو۔ (پارہ۔ ۱۷۔ الحج ۔ آیت ۔ ۳۰)

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کے مخصوص اوصاف کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

وَالَّذِیْنَ لَا یَشْھَدُوْنَ الزُّوْرَ O

اور میرے خاص بندے جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ (پارہ۔ ۱۹۔ الفرقان۔ آیت ۔۷۲)

جھوٹی گواہی دینے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب اور فاسق ہے۔ جھوٹے گواہ کو قاضی تعزیر کے طور پر سزا بھی دے گا۔

فاسق کی خبر اور گواہی معتبر نہیں

فاسق مثلاً چور، ڈاکو، شرابی، زنا کار، جھوٹا وغیرہ فاسقوں کی خبر اور گواہی غیر معتبر ہے۔ نہ ان لوگوں کی خبر پر اعتماد کیا جائے گا نہ ان لوگوں کی گواہی قبول کی جائے گی۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے کہ: ۔

یایھا الذین امنو ان جائکم فاسق بنبا فتبینو ا ان تصیبو ا قوما ابجھالۃ فتصبحوا علی مافعلتم ند مین ٥

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو لاعلمی میں سزا نہ دے بیٹھو۔ پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔ (پارہ۔ ۲۶۔ الحجرات۔ آیت ۶)





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ

عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى

اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى

اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝

کرمانوالہ بک شاپ

دربار مارکیٹ دوکان نمبر 2، لاہور فون 7249515



چوتھا باب

حالات و آثار کبائر اولیائے نقشبند رضوان اللہ علیہم اجمعین

کرمانوالہ بک شاپ
دربار مارکیٹ دوکان نمبر 2، لاہور فون: 7249515

فضائل خلفاء راشدین
وفضائل اہل بیت

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ اپنے مکتوب نمبر ۳۶ دفتر دوئم حصہ اول میں حضرات شیخین کی فضیلت اور اہل بیعت کی حمد و ثناء میں رقم طراز ہیں۔

مندرجہ بالا مکتوب خواجہ محمد تقی کی طرف صادر فرمایا۔

امامت کی بحث اور مذہب اہل سنت و جماعت اور مخالفین کے مذاہب کی حقیقت کے بیان میں اور اس بیان میں کہ اہل سنت ہی اعتدال پر ہیں اور اس افراط و تفریط کے بیان میں جو روافض و خوارج نے اختیار کی ہے اور حضور ﷺ کے اہل بیعت کی مدح و ثنا اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔ آج کل امامت کی بحث بہت چھڑی ہوئی ہے اور ہر شخص اپنے گمان اور تخمینے سے باتیں کرنے میں مصروف ہے اس لئے ضرورت کے مطابق اس بحث سے متعلق چند سطور لکھی گئیں ہیں اور مذہب اہل سنت و جماعت اور مخالفین کے مذاہب کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔

نجات و بزرگی کے نشانات اہل سنت و جماعت کی علامات سے ہیں۔ شیخین (ابوبکر و عمر) کو فضیلت دینا اور حضور کے دو دامادوں (عثمان و علی) سے محبت رکھنا۔ شیخین کو افضل جاننے کا عقیدہ جب کہ ختنین (عثمان و علی) کی محبت کے ساتھ جمع ہو تو یہ اہل سنت و جماعت کے خصائص میں سے ہے۔ شیخین کو افضل قرار دینے کا عقیدہ صحابہ اور تابعین کے اجماع سے ثابت ہو چکا ہے۔ چنانچہ اسے اکابر آئمہ نے نقل کیا ہے۔ ان میں سے ایک امام شافعی ہیں اور شیخ ابوالحسن اشعری فرماتے ہیں کہ ابوبکر و عمر کا باقی سب امت سے افضل ہونا قطعی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی تواتر سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ آپ نے اپنی خلافت و حکومت کے وقت ایک بہت بڑے

گروہ میں فرمایا کہ ابوبکر و عمر اس امت میں سب سے افضل و بہتر ہیں جیسا کہ امام ذہبی نے کہا ہے۔

اور امام بخاری نے روائیت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پیغمبر ﷺ کے بعد سب سے افضل و بہتر مرد ابوبکر ہیں پھر عمر پھر ایک اور شخص۔ اس پر آپ کے صاجزادے حضرت محمد بن حنفیہ نے کہا "ایک اور شخص" آپ ہیں تو آپ نے فرمایا میں تو مسلمان مردوں میں سے ایک مرد ہوں۔ مختصر یہ کہ شیخین کی تفضیل کثیر اور معتبر راویوں سے شہرت و تواتر کی حد کو پہنچ چکی ہے۔ اس کا انکار یا از راہ جہالت ہے یا از راہ تعصب اور عبدالرزاق جو اکابر شیعہ میں سے ہے جب انکار کی مجال و جرات نہ کر سکا تو بے اختیار تفضیل شیخین کا قائل ہوا اور کہنے لگا جب علی نے شیخین کو اپنے اوپر فضیلت دی ہے تو میں بھی آپ کی فضیلت دینے کے سبب انکو آپ پر فضیلت دیتا ہوں اگر علی تفضیل شیخین کے قائل نہ ہوتے تو میں بھی ان کی افضیلت کا قائل نہ ہوتا۔ یہ گناہ ہے کہ محبت علی کا دعویٰ کروں اور پھر اس کی مخالفت کروں۔

اور جب زمانہ خلافت ختنین (عثمان وعلی رضی اللہ عنہما) میں فتنوں کا ظہور اور لوگوں کے امور میں خلل بہت زیادہ پیدا ہو چکا تھا اور اس طرح لوگوں کے دلوں میں بے حد کدورت اور مسلمانوں میں عداوت و کینے کا غلبہ ہو چکا تھا اس ضرورت کے تحت ختنین کی محبت کو بھی اہل سنت و جماعت کے شرائط میں سے شمار کیا جانے لگا تا کہ کوئی جاہل اس راستے سے خیرالبشر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام کے ساتھ بدظنی کا راستہ نہ نکال سکے اور پیغمبر ﷺ کے ساتھ بغض و عداوت کی راہ ہموار نہ کرے۔ پس حضرت امیر (علی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت اہل سنت و جماعت ہونے کی شرط لازم قرار پائی اور جو شخص اس محبت سے خالی ہے اہل سنت و جماعت سے خارج ہے اور خارجی کے نام سے موسوم ہے اور جس شخص نے محبت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں افراط اختیار کی اور جتنا چاہیے اس سے زیادہ کا قائل ہوا اور اس محبت میں غلو سے کام لیا اور اصحاب خیرالبشر ﷺ کے متعلق دشنام طرازی اور طعن و تشنیع کی زبان درازی کی اور صحابہ کرام، تابعین، عظام اور سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

کے طریقہ کو چھوڑا اس نے رافضی نام پایا۔ پس اہل سنت و جماعت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اس افراط و تفریط کے درمیان ہے اور افراط و تفریط دونوں مذموم ہیں۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضرت پیغمبر ﷺ نے فرمایا اے علی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہہ ہے کہ یہود اس کے دشمن ہوئے یہاں تک کہ اس کی والدہ پر بہتان تراشی کی اور نصاریٰ اس کے یہاں تک دوست ہوئے اور اسے اس حد تک نیچے لے آئے کہ اسے وہ مرتبہ دے دیا جو اس کا نہیں تھا یعنی ابن اللہ قرار دے دیا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے متعلق عقیدے میں دو گروہ ہلاک اور تباہ ہوئے ہیں۔ ایک وہ جو میری محبت میں حد سے بڑھ گیا اور جو کچھ مجھ میں نہیں میرے لیے ثابت کیا اور دوسرا وہ جس نے مجھ سے دشمنی کی اور عداوت کی وجہ سے مجھ پر بہتان تراشی کی۔ تو خوارج کے احوال کو آپ نے یہود سے تشبیہ دی اور نصاریٰ کے حال کو روافض سے کہ دونوں حق وسط سے دور پڑے ہوئے ہیں۔ وہ شخص بہت ہی جاہل ہے جو اہل سنت و جماعت کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محبوں میں سے نہ جانتا ہو اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت کو شیعوں کے ساتھ مخصوص رکھتا ہو۔ حضرت علی کی محبت شیعیت نہیں ہے خلفاء ثلاثہ کی شان میں تبرا بازی رفض ہے اور اصحاب کرام سے بیزاری' مذموم و قابل ملامت ہے۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

لو کان رفضاحب ال محمد فلیشهد الثقلان انی رافض اگر آل محمد ﷺ سے محبت رکھنا رفض ہے تو جن و انس گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں۔

یعنی آل محمد ﷺ کی محبت رفض نہیں جیسا کہ لوگوں کا گمان ہے اور اگر اسی محبت کا نام رفض ہے تو پھر اس طرح کا رفض مذموم نہیں ہے۔ اس لیے رفض (مذموم) دوسروں کی تبریٰ بازی کی راہ سے ہے نہ کہ اہل بیت کی محبت کی راہ سے پس رسول اللہ ﷺ کے محب اہل سنت ہیں اور فی الحقیقت اہل سنت کا گروہ بھی یہی

لوگ ہیں شیعہ جو رسول اللہ ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اہل بیت کا گروہ تصور کرتے ہیں۔ اگر اہل بیعت کی محبت پر ہی اکتفار کریں اور دوسرے صحابہ سے بیزاری کا اظہار نہ کریں اور تمام اصحاب پیغمبر ﷺ کی تعظیم و توقیر کریں تو یہ درست ہے اور صحابہ کرام کے باہمی اختلافات و تنازعات کو اچھے معانی پر محمول کریں تو اہل سنت میں داخل ہیں اور روافض و خوارج سے باہر ہیں۔ کیونکہ اہل بیت کرام سے محبت نہ رکھنا خروج یعنی خارجی بنتا ہے اور صحابہ سے بیزاری رفض ہے اور تمام اصحاب کرام کی تعظیم توقیر کے ساتھ ساتھ اہل بیت سے محبت رکھنا سنیت ہے۔ مختصر یہ کہ رفض وخروج کی بنا اصحاب رسول علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سے بغض رکھنے پر ہے اور سنیت کی بنا صحابہ رسول ﷺ سے محبت پر۔ صاحب انصاف عقلمند ہرگز بغض صحابہ کو ان کی حب پر ترجیح نہیں دے سکتا اور پیغمبر ﷺ سے دوستی کی وجہ سے سب کو دوست رکھے گا۔ علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات

حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔

من احبهم فبحبی احبهم و من ابغضهم فببغضنی ابغضهم (الحدیث)

جو شخص میرے صحابہ کرام سے محبت رکھتا ہے وہ دراصل مجھ سے محبت رکھنے کی وجہ سے ان سے محبت رکھتا ہے اور جو ان سے بغض و عداوت رکھتا ہے وہ دراصل مجھ سےبغض عداوت کی وجہ سے ایسا کرتا ہے۔

اب ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اہل سنت کے حق میں عدم محبت اہل بیت کا کس طرح گمان کیا جا سکتا ہے حالانکہ یہ محبت ان بزرگوں کے نزدیک جزو ایمان ہے اور سلامتی خاتمہ کو اس محبت کی پختگی کے ساتھ انہوں نے وابستہ کیا ہے۔

اس فقیر کے والد بزرگوار جو ظاہری اور باطنی علوم کے عالم تھے۔ اکثر اوقات اہل بیت سے محبت رکھنے کی ترغیب دیتے رہتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس محبت کو سلامتی خاتمہ میں بڑا دخل ہے لہذا اس کا بہت خیال رکھنا چاہیے۔ ان کی مرض موت

میں یہ فقیر حاضر و موجود تھا۔ جب ان کا معاملہ آخر وقت کو پہنچا۔ اس جہان کا شعور و احساس کم رہ گیا تو فقیر نے اس وقت ان کو ان کی بات یاد دلائی اور اس محبت کے متعلق استفسار کیا آپ نے اس بے خودی کے عالم میں فرمایا۔ میں اہل بیت کی محبت میں غرق ہوں۔ اس وقت خدائے عزوجل کا شکر بجا لایا۔ اہل بیت کی محبت اہل سنت کا سرمایا ہے۔ مخالفین اہل سنت اس حقیقت سے بے خبر ہیں اور اس متوسط و معتدل محبت سے جاہل ہیں انہوں نے خود ہی افراط اختیار کی ہے۔ پھر اس افراط کے ماوراء کو تفریط گمان کرتے ہوئے خروج کا حکم دے دیا ہے اور اسے خوارج کا مذہب قرار دے دیا ہے انہوں نے یہ نہ جانا کہ افراط و تفریط کے درمیان ایک حد وسط ہے۔ جو مرکز حق اور جائے صدق ہے اور یہ اہل سنت ہی کا حصہ قرار پا چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول کرے۔

تعجب ہے کہ خوارج کو اہل سنت نے قتل کیا اور اہل بیت کے دشمنوں کی بیخ کنی بھی انہوں نے کی ہے۔ اس وقت رافضیوں کا نام و نشان بھی نہ تھا اور اگر تھا بھی تو نہ ہونے کے برابر۔ مگر یہ لوگ اپنے زعم فاسد سے اہل بیت کا محب روافض کو تصور کرتے ہیں اور اہل سنت کو روافض کہتے ہیں۔ عجب معاملہ ہے کہ کبھی تو اہل سنت کو خوارج میں شمار کرتے ہیں جو افراط محبت نہیں رکھتے اور کبھی ان بزرگوں میں نفس محبت کا احساس کرتے ہوئے انہیں روافض سمجھنا شروع کر دیتے ہیں۔ لہذا ان رافضیوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے اہل سنت کے اولیاء عظام کو جو اہل بیت کی محبت کا دم بھرتے ہیں اور آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حب کا اظہار کرتے ہیں روافض میں گمان کرتے ہیں اور اہل سنت میں سے بہت سے علماء کرام کو جو اس محبت میں افراط سے روکتے ہیں اور حضرات خلفاء ثلاثہ کی تعظیم و توقیر میں کوشش کرتے ہیں خارجی جانتے ہیں۔ ان کی نامناسب باتوں پر افسوس ہزار افسوس اللہ تعالیٰ ہمیں اس محبت میں افراط و تفریط سے بچائے۔

یہ افراط محبت ہی کا نتیجہ ہے کہ خلفاء ثلاثہ و غیر ہم سے بیزاری و نفرت کو حضرت امیر کی محبت کی شرط قرار دیتے ہیں۔ انصاف کرنا چاہیے کہ یہ کیا محبت ہے جس

کے حصول کی شرط پیغمبر ﷺ کے جانشینوں سے بیزاری ہو اور اصحاب خیرالبشر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتحیات کو دشنام طرازی اور ان پر لعن طعن ہو۔ اہل سنت کا یہی گناہ ہے کہ وہ اہل بیت کی محبت کے ساتھ ساتھ سرور کائنات کے سب صحابہ کرام علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی تعظیم وتوقیر بھی بجالاتے ہیں اور صحابہ کرام میں سے کسی کو بھی ان کی باہمی مخالفتوں اور تنازعات کے باوجود برائی سے یاد نہیں کرتے اور صحبت پیغمبر ﷺ کی تعظیم اور ان کے حضور ﷺ کے ساتھی ہونے کی عزت کی بناء پر انہیں خواہش اور تعصب سے دور جانتے ہیں حق والے کو حق پر تسلیم کرتے ہیں اور غلط کو غلط کہتے ہیں لیکن اس کی غلطی کو ہوا و ہوس سے دور رکھتے ہیں اور فکر و اجتہاد کے سپرد کرتے ہیں۔ روافض اہل سنت سے اس وقت خوش ہوں گے جبکہ اہل سنت بھی ان کی طرح دوسرے صحابہ کرام سے بیزاری دکھائیں اور ان اکابر دین سے بدگمان ہو جائیں۔ جس طرح خوارج کی خوشنودی اہل بیت سے عداوت اور آل محمد ﷺ کے ساتھ بغض رکھنے سے وابستہ ہے۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں ہدایت عطا فرمانے کے بعد ہمارے دلوں کو کجی میں مبتلا نہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما۔ بے شک تو ہی بہت عطا کرنے والا ہے۔

اکابر اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے نزدیک اصحاب پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات آپس میں لڑائیوں اور جھگڑوں کے وقت تین گروہ تھے۔ ایک جماعت دلیل اور اجتہاد کی روشنی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق پر ہونے کا اعتقاد رکھتی تھی۔ دوسری جماعت دلیل و اجتہاد کے ساتھ آپ کے مخالفین کو حق پر تصور کرتی تھی اور تیسری جماعت اس بارے میں متوقف تھی اور اس نے کسی بھی جانب کو دلیل سے ترجیح نہ دی۔ پس پہلی جماعت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدد و نصرت ضروری تھی کیونکہ وہ ان کے اجتہاد کے موافق درستی پر تھے اور دوسرے گروہ پر حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے مخالف گروہ کی نصرت لازم تھی۔ کیونکہ ان کے اجتہاد کا یہی تقاضا تھا اور تیسرے گروہ کے لیے توقف کا راستہ اختیار کرنا ضروری تھا اور کسی ایک جانب کو ترجیح دینا خطا میں داخل تھا۔ پس تینوں گروہوں نے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کیا

15

اور جو کچھ ان پر لازم وضروری تھا بجا لائے۔ لہذا ملامت کی کیا گنجائش ہے اور ان پر طعن وتشنیع کہاں مناسب ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں نیز حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے "یہ وہ خون ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا تو ہمیں چاہیے کہ اپنی زبانوں کو بھی ان سے پاک رکھیں" اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ ایک کے حق ہونے اور دوسرے کے خطا پر ہونے کے متعلق بھی لب کشائی نہیں کرنی چاہیے اور سب کو صرف نیکی کے ساتھ یاد کرنا چاہیے۔

اذا ذکر اصحابی فامسکرا۔ (طبرانی ابن عدی) جب میرے اصحاب کا ذکر کرو تو اپنی زبانوں کو بند رکھو

یعنی جب میرے صحابہ کا ذکر ہو اور ان کے تنازعات کے تذکرے چھڑیں تو تم احتیاط کرو اور انہیں ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دو۔

لیکن جمہور اہل سنت اس دلیل کی بناء پر جو انہیں معلوم ہوئی ہے اس پر کہ حق حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف تھا اور آپ کے مخالف خطا پر تھے لیکن یہ خطا چونکہ خطا اجتہادی ہے اس لیے ملامت وطعن سے دور اور تشنیع وتحقیر سے پاک ومبرا ہے۔ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ ہمارے بھائیوں نے ہم پر بغاوت کی ہے وہ نہ کافر ہیں نہ فاسق۔ کیونکہ انہیں تاویل کی گنجائش حاصل ہے جو انہیں کفر وفسق سے بچاتی ہے۔ پس اہل سنت اور شیعہ دونوں حضرات امیر سے لڑنے والوں کو خطا کار کہتے ہیں اور دونوں ہی حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی حقیقت کے بھی قائل ہیں۔ لیکن اہل سنت لفظ خطا اور وہ بھی تاویل پر مبنی سے زیادہ حضرت امیر سے لڑنے والوں کے حق میں کچھ تجویز نہیں کرتے اور زبان کو طعن وتشنیع سے بچاتے ہیں اور صحبت خیر البشر ﷺ کے حق میں حفاظت کرتے ہیں۔ کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔

اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا بعدی (ترمذی)

میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈور میرے

بعد انہیں نشانہ نہ بنانا۔

یعنی میرے صحابہ کے بارے میں خدا جل سلطانہ سے ڈرو۔ خدا جل سلطانہ' سے ڈرو۔ تاکید کی غرض سے یہ کلمہ آپ نے تکرار سے فرمایا۔ میرے صحابہ کو اپنی ملامت کے تیر کا نشانہ نہ بنانا۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا۔

اَصْحَابِیْ کَاالنُّجُوْمُ بِاَیِّهِمْ اقْتَدَیْتُمْ اهْتَدَیْتُمْ

میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے۔ ہدایت پاؤ گے۔

اور بھی بہت سی احادیث تمام صحابہ کرام کی تعظیم و توقیر میں وارد ہوئی ہیں۔ پس تمام صحابہ کو معزز و مکرم جاننا چاہیے اور ان کی لغزشوں کو اچھے مطالب پر محمول کرنا چاہیے۔ یہ ہے اس مسئلہ میں اہل سنت کا مذہب اور شیعہ اس باب میں غلو کرتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کرنے والوں کی تکفیر کرتے ہیں اور قسم قسم کی طعن و تشنیع اور مختلف گالیوں سے اپنی زبانوں کو آلودہ کرتے ہیں۔ اگر مقصود حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب حقیقت کا اظہار اور جنگ کرنے والوں کی خطا کا اظہار ہے۔ تو پھر اس مقصد کے لیے اہل سنت نے جو موقف اختیار کیا ہے کافی ہے اور وہ حد عدالت و اعتدال ہے۔ اکابر دین کو گالیاں دینا اور طعن و تشنیع کرنا دیانت اور دینداری سے دور ہے جیسا کہ رافضیوں نے اختیار کر رکھا ہے اور اصحاب پیغمبر علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات کو گالیاں دینا انہوں نے اپنا دین و ایمان قرار دے رکھا ہے۔ عجب دین ہے کہ اصحاب و جانشینان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دینا ان کا جزو اعظم ہے۔

بدعتی گروہ جنہوں نے مختلف بدعات اختیار کی ہیں اور اہل سنت سے جدا ہوئے ہیں ان تمام گروہوں کے درمیان فرقہ خوارج و روافض حق سے دور جا پڑے ہیں۔ وہ گروہ جو اکابر دین کو گالیاں دینا اور طعن کرنا ایمان کا جزو اعظم تصور کرتا ہو ایمان سے کیا حصہ رکھے گا۔ روافض کے بارہ فرقے ہیں۔ اور سب کے سب اصحاب

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکفیر کرتے اور خلفاء راشدین کو گالی دینا عبادت جانتے ہیں۔ یہ جماعت اپنے اوپر لفظ رفض کے اطلاق سے گریز کرتی ہے اور روافض اپنے سوا اوروں کو قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ روافض کے حق میں احادیث کے اندر بہت وعیدیں وارد ہیں۔ کاش کہ رفض کے معنی سے بھی اجتناب کرتے اور اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیزاری اختیار نہ کرتے۔ ہندوستان کے ہندو اپنے آپ کو ہندو کہتے ہیں۔ اور لفظ کفر سے پرہیز کرتے ہیں اور اپنے آپ کو کافر نہیں جانتے اور کفار دارالحرب میں رہنے والوں کو گمان کرتے ہیں ان لوگوں نے غلط سمجھا ہے۔ دونوں قسمیں کفار ہیں۔ اور حقیقت کفر سے موصوف۔

ان رافضیوں نے شاید پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کو اپنی طرح سمجھ رکھا ہے اور انہیں بھی ابوبکر وعمر کا دشمن خیال کر لیا ہے اور اس گروہ شیعہ نے تقیہ کے مطابق جو ان کا مسلک ہے اہل بیت کو بھی منافق اور دھوکہ باز گمان کرتے ہیں اور اعتقاد کیا ہوا ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیس سال تقیہ کے طور پر خلفاء ثلاثہ سے منافقانہ طریقہ سے ہم پیالہ اور ہم نوالہ رہے ہیں اور ناحق ان کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں۔ عجب معاملہ ہے۔ اگر اہل بیت رسول کی محبت رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی وجہ سے ہے تو چاہیے کہ رسول کے دشمنوں سے بھی دشمنی رکھیں اور انہیں گالی اور ان پر لعنت اہل بیت کے دشمنوں کو گالی دینے اور ان پر لعنت سے زیادہ کریں۔ ابوجہل کے بارے جو دشمن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انواع و اقسام کے ازار اور بے شمار زیادتیاں آنسرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیں، اس گروہ شعیہ سے کسی نے نہیں سنا ہے کہ اسے گالی دی ہو اور لعنت کی ہو اور اس کی برائیاں بیان کرنے میں لب کشائی کی ہو ابوبکر صدیق کو جو رسول اللہ علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کو تمام مردوں سے زیادہ پیارے تھے اپنے زعم فاسد میں دشمن اہل بیت قرار دے کر ان کی شان میں سب وطعن سے زبان درازی کرتے اور نامناسب امور ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ کیا دیانت اور دینداری ہے۔ خدا جل شانہ، نہ کرے کہ ابوبکر وعمر اور باقی صحابہ کرام اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن ہوں۔ اور آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بغض رکھیں کاش کہ یہ

اہل بیت کے دشمنوں کو گالیاں دیتے اور اس مذموم فعل کے لیے اکابر صحابہ کرام کے اسماء گرامی منتخب نہ کرتے اور ان بزرگوں سے بدظنی پیدا نہ کرتے۔ اس صورت میں اس باب میں ان کی مخالفت اہل سنت سے ختم ہو جاتی۔ کیونکہ اہل سنت بھی اہل بیت کے دشمنوں کے دشمن ہیں اور ان کی طعن و تشنیع کے قائل ہیں۔

یہ اہل سنت کی خوبی ہے۔ کہ شخص معین کو جو انواع کفر میں مبتلا ہو اسلام و توبہ کے احتمال سے دوزخی نہیں کہتے اور لعنت کا اطلاق اس کے لیے جائز نہیں سمجھتے۔ کافروں پر عموماً لعنت جائز سمجھتے ہیں لیکن کسی معین کافر پر اس وقت تک لعنت کرنا جائز نہیں رکھتے جب تک اس کا سوء خاتمہ دلیل قطعی سے معلوم نہ ہو جائے اور روافض بے تحاشا حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر لعنت کرتے اور اکابر صحابہ کو گالیوں اور طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کو راہ راست اختیار کرنے کی ہدایت دے۔

اس بحث میں دو مقام پر اہل سنت اور مخالفین میں اختلاف عظیم پایا جاتا ہے۔ مقام اول یہ ہے۔ اہل سنت چاروں خلفاء کی خلافت حق اور درست ہونے کے قائل ہیں۔ اور چاروں کو خلفاء برحق جانتے ہیں۔ کیونکہ صحیح حدیث میں جو غیب کی خبروں میں سے ہے' آیا ہے

الخلافة بعدی ثلا ثون سنته

''میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی''

اور یہ مدت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ساتھ مکمل ہوگئی۔ لہذا اس حدیث کے مصداق چاروں خلفاء ہیں اور اس حدیث کے مطابق ترتیب خلافت بھی برحق قرار پاتی ہے اور مخالفین تین خلفاء کی خلافت کی حقیقت کے منکر ہیں اور ان کی خلافت کو غصب و غلبہ سے منسوب کرتے ہیں اور امام برحق صرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تصور کرتے ہیں اور آپ نے جو تین خلفاء کی بیعت کی اسے تقیہ پر محمول کرتے ہیں اور خیر الانام ﷺ اور صحابہ کی آپس کی صحبت و دوستی کو نفاق پر محمول

کرتے اور ایک دوسرے کے ساتھ مدارات ونرمی کو فریب اور دھوکہ تصور کرتے ہیں۔ اس لیے کہ ان کے گمان میں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھی ان کے مخالفین کے ساتھ محض منافقانہ طور پر دوستی اور تعلق رکھتے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا زبان سے اس کے خلاف ظاہر کرتے تھے اور مخالفین بھی چونکہ ان کے گمان میں حضرت امیر اور ان کے ساتھیوں کے دشمن تھے۔ اس لیے ان کی آشنائی بھی نفاق پر مبنی تھی اور دشمنی کو دوستی کے رنگ میں ظاہر کرتے تھے پس روافض کے گمان میں تمام صحابہ پیغمبر ﷺ منافق اور فریبی تھے۔ (معاذ اللہ) اور ان کا ظاہر ان کے باطن کے برعکس تھا۔ تو چاہیے کہ ان کے نزدیک اس امت کے بدترین لوگ صحابہ کرام ہوں۔ اور سب صحبتوں اور مجلسوں میں بدترین حضرت خیرالبشر ﷺ کی صحبت ومجلس ہو کیونکہ یہ نفاق اور فریب وغیرہ جیسے برے اخلاق اسی مجلس سے پیدا ہوئے اور چاہیے کہ تمام زمانوں میں سے بدترین صحابہ کا زمانہ ہو۔ جو نفاق، عداوت، بغض، اور کینہ سے لبریز تھا حالانکہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے کلام مجید میں انہیں رحماء بینھم (آپس میں شفیق اور مہربان) فرماتا ہے۔ اللہ سبحانہ شیعوں کے برے اعتقادات سے بچائے۔

یہ لوگ جب سابقین امت (صحابہ کرام) کو ان برے اخلاق سے متصف کرتے ہیں۔ تو متاخرین امت میں کیا بھلائی اور خیریت پائیں گے۔ اس گروہ نے شاید آیات قرآنی اور احادیث نبوی جو صحبت خیرالبشر علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام اور حضور کے صحابہ کرام علیہ وعلیہم الصلوات والسلام کی افضلیت اور اس امت کی افضلیت میں وارد ہوئی ہیں۔ نہیں دیکھیں یا اگر دیکھیں ہیں تو ان پر ایمان نہیں۔

قرآن واحادیث صحابہ کرام کی تبلیغ سے ہم تک پہنچی ہیں۔ جب صحابہ کرام مطعون ٹھہرے تو جو دین ان کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے۔ مطعون اور ناقابل اعتماد ہوگا۔ نعوذ باللہ سبحانہ من ذالک شاید اس گروہ کا مقصود حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات تسلیمات کے دین کا ابطال اور آپ کی شریعت کا انکار ہے۔ ظاہر میں رسول پاک ﷺ کے اہل بیت سے اظہار محبت کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں آپ کی شریعت کا ابطال کرتے ہیں۔ کاش کہ حضرت علی اور ان کے موافقین کو ہی عیوب سے سالم رہنے دیتے

اور تقیہ کے داغ سے جو اہل مکر و نفاق کی صفات سے ہے۔ داغ دار نہ کرتے موافقین امیر یا مخالفین امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گروہ میں جس کی تمیں برس آپس میں منافقانہ مجلس و صحبت رہی اور جنہوں نے اتنا طویل عرصہ مکر و فریب سے گذارا' کیا فضیلت و اچھائی ان میں ہوگی۔ اور یہ لوگ کس طرح لائق قرار پائیں گے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں۔ ان کے مطعون ہونے سے نصف احکام شرعیہ مطعون ٹھہرتے ہیں۔ کیونکہ علماء مجتہدین نے فرمایا ہے۔ کہ احکام سے متعلق جو تین ہزار احادیث وارد ہیں۔ یعنی تین ہزار احکام شرعیہ جو سنت سے ثابت ہوئے ہیں۔ ان تین ہزار میں سے پندرہ سو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہوئے ہیں۔ پس ابو ہریرہ میں طعن نصف احکام شرعیہ میں طعن ہے اور حضرت امام بخاری فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرنے والے آٹھ سو صحابہ کرام اور تابعین ہیں جن میں ایک ابن عباس ہیں اور ابن عمر بھی ان سے روایت کرتے ہیں۔ اسی طرح جابر ابن عبداللہ اور انس بن مالک بھی ان سے روایت کرنے والوں میں ہیں۔ اور حضرت ابو ہریرہ پر طعن میں جو حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ لوگ نقل کرتے ہیں۔ سراسر جھوٹ بہتان اور تہمت ہے۔ جیسا کہ علماء نے اس کی تحقیق کی ہے۔

اور حضور سرور کائنات ﷺ کی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فہم علم کے بارے حدیث دعا علماء میں مشہور و معروف ہے۔

قال اوب هريرة حضرت مجلسا لرسول الله صلى الله تعالىٰ عليه و اله وسلم فقال من يبسط منكم رداء ه حتى افيض فيه مقالتى فيضمها اليه ثم لا ينسها فبسطت بردة كانت على فافامن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وعلى اله وسلم مقالته فضممتها الىٰ صدرى ط فمانسيت بعد ذالك شياً

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک مجلس

شریف میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا تم میں سے کون ہے۔ جو اپنی چادر بچھائے تا کہ میں اس میں اپنی گفتگو (علم) ڈال دوں تو وہ اسے اپنے ساتھ چمٹا لے پھر اسے کبھی نہ بھولے تو میں نے چادر بچھا دی ۔ جو میرے اوپر تھی۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنا کلام (علم) اس پر بہا دیا۔ پھر میں نے اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔ اس کے بعد میں کوئی چیز نہیں بھولا۔

تو محض اپنے گمان (فاسد) سے دین کی بزرگ شخصیت کو حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دشمن جاننا اور اس کی شان میں لعن طعن کرنا انصاف سے دور ہے۔ یہ سب محبت میں حد سے بڑھنے کے شگوفے ہیں۔ ایسا کرنے والا نزدیک ہے کہ شاید ایمان کی رسی سے اپنا سر باہر نکال لے۔

اور اگر فرضاً حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں تقیہ جائز بھی رکھا ہے تو یہ لوگ حضرت امیر کے ان اقوال کے متعلق کیا کہیں گے جو افضلیت شیخین میں ان سے بطریق تواتر منقول ہیں۔ اسی طرح آپ کے ان کلمات قدسیہ کے بارے میں کیا کہیں گے۔ جو آپ سے اپنی خلافت و مملکت کے زمانے میں خلفاء ثلٰثہ کی حقیقت خلافت کے متعلق صادر ہوئے کیونکہ تقیہ یہی ہے کہ اپنی خلافت کی حقیقت چھپائے اور تین خلفاء کی خلافت کا بطلان ظاہر نہ کرے۔ لیکن تینوں خلفاء کی حقیقت ظاہر کرنا اور افضلیت شیخین کا بیان اس تقیہ سے بالکل علیحدہ امر ہے۔ جس کے صدق و صواب کی کوئی صورت نہیں اور تقیہ کی تاویل سے بھی اس کی تردید کی کوئی صورت نہیں۔

اور نیز صحاح کی احادیث جو درجہ شہرت بلکہ متواتر المعنی ہو چکی ہیں اور حضرات خلفاء ثلٰثہ وغیرہ کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں اور ان میں سے ایک گروہ کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ ان احادیث کا کیا جواب دیں گے۔ کیونکہ حضرت پیغمبر ﷺ کے حق میں تقیہ جائز نہیں۔ اس لیے کہ پیغمبروں پر تبلیغ لازم ہے علیہم الصلوات والتسلیمات۔

اور نیز آیات قرآنی جو اس باب میں نازل ہوئی ہیں۔ تقیے کی گنجائش نہیں رکھتیں۔ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ اس گروہ کو توفیق انصاف عطا کرے۔

اور ارباب عقل سلیم جانتے ہیں کہ تقیہ بزدلی کی صفت ہے۔ اسداللہ (علی) سے منسوب کرنا نامناسب ہے۔ بشریت کے تقاضے کے مطابق ایک گھڑی یا دو گھڑی یا ایک دن یا دو دن کے لیے تقیے کی صفت جائز قرار دی جائے تو گنجائش ہے۔ لیکن مسلسل تیس سال بزدلی کی اس صفت کو اسداللہ میں ثابت ماننا اور تقیہ پر قائم رکھنا بہت ہی نازیبا ہے اور گناہ صغیرہ پر اصرار کو کبیرہ کہا گیا ہے۔ ارباب مخالف اور اصحاب نفاق کی صفات میں سے کسی صفت پر قیام و اصرار کیسے روا ہوگا۔ کاش اس امر کی قباحت محسوس کریں۔ یہ لوگ شیخین کو افضل قرار دینے سے بھاگے ہیں۔ جو (ان کے گمان میں) اہانت امیر کو مستلزم ہے اور اس کے نتیجہ میں تقیہ کا عقیدہ اختیار کیا ہے۔ اگر تقیے کی صفت کی برائی کو جو ارباب نفاق کی صفت سے ہے، سمجھتے تو ہرگز اسے جائز نہ رکھتے اور دو بلاؤں میں سے آسان تر کو اختیار کرتے۔ بلکہ ہم کہتے ہیں۔ کہ شیخین کی تقدیم و افضلیت میں حضرت امیر کی کچھ اہانت نہیں۔ کیونکہ حضرت امیر کی خلافت کا برحق ہونا اپنے حال پر قائم ہے اور آپ کا درجہ ولائیت اور رتبہ ہدائت وارشاد بھی بحال رہتا ہے، کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، اور تقیے کے اثبات میں تنقیص و توہین لازم ہے۔ کیونکہ یہ صفت ارباب نفاق کے خصائص اور اصحاب مکروفریب کے لوازم میں سے ہے۔ دوسرا مقام یہ ہے کہ اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم صحابہ خیرالبشر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے آپس کے اختلافات اور تنازعات کو نیک معانی پر محمول کرتے اور خواہش نفسانی اور تعصب سے دور جانتے ہیں کیونکہ ان کے نفوس صحبت خیرالبشر علیہ وعلیہم الصلوات والتحیات میں پاک ہو چکے تھے۔ اور ان کے سینے عداوت و کینہ سے بھی صاف ہو چکے تھے۔ غایت مافی الباب اتنی بات ہے کہ ہر ایک کی اپنی ایک رائے اور اجتہاد تھا اور ہر ایک مجتہد کے لیے اپنی رائے کے مطابق عمل پیرا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اس وجہ سے ضرورتاً بعض امور میں مخالفت آراء کے سبب مخالفت و مشاجرت لازم ہوگئی اور ہر ایک کے لیے اپنی رائے کی تقلید درست نظر آئی۔ پس ان کی آپس کی مخالفت حق کی موافقت کے لیے تھی نہ کہ خواہش اور نفس امارہ کی ہوس کے باعث اور مخالفین حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑنے والوں کی تکفیر کرتے ہیں اور لڑنے والوں کے حق میں

انواع و اقسام کی طعن و تشنیع جائز جانتے ہیں۔

جب کہ بعض امور اجتہادیہ میں صحابہ کرام نے آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات سے اختلاف رائے کیا ہے۔ اور حضور ﷺ کی رائے مبارک کے خلاف حکم کیا ہے۔ اور ان کا وہ اختلاف مذموم و قابل ملامت نہ تھا اور نزول وحی کے باوجود اس سے ممانعت نہ آئی تو حضرت امیر کے ساتھ امور اجتہادیہ میں مخالفت کیسے کفر قرار دی جا سکتی ہے اور حضرت امیر کے مخالف کیوں مطعون اور لائق ملامت ہوں گے۔ حضرت امیر سے جنگ کرنے والا اہل اسلام کا جم غفیر ہے۔ جس میں اکابر صحابہ بھی شامل ہیں۔ ان میں سے بعض وہ ہیں۔ جنہیں جنت کی بشارت مل چکی ہے۔ ان کی تکفیر و تشنیع کوئی آسان کام نہیں بہت بڑی بات ہے۔ جو ان کے مونہوں سے نکل رہی ہے۔ نصف دین اور شریعت کے نزدیک ہے۔ انہوں نے تبلیغ کی ہے۔ اگر وہ مطعون ہوں تو نصف دین سے اعتماد اٹھ جائے گا اور یہ بزرگ کس طرح طعن و تشنیع کے لائق ہو سکتے ہیں۔ جب کہ ان کی کسی روایت کو رد نہیں کیا۔ نہ کسی امیر نے نہ کسی وزیر نے۔

صحیح بخاری جو کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب ہے اور شیعہ بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں (فقیر نے احمد تبتی سے جو اکابر شیعہ میں سے ہے' سنا ہے کہ وہ کہتا تھا۔ کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب' کتاب بخاری ہے)۔ اس کتاب میں حضرت امیر کے موافقین کی روایات بھی ہیں۔ اور آپ کے مخالفین کی بھی۔ اور مخالفت اور موافقت کی بناء پر کسی روایت کو مرجوح یا راجح نہیں سمجھا گیا۔ امام بخاری جس طرح حضرت امیر سے روائت کرتے ہیں معاویہ سے بھی روایت کرتے ہیں۔ اگر حضرت معاویہ اور اس کی روایت میں طعن کا شائبہ بھی ہوتا۔ تو امام بخاری ہرگز اس کی روایت اپنی کتاب میں درج نہ کرتے۔ اسی طرح سلف میں جو احادیث کے ناقد گزرے ہیں۔ کسی نے بھی اس وجہ سے روایت حدیث میں فرق نہیں کیا ہے اور نہ مخالفت امیر کو منشاء طعن بنایا ہے۔

جاننا چاہیے کہ ضروری نہیں کہ تمام امور خلافیہ میں حضرت امیر حق پر ہوں

اور ان کا مخالف خطا پر۔ اگرچہ معاملہ جنگ میں حق حضرت امیر کی طرف تھا۔ کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ زمانہ صحابہ کے اختلافی امور میں علماء تابعین اور ائمہ مجتہدین نے حضرت امیر کے غیر کا مذہب اختیار کیا ہے اور حضرت امیر کے مذہب کے مطابق فیصلہ نہیں کیا۔ اگر حق جانب امیر کے لیے ہی متعین ومقرر ہوتا تو اس کے مذہب کے خلاف فیصلہ نہ دیتے۔ قاضی شریح جو تابعین میں سے اور صاحب اجتہاد ہوئے ہیں۔ مذہب امیر کے مخالف فیصلہ کیا اور حضرت امام حسن علیہ الرضوان کی گواہی ان کے بیٹا ہونے کی وجہ سے ان کے حق میں قبول نہ کی اور مجتہدین نے قاضی شریح کے قول کے مطابق عمل کیا ہے اور بیٹے کی شہادت باپ کے حق میں جائز تسلیم نہیں کی اور بہت سے دوسرے مسائل میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا دوسروں کے اقوال اختیار کئے ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے کے مخالف ہیں۔ انصاف سے تحقیق وتفتیش کرنے والے پر یہ بات پوشیدہ نہ ہوگی۔ (اس بارے میں زیادہ کچھ لکھنے کی گنجائش نہیں کیونکہ) اس کی تفصیل طوالت چاہتی ہے۔ پس خلاصہ کلام یہ ہوا کہ مخالفت امیر میں اعتراض کی گنجائش نہیں اور آپ کے مخالف طعن وملامت کے لائق نہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حبیب رب العالمین کی محبوبہ اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی منظور نظر ہیں اور حضرت پیغمبر علیہ السلام نے مرض موت کے ایام ان کے حجرہ شریفہ میں گذارے اور ان کی گود میں جان دی اور ان کے حجرہ مطہرہ میں مدفون ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ عالمہ مجتہدہ تھیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصف دین کے بیان کو ان کے حوالے کیا اور صحابہ کرام مشکل احکام میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے اور مشکل مسائل کا حل ان سے پاتے تھے۔ اس طرح کی صدیقہ مجتہدہ کو حضرت امیر کی مخالفت کی وجہ سے مطعون کرنا۔ اور ناشائستہ چیزوں کو ان کی طرف منسوب کرنا بہت نامناسب اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھنے سے دور ہے۔ حضرت امیر اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد ہیں اور آپ کے چچا کے بیٹے ہیں تو حضرت صدیقہ' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ مطہرہ اور آپ کی محبوبہ اور مقبول بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

اس سے چند سال پہلے فقیر کی عادت یہ تھی کہ اگر (ایصال ثواب کے لیے) کھانا پکاتا تھا۔ تو آل عبا میں دیکھتا ہے کہ آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہیں۔ فقیر آپ کو سلام عرض کرتا ہے۔ آپ فقیر کی طرف توجہ نہیں کرتے اور چہرہ مبارک فقیر کی جانب کے بجائے دوسری طرف رکھتے ہیں۔ اس دوران میں فقیر سے فرمایا کہ میں کھانا عائشہ کے گھر میں کھاتا ہوں۔ جو شخص مجھے کھانا بھیجے عائشہ کے گھر بھیجے اس وقت معلوم ہوا کہ توجہ شریف مبذول نہ کرنے کا سبب یہ تھا کہ فقیر حضرت صدیقہ کو اس کھانے میں شریک نہیں کرتا تھا۔ اس کے بعد سے حضرت صدیقہ بلکہ آپ کی باقی ازدواج مطہرات کو تمام اہل بیت کے ساتھ شریک کرتا اور تمام اہل بیت سے توسل کرتا ہے۔ پس جو رنج و اذیت حضور ﷺ کو حضرت صدیقہ کی راہ سے پہنچتی ہے۔ وہ اس رنج و ایذا سے زیادہ ہے۔ جو حضرت امیر کی راہ سے آپ کو پہنچتی ہے۔ صاحب انصاف علقلمندوں سے یہ بات پوشیدہ نہیں۔

ہاں یہ بات اس صورت میں ہے۔ جب کہ حضرت امیر کی محبت و تعظیم حضرت پیغمبر ﷺ کی محبت و تعظیم اور آپ کے واسطہ قرابت کی وجہ سے ہو اور اگر کوئی شخص حضرت امیر کی محبت استقلالاً اختیار کرے اور حضرت پیغمبر ﷺ کی محبت کو دخل نہ دے تو وہ بحث سے خارج ہے اور خطاب کے لائق نہیں۔ ایسے شخص کی غرض دین کا ابطال اور شریعت کی ویرانی ہے۔ ایسا شخص چاہتا ہے کہ بے واسطہ پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام راہ اختیار کرے اور محمد ﷺ کو چھوڑ کر علی کی طرف آجائے اور یہ عین کفر اور محض بے دینی ہے اور علی ایسے شخص سے بیزار اور اس کے کردار سے دکھ اور تکلیف میں ہے۔

صحابہ پیغمبر سے دوستی۔ آپ کے خسر اور دامادوں سے دوستی، پیغمبر ﷺ سے دوستی کے واسطہ سے ہے۔ اور ان کی تعظیم و تکریم پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے۔

من احبھم فبحبی احبھم ط (حدیث)

جس نے ان (صحابہ) سے محبت کی۔ اس نے میرے ساتھ محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی۔

اس طرح جو شخص ان کا دشمن ہے پیغمبر علیہ السلام سے دشمنی کی وجہ سے ان کا دشمن ہے۔ جیسا کہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

من ابغضهم فببغضی ابغضهم ط

جس نے ان سے بغض کیا۔ اس نے دراصل میرے ساتھ بغض کی وجہ سے ان سے بغض کیا۔

یعنی جو محبت میرے صحابہ کرام سے متعلق ہے۔ وہ وہی محبت ہے جو مجھ سے تعلق رکھتی ہے۔ اسی طرح ان سے بغض وہی بغض ہے جو مجھ سے تعلق رکھتا ہے۔

طلحہ اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اکابر صحابہ اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ان کی شان میں طعن و تشنیع نامناسب ہے۔ ان پر لعنت و ملامت خود لعنت و ملامت کرنے والے پر لوٹ آتی ہے۔ طلحہ اور زبیر وہی ہیں۔ کہ حضرت فاروق نے اپنے بعد خلافت کا معاملہ چھ افراد کے مشورہ پر چھوڑ دیا اور طلحہ اور زبیر کو بھی ان میں داخل کیا اور آپ نے ایک دوسرے پر ترجیح کی کوئی واضح دلیل نہ پائی اور طلحہ و زبیر نے اپنے اختیار سے اپنا حصہ خلافت چھوڑ دیا اور ہر ایک نے ترکت حظی کہا (یعنی میں نے اپنا حصہ چھوڑ دیا۔ اور طلحہ وہی ہے۔ جسکے قاتل کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوزخ کی وعید سنائی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

قاتل زبير في النار

زبیر کا قاتل دوزخ میں جائے گا۔

حضرت زبیر پر طعن و لعنت کرنے والا برائی میں آپ کے قاتل سے کم نہیں۔

تو اے مخاطب! میں تجھے کہتا ہوں کہ اکابر دین اور کبرائے اسلام پر طعن

کرنے سے پرہیز کر جنہوں نے کلمہ اسلام بلند کرنے اور محمد الرسول اللہ ﷺ کی مدد و نصرت میں اپنی پوری کوشش صرف کر دی اور رات دن۔ پوشیدہ اور ظاہر دین کی تائید کے لیے اپنے اموال خرچ کئے اور حب رسول کی خاطر اپنے خاندان اپنے قبیلے اپنی اولاد' اپنی بیویاں' اپنے وطن اپنے مکانات' اپنے چشمے' اپنی کھیتی باڑیاں اور اپنے درخت اور نہریں سب کچھ چھوڑ دیا اور رسول پاک ﷺ کی ذات کو اپنی ذات پر ترجیح دی اور اپنے اموال اور اپنی اولاد کی محبت کے مقابلے میں آپ کی محبت کو اختیار کیا اور آپ کی صحبت میں برکات نبوت سے سرفراز اور مشرف ہوئے اور خوارق و معجزات دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہاں تک کہ ان کا غیب شہادت اور ان کا علم عین بن گیا اور انہیں یقین کی وہ دولت عطا کی گئی جو بعد میں کسی کو نصیب نہ ہو سکی۔ یہاں تک کہ دوسروں کے احد پہاڑ جتنے خرچ کئے ہوئے سونے کا ثواب صحابہ کے ایک سیر جو کے ثواب کے برابر نہیں ہو سکتا اور نہ اس کے نصف ثواب کے برابر ہو سکتا ہے۔ یہی وہ حضرات ہیں۔ جن کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صفت و ثنا کی ہے اور اللہ ان سے راضی ہو چکا اور وہ اللہ سے۔ ایسا ہی ان کا حال تورات میں ہے۔ اور ایسا ہی حال انجیل میں مذکور ہے۔ یہ اس کھیتی کی مانند ہیں جس نے سبز گھاس اگا لی۔ پس اسے قوی اور طاقتور کیا۔ پھر وہ موٹی ہوئی پھر وہ اپنے تنے پر کھری ہو گئی۔ کسان کو بڑی خوشنما معلوم ہوتی ہے۔ تاکہ اللہ ان کے ساتھ کافروں کو غیظ و غضب میں مبتلا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صحابہ سے ناراض رہنے والوں کو کفار کہا ہے۔ اس لیے میں بار بار کہتا ہوں کہ صحابہ کرام سے بغض رکھنے سے بالکل اسی طرح بچنا ضروری ہے جس طرح کفر سے۔ "واللہ سبحانہ' الموفق"

جس جماعت نے آنسرور ﷺ کے ساتھ اس طرح کی نسبت ہو اور وہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں مقبول و منظور نظر ہوں۔ اگر بعض معاملات میں ایک دوسرے کی مخالفت کریں اور ان کا ایک دوسرے سے تنازعہ ہو جائے اور وہ اپنی رائے اور اجتہاد پر عمل کریں تو طعن اور اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔ بلکہ ایسے مقام میں اختلاف کرنا اور غیر کی رائے کی تقلید نہ کرنا حق و صواب ہے۔ امام ابو یوسف کے لیے

درجہ اجتہاد پا لینے کے بعد امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید خطا ہے اور درست و صواب یہ ہے کہ وہ اپنی رائے کی تقلید کریں۔ امام شافعی صحابی کے قول کو اپنی رائے پر مقدم نہیں رکھتے۔ چاہے جو صحابی بھی ہو خواہ صدیق اکبر یا حضرت علی ہی ہوں۔ اور اپنی رائے پر عمل کرنے کو درست جانتے ہیں۔ اگر چہ قول صحابی کے مخالف ہی ہو۔ جب مجتہد کے لیے صحابہ کرام کی رائے سے مخالفت کی گنجائش ہے۔ تو اگر صحابہ کرام آپس میں ایک دوسرے سے اختلاف کریں۔ تو کیوں مطعون قرار پائیں گے۔ یا ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نے امور اجتہادیہ میں آنسرور ﷺ سے اختلاف کیا ہے۔ اور آنسرور ﷺ کی رائے مبارک کے خلاف نزول وحی کے باوجود حکم کیا ہے۔ لیکن وحی میں ان کی خدمت اور ان کے اختلاف پر مخالفت وارد نہیں ہوئی۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ اگر یہ اختلاف حق جل شانہ کو ناپسند اور نامقبول ہوتا۔ تو ضرور اس سے روک دیا جاتا اور اختلاف کرنے والوں کے متعلق وعید نازل ہوتی۔ تم نہیں دیکھتے کہ جو لوگ آنسرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ گفتگو کے دوران آواز بلند کرتے تھے۔ کس سختی کے ساتھ انہیں آواز بلند کرنے سے روکا گیا۔ اور اس فعل پر وعید اور ڈانٹ نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

يَـاَيُّهَـاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْالَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْالَـه' بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَاتَشْعُرُوْن ط (سورة الحجرات پ ٢٦)

اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اونچی نہ کرو اور نہ ان سے چلا کر بات کرو۔ جس طرح ایک دوسرے کے ساتھ تم چلا کر بات کرتے ہو کہ تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں شعور بھی نہ ہو۔

جنگ بدر کے قیدیوں میں اختلاف عظیم واقع ہوا تھا۔ حضرت فاروق اور حضرت سعد بن معاذ نے ان قیدیوں کے قتل کا فیصلہ کیا تھا اور دوسرے حضرات نے ان کی رہائی اور فدیے کا فیصلہ کیا اور آنسرور ﷺ کی رائے میں بقول انہیں آزاد

کرنے اور فدیہ لینے کا حکم تھا۔ اس واقعہ کے علاوہ بھی اختلاف کے بہت سے مواقع ہیں۔

اسی قبیلہ سے ہے وہ اختلاف جو کاغذ کے لانے میں صحابہ کرام کے درمیان رونما ہوا۔ کہ آنسرور ﷺ نے مرض وصال میں کاغذ طلب فرمایا تھا۔ کہ صحابہ کے لیے آپ کچھ لکھیں ایک گروہ نے کہا کاغذ لانا چاہیے اور دوسرے گروہ نے کاغذ لانے سے روک دیا۔ حضرت فاروق روکنے والوں سے تھے اور آپ نے فرمایا حسبنا کتاب اللہ ہمارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے طعن و تشنیع کرنے والوں نے اس راہ سے بھی حضرت فاروق پر اعتراض کیا ہے اور طعن و تسنیع کی زبانیں کھولیں ہیں۔ حالانکہ درحقیقت یہ طعن کا کوئی مقام نہیں۔ اس لیے کہ حضرت فاروق جانتے تھے کہ زمانہ وحی منقطع ہو گیا ہے اور احکام سماوی مکمل ہو چکے ہیں اور رائے واجتہاد کے سوا اثبات احکام میں اب کوئی گنجائش ہے اس وقت آنسرور ﷺ جو کچھ بھی تحریر فرمائیں گے امور اجتہادیہ میں سے ہوگا۔ جس میں دوسروں کو بھی فاعتبروا یااولی الابصار ط یعنی اے اہل بصیرت! عبرت پکڑو' کے مطابق شرکت کی اجازت ہے۔ اس طرح آپ نے بہتری اس میں محسوس کی کہ اس قدر درد و تکلیف کی حالت میں آپ کو رنج و تکلیف نہیں دینی چاہیے اور دوسروں کی رائے اجتہاد پر ہی کفایت کرنی چاہیے۔ حسبنا کتاب اللہ یعنی قرآن مجید جو قیاس و استنباط کا ماخذ ہے۔ مجتہد کے لیے کافی ہے وہ اس سے احکام کا استنباط کر لیں گے۔ کتاب اللہ کے ذکر کی تخصیص اس بناء پر ہو سکی کہ حضرت فاروق نے قرائن سے معلوم کر لیا ہوگا۔ کہ جن احکام کو آپ لکھنا چاہتے ہیں۔ ان کا ماخذ کتاب اللہ ہے۔ سنت نہیں تاکہ سنت کا ذکر بھی کیا جائے۔ پس حضرت فاروق کا کاغذ لانے سے روکنا شفقت و مہربانی کے طور پر تھا۔ کہ آنحضرت کو شدت تکلیف میں مزید رنج و تکلیف میں نہ ڈالا جائے۔ نیز حضور ﷺ کا کاغذ طلب کرنے کا حکم بھی استحسان و استحباب کے طور پر تھا نہ کہ وجوب کے طور پر تاکہ دوسرے استنباط کی زحمت سے آرام میں رہیں۔ اور کاغذ لانے کا حکم وجوب کے طور پر ہوتا تو آپ اپنے حکم کے جاری کرنے میں مبالغہ اور تاکید فرماتے اور صرف اختلاف کی بناء پر

اس سے صرف نظر نہ کرتے۔

سوال :۔ حضرت فاروق نے اس وقت کہا تھا اھجر استفھموہ یعنی کیا حضور غلبہ مرض کے باعث کچھ فرما رہے ہیں۔ تحقیق و تفتیش کرو۔ کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ حضرت فاروق کے ان الفاظ کا کیا مطلب ہے؟

جواب :۔ حضرت فاروق نے شائد اس وقت سمجھا ہوگا کہ حضور سے یہ کلام درد و تکلیف کی وجہ سے بلاقصد و اختیار صادر ہوا ہے۔ جیسا کہ لفظ "اکتب" میں لکھتا ہوں' سے وہم ہوتا ہے۔ کیونکہ آنسرور ﷺ نے کبھی کچھ نہیں لکھا۔ نیز آپ نے فرمایا لن تضلو ابعدی ہرگز میرے بعد گمراہ نہیں ہوگے جبکہ دین کامل اور نعمت تمام اور رضاء مولیٰ اس سے وابستہ ہو چکی۔ اس کے بعد ضلالت و گمراہی کی کیا صورت ہوگی اور ایک ساعت میں آپ کیا لکھیں گے۔ جس سے گمراہی دور ہوگی۔ جو کچھ تیس سال لکھا جاتا رہا۔ کیا وہ کافی نہیں اور وہ گمراہی دور نہیں کرتا۔ کہ ایک گھڑی میں شدت مرض کے باوجود کچھ تحریر فرمائیں جو گمراہی دور کرے یہیں سے حضرت فاروق نے سمجھا ہوگا۔ کہ یہ کلام بناء بر بشریت بے قصد آپ کی زبان مبارک پر جاری ہوا ہے۔ لہذا اس کی تحقیق کرو اور از سر نور دریافت کرو اور اس دوران اختلافی گفتگو بلند ہوگئی۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ اٹھ جاؤ اور آپس میں اختلاف نہ کرو۔ کہ پیغمبر کے سامنے اختلاف و نزاع مستحسن نہیں ہے۔ پھر آپ نے اس سلسلہ میں مزید گفتگو نہ کی۔ اور دوات کاغذ طلب نہ فرمایا۔

جاننا چاہیے۔ کہ امور اجتہادیہ میں صحابہ کرام کا آنسرور ﷺ سے جو اختلاف ہوا۔ اس میں عیاذا اللہ سبحانہ منہ شاید یہ اختلاف فاعتبروا کے حکم جی بجا آوری کے طور پر تھا۔ اس لیے کہ جو شخص درجہ اجتہاد پر فائز ہو۔ اجتہادی امور میں اس کے لیے دوسرے کی رائے اور اجتہاد کی تقلید کرنا خطا اور ناروا ہے۔ ہاں جن احکام منزلہ میں رائے اور اجتہاد کا کوئی دخل نہیں ہوسکتا۔ ان میں تقلید کے سوا کسی اور شے کی گنجائش نہیں۔ اور ان پر ایمان لانا اور انہیں تسلیم کرنا واجب و ضروری ہے۔ غایتہ مافی الباب اتنی بات ہے۔ کہ صحابہ کرام تکلفات سے پاک اور آرائش الفاظ و

عبارات سے بے نیاز تھے۔ ان کا اہتمام اصلاح باطن کے متعلق ہوتا تھا اور ان کا ظاہر ان کی نظر میں بے وقعت اور غیر ملحوظ تھا اور اس زمانہ میں آداب کی رعایت حقیقت و معنی کے اعتبار سے ہوتی تھی۔ صورت و لفظ کے اعتبار سے نہیں ہوتی تھی۔ حضور ﷺ کے حکم کی بجا آوری ان کا کام اور آنسرور ﷺ کی ناپسند باتوں سے اجتناب کرنا ان کا شیوہ تھا۔ انہوں نے اپنے باپ' اپنی مائیں' اپنی اولاد' اور اپنی بیویاں سب آنسرور ﷺ پر قربان کر دی تھیں۔ اور کامل اعتقاد و اخلاص سے آنسرور ﷺ کے لعاب مبارک کو زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے بلکہ اسے آب حیات کی طرح اٹھاتے تھے اور حضور ﷺ کے فصد کرانے کے بعد آپ کے خون مبارک کو کمال اخلاص سے نوش کرنے کا قصہ مشہور و معروف ہے۔ اگر کوئی ایسی عبارت جس سے اس جھوٹ اور فریب سے لبریز زمانہ کے لوگوں کے نزدیک بے ادبی کا وہم ہوتا ہو۔ ان بزرگوں سے آنسرور ﷺ کے متعلق صادر ہو تو اسے اچھے معنی پر عمل کرنا چاہیے اور عبارت کا حاصل اور خلاصہ لینا چاہیے۔ الفاظ جیسے بھی ہوں ان کا لحاظ و اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔ طریق سلامتی یہی ہے۔ واللہ سبحانہ الموفق۔

سوال: ۔ جب احکام اجتہادیہ میں احتمال خطا کی گنجائش ہے۔ تو تمام احکام شرعیہ میں وثوق و اعتماد جو آنسرور ﷺ سے منقول ہے کس طرح قائم اور باقی رہے گا۔

جواب: ۔ احکام اجتہادیہ تھوڑا وقت گزارنے کے بعد آسمان سے نازل شدہ احکام کی حیثیت اختیار کر لیتے تھے۔ کیونکہ خطا پر ٹھہرائے رکھنا انبیاء کے لیے جائز نہیں علی نبینا و علیہم الصلوات التسلیمات سے ایک حکم نازل ہوتا ہے۔ جو صواب کو خطا سے جدا کرتا اور حق والے کو باطل والے سے امتیاز بخشتا ہے۔ پس حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں نزول وحی کے بعد جس سے صواب اور خطا میں تمیز ہوتی ہے۔ احکام اجتہادیہ بھی قطعی الثبوت ہوتے تھے اور ان میں خطا کا احتمال نہیں رہتا تھا۔ لہذا حضور ﷺ کے زمانہ میں ثابت شدہ تمام احکام قطعی اور خطا کے احتمال سے محفوظ ہیں کیونکہ وہ ابتداء یا انتہا وحی قطعی سے ثابت ہوئے ہیں۔ ان احکام کے استنباط و اجتہاد

سے مقصود یہ تھا کہ مجتہدین و مستنبطین کو کرامت و بزرگی کے درجات حاصل ہوں اور مخطی اپنے اپنے درجات کے مطابق ثواب پائیں۔ اس لیے احکام اجتہادیہ میں مجتہدین کے درجات بھی بلند ہوئے اور نزول وحی کے بعد ان احکام کی قطعیت بھی ثابت ہوگئی۔ ہاں زمانہ نبوت کے ختم ہونے کے بعد کے احکام اجتہادیہ ظنی ہیں۔ جو مفید عمل تو ہیں لیکن مثبت اعتقاد نہیں ہیں۔ کہ ان کا منکر کافر قرار پائے۔ ہاں اگر مجتہدین کا اجماع کسی حکم پر منعقد ہو جائے تو وہ مثبت اعتقاد بھی ہو جاتا ہے۔

فضائل صحابہ کرام

(رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡ عَنۡہُ)

[ترجمہ: اللہ ان (صحابہ) سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے (القرآن)]

سیرت رسول مقبول ﷺ پر جید علماء اور فاضل مصنفین نے مستند کتابیں لکھ کر علم دوست حضرات کے لیے بڑا مفید اور قیمتی ذخیرہ جمع کر دیا ہے اس چشمہ نور سے سیراب ہونے کے لیے اور قلب و روح کو منور کرنے کے لیے ان کتابوں کا مطالعہ بہت مدومعاون ہو سکتا ہے۔ ہر نور کی ضیاء کا منبع فیضان نبوت ہے۔ آفتاب رسالت سے نورو ہدایت کی بے شمار کرنیں پھوٹیں جن کی آب وتاب سے یہ جہان تیرہ وتار جگمگا اٹھا۔ حضور رسالت مآب ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:۔

ترجمہ: میرے اصحاب روشن ستاروں کی مانند ہیں۔ گمراہی کی اندھیری رات میں تم ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

فیضان نبوت سے سیراب ہونے والی یہ ہستیاں اگر فرشتوں کے گروہ میں قابل احترام ہیں تو ان کے مناقب وفضائل کا ذکر حضور پرنور ﷺ نے خود اپنی زبان مبارک سے فرمایا ہے۔

☆قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اِخۡتَارَ اَصۡحَابِیۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ سِوَی النَّبِیِّیۡنَ وَاخۡتَارَمِنۡ اَصۡحَابِیۡ اَرۡبَعَۃً فَجَعَلَہُمۡ خَیۡرَ اَصۡحَابِیۡ وَہُمۡ اَبُوۡبَکۡرٍ وَّعُمَرُ وَعُثۡمَانُ وَعَلِیٌّ (رِضۡوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِمۡ اَجۡمَعِیۡنَ)

(حضور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے اصحاب کو بعد پیغمبروں کے تمام عالم میں پسند فرمایا اور تمام اصحاب میں سے چار کو منتخب کر لیا اور ان کو میرا بہترین دوست بنایا وہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عثمان رضی اللہ

تعالیٰ عنہ اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ۔(اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہے)

یہ حدیث خطیب نے بروایت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کسی قدر اختلاف کے ساتھ یہ حدیث منتخب کنزالعمال صفحہ 62 جلد 5 میں بھی ہے۔

☆۔یہ حدیث ابن عساکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَرْبَعَة'' اَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَهُمْ فِىْ اُمِّ الْكِتَابِ لَايُحِبُّهُمْ اِلَّا مُوْمِن''وَّلَايَبْغَضُهُمْ اِلَّافَاجِر''وَّهُمْ حَلَائِفُ نُبُوَّتِىْ وَعَضُدُ دِيْنِىْ وَعِصْمَة''اُمَّتِىْ وَمَعْدِنُ حِكْمَتِىْ لَا تُقَاطِعُوْهُمْ وَلَاتُحَاسِدُوْمِنْهُمْ.........

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے چار شخصوں کی بابت لوح محفوظ میں میثاق لیا کہ ان کو دوست نہ رکھے گا کوئی شخص سوائے مومن کے اور ان سے بغض نہ رکھے گا کوئی شخص سوائے فاجر کے۔ وہ میری نبوت کے حلیف ہیں اور میرے دین متین کے بازو اور میری امت کی عصمت ہیں اور میرے علم وحکمت کے معدن۔ان سے قطع تعلق نہ کرو نہ ان پر حسد کرو۔)

ان احادیث مبارکہ میں خلفائے راشدین اربعہ کے فضائل بتدریج بیان فرمائے گئے ہیں.............

☆-وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَبُوْبَكْرٍوَّزِيْرِىْ وَالقَآئِمُ فِىْ اُمَّتِىْ وَعُمَرُ حَبِيْبِىْ وَعُثْمَانُ مِنِّىْ وَعَلِىٌّ اَخِىْ وَصَاحِبُ لَوآئِىْ

(آنحضرت ﷺ نے فرمایا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرا وزیر اور میرے بعد میرا قائم مقام ہے اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرا حبیب ہے اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے ہے اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرا بھائی اور صاحب لواء ہے) رضی اللہ عنہم) ترمذی بروایت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کچھ اختلاف سے

منتخب کنز العمال صفحہ 62,63 جلد 5 حضرت انس اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

☆ -وَقَالَ اَیُضاً عَلَیُهِ الصَّلوٰةُ وَالسَّلاَمُ لاَ یَجُتَمِعُ حُبُّ هٰئُولاَءِ الْاَرُبَعَةِ اِلَّا فِیُ قَلُبِ مُؤمِنٍ اَبُوُبَکُرٍ وَعُمَرُ وَعُثُمَانُ وَعَلِیّ''

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان چار اشخاص یعنی ابوبکر اور عمر اور عثمان اور علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت سوائے قلب مومن کے کسی اور جگہ جمع نہیں ہو سکتی)

اس حدیث کو منتخب کنز العمال نے بحوالہ ابن عساکر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

☆ - وَقَالَ اَیُضاً عَلَیُهِ الصَّلوٰةُ وَالسَّلاَمُ اَبُوُبَکُرٍ بَصَرِیُ، وَعُمَرُ یَنُطِقُ بِلِسَانِیُ وَعُثُمَانُ رُوُحِیُ فِیُ جَسَدِیُ وَعَلِیّ'' مِنِّی وَاَنَامِنُهُ

(آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر میری آنکھوں کی بینائی ہیں اور عمر میری زبان سے گفتگو کرتے ہیں اور عثمان میری روح ہے اور علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

اس حدیث کو بروایت ابن خطیب ترمذی نے نقل کیا ہے۔

☆ - وَقَالَ رَسُوُلُ اللّٰهِ ﷺ اَنَامَدِیُنَةُ الصِّدُقِ وَاَبُوُبَکُرٍ سَقُفُهَا وَاَنَامَدِیُنَةُ الصَّلاَبَةِ وَعُمَرُ عِمَادُهَا وَاَنَامَدِیُنَةُ لُحَیَآءِ وَعُثُمَانُ جِدَارُهَا وَاَنَامَدِیُنَةُ الُعِلُمِ وَعَلِیّ'' بَابُهَا

(آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں صدق کا شہر ہوں اور ابوبکر اس کی چھت ہیں میں صلابت کا شہر ہوں اور عمر اس کا ستون ہیں ۔میں حیا کا شہر ہوں اور عثمان اس کی دیوار ہیں ۔میں علم کا شہر ہوں اور علی ان کا دروازہ ہیں۔(رضی اللہ تعالیٰ عنہم) علامہ جلال الدین سیوطی نے اللآلی المصنوعہ کے باب المناقب میں بھی اس

حدیث کو کچھ اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔

☆۔حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَاِنَّهُمْ اٰمَنُوْا مِنْ خَوْفِ اللّٰهِ وَاٰمَنَ النَّاسُ مِنْ خَوْفِ السُّیُوْفِ۔

(برا نہ کہو میرے اصحاب (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو کیونکہ وہ ایمان لائے ہیں صرف خدا کے خوف سے اور دوسرے لوگ تلوار کے خوف سے ایمان لائے ہیں۔

حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ جب خلافت کے منصب پر فائز ہوئے تو آپ نے منبر پر بیٹھ کر نہایت فصاحت وبلاغت کے ساتھ خطبہ پڑھا۔حمد ونعت کے بعد آپ نے فرمایا:۔

''سب لوگ سمجھ لو کہ حضور رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بہتر ابو بکر، عمر، اور عثمان ہیں (رضی اللہ تعالیٰ علیہم) اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے۔جو شخص ان کو برا کہے اور ان کے حق میں بہتان لگائے اس پر خدا کے رسول ﷺ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

☆۔محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے اپنے باپ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے پوچھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد کون شخص بہتر ہے آپ نے فرمایا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نے کہا کہ ان کے بعد کون ہے، فرمایا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نے پوچھا ان کے بعد، فرمایا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، میں نے کہا ان کے بعد اے امیر المؤمنین آپ ہی افضل ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا، میں بھی اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں''۔





بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ

عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ

اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۵

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی

اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی

اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ

اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۵



پانچواں باب

ارشادات وملفوضات

حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہم

کرمانوالہ بک شاپ

دربار مارکیٹ دوکان نمبر 2، لاہور فون: 7249515

امیر المؤمنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

ولادت : سن فیل سے 1/4-2 سال بعد　بمقام : مکۃ المکرمہ

وصال : 13ھ ہجری　مزار اقدس : مدینۃ المنورہ



تاجدار مدینہ سرورِ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلفاء میں سے آپ خلیفہ اول ہیں۔ آپ کو جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم ظاہری و باطنی سے فیضان عظیم حاصل ہوا۔ آپ کا نسب نامہ حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ چھ واسطوں کے بعد مرہ بن کعب سے ملتا ہے۔ آپ کی پیدائش سن فیل سے دو برس اور چند روز کم چار ماہ کے بعد ہوئی۔ آپ کا رنگ گورا بدن لاغر تھا۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منصب نبوت پر فائز ہوئے تو اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عمر اڑتیس برس تھی۔ آپ کی اولاد میں تین فرزند محمد رضی اللہ عنہ، عبداللہ رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اور تین صاحبزادیاں ام کلثوم رضی اللہ عنہا، اسماء رضی اللہ عنہا اور عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ اسلام لاتے ہی آپ نے تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ چنانچہ حضرات عشرہ مبشرہ میں سے عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، عثمان بن عفان، زبیر بن العوام اور طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ ہی کی دعوت سے مشرف با سلام ہوئے۔ صحابہ کرام میں آپ کے لیے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ کے والد اور آپ کی تمام اولاد اور آپ کا پوتا ابوعتیق محمد بن عبدالرحمٰن سب صحابی ہیں۔ ﴿رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین﴾۔

سن ۵ نبوت میں آپ ہجرت کے ارادے سے حبشہ کی طرف نکلے۔ برک الغماد تک جو مکہ سے یمن کی جانب پانچ دن کی راہ پر ہے پہنچے تھے کہ قبیلہ قارہ کا سردار ابن الدغنہ (ربیع

بن رفیع) ملا۔ اُس نے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ میری قوم نے مجھے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ میں چاہتا ہوں کہ کہیں الگ جا کر خدا کی عبادت کروں۔ ابن الدغنہ نے کہا ''یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ جیسا فیاض، اپنوں سے نیک سلوک کرنے والا، غریب پرور، مہمان نواز، غم خوار اور مددگار مکہ سے نکل جائے یا نکالا جائے۔ میں آپ کو اپنی حفاظت میں لیتا ہوں۔ آپ واپس چلیے اور اپنے شہر میں اپنے پروردگار کی عبادت کیجئے'' چنانچہ آپ واپس تشریف لے آئے اور ابن الدغنہ آپ کے ساتھ آیا۔ اُس نے شام کے وقت سرداران قریش سے ملاقات کی اور اُن سے کہنے لگا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا شخص نکلنے نہ پائے اور نہ ہی نکالا جائے۔ کیا تم ایسے شخص کو نکالتے ہو جو فیاض، اپنوں سے حسن سلوک کرنے والا، غریب پرور، مہمان نواز اور لوگوں کا مددگار ہے۔ یہ سن کر قریش نے ابن الدغنہ کی پناہ کو رد تو نہ کیا لیکن یہ شرط عائد کر دی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہہ دو کہ وہ اپنے گھر میں ہی اپنے رب کی عبادت کرے اور نماز میں چپکے چپکے جو چاہے پڑھے مگر ہمیں ایذا نہ دے اور اونچی آواز سے قرآن نہ پڑھے کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہماری عورتوں اور بچوں پر بھی قرآن کا اثر نہ پڑ جائے۔ ابن الدغنہ نے اس بات کا آپ رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا تو آپ نے کچھ عرصہ اپنے گھر کے اندر ہی عبادت اور نماز میں مشغول رہنا شروع کر دیا اور گھر کے سوا کسی جگہ قرآن نہ پڑھتے۔ بعدازاں آپ نے اپنے گھر کے پاس ایک مسجد بنالی۔ جس میں آپ نماز پڑھتے اور بلند آواز سے قرآن پڑھتے۔ مشرکین کی عورتیں اور بچے آپ کے آس پاس جمع ہو جاتے اور تعجب سے آپ کی طرف دیکھتے۔ آپ نہایت رقیق القلب تھے لہذا قرآن پاک پڑھتے تو بے اختیار رونے لگ جاتے۔ آپ کی قراءت اور گریہ زاری سے قریش خوف زدہ ہو گئے اور انہوں نے ابن الدغنہ کو بلا کر کہا کہ ہم نے ابوبکر کو اس شرط کے ساتھ پناہ دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں چپکے چپکے عبادت کرے مگر اس نے اپنے گھر کے پاس ایک مسجد بنالی ہے جس میں وہ اونچی آواز کے ساتھ نماز و قرآن پڑھتا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ ہماری عورتوں اور بچوں پر اُس کا اثر پڑ جائے گا۔ تم اس کو روک دو۔ ہاں اگر وہ اپنے گھر کے اندر چپکے چپکے عبادت کرنا چاہے تو کرتا رہے اور اگر بلند آواز سے ہی قرآن پڑھنے پر اصرار کرے تو تم اس کی حفاظت کی ذمہ داری واپس لے لو کیونکہ ہم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ ہم تمہارے عہد حفاظت کو توڑ دیں۔ یہ سن کر ابن الدغنہ

آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ کو میری پناہ کی شرط معلوم ہے۔آپ اس کی پابندی کریں، ورنہ میری ذمہ داری واپس کردیں۔کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ عرب یہ سنیں کہ ایک شخص کی حفاظت کا عہد جو میں نے کیا تھا وہ توڑ ڈالا گیا۔آپ نے فرمایا: میں تمہاری پناہ تم کو واپس کرتا ہوں اور خدا کی پناہ پر راضی ہوں۔(صحیح بخاری، باب ہجرۃ)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے خلیفہ برحق اور مبشر بالجنۃ اور افضل البشر بعد الانبیاء ہیں۔آپ کے فضائل میں کئی آیات قرآنی نازل ہوئی ہیں۔

(1) **ترجمہ**: اگر تم اس کو مدد نہ دو گے۔پس تحقیق اللہ نے اس کو مدد دی ہے جس وقت اس کو نکال دیا تھا کافروں نے۔دوسرا دو میں، جس وقت وہ دونوں غار میں تھے۔جب وہ اپنے رفیق سے کہتا تھا۔غم مت کھا۔تحقیق اللہ ہمارے ساتھ ہے۔﴿سورۃ التوبہ﴾

اس آیت میں بالاتفاق ''صاحب'' سے مراد حضرت ابو بکر صدیق ہیں۔یہ وہ منقبت ہے کہ جس میں کوئی دوسرا اصحابی آپ کا شریک نہیں ہے۔

(2) **ترجمہ**: ''اور قسم نہ کھاویں بڑائی والے تم میں اور کشائش والے اس سے کہ دیویں رشتہ داروں کو اور محتاجوں کو اور وطن چھوڑنے والوں کو اللہ کی راہ میں اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگزر کریں۔کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کردے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

﴿سورۃ النور﴾

یہ آیت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔جیسا کہ صحیح بخاری اور موضح القرآن میں ہے کہ جب بہتان طرازی کرنے والے جھوٹے پڑے اور انہیں اسی کوڑے مارے گئے تو اُن میں ایک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بھانجے مسطح نامی بھی تھے۔یہ ان کی مالی امداد کرتے تھے۔آپ رضی اللہ عنہ نے قسم کھالی کہ اب اُس کو کچھ نہیں دوں گا تو اللہ نے اُن کی سفارش کردی کیونکہ وہ مہاجرین اور اہل بدر میں سے تھے۔اس آیت میں بڑائی والے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کہا گیا لہذا اب جو اُن کی بڑائی کو تسلیم نہ کرے تو اُس نے قرآن حکیم کو جھٹلایا۔

تب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ جو کچھ اُن کو دیتا تھا ہرگز بند نہیں کروں گا۔

(3)**ترجمہ**: اور جو لایا سچی بات اور سچ مانا جس نے اُس کو وہی لوگ ہیں پرہیزگار۔

﴿سورۃ زمر، رکوع 4﴾

اس آیت میں سفرِ معراج کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے مطابق سچی بات لانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور تصدیق کرنے والے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔

(4)**ترجمہ**: اور بچایا جاوے گا اس سے وہ بڑا پرہیزگار جو دیتا ہے اپنا مال پاک ہونے کو اور نہیں کسی کا اس پر احسان کہ بدلہ دیا جائے مگر واسطے چاہنے رضامندی اپنے پروردگار بلند کی۔ اور بے شک وہ آگے راضی ہوگا۔ ﴿سورۃ اللیل﴾

یہ آیات بالاتفاق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ ان میں واضح کر دیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اتقیٰ ہیں اور جو اتقیٰ ہو وہی اللہ کے نزدیک اکرم ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے'' اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ '' اور جو اکرم ہو وہی افضل ہوتا ہے۔ پس حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام امت سے افضل ہیں۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں آیاتِ قرآنیہ کے علاوہ بکثرت احادیث بھی آئی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

'' أنت عتيق الله من النار '' ترجمہ: تو اللہ کا آتش دوزخ سے آزاد کیا ہوا ہے۔

اسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کا لقب ''عتیق'' ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی یہی ارشادِ مبارک ہے کہ اے ابوبکر! تم میری امت میں سے سب سے پہلے بہشت میں داخل ہو گے۔

آپ رضی اللہ عنہ سفر و حضر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں اور تمام غزوات میں بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ ہجرت کے وقت آپ غار میں ثانی اور بدر کے دن عریش میں ثانی اور موت کے بعد قبر میں بھی ثانی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''مَاصَبَّ اللّٰہُ فِیْ صَدْرِیْ شَیْئًا اِلَّا

وَصَبَبْتُهٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ''

ترجمہ: کوئی چیز ایسی اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں نہیں ڈالی کہ جس کو میں نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے سینے میں نہ ڈال دیا ہو۔ (بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیاتِ مبارکہ کے آخری ایام میں یہ خطبہ پڑھا:

'' اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ اِتَّخَذَ صَاحِبَکُمْ خَلِیْلاً وَّلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلاً دُوْنَ رَبِّیْ لَا تَّخَذْتُ اَبَابَکْرٍ خَلِیْلاً لٰکِنْ ھُوَ شَرِیْکٌ فِیْ دِیْنِیْ وَصَاحِبِیَ الَّذِیْ اَوْجَبْتُ لَهٗ صُحْبَتِیْ فِی الْغَارِ وَخَلِیْفَتِیْ فِیْ اُمَّتِیْ '' (بخاری ومسلم)

ترجمہ: خدائے بزرگ وبرتر کی حمد وثناء کے بعد معلوم ہو کہ اس نے تمہارے صاحب کو اپنا دوست بنایا ہے۔ (اس میں اشارہ اپنی ذاتِ اقدس کی طرف ہے) اور اگر میں اپنے پروردگار کے سوا کسی اور کو خلیل (دوست) بناتا تو ابوبکر کو بناتا لیکن وہ میرے دین میں میرے شریک ہیں۔ (یعنی میرے ناصر اور معین ہیں اور میرے دین اور یقین کو ظاہر کرنے والے ہیں) وہ میرے دوست ہیں اور میں نے غار میں اپنی رفاقت کے لیے انہیں کو منتخب کیا۔ وہ میری امت میں میرے جانشین ہیں۔ (بخاری، مسلم وترمذی)

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے شاعر حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تم نے ابوبکر کی شان میں کچھ کہا ہے۔ حضرت حسان نے عرض کیا کہ ہاں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، سناؤ، میں سنتا ہوں۔ پس حضرت حسان نے یہ دو شعر پیش کیے۔

وَثَانِیَ اثْنَیْنِ فِی الْغَارِ الْمُنِیْفِ وَقَدْ
طَافَ الْعَدُوُّبِهٖ اِذْ صَاعَدَ الْجَبَلَا
اِنَ حُبُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ قَدْ عَلِمُوْا
ـمِنَ الْبَرِیَّةِ لَمْ یَعْدِلْ بِهٖ رَجُلَا

ترجمہ : وہ غار شریف میں دو میں دوسرے تھے اس حال میں کہ دشمن پہاڑ پر چڑھ کران کے گرد پھرا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب تھے۔ لوگوں کو خوب معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلق میں سے کسی کو آپ کے برابر نہیں فرمایا۔

یہ شعر سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہوئے ، اور فرمایا" حسان! تم نے سچ کہا، وہ حقیقت میں بھی ایسے ہی ہیں "

نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ؛

"اگر کوئی اور شخص اس مقام خاص میں میرا شریک ہوتا تو وہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہوتے۔"

اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ علم باطن میں علم باللہ کی وجہ سے اولیائے امت میں اکمل و افضل و اعلم ہیں اور پیغمبروں کے بعد گروہ صدیقین میں اکمل اور صدیق اکبر ہیں۔ اکابر ارباب دانش قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

" وَ اللّٰہِ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَا غَرُبَتْ عَلٰی اَحَدٍ بَعْدَ النَّبِیِّیْنَ وَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی اَفْضَلَ مِنْ اَبِیْ بَکْرٍ (رضی اللہ عنہ) " (ابوداؤد)

ترجمہ : قسم خدا کی پیغمبروں اور رسولوں کے بعد ابوبکر (رضی اللہ عنہ) سے بڑھ کر کسی اور بہتر شخص پر آفتاب طلوع اور غروب نہیں ہوا۔

نیز حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا؛

"میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو تم سب سے بہتر جانتا ہوں یہ کچھ ان کے نماز روزہ کے سبب نہیں ہے بلکہ اس چیز کی وجہ سے ہے جو ان کے سینہ میں ہے۔ (یعنی ایمان، یقین اور محبت)"

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ نے دریافت کیا کہ:

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: .... "عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا؛ .... مردوں میں سے کون؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا؛ .... اُس کا باپ (رضی اللہ عنہ)

اور یہ بھی حدیث پاک میں ہے کہ:

''لَوِ اتَّزَنَ اِيْمَانُ اَبِیْ بَكْرٍ مَعَ اِيْمَانِ الثَّقَلَيْنِ لَرَجَحَ اِيْمَانُ اَبِیْ بَكْرٍ''

ترجمہ : اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کا تمام جن وانس کے ایمان کے مقابلہ میں وزن کیا جائے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایمان کا پڑا بھاری ہوگا۔ (یعنی باستثنائے ایمان انبیاء علیہم السلام) (1)

نیز حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

''مسجد میں بجز ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کسی کا دریچہ باقی مت رکھو'' (2)

ترمذی شریف میں روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا؛

''میری امت میں سب سے مہربان میری امت پر ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے۔ اور جس کسی پر میں نے اسلام کو پیش کیا وہ فکر میں سرگرداں ہوگیا، سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے'' اور جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنا تمام مال آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: اپنے گھر والوں کے واسطے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ تو آپ نے برجستہ عرض کیا: ''اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو'' (3)

---

1 ☆ اس حدیث کو بیہقی نے بھی شعب الایمان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بدیں الفاظ نقل کیا ہے: ''لَوْ وُزِنَ اِيْمَانُ اَبِیْ بَكْرٍ بِاِيْمَانِ اَهْلِ الْاَرْضِ لَرَجَحَهُمْ'' اور حکیم ترمذی نے بھی فضائل الصحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں اس کو نقل کیا ہے۔ اس حدیث کو امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بروایت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے۔

2 ☆ اس حدیث کو امامین رحمہم اللہ علیہم نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

3 ☆ اس حدیث کو ترمذی اور ابوداؤد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

17

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ؛

''میں نے ایک روز جبریل امین سے دریافت کیا کہ کیا میری امت سے قیامت کے دن حساب لیا جائے گا؟ کہا ہاں! سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے، سب سے لیا جائے گا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا جائے گا کہ بے حساب جنت میں جاؤ۔ وہ جواب دیں گے کہ میں اپنے دوستوں کو ہمراہ لیے بغیر جنت میں نہ جاؤں گا۔ رب العزت جل شانہ کا ارشاد ہوگا کہ اپنے دوستوں کو بھی جنت میں لے جاؤ کہ میں نے تیری ولادت کے روز یہ عہد کرلیا تھا اور اسی دن بہشت کو حکم دے دیا تھا کہ اے بہشت جو کوئی ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دوست ہوگا، وہ تجھ میں ضرور داخل ہوگا۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے؛

"مَا نَفَعَنِی مَالُ اَحَدٍ کَمَالِ اَبِی بَکْرٍ فَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلاً غَیْرَ رَبِّی لَاتَّخَذْتُ اَبَابَکْرٍ خَلِیْلاً" (1)

ترجمہ : مجھ کو کسی کے مال نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال کی طرح نفع نہیں دیا ہے اور اگر میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا؛

"مَا لِاَحَدٍ عِنْدَنَا یَدٌ" اِلَّا کَافَیْنَا مَا خَلَا اَبِی بَکْرٍ فَاِنَّ لَہٗ عِنْدَنَا یَدًا یُکَافِیْہِ اللّٰہُ " (2)

ترجمہ : کسی شخص کا مجھ پر احسان باقی نہیں ہے جس کا میں نے معاوضہ ادا نہ کردیا ہو۔ سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کہ اس کا مجھ پر ایسا احسان ہے جس کا معاوضہ اللہ تعالیٰ ہی دے گا

1☆ اس حدیث کو بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مسند میں نقل کیا ہے۔

2☆ ترمذی نے یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

منقول ہے کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تخت خلافت پر متمکن ہوئے اور مہاجرین وانصار میں سب سربرآوردہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنی رضا ورغبت سے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بالفرض اگر لوگ مجھ کو مجبور کرنے کی غرض سے گرفتار کر لیتے اور بصورت انکار گردن مارنے تک تیار ہو جاتے تو میں اس کو بخوشی پسند کر لیتا مگر یہ بات مجھے ہرگز منظور نہ ہوتی کہ میں ایسی قوم میں امیر بنایا جاؤں جس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں۔

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کہا؛

''اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کے کاموں میں آگے رکھا، اپنی موجودگی میں نمازوں میں امام بنایا اور تمہاری اقتداء کی۔ ہم بھی آپ کو دین ودنیا کے کاموں میں آگے رکھیں گے پس آپ اپنا ہاتھ دیجئے تاکہ میں بیعت کروں۔''

آپ کی عظمت شان کمال یقین اور پختگی ایمان کی وجہ سے صحابہ کرام میں کسی قسم کا اختلاف پیدا نہ ہوا۔ آپ نے دین کے مخالفین کو بیخ وبن سے اکھاڑ دیا۔ آپ کی خلافت کے زمانہ میں اسلامی لشکر ممالک شام وعراق وغیرہ کی تسخیر میں مصروف رہے۔ جس قدر صدقہ، خیرات اور جزیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں بیت المال میں وصول ہوتا تھا۔ آپ کے عہد میں بھی برابر وصول ہوتا رہا اور کسی کو زکوٰۃ وغیرہ کی ادائیگی سے انکار کی جرات نہ ہوئی۔ مسلیمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اسود عنسی خدائی کا مدعی تھا۔ دونوں نے بہت بڑے فتنے برپا کیے تھے یہاں تک کہ ستر اسی ہزار کے قریب دنیوی حرص کے بندے ان کے دام تزویر میں پھنس گئے تھے مگر آپ کی تیغ باطل شکن نے یہ فتنے فرد کر دیے اور قیامت تک امت مسلمہ کے لیے یہ مثال قائم کر دی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

زہری نے روایت کی ہے کہ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو آپ منبر پر چڑھے اور خطبہ دیا۔

"وَ اللّٰهِ مَا كُنْتُ حَرِيْصاً عَلَى الْاِمَارَةِ يَوْماً وَ لَيْلَةً قَطُّ وَ لَا كُنْتُ فِيْهَا رَاغِباً وَ لَا سَأَلْتُهَا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ

سِرًّا وَ عَلَانِيَةً وَ مَالِيْ فِي الْإِمَارَةِ مِنْ رَّاحَةٍ''

ترجمہ: قسم ہے خدا کی، میں نے کبھی امارت کے لیے حرص نہیں کی اور دن میں یا رات میں اس کا خیال بھی نہیں گزرا اور نہ کبھی پوشیدہ یا ظاہر اللہ تعالیٰ سے اس کی درخواست کی کیونکہ اس امارت میں مجھے کوئی راحت نہیں ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات شریف سے پانچ روز قبل جمعرات کے دن نمازِ ظہر کے بعد صحابہ میں خطبہ دیا اور فرمایا کہ اللہ نے ایک بندے کو دنیا اور ماعنداللہ (جو کچھ اللہ کے پاس ہے) میں اختیار عطا فرمایا۔ اُس بندے نے ماعنداللہ کو اختیار کیا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ ہمیں ان کے رونے پر حیرت ہوئی کہ اس بات میں افسوس کی کون سی بات ہے۔ مگر ابوبکر ہم سب سے زیادہ عالم تھے۔ وہ سمجھ گئے کہ بندے سے مراد خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں مجھ پر سب سے زیادہ جان و مال صرف کرنے والوں میں ابوبکر ہیں۔

امام فخر الدین رازی یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت ''اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ'' صحابہ کرام کو سنائی تو وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے اظہار مسرت کیا۔ مگر حضرت ابوبکر رو پڑے۔ ان سے رونے کا سبب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی پر دلالت کرتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرض منصبی رسالت پورا ہو چکا تھا اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کمال علم معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس آیت سے اس مخفی راز پر آپ رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی صحابی واقف نہ ہوا۔ (تفسیر کبیر)

جمادی الاول 8ھ ہجری میں جنگ موتہ میں مشرکین روم و عرب نے حضرت زید بن حارثہ کو شہید کر دیا تھا۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں رومیوں سے جہاد کرنے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے ایک لشکر تیار کیا جس میں معززین مہاجرین و انصار حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم، ابوعبیدہ بن جراح، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، قتادہ بن نعمان اور سلمہ بن اسلم رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل تھے۔ اور حضرت اسامہ بن زید کو اس لشکر کا سردار مقرر کیا اور اپنے دست مبارک سے حضرت اسامہ کے لیے جھنڈا تیار فرمایا۔ پنجشنبہ کے دن

8 ربیع الاول کو آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بلا کر خلیفہ نماز مقرر فرمایا۔ چنانچہ وفات شریف تک وہی نماز پڑھاتے رہے۔ یہ لشکر مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر مقام جرف میں جمع ہونے اور کوچ کرنے کو ہی تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف ہوگیا۔ اس لیے لشکر واپس مدینہ منورہ میں آ گیا۔ اسی اثناء میں خبر ملی کہ عرب کے بعض قبائل دین اسلام سے پھر گئے ہیں اور بعض نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا ہے۔ اس پر بعض صحابہ کرام نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ ایسی حالت میں ایک لشکر جرار کا دور دراز مہم پر بھیجنا خلاف مصلحت ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے خلاف نہیں کر سکتا۔ لہذا آپ نے حضرت اسامہ کی اجازت سے حضرت عمر کو مشورہ کے لیے اپنے پاس رکھ لیا۔ چنانچہ وہ لشکر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ملک شام کو روانہ ہوا اور فاتح بن کر واپس لوٹا۔

آپ نے لشکر اسامہ کی روانگی کے ساتھ ہی مرتدین سے جہاد کا حکم دیا۔ یہ مرتدین عرب کے مختلف مقامات میں تھے۔ آپ نے سرایا بھیج کر ان سب کو زیر کیا اور ان کے ارتداد کا انسداد کیا۔ اسی طرح منکرین زکوٰۃ کے ساتھ بھی جہاد کی تیاری کی گئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا۔ آپ لوگوں سے کیسے قتال کریں گے؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

ترجمہ: مجھے حکم دیا گیا کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ کہیں، لا الٰہ الا اللہ۔ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا اُس نے مجھ سے اپنا مال اور جان بچالی مگر بحق اسلام (دیت، قصاص وغیرہ) اور اس کا حساب خدا پر ہے۔

یہ سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں ضرور جہاد کروں گا ان لوگوں سے جنہوں نے نماز و زکوٰۃ کے درمیان فرق کیا۔ کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ خدا کی قسم! اگر وہ ایک درہم بھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا کرتے تھے مجھے نہ دیں تو میں اس پر ان سے قتال کروں گا۔ حضرت عمر فاروق نے فرمایا ''خدا کی قسم! اس حجت میں مَیں نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کو قتال کے لیے شرح صدر عطا فرمایا ہے۔ پس میں نے پہچان لیا کہ قتال ہی حق ہے

بعض روایات میں ہے کہ دیگر صحابہ حتیٰ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بھی حضرت صدیق اکبر کو جہاد سے منع کیا اور کہا کہ عہد خلافت کا آغاز ہے اور مخالفین کی تعداد کافی

زیادہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ نظام ِ اسلام میں کوئی خلل واقع ہو جائے۔ آپ نے فرمایا؛ اگر تمام لوگ ایک طرف ہو جائیں تو میں تنہا جہاد کروں گا۔ آخر کار تمام صحابہ کرام نے آپ سے اتفاق کیا اور کامیابی کے ساتھ جہاد کیا۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسلام لاتے ہی اپنا تمام مال جو کہ تقریباً 40 ہزار درہم تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کر دیئے۔ چنانچہ وہ مال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ کے حکم سے مسلمانوں پر صرف ہوتا رہا۔ آپ نے سات مرد و زن کو جو غلامی کے سبب کفار کے ہاتھ سے سخت تکالیف اٹھا رہے تھے، بھاری داموں پر خرید کر آزاد کر دیا۔ ہجرت مدینہ تک تیرہ سال میں جو کچھ آپ رضی اللہ عنہ نے تجارت سے کمایا وہ بھی اسلام کے لیے وقف کر دیا۔ جب ہجرت کا وقت آیا تو آپ رضی اللہ عنہ کے پاس پانچ ہزار درہم تھے۔ جو کہ ہجرت، مسجد کی زمین کی خرید اور دیگر کار خیر میں صرف ہوئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ راہ خدا میں صدقہ دو۔ اتفاقاً اس وقت میرے پاس بہت سا مال تھا۔ میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ آج میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سبقت لے جاؤں گا۔ لہذا میں اپنا آدھا مال لے آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا؛ اپنے اہل وعیال کے لیے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ آدھا گھر والوں کے لیے چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اپنا مال جو اُن کے پاس تھا، لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا؛ تم اپنے اہل وعیال کے لیے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا؛ ''اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ آیا ہوں'' (یعنی خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لیے کافی ہیں) یہ سن کر میں نے کہا کہ میں کبھی بھی ابوبکر پر سبقت نہیں لے جا سکتا۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ نے حلوہ کھانا چاہا۔ آپ نے فرمایا؛ ہمارے پاس وہ چیز نہیں ہے کہ جس سے حلوہ خرید لیں۔ آپ کی زوجہ نے فرمایا کہ میں چند روز اپنے کھانے میں سے اس قدر بچا لوں گی کہ جس سے حلوہ خریدا جا سکے۔ آپ نے فرمایا، بچا لیا کرو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس طرح بہت سے دنوں میں تھوڑی سی بچت ہوئی۔ جب انہوں

نے آپ کو بچت کی اطلاع دی تا کہ اُس سے حلوہ خریدا جا سکے۔ تو آپ نے اس بچت کو لے کر بیت المال میں داخل کر دیا۔ اور فرمایا کہ یہ ہماری ضرورت سے زائد ہے۔ اور اپنے وظیفے میں سے اتنا کم کر دیا جتنا کہ بیوی نے روزانہ خرچ میں کمی کی تھی۔ اور زائد مقدار کو بیت المال میں بھیج دیا۔ بخدا یہ آپ رضی اللہ عنہ کا غایت درجہ کا تقویٰ ہے جس سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت صدیق اکبر کا مکان مقام سُنح میں آپ کی زوجہ حبیبہ بنت خارجہ خزرجیہ کے پاس تھا۔ آپ نے بیعتِ خلافت کے بعد چھ مہینے وہاں قیام رکھا۔ آپ وہاں سے مدینہ میں پیدل آتے اور کبھی گھوڑے پر سوار ہوتے اور تہ بند اور پھٹی پرانی چادر اوڑھتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے، آپ تاجر تھے۔ ہر روز خرید و فروخت کے لیے بازار جاتے۔ آپ کے پاس بکریوں کا گلہ تھا۔ جسے بعض اوقات آپ خود چراتے اور بعض اوقات کوئی اور چراتا۔ آپ اپنے قبیلہ کی بکریوں کا دودھ دوہا کرتے تھے۔ جب آپ کو خلافت ملی تو قبیلے کی ایک لڑکی نے کہا ''اب ابوبکر رضی اللہ عنہ ہماری بکریوں کا دودھ نہیں دوہیں گے'' آپ نے یہ سنا تو فرمایا: مجھے اپنی زندگی کی قسم! میں اب بھی تمہاری بکریوں کا دودھ ضرور دوہا کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ خلافت سے میری خلق سابق میں کچھ تغیر پیدا نہ ہوگا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ اُن کی بکریوں کا دودھ دوہا کرتے تھے۔

تقریباً چھ ماہ بعد آپ نے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی اور فرمایا کہ میری قوم کو معلوم ہے کہ میں کپڑے کی تجارت کیا کرتا تھا جس سے میرے اہل و عیال کا گزارہ ہوتا تھا۔ اب امور مسلمین میرے متعلق ہو گئے ہیں۔ لہذا میں تجارت کے ساتھ امور خلافت سرانجام نہیں دے سکتا۔ ان کے لیے فراغت اور توجہ درکار ہے۔ اس لیے ابوبکر کے اہل و عیال اور تابعین بیت المال میں سے وظیفہ لیں گے؟ اس کے بعد آپ نے تجارت چھوڑ دی اور بیت المال سے وظیفہ لینے لگے جو آپ اور آپ کے اہل و عیال اور حج و عمرہ کے لیے کفایت کرتا۔ صحابہ کرام نے آپ کے لیے چھ ہزار درہم سالانہ معین کیے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اتباع سنت میں وہ مقام حاصل ہوا کہ کسی کو حاصل نہیں ہوا۔ آپ کے کمال اتباع سنت کے شوق کا اندازہ اس گفتگو سے کیا جا سکتا ہے جو آپ رضی اللہ عنہ اور آپ کی صاحبزادی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان ہوئی۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ :۔ تم نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں دفن کیا؟

ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا :۔ تین سفید کپڑوں میں، جن میں نہ قمیض تھی نہ عمامہ تھا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ :۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس دن وفات پائی؟

ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا :۔ دوشنبہ کے دن۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ :۔ آج کون سا دن ہے؟

ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا :۔ دوشنبہ

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ :۔ مجھے توقع ہے کہ میری موت اس وقت اور رات کے درمیان ہوگی۔ یعنی عین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت ہو گی۔ مجھے ان دونوں کپڑوں میں کفنا دینا۔

ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۔ یہ کپڑا تو پرانا ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ۔ زندہ، مردے کی نسبت نئے کپڑے کا زیادہ حقدار ہے۔

جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو صحابہ کرام عیادت کے لیے تشریف لائے اور عرض کرنے لگے کہ ہم کسی طبیب کو بلاتے ہیں جو آپ کو دیکھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ طبیب نے تو مجھے دیکھ لیا ہے۔ انہوں نے پوچھا، پھر اُس نے کیا کہا ہے؟ فرمایا کہ اس نے یوں کہا ہے:

''میں کرنے والا ہوں جو چاہتا ہوں''

آپ نے دوشنبہ مغرب وعشاء کے درمیان ۲۲ جمادی الاخر 13ھ ہجری میں 63 سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

''جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا کہ ہم آپ کو شہداء میں دفن کریں گے۔ اور بقیع میں لے جائیں گے۔ میں نے کہا کہ اپنے حجرہ میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہی دفن کروں گی۔ ہم اسی اختلاف میں تھے کہ نیند کا مجھ پر غلبہ ہوا۔ میں نے سنا کہ کوئی شخص کہہ رہا تھا

''دوست کو دوست کے پاس پہنچا دو''

میں بیدار ہوگئی تو معلوم ہوا کہ سب لوگوں نے اس آواز کو سن لیا یہاں تک کہ مسجد میں بھی لوگوں نے سن لیا'' (کتاب صفوۃ، تاریخ الخلفاء از امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

شواہد النبوۃ میں منقول ہے کہ؛

''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وصال کے وقت وصیت فرمائی تھی کہ ان کے تابوت کو حجرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب لے جائیں اور عرض کریں، السلام علیک یا رسول اللہ، اے خدا کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! یہ ابوبکر ہے آپ کے آستانہ پر آیا ہے اگر یہ بات دربارِ رسالت میں مقبول ہوگئی تو دروازہ کھل جائے گا پھر مجھے وہیں رکھنا اور اگر دروازہ نہ کھلا تو بقیع میں لے جانا۔ راوی کہتا ہے کہ ہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق عمل کیا۔ ابھی یہ بات ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ دروازہ کھل گیا اور ہمارے کانوں میں یہ آواز آئی کہ؛

''حبیب (رضی اللہ عنہ) کو حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس لے آؤ''

تاریخ کامل ابن اثیر میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جب سے ہم مسلمانوں کے امور کے متکفل ہوئے ہیں۔ ہم نے ان کا درہم و دینار نہیں لیا۔ ہاں ان کا نیم کوفتہ کھانا کھایا ہے اور موٹے کپڑے پہنے ہیں۔ اب ہمارے پاس مسلمانوں کے مال میں سے سوائے اس غلام، اس اونٹ اور اس چادر کے کچھ نہیں ہے۔ جب میں مر جاؤں تو ان تمام کو حضرت عمر کے پاس بھیج دینا۔ جب آپ نے وفات پائی تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وصیت پر عمل کیا اور دورانِ خلافت بیت المال سے وصول شدہ وظیفہ کی رقم آپ کے اثاثہ جات کو بیچ کر بیت المال میں جمع کروادی۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ سب کچھ دیکھا تو آپ کے آنسو نکل آئے، حتیٰ کہ زمین پر ٹپک پڑے اور آپ بار بار فرماتے تھے؛

''خدا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) پر رحم کرے۔ انہوں نے بے شک اپنے جانشینوں کو مشقت میں ڈال دیا ہے۔''



ارشاداتِ عالیہ

آخر میں تبرکاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ارشادات کا مختصر بیان ضروری ہے۔ تفصیل کے لیے آپ کی سیرت پاک پر علیحدہ کتب موجود ہیں جن کے مطالعہ سے قلب و روح کو تسکین حاصل ہوسکتی ہے۔آپ کا ارشاد ہے:

☆۔ چار چیزوں کی تکمیل کے لیے چار چیزیں ضروری ہیں۔

1)۔ نماز کی تکمیل .... سجدہ سہو سے

2)۔ روزہ کی تکمیل .... صدقہ فطر سے

3)۔ حج کی تکمیل .... فدیہ سے

4)۔ ایمان کی تکمیل .... جہاد فی سبیل اللہ سے

آپ نے فرمایا، تین چیزوں سے تین چیزیں حاصل نہیں ہوسکتیں۔

1)۔ آرزو کرنے سے مالداری

2)۔ خضاب لگانے سے جوانی

3)۔ دوا استعمال کر لینے سے تندرستی

آپ نے فرمایا:

جو آدمی بغیر توشہ (یعنی نیک اعمال) کے قبر میں چلا گیا اس کی مثال ایسی ہے کہ دریا کا سفر بغیر کشتی کے کیا جائے۔ (ظاہر ہے کہ کشتی کے بغیر پانی میں جانے والا ڈوب مرے گا)

فرمایا کہ پانچ تاریکیاں ہیں اور ان کو دور کرنے کے لیے پانچ روشن چراغ ہیں۔

1)۔ دنیا کی محبت تاریکی ہے اس سے نجات کے لیے پرہیزگاری کا چراغ روشن ہونا چاہیے۔

2)۔ قبر کی تاریک گہرائی ہے اسے روشن کرنے کے لیے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا چراغ چاہیے۔

3)۔ آخرت کی زندگی تاریکی ہے اگر نیک اعمال کا چراغ نہ ہو۔

4)۔ پل صراط تاریکی ہے اگر یقین کا چراغ نہ ہو۔

5)۔ گناہ تاریکی ہے اور توبہ اس کا چراغ ہے اسی روشنی سے یہ تاریکی دور ہوگی

آپ نے فرمایا؛ عبادت کرنے والے تین قسم کے ہیں:

جو ڈر کر عبادت کرتے ہیں۔ ان کی شناخت یہ ہے کہ:

1)۔ اپنے آپ کو ذلیل وحقیر جانتے ہیں۔

2)۔ اپنی نیکیوں کو کم جانتے ہیں۔

3)۔ اپنے گناہوں کو زیادہ جانتے ہیں۔

جو جنت کی امید پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں ان کی شناخت یہ ہے کہ

1)۔ دنیا کے مال میں سے بہت زیادہ سخاوت کرتے ہیں۔

2)۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سب سے زیادہ رجوع کرنے والے ہوتے ہیں۔

3)۔ اچھے کاموں میں قوم کے پیشوا ہوتے ہیں۔

جو محبت کے سبب اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، ان کی شناخت یہ ہے کہ؛

1)۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنی پیاری سے پیاری چیز خدا کے نام پر بلاتوقف دے دیتے ہیں۔

2)۔ رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے اپنی خواہشات کے خلاف عمل کرتے ہیں۔

3)۔ اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کے پابند ہوتے ہیں۔

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے خطبہ دیا۔ جس میں خدا کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا؛

''میں تمہارا حاکم بنایا گیا ہوں حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر سیدھے راستے

پر چلوں (اچھا کام کروں) تو میری مدد کرو اور اگر غلطی کروں تو میری اصلاح کرو۔ صدق امانت ہے اور کذب خیانت ہے۔ تم میں سے جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ اس کا حق دلوا دوں' انشاء اللہ' اور تم میں سے جو قوی ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے یہاں تک کہ اس سے دوسروں کا حق لے لوں' انشاء اللہ' جو قوم جہاد فی سبیل اللہ ترک کر دیتی ہے وہ ذلیل کر دی جاتی ہے اور جس قوم میں بے حیائی کا رواج ہو جاتا ہے اس پر عام طور پر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرو اور جب میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت فرض نہیں ہے۔'' (سیرت ابن ہشام)

یوسف بن محمد کا بیان ہے کہ مجھے خبر پہنچی کہ حضرت ابوبکر نے مرض موت میں وصیت کی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا لکھئے:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ وہ ہے جس کی وصیت ابو قحافہ کے بیٹے ابوبکر نے دنیا سے جاتے اور آخرت میں داخل ہوتے ہوئے ایسے وقت میں کی جبکہ کاذب سچ بولتا ہے اور خائن امانت ادا کرتا ہے اور کافر ایمان کی آرزو کرتا ہے۔ میں نے اپنے بعد عمر بن خطاب کو خلیفہ بنایا ہے۔ اگر وہ عدل کرے تو یہ میرا اس کی نسبت گمان اور توقع ہے اور اگر وہ جور و ستم کرے تو میں غیب دان نہیں اور ہر شخص کے لیے سزا ہے اس گناہ کی جو اس نے کیا۔ اور ظلم کرنے والے عنقریب معلوم کریں گے کہ وہ کس کروٹ اُٹھتے ہیں۔''

آپ نے ایک پرندے کو درخت پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر فرمایا۔ اے پرندے! خوش رہو اللہ کی قسم کاش میں تیری مانند ہوتا کہ تو درخت پر بیٹھتا ہے۔ پھل کھاتا ہے پھر اڑ جاتا ہے اور تجھ پر کوئی حساب کتاب نہیں ہے۔ خدا کی قسم کاش میں بجائے انسان ہونے کے ایک درخت ہوتا اور کوئی اونٹ میرے پاس سے گزرتا اور مجھے پکڑ کر اپنے منہ میں ٹھونس لیتا اور پھر چبا کر نگل جاتا۔

بعد ازاں مینگنیوں کی شکل میں نکال دیتا۔

جب لوگ آپ کی تعریف کرتے تو آپ یوں کہتے ''اے اللہ! تو میرا حال میری نسبت بہتر جانتا ہے اور میں اپنا حال ان کی نسبت بہتر جانتا ہوں۔ خدایا تو مجھے بہتر بنا دے، اس سے جو وہ گمان کرتے ہیں اور میرے وہ گناہ بخش دے جو ان کو معلوم نہیں اور جو وہ کہتے ہیں اس پر مجھے گرفت نہ کر۔''

جب کبھی آپ رضی اللہ عنہ کوئی مشتبہ کھانا تناول فرما لیتے اور آپ کو اس کا علم ہو جاتا تو آپ قے کر کے اپنے پیٹ سے نکال دیتے اور یوں دعا کرتے ''اے اللہ! جو کچھ رگوں نے پی لیا ہے اور انتڑیوں کے ساتھ مل گیا ہے تو اس پر مجھے مواخذہ نہ کرنا''

آپ نے فرمایا کہ جب کسی بندے کو دنیا کی کسی زینت پر ناز آ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کو دشمن رکھتا ہے یہاں تک کہ وہ اس زینت کو چھوڑ دے۔

فرمایا: اے لوگو! خدا سے حیاء کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے۔ جب میں قضائے حاجت کے لیے جنگل میں جاتا ہوں تو خدا سے شرم کے مارے اپنا منہ ڈھانپ لیتا ہوں۔

امام نسائی نے اسلم (غلام حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ) سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اپنی زبان کو ہاتھ سے پکڑے ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اسی نے مجھے ہلاکت کے اندیشوں میں ڈال دیا ہے۔

آپ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن اپنے ہمسایہ سے جھگڑ رہے تھے۔ آپ ان کے پاس سے گزرے تو فرمایا کہ اپنے ہمسایہ سے مت جھگڑ، کیونکہ نیکی رہ جائے گی اور لوگ چلے جائیں گے

جب آپ کی اونٹنی کی مہار گر پڑتی تو اُسے بٹھا کر خود اٹھا لیتے۔ حاضرین عرض کرتے کہ آپ نے ہمیں کیوں نہیں حکم دیا؟ آپ فرماتے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا۔

آپ جب کسی شخص کو صبر کی تلقین کرتے تو فرماتے کہ صبر کے ساتھ کوئی مصیبت نہیں اور بے صبری سے کوئی فائدہ نہیں۔ موت اپنے مابعد سے آسان اور ماقبل سے سخت ہے۔

جب آپ نے حضرت خالد بن ولید کو مرتدین کی طرف جہاد کرنے کی غرض سے بھیجا تو فرمایا کہ موت کا حریص بن جا، تجھے حیات عطا ہوگی۔

جب آپ رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ اہل فارس نے پرویز کی لڑکی کو اپنا حکمران بنالیا ہے تو فرمایا کہ وہ قوم ذلیل ہوگئی جس نے اپنی حکومت کسی عورت کے ہاتھ میں دے دی۔

آپ نے فرمایا؛

1)۔ کہ تجھ پر خدا کی طرف سے جاسوس ہیں۔ (یعنی کراماً کاتبین اور دیگر فرشتے وغیرہ)

2)۔ لوگوں میں خدا کا سب سے زیادہ فرمانبردار بندہ وہ ہے جو گناہ کا سب سے زیادہ دشمن ہے۔

3)۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے کہ میرے نزدیک اپنے خویش و اقرباء کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت سے محبت و سلوک رکھنا زیادہ پسندیدہ ہے۔

4)۔ اس قول میں کوئی خوبی نہیں جس سے اللہ کی رضا مطلوب نہ ہو اور اس مال میں کوئی خوبی نہیں جو راہ خدا میں خرچ نہ کیا جائے اور اس شخص میں کوئی خوبی نہیں جس کی جہالت اس کے علم پر غالب ہو اور اُس شخص میں کوئی خوبی نہیں جو نیک اعمال میں ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرتا ہو۔

5)۔ ادراک کے حاصل کرنے سے عاجز آنا ادراک ہے۔

6)۔ اللہ تعالیٰ تیرے باطن کا حال دیکھ رہا ہے جیسا کہ ظاہر کا حال دیکھ رہا ہے۔

7)۔ اللہ رحم کرے اس مرد پر جس نے اپنی جان سے اپنے بھائی کی مدد کی۔

8)۔ جب تجھ سے کوئی نیکی فوت ہو جائے تو اس کا تدارک کر اور اگر کوئی بدی تجھے آ گھیرے تو اُس سے بچ جا۔

9)۔ ہم ایک حرام میں پڑنے کے خوف سے ستر حلال کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔

10)۔ آیت (" ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ "یعنی ظاہر ہو گیا فساد جنگل

اور سمندر میں) کی تاویل میں آپ کا قول ہے کہ جنگل سے مراد زبان اور سمندر سے مراد قلب ہے۔ جب زبان خراب ہو جاتی ہے تو انسان روتے ہیں جب دل خراب ہو جاتا ہے تو اس پر فرشتے روتے ہیں۔

11)۔ شہوت کے سبب سے بادشاہ غلام بن جاتے ہیں اور صبر سے غلام بادشاہ بن جاتے ہیں۔حضرت یوسف وزلیخا کے قصے پر غور کرو۔

12)۔ جس شخص نے گناہوں کو ترک کیا۔اس کا دل نرم ہو گیا اور جس نے حرام کو ترک کیا اس کا فکر واندیشہ صاف ہو گیا۔

13)۔ سب سے کامل عقل اللہ کی خوشنودی کا حصول اور اس کے غضب سے بچنا ہے۔

14)۔ عاقل کے لیے کوئی مسافرت نہیں اور جاہل کے لیے کوئی وطن نہیں۔

15)۔ تین چیزیں جس شخص میں ہوں گی ،اُس کو نقصان دیں گی۔(ا) نافرمانی (ب) عہد شکنی (ج) مکروفریب

16)۔ جس شخص میں یہ چار خصلتیں ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہے۔
(ا)۔توبہ کرنے سے خوش ہونے والا (ب)۔گنہگار کے لیے مغفرت طلب کرنے والا
(ج)۔مصیبت زدہ کے لیے دعا کرنے والا (د)۔احسان کرنے والے کی مدد کرنے والا

17)۔ ابلیس تیرے آگے کھڑا ہے اور نفس تیرے دائیں طرف اور خواہش نفسانی بائیں طرف اور دنیا تیرے پیچھے اور اعضا تیرے گرد اور اللہ جل جلالہ تیرے اوپر ہے۔ابلیس تو تجھے ترک دین کی طرف بلا رہا ہے۔اور نفس معصیت کی طرف ، خواہش نفسانی شہوتوں کی طرف ، دنیا آخرت کو چھوڑ کر اسے اختیار کرنے کی طرف ، اور اعضاء گناہوں کی طرف اور اللہ جل شانہٗ جنت ومغفرت کی طرف بلا رہا ہے۔پس جس نے ابلیس کی سنی اُس کا دین جاتا رہا۔جس نے نفس کی سنی ،اس کی روح جاتی رہی۔جس نے ہوائے نفس کی سنی اس کی عقل جاتی رہی۔جس نے دنیا کی سنی اس سے آخرت جاتی رہے۔جس نے اعضا کی سنی اس سے بہشت جاتی رہی،جس نے اللہ تعالیٰ کی سنی اس سے تمام برائی جاتی رہی اور اس نے تمام نیکی کو حاصل کر لیا۔

18)۔ بخیل کا مال سات حالتوں میں سے ایک سے خالی نہیں ہوتا۔وہ مر جائے گا اور اس کا

وارث ایسا شخص ہوگا جو اس کے مال کو فضول خرچی سے اڑا دے گا اور طاعت خدا کے سوا کسی اور کام میں خرچ کرے گا۔ یا کوئی شہوت نفسانی اس میں پیدا ہو جائے گی جس سے وہ اپنے مال کو ضائع کردے گا۔ یا اُسے گھر یا عمارت کے بنانے کا خیال آ جائے گا اور اس کا مال صرف ہو جائے گا۔ یا اس مال کو حوادث دنیا میں سے کوئی حادثہ پیش آئے گا جیسا کہ جل جانا یا غرق ہو جانا یا چوری ہو جانا یا اس طرح کا کوئی اور حادثہ پیش آ جانا۔ یا اُس کو کوئی مرض دائمی عارض ہو جائے گا جس کے سبب سے وہ اپنے مال کو دواؤں میں خرچ کردے گا۔ یا وہ اپنے مال کو کسی جگہ دفن کر کے بھول جائے گا۔ اور نہ پائے گا۔

19)۔ آٹھ چیزیں، آٹھ چیزوں کی زینت ہیں۔ پرہیز گاری زینت ہے فقر کی، شکر زینت ہے دولتمندی کی، صبر زینت ہے بلا کی۔ تواضع زینت ہے شرف و بزرگی کی، حلم زینت ہے عالم کی، فروتنی و عاجزی زینت ہے طالب علم کی، احسان نہ جتانا زینت ہے احسان کی اور خشوع زینت ہے نماز کی۔

20)۔ امام مالکؒ نے موطا میں بروایت یحییٰ بن سعید نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف فوجیں بھیجیں تو آپ نے یزید بن ابی سفیان کو فرمایا؛ میں تم کو دس باتوں کی وصیت کرتا ہوں۔ 1۔ کسی لڑکے کو قتل نہ کرنا۔ 2۔ کسی عورت کو قتل نہ کرنا۔ 3۔ کسی بوڑھے کو قتل نہ کرنا۔ 4۔ کسی پھل والے درخت کو نہ کاٹنا۔ 5۔ کسی بکری یا گائے بیل کے پاؤں نہ کاٹنا مگر بغرض خوراک ذبح کر لینا۔ 6۔ کسی بستی کو نہ جلانا۔ 7۔ کسی بستی کو ویران نہ کرنا۔ 8۔ ہراساں نہ ہونا۔ 9۔ بزدلی دکھانا۔ 10۔ مال غنیمت میں خیانت نہ کرنا۔

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں؛

''میں مدینہ طیبہ میں بوڑھوں محتاجوں اور مسکینوں کی امداد کے خیال سے جاتا تھا تو ان کی سب حاجات کا انتظام موجود پاتا تھا۔ مجھ کو یہ معلوم کرنے کی خواہش ہوئی کہ وہ کون ہے جو ان لوگوں کے تمام کام پہلے ہی کر جاتا ہے۔ تلاش و جستجو کے بعد معلوم ہوا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔





18

حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

پیدائش: 404ء 164 قبل عام الفیل بمقام : اصفہان (ایران)

وصال : 10 رجب 33 ہجری مزار اقدس : مدائن ﴿عراق﴾



حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا شمار جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ہوتا ہے۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ آپ کا تعلق ایک مجوسی خاندان سے تھا۔ آپ نے مجوسی مذہب سے بیزار ہو کر پہلے تو یہودی مذہب اختیار کیا اور بعد میں عیسائیت قبول کر لی۔ ایک عیسائی راہب نے مرتے وقت آپ کو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں سکونت پذیر ہوں گے اور ساتھ ہی اُس نے چند نشانیاں بھی بتا دیں۔ چنانچہ آپ مدینہ منورہ کی طرف عازم سفر ہوئے۔ راستہ میں ایک شخص نے آپ کو غلام بنا لیا اور مدینہ شریف کے ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ ہجرت کے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو آپ نے تمام نشانیاں درست پائیں لہذا حاضر خدمت ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے یہودی آقا کو قیمت ادا کر کے آپ کو آزاد کرا لیا اور اس کے بعد آپ اصحاب صفہ میں شامل ہو کر ہمیشہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رہے۔ آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بڑا رتبہ حاصل کیا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ غزوۂ خندق اور غزوات مابعد میں شامل ہوئے۔ غزوۂ احزاب میں جب خندق کھودنے لگے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خندق مسلمانوں میں تقسیم فرما دی۔ حضرت سلمان کے بارے میں مہاجرین و انصار میں اختلاف پیدا ہوا، ہر ایک فریق کا دعویٰ تھا کہ سلمان ہم میں سے ہیں۔ اس وقت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''سلمان منا اھل البیت'' (سلمان میرے اہل بیت میں سے ہے)۔

آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سابقین چار ہیں۔ 1۔ سابقِ عرب میں ہوں۔ 2۔ صہیب سابقِ روم ہیں۔ 3۔ سلمان سابقِ فرس ہیں۔ 4۔ بلال سابقِ حبشہ ہیں۔

آپ ان تین صحابیوں میں سے ہیں جن کی بہشت مشتاق ہے۔ آپ ان چار صحابہ میں سے ہیں جن کو خدا دوست رکھتا ہے اور اپنے حبیب پاک کو ان کی دوستی کا ارشاد فرماتا ہے۔ آپ ان چار بزرگوں میں سے ہیں جن کی نسبت حضرت معاذ بن جبل نے اپنی وفات کے وقت وصیت کی کہ اُن کے پاس علم تلاش کرنا۔

آپ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مدائن کا گورنر بنا دیا تھا اور پانچ ہزار درہم سالانہ آپ کا وظیفہ مقرر کر دیا تھا۔ جب آپ کو وظیفہ ملتا تو آپ اسے راہ خدا میں خرچ کر دیتے اور بوریا بافی سے اپنا گذارہ کرتے۔ آپ کا کوئی گھر نہ تھا۔ دیواروں اور درختوں کے سایہ میں رہا کرتے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ میں آپ کی سکونت کے لیے گھر بنا دیتا ہوں۔ فرمایا: مجھے گھر کی ضرورت نہیں۔ اس نے اصرار کیا اور کہا کہ جس قسم کا گھر آپ کی طبیعت کے موافق ہے وہ مجھے معلوم ہے۔ فرمایا کہ بیان کرو: اس نے عرض کیا کہ میں آپ کے لیے ایسا گھر بنا دیتا ہوں کہ جب آپ اس میں کھڑے ہوں تو سر مبارک اس کی چھت سے لگے اور جب پاؤں پھیلائیں تو پاؤں کی انگلیاں دیوار سے جا لگیں، فرمایا، درست ہے؛ چنانچہ اس نے ایسا ہی گھر تیار کر دیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک دھاری دار کملی تھی۔ جس کا کچھ حصہ آپ رضی اللہ عنہ اوڑھ لیتے اور کچھ نیچے بچھا لیتے۔ گورنری کی حالت میں بھی یہی کملی آپ رضی اللہ عنہ کے پاس رہتی۔ بعض ناواقف لوگ آپ کی ظاہری حالت دیکھ کر آپ سے بطور مزدور اپنا اسباب اٹھواتے۔ جب راستے میں ان کو معلوم ہو جاتا کہ یہ امیر شہر ہیں تو عذر کرتے کہ ہم خود اٹھا لیتے ہیں مگر آپ فرماتے کہ جب وعدہ منزل تک پہنچا کر ہی آؤں گا۔

جب آپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنی زوجہ سے کہا، کچھ کستوری جو تمہارے پاس ہے، اسے پانی میں گھول کر میرے سر کے گرد چھڑک دو، کیونکہ اب ایک قوم آنے والی ہے جو نہ انسان ہیں نہ جن۔ آپ کی زوجہ محترمہ فرماتی ہیں کہ میں آپ کا ارشاد بجا لائی اور گھر

سے باہر نکلی تو آواز آئی ''اَلسَّلامُ عَلَیکَ یَا وَلِیَّ اللّٰہِ، اَلسَّلامُ عَلَیکَ یَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰہِ'' جب میں اندر گئی تو کیا دیکھا کہ آپ کی روح پرواز کر چکی ہے اور آپ اس طرح لیٹے ہوئے ہیں، جیسا کہ سو رہے رہوں۔ آپ کی عمر وصال مبارک کے وقت اڑھائی سو سال تھی۔

ارشاداتِ عالیہ



1)۔ مومن کا حال دنیا میں مثل اس بیمار کے ہے جس کے ساتھ اس کا طبیب ہو جو اس کی بیماری اور دوا کو جانتا ہے۔ جب مریض کسی مضر چیز کو چاہتا ہے تو وہ اسے منع کر دیتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ اگر تم اسے کھاؤ گے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ اسی طرح مومن بہت سی چیزوں کو چاہتا ہے۔ پس اللہ عزوجل اس کو ان سے روک دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ مر جاتا ہے اور بہشت میں داخل ہو جاتا ہے۔

2)۔ تعجب ہے طالب دنیا پر جس کو موت طلب کر رہی ہے اور تعجب ہے اس غافل پر جس کو فراموش نہیں کیا گیا اور تعجب ہے اس ہنسنے والے پر جو یہ نہیں جانتا کہ اس کا پروردگار اس سے راضی ہے یا ناخوش۔

3)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے یہ عہد لیا تھا کہ تمہارا روزینہ مثل توشۂ سوار کے ہونا چاہیے۔

4)۔ آپ رضی اللہ عنہ جب اپنی خادمہ کو کسی کام سے بھیجتے تو آٹا خود ہی گوندھ لیتے اور فرماتے کہ ہم اس سے دو کام نہیں لیتے۔

5)۔ آپ بوریا بافی (یا زنبیل بافی) کرتے اور فرماتے کہ میں ایک درہم کے برگ خرما

خرید تا ہوں اور اس سے بوریا یا زنبیل تیار کر کے تین درہموں پر بیچ دیتا ہوں۔ان میں سے ایک درہم خیرات کر دیتا ہوں، ایک درہم برگ خرما خریدنے کے لیے پس انداز کر لیتا ہوں اور ایک درہم اپنے عیال پر خرچ کر دیتا ہوں۔

6)۔ گورنری کی حالت میں ایک جماعت آپ کے پاس آئی اور آپ بوریا بانی کر رہے تھے۔انہوں نے پوچھا کہ آپ یہ کام کیوں کر رہے ہیں جبکہ آپ گورنر ہیں اور آپ کا وظیفہ بھی مقرر ہے۔؟ آپ نے فرمایا کہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاؤں۔

7)۔ سعید بن میتب سے روایت ہے کہ حضرت سلمان نے حضرت عبداللہ بن سلام سے کہا۔ پیارے بھائی ہم میں سے جو پہلے وفات پائے ، وہ دوسرے کو خواب میں دکھائی دے۔

حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا، کیا ایسا ہوسکتا ہے؟ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں؛

''مومن بندے کی روح آزاد ہوتی ہے، زمین میں جہاں چاہتی
ہے چلی جاتی ہے اور کافر کی روح قید خانے میں ہوتی ہے۔''

پس حضرت سلمان نے پہلے وصال فرمایا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک روز میں دوپہر کے وقت قیلولہ کر رہا تھا، کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت سلمان تشریف لائے ہیں۔انہوں نے کہا، السلام علیکم ورحمۃ اللہ، میں نے جواب میں کہا، وعلیک السلام ورحمۃ اللہ، اے ابوعبداللہ! تو نے اپنا مقام کیسا پایا؟ حضرت سلمان نے کہا کہ خوب ہے۔پھر تین بار فرمایا۔تُو توکل اختیار کر کیونکہ توکل اچھا ہے۔

8)۔ بازار میں سب سے پہلے داخل نہ ہو اور نہ سب سے پیچھے نکل، کیونکہ وہ معرکۂ شیطان ہے۔اور وہاں اس کا جھنڈا گڑھا ہوتا ہے۔

9)۔ آپ نے حضرت ابوالدرداء سے کہا کہ تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے اور تیرے رب کا تجھ پر حق ہے اور تیرے مہمان کا تجھ پر حق ہے اور تیرے اہل کا تجھ پر حق ہے۔پس ہر ایک حق دار کو اس کا حق عطا کر۔پھر وہ دونوں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور حضور سے اس بات کا ذکر کیا۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''سلمان نے سچ کہا ہے۔'' (جامع ترمذی)

حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہم

ولادت : 36ھ ہجری بمقام : مدینہ منورہ

وصال : 108 ہجری مزار اقدس : مدینہ منورہ



حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں یزدجرد شاہ فارس کی تین لڑکیاں مال غنیمت میں آئیں۔ ان کی قیمت ٹھہرائی گئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے تینوں کو خرید لیا۔ ان میں سے ایک اپنے صاحبزادے امام حسین رضی اللہ عنہ کو دے دی جس سے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ دوسری حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دے دی جس سے حضرت سالم پیدا ہوئے اور تیسری حضرت محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو دے دی جس سے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ پس حضرات زین العابدین، سالم اور قاسم ایک دوسرے کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ حضرت قاسم اپنے والد ماجد کے قتل ہونے کے بعد اپنی پھوپھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں بطور یتیم پرورش پاتے رہے۔ آپ کا انتساب علم باطن میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ہے۔

حضرت قاسم تابعین اور فقہائے سبعہ میں سے ہیں۔ امام، عالم، فقیہہ، پرہیز گار اور حافظ الحدیث تھے۔ یحییٰ بن سعید انصاری کا قول ہے کہ ہم نے مدینہ منورہ میں کسی کو ایسا نہیں پایا کہ اسے قاسم پر فضیلت دیں۔ ایوب سختیانی کا بیان ہے کہ میں نے کسی کو قاسم سے افضل نہیں دیکھا۔ بقول امام بخاری آپ افضل اہل زمانہ تھے۔ ابوالزناد کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو قاسم سے بڑھ کر سنت کا عالم نہیں پایا اور نہ کسی فقیہہ کو آپ سے بڑھ کر عالم دیکھا۔ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ ایک بدوی نے مسجد میں ان سے سوال کیا کہ آپ بڑے عالم ہیں یا سالم بن عبداللہ؟ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سوال کے جواب میں خاموشی اختیار فرمائی۔ اس نے دوبارہ سوال کیا تو آپ نے صرف سبحان اللہ کہہ دیا۔ پھر جب اس نے تیسری مرتبہ سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ جاؤ، سالم سے دریافت کرلو حقیقت یہ ہے کہ آپ خود یہ نہیں کہنا چاہتے تھے کہ میں بڑا عالم ہوں اور نہ ہی یہ کہنا چاہتے تھے کہ سالم بڑا عالم ہے، اس طرح یہ جھوٹ ہو جاتا کیونکہ آپ کا درجہ میدان علم میں سالم سے زیادہ تھا۔

آپ ہر روز صبح کے وقت مسجدِ نبوی تشریف لاتے اور کبھی ناغہ نہ کرتے۔ دو رکعت نماز پڑھتے اور پھر یہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور منبر کے درمیان اپنی مسندِ علم پر براجمان ہو جاتے، ہر جانب سے آنے والے طلبہ کا یہاں ہجوم رہتا اور وہ اس صاف وشفاف میٹھے چشمے سے اپنی پیاس بجھاتے۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد آپ اور آپ کے خالہ زاد بھائی عبداللہ بن عمر مدینہ کے قابل اعتماد امام مشہور ہوئے اور انہوں نے لوگوں کے دلوں پر حکومت کی۔

جن مسائل کا آپ کو علم ہوتا آپ جواب دیتے اور جن کا علم نہ ہوتا، ان کے متعلق برملا فرماتے کہ مجھے اس مسئلے کا کوئی علم نہیں۔ اس پر لوگوں نے تعجب کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم جو مسائل تم پوچھ رہے ہو وہ سب کے سب ہم نہیں جانتے اگر جانتے ہوتے تو وہ آپ لوگوں سے چھپا کر نہ رکھتے اور نہ ہی دینی مسائل کو چھپانا ہمارے لیے جائز ہے۔ میرے نزدیک جاہل کہلانا اس سے کہیں بہتر ہے کہ نہ جانتے ہوئے بھی لوگوں کو غلط مسائل بتا دیے جائیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے تھے کہ اگر امر خلافت میرے
اختیار میں ہوتا تو میں خلافت حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیتا۔

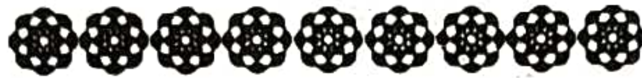
جب وقتِ وفات قریب آیا تو کفن کے متعلق وصیت کی کہ میں جن کپڑوں میں نماز پڑھتا ہوں، اسی میں کفنایا جاؤں، اس میں قمیض، ازار اور چادر وغیرہ کفن کے تمام کپڑے تھے۔ آپ کے صاحبزادے نے عرض کیا کہ کیا آپ اور دو نئے کپڑے پسند نہیں کرتے تو فرمایا، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تین کپڑوں میں کفنائے گئے تھے۔ اور یہ کہ مُردوں کے مقابلے میں زندوں کو نئے کپڑوں کی زیادہ ضرورت ہے۔ نیز فرمایا کہ میری قبر پر میری تعریف نہ کرنا۔ اس وصیت کے بعد آپ اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دورانِ سفر حج ''قدید'' کے مقام پر وصال فرمایا اور ''مشلل'' کے مقام پر دفن کیے گئے۔ قدید اور مشلل کے درمیان تقریباً تین میل کا فاصلہ ہے۔

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا وصال باختلاف روایت 106ھ، 107ھ یا 108ھ میں ہوا۔ محمد بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی وفات ۱۰۸ھ میں ہوئی، جب کہ وہ ستر یا بہتر برس کے تھے، اور اُن کی نگاہ جا چکی تھی۔ ابن سعد نے بھی طبقات میں 108ھ لکھا ہے۔ جبکہ بقول ابن معین وابن المدینی 24 جمادی الاولیٰ 106ھ ہے۔

حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

پیدائش : سنہ 70ھ 499ء بمقام : مدینہ منورہ

وصال : 15 رجب المرجب 138 ہجری مزار اقدس : مدینہ منورہ



آپ کا نام نامی جعفر صادق اور کنیت ابو محمد ہے۔ آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی تعلیم اپنے نانا جان جناب حضرت امام قاسم رضی اللہ عنہ سے حاصل کی جبکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی نسبت اپنے والد ماجد اور جد امجد جناب امام زین العابدین سے حاصل کی۔ چنانچہ مکتوبات شریف میں امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں؛

'' آپ کی یہ اولوالعزم شان تھی کہ آپ نے نسبتِ عالیہ نقشبندیہ اور نسبتِ عالیہ جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہ دونوں کو احسن طریقے سے سنبھالا ہوا تھا اور جو کسی نسبت کی خواہش کرتا آپ اس کو اسی نسبت میں بیعت فرماتے۔ آپ کی شان کا اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ جیسی اولوالعزم ہستیاں آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ آپ سادات اہل بیت میں سے تھے۔ آپ کی امامت وسیادت پر سب کا اتفاق ہے۔ آپ زہد وتقویٰ میں کامل تھے آپ پہلے مدینہ منورہ میں لوگوں کو اپنے فیوض وبرکات سے مستفیض فرماتے رہے بعد میں عراق تشریف لے گئے اور وہاں مدت تک قیام فرمایا۔''

آپ کا درجہ صحابہ کرام کے بعد ہی آتا ہے لیکن اہل بیت میں شامل ہونے کی وجہ سے نہ صرف باب طریقت ہی میں آپ سے ارشادات منقول ہیں بلکہ بہت سی روایتیں بھی مروی ہیں اور انہیں کثیر ارشادات میں سے بعض چیزیں بطور سعادت ہم یہاں بیان کر رہے ہیں۔ جو لوگ آپ کے طریقہ پر عمل پیرا ہیں وہ بارہ اماموں کے مسلک پر گامزن ہیں کیوں کہ آپ کا مسلک

بارہ اماموں کے طریقت کا قائم مقام ہے اور اگر تنہا آپ ہی کے حالات و مناقب بیان کر دیئے جائیں تو بارہ اماموں کے مناقب کا ذکر تصور کیا جائے گا۔ آپ نہ صرف مجموعہ کمالات و پیشوائے طریقت کے شیخ ہیں بلکہ ارباب ذوق اور عاشقان طریقت اور زہدان عالی مقام کے مقتدا بھی ہیں۔ نیز آپ نے اپنی بہت سی تصانیف میں راز ہائے طریقت کو بڑے اچھے پیرائے میں واضح فرمایا ہے اور حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے بھی کثیر مناقب روایت کیے ہیں۔

حضرت خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے ان کم فہم لوگوں پر حیرت ہوتی ہے جن کا عقیدہ یہ ہے کہ اہل سنت نعوذ باللہ اہل بیت سے دشمنی رکھتے ہیں جب کہ صحیح معنوں میں اہل سنت ہی اہل بیت سے محبت رکھنے والوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ ان کے عقائد ہی میں یہ شے داخل ہے کہ رسول خدا پر ایمان لانے کے بعد ان کی اولاد سے محبت کرنا لازم ہے۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اہل بیت ہی کی محبت کی وجہ سے حضرت امام شافعی کو رافضی کا خطاب دے کر قید کر دیا گیا، جس کے متعلق امام صاحب خود اپنے ہی ایک شعر میں اشارہ فرماتے ہیں کہ اگر اہل بیت سے محبت کا نام رفض ہے تو پھر پورے عالم کو میرے رافضی ہونے پر گواہ رہنا چاہیے۔

ہر اہل ایمان کے لیے ضروری ہے کہ جس طرح وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مراتب سے آگاہی حاصل کرتا ہے اسی طرح خلفائے راشدین و دیگر صحابہ کرام اور اہل بیت کے مراتب کو بھی افضل خیال کرے۔

سُنّی کی تعریف: صحیح معنوں میں اُسی کو سنی کہا جاتا ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ رکھنے والوں میں سے کسی کی فضیلت کا بھی منکر نہ ہو۔ ایک روایت ہے کہ کسی نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دریافت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلقین میں سب سے زیادہ افضل کون ہے؟ فرمایا کہ بیٹیوں میں حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا، بوڑھوں میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور جوانوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ اور ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

ایک شب خلیفہ منصور نے اپنے مصاحبوں کو حکم دیا کہ امام جعفر صادق کو میرے روبرو پیش کرو تاکہ میں ان کو قتل کردوں ۔ ایک وزیر نے عرض کیا کہ دنیا کو خیر باد کہہ کر جو شخص عزلت نشین ہوگیا ہو اس کو قتل کرنا قرین مصلحت نہیں، لیکن خلیفہ نے غضب ناک ہو کر کہا کہ میرے حکم کی تعمیل تم پر ضروری ہے ۔ چنانچہ مجبوراً جب وزیر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو لینے چلا گیا تو منصور نے غلاموں کو ہدایت کردی کہ جس وقت میں اپنے سر سے تاج اتاروں تو تم فی الفور امام جعفر صادق کو قتل کر دینا لیکن جب آپ تشریف لائے تو آپ کی عظمت و جلال نے خلیفہ کو اس درجہ متاثر کیا کہ وہ بے قرار ہو کر آپ کے استقبال کے لیے کھڑا ہو گیا اور نہ صرف آپ کو صدر مقام پر بٹھایا بلکہ خود بھی مؤدبانہ آپ کے سامنے بیٹھ کر آپ کی حاجات اور ضروریات کے متعلق دریافت کرنے لگا ۔ آپ نے فرمایا کہ میری سب سے اہم حاجت و ضرورت یہ ہے کہ آئندہ پھر کبھی مجھے دربار میں طلب نہ کیا جائے تاکہ میری عبادت و ریاضت میں خلل واقع نہ ہو ۔ چنانچہ منصور نے وعدہ کر کے عزت اور احترام کے ساتھ آپ کو رخصت کیا لیکن آپ کے دبدبے کا اس پر ایسا اثر ہوا کہ لرزہ براندام ہو کر مکمل تین شب و روز بے ہوش رہا ۔ بعض روایات میں ہے کہ تین نمازوں کے قضا ہونے کی حد تک غشی طاری رہی ۔ بہرحال خلیفہ کی یہ حالت دیکھ کر وزیر اور غلام حیران رہ گئے اور جب خلیفہ سے اس کا حال دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ جس وقت امام جعفر صادق میرے پاس تشریف لائے تو ان کے ساتھ اتنا بڑا اژدھا تھا جو اپنے جبڑوں کے درمیان پورے چبوترے کو گھیرے میں لے سکتا تھا اور وہ اپنی زبان میں مجھ سے کہہ رہا تھا کہ اگر تو نے ذرا سی گستاخی بھی کی تو تجھ کو چبوترے سمیت نگل جاؤں گا ، چنانچہ اس کی دہشت مجھ پر طاری ہوگئی اور میں نے معافی طلب کرلی ۔

ایک مرتبہ حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حاضر خدمت ہو کر امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ چونکہ اہل بیت میں سے ہیں اس لیے مجھ کو کوئی نصیحت فرمائیں لیکن آپ خاموش رہے اور جب دوبارہ داؤد طائی نے کہا کہ اہل بیت ہونے کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو فضیلت بخشی ہے اس لحاظ سے نصیحت کرنا آپ کے لیے ضروری ہے تو یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ مجھے یہی تو خوف لگا ہوا ہے کہ قیامت کے دن میرے جدِ اعلیٰ ہاتھ پکڑ کر یہ سوال نہ کر

لیں کہ تو نے خود میرا اتباع کیوں نہیں کیا؟ کیونکہ اعمال صالح نسب سے پہلے دیکھے جائیں گے۔ یہ سن کر داؤد طائی کو بہت عبرت ہوئی اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ جب اہل بیت پر خوف کے غلبہ کا یہ عالم ہے تو میں کس گنتی میں آتا ہوں اور کس چیز پر فخر کر سکتا ہوں۔

جب آپ رضی اللہ عنہ تارک الدنیا ہو گئے تو حضرت ابوسفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حاضر خدمت ہو کر فرمایا کہ مخلوق آپ کے تارک الدنیا ہونے سے آپ کے فیوض عالیہ سے محروم ہو گئی ہے تو آپ نے اس کے جواب میں مندرجہ ذیل شعر پڑھے

ذَهَبَ الْوَفَا ذَهَابَ اِنْسِ الذَّاهِبِ
وَالنَّاسُ بَيْنَ تَخَائُلَ وَ مَآرِبِ

﴿کسی جانے والے انسان کی طرح وفا بھی چلی گئی اور لوگ اپنے خیالات میں غرق رہ گئے﴾

يَفْشُوْنَ بَيْنَهُمُ الْمَوَدَّةَ وَالْوَفَا
وَ قُلُوْبُهُمْ مَحْشُوْدَةٌ بِعَقَارِبِ

﴿گو بظاہر ایک دوسرے کے ساتھ اظہارِ محبت و وفا کرتے ہیں لیکن ان کے قلوب بچھوؤں سے لبریز ہیں۔﴾

ایک دفعہ آپ کو بیش بہا لباس میں دیکھ کر کسی نے اعتراض کیا کہ اتنا قیمتی لباس اہل بیت کے لیے مناسب نہیں تو آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر جب اپنی آستین پر پھیرا تو اس کو آپ کا لباس ٹاٹ سے بھی زیادہ کھردرا محسوس ہوا۔ اس وقت آپ نے فرمایا ''هٰذَا لِلْخَلْقِ وَ هٰذَا لِلْحَقِّ'' یعنی مخلوق کی نگاہوں میں تو یہ عمدہ لباس ہے لیکن حق کے لیے یہی کھردرا ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال کیا کہ دانش مند کی کیا تعریف ہے؟ امام صاحب نے جواب دیا کہ جو بھلائی اور برائی میں امتیاز کر سکے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ امتیاز تو جانور بھی کر لیتے ہیں، کیونکہ جو ان کی خدمت کرتا ہے ان کو ایذا نہیں پہنچاتے اور جو تکلیف دیتا ہے اس کو کاٹ کھاتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا کہ پھر آپ کے نزدیک دانشمندی کی کیا علامت ہے؟ جواب دیا کہ جو دو بھلائیوں میں سے بہتر بھلائی کو اختیار کرے اور دو برائیوں میں سے مصلحتاً کم برائی پر عمل کرے۔

کسی نے آپ سے عرض کیا کہ ظاہری و باطنی فضل و کمال کے باوجود آپ میں تکبر پایا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا میں متکبر تو نہیں ہوں۔ البتہ جب میں نے کبر کو ترک کر دیا تو میرے رب کی کبریائی نے مجھے گھیر لیا۔ اس لیے میں اپنے کبر پر نازاں نہیں ہوں، بلکہ میں تو رب کی کبریائی پر فخر کرتا ہوں۔

کسی شخص کی دینار کی تھیلی گم ہو گئی تو اس نے آپ پر الزام لگاتے ہوئے کہا کہ میری تھیلی آپ ہی نے چرائی ہے۔ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس سے سوال کیا کہ اس میں کتنی رقم تھی؟ اس نے کہا دو ہزار دینار، چنانچہ گھر لے جا کر آپ نے اس کو دو ہزار دینار دے دیئے بعد میں جب اس کی کھوئی ہوئی تھیلی کسی دوسری جگہ سے مل گئی تو اس نے پورا واقعہ بیان کر کے معافی چاہتے ہوئے آپ سے رقم واپس لینے کی درخواست کی، لیکن آپ نے فرمایا ہم کسی کو دے کر واپس نہیں لیتے پھر جب لوگوں سے اس کو آپ کا اسم گرامی معلوم ہوا تو اس نے بے حد ندامت کا اظہار کیا۔

ایک مرتبہ آپ تنہا اللہ جل شانہٗ کا ورد کرتے ہوئے کہیں جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک اور شخص بھی اللہ جل شانہ کا ورد کرتا ہوا آپ کے ساتھ ہو گیا۔ اس وقت آپ کی زبان سے نکلا کہ اے اللہ! اس وقت میرے پاس کوئی بہتر لباس نہیں ہے۔ چنانچہ یہ کہتے ہی غیب سے ایک بہت قیمتی لباس نمودار ہوا اور آپ نے زیب تن کر لیا لیکن اس شخص نے جو آپ کے ساتھ لگا ہوا تھا عرض کیا کہ میں بھی تو اللہ جل شانہ کا ورد کرنے میں آپ کا شریک ہوں لہذا آپ اپنا پرانا لباس مجھے عنایت فرما دیں۔ آپ نے لباس اتار کر اس کے حوالے کر دیا۔

کسی نے آپ سے عرض کر دیا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ کا دیدار کروا دیجئے آپ نے فرمایا کہ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ حضرت موسیٰ سے فرمایا گیا تھا کہ ''لن ترانی'' (تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا) اس نے عرض کیا یہ تو مجھے بھی علم ہے لیکن یہ تو امت محمدی ہے جس میں ایک تو یہ کہتا ہے کہ رَأَى قَلْبِیْ میرے قلب نے اپنے پروردگار کو دیکھا، اور دوسرا یہ کہتا ہے کہ ''لَمْ اَعْبُدُ رَبًّا لَمْ اَرَاہُ'' یعنی میں ایسے رب کی عبادت نہیں کرتا جو مجھ کو نظر نہیں آتا۔ یہ سن کر آپ نے حکم دیا کہ اس شخص کے ہاتھ پاؤں باندھ کر دریائے دجلہ میں ڈال دو۔ چنانچہ جب اس کو پانی میں ڈال دیا

گیا اور پانی نے اس کو اوپر پھینکا تو اس نے حضرت سے بہت فریاد کی لیکن آپ نے پانی کو حکم دیا کہ اس کو خوب اچھی طرح اوپر نیچے غوطے دے اور جب کئی مرتبہ پانی نے غوطے دیئے اور وہ لب مرگ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ سے اعانت کا طالب ہوا۔ اس وقت حضرت نے اس کو پانی سے نکلوایا اور اس کے حواس درست ہونے کے بعد دریافت فرمایا کہ اب تو نے اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیا؟ اس نے عرض کیا کہ جب تک میں دوسروں سے اعانت کا طلب گار رہا اس وقت تک تو میرے سامنے ایک حجاب سا تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ سے اعانت کا طالب ہوا تو میرے قلب میں ایک سوراخ نمودار ہوا اور پہلی سی بے قراری ختم ہو گئی۔ جیسا کہ باری تعالیٰ کا قول ہے ''کون ہے جو حاجت مند کے پکارنے پر اس کا جواب دے'' آپ نے فرمایا کہ جب تک تو نے صادق کو آواز نہ دی اس وقت تک تو جھوٹا تھا اور اب اپنے قلبی سوراخ کی حفاظت کرنا۔

کرامات

لیث بن سعد کا بیان ہے کہ میں نے ۱۱۳ھ میں حج کیا۔ جب میں نے مسجد حرام میں عصر کی نماز پڑھی تو میں کوہ ابوقبیس پر چڑھ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص بیٹھا ہوا یوں دعا مانگ رہا ہے۔ یَا رَب، یَا رَب۔ پھر خاموش ہو گیا اور بعد ازاں بولا۔ یَا حَی، یَا حَیُّ، یَا حَیّ۔ پھر کچھ دیر کے بعد بولا۔ الٰہی میں انگور چاہتا ہوں۔ خدایا مجھے انگور کھلا دے۔ میری دونوں چادریں پھٹ گئی ہیں۔ مجھے نئی پہنا دے۔ راوی کا قول ہے کہ اس کا کلام تمام نہ ہونے پایا تھا کہ میں نے ایک انگوروں کا بھرا ہوا ٹوکرا دیکھا حالانکہ اس وقت روئے زمین پر انگور نہ تھے۔ اور دو چادریں دیکھیں کہ جن کی مثل میں نے دنیا میں نہیں دیکھیں اس شخص نے چاہا کہ انگور کھالے میں نے کہا، میں تیرا شریک ہوں۔ اس نے پوچھا، کیونکر؟ میں نے جواب دیا کہ جب تم دعا کر رہے تھے تو میں بھی آمین کہہ رہا تھا۔ یہ سن کر اس نے کہا۔ آگے آیئے! کھایئے۔

میں آگے بڑھا اور وہ انگور کھائے کہ ایسے کبھی نہ کھائے تھے۔ہم نے پیٹ بھر کر کھائے مگر ٹوکرا اسی طرح بھرا ہوا تھا۔انہوں نے فرمایا کہ ان کو ذخیرہ مت کرو اور نہ چھپاؤ بعد ازاں اس شخص نے ایک چادر خود لے لی اور دوسری مجھے دے دی۔ میں نے کہا اب مجھے اس کی ضرورت نہیں ۔اس پر اس نے ایک چادر بطور تہ بند باندھ لی اور دوسری بدن پر اوڑھ لی۔پھر وہ دونوں پرانی چادریں ہاتھ میں لیے پہاڑ سے اترا۔صفا و مروہ کے درمیان ایک شخص نے اس سے سوال کیا۔اے فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں ننگا ہوں۔ مجھے اوڑھا دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اوڑھایا ہے۔پس اس نے وہ دونوں چادریں اُس سائل کو دے دیں۔یہ دیکھ کر میں نے پوچھا کہ یہ بزرگ کون تھے ؟انہوں نے فرمایا ''جعفر صادق'' اس کے بعد میں نے اُن کو ڈھونڈا کہ ان سے کچھ سنوں مگر وہ نہ ملے۔

ایک روز حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ مکہ میں پھر رہے تھے۔اچانک آپ کا گزر ایک عورت پر ہوا جس کے آگے ایک گائے مردہ پڑی ہوئی تھی اور وہ اپنے بچوں کے ساتھ رو رہی تھی ۔حضرت امام نے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میرا اور میرے بچوں کا گزارہ اسی گائے کے دودھ سے ہوتا تھا۔اب اِس کے مرنے پر پریشان ہوں کہ کیا کروں۔آپ نے فرمایا کہ تو چاہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دوبارہ زندہ کردے؟ اس نے جواب دیا، ایک تو مجھ پر یہ مصیبت آن پڑی ہے اور دوسرا آپ مجھ سے ہنسی کرتے ہیں۔امام نے فرمایا کہ میں ہنسی نہیں کرتا۔ بعد ازاں آپ نے دعا فرمائی اور گائے کو ایک ٹھوکر ماری تو وہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی اور آپ عام لوگوں میں جا ملے۔اُس عورت کو معلوم نہ ہوا کہ کون تھے؟

آپ کو جب کسی چیز کی حاجت ہوتی تو یوں دعا کرتے۔ پروردگار! مجھے فلاں چیز کی حاجت ہے، آپ کی دعا تمام نہ ہوتی کہ وہ چیز آپ کے پہلو میں موجود ہوتی۔

وصال:

آپ نے مدینہ منورہ میں 15 رجب المرجب 138ھ میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں قبہ اہل بیت میں مدفون ہوئے۔

ارشاداتِ عالیہ

چار چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے شریف آدمی کو عار نہیں ہوتی۔

1)۔ اپنے والدین کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جانا۔

2)۔ اپنے مہمان کی خدمت کرنا۔

3)۔ اپنے چوپایہ کی خبر لینا، خواہ اس کے سو غلام ہوں۔

4)۔ اپنے استاد کی خدمت کرنا۔

نیکی سوائے تین خصلتوں کے تمام و کامل نہیں ہوتی۔ اُسے جلدی کرنا، اُسے چھوٹا سمجھنا اور اُسے چھپانا۔

جب دنیا کسی انسان کے پاس آتی ہے تو اُسے غیروں کی خوبیاں دے دیتی ہے اور جب اس سے منہ پھیر لیتی ہے تو اس کی ذاتی خوبیاں بھی اُس سے چھین لیتی ہے۔

جب تجھے اپنے بھائی سے ایسی چیز پہنچے جو تو ناپسند کرتا ہے تو اس کے لیے ایک عذر سے ستر عذر تلاش کر۔ اگر تجھے اس کے لیے کوئی عذر نہ ملے تو یوں کہہ کہ شاید اس کے لیے کوئی عذر ہوگا جو مجھے معلوم نہیں۔

جب تم کسی مسلمان سے کوئی کلمہ سنو تو اُسے اچھے سے اچھے معنی پر محمول کرو یہاں تک کہ اگر تمہیں کوئی محمل نیک نہ ملے تو اپنے تئیں ملامت کرو۔

تم ایسے ہاتھ کا کھانا نہ کھاؤ جو بھوکا تھا پھر سیر ہو گیا۔

جب تجھ سے گناہ سرزد ہو جائے تو معافی مانگ کیونکہ گناہ پر اصرار کرنا کمال درجہ کی ہلاکت ہے۔

جو شخص اپنے رزق میں تاخیر پائے اُسے طلب مغفرت زیادہ کرنی چاہیے۔

جو شخص اپنے مالوں میں سے کسی مال پر ناز کرے اور اس مال کا بقاء چاہیے تو اُسے یوں کہنا چاہیے۔ مَاشَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی طرف یہ حکم بھیجا کہ جو شخص میری خدمت کرے تو اس کی خدمت کر اور جو تیرا خادم بنے تو اُسے تکلیف دے۔

علمائے شریعت پیغمبروں کے امین ہیں جب تک کہ بادشاہوں کے دروازوں پر نہ جائیں۔

یا اللہ! تو مجھے اس شخص کے ساتھ غم خواری عطا فرما جس پر تو نے اپنا رزق تنگ کر دیا ہے اور میں جس حالت میں ہوں وہ تیرے فضل سے ہے۔

جس نے اللہ کو پہچانا، اُس نے ماسوا سے منہ پھیر لیا۔

عبادت توبہ کے سوا درست نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کو عبادت پر مقدم کیا۔ چنانچہ فرمایا: اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ۔

مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو چار چیزوں میں مبتلا ہو کر بھی چار چیزوں سے کیسے غافل رہتا ہے؟ تعجب ہے اس پر جو غم میں مبتلا ہو، وہ یہ کیوں نہیں کہتا'' لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ'' کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد فرماتا ہے۔'' فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ نَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَ كَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ'' اور تعجب ہے اس پر جو کسی آفت سے ڈرتا ہو وہ یہ کیوں نہیں کہتا۔'' حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ '' کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے '' فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ'' اور تعجب ہے اس پر جو لوگوں کے مکر سے ڈرتا ہو، وہ یہ کیوں نہیں کہتا '' وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ '' کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ '' فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا '' اور تعجب ہے اس پر جو جنت میں رغبت رکھتا ہے۔ وہ یہ کیوں نہیں کہتا '' مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ '' کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔'' فَعَسٰى رَبِّیْٓ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ ''

فرمایا:۔ پانچ لوگوں کی صحبت سے اجتناب کرو، اول جھوٹے سے کیونکہ اس کی صحبت فریب میں مبتلا کر دیتی ہے، دوم بے وقوف سے کیونکہ جس قدر وہ تمہاری منفعت چاہے گا اسی قدر نقصان پہنچے گا۔ سوم کنجوس سے کیونکہ اس کی صحبت سے بہترین وقت رائیگاں ہو جاتا ہے۔ چہارم بزدل سے کیونکہ یہ وقت پڑنے پر ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ پنجم فاسق سے کیونکہ ایک نوالے کی طمع میں کنارہ کش ہو کر مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

پیدائش : بمقام بسطام

وصال : 14 شعبان 161 ہجری　　مزار اقدس : بسطام ﴿ایران﴾



آپ کے دادا آتش پرست تھے جبکہ آپ کے والد بزرگوار کا شمار بسطام کے عظیم بزرگوں میں ہوتا تھا۔ حضرت بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مادرزاد ولی اللہ تھے اور آپ کی کرامات کا ظہور شکم مادر میں ہی ہونے لگا تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جس وقت بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میرے شکم میں تھا تو اگر کوئی مشتبہ ''غذا'' میرے شکم میں چلی جاتی تو اس قدر بے چینی ہوتی کہ مجھے انگلی ڈال کر قے کر کے نکالنا پڑتی۔ جب آپ مکتب میں داخل ہوئے اور آپ نے سورۃ لقمان کی یہ آیت پڑھی: ''اَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ'' یعنی ''میرا شکر کرو اور اپنے والدین کا بھی'' آپ نے اپنا سبق وہیں موقوف کیا اور اپنی والدہ کے پاس آ کر عرض کرنے لگے کہ مجھ سے دو ہستیوں کا شکر ادا نہیں ہو سکتا، لہٰذا آپ مجھے خدا سے طلب کر لیں تاکہ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا رہوں یا پھر خدا کے سپرد کر دیں تاکہ اس کے شکر میں مشغول رہ سکوں آپ کی والدہ نے فرمایا کہ میں اپنے حق سے دستبردار ہو کر تجھے اللہ کے سپرد کرتی ہوں۔ چنانچہ اس کے بعد آپ شام کی طرف صحراؤں و میدانوں میں نکل گئے اور ریاضت شاقہ اور ذکر و فکر میں مشغول ہو گئے، آپ نے ایک سو ستر بزرگوں سے فیض حاصل کیا، جن میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بایزید فلاں طاق میں جو کتاب رکھی ہے وہ اٹھا کر لے آؤ، آپ نے دریافت فرمایا کہ وہ طاق کدھر ہے، حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اتنا عرصہ رہنے کے بعد بھی تم نے طاق نہیں دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ طاق تو کجا، میں نے

19

تو آپ کے روبرو کبھی سر بھی نہیں اٹھایا۔ اس وقت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اب تم مکمل ہو چکے ہو لہذا بسطام چلے جاؤ۔

ایک مرتبہ آپ کسی بزرگ سے نیاز حاصل کرنے کے لیے پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ انہوں نے کعبہ کی جانب تھوک دیا۔ یہ دیکھ کر آپ ملاقات کیے بغیر واپس تشریف لے آئے اور فرمایا کہ اگر وہ بزرگ طریقت کے درجوں کو جانتا تو شریعت کے منافی کام نہ کرتا۔ آپ کے ادب کا یہ عالم تھا کہ مسجد جاتے وقت راستے میں بھی نہ تھوکتے، سفر حج میں چند قدموں کے بعد آپ نماز ادا کرتے ہوئے فرماتے کہ بیت اللہ دنیاوی بادشاہوں کا دربار نہیں جہاں انسان ایک دم پہنچ جائے ۔اس طرح آپ پورے بارہ سال میں مکہ معظمہ پہنچے لیکن حج کے بعد مدینہ منورہ تشریف نہیں لے گئے اور فرمایا کہ یہ کوئی معقول بات نہیں کہ حج کے طفیل میں مدینہ منورہ جاؤں، اس کی زیارت کے لیے انشاء اللہ پھر کسی دوسرے موقع پر حاضر ہوں گا۔ چنانچہ دوسرے سال مدینہ منورہ روانہ ہوئے

مدینہ منورہ کے سفر میں آپ نے اپنے اونٹ پر بے حد بوجھ لادلیا اور جب لوگوں نے کہا کہ جانور پر اس قدر بوجھ لادنا شان بزرگی کے خلاف ہے تو فرمایا کہ پہلے آپ لوگ غور سے دیکھ لیں کہ بوجھ اونٹ کے اوپر ہے یا نہیں، چنانچہ جب لوگوں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ دراصل سامان اونٹ کی کمر سے اونچا تھا یہ دیکھ کر سب حیرت زدہ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنا حال پوشیدہ رکھتا ہوں تو دوسروں کو خبر نہیں ہوتی اور ظاہر کر دیتا ہوں تو حیرت زدہ رہ جاتے ہیں ان حالات میں بھلا میں تمہارے ہمراہ کیسے رہ سکتا ہوں اور جب زیارت مدینہ سے فارغ ہوئے اور والدہ کی خدمت کا تصور آیا تو بسطام کے لیے روانہ ہو گئے اور جب اہل شہر کو آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو کافی فاصلہ پر آپ کے استقبال کے لیے پہنچ گئے لیکن اس وقت آپ کو یہ پریشانی ہو گئی کہ اگر لوگوں سے ملاقات کرتا رہوں تو یادالٰہی میں غفلت ہو گی۔ لہذا آپ نے ان لوگوں کو متنفر کرنے کے لیے یہ ترکیب کی کہ رمضان شریف کے باوجود کھانا، کھانا شروع کر دیا۔ یہ دیکھتے ہی تمام عقیدت مند واپس ہو گئے اور آپ نے فرمایا کہ میں نے تو اجازت شرعی پر عمل کیا لیکن لوگ مجھے برا سمجھ کر منحرف ہو گئے۔

جب سفر سے واپسی میں مکان کے دروازے پر پہنچے اور دروازے سے کان لگا کر سنا تو

والدہ وضو کرتے ہوئے یہ کہہ رہی تھیں کہ یا اللہ میرے مسافر کو راحت سے رکھنا اور بزرگوں سے اس کو خوش رکھ کر اچھا بدلہ دینا۔ یہ سن کر پہلے تو آپ روتے رہے پھر دروازے پر دستک دے دی تو والدہ نے پوچھا، کون ہے؟ عرض کیا کہ آپ کا مسافر، چنانچہ انہوں نے دروازہ کھول کر ملاقات کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے اس قدر طویل سفر اختیار کیا کہ روتے روتے میری بصارت ختم ہو گئی اور غم سے کمر جھک گئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جس کام کو میں نے بعد کے لیے چھوڑا تھا وہ پہلے ہی ہو گیا اور وہ میری والدہ کی خوشنودی تھی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے جتنے بھی مراتب حاصل ہوئے سب والدہ کی اطاعت سے حاصل ہوئے، ایک مرتبہ میری والدہ نے رات کو پانی مانگا لیکن اتفاق سے اس وقت گھر میں قطعاً پانی نہیں تھا چنانچہ میں گھڑا لے کر نہر سے پانی لایا، میری آمدورفت کی تاخیر کی وجہ سے والدہ کو پھر نیند آ گئی اور میں رات بھر پانی لیے کھڑا رہا حتی کہ شدید سردی کی وجہ سے وہ پانی پیالے میں منجمد ہو گیا اور جب والدہ کی بیداری کے بعد میں نے انہیں پانی پیش کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم نے پانی رکھ دیا ہوتا، اتنی دیر کھڑے رہنے کی کیا ضرورت تھی۔ میں نے عرض کیا کہ محض اس خوف سے کھڑا رہا کہ مبادا آپ کہیں بیدار ہو کر پانی نہ پی پائیں اور آپ کو تکلیف پہنچے۔ یہ سن کر انہوں نے مجھے دعائیں دیں اسی طرح ایک رات والدہ نے فرمایا کہ دروازے کا ایک پٹ کھول دو۔ لیکن میں رات بھر اس پریشانی میں کھڑا رہا کہ نہ معلوم داہنا پٹ کھولوں یا بایاں، کیونکہ اگر ان کی مرضی کے خلاف غلط پٹ کھل گیا تو حکم عدولی میں شمار ہوگا، چنانچہ انہیں خدمتوں کی برکت سے یہ مراتب مجھ کو حاصل ہوئے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے بارہ سال تک نفس کو ریاضت کی بھٹی میں ڈال کر مجاہدے کی آگ سے تپایا اور ملامت کے ہتھوڑے سے کوٹتا رہا، جس کے بعد میرا نفس آئینہ بن گیا۔ پھر پانچ سال مختلف قسم کی عبادات سے اس پر قلعی چڑھاتا رہا۔ پھر ایک سال تک جب میں نے خود اعتمادی کی نظر سے اس کا مشاہدہ کیا تو اس میں تکبر و خود پسندی کا مادہ موجود پایا۔ چنانچہ پھر پانچ سال تک سعی بسیار کے بعد اس کو مسلمان بنایا اور جب اس میں خلائق کا نظارا کیا تو سب کو مردہ دیکھا اور نمازِ جنازہ پڑھ کر ان سے اس طرح کنارہ کش ہو گیا جس طرح لوگ نمازِ جنازہ پڑھ کر

قیامت تک کے لیے مردے سے جدا ہو جاتے ہیں۔ پھر اس کے بعد مجھے خداوند تعالیٰ تک پہنچنے کا مرتبہ حاصل ہو گیا۔

آپ مسجد میں داخلے سے قبل دروازے پر کھڑے ہو کر گریہ زاری کرتے رہتے تھے اور جب وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا کہ میں خود کو حائضہ عورت کی طرح نجس تصور کرتے ہوئے روتا ہوں کہ کہیں داخلے سے مسجد نجس نہ ہو جائے۔ ایک مرتبہ آپ سفر حج پر روانہ ہو کر چند منزل پہنچنے کے بعد پھر واپس تشریف لے آئے اور جب لوگوں نے ارادہ توڑنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ راستے میں مجھے ایک حبشی مل گیا اور اس نے مجھے اصرار کے ساتھ یہ کہا کہ خدا کو بسطام میں چھوڑ کر کیوں جاتے ہو؟ چنانچہ میں واپس آ گیا۔

جب آپ کے مراتب میں اضافہ ہونے لگا اور آپ کا کلام عوام کے ذہنوں سے بالاتر ہو گیا تو آپ کو سات مرتبہ بسطام سے نکالا گیا اور جب آپ نے نکالنے کی وجہ پوچھی تو کہا گیا کہ تم نہایت برے انسان ہو۔ آپ نے فرمایا کہ جس شہر کا سب سے برا انسان بایزید ہو وہ شہر سب سے اچھا ہے۔

آپ مسجد میں چالیس برس مقیم رہے، لیکن اس درجہ محتاط تھے کہ مسجد کا اور مسجد سے باہر کا لباس جدا جدا ہوتا تھا اور اس میں سوائے مسجد کی دیوار کے آپ نے کسی چیز سے ٹیک نہیں لگائی اور آپ فرمایا کرتے کہ میں نے چالیس برس تک عام انسانوں کی غذا تک نہیں چکھی کیوں کہ میرا رزق کہیں اور سے آتا تھا اور اس دوران اپنے قلب کی نگرانی میں مصروف رہا، اس کے بعد جب غور کیا تو ہر سمت بندگی اور خدائی نظر آئی، پھر تیس سال خدا کی جستجو میں گزارے اس کے بعد خدا کو طالب اور خود کو مطلوب پایا اور اب تیس سال سے یہ کیفیت ہے کہ جب خدا کا نام لینا چاہتا ہوں تو پہلے تین مرتبہ اپنی زبان کو دھو لیتا ہوں۔

حضرت ابو موسیٰ نے جب آپ سے سوال کیا کہ خدا کی جستجو میں سب سے زیادہ دشوار مقام آپ کو کیا نظر آیا، تو فرمایا کہ خدا کی اعانت کے بغیر قلب کو اس کی طرف متوجہ کرنا بہت دشوار ہے اور جب اس کی مدد شامل حال ہوتی ہے تو پھر سعی کے بغیر بھی قلب اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور مجھے اس وقت ایک خاص کشش سی محسوس ہونے لگتی ہے پھر رفتہ رفتہ اللہ نے وہ مراتب عطا

کیے جنکا تصور محال ہے اور جس وقت آپ کے اوپر خوف طاری ہوتا تو پیشاب میں سے خون آنے لگتا تھا۔

ایک مرتبہ آپ ارادت مندوں کے ہمراہ ایک تنگ گلی سے گزر رہے تھے کہ سامنے سے ایک کتا آ گیا۔ چنانچہ آپ نے اور مریدین نے راستہ چھوڑ دیا اور وہ کتا نکل گیا۔ آپ سے کسی مرید نے پوچھا کہ جب خدا نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے تو پھر آپ نے کتے کے لیے راستہ کیوں چھوڑ دیا۔ اس سے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کتے کو ہم پر برتری حاصل ہے اور یہ بات خلاف عقل ہے اور خلاف شرع بھی۔ آپ نے جواب دیا کہ اس کتے نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ ازل میں مجھ کو کتا اور آپ کو سلطان العارفین کیوں بنایا گیا اور اس میں میرا کیا قصور تھا اور آپ کی کیا فضیلت تھی، چنانچہ میں نے اس خیال سے کہ اللہ کا کتنا بڑا انعام ہے کہ اس نے مجھے، کتے پر فضیلت عطا کر دی اس لیے میں نے راستہ چھوڑ دیا۔ پھر ایک اور مرتبہ راہ میں کتا ملا تو آپ نے دامن سمیٹ لیا جس پر کتے نے عرض کیا کہ آپ نے دامن کیوں بچایا، اس لیے کہ اگر میں بھیگا ہوا نہیں ہوں تو مجھ سے ناپاکی کا خطرہ نہیں اور اگر بھیگا ہوا ہوتا تو آپ اپنے کپڑے پاک کر سکتے تھے۔ لیکن یہ تکبر جس کا آپ نے مظاہرہ فرمایا یہ تو سات سمندروں کے پانی سے بھی پاک نہیں ہو سکتا۔ آپ نے فرمایا تو سچ کہتا ہے۔ اس لیے کہ تیرا ظاہر نجس ہے اور میرا باطن۔ لہذا ہم دونوں کو ایک ساتھ رہنا چاہیے تاکہ کچھ پاکیزگی میرے باطن کو بھی حاصل ہو جائے لیکن کتے نے کہا کہ ہم دونوں کا ایک ساتھ رہنا ممکن نہیں کیوں کہ میں مردود ہوں اور آپ مقبول بارگاہ۔ دوسرے یہ کہ میں دوسرے دن کے لیے ایک ہڈی بھی جمع نہیں کرتا اور آپ سال بھر کا غلہ جمع کر لیتے ہیں اور آپ نے فرمایا کہ صد حیف کہ میں کتے کے ہمراہ رہنے کے قابل بھی نہیں تو پھر خدا کا قرب کیسے حاصل ہو سکتا ہے اور پاک ہے وہ اللہ جو بدترین مخلوق کی باتوں سے بہترین مخلوق کو درس عبرت دیتا ہے۔

حضرت احمد خضرویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ہزار مریدین کے ہمراہ آپ سے ملاقات کے لیے روانہ ہوئے تو ان کے مریدین میں ایک مرید بہت ہی صاحب فضل و کمال تھا اور اس کی کیفیت تھی کہ ہوا میں اڑتا اور پانی پر چلتا تھا۔ چنانچہ جس وقت یہ جماعت بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے

در دولت پر پہنچی تو حضرت احمد نے مریدین کو یہ حکم دیا کہ جس میں حضرت بایزید کے دیدار کی طاقت ہو بس وہی میرے ہمراہ آئے اور باقی سب لوگ ٹھہر جائیں۔ لیکن سب ہی نے آپ کے اشتیاقِ دید کا اظہار کیا اور جب حضرت بایزید کے گھر پہنچے تو جوتے اتارنے کی جگہ پر اپنے عصا رکھ دیئے اور جب سب آپ کے سامنے پہنچے تو آپ نے سوال کیا کہ تمہارا وہ مرید کہاں ہے جو سب میں افضل ترین ہے اور وہ باہر کیوں کھڑا رہ گیا ہے؟ اس کو بھی اندر بلا لو، چنانچہ جب اس کو بھی اندر بلا لیا گیا تو آپ نے حضرت احمد سے پوچھا کہ آپ کب تک دنیا کی سیر و سیاحت میں مشغول رہیں گے۔ انہوں نے جواب دیا کہ پانی کے ایک جگہ ٹھہر جانے سے بدبو پیدا ہو کر رنگ تبدیل ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر دریا کیوں نہیں بن جاتے کہ جس میں نہ کبھی بدبو پیدا ہو اور نہ کبھی رنگ تبدیل ہو۔ اس کے بعد پھر معرفت کے متعلق کچھ دوسری گفتگو ہوتی رہی۔ جس پر حضرت احمد نے عرض کیا کہ آپ کی باتیں میرے فہم سے بالاتر ہیں، انہیں ذرا وضاحت سے بیان فرمائیں تاکہ میں سمجھ سکوں۔ چنانچہ آپ نے اس انداز سے گفتگو فرمائی کہ ان کی سمجھ میں اچھی طرح آ گئیں اور جب آپ خاموش ہو گئے تو حضرت احمد سے سوال کیا کہ میں نے آپ کے مکان کے سامنے ابلیس کو پھانسی پر لٹکتے دیکھا ہے، وہ کس لیے ہے؟ حضرت بایزید نے فرمایا کہ میں نے اس سے عہد لیا تھا کہ تو کبھی بسطام میں نہیں آئے گا لیکن پھر یہ وعدہ خلافی کرتے ہوئے ایک شخص کو فریب دینے بسطام میں آ گیا اور اسی وجہ سے میں نے سزا کے طور پر اسے پھانسی پر لٹکا دیا ہے۔

ایک شب آپ کو عبادت میں لذت محسوس نہیں ہوئی تو خادم سے فرمایا کہ دیکھو گھر میں کیا چیز موجود ہے؟ چنانچہ انگور کا ایک خوشہ نکلا تو آپ نے فرمایا کہ یہ کسی کو دے دو اس کے بعد آپ کے اوپر انوار کی بارش ہونے لگی اور ذکر و شغل میں لذت محسوس ہونے لگی۔

ایک یہودی جو آپ کا پڑوسی تھا وہ کہیں سفر میں چلا گیا اور افلاس کی وجہ سے اس کی بیوی چراغ تک روشن نہیں کر سکتی تھی اور تاریکی کی وجہ سے اس کا بچہ تمام رات روتا رہتا تھا، چنانچہ آپ ہر رات اس کے گھر میں چراغ رکھ آتے اور جس وقت وہ یہودی سفر سے واپس آیا تو اس کی بیوی نے تمام واقعہ سنایا جس کو سن کر اس نے کہا کہ یہ بات کس قدر افسوسناک ہے کہ اتنا عظیم بزرگ ہمارا پڑوسی ہو اور ہم گمراہی میں زندگی گزاریں۔ چنانچہ میاں بیوی آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ

اسلام ہو گئے۔

ایک مرتبہ کسی آتش پرست سے مسلمان ہونے کی تبلیغ کی گئی تو اس نے جواب دیا کہ اگر اسلام اس کا نام ہے جو حضرت بایزید کو حاصل ہے تو اس کی مجھ میں طاقت نہیں اور جس طرح کے تم سب لوگ مسلمان ہو تو مجھے اعتماد نہیں۔ ایک مرتبہ آپ اپنے ارادت مندوں کے ہمراہ تشریف فرما تھے تو اچانک ایک مرید سے فرمایا کہ خدا کا دوست آ رہا ہے، چل کر اس کا استقبال کرنا چاہیے اور جب سب لوگ باہر نکلے تو دیکھا کہ حضرت ابراہیم ہروی ہیں جو خچر پر سوار چلے آ رہے ہیں اور حضرت بایزید نے ان سے کہا کہ مجھے آپ کے استقبال کا منجانب اللہ حکم ملا ہے اور یہ بھی حکم ہے کہ اس بارگاہ میں آپکو اپنا شفیع بنالوں۔ یہ سن کر انہوں نے جواب دیا کہ اگر پہلی شفاعت تمہیں اور آخری شفاعت مجھے عطا کی جائے جب بھی حضور نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی شفاعت کے مقابلہ میں اس کا مرتبہ ایک مشت خاک بھی نہیں ہے اس کے بعد دسترخوان بچھا جس پر انواع و اقسام کے لذیذ اور اعلیٰ کھانے چنے ہوئے تھے اور آپ نے حضرت ابراہیم کے ہمراہ کھانا کھایا لیکن حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قلب میں خیال گزرا کہ حضرت بایزید جیسے شیخ دوراں کو ایسے کھانوں سے احتراز کرنا چاہیے حضرت بایزید کو آپ کی نیت کا اندازہ ہو گیا تو آپ نے کھانے کے بعد ان کو اپنے ہمراہ ایک کونے میں لے جا کر دیوار پر ہاتھ مارا تو ایک ایسا دروازہ نمودار ہوا جس کے سامنے بہت بڑا دریا ٹھاٹھیں مار رہا تھا حضرت بایزید نے ان سے کہا کہ چلیے ہم دونوں اس میں غسل کریں لیکن انہوں نے کہا کہ خدا نے یہ مرتبہ مجھے عطا نہیں فرمایا۔ یہ جواب سن کر آپ نے ان سے کہا کہ جس جو کی روٹی تمہاری غذا ہے وہ جو ہیں جن کو جانور کھاتے ہیں اور لید کرتے ہیں لیکن تم اس کے باوجود بھی یہ تصور کرتے ہو کہ عمدہ ولذیذ کھانا کھانے والا کبھی اہل تقویٰ نہیں ہو سکتا یہ سن کر حضرت ابراہیم ہروی بہت نادم ہوئے اور معافی طلب کی۔

ایک مرتبہ لوگوں نے قحط سے عاجز آ کر آپ سے دعا کی درخواست کی تو آپ نے مراقبہ میں سے سر اٹھا کر فرمایا کہ جا کر پرنالوں کو درست کر لو، بارش آنے والی ہے۔ چنانچہ کچھ ہی دیر میں بارش شروع ہو گئی اور ایک دن رات مسلسل پانی برستا رہا۔

ایک دن امام مسجد نے فراغتِ نماز کے بعد حضرت بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کہ

آپ اتنے دنوں سے یہاں مقیم ہیں، آپ کھاتے پیتے کہاں سے ہیں؟ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بولے کہ ٹھہرو! پہلے میں اپنی نماز دوبارہ پڑھ لوں کہ جو رزق پہنچانے والے ہی سے واقف نہ ہو اس کے پیچھے نماز درست نہیں۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ سے بذریعہ الہام اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عبادت وخدمت تو بہت ہے لیکن اگر تو ہماری ملاقات کا متمنی ہے تو بارگاہ میں وہ شے شفاعت کے لیے بھیج جو ہمارے خزانے میں نہ ہو۔ آپ نے سوال کیا وہ کون سی شے ہے؟ فرمایا گیا، عجز وانکساری اور ذلت وغم حاصل کر کیونکہ ہمارا خزانہ ان چیزوں سے خالی ہے اور ان کو حاصل کرنے والے ہمارا قرب حاصل کر لیتے ہیں۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں نے پہلی مرتبہ حج کیا تو کعبہ کی زیارت کی اور دوسری مرتبہ کعبہ اور صاحبِ کعبہ کی دونوں کی زیارت سے مشرف ہوا اور تیسری مرتبہ کچھ بھی نظر نہیں آیا کیوں کہ یادِ الٰہی میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور اس کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ کسی نے دروازے پر آواز دی تو آپ نے پوچھا کہ کس کی تلاش ہے؟ جواب ملا کہ ''بایزید'' فرمایا کہ میں تیس سال سے اس کی تلاش میں ہوں لیکن آج تک نہیں ملا اور جس وقت یہ واقعہ حضرت ذوالنون کے سامنے بیان کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ خاصانِ خدا کی طرح خدا سے پیوستہ ہو گئے تھے۔

آپ عشاء کی چار رکعت پڑھ کر سلام پھیرتے ہوئے فرماتے کہ یہ نماز قابلِ قبول نہیں، یہ کہہ کر پھر چار رکعت نماز ادا کرتے اور پھر یہی فرماتے کہ یہ بھی قابلِ قبول نہیں حتیٰ کہ اس طرح رات ختم ہو جاتی اور صبح کو اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے کہ میں نے تیری بارگاہ کے لائق نماز کی بہت سعی کی لیکن محروم رہا کیوں کہ جیسا میں خود ہوں ویسی ہی میری نماز ہے لہٰذا مجھے اپنے بے نماز بندوں میں شامل کر لے۔

جو لوگ آپ سے دعا کے لیے عرض کرتے تو آپ خدا سے کہتے کہ مخلوق مجھے واسطہ بنا کر تجھ سے مانگ رہی ہے اور تو ان کی طلب سے بھی بخوبی واقف ہے۔ اس طرح کہنے سے لوگوں کی مرادیں بر آ جاتیں۔ ایک مرتبہ ایک مرید نے استدعا کی کہ مجھے اپنی پوستین کا ایک ٹکڑا عنایت

فرما دیں تا کہ مجھے بھی برکت حاصل ہو سکے۔ آپ نے فرمایا کہ اس وقت تک میری کھال بھی سود مند نہیں جب تک مجھ جیسا عمل نہ ہو۔

آپ نے کسی دیوانے کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! میری جانب نظر فرما، آپ نے پوچھا کہ تو نے ایسے کون سے اعمال نیک کیے ہیں جو اس کی نظر تیری طرف اٹھے، اس نے جواب دیا کہ اس کی نظر مجھ پر پڑ جائے گی تو اعمال خود بخود اچھے ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا تو سچا ہے، ایک مرتبہ معرفت و حقیقت کے موضوع پر آپ کچھ فرما رہے تھے تو اپنے ہونٹ چاٹتے جاتے اور کہتے جاتے کہ مجھ سے زیادہ خوش نصیب کوئی نہیں کہ میں خود ہی مے بھی ہوں اور مے خوار بھی۔

ارشاداتِ عالیہ

☆ میری انتھک کوششوں کے باوجود بھی درِ حق نہ کھل سکا اور جب کھلا تو مصائب کے ذریعہ کھلا، اور ہر طرح سے میں نے اس کی راہ پر چلنے کی سعی کی لیکن جب قلبی لگاؤ کے ذریعہ چلا تو منزل تک پہنچ گیا۔

☆ میں نے مکمل تیس سال اللہ تعالیٰ سے اپنی ضروریات کے مطابق طلب کیا، لیکن اس کی راہ میں گامزن ہوتے ہی سب کچھ بھول گیا اور یہ تمنا کرنے لگا کہ یا اللہ تو میرا ہو جا اور جو تیری مرضی ہو ویسا کر۔

☆ جب میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ تجھ تک رسائی کی کیا صورت ہے؟ جواب ملا، اپنے نفس کو تین طلاقیں دے دے۔

☆ اگر محشر میں مجھے دیدار خداوندی سے محروم کر دیا گیا تو اس قدر گریہ کروں گا کہ اہل جہنم بھی اپنی تکلیف کو بھول جائیں۔

☆ خدا نے اپنی خوشی سے اپنے دیدار سے مشرف فرمایا اس لیے کہ میں بندہ ہونے

کی حیثیت سے کس طرح اس کے دیدار کی تمنا کرسکتا ہوں۔

☆ تیس سال تک تو اللہ تعالیٰ میرا آئینہ بنا رہا لیکن اب میں خود آئینہ بن گیا ہوں اس لیے کہ میں نے اس کی یاد میں خود کو بھی اس طرح فراموش کر دیا کہ اب اللہ تعالیٰ میری زبان بن چکا ہے۔یعنی میری زبان سے نکلنے والے کلمات گویا زبان خداوندی سے ادا ہوتے ہیں اور میرا وجود درمیان سے ختم ہو جاتا ہے۔

☆ اللہ نے مجھ کو وہ مقام عطا کیا کہ کل کائنات کو اپنی انگلیوں کے درمیان دیکھتا ہوں۔فرمایا عارف کا ادنیٰ مقام یہ ہے کہ صفات خداوندی کا مظہر ہو۔فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو جہنم میں جھونک دے اور میں صبر بھی کرلوں جب بھی اس کی محبت کا حق ادا نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ مجھ کو پوری کائنات بخش دے جب بھی اس کی رحمت کے مقابلہ میں قلیل ہے۔فرمایا کہ عارف کامل وہی ہے جو آتش محبت میں جلتا رہے۔

☆ ایک دانہ معرفت میں جو لذت ہے وہ جنت کی نعمتوں میں کہاں اور خدا کی یاد میں فنا ہو جانا زندہ جاوید ہو جانا ہے۔

☆ زاہد و صالح کو ایسی ہوا کی طرح تصور کرو جو تمہارے اوپر چل رہی ہے۔اور دنیا اہل دنیا کے لیے غرور ہی غرور، اور آخرت اہل آخرت کے لیے سرور ہی سرور ہے۔اور حبِ خداوندی عارفین کے لیے نور ہی نور ہے اور عارف کی ریاضت یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کا نگران رہے اور عارف کی شناخت یہ ہے کہ جو خاموشی کے ساتھ مخلوق سے کنارہ کش رہے۔فرمایا کہ خدا کا طالب آخرت کی جانب بھی متوجہ نہیں ہوتا اور خدا سے محبت کرنے والا اپنی محبت کی بناء پر خدا ہی کی طرح یکتا ہو جاتا ہے۔

☆ علم و خبر ایسے فرد سے سیکھو اور سنو جو علم سے معلوم تک اور خبر سے مخبر تک رسائی حاصل کر چکا ہو اور جو اعزاز دنیاوی کے لیے علم حاصل کرے اس کی صحبت سے کنارہ کش رہو اس لیے کہ اس کا علم خود اس کے لیے سودمند نہیں۔

☆ خداشناس خدا کو ضرور دوست رکھتا ہے کیونکہ محبت کے بغیر معرفت بے معنی ہے۔اور عارف وہ ہے جو ملک و دولت معیوب تصور کرتا ہو لیکن اس کی عبادت کا صلہ سوائے خدا

کے کسی کو معلوم نہیں۔ فرمایا کہ خدادوست لوگوں کی نظر میں جنت بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ گو اہل محبت ہجر میں مبتلا رہتے ہیں لیکن ان کی حالت ان بندوں کی طرح ہوتی ہے جو ہر حال میں مطلوب کے طالب رہتے ہیں جس طرح عاشق کو عشق کے اور طالب کو مطلوب کے سوا اور کچھ طلب کرنا مناسب نہیں۔

☆ اگر مخلوق اپنی ہستی کو پہچان لے تو خدا کی معرفت خود بخود حاصل ہو جاتی ہیں۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو تین چیزیں عطا فرماتا ہے۔ اول دریا کی طرح سخاوت، دوم آفتاب کی طرح روشنی، سوم زمین کی طرح عاجزی۔ اور اللہ تعالیٰ جس کو مقبولیت عطا فرماتا ہے اس پر ایک ایسا فرعون مقرر کر دیتا ہے جو ہمہ وقت اذیت پہنچاتا رہے۔

☆ انسانی خواہشات چھوڑ دینا درحقیقت واصل الی اللہ ہو جانا ہے اور جو واصل الی اللہ ہو جاتا ہے مخلوق اس کی فرمانبردار ہو جاتی ہے۔ فرمایا کہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ نے یہ محسوس کر لیا کہ امت محمدی میں ایسے خدا رسیدہ بھی ہیں جو تحت الثریٰ سے لے کر اعلیٰ علیین تک چھائے ہوئے ہیں تو انہوں نے بھی حضور نبی کریم ﷺ کی امت میں شمولیت کی دعا کی لیکن اس قول سے مجھے اپنی برتری مقصود نہیں ہے۔ فرمایا کہ اگر تمہارے سامنے پوری دنیا کی نعمتیں بھی پیش کر دی جائیں تو بھی مسرور نہ ہونا اور اگر اذیتیں پہنچیں تو مایوس نہ ہونا کیونکہ جس نے لفظ کن سے تمام عالم بنا دیا، اس کے قبضہ قدرت سے کوئی شے خارج نہیں ہے۔ فرمایا کہ جو شخص خود کو بہتر اور عبادت کو مقبول تصور کرتا ہے اور اپنے نفس کو بدترین نفوس میں شمار نہیں کرتا اس کا شمار کسی بھی جماعت میں نہیں ہوتا۔

☆ عشاق کے لیے شوق ایسی راج دہانی ہے جس میں تخت فراق بچھا ہوا ہے، شمشیر ہجر رکھی ہوئی ہے اور وصل ہجر کے آغوش میں ہے اور شمشیر ہجر سے ہر وقت ہزاروں سر کاٹے جا رہے ہیں لیکن سات ہزار سال گزر جانے [illegible] بھی شاخ وصال کو کوئی بھی ہاتھ نہیں لگا سکا۔

☆ بھوک ایک ایسا ابر [illegible]س سے رحمت کی بارش ہوتی ہے۔ فرمایا کہ جو از روئے تکبر اشاروں کنایوں میں گفتگو کرتا ہے وہ خدا سے دور ہے اور جو مخلوق کی اذیت رسانی کو برداشت کرتا ہے اور مخلوق سے خندہ پیشانی سے پیش آتا ہے وہ خدا سے بہت نزدیک ہے۔

☆ خدا کی یاد کا مفہوم اپنے نفس کو فراموش کر دینا ہے اور جو شخص خدا کو خدا کے ذریعہ شناخت کرتا ہے وہ زندہ جاوید ہو جاتا ہے لیکن جو اپنے نفس کے ذریعہ خدا کو پہچاننے کی سعی کرتا ہے وہ فانی ہے۔ فرمایا کہ قلب عارف اس شمع کی طرح ہے جو فانوس کے اندر سے ہر سمت اپنا نور پھیلاتی رہتی ہے اور جس کو یہ مقام حاصل ہو گیا اس کو تاریکی کا خطرہ نہیں رہتا۔ فرمایا کہ دو خصلتیں مخلوق کی تباہی کا باعث بنتی ہیں، اول کسی بھی مخلوق کا احترام نہ کرنا، دوم خالق کے احسان کو ٹھکرا دینا

☆ میں اس طرح راضی برضا ہوں کہ اگر کسی کو اعلیٰ علیین میں اور مجھ کو اسفل السافلین میں ڈال دیا جائے تو بھی اپنی موجودہ حالت پر خوش رہوں گا۔

پھر لوگوں نے سوال کیا کہ انسان کو مرتبہ کمال کس وقت حاصل ہوتا ہے؟ فرمایا کہ جب مخلوق سے کنارہ کش ہو کر اپنے عیوب پر نظر پڑنے لگے تو اس وقت قرب الٰہی بھی حاصل ہوتا ہے کسی نے پوچھا کہ خدا تک رسائی کس طرح ممکن ہے؟ فرمایا کہ نہ تو دنیا کی جانب نظر اٹھاؤ اور نہ اس کی باتیں سنو اور اہل دنیا سے سوچ سمجھ کر بات کرنا چھوڑ دو۔

کسی نے آپ سے نصیحت کرنے کی استدعا کی تو فرمایا کہ آسمان کی جانب دیکھو اور یہ بتاؤ کہ اس کا خالق کون ہے؟ اس نے کہا کہ خدا نے تخلیق فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بس اس سے ڈرتے رہو کیوں کہ وہ تمہارے ہر حال سے باخبر ہے۔ کسی نے سوال کیا کہ کیسے بندوں کی صحبت میں رہنا چاہیے؟ فرمایا کہ جو تمہاری عیادت کرے۔ جو تمہاری خطا معاف کرتا رہے اور حق بات تم سے کبھی نہ چھپائے۔ سوال ہوا کہ عارف کون ہے؟ فرمایا کہ جو دنیا میں رہ کر بھی تم سے دور بھاگتا ہے اور خواب میں نہ تو خدا کے سوا کسی کو دیکھے اور نہ کسی پر اپنا راز ظاہر کرے۔ پوچھا گیا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بھی وضاحت فرما دیجئے؟ فرمایا کہ دنیا کو چھوڑ دو تا کہ ان دونوں چیزوں کا قصہ ہی باقی نہ رہے۔

لوگوں نے پوچھا کہ نماز کی صحیح تعریف کیا ہے؟ فرمایا کہ جس کے ذریعہ خدا سے ملاقات ہو سکے، لیکن اس سے ملاقات بہت دشوار ہے۔ سوال کیا گیا کہ آپ بھوکے رہنے کی تعریف کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا کہ اگر فرعون فاقہ کشی کرتا تو ''میں تمہارا رب ہوں'' کہہ کر خدائی کا دعویدار کبھی نہ بنتا۔ فرمایا کہ مغرور اس کو کہتے ہیں جو دوسروں کو کمتر تصور کرے اور مغرور کو کبھی

معرفت حاصل نہیں ہوسکتی ۔ پھر کسی نے عرض کیا کہ آپ کا پانی کے اوپر چلنا بڑی کرامت ہے ۔فرمایا کہ اس میں کوئی کرامت نہیں کیونکہ لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بھی پانی پر ہی بہتے رہتے ہیں ۔لوگوں نے کہا کہ آپ ہوا میں پرواز کر کے مکہ معظمہ میں صرف ایک شب میں پہنچ جاتے ہیں ۔فرمایا کہ یہ کوئی کرامت نہیں کیونکہ معمولی پرندے بھی ہوا میں پرواز کرتے ہیں اور جادوگر لوگ تو ایک شب میں تمام دنیا کی سیر کر لیتے ہیں ۔

آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے یہ معرفت کس طرح حاصل کی ؟ جواب دیا گیا کہ بھوکے پیٹ اور ننگے بدن سے ۔فرمایا کہ میں نے تیس سال مجاہدے میں گذارے ۔اس عرصہ میں کسی چیز کو اپنے اوپر ایسا سخت نہیں پایا ،جیسا کہ علم اور اس پر عمل ۔اگر علماء کا اختلاف نہ ہوتا تو میں ایک اجتہاد پر رہتا ۔علماء کا اختلاف سوائے تجرید توحید کے رحمت ہے ۔

اگر تم کسی شخص میں کرامات دیکھو، یہاں تک کہ ہوا میں اڑتا ہو تو اس پر فریفتہ نہ ہو جاؤ، جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ وہ امر و نہی ،حفظ حدود اور آدابِ شریعت میں کیسا ہے ۔

میں نے ایک رات مسجد میں پاؤں پھیلایا ،ہاتف نے مجھے آواز دی کہ جو شخص بادشاہوں کی صحبت میں بیٹھتا ہے اُسے چاہیے کہ حسن ادب سے بیٹھے ۔اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نعمتیں دیں تا کہ ان کے سبب سے اللہ کی طرف رجوع کریں ۔مگر وہ ان کے سبب سے اس سے غافل ہو گئے ۔

آپ سے دریافت کیا گیا کہ سنت و فرض کیا ہے؟ فرمایا کہ سنت تمام دنیا کا ترک کرنا اور فریضہ اللہ کے ساتھ صحبت ہے ۔وجہ یہ کہ سنت تمام ترک دنیا پر دلالت کرتی ہے اور کتاب تمام صحبت مولیٰ پر دلالت کرتی ہے ۔کیونکہ خدا تعالیٰ کا کلام اس کی ایک صفت ہے اور نعمتیں ازلی ہیں ۔ پس واجب ہے کہ ان کا شکر ازلی ہو ۔میں نے رب العزت کو خواب میں دیکھا ، پوچھا کہ اے میرے پروردگار! میں تجھے کس طرح پاؤں؟ ارشاد ہوا کہ اپنے نفس کو چھوڑ اور میری طرف آ ۔

حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

وصال : 10 محرم الحرام 425 ہجری مزار اقدس : خرقان، ایران



آپ طریقت وحقیقت کے سرچشمہ، فیوض ومعرفت کا منبع ومخزن تھے اور آپ کی عظمت و بزرگی مسلمہ تھی۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا دستور یہ تھا کہ سال میں ایک مرتبہ مزارات شہداء کی زیارت کے لیے جایا کرتے تھے اور جب خرقان پہنچتے تو فضا میں منہ اوپر اٹھا کر اس طرح سانس کھینچتے جیسے کوئی خوشبو سونگھنے کے لیے کھینچتا ہے۔ ایک مرتبہ مریدین نے پوچھا کہ آپ کس چیز کی خوشبو سونگھتے ہیں۔ ہمیں تو کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے سرزمین خرقان سے ایک مرد خدا کی خوشبو آتی ہے جس کی کنیت ابوالحسن اور نام علی ہوگا اور کاشتکاری کے ذریعہ اپنے اہل وعیال کی رزق حلال سے پرورش کرے گا اور مجھ سے مرتبہ میں تین گنا ہوگا کیونکہ اس میں تین خصوصیات مجھ سے زیادہ ہوں گی (1)۔ اس پر بارِ عیال ہوگا۔ (2)۔ وہ کھیتی باڑی کرے گا۔ (3)۔ وہ درخت لگایا کرے گا۔

آپ کا یہ معمول رہا کہ خرقان سے بعد نمازِ عشاء حضرتِ بایزید بسطامی کے مزار پر پہنچ کر یہ دعا کرتے کہ اے اللہ! جو مرتبہ تو نے بایزید کو عطا کیا وہی مجھ کو بھی عطا فرما دے۔ اس دعا کے بعد خرقان سے واپس آتے اور عشاء کے وضو سے ہی نمازِ فجر با جماعت ادا کرتے اور آپ کے ادب کا یہ عالم تھا کہ بسطام سے اس نیت کے ساتھ الٹے پاؤں واپس ہوتے کہ کہیں حضرت بایزید کے مزار کی بے ادبی نہ ہو جائے۔ پھر بارہ سال اپنے معمول پر قائم رہنے کے بعد حضرت بایزید کی قبر سے یہ آواز سنی کہ اے ابوالحسن! جو تم نے حق سے مانگا تھا، تمہیں مل چکا

ہے، اب تم خرقان میں بیٹھ کر مخلوق خدا کی رہنمائی کرو۔اب تیرا بھی دور آ گیا۔آپ نے جواب دیا کہ میں تو قطعی اُمی ہونے کی وجہ سے علوم شرعیہ سے ناواقف ہوں اس لیے میری ہمت افزائی فرمائیے۔ندا آئی کہ مجھے کچھ مرتبہ حاصل ہوا ہے وہ صرف تمہاری ہی بدولت حاصل ہوا ہے۔آپ نے جواب دیا کہ آپ تو مجھ سے انتالیس سال قبل دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں تو ندا آئی کہ یہ قول تو تمہارا درست ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس وقت بھی میں سرزمین خرقان سے گزرتا تھا۔سو اس سرزمین سے آسمان تک ایک نور ہی نور نظر آتا تھا۔میں اپنی ایک ضرورت کے تحت بیس سال تک دعا کرتا رہا لیکن قبول نہ ہوئی اور مجھ کو یہ حکم دیا گیا کہ تو اس نور کو ہماری بارگاہ میں شفیع بنا کر پیش کرے تو تیری دعا قبول کرلی جائے گی۔چنانچہ اس حکم پر عمل ہونے سے دعا قبول ہوگئی۔ اس واقعہ کے بعد حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خرقان واپس ہوئے تو صرف 24 یوم میں قرآن پاک مکمل کرلیا۔لیکن بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت بایزید کے مزار سے ندا آئی کہ سورۃ فاتحہ شروع کرو اور جب آپ نے شروع کی تو خرقان پہنچنے تک پورا قرآن مجید ختم کرلیا۔

ایک مرتبہ آپ اپنے باغ کی کھدائی کر رہے تھے تو وہاں سے چاندی برآمد ہوئی تو آپ نے اس جگہ کو بند کر کے دوسری جگہ سے کھدائی شروع کی تو وہاں سے سونا برآمد ہوا پھر تیسری جگہ سے مروارید اور چوتھی جگہ سے جواہرات برآمد ہوئے لیکن آپ نے کسی کو بھی ہاتھ نہیں لگایا اور فرمایا کہ ابوالحسن ان چیزوں پر فریفتہ نہیں ہوسکتا۔یہ تو کیا اگر دین و دنیا دونوں بھی مہیا ہو جائیں جب بھی وہ تجھ سے انحراف نہیں کرسکتا۔ہل چلاتے وقت جب نماز کا وقت آ جاتا تو آپ بیلوں کو چھوڑ کر نماز ادا کرتے اور جب نماز پڑھ کر کھیت پر پہنچتے تو زمین تیار ملتی۔

ایک مرتبہ کوئی جماعت کسی مخدوش راستے پر سفر کرنا چاہتی تھی۔لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہمیں کوئی ایسی دعا بتا دیجئے جس کی وجہ سے ہم راستے کے مصائب سے محفوظ رہ سکیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تمہیں کوئی مصیبت پیش آئے تو مجھے یاد کر لینا۔لیکن لوگوں نے آپ کے اس قول پر کوئی توجہ نہیں دی اور اپنا سفر شروع کر دیا، راستے میں ان کو ڈاکوؤں نے گھیر لیا تو ایک شخص جس کے پاس مال و اسباب بہت زیادہ تھا جب ڈاکو اس کی طرف متوجہ ہوئے تو اس نے صدق دلی سے آپ کا نام لیا جس کے نتیجہ میں مال و اسباب سمیت لوگوں کی نظروں سے غائب ہو

گیا۔ یہ دیکھ کر ڈاکوؤں کو بہت تعجب ہوا۔ مگر جن لوگوں نے آپ کو یاد نہیں کیا تھا وہ سب لوٹ لیے گئے۔ پھر ڈاکوؤں کی واپسی کے بعد وہ سب کی نظروں کے سامنے آ گیا اور جب اس سے پوچھا گیا کہ تو کہاں غائب ہو گیا تھا تو اس نے کہا کہ میں نے سچے دل سے شیخ کو یاد کیا تھا اور اللہ نے اپنی قدرت سے مجھے سب کی نظروں سے پوشیدہ فرما دیا۔ اس واقعہ کے بعد جب وہ جماعت خرقان واپس آئی تو حضرت ابوالحسن نے عرض کیا کہ ہم صدق دل سے خدا کو یاد کرتے رہے اس کے باوجود بھی ہمارا مال لوٹ لیا گیا۔ لیکن جس شخص نے آپ کو یاد کیا وہ بچ گیا اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم صرف زبانی طور پر خدا کو یاد کرتے تھے اور ابوالحسن خلوص قلب سے خدا کو یاد کرتا ہے لہذا تمہیں چاہیے کہ تم ابوالحسن کو یاد کر لیا کرو کیونکہ ابوالحسن تمہارے لیے خدا کو یاد کرتا ہے۔ اور خدا کو صرف زبانی یاد کرنا بے سود ہے۔

کسی مرید نے آپ سے کوہ لبنان پر جا کر قطب العالم سے ملاقات کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اس کو اجازت دے دی اور جب وہ کوہ لبنان پر پہنچا تو دیکھا کہ ایک جنازہ رکھا ہوا ہے۔ تمام لوگ کسی کے منتظر ہیں۔ اس شخص نے جب ان لوگوں سے دریافت کیا کہ تمہیں کس کا انتظار ہے تو انہوں نے بتایا کہ قطب العالم پانچوں وقت نماز پڑھانے کے لیے تشریف لاتے ہیں۔ ہمیں ان کا انتظار ہے۔ یہ سن کر اس شخص کو بے حد مسرت ہوئی کہ بہت جلدی قطب العالم سے ملاقات ہو جائے گی۔ چنانچہ کچھ ہی دیر کے بعد لوگوں نے صف قائم کر لی اور نمازِ جنازہ شروع ہو گئی لیکن جب اس شخص نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ نمازِ جنازہ کے امام، اس کے مرشد ابوالحسن ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ مارے خوف کے بے ہوش ہو گیا اور ہوش میں آنے کے بعد دیکھا تو لوگ جنازے کو دفن کر چکے تھے اور آپ کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ پھر اس مرید نے اطمینان قلبی کے لیے پوچھا کہ امام صاحب کا نام کیا تھا؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ قطب العالم حضرت ابوالحسن خرقانی تھے اور اب نماز کے وقت پھر یہاں تشریف لائیں گے۔ چنانچہ وہ مرید انتظار میں رہا اور جب آپ نماز پڑھا چکے تو اس نے بڑھ کر سلام کرنے کے بعد دامن تھام لیا لیکن شدتِ خوف کی وجہ سے اس کی زبان سے ایک جملہ بھی نہیں نکلا پھر آپ نے اس کو ہمراہ لے جاتے ہوئے فرمایا کہ تو نے یہاں جو کچھ دیکھا ہے اس کو کبھی زبان پر نہ لانا کیونکہ میں نے خدا تعالیٰ سے عہد کیا ہے

کہ مجھ کو مخلوق کی نگاہوں سے پوشیدہ رکھتے ہوئے مخلوق کو میرے مراتب سے آگاہ نہ فرمائے سوائے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جو مرنے کے بعد بھی حیات ہیں۔

ایک مرتبہ کسی نے آپ سے عراق جا کر درس حدیث میں شرکت کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے پوچھا کہ کیا یہاں کوئی درس حدیث دینے والا موجود نہیں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہاں تو کوئی مشہور محدث نہیں ہے۔آپ نے فرمایا ایک تو میں ہی موجود ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے امی ہونے کے باوجود اپنے فضل وکرم سے مجھے تمام علوم پر آگاہی عطا فرمائی ہے اور حدیث تو میں نے خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پڑھی ہے لیکن آپ کے اس قول کا اس شخص کو یقین نہیں آیا۔چنانچہ رات کو خواب میں اُس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں جواں مرد سچی بات کرتے ہیں۔اس خواب کے بعد صبح سے اس نے آپ کی خدمت میں پہنچ کر حدیث کا درس لینا شروع کر دیا اور آپ درس دیتے ہوئے بعض اوقات یہ بھی فرما جاتے کہ یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہیں ہے۔اس شخص نے جب پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوتا ہے تو فرمایا کہ جب تم حدیث پڑھتے ہو تو میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشاہدے میں مشغول رہتا ہوں اور جو صحیح حدیث ہوتی ہے اس کو پڑھتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی پر مسرت کی جھلک ہوتی ہے لیکن جو حدیث پاک صحیح نہیں ہوتی اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی مبارک شکن آلودہ ہو جاتی ہے۔جس سے مجھے اندازہ ہو جاتا ہے کہ صحیح حدیث کون سی ہے۔

حضرت عبداللہ انصاری فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ایک جرم میں گرفتار کر کے بلخ کی جانب لے چلے اور میں راستہ بھر یہ سوچتا رہا کہ میرے پاؤں سے کیا گناہ سرزد ہو گیا کہ جس کی پاداش میں زنجیر سے جکڑا گیا ہے اور جب میں بلخ پہنچا تو دیکھا کہ عوام چھتوں پر چڑھے ہوئے مجھے پتھروں سے مارنے کے لیے تیار کھڑے ہیں۔اس وقت مجھے الہام ہوا کہ تو نے فلاں دن حضرت ابوالحسن کا مصلیٰ بچھاتے ہوئے اس پر پاؤں رکھ دیا تھا اور یہ اس کی سزا ہے چنانچہ میں نے اسی وقت توبہ کی کہ جس کے نتیجہ میں لوگ ہاتھوں میں پتھر لیے کھڑے رہے اور کسی میں مجھے مارنے کی جرات نہ ہوئی اور زنجیریں خود بخود ٹوٹ کر گریں اور حاکم نے میری رہائی کا حکم دے دیا۔

حضرت شیخ ابوسعید اپنے مریدین کے ہمراہ آپ کے یہاں مہمان ہوئے تو اس وقت گھر میں چند روٹیوں کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ لیکن آپ نے اپنی بیوی کو حکم دیا کہ ان روٹیوں پر ایک چادر ڈھانپ دو اور بقدرِ ضرورت مہمانوں کے سامنے نکال نکال کر رکھتی جاؤ۔ چنانچہ اس عمل سے تمام مہمانوں نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا۔ لیکن جب آزمانے کے لیے چادر اٹھا کر دیکھا تو اس میں ایک روٹی بھی نہیں تھی۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے بہت برا کیا اگر چادر نہ اٹھاتا تو قیامت تک روٹیاں نکلتی رہتیں۔

کھانے سے فارغ ہو کر جب حضرت ابوسعید نے سماع کی فرمائش کی تو اس کے باوجود کہ آپ نے کبھی سماع نہیں سنا تھا از روئے مہمان نوازی اجازت دے دی اور قوال چٹکیاں بجا کر شعر پڑھ رہے تھے تو حضرت ابوسعید سے کہا کہ اب کھڑے ہونے کا وقت آ گیا اور تین مرتبہ اپنی آستین جھٹک کر اتنی زور سے زمین پر پاؤں مارے کہ خانقاہ کی دیواریں تک ہل گئیں اور حضرت ابوسعید نے گھبرا کر عرض کیا کہ بس کیجئے کیونکہ مکان گر جانے کا خطرہ ہو گیا ہے اور زمین و آسمان آپ کے ساتھ وجد کر رہے ہیں۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ سماع صرف اس کے لیے جائز ہے جس کو آسمان سے عرش تک اور زمین سے تحت الثریٰ تک کشادگی نظر آتی ہو اور اس سے تمام حجابات ختم کر دیئے گئے ہوں۔ پھر لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی جماعت یہ سوال کرے کہ تم لوگ اس طرح رقص کیوں کرتے ہو تو جواب دینا کہ گذشتہ بزرگوں کی اتباع میں جن کے ابوالحسن جیسے مراتب تھے۔

ایک دن آپ نے حضرت ابوسعید سے فرمایا کہ آج میں نے تمہیں موجودہ دور کا ولی مقرر کر دیا ہے کیونکہ عرصہ دراز سے میں یہ دعا کیا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے کوئی ایسا فرزند عطا فرما دے جو میرا ہمراز بن سکے اور اب میں خدا کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے تم جیسا شخص عطا کر دیا۔ حضرت ابوسعید نے کبھی آپ کے سامنے لب کشائی نہیں کی اور جب لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ شیخ کے بالمواجہ بات نہ کرنا ہی داخلِ ثواب ہے کیونکہ سمندر کے مقابلے میں ندیوں کو اہمیت نہیں دی جاتی۔ پھر بتایا کہ خرقان آنے کے وقت میں ایک پتھر کی طرح تھا لیکن آپ کی توجہ نے مجھے گوہر آبدار بنا دیا۔

حضرت ابوسعید ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب فرما رہے تھے جس میں حضرت ابوالحسن کے صاحبزادے بھی موجود تھے اس وقت ابوسعید نے فرمایا کہ خودی سے نجات پا جانے والے ایسے ہوتے ہیں جیسے بچہ شکم مادر سے پاک وصاف نکلتا ہے اور وہ لوگ ایسے ہو گئے جس طرح عالم ارواح سے عالم خاکی میں گناہوں سے پاک آتے ہیں۔ پھر آپ نے صاحبزادے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تم ان لوگوں سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہو تو ان میں ان صاحبزادے کے والد بزرگوار بھی موجود ہیں۔

ابوالقاسم قشیری کا یہ مقولہ تھا کہ خرقان آنے کے وقت مجھ پر حضرت ابوالحسن کا خوف اس درجہ طاری تھا کہ بات کرنے کی سکت بھی نہیں تھی جس کی وجہ سے مجھے یہ خیال پیدا ہو گیا کہ شاید مجھے ولایت کے مقام سے معزول کر دیا گیا ہے۔ جب شیخ بوعلی سینا آپ کی شہرت سے متاثر ہو کر بغرض ملاقات خرقان میں آپ کے گھر پہنچے اور آپ کی بیوی سے پوچھا کہ شیخ کہاں ہیں تو بیوی نے جواب دیا کہ تم ایک زندیق وکاذب کو شیخ کہتے ہیں، مجھے نہیں معلوم کہ شیخ کہاں ہیں۔ البتہ میرے شوہر تو جنگل میں لکڑیاں لانے گئے ہیں یہ سن کر شیخ بوعلی سینا کو خیال ہوا کہ جب آپ کی بیوی ہی اس قسم کی گستاخی کرتی ہے تو نہ معلوم آپ کا کیا مرتبہ ہے؟ گو میں نے آپ کی بہت تعریف سنی ہے لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ بہت ادنیٰ درجہ کے انسان ہیں۔ پھر جب آپ کی جستجو میں جنگل کی طرف روانہ ہوئے تو دیکھا کہ آپ ایک شیر کی کمر پر لکڑیاں لادے تشریف لا رہے ہیں۔ یہ واقعہ دیکھ کر بوعلی سینا کو بہت حیرت ہوئی لہٰذا قدم بوس ہو کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا بلند مقام عطا فرمایا ہے اور آپ کی بیوی آپ کے متعلق بہت بری باتیں کرتی ہے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر میں اُس کا بوجھ برداشت نہ کر سکتا تو پھر یہ شیر میرا بوجھ کیسے اٹھاتا؟ پھر آپ بوعلی سینا کو اپنے گھر لے گئے اور کچھ دیر گفتگو کرنے کے بعد فرمایا کہ اب مجھے اجازت دے دو کیونکہ میں دیوار تعمیر کرنے کے لیے مٹی بگھو چکا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ دیوار پر جا بیٹھے اس وقت آپ کے ہاتھ سے بسولی چھوٹ کر زمین پر گر پڑی اور جب بوعلی سینا اٹھا کر دینے کے لیے آگے بڑھے تو وہ خود بخود زمین سے اٹھ کر آپ کے ہاتھ میں پہنچ گئی۔ یہ کرامت دیکھ کر بوعلی سینا آپ کے معتقدین میں شامل ہو گئے۔

ایک مرتبہ وزیر بغداد کے پیٹ میں اچانک ایسا شدید درد اٹھا کہ اطباء نے بھی جواب دے دیا اس وقت لوگوں نے آپ کا جوتا لے جا کر وزیر کے پیٹ پر پھیر دیا اور وہ فوراً صحت یاب ہو گیا۔

ایک شخص نے آپ سے عرض کیا کہ اپنا خرقہ مجھے پہنچا دیجئے تا کہ میں بھی آپ ہی جیسا بن جاؤں۔ آپ نے پوچھا کہ کیا کوئی عورت مردانہ لباس پہن کر مرد بن سکتی ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ ہرگز نہیں پھر آپ نے فرمایا کہ جب یہ ممکن نہیں ہے تو پھر تم میرا خرقہ پہن کر مجھ جیسے کیسے بن سکتے ہو؟ اس جواب سے وہ بہت نادم ہوا۔ کسی نے آپ سے دعوت الی اللہ دینے کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا جب تم مخلوق کو دعوت دینے کا قصد کرو تو خود کو دعوت نہ دینا۔ اس شخص نے کہا کہ کیا کوئی خود کو بھی دعوت دیتا ہے؟ فرمایا کہ یقیناً اور اس کی صورت یہ ہے کہ جب تمہیں کوئی دوسرا شخص دعوت دے تو اس کو ناپسند کرو۔ اس طرح تم خود کو بھی دعوت دینے والے بن جاؤ گے لیکن دعوت الی اللہ دینے والے نہیں بن سکتے۔

ایک مرتبہ سلطان محمود غزنوی نے ایاز سے یہ وعدہ کیا کہ میں تجھے اپنا لباس پہنا کر اپنی جگہ بٹھا دوں گا اور تیرا لباس پہن کر خود غلام کی جگہ لے لوں گا۔ چنانچہ جس وقت سلطان محمود حضرت ابوالحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات کی نیت سے خرقان پہنچا تو قاصد سے یہ کہا کہ حضرت ابوالحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہ کہہ دینا کہ میں صرف آپ سے ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ لہٰذا آپ زحمت فرما کر میرے خیمہ تک تشریف لے آئیں اور اگر وہ آنے سے انکار کر دیں تو یہ آیت تلاوت کر دینا۔ ''اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ'' (پارہ 5 سورہ نساء آیت 95) یعنی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ اپنی قوم کے حاکم کی بھی اطاعت کرتے رہو۔ چنانچہ قاصد نے آپ کو جب پیغام پہنچایا تو آپ نے معذرت طلب کی جس پر قاصد نے مذکورہ بالا آیت تلاوت کی۔ آپ نے جواب دیا کہ محمود سے کہہ دینا کہ میں تو اطیعوا اللہ میں ایسا غرق ہوں کہ اطیعوا الرسول میں بھی ندامت محسوس کرتا ہوں، ایسی حالت میں اولی الامر منکم کا تو ذکر ہی کیا کرنا۔ یہ قول جس وقت قاصد نے محمود غزنوی کو سنایا تو اس نے کہا کہ میں انہیں معمولی قسم کا صوفی تصور کرتا تھا لیکن معلوم ہوا کہ وہ تو بہت ہی کامل

بزرگ ہیں۔ لہذا ہم خود ہی ان کی زیارت کے لیے حاضر ہوں گے اور اس وقت محمود نے ایاز کا لباس پہنا اور دس کنیزوں کو مردانہ لباس پہنا کر ایاز کو اپنا لباس پہنایا اور خود بطور غلام کے ان دس کنیزوں میں شامل ہو کر ملاقات کرنے کے لیے پہنچ گیا۔ گو آپ نے اس کے سلام کا جواب تو دے دیا لیکن تعظیم کے لیے کھڑے نہیں ہوئے اور محمود جو غلام کے لباس میں ملبوس تھا اس کی جانب قطعی توجہ نہیں دی (جب محمود نے دل میں خیال کیا کہ یہ دام فریب تو ایسا نہیں ہے جس میں آپ جیسے شاہباز پھنس سکیں) آپ نے محمود کا ہاتھ تھام کر فرمایا کہ پہلے ان نامحرموں کو باہر نکال دو پھر مجھ سے گفتگو کرنا۔ چنانچہ محمود کے اشارے پر تمام کنیزیں باہر واپس چلی گئیں اور محمود نے آپ سے فرمائش کی کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کوئی واقعہ بیان فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت بایزید کا قول یہ تھا کہ جس نے میری زیارت کر لی اس کو بدبختی سے نجات حاصل ہو گئی۔ اس پر محمود نے پوچھا کہ کیا ان کا مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی زیادہ تھا۔ اس لیے کہ حضور کو ابوجہل وابولہب جیسے منکرین نے بھی دیکھا پھر بھی ان کی بدبختی دور نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا: اے محمود! ادب کو ملحوظ رکھ کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خلفائے اربعہ اور دیگر صحابہ کے علاوہ کسی نے نہیں دیکھا۔ جس کی دلیل یہ آیت مبارک ہے۔ ''یعنی اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ ان کو دیکھتے ہیں جو آپ کی جانب نظر کرتے ہیں، حالانکہ وہ آپ کو نہیں دیکھ سکتے۔'' یہ سن کر محمود بہت محظوظ ہوا اور آپ سے نصیحت کرنے کی خواہش کی تو آپ نے فرمایا کہ نواہی سے اجتناب کرتے رہو۔ باجماعت نماز ادا کرتے رہو۔ سخاوت وشفقت کو اپنا شعار بنالو اور جب محمود نے دعا کی درخواست کی تو فرمایا کہ میں خدا سے ہمیشہ دعا کرتا ہوں کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کی مغفرت فرمادے۔ پھر جب محمود نے عرض کیا کہ میرے لیے مخصوص دعا فرمایئے تو آپ نے فرمایا کہ اے محمود! تیری عاقبت محمود ہو اور جب محمود نے اشرفیوں کا ایک توڑا آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے جو کی خشک ٹکیہ اس کے سامنے رکھ کر جواب دیا کہ اس کو کھاؤ۔ چنانچہ محمود نے جب توڑ کر منہ میں رکھا اور دیر تک چبانے کے باوجود بھی حلق سے نہ اترا تو آپ نے فرمایا کہ شاید نوالہ تمہارے حلق میں اٹکتا ہے۔ اس نے کہا ہاں تو فرمایا کہ تمہاری یہ خواہش ہے کہ اشرفیوں کا یہ توڑا اسی طرح میرے حلق میں بھی اٹک جائے۔ لہذا اس کو واپس لے لو کیونکہ میں دنیاوی مال کو طلاق

دے چکا ہوں اور محمود کے بے حد اصرار کے باوجود بھی آپ نے اس میں سے کچھ نہ لیا۔ پھر محمود نے خواہش کی کہ مجھ کو بطور تبرک کے کوئی چیز عطا فرمادیں۔ اس پر آپ نے اس کو اپنا پیراہن دے دیا۔ پھر محمود نے رخصت ہوتے وقت عرض کیا کہ حضرت آپ کی خانقاہ تو بہت خوبصورت ہے فرمایا کہ خدا نے تمہیں اتنی وسیع سلطنت بخش دی ہے پھر بھی تمہارے اندر طمع باقی ہے اور اس جھونپڑی کا بھی خواہش مند ہے۔ یہ سن کر اس کو بے حد ندامت ہوئی اور جب وہ رخصت ہونے لگا تو آپ تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ تو اس نے پوچھا کہ میری آمد کے وقت تو آپ نے تعظیم نہیں کی پھر اب کیوں کھڑے ہو گئے۔ فرمایا کہ اس وقت تمہارے اندر شاہی تکبر موجود تھا اور میرا امتحان لینے آئے تھے لیکن اب عجز و درویشی کی حالت میں واپس جا رہے ہو اور خورشید فقر تمہاری پیشانی پر رخشندہ ہے۔ اس کے بعد محمود رخصت ہو گیا۔ سومنات پر حملہ کرنے کے وقت جب محمود غزنوی کو غنیم کی بے پناہ قوت کی وجہ سے شکست کا خطرہ محسوس ہوا تو اس نے وضو کر کے نماز پڑھی اور آپ کا عطا کردہ پیراہن ہاتھ میں لے کر یہ دعا کی اے خدا! اس پیراہن والے کے صدقہ میں مجھے فتح عطا فرما اور جو مال غنیمت اس جنگ میں حاصل ہو گا وہ سب فقراء کو تقسیم کر دوں گا۔ چنانچہ اللہ نے اس کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا اور جب وہ غنیم کے مقابلہ میں صف آراء ہوا تو غنیم اپنے باہمی اختلافات کی بناء پر خود ہی آپس میں لڑنے لگا۔ جس کی وجہ سے محمود کو مکمل فتح حاصل ہو گئی۔ رات کو محمود نے خواب میں حضرت ابوالحسن کو دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ اے محمود! تو نے اس قدر معمولی شے کے لیے میرے خرقہ کے صدقہ میں دعا کی اگر تو اس وقت یہ دعا مانگتا کہ تمام عالم کے کفار اسلام قبول کر لیں اور دنیا سے کفر کا خاتمہ ہو جائے تو یقیناً تیری دعا قبول ہوتی۔

ایک مرتبہ مریدین سمیت آپ کو سات یوم تک کھانا میسر نہ آ سکا تو ساتویں دن ایک آدمی آٹے کی بوری اور ایک بکری لے کر آیا اور آپ کے دروازے پر آواز دی کہ میں یہ چیزیں صوفیاء کے لیے لے کر حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے مریدین سے فرمایا کہ مجھ میں تو صوفی ہونے کی کوئی صلاحیت نہیں ہے لہٰذا تم میں سے جو صوفی ہو وہ جا کر لے لے۔ لیکن کسی نے اپنے صوفی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور سب فاقہ سے بیٹھے رہے۔ آپ کے ایک اور بھائی بھی تھے اگر آپ رات کو عبادت میں مشغول ہوتے تو دوسرے بھائی پوری رات ماں کی خدمت گزاری کرتے رہتے

ایک دن جب دوسرے بھائی کا نمبر ماں کی خدمت کرنے کا تھا تو اس نے آپ سے کہا کہ اگر آپ آج میرے بجائے والدہ کی خدمت میں رہ جائیں تو میں رات بھر عبادت کرلوں۔ چنانچہ آپ نے ان کو اجازت دے دی اور خود ماں کی خدمت میں رہے لیکن اسی شب عبادت کی ابتداء کرتے ہی آپ کے بھائی نے یہ غیبی ندا سنی کہ ہم نے تمہارے بھائی کی مغفرت کرنے کے ساتھ تمہیں بھی ان کے طفیل میں بخش دیا۔ یہ سن کر انہیں حیرت ہوئی اور خدا سے عرض کیا کہ یا اللہ! میں تو تیری عبادت کر رہا ہوں اور وہ ماں کی خدمت گزاری میں ہے پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ میری مغفرت کے بجائے اس کی مغفرت کر کے مجھے اس کا طفیلی بنایا گیا ہے۔ ندا آئی کہ ہمیں تیری عبادت کی حاجت نہیں بلکہ محتاج ماں کی خدمت کرنے والے کی اطاعت ہمارے لیے باعثِ خوشنودی ہے۔

چالیس سال تک کبھی آپ نے ایک لمحہ کے لیے بھی آرام نہیں کیا اور عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے رہے۔ چالیس سال کے بعد ایک دن مریدین سے فرمایا کہ تکیہ دے دو میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ مریدین کو اس سے بہت حیرت ہوئی اور پوچھا کہ آج آپ آرام کے خواہاں کیوں ہوئے؟ فرمایا کہ آج میں نے خدا کی بے نیازی واستغنا کا مشاہدہ کرلیا ہے۔ البتہ تیس سال تک اللہ تعالیٰ کے خوف کے سوا میرے قلب میں کوئی خیال پیدا ہی نہیں ہوا۔

ارشاداتِ عالیہ

☆ ایک دن آپ نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ کون سی چیز بہتر ہے؟ انہوں نے عرض کیا، اے شیخ! آپ ہی فرمائیے، فرمایا کہ وہ دل کہ جس میں خدا کی یاد ہو۔

☆ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ صوفی کون ہے؟ فرمایا کہ گدڑی اور جائے نماز سے صوفی نہیں ہوتا اور رسوم وعادات سے صوفی نہیں ہوتا۔ صوفی وہ ہوتا ہے کہ نیست ہو اور آپ نے فرمایا ہے کہ صوفی اس دن ہوتا ہے کہ اس کو آفتاب کی حاجت نہ ہو اور رات میں اُس کو چاند اور ستارے کی حاجت نہ ہو اور ایسا نیست ہوتا ہے کہ ہستی کی حاجت نہ

ہو۔

☆ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ صدق کیا چیز ہے؟ فرمایا، صدق یہ ہے کہ دل سے بات کہے یعنی وہ بات کہے جو اس کے دل میں ہو۔

☆ آپ سے پوچھا گیا کہ اخلاص کیا ہے؟ فرمایا، جو کچھ تو خدا کے واسطے کرتا ہے، اخلاص ہے اور جو کچھ بندوں کے واسطے کرتا ہے، ریا ہے۔

☆ آپ سے دریافت کیا گیا کہ فنا، بقا میں کلام کرنے کا حق کس کا ہے؟ فرمایا کہ اس شخص کا کہ ایک تار سے آسمان سے لٹکتا ہو۔ ایسی ہوا چلے کہ درختوں اور عمارتوں کو گرا دے اور تمام پہاڑوں کو اکھیڑ دے اور تمام دریاؤں کو الٹ دے مگر اس کو اپنی جگہ سے نہ ہلا سکے۔

☆ تم ہرگز اس شخص کے ساتھ صحبت نہ رکھو کہ تم کہو، خدا اور وہ کہے کچھ اور۔

☆ اندوہ طلب کر یہاں تک کہ تیری آنکھ سے آنسو نکل پڑیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ رونے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

☆ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کا وارث وہ شخص ہے جو آپ کے فعل کی پیروی کرے نہ کہ وہ شخص جو کاغذ کو سیاہ کرے۔

☆ حضرت شبلی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا قول ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ نہ چاہوں اور آپ نے فرمایا کہ یہ بھی طلب ہے۔

☆ آج چالیس سال ہوئے ہیں کہ میں ایک حالت میں ہوں اور حق میرے دل کو دیکھتا ہے اور اپنے سوا کسی اور کو نہیں پاتا۔ مجھ میں غیر خدا کے لیے کوئی شے باقی نہیں رہی اور نہ میرے سینہ میں غیر کے لیے قرار رہا ہے۔

☆ عالم و عابد جہان میں بہت ہیں، تجھے ایسا ہونا چاہیے کہ تو صبح و شام اس طرح کرے جیسا کہ خدا پسند کرتا ہے اور رات سے صبح اس طرح کرے، جیسا خدا پسند کرتا ہے

☆ چالیس سال سے میرا نفس ٹھنڈے پانی یا چھاچھ کا ایک گھونٹ طلب کرتا ہے مگر اب تک میں نے اس کو نہیں دیا۔

☆ دلوں میں سب سے روشن دل وہ ہے کہ جس میں مخلوق نہ ہو اور کاموں میں سب سے اچھا وہ ہے کہ جس میں مخلوق کا اندیشہ نہ ہو اور نعمتوں میں سب سے حلال وہ ہے جو تیری کوشش سے ہو اور رفیقوں میں سب سے اچھا وہ ہے جس کی زندگانی حق کے ساتھ ہو

☆ مجھے تین چیزوں کا علم نہ ہو سکا۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے درجات، نفس کا مکر اور معرفت۔

☆ میں نے خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ آواز سنی۔ میرے بندے! اگر تو غم کے ساتھ میرے سامنے آئے گا تو تجھے خوش کروں گا اور اگر حاجت و فقر کے ساتھ آئے گا تو میں تجھے تونگر کر دوں گا جب تو اپنے آپ سے بالکل دست بردار ہو جائے گا پانی اور ہوا کو تیرا مطیع کر دوں گا۔

☆ میں نے عافیت تنہائی میں پائی اور سلامتی خاموشی میں۔

☆ تمام مسلمان نماز پڑھتے اور روزے رکھتے ہیں لیکن مرد وہ ہے کہ ساٹھ سال اس پر گزر جائیں مگر فرشتہ اس کے نامہ اعمال میں کوئی ایسی چیز نہ لکھے کہ جس کے سبب سے اُسے حق تعالیٰ سے شرمندہ ہونا پڑے اور وہ حق کو ایک لمحہ فراموش نہ کرے۔

☆ تین مقام پر فرشتے اولیاء سے زیادہ ہیبت کھاتے ہیں۔ ایک موت کا فرشتہ ان کی جان نکالنے کے وقت۔ دوسرے کراماً کاتبین اُن کے اعمال لکھنے کے وقت اور تیسرے منکر نکیر اُن سے سوال کے وقت۔

☆ ایک روز خدا تعالیٰ نے مجھے آواز دی کہ جو بندہ تیری مسجد میں آئے گا اس کا گوشت و پوست دوزخ کی آگ پر حرام ہو گا اور جو بندہ تیری زندگی میں اور تیرے مرنے کے بعد تیری مسجد میں دو رکعت نماز پڑھے گا، قیامت کے دن عابدوں کے گروہ میں اٹھے گا۔

☆ خدا تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں کہ جب رات کے وقت روئے زمین پر اندھیرے گھر میں سوتے ہیں اور لحاف منہ پر ہوتا ہے تو آسمان کے ستاروں اور چاند کی سیر کو دیکھتے

ہیں اور لوگوں کی اطاعت اور گناہوں کو دیکھتے ہیں جو فرشتے آسمان پر لے جاتے ہیں اور لوگوں کے رزقوں کو دیکھتے ہیں جو آسمان سے زمین پر آتے ہیں اور اُن فرشتوں کو دیکھتے ہیں جو آسمان سے زمین پر آتے ہیں اور پھر آسمان پر چلے جاتے ہیں اور آفتاب کو دیکھتے ہیں جو کہ زمین میں گزرتا ہے۔

☆ میں نے صرف چار ہزار باتیں خدا سے سنی تھیں اور اگر کہیں دس ہزار قول سن لیتا تو نہ معلوم کیا ہو جاتا اور کیا چیزیں ظہور میں آتیں۔

☆ خدا نے مجھے اتنی طاقت عطا کر دی تھی کہ جس وقت میں نے قصد کیا کہ ٹاٹ دیبائے رومی میں تبدیل ہو جائے تو فوراً ہو گیا اور خدا کا شکر ہے وہ طاقت آج بھی میرے اندر موجود ہے۔

☆ میں اَن پڑھ ہوں لیکن خدا نے اپنے کرم سے مجھ کو تمام علوم سے بہرہ ور کیا ہے اور میں ان کا شکر گزار ہوں کہ اس نے اپنی حقیقت میں مجھے گم کر دیا ہے۔ یعنی ظاہری جسم صرف خیال ہے کیونکہ میرا ذاتی وجود ختم ہو چکا ہے۔

☆ خدا نے مجھے وہ درد عطا کیا ہے کہ اگر اس کا ایک قطرہ بھی نکل پڑے تو طوفان نوح سے بھی زیادہ طوفان آ جائے۔

☆ مرنے کے بعد بھی میں اپنے معتقدین کی نزع کے وقت مدد کروں گا اور جس وقت فرشتہ اجل ان کی روح قبض کرنا چاہے گا تو میں اپنی قبر سے ہاتھ نکال کر ان کے لب و دندان پر لطفِ الٰہی کا چھینٹا دوں گا تا کہ وہ شدتِ تکلیف میں خدا سے غافل نہ ہو سکیں

☆ میں عشاء کے بعد اس وقت تک آرام نہیں کرتا جب تک دن بھر کا حساب خدا کو نہیں دے لیتا۔

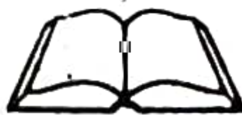
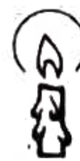
☆ اگر قیامت میں اللہ میرے طفیل سے پوری مخلوق کی مغفرت فرمادے جب بھی میں اپنی علوِ ہمتی کی بناء پر جو مجھے بارگاہِ خداوندی میں حاصل ہے، منہ موڑ کر نہ دیکھوں گا۔

☆ اے لوگو! تمہارا اس بندے کے متعلق کیا خیال ہے؟ جس کو آبادی و ویرانہ کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔ لیکن یاد رکھو کہ اللہ نے ایسے بندے کو وہ مرتبہ عطا کیا ہے کہ قیامت میں اس کے دم سے ایسا نور پھیلے گا کہ آبادی اور ویرانے سب منور ہو جائیں گے اور خدا اس کے صدقہ میں تمام مخلوق کی مغفرت فرمادے گا۔ حالانکہ وہ شخص دنیا میں کبھی دعا نہیں کرتا اور قیامت میں بھی کسی کی شفاعت نہیں کرے گا۔

☆ گوشہ تنہائی میں کبھی اللہ تعالیٰ مجھے ایسی قوت عطا کر دیتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو ایک اشارے میں آسمان کو پکڑ کر کھینچ لوں اور چاہوں تو چشم زدن میں تحتِ الثریٰ کی سیاحت کر آؤں۔

☆ میرا ہر فعل ایک کرامت ہے حتیٰ کہ جب میں ہاتھ پھیلاتا ہوں تو ہوا میرے ہاتھ میں سونے کا ذرہ محسوس ہوتی ہے جب کہ میں نے کبھی اظہارِ کرامت کے لیے ہوا میں ہاتھ نہیں پھیلایا کیونکہ جو ظہور کرامت کی خواہش کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کرامت کے دروازے بند کر دیتا ہے۔

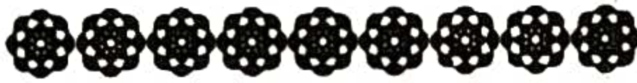
☆ جب تک تمہارے قلوب مردہ ہیں سکون نہیں مل سکتا، فرمایا کہ کرامت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر درویش پتھر سے سوال کرے تو پتھر اس کو جواب دے۔

حضرت ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

پیدائش بمقام : فارمد نزد طوس (ایران)

وصال : 4۔ربیع الاول 477 ہجری　مزار اقدس : طوس (ایران)






آپ کا اسم گرامی فضیل بن محمد ہے۔طوس کے مضافات کے ایک گاؤں ''فارمدیہ'' کے رہنے والے تھے۔آپ کی نسبت طریقت حضرت شیخ المشائخ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تھی اور شیخ ابوالقاسم گورگانی طوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی نسبت تھی۔جوانی میں آپ شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے جمال کے عاشق ہو گئے۔فرماتے ہیں کہ ایک دن میں ان کے پاس گیا تو محفل سماع تھی میں چھپ کر ایک طرف بیٹھ گیا۔شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر جب خاص کیفیت طاری ہوئی اور وجد آیا تو کپڑے پھاڑ لیے۔جب وجد کی کیفیت

سے باہر آئے تو مرید آپ کے لباس کے ٹکڑے تبرک کے طور پر لینے لگے۔ شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے لباس کی آستین اور ایک دھجی اپنے ہاتھ میں پکڑی اور آواز دی ''اے ابوعلی طوسی کہاں ہو؟'' آپ کے دو تین مرتبہ آواز دینے پر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے یہ دونوں چیزیں آستین و تبریز مجھے عنایت فرمائیں اور فرمایا کہ تم ہمارے نزدیک اس آستین و تبریز کی مانند ہو۔ فوراً میرے قلب میں روشنی ظاہر ہوئی اور روز بروز اس میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا اور کیفیتیں طاری ہونے لگیں۔ اس کے بعد آپ تحصیل علم میں تین سال مصروف رہے۔ ایک دان آپ نے قلم دوات میں ڈالی تو قلم سفید باہر نکلا۔ آپ نے اپنے استاد سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ چونکہ قلم نے تمہیں چھوڑ دیا ہے تم بھی اسے چھوڑ دو اور دوسرے کاموں میں مصروف ہو جاؤ۔ ایک دن آپ کے استاد حضرت ابوالقاسم نہا رہے تھے کہ آپ نے کنویں سے چند ڈول نکال کر حمام مین ڈالے غسل سے فارغ ہو کر باہر نکلے تو دریافت کیا کہ پانی کے ڈول حمام میں کس نے ڈالے۔ آپ نے جب اقرار کیا تو حضرت ابوالقاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں نے ستر سال میں جو حاصل کیا تو نے پانی کے ایک ڈول سے وہ سب کچھ لے لیا۔ ایک عرصہ تک آپ ان کے پاس ریاضت و مجاہدہ میں مصروف رہے مگر دل کی خواہش روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔ چنانچہ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور بے حد وحساب فیوض و برکات سے مستفیض ہوئے۔ بالآخر آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

﴿انا للہ و انا الیہ راجعون﴾

آپ کا سن وفات 477 ہجری ہے۔ آپ کا مزار مبارک طوس ایران میں واقع ہے۔



حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت: 440 یا 441 ہجری بمقام: ہمدان

1048 یا 1049ء

21 رجب

وصال: 535 یا 536 ہجری مزار اقدس: مرو، ازبکستان

1142 یا 1143ء



آپ کا نام یوسف اور کنیت ابو یعقوب ہے۔آپ کا تعلق ہمدان سے تھا۔آپ کی نسبت شیخ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے۔آپ نے شیخ ابو اسحٰق شیخ عبداللہ جونی اور شیخ احسن سمنانی رحمۃ اللہ علیہم سے فیض صحبت اٹھایا۔اٹھارہ سال کی عمر میں ہمدان سے بغداد تشریف لائے۔آپ ان مشائخ میں سے ہیں جن کے ساتھ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کو صحبت رہی اور متفع ہوئے۔آپ نے حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی قدس سرہ' سے فرمایا تھا کہ لوگوں کو وعظ اور نصیحت کیا کریں۔انہوں نے کہا میں مرد عجمی ہوں۔فصحاء بغداد کے سامنے کیسے گفتگو کروں۔آپ نے فرمایا کہ جب آپ نے علوم فقہ،اصول فقہ،اختلاف مذاہب،نحو ولغت اور تفسیر قرآن کا علم خوب حاصل کر لیا ہے،پھر کیوں کر منبر پر آنے اور وعظ و پند کی صلاحیت نہیں ہے۔آپ بلا تامل ہدایت وارشاد شروع کیجئے کیونکہ میں آپ میں ایک جڑ دیکھ رہا ہوں جو عنقریب پورا درخت ہو جائے گی۔اَصْلُهَا ثَابِتٌ'' وَفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ تُؤتِيْ اُكُلُهَا كُلَّ حِيْنٍ O ترجمہ: جس کی جڑیں زمین میں مضبوط ہونگی اور شاخیں آسمان میں پھیلیں گی اور وہ اپنا میوہ ہر وقت دے گا۔(سورہ ابراہیم،رکوع 14)

آپ اولیاء اہل کمال میں سے تھے۔آپ نے اصفہان،عراق،خراسان،سمر قند اور بخارا کے پیران عظام سے استفادہ کیا اور مخلوق خدا کو اپنا فیض پہنچایا۔کافی عرصہ ''مرو'' میں رہے اس کے بعد ہرات میں کچھ عرصہ قیام کیا۔دوبارہ ''مرو'' کا ارادہ کیا لیکن راستہ ہی میں وفات پائی۔آپ کا مزار مبارک ''مرو'' مرجع خلائق ہے۔

ارشادات عالیہ

☆۔سماع ایک سفیر ہے حق تعالیٰ کی طرف اور ایک ایلچی ہے حق تعالیٰ کی طرف سے وہ ارواح کی خوراک،اجسام کی غذا،قلوب کی زندگی اور اسرار کی بقا ہے۔وہ پردہ پھاڑنے والا اور بھید ظاہر کرنے والا ہے اور برق درخشاں اور آفتاب تاباں ہے۔وہ دنیا میں ہر فکر، ہر لحظہ، ہر تدبر و تفکر، ہر ہوا کے جھونکے، ہر درخت کی حرکت اور ہر ناطق کے نطق سے ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ تو اہل حقیقت کو سماع میں سرگشتہ و حیران، مقید و اسیر اور صاحبِ خشوع و مست دیکھتا ہے۔

☆۔اللہ تعالیٰ نے اپنی زیبائی کے نور سے ملائکہ مقربین میں سے ستر ہزار فرشتے پیدا کیے اور ان کو اپنی بارگاہ میں عرش و کرسی کے درمیان کھڑا کیا۔ان کا لباس "سبز صوف" ہے اور ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی مانند چمکتے ہیں۔وہ اپنی پیدائش کے وقت سے حالت وجد میں سرگشتہ و حیران اور فروتن و مست کھڑے ہیں اور شیفتگی کی شدت کے سبب رکن عرش سے کرسی تک دوڑتے ہیں۔پس وہ اہل آسمان کے صوفیہ اور نسبتوں کے لحاظ سے ہمارے بھائی ہیں۔حق تعالیٰ اُن کا انیس و ملیک ہے ،پس ان پر سلام و تحیہ و اکرام ہو۔

☆۔تم خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت رکھو۔اگر یہ میسر نہ آئے تو اس شخص کے ساتھ محبت رکھو جو اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے۔

☆۔آپ سے لوگوں نے پوچھا کہ جب اہل اللہ ہم سے روپوش ہو جائیں تو ہمیں کیا کرنا چاہئے تاکہ ہم سلامت رہ سکیں؟ آپ نے فرمایا کہ ان کی باتیں دہراتے رہو۔

☆۔جو لوگ صحیح معنوں میں خدا پرست ہیں وہ کنویں کی چرخی کی آواز پر بھی اللہ کی یاد میں مست ہو جاتے ہیں۔

☆۔ایک روز ایک درویش آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اس وقت میں شیخ احمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس تھا وہ دسترخوان پر درویشوں کے ساتھ

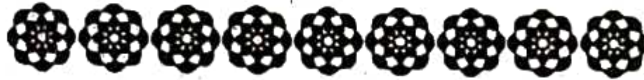
کھانا کھا رہے تھے کہ کچھ دیر کے لیے شیخ پر ہیبت طاری ہوئی پھر انہوں نے فرمایا کہ اس وقت حضرت پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ تشریف فرما ہوئے اور لقمہ میرے منہ میں رکھا آپ نے فرمایا یہ وہ خیالات ہیں جن سے اطفال طریقت تربیت پاتے ہیں۔

☆۔آپ سے دریافت کیا گیا کہ جب ایسا زمانہ آ جائے کہ اللہ والے تلاش کرنے کے باوجود نہ ملیں تو اس وقت کیا کرنا چاہیے۔آپ نے فرمایا کہ ان حالات میں اگر ہماری سیرت کے آٹھ صفحات ہی پڑھ لے گا تو وہ یہ خلاء محسوس نہیں کرے گا۔

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت : 435 ہجری 1044ء بمقام : روم

وصال : 12 ربیع الاول 575 ہجری 1179ء مزار اقدس : غجدوان ، ازبکستان



آپ طبقہ خواجگان کے سر دفتر اور سلسلہ نقشبندیہ کے سردار ہیں۔ طریقت میں آپ کی روش محبت ہے۔ آپ تمام فرقوں میں مقبول ہیں۔ آپ ہمیشہ راہ صدق وصفا اور متابعت شرع و سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مخالفت بدعت وہوا میں کوشاں رہے اور اپنی روش پاک کو آپ نے اغیار کی نظر سے پوشیدہ رکھا ہے۔

نسب وولادت:

آپ کے والد کا اسم گرامی عبدالجمیل ہے جو عبدالجمیل امام کر کے مشہور تھے۔ وہ اپنے وقت کے مقتدا اور عالم ظاہر و باطن تھے۔ اور امام مالک کی اولاد سے تھے۔ روم میں رہا کرتے تھے۔ آپ کی والدہ روم کے شاہی خاندان سے تھیں۔ کہتے ہیں کہ عبدالجمیل حضرت خضر علیہ السلام کے صحبت دار تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے ان کو بشارت دی تھی کہ تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ اُس کا نام عبدالخالق رکھنا۔ حوادث روزگار کے سبب سے عبدالجمیل مع متعلقین روم سے ماوراء النہر کی طرف نکلے۔ اور ولایت بخارا میں پہنچ کر موضع غجدوان میں جو بخارا سے چھ فرسنگ کے فاصلہ پر ہے، سکونت پذیر ہوئے۔ خواجہ عبدالخالق وہیں پیدا ہوئے اور نشوونما پائی اور بخارا میں تحصیل علوم میں مشغول ہوئے۔

21

سلوک وطریقت:

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری قدس سرہ کا بیان ہے کہ خواجہ عبدالخالق اپنے استاد صدرالدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس تفسیر پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے۔

" اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّ خُفْيَةً وَ اِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ "

ترجمہ : '' تم اپنے رب کو عاجزی اور پوشیدگی کے ساتھ پکارو۔ تحقیق وہ حد سے زیادہ تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔''

تو آپ نے استاد سے پوچھا کہ اس پوشیدگی کی حقیقت اور اس کا طریقہ کیا ہے؟ اگر ذاکر بلند آواز سے ذکر کرے یا ذکر کے وقت اعضاء سے حرکت کرے تو غیر شخص اُس ذکر سے واقف ہو جاتا ہے اور اگر دل سے ذکر کرے۔ تو بحکم حدیث ''شیطان انسان میں خون کی طرح چلتا ہے (ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی حسن الظن)۔'' اور اس طرح شیطان ذکر سے واقف ہو جاتا ہے۔ استاد نے فرمایا کہ یہ علم لدنی ہے اگر خدا نے چاہا تو اہل اللہ میں سے کوئی تمہیں مل جائے گا اور بتا دے گا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ اولیاء اللہ کی تلاش میں رہے۔ یہاں تک کہ ایک روز حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات نصیب ہوئی۔ بعد دریافت حال حضرت خضر نے فرمایا کہ میں خضر ہوں میں نے تم کو فرزندی میں قبول کیا۔ میں تمہیں ایک سبق بتاتا ہوں۔ اسے ہمیشہ دہراتے رہنا۔ تم پر اسرار کھل جائیں گے۔ پھر وقوف عددی کی تعلیم دی اور فرمایا کہ حوض میں اترو اور غوطہ لگاؤ اور دل سے لا الہٰ الا اللہ محمد رسول اللہ کہو۔ حضرت خواجہ نے اسی طرح کیا اور اس ورد میں مشغول رہے یہاں تک کہ بہت سے اسرار کھل گئے۔ بعد ازاں حضرت خواجہ یوسف ہمدانی بخارا میں تشریف لائے۔ جب تک ان کا قیام بخارا میں رہا۔ آپ ان کی صحبت میں حاضر ہو کر فیض اٹھاتے رہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام آپ کے پیر سبق ہیں اور خواجہ یوسف ہمدانی پیر صحبت و پیر خرقہ۔ اگرچہ خواجہ یوسف اور ان کے مشائخ ذکر بالجہر کیا کرتے تھے۔ لیکن چونکہ خواجہ عبدالخالق کو ذکر خفی کی تلقین حضرت خضر علیہ السلام سے تھی اس لیے خواجہ یوسف نے اس میں رد و بدل نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ جس طرح تم کو تلقین ہوئی ہے، کیے جاؤ۔ خواجہ عبدالخالق نے اپنی بعض تحریرات میں ذکر کیا ہے کہ جب حضرت خضر علیہ السلام نے مجھے خواجہ یوسف کے سپرد کیا تو اس

وقت میری عمر بائیس سال کی تھی ۔ایک مدت کے بعد خواجہ یوسف خراسان میں آ گئے تو حضرت خواجہ عبدالخالق اُن کے پاس ریاضات و مجاہدات میں مشغول ہو گئے ۔آپ اپنے حالات پوشیدہ رکھا کرتے تھے ۔پھر بھی ملک شام میں بہت سے لوگ آپ کے مرید ہو گئے ۔اور وہاں خانقاہ و آستانہ بن گیا تھا۔

حکایت درویش:

ایک روز ایک درویش حضرت خواجہ کی خدمت میں کہہ رہا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے دوزخ و بہشت کے درمیان اختیار دے تو میں دوزخ کو اختیار کروں گا۔ کیونکہ میں تمام عمر اپنے نفس کی مراد پر نہیں چلا اور اُس صورت میں بہشت میرے نفس کی مراد ہو گی۔ حضرت خواجہ نے اس درویش کے کلام کی تردید کی اور فرمایا کہ بندے کو اختیار سے کیا کام۔ جہاں مالک بھیجے، چلا جائے اور جہاں ٹھہرائے ،ٹھہر جائے ۔ بندگی اسی کا نام ہے کہ نہ کہ جو تم کہہ رہے ہو۔ اُس درویش نے پوچھا کہ سالکان طریقت پر شیطان کا غلبہ ہوتا ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جو سالک مقام فنائے نفس کو نہ پہنچا ہو، شیطان اُس پر غصہ کے وقت قابو پاتا ہے۔ لیکن جو اس مقام پر پہنچ گیا ہو اس کو غصہ نہیں آتا بلکہ غیرت آتی ہے اور جہاں غیرت ہوتی ہے، شیطان وہاں سے بھاگ جاتا ہے۔ اور یہ صفت اُس شخص میں ہوتی ہے جو کتاب اللہ کو دائیں ہاتھ میں سنت رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کو بائیں ہاتھ میں لیے ہوئے ہو اور ان دونوں کی روشنی میں راستہ چلتا ہو۔

کرامات:

ایک دفعہ ایام عاشورا میں لوگوں کی ایک بڑی جماعت آپ کی خدمت میں حاضر تھی اور آپ معرفت پر کلام فرما رہے تھے ۔اچانک ایک جوان زاہدوں کی صورت میں خرقہ پہنے اور سجادہ کندھے پر ڈالے ہوئے حاضر ہوا اور گوشہ میں بیٹھ گیا۔ حضرت خواجہ نے اس کی طرف نظر کی۔ کچھ دیر کے بعد وہ اُٹھ کر کہنے لگا۔ اے خواجہ! حضور رسالتمآب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا ہے۔ ''مومن کی فراست سے ڈرو، کیونکہ وہ اللہ عزوجل کے نور سے دیکھتا ہے۔'' اِس حدیث کا سِر کیا ہے؟

آپ نے فرمایا کہ اس حدیث کا سِر یہ ہے کہ تو زنار کو توڑ دے اور ایمان لے آ ۔اس

نے کہا، پناہ، بخدا کہ میرے پاس زُنار ہو۔ حضرت خواجہ نے خادم کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ خادم اٹھا اور اُس جوان کے بدن پر سے خرقہ اٹھا دیا پس خرقہ کے نیچے سے زنار ظاہر ہو گیا یہ دیکھ کر جوان نے اُسی وقت زنار توڑ دیا اور ایمان لے آیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا۔ یارو! آؤ۔ ہم بھی اس نومسلم کی طرح اپنے زنار توڑ ڈالیں۔ اور ایمان لائیں جس طرح اس نے زنار ظاہری توڑا ہے ہم اپنے زنار باطنی جس سے مراد خود پسندی ہے توڑ ڈالیں تا کہ اس کی طرح ہم بھی بخشے جائیں۔ یہ سن کر حاضرین پر عجیب کیفیت طاری ہوئی اور حضرت خواجہ کے قدموں پر گر کر توبہ کرنے لگے۔

حضرت خواجہ کی ولایت اس مرتبہ تک پہنچ گئی تھی کہ ایک وقت کی نماز میں آپ خانہ کعبہ جاتے اور واپس آ جاتے۔ حضرت خواجہ کی وفات 12 ربیع الاول 575 ہجری میں ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک غجدوان میں مرجع خلائق ہے۔

ارشاداتِ عالیہ

آپ کے کلماتِ قدسیہ میں سے آپ کی اصطلاحات ہیں جن پر طریقہ نقشبندیہ کی بنا ہے۔ آٹھ کلمے ہیں۔

1۔ ہوش دردم	2)۔ نظر برقدم
3)۔ سفر دروطن	4)۔ خلوت درانجمن
5)۔ یادکرد	6)۔ بازگشت
7)۔ نگاہ داشت	8)۔ یادداشت

ان آٹھ کے علاوہ تین کلمے اور بھی ہیں جو مصطلحات نقشبندیہ میں سے ہیں۔

1)۔ وقوف زمانی

2)۔ وقوف قلبی

3)۔ وقوف عددی

ان گیارہ کلمات پر طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی بنیاد ہے۔ جن کی مختصر سی تشریح درج ذیل ہے۔

1)۔ ہوش دردم:

اس سے مراد یہ ہے کہ سالک کا ہر ایک سانس حضور و آگاہی سے ہو نہ کہ غفلت سے۔ یعنی کسی سانس میں خدا سے غافل نہ رہے۔ حضرت خواجہ بہاء الدین شہنشاہ نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں کہ کسی سانس کو ضائع نہ ہونے دو۔ سانس کے خروج و دخول میں اور خروج و دخول کے درمیان محافظت چاہیے کہ کوئی وقفہ غفلت کا نہ پایا جائے۔

2)۔ نظر برقدم:

اس سے مراد یہ ہے کہ نظر اپنے پاؤں کی پشت پر رکھے تاکہ بے جا نظر نہ پڑے اور دل محسوسات متفرقہ سے پراگندہ نہ ہو جائے۔ پس راہ چلتے ادھر ادھر نہ دیکھے کہ موجب فساد عظیم و مانع حصول مقصود ہے۔ یہ عمل تفرقہ بیرونی کے دفیعہ کے لیے ہے۔ جیسا کہ ہوش دردم تفرقہ اندرونی کے دفیعہ کے واسطے ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ سالک کا قدم باطن اس کی نظر باطن سے پیچھے نہ رہے۔ رشحات میں ہے کہ شاید نظر برقدم، سرعت سیر کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی مسافت ہستی کے قطع کرنے اور عقبات خود پرستی کے طے کرنے میں قدم نظر سے پیچھے نہ رہے بلکہ منتہائے نظر پر پڑے۔

3)۔ سفر دروطن:

یعنی سیر درنفس سے مراد صفات ذمیمہ سے صفات حمیدہ کی طرف انتقال کرنا ہے۔ خواجگان نقشبندیہ نے مقام بقا میں جو سیر انفسی سے تعلق رکھتا ہے، بجائے سیر آفاقی کے اسی سیر کیفی کو اختیار کیا ہے اور سفر ظاہر اتنا ہی کرتے ہیں کہ پیر کامل تک پہنچ جائیں۔ دوسری حرکت جائز نہیں رکھتے اور صحبت شیخ سے دوری نہیں چاہتے اور ملکہ آگاہی کے حصول کے لیے پوری پوری کوشش کرتے ہیں۔ اس لیے وہ سیر آفاقی کو جو دور دراز راستہ ہے حتی الامکان پسند نہیں کرتے بلکہ سیر انفسی کے ضمن میں اسے قطع کرتے ہیں اور ملکہ آگاہی کے حصول کے بعد سفر کرتے ہیں یا اقامت۔ دوسرے سلسلوں میں سلوک کو سیر آفاقی سے شروع کرتے ہیں اور سیر انفسی پر ختم کرتے ہیں۔ سیر انفسی سے شروع کرنا سلسلہ نقشبندیہ کا خاصہ ہے۔ اندراج نہایت در بدایت کے یہی معنی

ہیں کہ سیر انفسی جو دوسروں کی نہایت (انتہا) ہے وہ اکابر نقشبندیہ کی بدایت (ابتداء) ہے۔

واضح رہے کہ سیر آفاقی مطلوب کو اپنے سے باہر ڈھونڈنا ہے اور سیر انفسی اپنے میں آنا اور اپنے دل کے گرد پھرنا ہے۔

مگر شہود نفسی میں گرفتار نہ رہنا چاہیے اور اس کو مطلوب کے ظلال میں سے ایک ظل تصور کرنا چاہیے کیونکہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ جیسا کہ ورائے آفاق ہے، ورائے نفس بھی ہے۔ پس اس کو آفاق و انفس سے باہر طلب کرنا چاہیے۔

4)۔ خلوت در انجمن

اس سے مراد یہ ہے کہ انجمن میں جو محل تفرقہ ہے از راہ باطن مطلوب کے ساتھ خلوت رکھے اور غفلت کو دل میں راہ نہ دے۔ ظاہر میں خلائق کے ساتھ اور باطن میں حق کے ساتھ ہونا چاہیے۔ ابتداء میں یہ معاملہ بتکلف ہوتا ہے اور انتہا میں بے تکلف ۔

حضرت خواجہ اولیائے کبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ خلوت در انجمن یہ ہے کہ سالک اگر بازار میں جائے تو ذکر میں استغراق کے سبب سے کوئی اور نہ سنے۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کا قول ہے کہ ذکر میں جہد و اہتمام بلیغ کے ساتھ مشغول ہونے سے سالک کو پانچ چھ روز میں یہ دولت حاصل ہو جاتی ہے۔ مشائخ نقشبندیہ بجائے چلہ کے اسی خلوت پر قناعت کرتے ہیں کیونکہ حاصل چلہ اس میں داخل ہے اور آفات سے دور ہے۔

5)۔ یاد کرد:

اس سے مراد یہ ہے کہ ہر وقت ذکر میں مشغول رہے، خواہ زبانی ہو یا قلبی۔

6)۔ بازگشت:

اس سے مراد یہ ہے کہ جب ذاکر بطریق معہود کلمہ توحید کا ذکر دل سے کرے تو ہر بار کلمہ توحید کے بعد زبان دل سے کہے، خدایا! مقصود میرا تو ہے اور تیری رضا۔ مشائخ نقشبندیہ کا معمول یہ ہے کہ کلمہ توحید کے تلفظ کے ضمن میں لا مقصود ملاحظہ کرتے ہیں۔ کیونکہ جو معبود ہوتا ہے وہ مقصود ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیۃ کریمہ اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰاهُ سے ظاہر

ہے۔

7)۔ نگہداشت:

اس سے مراد یہ ہے کہ قلب کو خطرات و حدیث نفس سے نگاہ میں رکھا جائے یعنی کلمہ طیبہ کے تکرار کے وقت ماسوا قلب میں خطور نہ کرے۔ خطرات کے دور کرنے کے لیے کلمہ طیبہ حبس دم کے ساتھ مفید ہے۔

8)۔ یادداشت:

اس سے مراد یہ ہے کہ دوام آگاہی بحق سبحانہ بر سبیل ذوق ۔

دارم ہمہ جا باہمہ کس درہمہ خیال
در دل زتو آرزو و ؤرویدہ خیال

اگر دوام آگاہی اس قدر غالب ہو کہ کثرت کونیہ اس کی مزاحم نہ ہو بلکہ اپنے وجود کا بھی شعور نہ رہے تو اسے فناء کہتے ہیں۔ اگر اس بے شعوری کا شعور بھی نہ رہے تو اسے فنائے فناء یا عین الیقین بھی کہتے ہیں۔

حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار قدس سرہ نے اخیر کے چار کلموں کی تشریح یوں فرمائی ہے کہ یاد کرد سے مراد ذکر میں تکلف ہے۔ یعنی جس ذکر کی شیخ سے تلقین ہوتی ہے اس کے تکرار میں بتکلف مشغول رہے۔ یہاں تک کہ مرتبہ حضور حاصل ہو جائے۔ اور باز گشت سے مراد رجوع بحق سبحانہ بدیں طور کہ جتنی بار کلمہ طیبہ کا ذکر کرے ہر بار اس کلمہ کے بعد دل میں خیال کرے کہ ''خدایا! مقصود میرا تو ہے اور تیری رضا'' ۔ اور نگہداشت سے مراد ہے اس رجوع کی محافظت بغیر زبان سے کہنے کے اور یادداشت سے مراد نگہداشت میں رسوخ ہے۔

i)۔ وقوف زمانی

اس کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ سالک کو چاہیے کہ واقف نفس رہے اور پاس انفاس کو ملحوظ رکھے۔ یعنی ہر وقت خیال رکھے کہ سانس حضور میں گزرتا ہے یا غفلت میں۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ بندہ ہر وقت اپنے حال سے واقف رہے۔ اگر وقت طاعت میں گزرا ہے تو شکر بجالائے۔

اگر معصیت میں گزرا ہے تو عذر خواہی کرے۔ اسی طرح حالت بسط میں شکر اور حالت قبض میں استغفار کرے۔ صوفیہ کرام کی اصطلاح میں اسے محاسبہ کہتے ہیں۔ قول باری تعالیٰ ہے کہ :

" وَ اَنِیْبُوْا اِلٰی رَبِّکُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ
مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا
تُنْصَرُوْنَ " (الزمر: ۵۴)

ترجمہ: '' اور رجوع کرو اپنے رب کی طرف اور اس کی فرمانبرداری کرو۔ پہلے اس سے کہ آوے تم پر عذاب۔ پھر کوئی تمہاری مدد کو نہ آئے گا۔''

اور قول حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ :۔

ترجمہ: ''تم محاسبہ کرو پہلے اس سے کہ محاسبہ کیے جاؤ''

ii)۔ وقوف قلبی:

اس کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ ذکر کے وقت دل حق سبحانہ واقف و آگاہ رہے اور یہ مقولہ یادداشت سے ہے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ بندہ اثنائے ذکر میں قلب صنوبری کی طرف متوجہ رہے اور اسے ذکر میں مشغول کرے اور ذکر اور ذکر کے مفہوم سے غافل نہ ہونے دے۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ نے ذکر میں حبس دم اور رعایت عدد کو لازم قرار نہیں دیا۔ مگر وقوف قلبی بہر دو معنی کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ آیہ کریمہ؛

" يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا "

ترجمہ: ''اے ایمان والو! خدا کو بہت یاد کرو'' (سورۃ احزاب،۶) ۔

میں اسی وقوف قلبی کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ وقوف قلبی یہ ہے کہ دل کا نگران و واقف رہے۔ اور قطع نظر ذکر کے اس کی طرف توجہ رکھے تاکہ اس میں تفرقہ راہ نہ پائے اور وہ ماسوا کے نقوش سے منقش نہ ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ دل بے کار نہیں رہتا۔ یا ماسوا سے ملا رہتا ہے یا مطلوب حقیقی سے۔ جب دل ماسوا سے ممنوع

ہو گیا تو اسے مطلوب کی طرف توجہ سے چارہ نہ ہو گا۔ غرض تم دل کو دشمن سے باز رکھو۔ دوست کی طلب کی حاجت نہیں وہ خود جلوہ گر ہو جائے گا۔

iii)۔ وقوف عددی:

اس سے مراد ذکر نفی و اثبات میں عدد ذکر سے واقف رہنا ہے۔ یعنی ذاکر اس ذکر میں سانس کو عدد طاق پر چھوڑے نہ کہ جفت پر۔ کہتے ہیں کہ آداب و شرائط کی رعایت کے ساتھ ایک سانس میں 21 بار نفی و اثبات کرنا مثمر فناء ہے۔ حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہ' فرماتے ہیں کہ زیادہ کہنا شرط نہیں جو کچھ کہے، وقوف سے کہے۔ جب عدد 21 سے تجاوز کر جائے اور اثر ظاہر نہ ہو تو یہ اس عمل کی بے حاصلی کی دلیل ہے۔ اثر ذکر یہ ہے کہ زمان نفی میں وجود بشریت منفی ہو جائے اور زمان اثبات میں جذبات الٰہی کے تصرفات کے آثار میں کوئی اثر محسوس ہو۔ یہ جو کلام خواجگان میں آیا ہے کہ فلاں بزرگ نے فلاں شخص کو وقوف عددی کا امر فرمایا۔ اس سے مراد ذکر قلبی مع رعایت عدد ہے نہ کہ فقط رعایت عدد۔

آپ کا ایک وصیت نامہ آداب طریقت کے بارے میں ہے۔ جسے آپ نے اپنے خلیفہ و فرزند معنوی خواجہ اولیائے کبیر قدس سرہ کے لیے لکھا ہے۔ ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔ جو سلسلہ نقشبندیہ کے متوسلین کے لیے مشعل راہ ہے۔

''پیارے فرزند! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تقویٰ کو اپنا شعار بناؤ۔ وظائف و عبادات کی پابندی رکھو۔ اپنے حالات کی نگہبانی کرتے رہو۔ خدا تعالیٰ سے ہمیشہ ڈرتے رہو۔ خدا اور رسول ﷺ کے حقوق کو نگاہ میں رکھو۔ ماں باپ اور تمام مشائخ کے حقوق کا خیال رکھو۔ تاکہ ان خصلتوں سے تم رضائے خدا سے مشرف ہو جاؤ۔ خدا تعالیٰ کا حکم بجالاؤ تاکہ وہ تمہارا محافظ رہے۔ تم پر لازم ہے کہ قرآن شریف کا پڑھنا ترک نہ کرو۔ تلاوت بلند آواز سے ہو یا آہستہ، زبانی ہو یا دیکھ کر، قرآن مجید کو غور و تفکر اور خوف و گریہ سے پڑھو اور تمام امور میں قرآن کی پناہ لو کیونکہ بندوں پر خدا کی حجت قرآن کریم ہے۔ علم فقہ کی طلب سے ایک قدم بھی دور نہ رہو اور حدیث کا علم سیکھو۔ جاہل صوفیوں سے دور رہو کیونکہ وہ دین کے چور اور مسلمانوں کے رہزن ہیں۔ تم پر لازم ہے کہ ''مذہب اہل سنت و جماعت'' کے پابند رہو اور آئمہ سلف کے مسلک کو

اختیار کرو جونئی باتیں پیدا ہوئی ہیں وہ گمراہی ہیں۔عورتوں،نو جوانوں، بدعتیوں اور دولتمندوں سے صحبت مت اختیار کرو کیونکہ یہ دین کو برباد کر دیتے ہیں اور دنیا سے دور روٹی پر قناعت کرو۔اگر صحبت رکھو تو فقیروں سے رکھو۔ہمیشہ خلوت نشین رہو اور حلال کھاؤ کیونکہ حلال نیکی کی کنجی ہے۔ حرام سے بچو ورنہ خدا تعالیٰ سے دور ہو جاؤ گے۔اس پر ثابت قدم رہنا تا کہ کل کو دوزخ کی آگ میں نہ جاؤ۔حلال پہنو تا کہ عبادت کی لذت پاؤ۔حق تعالیٰ کی جلالت سے ڈرتے رہو اور بھولو مت کہ ایک روز تم کو حساب بھی دینا ہوگا۔(یعنی قیامت کے دن) رات دن نماز بہت پڑھا کرو اور جماعت کو ترک نہ کرو۔امام و مؤذن نہ بنو۔قبالہ پر اپنا نام نہ لکھو۔محکمہ قضاء میں حاضر نہ ہو۔خارج از طریقت بادشاہوں کی صحبت میں مت بیٹھو۔لوگوں کی وصیتوں میں دخل نہ دو اور لوگوں سے بھاگو جس طرح کہ شیر سے بھاگتے ہیں۔تم پر لازم ہے کہ گمنام رہو تا کہ نیک نام ہو جاؤ۔تم پر لازم ہے کہ سفر بہت کرو تا کہ تمہارا نفس خوار ہو جائے۔خانقاہ نہ بناؤ اور نہ خانقاہ میں رہو۔کسی کی مدح سے مغرور اور کسی کی مذمت سے غمگین نہ ہو۔بندوں کی مدح و مذمت تمہارے نفس کے نزدیک برابر ہونا چاہیے۔لوگوں سے حسن سلوک سے معاملہ کرو۔تم پر لازم ہے کہ تمام حالات میں ادب سے رہو۔بُرے بھلے تمام مخلوقات پر رحم کرو۔تمہیں قہقہہ مار کر ہنسنا نہ چاہیے کیونکہ قہقہہ غفلت کے سبب سے ہوتا ہے اور دل کو مردہ کر دیتا ہے۔حضور سید عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے احوال و شواہد جو مجھے معلوم ہیں اگر تم کو ہو جائیں تو ہنسنا تھوڑا اور رونا زیادہ کر دو۔اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور اس کی رحمت سے ناامید نہ رہو۔خوف و امید میں زندگی بسر کرو۔کیونکہ سالکوں کو کبھی خوف ہوتا ہے اور کبھی امید۔

اے فرزند! شیخ اپنے مرید کے لیے بمنزلہ باپ کے ہے بلکہ باپ سے بھی زیادہ مشفق کیونکہ وہ مرید کو مقام قرب میں پہنچا دیتا ہے۔اگر ہو سکے تو نکاح مت کر،ورنہ طالب دنیا بن جاؤ گے اور دنیا کی طلب میں دین کو برباد کر دو گے۔اگر تمہارا نفس نکاح کا مشتاق ہو تو روزے رکھو اور آخرت کے غم میں رہو اور موت کو بہت یاد کرو۔طالب ریاست مت بنو کیونکہ جو طالب ریاست ہوا سے سالک طریقت نہ کہنا چاہیے۔تم پر لازم ہے کہ فقر میں پرہیز و دیانت اور پرہیزگاری و علم کے ساتھ پاکیزہ رہو۔اور خدا تعالیٰ کے رستے میں ثابت قدم رہو۔جاہلوں سے بچو۔جان و تن و

مال سے مشائخ کی خدمت کرو۔ان کے دلوں کا خیال رکھو،ان کی پیروی کرو۔ان کے سیر وسلوک پر نگاہ رکھو۔ان میں سے کسی کا انکار نہ کرو۔سوائے ان چیزوں کے جو خلاف شرع ہوں اگر تم مشائخ کا انکار کرو گے تو کبھی کامیاب نہ ہوسکو گے۔لوگوں سے کوئی چیز مت مانگو اور کل کے لیے ذخیرہ نہ کرو۔حق تعالیٰ کے ذخیروں پر بھروسہ کرو کیونکہ وہ ارشاد فرماتا ہے۔''اے فرزند آدم! میں ہر روز تیری روزی تجھے پہنچا دیتا ہوں تو اپنے آپ کو تکلیف نہ دے۔'' مقام توکل میں قدم رکھو، کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

''وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ''

ترجمہ: ''جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے، اللہ اس کے لیے کافی ہے۔'' (سورۃ الطلاق،۳)

پس جان لو کہ رزق قسمت میں لکھا ہوا ہے۔جواں مرد سخی بنو۔جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے تم خلق خدا پر خرچ کرو۔بخل وحسد سے دور رہو۔کیونکہ بخیل اور حاسد قیامت کے دن دوزخ میں ہوں گے۔اپنے آپ کو آراستہ مت کرو کیونکہ ظاہر کا آراستہ باطن کی خرابی ہے۔خدا تعالیٰ کے وعدہ پر بھروسہ کرو اور تمام خلائق سے ناامید ہو جاؤ اور ان سے انس نہ پکڑو۔سچ بولو اور ڈرو مت مخلوقات میں کسی سے صحبت نہ رکھو کیونکہ وہ تمہارے دین کو برباد کر دیں گے اور تم خدا تعالیٰ سے دور ہو جاؤ گے۔تم پر لازم ہے کہ اپنے نفس کی ضروریات کا خیال کرو تا کہ وہ درست ہو جائے۔اپنے نفس کی عزت نہ کرو، غیر ضروری باتوں سے زبان کو بند رکھو اور ہمیشہ لوگوں کو نصیحت کرتے رہو۔تم پر لازم ہے کہ کم بولو، کم کھاؤ، کم سوؤ اور جلدی اٹھو۔سماع میں زیادہ نہ بیٹھو کیونکہ سماع کی کثرت سے نفاق پیدا ہوتا ہے اور دل مردہ ہو جاتا ہے۔سماع کا انکار نہ کرو کیونکہ اصحاب سماع بہت ہیں۔سماع روا (جائز) نہیں مگر اس شخص کے لیے جس کا دل زندہ اور نفس مردہ ہو۔ورنہ نماز، روزے میں مصروف ومشغول رہنا بہتر ہے۔چاہیے کہ تمہارا بول غمگین، تمہارا بدن بیمار، تمہاری آنکھ روتی، تمہارا عمل خالص، تمہاری دعا مجاہدہ کے ساتھ، تمہارا کپڑا پرانا، تمہارا رفیق درویش، تمہارا گھر مسجد، تمہارا مال کتب دین، تمہاری آرائش زہد اور تمہارا مونس باری تعالیٰ ہو۔کسی شخص سے برادری نہ کرو جب تک یہ پانچ خصلتیں اس میں نہ پاؤ۔اول فقیری۔دوم، دین کو دنیا پر ترجیح دے۔سوم، ذلت کو عزت پر ترجیح دے۔چہارم، علم ظاہر وباطن کا جاننے والا ہو۔پنجم، موت کے

لیے تیار ہو۔

اے فرزند! میری نصیحتوں کو نگاہ میں رکھو۔ جس طرح میں نے اپنے شیخ قدس سرہٗ سے یاد کیں اور ان پر عمل کیا۔ اسی طرح اب تم بھی یاد کرو اور عمل کرو۔ خدا تعالیٰ دنیا و آخرت میں تمہارا حافظ و ناصر ہو گا۔ اگر یہ خصلتیں کسی سالک میں پائی جائیں تو اس کا شیخ و پیر ہونا مسلم ہو گا۔ جو شخص ایسے شیخ کی پیروی کرے گا وہ اس کو مقصود تک پہنچا دے گا مگر یہ مرتبہ ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا۔''

ایک درویش نے آپ سے دریافت فرمایا کہ ''تسلیم'' کسے کہتے ہیں۔ فرمایا، تسلیم یہ ہے کہ روز الست جو نفس و مال فروخت کر کے بہشت خریدا ہے آج بھی تسلیم کر لے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ'' تسلیم نفس و مال اس طرح ہوتا ہے کہ اپنے نفس کو مملوک حق تعالیٰ سمجھے اور اپنے آپ کو وکیل خرچ حق تعالیٰ جانے اور جہاں تک ہو سکے اپنے نفس اور مال سے بندگان خدا کے ساتھ بے لوث نیکی کرے اور مال دنیا کو باطن میں جگہ نہ دے اور اپنے آپ کو حکم و قضاء حق تعالیٰ تسلیم کرے۔

ایک روز ایک خادم نے عرض کیا کہ فراغت کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا۔ فراغت دل یہ ہے کہ محبت دنیا دل میں راہ نہ پائے اور یہ نہیں کہ دنیا کے کام کاج سے آزاد ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حضور سید عالم ﷺ سے فرمایا ''فاذا فرغت فانصب'' یعنی جس وقت تمام موجودات سے دل فارغ ہو جائے، اس وقت میری خدمت میں مشغول ہو۔ جو لوگ خرید و فروخت اور لوگوں سے معاملہ داری میں اللہ سے غافل نہیں ہوتے، ان کی تعریف اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے۔

'' رِجَالٌ '' لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ '' وَ لَا بَيْعٌ '' عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ''

ترجمہ: '' ایسے لوگ جن کو خدا کے ذکر سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے نہ خرید و فروخت''

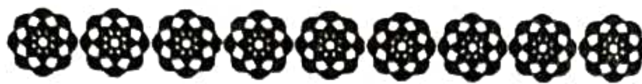
(سورۃ النور، آیت ۳۷)

اگر ان لوگوں میں ہو جاؤ تو سبحان اللہ، ورنہ ان لوگوں کی جان و مال سے خدمت کرنے میں کوتاہی نہ کرنا تاکہ قیامت کے دن ان کی خدمت اور محبت کی وجہ سے ان کے ساتھ ہی تمہارا حشر ہو۔

حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت : 551 ہجری بمقام : ریوگر

وصال : 616 ہجری یکم شوال مزار اقدس : ریوگر نزد بخارا ﴿ازبکستان﴾



آپ خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ اعظم تھے۔ تمام عمر اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں رہے اور باطنی فیوض و برکات حاصل کرتے رہے۔ حضرت خواجہ غجدوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے بعد آپ مسند ارشاد پر فائض ہوئے اور ہدایت خلق میں مصروف ہوئے۔ آپ علم و حلم، زہد و تقویٰ، ریاضت و متابعت سنت میں ایک اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ آپ کا وصال 616 ہجری میں ریوگر نزد بخارا میں ہوا اور وہیں آپ کا مزار اقدس ہے۔

ارشادات عالیہ

فرمایا:)۔ جو شخص اپنی تدبیر کے دام میں دھنسا ہوا ہے وہ دوزخ کا مال ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر شاکر ہے وہ جنتی ہے۔

فرمایا:)۔ ایک دن حاضرین سے سوال کیا کہ، کھانا کھاتے وقت جسم کا ہر عضو اپنے اپنے کام میں مشغول ہوتا ہے، تو دل کس کام میں مشغول ہوتا ہے؟ حاضرین نے کہا کہ ذکر خدا میں آپ نے فرمایا کہ اس موقع پر اللہ، اللہ یا لا الہ کا ذکر نہیں کرتے بلکہ اس موقع پر نعمت پا کر نعمت دینے والے کی طرف توجہ مبذول کی جاتی ہے اور نعمت سے نعمت دینے والے کو دیکھتے ہیں۔

فرمایا:)۔ اگر دوست یہ چاہتے ہیں کہ ان کا بوجھ کوئی اٹھائے تو یہ بہت مشکل ہے۔ اگر دوست یہ چاہتے ہیں کہ تم دوسروں کا بوجھ اٹھاؤ تو تمام لوگ تمہارے ہی اٹھانے کے قابل ہیں۔ (یعنی پورے جہان کا بوجھ اٹھانا تمہاری ہی ذمہ داری ہے۔)

حضرت خواجہ محمود الخیر فغنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت : بمقام انجیر فغنی، بخارا ﴿ازبکستان﴾ 627ہجری

وصال : 715 ہجری مزار اقدس : انجیر فغنی، بخارا ﴿ازبکستان﴾



آپ کی ولادت باسعادت موضع انجیر فغنی متصل بخارا میں ہوئی۔ حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عظیم خلیفہ، بہترین دوست، معتمد خاص اور خلوت وجلوت کے ساتھی تھے آپ نے گلکاری کا کام زندگی بھر اختیار کیے رکھا۔ آپ نے حلال کمائی کے لیے یہ پیشہ اختیار کیا ہوا تھا۔ آپ کو ذکر خفی کی نسبت ذکر جہر سے زیادہ لگاؤ تھا، اسی لیے آپ بعض اوقات ذکر جہر فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا وصال 715 ہجری میں ہوا۔ آپ کا مزار مبارک انجیر فغنوی میں واقع ہے۔

ارشاداتِ عالیہ

ایک مرتبہ آپ ذکر جہر میں مشغول تھے تو بخارا کے ایک عظیم عالم خواجہ حافظ الدین آپ کے پاس آئے اور سوال کیا کہ نقشبند تو ذکر خفی کرتے ہیں جبکہ آپ ذکر جہر میں مشغول ہیں؟ آپ نے فرمایا؛ تاکہ سویا ہوا بیدار اور بیدار غفلت سے ہوشیار ہو جائے، راہ راست پر آ جائے اور شریعت وطریقت پر استقامت حاصل کرے اور توبہ وانابت (خدا کی طرف رجوع، انکساری و عاجزی) کی طرف رغبت کرے۔ اس شخص نے کہا کہ آپ کی نیت درست ہے اور آپ کے لیے یہ شغل جائز ہے لیکن ذکر جہر کی ایک حد مقرر کر دیجئے کہ جس سے حقیقت، مجاز سے اور بیگانہ آشنا سے ممتاز ہو جائے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ذکر جہر اس شخص کے لیے جائز ہے جس کی زبان جھوٹ اور غیبت سے پاک ہو، جس کا حلق، حرام وشبہ سے، دل ریا سے اور باطن توجہ ماسوا سے پاک ہو۔

حضرت خواجہ علی رامیتنی

المعروف حضرت عزیزاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت : 591 ہجری بمقام: رامیتن نزد بخارا

وصال : 28 ذیقعدۃ 721 ہجری مزار اقدس : خوارزم، بخارا (ازبکستان)



حضرت خواجہ علی رامیتنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ،حضرت خواجہ محمود الخیر فغنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کبائر خلفاء میں سے تھے۔خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو خلافت عطا کی اور اپنے جمیع اصحاب بھی تربیت کے لیے آپ کے سپرد کردیئے۔آپ حضرت خضر علیہ السلام کے کہنے پر حضرت خواجہ محمود الخیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید ہوئے تھے اور آپ کی تربیت بھی حضرت خضر علیہ السلام نے کی۔اہل طریقت آپ کو حضرت عزیزاں کہتے ہیں۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے۔آپ کا وصال 28 ذی قعدۃ 721 ہجری میں ہوا۔آپ کا مزر مبارک خوارزم علاقہ بخارا میں ہے۔

ارشاداتِ عالیہ

1)۔ شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی نے جو حضرت عزیزاں کے ہمعصر تھے ایک درویش کو آپ کی خدمت میں بھیج کر تین مسئلے پوچھے اور ہر ایک کا جواب پایا۔پہلا مسئلہ یہ تھا کہ ہم اور تم آنے جانے والوں کی خدمت کرتے ہیں۔تم کھانے میں تکلف نہیں کرتے اور ہم کرتے ہیں۔مگر لوگ تمہاری آرزو اور ہماری شکایت کرتے ہیں اس کا سبب کیا ہے؟ حضرت

عزیزاں نے جواب دیا کہ احسان جتا کر خدمت کرنے والے بہت ہیں اور احسان مند ہو کر خدمت کرنے والے کم ہیں۔ کوشش کرو کہ تم دوسری قسم سے بنو تا کہ کوئی تمہاری شکایت نہ کرے۔ دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ ہم نے سنا ہے کہ تمہاری تربیت خواجہ خضر علیہ السلام سے ہے یہ کس طرح ہے؟ حضرت نے جواب دیا کہ حق سبحانہ کے بندے اس ذات کے عاشق ہیں جس کے حضرت خضر عاشق ہیں۔ تیسرا مسئلہ یہ تھا کہ ہم سنتے ہیں کہ تم ذکر جہر کرتے ہو یہ کس طرح ہے؟ فرمایا کہ ہم بھی سنتے ہیں کہ تم ذکر خفی کرتے ہو پس تمہارا ذکر بھی جہر ہوا۔

2)۔ مولانا سیف الدین نے جو اس زمانے کے اکبر علماء میں سے تھے، حضرت عزیزاں سے سوال کیا کہ تم ذکر علانیہ کس نیت سے کرتے ہو؟ فرمایا کہ تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اخیر دم میں ذکر بلند کرنا اور تلقین کرنا جائز ہے۔ بحکم حدیث:

ترجمہ: ''تم اپنے مردوں کو لا الٰہ الا اللہ کی شہادت کی تلقین کرو''

درویشوں کا ہر دم، دمِ اخیر ہے۔

3)۔ شیخ بدرالدین نے جو شیخ حسن بلغاری کے اصحاب کبار سے تھے، حضرت عزیزاں سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ جو ارشاد فرماتا ہے:

" یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰهَ ذِکْراً کَثِیْراً "

ترجمہ: ''اے ایمان والو! خدا کو بہت یاد کرو'' (سورۃ احزاب، ٦)

ذکر کثیر سے ذکر زبان مراد ہے یا ذکر دل۔ حضرت نے فرمایا کہ مبتدی کے لیے ذکر زبان اور منتہی کے لیے ذکر دل۔ مبتدی ہمیشہ تکلف و عمل سے کام لیتا ہے۔ چونکہ منتہی کے ذکر کا اثر دل تک پہنچتا ہے۔ اس کے تمام اعضا اور رگیں اور جوڑ ذکر کرنے لگتے ہیں۔ اس وقت سالک ذکر کثیر سے متصف ہوتا ہے اور اُس حالت میں اُس کا ایک دن کا کام دوسروں کے سال بھر کے کام کے برابر ہوتا ہے۔

4)۔ فرمایا کہ یہ بات کہ حق سبحانہ ہر شب و روز میں بندہ مومن کے دل پر تین سو ساٹھ نظر رحمت کرتا ہے اس طرح ہے کہ دل تمام اعضا کی طرف تین سو ساٹھ دریچے رکھتا ہے۔ اور وہ دل کے متصل تین سو ساٹھ رگیں زندہ و غیر زندہ ہیں۔ جب دل ذکر سے متاثر ہوتا ہے اور اس

مرتبے پر پہنچ جاتا ہے کہ حق سبحانہ کا منظورِ نظر ہو جائے تو اس نظر کے آثار دل سے تمام اعضا کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔ پس ہر ایک عضو اپنے اپنے حال کے مناسب طاعت میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اور ہر عضو کی طاعت کے نور سے ایک فیض جس سے مراد نظر رحمت ہے، دل کو پہنچتا ہے۔

5)۔ کسی نے حضرت عزیزاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کہ ایمان کس کو کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، توڑنا اور جوڑنا یعنی خلق سے رشتہ توڑنا اور خالق سے جوڑنا۔ آپ نے فرمایا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی صحبت رکھو اور اگر یہ میسر نہ ہو تو ایسے کے ساتھ صحبت رکھو جو اللہ کے ساتھ صحبت رکھتا ہو۔

6)۔ فرمایا:۔ آیۃ ''تُوبُوآ اِلَی اللّٰہِ '' (تحریم) میں اشارت بھی ہے اور بشارت بھی۔ اشارت ہے توبہ کرنے کی اور بشارت ہے اس کے قبول ہونے کی۔ کیونکہ اگر قبول نہ کرتا تو توبہ کا امر نہ کرتا۔ امر دلیل ہے قبول کی دید قصور کے ساتھ۔

7)۔ عمل کرنا چاہیے اور ناکردہ خیال کرنا چاہے۔ اور اپنے تئیں قصوروار سمجھنا چاہیے اور (بصورت نقصان) عمل کو از سرِ نو کرنا چاہیے۔

8)۔ دو وقت اپنے تئیں خوب نگاہ رکھنا چاہیے۔ بات کرنے کے وقت اور کوئی چیز کھانے کے وقت۔

9)۔ ایک روز حضرت خضر علیہ السلام، خواجہ عبدالخالق کے پاس آئے۔ خواجہ نے جَو کی دو روٹیاں گھر سے لا کر پیش کیں۔ مگر حضرت خضر علیہ السلام نے نہ کھائیں۔ خواجہ نے عرض کیا کہ تناول فرمایئے۔ لقمہ حلال ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ درست ہے لیکن خمیر کرنے والا بے وضو تھا۔ ہمارے واسطے اس کا کھانا روا نہیں۔

10)۔ جو شخص مسند ارشاد پر بیٹھے اور لوگوں کو راہ خدا بتائے۔ اُسے پرندے پالنے والے کی طرح ہونا چاہیے۔ جو ہر ایک پرندہ کے پوٹے سے واقف ہوتا ہے اور ہر ایک کو اس کے مناسب خوراک دیتا ہے۔ اسی طرح مرشد کو بھی چاہیے کہ اپنے مریدوں میں سے ہر ایک کی تربیت اس کی استعداد و قابلیت کے مطابق کرے۔

11)۔ اگر تمام روئے زمین میں خواجہ عبدالخالق کے فرزندوں میں سے ایک بھی

ہوتا تو منصور کبھی سولی پر نہ چڑھتا۔یعنی اگر خواجہ کے فرزندان معنوی میں سے ایک بھی زندہ ہوتا۔ وہ حسین منصور کی تربیت کر کے اُس مقام سے اوپر لے جاتا۔

12)۔ سالکان طریقت کو ریاضت و مجاہدہ بہت کرنا چاہیے تا کہ وہ کسی مرتبہ و مقام پر پہنچ جائیں۔لیکن ایک راستہ ان سب سے نزدیک ہے کہ جس سے مقصود کو بہت جلد پہنچ سکتے ہیں۔اور وہ یہ ہے کہ سالک خلق و خدمت کے ذریعے کسی صاحب دل کے دل میں جگہ پائے۔چونکہ اس گروہ کا دل نظرِ حق کا مورد ہے۔اس لیے سالک کو اُس نظر سے حصہ مل جائے گا۔

13)۔ ایسی زبان سے دعا کرو کہ جس سے گناہ نہ کیا ہوتا کہ وہ دعا درجہ قبولیت پائے۔یعنی دوستان خدا کے آگے تواضع اور التجا کرو کہ وہ تمہارے واسطے دعا کریں۔

14)۔ ایک روز کسی نے حضرت عزیزاں کے سامنے یہ مصرع پڑھا۔

غَاشِقَاں دَرْدَمے دَو عِید کُنَنْدْ

یعنی عاشق ایک دم میں دو کیا تین عید کرتے ہیں۔اس نے عرض کیا کہ اس کی تشریح فرما دیجئے۔حضرت نے فرمایا کہ بندے کی ایک یاد خدا تعالیٰ کی دو یاد کے درمیان ہے۔پہلے وہ بندے کو توفیق دیتا ہے کہ اُس کی یاد کرے پھر جب بندہ اسے یاد کرتا ہے تو اُسے شرف قبولیت سے مشرف فرماتا ہے۔پس توفیق اور یاد اور قبولیت تین عیدیں ہوئیں۔

15)۔ ایک روز شیخ فخر الدین نوری نے جو اس وقت کے اکابر میں سے تھے، نے حضرت عزیزاں سے سوال کیا کہ روز ازل میں جب'' اَلَسْتُ بِرَبِّکُم '' کے ساتھ سوال ہوا تو ایک گروہ نے لفظ'' بَلٰی '' کے ساتھ جواب دیا مگر روز ابد میں جب حق سبحانہٗ'' لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْم '' کہے گا تو کوئی جواب نہ دے گا۔اس کا سبب کیا ہے۔حضرت نے فرمایا کہ روز ازل تکالیف شرعیہ کی وضع کا دن تھا اور شرع میں گفت ہوتی ہے مگر روز ابد تکالیف شرعیہ کے اٹھا دینا اور ابتدائے عالم حقیقت کا دن ہے اور حقیقت میں گفت نہیں ہوتی۔اس لیے اس روز حق سبحانہٗ خود اپنے سوال کا جواب یوں دے گا۔ ''لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّار''

ارشادات مذکورہ بالا کے علاوہ حضرت عزیزاں کی تصنیف سے ایک رسالہ بھی ہے۔ اُس رسالہ میں آپ نے فرمایا ہے کہ سالک راہ کو دس شرطیں نگاہ میں رکھنی چاہییں۔

i۔طہارت
ii۔خاموشی
iii۔خلوت
iv۔روزہ
v۔ذکر
vi۔نگہداشت خاطر
vii۔رضا بحکم خدا
viii۔صحبت صالحین
ix۔شب بیداری
x۔نگہداشت لقمہ

تفصیل کے لیے اس رسالہ کا مطالعہ ضروری ہے۔

حضرت عزیزاں کے اشعار میں یہ رباعی مشہور ہے ؎

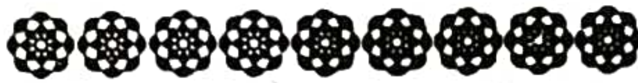
بَاہَرُ کِہ نَشِستی وَ نَشُد جَمعُ دَلِت
جس شخص کے پاس تو بیٹھا اور تیری دل جمعی نہ ہوئی
وَزُ تونَرَمِیدُ زَحمَتِ آبَ وُ گِلَت
اور تیری آب و گل کی کدورت تجھ سے دور نہ ہوئی
اَزُ صُحبَتِ وے اگر تبرّا نکُنی
اگر تو اس کی صحبت سے بیزار نہ ہو گا
ہَرگزُ نَکُنَدُ رُوحِ عَزِیزَاں بَحِلَت
تو عزیزاں کی روح تجھے کبھی معاف نہ کرے گی

(رشحات)



حضرت خواجہ بابا محمد سماسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

وصال : 10 جمادی الثانی 755 ہجری　　مزار اقدس : سماس ﴿ازبکستان﴾



طریقت میں آپ کا انتساب حضرت عزیزاں خواجہ علی رامیتنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے۔ آپ کا مولد قریہ سماس ہے جو بقول صاحب رشحات دیہات رامیتن میں سے ہے۔ اور رامیتن سے ایک فرسنگ کے فاصلہ پر واقعہ ہے۔ مولانا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انتباہ میں فرماتے ہیں کہ سماس مضافات طوس یعنی مشہد سے ہے۔ خواجہ محمد بابا کو اس کی طرف نسبت کر کے ''سماسی'' کہتے ہیں۔

جب حضرت عزیزاں کے وصال کا وقت نزدیک آیا تو آپ نے اپنے اصحاب میں سے خواجہ بابا محمد سماسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنی خلافت و نیابت کے لیے منتخب کیا۔ اور تمام اصحاب کو ان کی متابعت و ملازمت کا حکم دیا۔

آپ کی محویت و استغراق کا یہ عالم تھا کہ موضع سماس میں آپ کا ایک چھوٹا سا باغ تھا۔ جہاں آپ کبھی کبھی تشریف لے جاتے اور وہاں کے انگوروں کی شاخوں کو اپنے دست مبارک سے تراشتے، مگر اس کام میں بہت دیر لگ جاتی کیونکہ جب آپ انگور کی ایک شاخ کو کاٹتے تو غلبہ حال و استغراق کی وجہ سے آری آپ کے دستِ مبارک سے گر پڑتی اور آپ بے خود ہو جاتے۔ یہ بے خودی و غیبت دیر تک رہتی۔ جب ہوش میں آتے تو پھر شاخ انگور کو کاٹنے لگتے۔ پھر وہی کیفیت آپ پر طاری ہو جاتی۔

کرامات:

آپ نے خواجہ بہاء الدین نقشبند کو اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ جس کی کیفیت اس طرح ہے کہ حضرت شاہ نقشبند کی ولادت سے قبل آپ بارگاہ کوشک ہندواں سے گزرتے اور فرماتے

ترجمہ: '' اس زمین سے ایک مرد کی خوشبو آتی ہے۔ جلدی ایسا ہو گا کہ کوشک ہندواں قصر عارفاں بن جائے گا۔''

ایک روز آپ اپنے خلیفہ سید امیر کلال کے مکان سے قصر عارفاں کی طرف متوجہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر فرمایا اب وہ خوشبو اور زیادہ ہو گئی ہے اور بے شک وہ مرد پیدا ہو گیا ہے۔ اس وقت حضرت نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت کو تین روز گزر چکے تھے۔ آپ کے جد امجد آپ کو لے کر خواجہ محمد بابا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ یہ ہمارا فرزند ہے۔ ہم نے اس کو اپنی فرزندی میں قبول کیا پھر اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہ وہی مرد خدا ہے جس کی خوشبو ہم نے سونگھی تھی۔ یہ لڑکا عنقریب ہمارے وقت کا مُقتدا ہو گا۔ بعد ازاں سید امیر کلال کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم میرے فرزند بہاء الدین کے حق میں شفقت و تربیت سے دریغ نہ کرنا۔ اگر تم اس میں کوتاہی کرو گے تو میں تمہیں معاف نہ کروں گا۔ امیر موصوف نے کھڑے ہو کر اور ادب سے ہاتھ سینے پر رکھ کر عرض کیا کہ اگر کوتاہی کروں تو میں مرد نہیں۔

2)۔　حضرت خواجہ نقشبند سے منقول ہے کہ جب میری عمر اٹھارہ سال یا کچھ کم و بیش ہوئی تو میرے جد امجد کو میرے نکاح کی فکر ہوئی۔ انہوں نے مجھے خواجہ محمد بابا قدس سرہ کے بلانے کے لیے قصر عارفاں میں بھیجا تا کہ ان کے قدم کی برکت سے یہ کام انجام کو پہنچ جائے۔ جب میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوا، پہلی کرامت جو دیکھنے میں آئی یہ تھی کہ اس رات آپ کی صحبت کی برکت سے مجھ میں بڑا تضرع و نیاز پیدا ہوا۔ رات کے اخیر حصہ میں اٹھ کر میں نے وضو کیا اور آپ کی مسجد مبارک میں جا کر دو رکعت نماز پڑھی اور سر سجدے میں رکھ کر دعا و تضرع بہت کی۔ اس اثناء میں میری زبان سے نکلا'' خدایا! مجھے بلا کا بوجھ اٹھانے اور اپنی محبت کی محنت برداشت کرنے کی قوت عطا فرما'' صبح کو جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے

از روئے فراست وبصیرت میری رات کی سرگزشت سے آگاہ ہو کر فرمایا۔اے فرزند! دعا میں یوں کہنا چاہیے۔''خدایا! اس بندہ ضعیف کو اپنے فضل وکرم سے اُسی پر قائم رکھ جس میں تیری رضا ہے'' پھر فرمایا کہ بے شک اللہ عزوجل کی رضا تو اس میں ہے کہ بندہ بلا میں مبتلا نہ ہو۔اگر وہ بنا بر حکمت اپنے کسی دوست پر بلا بھیجتا ہے تو اپنی عنایت سے اس دوست کو اس بلا کے برداشت کرنے کی قوت عطا فرماتا ہے اور اس کی حکمت اس پر ظاہر کر دیتا ہے۔اپنے اختیار سے بلا طلب کرنا دشوار ہے۔گستاخی نہ کرنی چاہیے۔بعد ازاں کھانا لایا گیا۔جب کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ نے دستر خوان پر سے ایک روٹی مجھے دی۔میں لینا نہ چاہتا تھا۔آپ نے فرمایا، لے لو۔کام آئے گی۔ میں نے وہ روٹی لے لی اور آپ کے ہمراہ قصر عارفاں کی طرف روانہ ہوا۔اثنائے راہ میں میرے باطن میں جب کوئی خطرہ پیدا ہوتا تو آپ فرماتے کہ باطن کی حفاظت چاہیے۔ان حالات کے مشاہدے سے حضرت کی نسبت میرا یقین واعتقاد زیادہ ہوتا جاتا تھا۔راستے میں ایک جگہ پہنچے جہاں حضرت کا ایک محب ومخلص تھا وہ بڑی بشاشت اور عاجزی سے پیش آیا جب آپ اس کے مکان میں اترے تو آپ نے اس کے اضطراب و بے قراری کو دیکھ کر فرمایا کہ سچ بتاؤ۔اس اضطراب کا سبب کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ گھر میں دودھ کا پنیر تو حاضر ہے مگر روٹی موجود نہیں۔ حضرت خواجہ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا ''وہ روٹی لاؤ تم نے دیکھا کہ آخر کام آ گئی''۔

بعض رسائل میں آپ کا سنہ وصال 10 جمادی الثانی 755 ہجری بھی لکھا ہے۔مزار مبارک موضع سماس میں ہے۔(رشحات، انیس الطالبین)



حضرت خواجہ شمس الدین امیر کلال قدس سرہٗ العزیز

ولادت : 676ھ بمطابق 1278ء بمقام :سوخار نزد بخارا

وصال : 8۔ جمادالاول 722ھ مزار اقدس :سوخار ازبکستان



حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صحیح النسب سیّد ہیں۔ طریقت میں آپ کا انتساب حضرت بابا سماسی قدس سرہ سے ہے۔ آپ کا مولد قریہ سوخار ہے جو سماسی سے پانچ فرسنگ کے فاصلہ پر ہے۔ آپ کوزہ گری کا شغل رکھتے تھے۔ فارسی زبان میں کلال کوزہ گر کو کہتے ہیں۔

بیعت:

حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابتدائے جوانی میں کشتی لڑا کرتے تھے۔ ایک روز رامیتن میں آپ کشتی لڑنے میں مشغول تھے کہ خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہٗ کا گزر اکھاڑے پر ہوا۔ خواجہ ممدوح نظارہ کے لیے ایک دیوار کے سایہ میں ٹھہر گئے اور حضرت امیر کے حالات میں محو ہو گئے۔ حضرت بابا کے خدام میں سے ایک نے پوچھا کہ اے مخدوم! آپ ان لوگوں میں جو بدعت میں مشغول ہیں کس واسطے حیران ہیں۔ فرمایا کہ اس میدان میں ایک مرد ہے اور اس صید گاہ میں ایسا شکار ہے کہ کاملین زمانہ اُس کی صحبت سے فیض یاب ہوں گے کیونکہ اس کی پرواز نہایت بلند ہے ہم اسی مرد کے منتظر ہیں کہ کاش وہ ہمارے جال میں آ پھنسے۔ اسی اثناء میں اچانک حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر خواجہ بابا محمد سماسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر پڑی اور ان کے دل کا پرندہ خواجہ

کی محبت کے جال میں آ پھنسا۔ خواجہ موصوف نے اُسے اپنی قوت جاذبہ سے اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس طرح وہ بے اختیار خواجہ کے پیچھے پیچھے ان کے دولت خانہ پر پہنچے۔ اسی روز حضرت خواجہ نے ان کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی تلقین کی اور اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ اس کے بعد حضرت امیر کو کسی نے کبھی کشتی کے دنگل اور بازار میں نہیں دیکھا۔ اِس واقعہ کے بعد آپ بطریق خواجگان ریاضت میں مشغول رہے۔ یہاں تک کہ حضرت بابا کی تربیت کے سایہ میں درجہ تکمیل وارشاد پر پہنچے۔ نقل ہے کہ متواتر آٹھ سال تک آپ ہمیشہ دوشبنہ اور جمعہ کے روز نماز شام سوخار میں پڑھتے اور نماز عشاء سماس میں حضرت بابا کے ساتھ ادا کرتے اور نمازِ فجر سوخار میں ادا کرتے۔ کسی کو بھی ان کے اِس حال پر اطلاع نہ ہوئی۔

تقویٰ:

ایک روز اتفاقاً رامیتن کے ایک باغ میں حضرت امیر نے اپنے کپڑے دھوئے۔ جب ان کو خشک کرنا چاہا تو فرمایا کہ کانٹوں کی باڑوں پر نہ پھیلاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ باڑ کو نقصان پہنچے۔ اور نہ درختوں کی شاخوں پر پھیلاؤ، مبادا کہ شاخیں ٹیڑھی ہو جائیں اور زمین پر بھی نہ پھیلاؤ تاکہ مویشیوں کی گھاس خراب نہ ہو۔ یہ سن کر لوگ عاجز آ گئے اور پوچھنے لگے کہ اے امیر! آپ کپڑے کس طرح خشک کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے کپڑوں کو اپنی پیٹھ پر پھیلا لیا کرتا ہوں اور پیٹھ سورج کی طرف کر کے خشک کر لیا کرتا ہوں۔ پھر فرمایا۔ اگر باڑ کو نقصان پہنچے یا کسی درخت کی شاخ ٹیڑھی ہو جائے یا مویشیوں کی گھاس خراب ہو جائے تو باغ کے مالک کے آگے کیا عذر پیش کرو گے؟ یہ عمل تم خلاف شریعت کرتے ہو۔ دوسرے کی ملک میں تصرف جائز نہیں۔ گناہ کو خواہ صغیرہ ہو، سہل نہ سمجھو۔ آدمی گناہ کو سہل سمجھنے کے سبب سے دوزخ میں جاتا ہے۔ اسی حال میں حضرت امیر کی زبان مبارک سے نکلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ترجمہ: ''اصرار کے ساتھ کوئی صغیرہ نہیں (بلکہ کبیرہ ہو جاتا ہے) اور استغفار کے ساتھ کوئی کبیرہ نہیں رہتا۔''

بعد ازاں فرمایا کہ راہ خدا کسی پر نہیں کھلتی جب تک کہ وہ تقویٰ کو اپنا شعار نہ بنائے۔ یہ

بیعت کے بعد کا حال ہے۔

زہد:

جب امیر تیمور نے سمرقند میں قیام کیا تو ایک قاصد کو حضرت امیر کلال کی خدمت میں بھیجا کہ آپ یہاں قدم رنجہ فرمائیں اور اس ولایت کو اپنے قدم مبارک سے مشرف کریں۔ کیونکہ ہمارا آنا دشوار ہے۔

'' اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا ''

ترجمہ: ''تحقیق بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں۔ تو اس کو خراب کر دیتے ہیں۔ (سورہ نمل، ع ۳) آیت ۳۴

وہ قاصد حضرت امیر کی خدمت میں آیا۔ حضرت نے عذر کیا اور فرمایا کہ ہم اسی جگہ دعا گوئی میں مشغول ہیں اور اپنے صاحبزادے امیر عمر نام کو عذر خواہی کے لئے بھیجا اور اس سے فرما دیا کہ امیر تیمور تم کو انعام یا جاگیر دے گا تم ہرگز قبول نہ کرنا۔ اگر قبول کرو تو ہمارے پاس نہ لانا۔ کیونکہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے ایسے معاملے قبول نہیں فرمائے۔ اگر تم قبول کرو گے تو اپنے جد بزرگوار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی مخالفت کرو گے۔ علاوہ ازیں درویش ہر وقت مومنوں کے لیے دعا میں مشغول رہتے ہیں۔ اگر وہ دنیا کی طرف میلان کریں تو ان کی دعا حجاب میں ہو جاتی ہے۔ جب امیر عمر امیر تیمور کے پاس پہنچے تو عذر خواہی کی اور چند روز کے بعد اجازت طلب کی۔ امیر تیمور نے کہا کہ میں نے تمام بخارا تمہیں عطا کیا۔ سید ممدوح نے قبول نہ کیا۔ تیمور نے کہا سارا نہیں تو کچھ حصہ قبول کرو۔ آپ نے انکار کیا کہ اجازت نہیں۔ تیمور نے کہا کہ میں حضرت امیر کے مناسب حال کیا بھیجوں کہ ہمارا تقرب ہو جائے۔ سید امیر عمر نے کہا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ درویشوں کے دل میں تمہارا تقرب ہو جائے تو تقویٰ اور عدل کو اپنا شعار بناؤ کیونکہ حق تعالیٰ اور خاصان حق کے قرب کا ذریعہ یہی چیزیں ہیں۔

کرامات:

1)۔ حضرت امیر کلال کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں جب آپ پیٹ میں تھے اگر اتفاقاً کبھی مشتبہ لقمہ میرے پیٹ میں چلا جاتا تو اس قدر درد ہوتا کہ میں بے ہوش ہو جاتی اور بعد میں مجھے قے کر کے وہ مشتبہ کھانا نکالنا پڑتا۔ جب یہ کیفیت کئی بار گزری تو مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ بات اس بچے کے قدم کی برکت سے ہے جو میرے پیٹ میں ہے۔

2)۔ بیعت سے قبل حضرت امیر کلال کشتی لڑ رہے تھے۔ حاضرین کی ایک سیاہ باطن جماعت غیبت کرنے لگی کہ ایسے بزرگ زادہ اور سید زادہ کو اس کام میں جو بدعت ہے، مشغول نہ ہونا چاہیے۔ اسی وقت اُس جماعت پر خواب نے غلبہ کیا۔ خواب میں دیکھتے ہیں کہ قیامت برپا ہے اور وہ کیچڑ میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہر چند کوشش کرتے ہیں مگر نکل نہیں سکتے۔ ناگاہ حضرت امیر کلال ان کے پاس پہنچتے ہیں اور ان کو اس کیچڑ سے نکال لاتے ہیں۔ جب وہ بیدار ہوئے تو حضرت امیر نے ان کے کان پکڑ کر کہا کہ یارو! ہم اسی روز کے لیے زور آزمائی کرتے ہیں۔ تم درویشوں کے حق میں بداعتقاد نہ بنو۔ جب انہوں نے یہ حال دیکھا تو سب نے توبہ کی اور مردان خدا بن گئے۔ جس بزرگ کا یہ حال کشتی لڑنے کے وقت ہو مابعد کو اُسی پر قیاس کر لینا چاہیے۔

3)۔ ایک روز حضرت امیر اپنے اصحاب کے ساتھ خواجہ ابو حفص کبیر بخاری نور اللہ مرقدہ کی مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ اور مناسک حج بالتفصیل بیان فرما رہے تھے۔ ایک بداعتقاد شخص کے دل میں خیال آیا کہ حضرت امیر نے کعبہ کو کب دیکھا ہے کہ بیان کر رہے ہیں۔ یہ مسائل تو وہ بیان کرے جس نے کعبہ کو دیکھا ہو۔ کچھ دیر کے بعد حضرت امیر باہر نکلے اور اس شخص کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ اے ناداں! دیکھ تجھے کیا دکھائی دیتا ہے۔ اُس نے جو نظر اٹھائی تو دیکھا کہ کعبہ حضرت امیر کے سر پر طواف کر رہا ہے۔ حضرت نے فرمایا۔ اے نادان! جس کے پاس ایک درہم نہ ہو وہ اس خیال میں ہے کہ کسی کے پاس کچھ نہیں تاوقتیکہ تیرے دل کی آنکھ نہ کھلے تجھے کچھ نظر نہ آئے گا۔

(4)۔ ایک روز حضرت امیر کے اصحاب کی ایک جماعت حضرت جگر دوں اتا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار کی زیارت کو گئی۔ جب انہوں نے کچھ فاصلہ طے کیا۔ تو دیکھتے ہیں کہ ایک شیر ان کے راستے میں کھڑا ہے وہ حیران ہوئے، اتنے میں حضرت امیر تشریف لائے اور شیر کی گردن پکڑ کر

راستہ سے ایک طرف کر دیا۔ جب وہ گزر گئے تو شیر نے بطور تعظیم سر جھکایا اور چل دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اصحاب نے حضرت سے پوچھا کہ یہ کیا حالت تھی۔ فرمایا کہ جو ظاہر و باطن میں حق تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ سب چیزیں اس سے ڈرتی ہیں۔

(5)۔ ایک روز حضرت خواجہ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سلطان کے دربار میں جلادی میں مشغول تھے۔ ایک مجرم پیش ہوا۔ سلطان نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ خواجہ ممدوح اُسے قصاص گاہ میں لے گئے اُس کی آنکھیں باندھ لیں۔ تلوار کھینچی۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا۔ اور تلوار اُس کی گردن پر ماری مگر تلوار نے اثر نہ کیا۔ دوسری بار اسی طرح کیا مگر تلوار نے اثر نہ کیا تیسری بار ایسا ہی کیا گیا مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ حضرت خواجہ نے دیکھا کہ تلوار کھینچتے وقت مجرم ہونٹ ہلاتا تھا اور منہ میں کچھ کہتا تھا۔ حضرت خواجہ نے پوچھا۔ خدا کی عزت کی قسم کہ جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں تو سچ بتا کہ کیا کہتا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ میں اپنے شیخ کو یاد کرتا تھا۔ حضرت خواجہ نے پوچھا کہ تیرا شیخ کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرے شیخ سید امیر کلال ہیں۔ پوچھا کہ اس وقت کہاں ہیں؟ جواب دیا کہ علاقہ بخارا میں قریہ سوخار میں ہیں۔ یہ سن کر حضرت خواجہ نے تلوار پھینک دی اور فوراً روانہ ہوئے فرماتے تھے کہ وہ بزرگ جو مرید کو تلوار کے نیچے سے بچالے اگر کوئی اس کی خدمت بجالائے تعجب نہیں کہ حق تعالیٰ اُسے دوزخ کی آگ سے بچالے۔

(6)۔ ایک روز حضرت امیر جامع مسجد بخارا سے نماز جمعہ ادا کر کے اپنے گھر کو روانہ ہوئے۔ راستے میں فتح آباد و کلا آباد کے درمیان امیر تیمور مع فوج خیمہ زن تھا۔ حضرت نے اپنے یاروں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ انہوں نے عرض کی کہ یہ امیر تیمور کا خیمہ ہے۔ امیر تیمور یہ سن کر خیمہ سے نکلا اور حضرت کی خدمت میں عرض کی اے مخدوم! میں آج آپ کی زبان سے کچھ سننا چاہتا ہوں۔ جس سے میرے دل کو کچھ تسکین ہو۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ فقیر جب تک حضرت عزیزاں کی روحانیت سے اشارہ نہ پائے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ جب حضرت امیر گھر پہنچے تو نماز عشاء کو جماعت کے ساتھ ادا کر کے حضرت عزیزاں کی روحانیت کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے

ایک محرم شیخ منصور کو جو قراماں میں رہتا تھا طلب کر کے ارشاد فرمایا کہ فوراً امیر تیمور کے پاس جاؤ اور اسے پیغام دو کہ مشائخ بخارا کی ارواح طیبہ نے مملکت خوارزم تمہیں عطا کر دی ہے۔ تم بلا توقف سوار ہو کر وہاں پہنچ جاؤ۔ امیر تیمور نے ایسا ہی کیا اور خوارزم سے کامیاب وشاداب واپس آیا۔

(7)۔ ایک روز حضرت امیر اپنے اصحاب کے ساتھ بخارا کی جامع مسجد کو جارہے تھے ایک کسان اپنے کھیت میں کام کر رہا تھا۔ اس کے غلام نے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ آقا نے جواب دیا کہ یہ مفت خورے ہیں۔ حضرت امیر نے نور کرامت سے معلوم کرلیا اور اسی وقت فرمایا کہ یارو! درویشوں کے حق میں بے اعتقادی نہ کرو اور ان کو چشم حقارت سے نہ دیکھو تا کہ دنیا سے ذلیل و خوار ہو کر نہ جاؤ۔ جب مسجد سے واپس آئے کیا دیکھتے ہیں کہ وہ شخص (آقا) دردگردہ کے سبب سے قریب الموت ہے۔ جب نزدیک پہنچے۔ تو اس نے کہا کہ مجھے حضرت امیر کے پاس لے چلو جب نزدیک لائے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ اس شخص نے تیز تیر کھایا ہے اس کا علاج نہیں ہوسکتا۔ اسے واپس لے جاؤ اس کا کام تمام ہو چکا ہے۔ چنانچہ وہ گھر پہنچتے ہی مرگیا۔

وفات:

مرض اخیر میں حضرت امیر نے اپنے اصحاب کو حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کی متابعت کا حکم دیا۔ اس پر اصحاب نے عرض کیا کہ حضرت خواجہ نے ذکر جہر میں آپ کی متابعت نہیں کی۔ حضرت امیر نے فرمایا کہ اس میں ان کا کچھ اختیار نہیں جو عمل ان پر پیش کیا گیا ہے وہ البتہ حکمت الٰہی ہے۔ سفینۃ الاولیاء میں حضرت امیر قدس سرہ کا سنہ وفات روز پنجشنبہ 8 جمادی الاولیٰ 772 ہجری مذکور ہے۔ مزار مبارک سوخار میں ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت امیر کے ایک سو چودہ خلفاء تھے۔

ارشاداتِ عالیہ

حضرت امیر اپنے معارف میں اپنے دوستوں سے ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر عبادت میں تمہاری پیٹھ کبڑی ہو جائے اور ریاضت میں تمہارا جسم کمان کے چلے کی طرح باریک ہو جائے تو خدائے خالق کے جلال وعظمت کی قسم کہ تم ہرگز مقصود تک نہ پہنچو گے جب تک کہ اپنے لقمہ اور خرقہ کو پاک نہ رکھو اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعت کی پیروی نہ کرو کیونکہ تمام کاموں کی اصل اسی پر ہے۔آیۃ ''وَثِیَابَکَ فَطَهِّرْ'' (اور اپنے کپڑے پاک رکھ، سورۃ مدثر) سے اسی بات کی تاکید وتائید ہوتی ہے۔

جب حضرت امیر کلال پر ضعف غالب ہوا تو آپ نے اپنے صاحبزادوں اور دوستوں کو جمع کیا اور یہ وصیتیں فرمائیں۔

1)۔ جب تک تم زندہ ہو، طلب علم سے ایک قدم دور نہ رہو کیونکہ طلب علم تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔اول علم ایمان، دوم علم نماز، سوم علم روزہ۔ چہارم علم زکوٰۃ، پنجم علم حج اگر استطاعت ہو ششم والدین کی خدمت کا علم۔ ہفتم صلہ رحمی اور رعایت ہمسایہ کا علم۔ ہشتم خرید وفروخت کا علم اگر ضرورت ہو۔ نہم حلال وحرام کا علم کیونکہ بہت سے آدمی ایسے ہیں کہ بے علمی کے سبب سے تباہی کے بھنور میں گر پڑتے ہیں۔

2)۔ چاہیے کہ تم خداداں بنو اور خداخواں بھی اور ایسے کام میں مشغول رہو کہ جس سے دنیا کے خیال میں تمہارا دین نہ جاتا رہے۔ ہر وقت خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو کیونکہ کوئی عبادت خدا ترسی سے بہتر نہیں ہے نیز چاہیے کہ جب تم ذکر خدا میں مشغول ہو تو کلمہ لا الٰہ سے تمام ماسوائے حق کی نفی کرو اور غیر شرع باتیں نہ کرو اور کلمہ الا اللہ سے تمام مشروعات کا اثبات کرو اور اپنے دل میں اس امر کو نگاہ میں رکھو کہ کوئی عبادت وسجدے کے لائق نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے جو باپ بیٹے

اور معونت و مدد سے بے نیاز ہے جب تم نے یہ بات جان لی تو تم ذاکرین میں سے ہو گے اور جان لو کہ کپڑے کو پانی، زبان کو خدا تعالیٰ کا ذکر اور تمہارے جسم کو نماز کا ہمیشہ ادا کرنا پاک کر دیتا ہے اور تمہارے مال کو زکوٰۃ اور تمہاری راہ کو مطالبۂ حقوق کرنے والوں کی رضامندی اور تمہارے دین کو شرک سے بچنا پاک کر دیتا ہے۔ دوستو! اخلاص اختیار کرو اور اخلاص کے ساتھ رہو۔

3)۔ چاہیے کہ تم توبہ کرتے رہو، کیونکہ توبہ تمام بندگیوں کا سر ہے توبہ یہ نہیں کہ زبان سے کہو کہ میں توبہ کرتا ہوں۔ توبہ یہ ہے کہ تم پہلے اپنے گناہوں سے دل میں پشیمان ہو اور نیت کرو کہ آئندہ اس گناہ کی طرف نہ جاؤ گے اور ہمیشہ رب العزت سے ڈرتے رہو اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور اپنے مطالبہ حقوق کرنے والوں کو راضی کرو اور گریہ وزاری ایسی کرو کہ توبہ کا اثر اپنے باطن میں مشاہدہ کرو تا کہ تائب کا نام تم پر صادق آئے۔

4)۔ چاہیے کہ روزی کا غم تم اپنے دل سے نکال دو اور آخرت اور ادائے بندگی کے غم کو اپنے دل میں جگہ دو کیونکہ تمام کاموں میں اصل یہی کام ہے۔

5)۔ فرمایا کہ ارادت کیا ہے؟ ارادت خدا کی طلب، ترک عادت، وفائے عہد، ادائے امانت، ترک خیانت، اپنی تقصیر کی دید اور اپنے عمل کی نادید کا نام ہے۔

6)۔ ہر حال میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بجالاؤ۔ اور ہمیشہ دل میں غیر شرع امر اور بدعت کے منکر رہو۔ اور آیۃ:

" یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ " (سورہ تحریم ٦)

ترجمہ : ''اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔'' (سورۃ تحریم) پر غور کرو تا کہ قیامت کے دن تم درماندہ نہ ہو۔

7)۔ تمام کاموں میں اصل شریعت اور ان حدود کی حفاظت ہے جو حق تعالیٰ نے مقرر کر دی ہے وہ حدیں مکان و زمان میں اور نظر اور گفت و شنید میں اور چلنے پھرنے کھانے پینے اور نفقہ و صدقہ کے لینے اور نہ لینے میں ہیں۔ اس جگہ ان کی رعایت کر سکتے ہیں کیونکہ موقع اور فرصت کو غنیمت سمجھنا

چاہیے اور وہ کام کرنا چاہیے جو نجات کا سبب ہو اور کسب حلال کی طرف۔ اس کے بعد نفقہ کی طرف بطریق شرع متوجہ ہو اور میانہ روی اختیار کرو۔ اگر صدقہ کرو تو حلال کمائی سے کرو۔ رہے حدود روزہ، جو سال میں ایک بار آتا ہے، سو وہ اپنے تئیں صبح سے شام تک کھانے پینے اور جماع سے روکنا ہے۔ یہ نگہداشت ظاہر روزہ ہے۔ اور اپنے کان کو حرام سننے سے اور ہاتھ کو حرام پکڑنے سے اور پاؤں کو حرام چلنے سے روکنا باطنی روزہ ہے۔ حقیقت روزہ یہ ہے کہ روزہ دار اپنے دل کو تمام حالات میں بالخصوص روزے کے وقت تکبر، حسد، طمع، ریا، نفاق، کینہ اور خود پسندی سے پاک رکھے اور چاہیے کہ زکوٰۃ دے اور اُس کی حدود کی نگہداشت نہایت کوشش سے کرے کیونکہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مال کی زکوٰۃ نہیں دیتا۔ اس کی نماز اور حج اور کوئی کام قبول نہیں ہوتا نیز فرمایا ہے کہ بخیل خدا تعالیٰ سے اور بندگان خدا کے دلوں سے دور ہے اور بہشت سے دور اور دوزخ سے نزدیک ہے اور سخی خدا کی رحمت سے اور بندگان خدا کے دلوں سے نزدیک اور دوزخ سے دور ہے نیز تمہیں معلوم رہے کہ آدمی کے دین کو کوئی چیز اس طرح درست نہیں کرتی جیسا کہ حسن خلق اور سخاوت۔

8)۔ پھر حضرت امیر نے فرمایا کہ دوستو! تمہیں معلوم رہے کہ لوگ اس سبب سے مقصود حقیقی تک پہنچنے سے محروم رہتے ہیں کہ انہوں نے راہ وصول کو چھوڑ دیا ہے اور دنیاوی راہوں پر قانع ہو گئے ہیں۔ لیکن صوفی کو چاہیے کہ معرفت و توحید باری تعالیٰ میں اپنے اعتقاد کو درست رکھے اور گمراہی اور بدعت سے دور رہے اور اپنے اعتقاد میں مقلد نہ بنے اور ہر بات میں دلیل و برہان رکھتا ہو تا کہ بوقت حاجت حتی الامکان اُسے بیان کر دے۔ اے یارو! اس سے بری کوئی چیز نہیں کہ لوگ تم سے مذہب کی بات کہیں اور تمہیں معلوم نہ ہو کہ یہ دلیل عقلی ہے کیونکہ دوسروں کے لیے غیبت ہے۔ تو اس گروہ کے لیے کشف ہے۔ جو کچھ معرفت سے دوسروں کا مقصود ہے، اُن کے لیے حق سے موجود ہے۔ کیونکہ دوسرے اہل استدلال ہیں اور ہمارے یار اہل وصال ہیں۔ اس گروہ کو اُس گروہ سے کیا نسبت ہے؟ دوستو! جان لو کہ کوئی زمانہ ایسا نہیں کہ جس میں خدا کے دوستوں میں سے کوئی دوست موجود نہ ہو کہ جس کی برکت سے خدا تعالیٰ سب کو آفات و مصائب سے بچاتا ہے۔ خبردار! تم ایسے مردوں کے طالب رہنا تا کہ ہر دو جہان کی دولت تمہیں نصیب ہو۔

9)۔ چاہیے کہ تم علماء کی خدمت میں رہو اور ان کے پاس بیٹھا کرو کیونکہ وہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چراغ ہیں۔ جاہلوں اور ان کی صحبت سے دور رہو اور دنیاداروں سے صحبت نہ رکھو کیونکہ ان کی صحبت تم کو خدا سے دور کر دیتی ہے۔

10)۔ چاہیے کہ سماع یعنی رقاصوں کی مجلس میں حاضر نہ ہو اور ان کے ساتھ نہ بیٹھو، کیونکہ سماع کی کثرت اور اہل سماع کی صحبت دل کو مردہ بنا دیتی ہے۔ رخصتوں سے دور رہو اور جہاں تک ہو سکے، عزیمت پر عمل کرو کیونکہ رخصت پر عمل کرنا ضعیفوں کا کام ہے۔

جب حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ وصیتیں کیں تو فرمایا کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے اور ہمارے دوستوں کے کام کا سرانجام ان وصیتوں کی نگہداشت پر ہو۔ پھر فرمایا کہ مشائخ متقدمین نے اپنے اپنے مریدین سے ارشادات فرمائے جن کو وہ بجا لائے۔ میں بھی امیدوار ہوں کہ خدا تعالیٰ ہمارے یاروں کو ان وصیتوں پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

مذکورہ بالا وصیتوں کے بعد حضرت امیر تنہائی کے گوشہ میں تشریف لے گئے اور تین دن تک آپ نے کسی صاحبزادے سے بات نہ کی۔ تین دن کے بعد آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور خدا کی بہت حمد کی۔ حاضرین مجلس نے سوال کیا کہ اے مخدوم! آپ نے اس مقام میں بہت حمد کی۔ ہمیں بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اس کا سبب کیا ہے؟ حضرت امیر نے فرمایا کہ تین دن سے میں مراقبہ میں تھا اور تنہائی کے گوشہ میں لوگوں کی ملاقات سے متنفر تھا اور دریائے حیرت میں غوطہ زن تھا کہ ہمارا اور ہمارے یاروں کا کیا حال ہوگا۔ ہاتف غیبی نے ہمارے باطن میں یہ ندا دی کہ اے امیر کلال! ہم نے تجھ پر اور تیرے یاروں پر اور تیرے دوستوں پر اور ان لوگوں پر کہ جن پر آپ کے مطبخ کی مکھی بیٹھی ہو رحمت کی اور سب کے گناہ معاف کر دیئے۔ تم خوش ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تم پر رحمت کرے گا اور تمہارے گناہ سے درگزر کرے گا۔ حضرت امیر اُسی دن جوارِ رحمت الٰہی میں چل بسے۔



امام الاولیاء حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ العزیز

کے احوال وآثار

ولادت : 728 ہجری بمطابق 1327ء بمقام : قصرعارفاں

وصال : 3 ربیع الاول 791 ہجری مزاراقدس : قصرعارفاں، بخارا ازبکستان



حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت باسعادت آٹھویں صدی ہجری کے آغاز میں ہوئی۔ آپ کی ولادت کے سلسلہ میں مستندترین تذکرات میں اس قدر مرقوم ہے کہ حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مریدین کی ایک جماعت کے ساتھ بخارا کے قریب سے گزرے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا؛ اس شہر سے عجیب وغریب قسم کی لطیف خوشبو مشام جان کو معطر کررہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سلسلہ ولایت کا کوئی عظیم الشان فرد اس سرزمین میں ظہور کرنے والا ہے۔ ایک مدت کے بعد دوبارہ آپ کا گذر وہیں سے ہوا تو حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا؛ اس لطیف خوشبو میں اضافہ ہوگیا ہے یقیناً وہ ہستی کہ جس کا ہمیں انتظار تھا اور جس کے نورعرفاں سے چاردانگ عالم منور ہوجائے گا وہ عالم امکان میں جلوہ افروز ہوچکی ہے۔ آپ اس خوشبو کے پیچھے پیچھے بخارا کے گلی کوچوں سے ہوتے ہوئے حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مولد مبارک تک پہنچ گئے۔

اس وقت حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ العزیز کو اس دنیا میں قدم رکھے

ہوئے صرف تین دن گزرے تھے۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کے احوال و آثار اور آپ کے مقام کا صحیح تعین کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ آپ کے ادوار اور صدیوں کا ایک سرسری جائزہ لیا جائے۔ آپ کی ولادت باسعادت سے پہلے وسط ایشیا کا علاقہ منگولوں کی بربریت اور ہولناکیوں سے شعلہ زار بنا ہوا تھا۔ کشت و خون کا بازار سرگرم تھا۔ اہل اسلام کی تہذیب و ثقافت اور پاکیزہ اسلامی اقدار سب تہس نہس ہو چکی تھیں۔ انسانیت چنگیزیوں کی دست برد سے نوحہ کناں تھی۔ جس طرح فطرت الٰہیہ کا اصول ہے کہ ہر شر انتہا پر پہنچنے کے بعد خیر کے لیے جگہ بنا دیتا ہے اور خزاں کے بعد بہار کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اس تاخت و تاراج اور بربادی و خونریزی کے بعد چمن زار ہست و بود میں حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وجود اقدس ابر بہاراں بن کے آیا۔ جس نے ملت بیضا کے کشت زار کو از سر نو اتباع سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات سے زعفران زار بنا دیا۔

آپ کو آداب طریقت کی تعلیم بظاہر سید امیر کلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے۔ مگر حقیقت میں آپ اویسی ہیں، کیونکہ آپ کی تربیت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کی روحانیت سے ہوئی ہے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ اوائل احوال اور غلبات جذبات و بے قراری میں راتوں کو میں نواح بخارا میں پھرا کرتا تھا۔ اور ہر مزار پر جاتا تھا۔ ایک مرتبہ دیکھا کہ قبلہ کی جانب سے دیوار شق ہوگئی اور ایک بڑا تخت ظاہر ہوا، تخت پر ایک بزرگ بیٹھا ہے جس کے آگے ایک سبز پردہ لٹکا ہوا ہے اور اُس تخت کے گرد ایک جماعت حاضر ہے۔ میں نے اُس جماعت میں خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھا اور جان لیا کہ یہ جماعت گذشتہ بزرگوں کی ہے۔ مگر دل میں خیال آیا کہ وہ بزرگ اس جماعت میں کون ہیں۔ اتنے میں اس جماعت میں سے ایک نے کہا کہ وہ خواجہ عبدالخالق ہیں اور یہ جماعت ان کے خلفاء ہیں۔ خلفاء کے نام گن گن کر اس نے ہر ایک کی طرف اشارہ کیا کہ یہ خواجہ احمد صدیق ہیں۔ یہ خواجہ اولیائے کلاں، یہ خواجہ عارف ریوگری، یہ خواجہ محمود الخیر فغنوی اور یہ خواجہ علی رامیتنی ہیں۔ جب خواجہ محمد بابا سماسی تک پہنچا تو اشارہ کر کے کہا کہ ان کو تم نے حالت حیات میں دیکھا ہے۔ یہ تیرے شیخ ہیں۔ انہوں نے تجھے کلاہ دی ہے۔ کیا تو ان کو پہچانتا ہے۔ میں نے کہا کہ میں انکو پہچانتا ہوں۔ کلاہ کا قصہ بہت پرانا ہے، مجھے یاد نہیں رہا۔ اُس

23

نے کہا کہ وہ کلاہ تیرے گھر میں ہے اور تجھے یہ کرامت عطا ہوئی ہے کہ جو بلا نازل ہو وہ تیری برکت سے دور ہو جائے گی ۔ پھر اس جماعت نے کہا کہ غور سے سنو حضرت خواجہ بزرگ ارشادات فرمائیں گے جو تجھے راہ حق کے سلوک میں کام آئیں گے۔ میں نے اس جماعت سے درخواست کی کہ میں حضرت خواجہ کو سلام کرنا چاہتا ہوں انہوں نے وہ پردہ آگے سے اٹھا دیا۔ میں نے حضرت خواجہ کو سلام کیا۔ حضرت نے جوابدیا اور ارشادات فرمائے جو سلوک کے ابتداء و وسط و انتہا سے تعلق رکھتے تھے۔ ان میں ایک ارشاد جس کی آپ نے تاکید فرمائی، یہ تھا کہ ہر حال میں جادۂ شریعت و استقامت پر قدم رکھنا چاہیے۔ اور عزیمت و سنت پر عمل کرنا اور رخصت و بدعت سے دور رہنا چاہیے اور ہمیشہ احادیث ِ رسول اللہ ﷺ کو اپنا پیشوا بنانا اور اخبار رسول اکرم اور آثار صحابہ کرام کی تلاش میں رہنا چاہیے۔ پھر فرمایا امیر سید کلال کی خدمت میں روانہ ہو جانا جب تو پشتہ فزاخواں پر پہنچے گا تو ایک بوڑھا ملے گا جو تجھے گرم روٹی دے گا، وہ روٹی لے لینا اور حضرت عزیزاں کی کلاہ جو تیرے پاس ہے اسے اپنے ساتھ لے جانا۔ بعدازاں اس جماعت نے مجھے ہلا دیا اور میں ہوش میں آ گیا۔ صبح کو میں فوراً زیورتوں کی طرف اپنے مکان میں گیا اور متعلقین سے کلاہ کا قصہ دریافت کیا وہ بولے کہ مدت ہوئی وہ کلاہ فلاں جگہ ہے جب میں نے حضرت عزیزاں کی کلاہ دیکھی تو میرا حال دگرگوں ہو گیا اور میں بہت رویا۔ پھر میں نے اسی وقت کمر مضبوط باندھی اور دو شخصوں کو حکم دیا، پس انہوں نے پوری قوت سے ہر طرف سے میرا کمر بند کس دیا اور میں چل پڑا۔ جب میں پشتہ فزاخوں پر پہنچا تو ایک بوڑھا مجھ سے ملا۔ جس نے مجھے ایک گرم روٹی دی۔ میں نے لے لی اور اس سے کچھ بات نہ کی۔ پھر میں اُس سے آگے بڑھا اور نسف کی حد میں پہنچا تو اُس جگہ گیا جہاں حضرت سید امیر کلال تشریف رکھتے تھے۔ میں ان کی ملاقات سے مشرف ہوا۔ اور حضرت عزیزاں کی کلاہ اُن کے آگے رکھ دی۔ حضرت امیر ایک لحظہ خاموش رہے اور کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ یہ کلاہ حضرت عزیزاں کی ہے۔ میں نے کہا، ہاں۔ حضرت امیر نے فرمایا کہ اس کے بارے میں اشارہ یوں ہوا ہے کہ اس کو دو پردوں کے درمیان محفوظ رکھو۔ میں نے قبول کیا اور کلاہ لے لی۔ بعدازاں حضرت امیر نے مجھے ذکر کی تلقین کی اور بطریق خفیہ نفی و اثبات میں مشغول کیا میں ایک مدت تک اس سبق میں مشغول رہا۔ میں نے جیسا

کہ واقعہ میں مامور ہوا تھا عزیمت پر عمل کیا اور ذکر بالجہر نہ کیا۔ چونکہ مجھے اخبار و آثار رسول اللہ و صحابہ کرام کی تقلید کا حکم دیا گیا تھا اس لیے علماء کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا اور احادیث پڑھا کرتا اور آثار صحابہ معلوم کیا کرتا تھا اور ہر ایک پر عمل کیا کرتا تھا اور اس کا نتیجہ اپنے باطن میں مشاہدہ کرتا تھا۔

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اوائل احوال میں ایک دفعہ نو ماہ تک فیض کا دروازہ مجھ پر بند رہا۔ میں کمزور اور بے چین ہو گیا۔ میں نے چاہا کہ مخلوق کی خدمت و ملازمت میں مشغول ہو جاؤں۔ اس حال میں میرا گذر ایک مسجد پر ہوا جس پر یہ شعر لکھا ہوا نظر آیا

اے دوست بیا کہ ما ترائیم
بیگانہ مشو کہ آشنائیم

جب میں نے یہ شعر پڑھا تو مجھ پر رقت طاری ہوئی۔ اور عنایت الٰہی سے وہ دروازہ پھر مجھ پر کھل گیا۔ فرماتے ہیں کہ مبادی احوال میں ایک رات میں مسجد زیورتوں میں ایک ستون کے پیچھے روبقبلہ بیٹھا تھا۔ ناگاہ غیبت وفنا کا اثر ہونے لگا اور رفتہ رفتہ میں بے خود ہو گیا۔ اور اس حالت میں فنائے کلی کو پہنچ گیا۔ ارشاد ہوا کہ ہوشیار ہو جاؤ جو مطلوب و مقصود ہے، تمہیں مل گیا۔ کچھ دیر کے بعد میں ہوش میں آ گیا۔ فرماتے ہیں کہ اس قصہ کے بعد ایک روز ایک باغ میں تھا اور اشارہ اُس باغ کی طرف کیا جس میں آپ کا مزار مقدس واقع تھا۔ متعلقین کی ایک جماعت میرے ساتھ تھی۔ ناگاہ عنایت الٰہی کے جذبات کا اثر ظاہر ہونے لگا، اضطراب و بے قراری پیدا ہوئی۔ میں اٹھ کر روبقبلہ ہو بیٹھا۔ اچانک غیبت واقع ہوئی اور وہ غیبت فنائے حقیقی تک پہنچ گئی۔ میں اس فناء میں کیا دیکھتا ہوں کہ میری روح کو آسمانوں کے ملکوت سے آگے لے گئے اور اس مقام پر پہنچا کہ میری روح ستارہ کی شکل میں نور بے نہایت کے دریا میں محو و ناپید ہو گئی۔ اور میرے قالب میں حیات ظاہری کا کچھ نشان نہ رہا۔ میرے گھر والے اور متعلقین اُس حالت میں گریہ زاری کرتے تھے یہاں تک کہ میں آہستہ آہستہ دوبارہ وجود بشریت میں آ گیا۔ وہ غیبت وفناء کم و بیش چھ گھنٹے رہی تھی۔

مشائخ سے استفاضہ:

خواجگان نقشبندیہ کے سلسلہ میں خواجہ محمود انجیر فغنوی کے وقت سے سید امیر کلال کے زمانے تک ذکر خفی کو ذکر جہری کے ساتھ جمع کیا کرتے تھے۔ مگر خواجہ نقشبند ذکر خفی کیا کرتے تھے۔ اور ذکر جہر سے پرہیز کرتے تھے اور جب حضرت امیر کے اصحاب حلقہ میں ذکر علانیہ کرتے تو حضرت خواجہ مجلس سے اٹھ جایا کرتے تھے۔ حضرت امیر کے اصحاب پر یہ ناگوار گزرتا مگر حضرت خواجہ حضرت امیر کی خدمت وملازمت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے اور ہمیشہ سر تسلیم ان کی ارادت و متابعت کے آستان پر رکھتے اور حضرت بھی روز بروز حضرت خواجہ کی طرف زیادہ التفات کرتے یہاں تک کہ ایک روز آپ کے اصحاب کی ایک جماعت نے خلوت میں آپ کی خدمت میں حضرت خواجہ کی شکایت کی۔ حضرت امیر نے اُس خلوت میں کچھ جواب نہ دیا۔ مگر بعد ازاں ایک دن آپ کے تمام اصحاب چھوٹے بڑے جن کی تعداد پانچ سو تھی سوخار میں مسجد و جماعت خانہ اور دیگر مکانات کی تعمیر کے لیے جمع تھے اور ہر ایک کام میں لگا ہوا تھا۔ جب مٹی کا کام تمام ہوا تو آپ نے اُس مجمع میں شکایت کرنے والوں سے فرمایا کہ تم میرے فرزند بہاء الدین کے حق میں بدگمانی کرتے ہو اور غلطی سے ان کے بعض احوال کو قصور پر محمول کرتے ہو، تم نے اُس کو نہیں پہچانا، حق تعالیٰ کی نظر خاص ہمیشہ اس کے شامل حال ہے اور بندگان حق تعالیٰ کی نظر حق سبحانہ کی نظر کے تابع ہے اُس کے حق میں مزید التفات کے بارے میں میرا کچھ اختیار نہیں۔ پھر حضرت خواجہ کو جو اینٹیں لا رہے تھے طلب کیا اور اُن سے یوں خطاب کیا:

''اے فرزند بہاء الدین! حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو تمہارے حق میں وصیت کی تھی، میں اُسے بجا لایا۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جس طرح میں نے تمہاری تربیت کی میرے فرزند بہاء الدین کی تربیت بھی اسی طرح کرنا اور کوتاہی نہ کرنا۔ سو میں نے ویسا ہی کیا ہے اور اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے یہ پستان تمہارے واسطے خشک کیے اور تمہاری روحانیت کا مرغ بشریت کے بیضہ سے نکل آیا مگر تمہاری ہمت کا مرغ بلند پرواز واقع ہوا ہے۔ ترک و تاجیک سے جس جگہ کوئی خوشبو تمہارے دماغ میں پہنچے طلب کرو اور اپنی ہمت کے بموجب طلب میں کوتاہی نہ کرو۔'' اس ارشاد کے مطابق حضرت خواجہ سات سال

مولانا عارف دیک کرانی کی خدمت میں رہے اوران کی متابعت اور تعظیم وآداب بجالاتے رہے چنانچہ وضو کے وقت نہر کے کنارے مولانا سے نیچے کی طرف وضو کرنے بیٹھتے اور چلتے وقت مولانا کے قدم پر قدم نہ رکھتے۔ بعدازاں قثم شیخ کی خدمت میں دو تین مہینے رہے۔ جب پہلے پہل شیخ کی خدمت میں پہنچتے ہیں تو شیخ اُس وقت خربوزہ کھارہے تھے۔ شیخ نے چھلکا آپ کی طرف پھینک دیا۔آپ نے بر سبیل تبرک کھالیا۔اسی مجلس میں تین بارایسا ہی واقعہ میں آیا۔اسی اثناء میں شیخ کے خادم نے آکر اطلاع دی کہ تین اونٹ اور گھوڑے گم ہو گئے ہیں۔شیخ نے حضرت خواجہ کی طرف اشارہ کیا۔حضرت خواجہ مراقب ہوکر متوجہ ہو گئے۔نماز شام کے ادا کرنے کے بعد خادم نے خبر دی کہ اونٹ اور گھوڑے خود بخود آ گئے ہیں۔ بعدازاں بارہ سال حضرت اتا کی خدمت میں رہے۔ چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں کہ اوائل حال میں ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت حکیم اتاقدس سرہ جو کہ کبار مشائخ ترک سے تھے مجھ سے ایک درویش کی سفارش فرماتے ہیں۔ جب میں بیدار ہوا تو اُس درویش کی صورت میرے ذہن میں تھی۔ میں نے اپنی دادی سے جو صالحہ تھیں ،اس خواب کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ بیٹا! تجھے مشائخ ترک سے کچھ فیض پہنچے گا۔ میں ہمیشہ اُس درویش کی ملاقات کا طالب رہا۔ایک روز بازار بخارا میں اُس سے میری ملاقات ہوگئی میں نے اس کو پہچان لیا،اُس کا نام خلیل اتا تھا۔اس وقت تو اس کی صحبت میسر نہ ہوئی۔ جب میں گھر پہنچا اور شام ہوگئی تو ایک قاصد آیا کہ وہ درویش خلیل آپ کو یاد کرتے ہیں۔ میں نے کچھ تحفہ ساتھ لیا اور بڑے نیاز وشوق سے ان کی خدمت میں گیا۔ جب میں اُن کی ملاقات سے مشرف ہوا تو میں نے چاہا کہ وہ خواب ان سے بیان کروں مگر خود انہوں نے ترکی زبان میں مجھ سے فرمایا کہ جو کچھ تمہارے دل میں ہے وہ ہمارے سامنے عیاں ہے، بیان کی ضرورت نہیں ہے، یہ سن کر میرا حال دگرگوں ہوگیا۔اور میرا میلان خاطران کی طرف زیادہ ہوگیا۔ان کی صحبت میں عجیب حالات دیکھنے میں آتے تھے۔ اتفاقاً کچھ مدت کے بعد ان کو ماوراء النہر کی بادشاہی مل گئی۔ایک دفعہ ایام سلطنت میں ایک کام کے لیے میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔انہوں نے مجھے اپنی ملازمت و خدمت کی عزت بخشی۔ بادشاہت کے زمانے میں بھی ان سے بڑے بڑے حالات ظہور میں آتے اور میرا میلان خاطران کی طرف اور زیادہ ہوا۔ وہ مجھ پر بڑی شفقت کرتے تھے اور کبھی

مہربانی سے اور کبھی غصہ سے مجھے آداب خدمت سکھاتے ۔ جس سے مجھے بہت سے فوائد حاصل ہوئے ان آداب کی تعلیم اس راہ کی سیر و سلوک میں مجھے بہت کارآمد ہوئی ۔ میں ان کے عہد سلطنت میں چھ سال اس طریق پر ان کی خدمت میں رہا کہ مجلس عام میں آداب سلطنت بجالاتا اور تنہائی میں ان کا محرم خاص تھا ۔ اپنے خواص بارگاہ کے سامنے آپ اکثر یوں فرمایا کرتے کہ جو شخص رضائے حق تعالیٰ کے لیے میری خدمت کرے گا وہ خلق میں بزرگ ہو جائے گا ۔ مجھے معلوم تھا کہ آپ کا مقصود کون اور کیا ہے ۔ اس سے آپ کا اشارہ اس امر کی طرف تھا کہ بادشاہوں کا اعزاز واکرام ان کی ظاہری عظمت کی وجہ سے نہ کرنا چاہیے بلکہ اس واسطے کرنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو اپنے جلال و بزرگی کا مظہر بنایا ہے ۔ اس مدت کے بعد جب ان کی سلطنت کو زوال آیا تو ایک دم میں وہ خدام وحشم وملک ختم ہو گئے یہ دیکھ کر دنیا کا تمام کام میرے دل پر سرد ہو گیا اور میں بخارا میں آیا اور زیورتوں میں جو دیہات بخارا سے ہے ساکن ہو گیا۔

سیر مقامات:

فرمایا کہ منازل و مقامات کے طے کرنے میں حضرت حسین بن منصور حلاج کی صفت دو مرتبہ میرے وجود میں ظاہر ہوئی نزدیک تھا کہ وہ آواز جوان سے ظہور میں آئی تھی مجھ سے بھی ظاہر ہو جائے بخارا میں ایک سولی تھی ، دونوں دفعہ میں اپنے تئیں اس سولی کے نیچے لے گیا اور کہا کہ تیری جگہ یہی سولی ہے چنانچہ عنایت الٰہی سے میں اس مقام سے عبور کر گیا۔

فرمایا کہ میں نے سلطان بایزید اور شیخ جنید اور شیخ شبلی اور ابن منصور حلاج کے مقامات کی سیر کی ۔ جہاں وہ پہنچے تھے ، میں بھی وہاں پہنچا ۔ یہاں تک کہ صفات انبیاء کی سیر میں ایسی بارگاہ میں پہنچا کہ جس سے بڑی کوئی بارگاہ نہ تھی ۔ میں نے جان لیا کہ یہ بارگاہ محمدی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ ہے ۔ سلطان العارفین جب اس بارگاہ تک پہنچے تھے تو انہوں نے چاہا کہ سیر کرنے میں آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی مماثلت کریں اس لیے ان کی پیشانی پر دستِ ردّ مارا گیا تھا ۔ مگر میں نے ایسی گستاخی نہ کی بلکہ سرنیاز و تعظیم آپ کے آستانہ عزت واحترام پر رکھ دیا۔

تربیت مریداں:

حضرت علاء الحق والدین قدس سرہ فرماتے تھے کہ ہمارے مرشد حضرت خواجہ کی نظر عنایت کی برکت سے طالبوں کا یہ حال تھا کہ قدم اول میں سب سعادت مراقبہ سے مشرف ہو جاتے تھے۔ جب نظر عنایت زیادہ ہوتی تو درجہ عدم کو پہنچ جاتے۔ جب اس سے بھی زیادہ نظر عنایت ہوتی تو مقام فناء کو پہنچ جاتے اور فانی از خود اور باقی بحق ہو جاتے۔ اس حال میں حضرت خواجہ یوں فرمایا کرتے کہ ہم تو دولت وصال کے واسطہ ہیں۔ ہم سے منقطع ہو کر مقصود حقیقی کو ملنا چاہیے اور ارباب تکمیل وایصال کا طریقہ یہ ہے کہ اس راستی کے بچوں کو طریقت کے گہوارے میں لٹاتے ہیں اور تربیت کے پستان سے دودھ پلاتے ہیں۔ یہاں تک کہ حد فصال کو پہنچ جاتے ہیں۔ اس کے بعد ان سے دودھ چھڑاتے ہیں اور بارگاہ کا محرم بناتے ہیں۔ تا کہ حضرت عزوجل احسانہ سے بلاواسطہ فیض حاصل کر سکیں۔

زہد ومعاشرت:

حضرت خواجہ فقیر تھے اور ہمیشہ فقر کی تائید کیا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ہم نے جو کچھ پایا ہے، محبت فقر سے پایا ہے۔ آپ کے دولت خانہ میں موسم سرما میں خاشاک مسجد ہوا کرتا اور گرما میں پرانا بوریا۔ ہر چیز بالخصوص طعام میں حلال کی رعایت اور شبہات سے اجتناب میں نہایت احتیاط فرمایا کرتے تھے۔ اپنی مجلس میں ہمیشہ اس حدیث نبوی کو بیان فرمایا کرتے تھے۔

''**ترجمہ**: عبادت میں جزو ہیں۔ جن میں سے نو طلب حلال ہیں اور ان میں سے ایک باقی عبادات ہیں''

باوجود کمال فقر کے آپ میں ایثار اعلیٰ درجہ کا تھا۔ جو شخص آپ کی خدمت میں ہدیہ لاتا۔ اتباع سنت کے طور پر آپ اسی قدر یا زیادہ اس کے ساتھ احسان کرتے۔ اگر کوئی دوست یا مہمان آپ کے در دولت پر آتا جب شام ہوتی۔ کھانا جس میں کچھ تکلف ہوتا، لاتے اور اُس کے آگے رکھتے اور ایک طرف چراغ رکھ دیتے تا کہ وہ کھانا کھا لے۔ اگر وہ سو جاتا اور ہوا سرد ہوتی تو خواہ گھر میں فقط ایک کپڑا ہو اس کو مہمان پر ڈال دیتے۔ آپ کا گزارہ زراعت سے تھا۔ ہر سال

کچھ جو اور کچھ ماش بوتے۔ بیج، زمین اور بیلوں سے کام لینے میں بڑی احتیاط کیا کرتے۔ اکابر و علماء جو حاضر خدمت ہوتے، آپ کا طعام بطور تبرک کھایا کرتے۔ شہر میں آپ کا کوئی مکان ملکیتی نہیں تھا۔ بطور عاریت رہا کرتے۔ آپ کے ہاں کوئی خادم یا خادمہ نہ تھی۔ جب وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا۔ بندگی باخواجگی راست نمے آید۔ آپ فرماتے تھے کہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے حجروں میں جَو کا آٹا چھلنی سے نہ چھانا جاتا۔ (صحیح بخاری، کتاب الاطعمہ) اس لیے چند روز ہمارے گھر میں جَو کا آٹا بغیر چھانے پکتا۔ تمام متعلقین وفرزندان بیمار ہو گئے۔ مجھے معلوم ہوا کہ اس کا باعث یہ تھا کہ اہل بیت رسالت کے ساتھ بےادبی کی گئی۔ کیونکہ اس کھانے میں صورت مساوات کی تشبیہ پیدا ہوگئی۔ بے شک متابعت میں بہت کوشش کرنی چاہیے۔ مگر حقیقت میں اپنے تئیں ہر امر میں مقصر خیال کرنا چاہیے۔ بعدازاں جو کا آٹا نہ پکایا گیا۔ تمام تندرست ہو گئے۔

حضرت خواجہ اکثر اوقات کھانا پکاتے اور دستر خوان کی خدمت خود کیا کرتے تھے اور درویشوں کو بالخصوص طعام کھانے کے وقت وقوف وحضور کی رعایت کا حکم دیتے اور تاکید کرتے۔ اگر چہ دستر خوان پر بڑا اجتماع ہوتا مگر جب ان میں کوئی غفلت سے لقمہ کھاتا تو آپ براہ شفقت و تربیت اُسے آگاہ فرماتے اور لقمہ کھانے سے روک دیتے۔ اگر کھانا غصہ اور کراہت سے پکا ہوتا تو آپ نہ کھاتے اور درویشوں میں سے بھی کسی کو کھانے نہ دیتے۔

ایک درویش آپ کی خدمت میں کھانا لایا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیں یہ کھانا نہیں چاہیے۔ کیونکہ غصہ کی حالت میں پکایا گیا ہے۔

اگر کوئی شخص کفگیر کو غصے یا کراہت کی حالت میں دیگ میں مارتا آپ اُس کھانے کو نہ کھاتے اور فرماتے۔ جو کام غضب و غفلت یا کراہت و دشواری سے کیا جائے۔ اس میں خیر و برکت نہیں۔ کیونکہ اس میں نفس و شیطان کا دخل ہو جاتا ہے۔ اُس سے اچھا نتیجہ کب پیدا ہو سکتا ہے۔ اعمال صالحہ اور افعال حسنہ کے صدور کی بناء طعام حلال پر ہے۔ جو وقوف و آگاہی سے کھایا جائے۔ تمام اوقات بالخصوص نماز میں حضوری اسی سے حاصل ہوتی ہے۔

کرامات:

ایک روز حضرت خواجہ ایک درویش کو کسی طرف روانہ کررہے تھے۔ آپ نے حسب عادت اُس کو بغل میں لیا اور اُس پر نظر عنایت ڈالی۔ اتفاقاً اخی محمد در آہنی جو حضرت خواجہ کے بڑے درویشوں میں تھا۔ اُس درویش کے آگے آگے جاتا تھا۔ ایک ساعت کے بعد وہ درویش گر پڑا اور اس کی روح قالب سے نکل گئی۔ جب اخی محمد نے یہ حال دیکھا تو وہ جلدی حضرت خواجہ کی خدمت میں پہنچا اور ماجرا عرض کیا۔ حضرت خواجہ اُس درویش کے پاس تشریف لے گئے اور اپنا قدم مبارک اس کے سینے پر رکھا۔ وہ ہلنے لگا اور اُس کی روح قالب میں آ گئی۔ بعد ازاں حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میں نے اس کی روح چوتھے آسمان میں پائی اور وہاں سے واپس کرلی۔

ایک صحیح النسب سید نے جو حضرت خواجہ سے محبت وعقیدت رکھتا تھا یہ حکایت بیان کی کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ ادائیگی حج بیت اللہ شریف کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ جس روز حاجی قربانیاں دے رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم بھی قربانی دیتے ہیں۔ ہمارا ایک لڑکا ہے۔ اُسی کو قربان کردیتے ہیں۔ جو درویش اُس سفر میں آپ کے ساتھ تھے انہوں نے یہ بات لکھ لی۔ جب بخارا میں واپس آئے تو معلوم ہوا کہ جس روز کعبہ میں حضرت خواجہ کی زبان مبارک پر وہ الفاظ جاری ہوئے تھے اسی دن بخارا میں آپ کا وہ لڑکا فوت ہوا تھا۔

حضرت خواجہ علاؤالدین عطار بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ درویشوں کی جماعت کے ساتھ شہر بخارا میں دروازکلاباد میں ایک درویش کے مکان پر تشریف رکھتے تھے۔ اتفاقاً وہ درویش حضرت خواجہ کے لئے کلاہ نوروزی سی رہا تھا۔ ایسی کلاہ کو امراء و حکام ہی پہنا کرتے تھے۔ آپ اس وقت حالت بسط میں تھے۔ آپ کی حالت سے درویشوں میں بڑا ذوق پیدا ہو رہا تھا۔ اسی حالت میں حضرت خواجہ نے فرمایا کہ چونکہ ہم نے سلاطین کی ٹوپی سر پر رکھی ہے، چاہیے کہ سلطنت میں تصرف کریں۔ بتاؤ سلاطین میں پہلے کس پر زد کریں۔ ایک درویش پہلوان محمود نامی نے حاکم ماوراء النہر کا نام لیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نے اسی پر زد کی۔ حاضرین مجلس نے وہ تاریخ لکھ لی۔ آپ نے اسی وقت ایک خط امیر بخارا کی طرف لکھا، جو ... موصوف سے بھاگ کر کابل چلا آیا تھا اور وہ خط ایک کابل جانے والے کے ہاتھ دے دیا اُس

خط کا مضمون یہ تھا کہ ایسا واقعہ وقوع میں آ گیا ہے تمہیں چاہئے کہ پانچ سو نیاز نذرانہ بذریعہ حامل خط درویشوں کی خدمت میں روانہ کر دو۔ چندروز کے بعد خبر آئی کہ حاکم ماوراء النہر قتل ہو گیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ اسی تاریخ قتل ہوا تھا۔ یہ سن کر سب تعجب کرنے لگے اور کہنے لگے کہ حق تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کو ایسے تصرفات عطا فرمائے ہیں۔ حضرت خواجہ فرماتے تھے۔ دوستو! جس وقت ہم سے ایسا امر ظہور میں آتا ہے ہم درمیان نہیں ہوتے۔ جو کچھ درویشوں سے صادر ہوتا ہے۔ اس میں ان کا کچھ اختیار نہیں ہوتا۔ طالبوں کی رہنمائی کے لئے ایسا ہوتا ہے۔

حکایت ہے کہ حضرت خواجہ غدیوت میں تھے۔ ایک جماعت کچھ انار آپکی خدمت میں لائی اس جماعت میں درویش محمد زاہد بھی تھا۔ حضرت خواجہ نے انار تقسیم کر کے فرمایا کہ کھاؤ محمد زاہد نے کہا کہ میرا غلام بھاگ گیا ہے اس لئے مجھے بہت تشویش ہے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ وہ کسی طرف نہیں جا سکتا۔ دو دن اور دو رات ہمارے پاس ٹھہرو۔ تیسرے روز زیورتون کی طرف اپنے مکان میں چلے جانا غلام کی خبر تم کو مل جائے گی۔ محمد زاہد نے ایسا ہی کیا۔ تیسرے روز جب وہ اپنے مکان میں پہنچا تو بیشتر اس سے کہ حضرت خواجہ کی بشارت اپنے اہل و عیال سے بیان کرے غلام دروازے سے داخل ہوا۔ محمد زاہد اور اس کے گھر والوں نے تعجب کیا اور غلام سے کیفیت دریافت کی۔ اس نے کہا کہ جب میں بخارا سے نکلا تو میں نے نسف کی طرف جانے کا قصد کیا میں نے کچھ راستہ طے کیا تھا کہ میرے پاؤں میں ایک بیڑی لگ جاتی اور تین دن یہی حال رہا میں سمجھ گیا کہ یہ کیفیت دوسری جگہ سے ہے۔ میں لوٹ کر آپ کی خدمت میں آ گیا مجھے معاف فرمائیے۔

ایک روز حضرت خواجہ قصر عارفاں میں تھے اور شیخ غدیوت سے آئے تھے۔ وہ ایک جوان کے قصور کی عذر خواہی کرنے تھے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ نذرانہ چاہئے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ایک بیل لاتا ہوں حضرت خواجہ نے فرمایا کہ نذرانہ میں بیل قبول نہیں اڑتالیس دینار عدلی جو غدیوت میں تم نے مدت سے دیوار کے سوراخ میں چھپائے ہوئے ہیں اور دھوئیں نے وہ جگہ سیاہ کر دی ہے نذرانہ میں لانے چاہیں یہ سن کر شیخ شادی کا حال دگرگوں ہو گیا اس لئے کہ سوراخ میں چھپاتے وقت کسی کو اطلاع نہ تھی۔ وہ جلدی غدیوت میں گئے اور وہ دینار خدمت میں

پیش کئے حضرت خواجہ نے ان میں سے ایک دینار شیخ شادی کو واپس کر دیا اور فرمایا کہ یہ حرام ہے۔ تجھے یہ کہاں سے ملا اس وقت شیخ شادی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان سینتالیس دیناروں سے ایک بیل خرید کر کھیتی کر اور بندگانِ خدا کی خدمت میں صرف کر۔ اس کے بعد شیخ شادی سے اس ایک دینار کا حال دریافت کیا گیا انہوں نے کہا کہ حضرت خواجہ کا مرید بننے سے پہلے میں ایک مدت تک قمار بازی کرتا رہا وہ دینار قمار بازی سے حاصل ہوا تھا۔

خواجہ علاؤالدین عطار بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ درویشوں کی جماعت کے ساتھ ایک درویش کے حجرے میں تھے اس جماعت میں سے بعض حضرت خواجہ کے اشارے سے دسترخوان کے سامان کے لئے نکلے اور دو فریق ہو گئے ایک فریق بازار صرافاں کی طرف روانہ ہوا۔ انہوں نے حضرت خواجہ کو بازار میں دیکھا اور دوسرا فریق چوک کی طرف گیا اور حضرت خواجہ کو چوک میں دیکھا، بعد ازاں وہ اخی محمد درآہنی سے بازار میں ملے اور اپنا قصہ اُس سے بیان کیا۔ اُس نے کہا کہ میں نے ابھی حضرت خواجہ کو فلاں جگہ دیکھا ہے کہ ایک طرف کو تشریف لے جا رہے ہیں یہ سن کر درویش حیران ہوئے کہ حضرت خواجہ سے جا کر کہاں ملیں۔ اِسی فکر میں تھے کہ ایک درویش آیا اور اُس نے کہا کہ حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے کس لیے اتنی دیر لگائی ہے۔ انہوں نے سارا قصہ اُس درویش سے بیان کیا۔ اس نے کہا کہ جس وقت تم حجرے سے نکلے ہو صاحب حجرہ اور میں حضرت خواجہ کی خدمت میں رہے ہیں۔ آپ حجرے سے نہیں نکلے۔ اس وقت آپ نے مجھے تمہارے پیچھے بھیجا ہے۔ اصحاب حیران ہوئے اور اُسی حالت میں حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے کیفیت دریافت کی اور اپنا قصہ بیان کیا۔ آپ نے تبسم فرمایا اور صاحب حجرہ یہ سن کر بہت رویا۔ اُسی وقت حضرت نے فرمایا کہ ایک دفعہ ماہ رمضان کی شام کو حضرت عزیزاں قدس سرہ کی تیرہ جگہ دعوت ہوئی۔ آپ نے قبول فرمائی۔ راوی کا بیان ہے کہ میں دعوتوں میں سے ایک میں حاضر تھا۔ میں نے دوسری جگہوں سے جو دریافت کیا تو یہی سنا کہ حضرت عزیزاں تمام جگہوں میں حاضر تھے۔

خواجہ علاء الدین عطار نے یہ حکایت بیان کی کہ ایک روز موسم سرما میں حضرت خواجہ نے درویش امیر حسن سے فرمایا کہ ایندھن بہت سا جمع کر لینا چاہیے۔ جب حسب الارشاد بہت سا

ایندھن جمع ہو گیا تو دوسرے دن برف گرنے لگی اور چالیس دن تک گرتی رہی۔ اسی حال میں حضرت خواجہ شیخ شادی کو ساتھ لے کر خوارزم کی طرف روانہ ہوئے۔ جب ہم ندی کے کنارے پر پہنچے تو آپ نے شیخ شادی سے فرمایا کہ پانی پر قدم رکھ کر گزر جاؤ۔ شیخ نے توقف کیا۔ آپ نے دوبارہ ہیبت سے شیخ کی طرف نگاہ کی۔ شیخ بے خود ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو قدم پانی پر رکھ کر روانہ ہوئے۔ حضرت خواجہ بھی ان کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ جب پانی سے گزر گئے۔ تو خواجہ نے شیخ سے فرمایا کہ اپنے موزہ کو دیکھو۔ اس کی کوئی جگہ بھیگی یا نہیں۔ شیخ شادی نے دیکھا کہ قدرت الٰہی موزہ کی کوئی جگہ نہ بھیگی تھی۔

اسی طرح ایک دفعہ حضرت خواجہ ایک طرف جا رہے تھے۔ شیخ امیر حسین اور چند درویش ساتھ تھے۔ ایک نالہ کے پل پر پہنچے۔ آپ نے شیخ سے فرمایا کہ پانی سے گزر جا۔ حسبِ ارشاد شیخ پانی میں کود پڑے اور حضرت پل پر سے گزر گئے۔ کچھ دیر کے بعد فرمایا۔ امیر حسین! پانی سے نکل آ۔ شیخ پانی سے نکل آئے اور ان کے کپڑے خشک تھے۔ خواجہ نے پوچھا کہ جس وقت تم پانی میں کودے۔ تمہارا کیا حال تھا؟ عرض کیا کہ میرا حال اچھا تھا۔ میں ایک نہایت صاف مکان میں تھا۔ کچھ دیر کے بعد ایک دروازہ ظاہر ہوا۔ آپ کی آواز سن کر میں اُس دروازے سے نکل آیا۔

ایک درویش بیان کرتا ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ میرے غریب خانہ میں تشریف لائے۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ گھر میں آٹا نہ تھا۔ میں اُس دن آٹے کی بوری لے آیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اس آٹے کو خرچ کرتے رہو۔ مگر اس کی کمی بیشی کا حال کسی سے ذکر نہ کرنا۔ حضرت خواجہ دو ماہ غریب خانہ میں رہے۔ ہر روز درویش اور دوست آپ کی زیارت کو آتے تھے۔ اُسی آٹے میں سے پکتا رہا۔ مگر وہ آٹا بدستور رہا۔ جب حضرت تشریف لے گئے۔ مدتوں بعد اسی میں سے پکتا رہا۔ اور بحال خود اتنا ہی رہا۔ بعد ازاں میں نے خلاف ارشاد حضرت خواجہ کا یہ قصہ اپنے اہل وعیال سے ذکر کر دیا۔ پھر وہ برکت نہ رہی۔

ایک روز قصر عارفاں میں حضرت خواجہ کے حکم سے درویش مٹی کا چھکڑا کھینچ رہے تھے۔ اسی اثناء میں حضرت خواجہ کا ایک مرید محمد خرکوشی زیورتوں سے آیا۔ وہ حضرت کی زیارت کے لیے بے قرار ہو رہا تھا۔ چنانچہ حضرت کے مکان تک دو دفعہ اڑا۔ درویشوں نے جب وہ حال دیکھا تو

اُس کے پیچھے روانہ ہوئے۔ جب اُس کے پاس پہنچے۔ تو حضرت خواجہ مکان سے نکلے اور اُن سے یوں ارشاد فرمایا کہ تم اس فقیر بے سر و پا سے کیا چاہتے ہو؟ اس صفت سے کچھ حاصل نہیں۔ اس حالت پر کچھ اعتماد نہ چاہیے۔ بہت سے بیگانے ایسے ہوتے ہیں جو پرندے کی طرح ہوا میں اڑتے ہیں۔ حق طلبی اور ہی چیز ہے۔ درویش یہ سن کر بہت ڈرے۔ اُس حال میں حضرت خواجہ نے اُن سے کہا کہ چھکڑے میں مٹی بھر دو۔ پھر آپ نے چھکڑے کی طرف اشارہ کیا تو چھکڑا خود بخود چلتا تھا اور مٹی گرا کر واپس آ جاتا تھا۔ حاضرین یہ دیکھ کر اپنے فعل سے پشیمان ہوئے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت خواجہ نسف میں تھے۔ جاڑے کا موسم تھا۔ حضرت خواجہ کو بخارا جانے کا اتفاق ہوا۔ اُسی سفر میں خواجہ محمد پارسا جو مولانا حافظ الدین کبیر بخاری کے صاحبزادوں سے تھے، آپ کے ہمراہ تھے۔ اُس روز ابر ہو رہا تھا۔ نسف کے درویشوں نے حضرت سے درخواست کی کہ ٹھہر جائیے۔ مگر آپ نہ ٹھہرے۔ درویشوں کی ایک بڑی جماعت آپ کے ہمرکاب تھی۔ مینہ برسنے لگا اور ہر لحظہ زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ حضرت نے خواجہ محمد پارسا کی طرف اشارہ کیا کہ مینہ سے کہو ٹھہر جائے۔ خواجہ محمد نے حضرت کی موجودگی میں ایسی گستاخی نہ کی۔ حضرت نے فرمایا کہ میں تجھ سے کہتا ہوں کہ یوں کہہ دے۔ اے مینہ! ٹھہر جا۔ پس محمد پارسا نے کہا۔ اے مینہ ٹھہر جا۔ اُسی وقت مینہ بند اور مطلع صاف ہو گیا اور سورج نکل آیا۔

ایک روز حضرت خواجہ کا ایک درویش نیک روز نام سوخار سے آپ کی خدمت میں آیا۔ وہ بہت دل گیر تھا۔ حضرت نے سبب پوچھا تو اُس نے عرض کیا کہ سوخار میں ایک شخص حسین نام نے مجھے بہت برا بھلا کہا لیکن اُس سے مجھے رنج نہ ہوا جب اُس نے آپ کی بے ادبی کی تو مجھے نہات رنج ہوا آپ نے فرمایا، کہ وہ جلد ہی دنیا و آخرت میں رسوا ہوگا۔ نیک روز کا بیان ہے کہ جب حضرت خواجہ نے یہ فرمایا، نماز عصر کا وقت تھا۔ میں آپ کی خدمت سے رخصت ہو کر نماز شام کے وقت سوخار میں پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ حسین اپنے خادم کے لیے زراعت میں کھانا لے جا رہا ہے جب خادم کھانا کھانے لگا تو حسین اپنے خادم کا کام کرنے لگا۔ اُسی وقت ایک بھیڑیا آیا جس نے لپک کر حسین کی ناک اور ہونٹ نوچ لیے اور اُس کی شکل نہایت بھونڈی ہو گئی۔ وہ لوگوں میں رسوا ہوا اور اُس کا قصہ مشہور ہو گیا اور حسین گرگ گرفتہ اُس کا لقب ہو گیا۔

حضرت خواجہ کے دورِ مبارک میں چنگیزیوں کا ظلم و استبداد ختم ہو چکا تھا۔ خون آشام تلواریں آسودہ نیام ہو چکی تھیں۔ وہ منگول جو انسانوں کے خون کے پیاسے تھے اور قتل و غارت ان کی فطرت ثانیہ تھی۔ انہی کی اولاد آج مسلمان ہو کر سریر آرائے سلطنت تھی اور حامی دین اور ناصر اسلام بن چکی تھی۔ آپ کے مبارک زمانے میں میراں شاہ بخارا کا فرماں روا تھا اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فقید المثال عقیدت مند تھا۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے مکتوبات میں میراں شاہ کی ارادت مندی کا ایک واقعہ تحریر فرمایا ہے جو عقیدت و نیاز مندی کے دفتر کا شاہکار ہے۔ صورت واقعہ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مریدین کو حکم دیا کہ خانقاہ کی دریاں اور چادریں باہر لے جا کر جھاڑ دیں۔ اتفاقاً اس وقت بازار سے میراں شاہ عمائدین سلطنت کے ساتھ گزر رہا تھا۔ گرد و غبار کو دیکھ کر وہ وہیں رک گیا۔ اعیان مملکت نے مشورہ دیا کہ آپ گرد و غبار سے بچنے کے لیے ایک طرف ہو جائیں اس پر میراں شاہ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ حضرت نقشبند علیہ الرحمۃ کے آستانہ عالیہ کی چٹائیوں کا گرد و غبار میرے جسم پر پڑ جائے اور میری نجات کا موجب بن جائے۔ اس کے انتقال پر حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ''میراں شاہ مرد و ایمان بہ سلامت برد'' سبحان اللہ! کیا عظیم الشان ہستی تھی کہ جس کے آستانہ پاک کی خاک پاک بھی نجات ابدی اور رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ بن گئی۔

ارشاداتِ عالیہ

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعلیمات اور اسرار و معارف ایک بحر ناپیدا کنار ہے۔ آپ کے جملہ اسرار کا طرہ امتیاز احکام خداوندی کی اتباع، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ کی پیروی اور بدعت سے اجتناب ہے۔ حضرت خواجہ کے نزدیک تمام عبادت و ریاضت کا مقصود رضائے الٰہی ہے۔ آپ کے نزدیک انوار و تجلیات الٰہیہ نمود ہیں مقصود نہیں، آپ

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک ارشادِ گرامی آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے جس کے بارے میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا کہ حضرت نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک جملے کے باعث ان کا مرید ہوگیا ہوں وہ ارشاد یہ ہے:

"معرفت حق بر بهاؤ الدین حرام است اگر
ابتدائے او انتہائے بایزید (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نه باشد"

خود حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس ارشاد کی توضیح حیرت انگیز انداز سے فرمائی ہے کہ:

"حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فناء کے آخری مقامات تک انوار وتجلیات میں سرگرم وسرشار رہے۔ لیکن حضرت نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جو کچھ دیکھا اور جو کچھ سنا سب غیر ذات کلمہ لا کے ساتھ اس کی نفی کرنی چاہیے۔ گویا جو مقامات عالیہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک مہتم بالشان تھے۔ حضرت خواجہ اپنے فکری اور نظریاتی انداز سے ایک ہی جست میں انہیں طے کر گئے۔ یعنی جہاں حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی انتہا تھی وہاں حضرت نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ابتدا ہے۔"

☆ حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شان میں یہ اشعار کہے ہیں۔

سکہ کہ در یثرب و بطحا زدند
نوبت آخر بہ بخارا زدند
از خط آں سکہ نشد بہرہ مند
جز و دل بے نقش شہ نقشبند
اول او آخر ہر منتہی
ز آخر او حبیب تمنا تہی

حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشادات اور آپ کی پاکیزہ تعلیم وتربیت نسبت نقشبندیہ میں سنگ میل کا درجہ رکھتی ہیں۔

☆ کسی حالت میں جادہ شریعت اور استقامت سے قدم باہر نہ رکھنا چاہیے۔ عزیمت و سنت پر عمل کرنا اور رخصت اور بدعت سے دور رہنا چاہیے۔ اخبار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آثار صحابہ رضوان اللہ علیہم کے متلاشی رہنا چاہیے اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمیشہ اپنا پیشوا بنانا چاہیے۔

☆ ہمارے طریقے میں تھوڑے عمل سے بہت سی فتوحات ہیں مگر اتباع سنت نبوی کی رعایت بدرجہ کمال رکھنا اور آثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی پیروی کرنا لازم ہے۔

☆ ہمارا طریقہ سب سے ملے جلے رہنے کا ہے کیونکہ خلوت نشینی میں شہرت ہے۔ اور شہرت میں آفت ہے۔

☆ خدا کی معرفت حاصل کرنے کے تین راستے ہیں۔

''مراقبہ، مشاہدہ، محاسبہ''

مراقبہ یہ ہے کہ '' نِسْيَانُ رُؤْيَةِ الْمَخْلُوْقِ بِدَوَامِ النَّظْرِ اِلَى الْخَالِقِ '' ہمیشہ خالق حقیقی کی جانب نظر رکھنے اور مخلوق کی طرف سے نظریں پھیر لینے کو مراقبہ کہتے ہیں۔ مراقبہ کی مداومت نادر چیز ہے اور حضرات نقشبند نے اس کے حصول کا طریقہ مقرر فرمایا ہے۔ یعنی نفس کی مخالفت کرنا۔''

مشاہدہ واردات غیبی کو کہتے ہیں۔ جو سالک کے دل پر نزول کرتی ہیں۔

محاسبہ جو کچھ ہم پر گزرتا ہے ہم ہر گھڑی اس کا حساب کرتے ہیں۔ اگر کوئی عمل نقصان دہ ہے تو اس سے باز رہتے ہیں اور اگر کوئی عمل بہتر ہے تو اس میں کوشش کرتے ہیں اور دوام اختیار کرتے ہیں۔

☆ بات یہ نہیں ہے کہ جو شخص خدا کی جانب دوڑا، اس نے خدا کو پالیا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ خدا کو وہ پائے گا جو اس راہ میں دوڑتا رہے گا۔ یعنی ہمیشہ اس راہ میں سعی کرتا رہے گا

☆ اولیاء اللہ کو چھپی ہوئی باتوں کی اطلاع دی جاتی ہے مگر وہ بغیر حکم الٰہی کے ان کو ظاہر نہیں کرتے۔

☆ ہر کام میں نیت کی صحت نہایت نہ ۔ ورن ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر طالب کو مرشد کا کوئی کام ناپسند ہو تو چاہیے کہ بقدر طاقت صبر کرے اور انتظار کرے، ممکن ہے کہ اس کا راز اس پر ظاہر کر دیا جائے لیکن اگر طالب مبتدی ہو اور طاقت صبر نہ رکھتا ہو تو وہ شیخ سے دریافت کر لے کیونکہ بدظنی میں مبتلا ہو کر ہلاک ہونے سے بچ جائے گا۔ مگر متوسط الحال طالب کے لیے نب 24
کشائی یا سوال جائز نہیں ہے۔

☆ ذکر جہر اور رقص سے اجتناب کی تاکید:

آپ کے ایک درویش نے بیان کیا کہ میں ایک دفعہ مقام قرشی میں درویشوں کی ایک جماعت کے ہمراہ خلوت میں رقص کر رہا تھا۔ میرے پاس ایک عمدہ رومال تھا۔ میں نے وہ رومال قوال کو دے دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب کسی کام کے لیے گھر سے نکلا تو سامنے حضرت خواجہ قدس سرہ کھڑے تھے۔ میں ہی وہ پہلا شخص تھا جس نے حضرت خواجہ قدس سرہ سے ملاقات کی۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا، ''اہل قرابت فقراء کی صحبت رکھنی چاہیے۔ ہمارے طریقہ میں ذکر جہر اور رقص نہیں ہے۔'' اس ارشاد کے ساتھ ہی میرا حال متغیر ہو گیا۔ حضرت نے ایک مدت تک مجھ کو اپنی صحبت میں نہ آنے دیا۔ جب تک کہ درویشوں کی ایک جماعت نے میری سفارش نہ کی۔

☆ اس راستے میں وجود کی نفی اور نیستی اور اپنے تئیں کم سمجھنا بڑا کام ہے۔ مقصدِ حقیقی کی دولت کا حاصل ہونا قبولیت پر موقوف ہے۔ میں نے اس معاملہ میں موجودات کے طبقوں میں سے ہر طبقہ کی سیر کی اور اپنے آپ کا ذروں میں سے ہر ذرے کے ساتھ مقابلہ کیا۔ میں نے سب کو حقیقت میں اپنے آپ سے بہتر دیکھا۔ یہاں تک کہ میں فضلات کے طبقہ کی بھی سیر کی اور ان میں فائدہ دیکھا مگر اپنے آپ میں کوئی فائدہ نہ پایا۔ کتے کے فضلہ تک پہنچا تو مجھے خیال ہوا کہ اس میں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ ایک مدت میں اپنے تئیں اس خیال پر برقرار رہا۔ آخر کار معلوم ہوا کہ اس میں بھی کوئی فائدہ ہے۔

☆ ایک دن ایک لڑکا گھر سے نکلا، قرآن شریف اس کے پاس تھا۔ اُس نے حضرت خواجہ کو سلام کیا۔ جب آپ نے قرآن مجید کھولا تو یہ آیت نکلی۔

" وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ" ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ "

ترجمہ:اوران کا کتا اپنے دونوں ہاتھ چوکھٹ پر پھیلا رہا ہے۔(سورۃ کہف)

خواجہ نے فرمایا کہ امید ہے کہ ہم وہ ہوں گے۔(پارہ ۱۵ آیت ۱۸)

☆ جن دنوں میں حضرت خواجہ شہر سرخس میں تھے۔ملک حسین کے قاصد ہرات سے آئے اور انہوں نے بادشاہ کا فرمان دکھایا۔جس کا مضمون یہ تھا کہ ہمیں درویشوں کی صحبت کا اشتیاق ہے۔آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔اگرچہ حضرت خواجہ کو ملوک سلاطین کی ملاقات کی عادت نہ تھی لیکن اس سبب سے کہ اگر ملک حسین طوس یا سرخس کی طرف متوجہ ہوتا تو اس ولایت کے باشندوں پر دشوار ہوتا۔حضرت خواجہ بذات خود ہرات کی طرف متوجہ ہوئے۔جب بادشاہ کی مجلس میں پہنچے وہاں بڑا ہجوم تھا اور مملکت ہرات کے اعیان وارکان اور نوکر چاکروں کی ایک بڑی جماعت حاضر تھی۔بادشاہ نے حضرت خواجہ سے سوال کیا کہ کیا آپ کی درویشی موروثی ہے۔خواجہ نے جواب دیا کہ نہیں ،ایک جذبہ پہنچا اور میں اس سعادت سے مشرف ہوگیا۔بادشاہ نے پوچھا کہ کیا آپ کے طریقہ میں ذکر جہر اور سماع وخلوت ہے۔خواجہ نے فرمایا کہ نہیں۔بادشاہ نے پوچھا کہ پھر تمہارا طریقہ کیا ہے؟ خواجہ نے فرمایا کہ خواجہ عبدالخالق غجدوانی کے خاندان کا قول ہے کہ خلوت درانجمن چاہیے۔بادشاہ نے پوچھا کہ خلوت درانجمن کیا ہے؟ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ظاہر میں خلق کے ساتھ اور باطن میں حق کے ساتھ ہونا۔

بادشاہ نے کہا کہ کیا ایسا ہوسکتا ہے؟ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اپنی کتاب کریم میں فرماتا ہے۔

" رِجَالٌ" لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ" وَّ لَا بَيْعٌ" عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ "

﴿سورۃ النور﴾ (پارہ ۱۸ ، آیت ۳۷)

ترجمہ:وہ مرد کہ نہیں غافل ہوتے تجارت اور خرید وفروخت میں اللہ کی یاد سے۔

کچھ دیر کے بعد بادشاہ نے سوال کیا کہ بعض مشائخ نے کہا ہے کہ ولایت افضل ہے نبوت سے۔وہ کون سی ولایت ہے جو نبوت سے افضل ہے۔خواجہ نے فرمایا کہ اُسی نبی کی ولات افضل ہے۔اُس کی نبوت سے۔

☆ اگر چہ نماز و روزہ اور ریاضت و مجاہدہ حق سبحانہ وتعالیٰ تک پہنچنے کا طریقہ ہے مگر ہمارے نزدیک وجود کی نفی سب طریقوں سے اقرب ہے۔ اور یہ ترک اختیار اور دید قصور کے سوا حاصل نہیں ہوتی۔

☆ ایک روز حضرت خواجہ کی زبان مبارک سے نکلا کہ اس راستہ کے سالکوں کے لیے ماسوا کے ساتھ تعلق نہایت حجاب ہے۔

فرمایا)۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے۔ یہ ارشاد نماز حقیقی کے درجات کی طرف اشارہ ہے۔ بدیں طور کہ نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت چاہیے کہ حضرت حق جل وعلا کی اکبریت نمازی کے وجود میں حال ہو جائے اور اس میں خشوع وخضوع پیدا ہو جائے۔ یہاں تک کہ استغراق کی حالت طاری ہو جائے۔ اس صفت کا کمال جناب رسالت مآب ﷺ کو حاصل تھا۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ نماز میں پیغمبر ﷺ کے سینہ مبارک سے تانبے کی دیگ کے جوش کی مانند آواز آیا کرتی تھی۔ (شمائل ترمذی)

☆ بخارا کے علماء میں سے ایک عالم نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال کیا کہ نماز میں حضور کس چیز سے حاصل ہوتا ہے؟ خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ طعام حلال سے جو وقوف آگاہی سے کھایا جائے۔ نماز سے خارج اوقات میں اور وضو اور تکبیر تحریمہ کے وقت بھی وقوف کی رعایت چاہیے۔

☆ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ روزہ میرے واسطے ہے۔ یہ صوم حقیقی کی طرف اشارہ ہے۔ جو ماسوائے حق سے امساک کلی کا نام ہے۔

☆ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ آتش دوزخ سے میری امت کا نصیب ایسا ہے جیسا کہ آتش نمرود سے ابراہیم علیہ السلام کا نصیب تھا نیز ارشاد ہے کہ میری امت گمراہی پر متفق نہ ہوگی۔ ان حدیثوں میں امت سے مراد امت متابعت ہے۔ امت تین قسم کی ہے۔ ایک امت دعوت جس میں سب شامل ہیں۔ دوسرے امت اجابت جو ایمان لائے ہیں۔ تیسرے امت متابعت جو ایمان لا کر حضرت نبی کریم ﷺ کی پیروی کرتے ہیں۔

☆ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میرے لیے اللہ کے ساتھ ایک وقت ہے کہ

مجھ میں اُس وقت کوئی مقرب فرشتہ نہیں سماتا اور نہ نبی مرسل۔ اس ارشاد کے معنی ایک تو یہ ہیں کہ میرا ایک حال ایسا ہوتا ہے کہ اس حال میں کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل ملحوظ نہیں ہوتا۔ یہ حال مبتدی کا بھی بعض اوقات میں ہوا کرتا ہے۔ دوسرے معنی یہ کہ میرا ایک حال ایسا ہے کہ وہ حال مقرب فرشتہ اور مرسل کے حال سے اعلیٰ واشرف ہوتا ہے۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں۔ ایک کم سو۔ جو شخص ان کو احصا کرے وہ بہشت میں داخل ہوگا۔ اس ارشاد میں احصا کرنے کے معنی ایک یہ ہیں کہ حق تعالیٰ کے ناموں کو شمار کرے اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ ان ناموں کو جانے اور ایک معنی یہ ہیں کہ ہر نام کے مقتضا کے موافق عمل کر سکے۔ مثلاً جب رزاق کہے تو روزی کا غم اس کے دل پر بالکل نہ گزرے اور جب متکبر کہے تو عظمت وکبریائی وبادشاہی کو خدا ہی کی مِلک سمجھے۔

☆ ولایت ایک نعمت ہے۔ ولی کو چاہیے کہ جانے کہ میں ولی ہوں تاکہ اس نعمت کا شکر ادا کرے۔ عنایت الٰہی ولی کے شامل حال ہوتی ہے۔ اُس کو بحال خود نہیں چھوڑا جاتا بلکہ اُس کو بشریت کی آفتوں سے بچایا جاتا ہے۔ خوارق عادات اور احوال وکرامات کے ظہور کا کچھ اعتبار نہیں افعال واقوال میں استقامت درکار ہے۔ شیخ عبدالرحمٰن نے اپنی کتاب حقائق التفسیر میں آیت ''فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ'' کی تفسیر میں ارباب حقیقت میں سے ایک سے نقل کیا ہے کہ تو استقامت کا طالب بن اور کرامت کا طالب نہ بن کیونکہ تیرا رب تجھ سے استقامت طلب کرتا ہے اور تیرا نفس تجھ سے کرامت طلب کرتا ہے۔

☆ صوفیاء کرام کے اقوال میں سے ہے کہ اگر کوئی ولی باغ میں آئے اور درختوں کے ہر پتے سے یہ آواز آئے ''یا ولی اللہ'' تو چاہیے کہ ظاہر وباطن میں اُس آواز کی طرف کچھ التفات نہ ہو۔ بلکہ بندگی وتضرع میں اُس کی کوشش ہر لحظہ زیادہ ہو۔ اس مقام کا کمال حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل تھا کہ خدا کا احسان واکرام وانعام آپ پر جس قدر زیادہ ہوتا اُسی قدر آپ کی بندگی، نیازمندی اور مسکنت زیادہ ہوتی۔ اسی وجہ سے آپ فرماتے ''کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟''

☆ گروہ صوفیاء کی تین اقسام ہیں۔ مقلد، کامل، کامل مکمل ۔ مقلد اس پر عمل کرتا ہے جو

اپنے شیخ سے سن لیتا ہے۔ کامل فیض رسانی میں اپنی ذات سے تجاوز نہیں کرسکتا۔ دوسروں کی تربیت سوائے کامل مکمل کے اور کوئی نہیں کرتا اور نہ ہی کرسکتا ہے۔

☆ ہمارا طریقہ نوادر سے ہے اور محکم دست آویز ہے اور سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن کو پکڑنا اور آپ کے صحابہ کرام کے آثار کی پیروی کرنا ہے۔ اس راہ میں ہمیں بفضل الٰہی لایا گیا ہے۔ اول سے آخر تک ہم نے یہی فضل الٰہی مشاہدہ کیا ہے نہ کہ اپنا عمل۔ اس طریقہ میں تھوڑے سے عمل سے بہت فتوح حاصل ہوتی ہے مگر سنت کی متابعت کی رعایت بڑا کام ہے۔

☆ ہمارا طریق صحبت سے ہے۔ کیونکہ خلوت میں شہرت اور شہرت میں آفت ہے۔

☆ مرشد کو چاہیے کہ طالب کے تینوں حال (حال، ماضی، مستقبل) سے باخبر ہوتا کہ اُس کی تربیت کرسکے۔ طالب کی شرطوں میں سے ایک یہ ہے کہ جس وقت خدا تعالیٰ کے دوستوں میں سے کسی دوست کی صحبت میں ہو اپنے حال سے واقف ہو اور صحبت کے زمانہ کا گذشتہ زمانہ سے موازنہ کرے۔ پس اگر وہ نقصان سے کمال کی طرف کچھ تفاوت دیکھے تو بحکم ''اصبت فالزم'' (تو نے پالیا پس لازم پکڑ) اُس بزرگ کی صحبت کو اپنے اوپر فرض جانے۔

☆ طریقہ سب ادب ہی ادب ہے۔ طلب راہ کی ایک شرط ادب ہے۔ ایک ادب حق سبحانہ کی نسبت ہے اور ایک ادب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت ہے اور ایک ادب مشائخ طریقت کی نسبت ہے۔ حق تعالیٰ کی نسبت ادب یہ ہے کہ ظاہر و باطن میں بشرط کمال بندگی اُس کے احکام کو بجالائے اور ما سوا سے بالکل منہ پھیر لے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت ادب یہ ہے کہ اپنے تئیں ہمہ تن آپ کی اتباع و پیروی کے مقام میں رکھے اور تمام حالات میں آپ کی واجب خدمت کو نگاہ میں رکھے اور آپ کو تمام موجودات اور حق سبحانہ کے درمیان واسطہ سمجھے۔ جو کوئی ہے اور جو کچھ ہے سب کا سر آپ کے آستان عزت پر ہے۔ جو ادب مشائخ کی نسبت طالبوں پر لازم و واجب ہے وہ اس جہت سے ہے کہ مشائخ سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کے سبب سے اس مقام پر پہنچ گئے ہیں کہ لوگوں کو حق کی طرف بلائیں۔ پس درویش کو چاہیے کہ غیبت و حضور میں ان کا ادب ملحوظ رکھے۔

☆ ذکر کی تعلیم کسی کامل مکمل سے ہونی چاہیے۔ تاکہ موثر ہو اور اس کا نتیجہ ظہور میں آئے۔

تیر بادشاہ کی ترکش سے لینا چاہیے تا کہ شایان حمایت ہو۔

☆ وقوف عددی علم لدنی کا اول مرتبہ ہے۔

☆ لا الٰہ نفی آلہہ طبیعت ہے اور الا اللہ اثبات معبود بحق اور مقصود ذکر سے یہ ہے کہ ذاکر کلمات کی حقیقت کو پہنچ جائے۔ بہت دفعہ کہنا شرط نہیں۔ اور کلمہ توحید کی حقیقت یہ ہے کہ اس کلمہ کے کہنے سے ماسوا بالکل نفی ہو جائے۔

☆ وقوف زمانی جو سالک کا کارگزار ہے، یہ ہے کہ سالک اپنے احوال سے واقف رہے۔ ہر زمانہ میں اُس کا حال کیسا ہے۔ موجب شکر ہے یا موجب عذر خواہی۔

☆ سالکین وساوس شیطانی ونفسانی کو مختلف طریقوں سے دور کرتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ پیشتر اس کے کہ نفس وشیطان سے کوئی خطرہ دل میں آئے اُسے دیکھ لیتے ہیں اور وہیں سے اُس کو دور کر دیتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ جب کوئی خطر دل میں آتا ہے تو اُسے قرار پکڑنے سے پہلے دفع کر دیتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ خطرہ کو قرار پکڑنے کے بعد دفع کرتے ہیں مگر یہ چنداں مفید نہیں۔ ہاں اگر اس کے منشاء اور اس کے انتقالات کے سبب کو معلوم کر لیں تو فائدہ سے خالی نہیں۔

☆ جس شخص نے اللہ کو پہچان لیا اِس پر کوئی شے پوشیدہ نہیں رہتی۔ حضرت خواجہ علاء الدین فرماتے تھے کہ اس کلمہ قدسیہ سے حضرت خواجہ کی مراد یہ ہے کہ عارف پر اشیاء کا ظاہر ہونا اُس کی توجہ پر موقوف ہے۔

☆ مشائخ میں سے ہر ایک کے آئینہ کی دو جہت ہیں اور ہمارے آئینہ کی چھ جہتیں ہیں۔

حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کلمہ قدسیہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ آئینہ سے مراد عارف کا قلب ہے جو روح ونفس کے درمیان واسطہ ہے اور دو جہت سے مراد جہت روح اور جہت نفس ہے۔ دوسرے طریقوں کے مشائخ جب مقام قلب پر پہنچتے ہیں تو قلب کی دونوں جہتیں منکشف ہو جاتی ہیں اور دونوں مقامات کے علوم ومعارف جو مناسب قلب ہیں فائض ہوتے ہیں۔ بخلاف حضرت خواجہ قدس سرہ کے طریق کے کہ اُس میں آئینہ قلب کے لیے چھ جہتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس کا بیان یوں ہے کہ اس طریقہ عالیہ کے اکابر پر یہ بات منکشف ہو

گئی ہے کہ لطائف ستہ (نفس، قلب، روح، سر، خفی، اخفی) جو کلیتہً افرادانسانی میں ثابت ہیں وہ تنہا قلب میں بھی متحقق ہیں۔ چھ جہت سے حضرت خواجہ کی مراد لطائف ستہً قلب ہیں۔ پس باقی مشائخ کی سیر ظاہر قلب پر ہے اور مشائخ نقشبندیہ کی سیر باطن قلب میں ہے اور وہ اس سیر سے قلب کے ابطن بطون میں پہنچ جاتے ہیں اور مقام قلب میں ان پر ان چھ لطیفوں کے علوم ومعارف جو اس مقام کے مناسب ہیں منکشف ہو جاتے ہیں۔

☆ چالیس سال سے ہم آئینہ داری کرتے ہیں۔ ہمارے آئینہ نے کبھی غلطی نہیں کی۔ اس سے حضرت خواجہ نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اولیاء اللہ جو کچھ دیکھتے ہیں، نورِ فراست سے دیکھتے ہیں جو حضرت لایزل نے ان کو عطا کیا ہے۔ جو کچھ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے وہ بے شک صواب و درست ہوتا ہے۔

☆ حضرت عزیزاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے کہ زمین اس گروہ کی نظر میں دستر خوان کی طرح ہے اور ہم کہتے ہیں روئے ناخن کی طرح ہے۔ کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں۔ منقول ہے کہ ارشاد مذکورہ کے وقت حضرت عزیزاں علیہ الرحمۃ دستر خوان پر تھے۔ اُسی کی مناسب یہ فرما دیا اور حضرت خواجہ نے ہفت دائرہ ولایت کی نسبت سے فرمایا ہے۔ ورنہ عارف کے دل کی بزرگی کی شرح نہیں ہو سکتی۔

☆ حدیث میں ہے ''الکاسب حبیب اللہ'' یعنی کسب کرنے والا اللہ کا حبیب ہے۔ اس حدیث میں کسب رضا کی طرف اشارہ ہے، نہ کہ کسبِ دنیا کی طرف۔

☆ جو شخص اپنے تئیں مکمل طور پر خود کو حضرت حق تعالیٰ و تقدس کے سپرد کر دے اُس کا غیر حق جل علیٰ سے التجا کرنا شرک ہے۔ یہ شرک عام لوگوں کے لیے معاف ہے مگر خواص کے لیے معاف نہیں۔

☆ متوکل کو چاہیے کہ اپنے تئیں متوکل خیال نہ کرے اور اپنے توکل کو کسب میں چھپائے۔

☆ حق تبارک و تعالیٰ نے مجھے دنیا کی خرابی دور کرنے کے لیے موجود کیا ہے اور لوگ مجھ سے دنیا کی عمارت طلب کرتے ہیں۔ اگر اس وجود سے خراب کوئی اور وجود ہوتا تو فقر کے اس خزانہ کو وہاں رکھتے کیونکہ خزانہ ہمیشہ ویرانہ میں پوشیدہ رکھتے ہیں۔

☆ اہل اللہ بارِ خلق اس لیے اٹھاتے ہیں کہ ان کے اخلاق کی اصلاح ہو جائے یا کسی ولی سے ملاقات ہو جائے۔ اس لیے کہ کوئی ولی ایسا نہیں کہ حضرت حق کی نظرِ عنایت اُس کی طرف نہ ہو خواہ وہ ولی اس سے واقف ہو یا نہ ہو۔ پس جو شخص اُس ولی سے ملے گا اُس نظرِ الٰہی سے اُس کو فیض پہنچے گا۔

☆ تو شمع کی طرح بن، تو شمع کی طرح نہ بن۔ شمع کی طرح بن یعنی تو دوسروں کو روشنی پہنچا۔ اور شمع کی طرح نہ بن یعنی کہ تو اپنے آپ کو تاریکی میں رکھ مثل مشہور ہے چراغ تلے اندھیرا۔

☆ جس شخص نے کسی روز ہمارا جوتا بھی سیدھا کیا ہے۔ ہم اُس کی شفاعت کریں گے۔

☆ اس راستے میں صاحبِ غرور و تکبر کا کام نہایت مشکل ہے۔

☆ درویش کو چاہیے کہ جو کچھ کہے حال سے کہے۔ مشائخ طریقت کا قول ہے کہ جو شخص ایسے حال سے کلام کرتا ہے جو اُس میں نہیں حق تعالیٰ کبھی اُس حال کی سعادت نہ بخشے گا۔

☆ یہ ضروری نہیں کہ جو دوڑے وہ گیند لے جائے مگر ملتی اُسی کو ہے جو دوڑتا ہے۔ یہ اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ اس راہ میں ہمیشہ کوشش کرتا رہے۔

☆ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت سے مسخ صورت اس امت سے منقطع ہے مگر مسخ باطن باقی ہے۔

اولیاء کو اسرار پر آگاہی دی جاتی ہے لیکن وہ بغیر اجازت کے اُن کو ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ جس کے پاس جو کچھ ہے۔ وہ اُسے چھپاتا ہے اور جس کے پاس کچھ نہیں وہ شور مچاتا ہے'' اسرار کا چھپانا ابرار کا کام ہے۔

☆ ہم سے جو کچھ خواطر اور اعمال و افعالِ خلق کے اظہار کی نسبت صادر ہوتا ہے۔ اس میں ہم درمیان نہیں یا تو الہام سے ہمیں آگاہ کر دیتے ہیں یا کسی کے واسطہ سے ہم تک پہنچا دیتے ہیں

☆ درویش کو تحمل و برداشت کے مقام میں ڈھول کی طرح رہنا چاہیے کہ ہر چند طمانچہ کھائے مگر صدائے مخالف اُس سے ظاہر نہ ہو۔

☆ درویش اہل نقد ہیں (یعنی اولیائے کرام سے کوئی بھلائی کی جائے تو اُس کا صلہ اُسی

وقت دیتے ہیں) آئندہ پر نہیں چھوڑتے۔

☆ حضرت خواجہ سے سوال کیا گیا کہ کوئی علم منطق پڑھے تو کس نیت سے پڑھے؟ فرمایا کہ حق و باطل میں امتیاز کی نیت سے۔

☆ جس شخص کی قابلیت کا بیضہ مختلف صحبتوں کے سبب سے فاسد ہوگیا اُس کا معاملہ دشوار ہے سوائے اہل تدبیر (اولیاء اللہ) کی صحبت کے جو سرخ گندھک کی طرح کمیاب ہے۔ درست نہیں ہوسکتا۔

☆ خواجہ مسافر خوارزمی کا بیان ہے کہ میں حضرت خواجہ بہاءالدین قدس سرہ کی صحبت میں بہت رہا کرتا تھا اور ان کی خدمت کیا کرتا تھا مگر سماع (راگ) کی طرف میرا بہت کم میلان تھا۔ ایک روز میں نے آپ کے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ اتفاق کیا کہ قوال و دخاف کو حاضر کریں۔ اور حضرت خواجہ کی مجلس میں سماع میں مشغول ہو جائیں۔ دیکھیں حضرت خواجہ کیا فرماتے ہیں۔ ہم نے ایسا ہی کیا اور گانے بجانے والوں کو لے آئے۔ حضرت خواجہ اُس مجلس میں بیٹھے اور کسی طرح منع نہیں فرمایا۔ آخر میں آپ نے فرمایا کہ ہم یہ کام نہیں کرتے اور انکار بھی نہیں کرتے

☆ بندہ کے اختیار کے ثابت کرنے میں بہت سعادت ہے تاکہ اگر کوئی عمل رضائے حق سبحانہ کے خلاف اُس سے سرزد ہو جائے اور وہ اپنا اختیار سمجھے تو شرم کے مارے عذر وانابت میں مشغول ہو جائے اور اگر رضائے حق تعالیٰ کے موافق اور اپنا اختیار سمجھے تو اس کی توفیق کا شکر کرے

☆ مشائخ کا قول ہے۔ ''مجاز حقیقت کا پُل ہے'' اس سے مراد یہ ہے کہ تمام عبادت ظاہری قولی ہوں یا فعلی مجاز ہیں جب تک سالک ان سے نہ گذرے گا، حقیقت کو نہ پہنچے گا۔

☆ اگر طالب کو اپنے شیخ مقتدا کے بارے میں کوئی مشکل پیش آئے تو چاہیے کہ حتی المقدور صبر کرے اور بے اعتقاد نہ ہو جائے کیونکہ ممکن ہے کہ اس کی حکمت اُس پر ظاہر ہو جائے اور اگر صبر کی طاقت نہیں اور مبتدی ہو تو شیخ سے دریافت کرلے، اُس کے لیے سوال جائز ہے کیونکہ اپنے شیخ سے بدگمانی اُس کے لیے تباہی ہے اور اگر طالب متوسط الحال ہو تو سوال نہ کرے۔

☆ ماوراءالنہر کے بڑے بڑے اہل اللہ میں سے ایک نے حضرت خواجہ سے پوچھا کہ سیر و سلوک سے مقصود کیا ہے؟ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ مقصود معرفت تفصیلی ہے۔ اُس بزرگوار نے

پھر دریافت کیا کہ معرفت تفصیلی کسے کہتے ہیں؟ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ معرفت تفصیلی سے مراد یہ ہے کہ حضرت مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جو کچھ بطریق اجمال قبول کیا گیا ہے اُسے بطریق تفصیل پہچانا جائے اور دلیل و برہان کے مرتبہ سے کشف وعیاں کے مرتبہ تک رسائی ہو جائے۔

☆ حضرت خواجہ قدس سرہ سے دریافت کیا گیا کہ جس وقت حق تعالیٰ کسی درویش سے کوئی حال واپس کر لے، وہ کیا کرے؟ فرمایا کہ اگر اُس حال کا کچھ بقیہ باقی ہے تو وہ اس امر کی دلیل ہے کہ اُس سے تضرع و نیاز مطلوب ہے پس وہ حق تعالیٰ سے اُس کا سوال کرے اور اگر کچھ بھی باقی نہیں رہا تو وہ اس امر کی دلیل ہے کہ اُس سے صبر و رضا مطلوب ہے۔

☆ خدا طلبی بلا طلبی ہے۔ احادیث قدسیہ میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔'' جس نے مجھے دوست رکھا، میں نے اسے ابتلاء میں ڈالا'' یہ بات ظاہر ہے کہ وظیفہ محبت کو لازم ہے کہ محبت محبوب کا جویاں ہو۔ محبوب جس قدر زیادہ عزیز ہوتا ہے اُس کی طلب کی راہ میں بلا زیادہ ہوتی ہے اور احادیث میں وارد ہے کہ ایک شخص نے جنابِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کیا ''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)! میں آپ کو دوست رکھتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تو فقر کے لیے تیار رہ۔'' ایک اور شخص نے عرض کیا'' میں خدا کو دوست رکھتا ہوں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ **آزمائش کے لئے تیار رہ۔**

☆ حضرت خواجہ سے سوال کیا گیا کہ کرامات کے بارے میں درویش کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ کرامتوں کا کیا ذکر جو کچھ ہے کلمہ توحید کی حقیقت کے بارے مقابلہ میں نفی ہے۔ اصحاب کرامت سب کے سب محجوب ہیں اور عارف کرامت کی طرف نظر کرنے سے دور رکھے گئے ہیں۔

☆ حضرت خواجہ قدس سرہ سے پوچھا گیا کہ اہل اللہ کو جو لوگوں کے خطرات و احوال و اعمال کی بصیرت و شناخت ہوتی ہے وہ کہاں سے ہے فرمایا کہ اس نور کی فراست سے ہوتی ہے جو حق تعالیٰ نے اُن کو عطا کیا ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔'' تم مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے''۔

☆ لوگوں نے حضرت خواجہ قدس سرہ سے کرامت طلب کی آپ نے فرمایا کہ ہماری

کرامت ظاہر ہے کہ باوجود اتنے گناہوں کے ہم روئے زمین پر چل پھر رہے ہیں۔

حضرت خواجہ نے فرمایا ہمارے جنازہ کے آگے یہ بیت پڑھنا ؎

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
شیئاً للّٰہ از جمال روئے تو

☆ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ بہاؤالدین قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ میں نے مکہ معظمہ میں دو شخصوں کو دیکھا ایک نہایت بلند ہمت دوسرا نہایت پست ہمت، پست ہمت وہ تھا جسے میں نے طواف میں دیکھا کہ خانہ کعبہ کے دروازے کے حلقہ پر ہاتھ رکھا ہوا ہے اور ایسی شریف جگہ اور ایسے عزیز وقت میں حق سبحانہ کے سوا کچھ اور مانگ رہا ہے۔ بلند ہمت وہ جوان تھا جسے میں نے بازار منیٰ میں دیکھا کہ کم وبیش پچاس ہزار دینار کا سودا خرید وفروخت کیا اور اس عرصہ میں اس کا دل ایک لحہ حق سبحانہ سے غافل نہ ہوا۔

☆ ایک شخص نے حضرت خواجہ قدس سرہ کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں شخص بیمار ہے اور آپ کے دل مبارک کی توجہ کا طالب ہے۔ آپ نے فرمایا پہلے خستہ دل کی حاجت اس کے بعد شکستہ دل کی توجہ۔

☆ ہم فضلی ہیں۔ ہم دو سو آدمی تھے جنہوں نے طلب کے کوچہ میں قدم رکھا مگر فضل الٰہی مجھ پر ہوا۔

☆ جو کچھ دیکھا گیا اور سنا گیا اور سمجھا گیا وہ سب غیر ہے اور حجاب ہے حقیقت کلمہ لا سے اُس کی نفی کرنی چاہیے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اخیر کلمہ قدسیہ کو نقل کر کے یوں تحریر فرماتے ہیں۔ ''پس کثرت میں وحدت کا شہود بھی شایان نفی ہوا اور جو کچھ شایان نفی ہے۔ وہ اُس جناب قدس سے منتفی ہے۔ حضرت خواجہ کے اس کلام نے مجھے اس شہود سے نکالا ہے اور مشاہدہ ومعائنہ کی گرفتاریوں سے نجات بخشی ہے اور لباس کو علم سے جہل کی طرف اور معرفت سے حیرت کی طرف لے گیا ہے۔ جزاہ اللہ سبحانہ عنی خیر الجزاء۔ میں اس ایک بات سے حضرت خواجہ کا مرید ہوں اور اُن کا غلام ہوں۔

حق یہ ہے کہ اولیاء میں سے کم ہی کسی نے ایسی عبارت کے ساتھ کلام کیا ہے اور تمام مشاہدات و معاینات کو اس طریق پر نفی کیا ہے۔ اس مقام پر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس ارشاد (''خدا کی معرفت بہاء الدین پر حرام، اگر اُس کی ابتداء بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی انتہا نہ ہو'') کی حقیقت تلاش کرنی چاہیے۔ کیونکہ بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ باوجود اُس بزرگی کے شہود و مشاہدہ سے آگے نہیں بڑھے۔ اور انہوں نے سبحانی کے کوچہ سے قدم باہر نہیں رکھا مگر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک کلمہ لا سے بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تمام مشاہدات کی نفی کر دی اور سب کو غیر حق جل سلطانہ قرار دیا۔ حضرت بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تنزیہ حضرت خواجہ کے نزدیک تشبیہ ہے۔ اس لیے حضرت بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی انتہا جو تشبیہ سے آگے نہیں بڑھی ہے، حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ابتداء ہوگی۔ کیونکہ ہدایت تشبیہ سے ہے اور انتہا تنزیہ پر ہے۔ شاید آخر حال میں حضرت بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس نقص کی اطلاع دی گئی کہ وہ مرگ کے وقت فرماتے تھے۔

ترجمہ :''میں نے تجھے یاد نہیں کیا مگر غفلت سے، اور میں نے
تیری خدمت نہیں کی مگر سستی سے''

وجہ یہ کہ انہوں نے حضور سابق کو غفلت جانا کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کا حضور نہ تھا بلکہ ظلال میں سے ایک ظل کا اور ظہورات میں سے ایک ظہور کا حضور تھا۔ پس ناچار وہ حضرت جل سلطانہ سے غافل ٹھہرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ وراء الوراء ہے۔ ظلال و ظہورات تمام مبادی و مقدمات اور معارج و معدات سے ہیں اور جو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو بدایت میں درج کرتے ہیں مطابق واقع ہے۔ کیونکہ ابتداء سے ان کی توجہ احدیت صرف کی طرف ہوتی ہے اور اسم و صفت سے بجز ذات اُن کی مراد نہیں ہوتی۔ اس طریقہ عالیہ کے مبتدیوں کو یہ دولت بطریق انعکاس شیخ مقتدا سے جو اس کمال سے مشرف ہو حاصل ہوتی ہے۔ خواہ وہ مبتدی جانیں یا نہ جانیں۔ پس ناچار دوسرے طریقوں کے کامل مشائخ کی نہایت ان بزرگوں کی بدایت میں مندرج ہوگی۔

حضرت خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہٗ العزیز

وصال : 20رجب802ہجری مزار اقدس : نوجفائیاں، ازبکستان



حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ اول اور داماد تھے۔ آپ کا نام نامی محمد بن محمد البخاری تھا۔ آپ بچپن ہی سے فقیری کی طرف مائل تھے۔ والد کی وفات کے بعد ان کے ترکہ کی طرف مائل نہ ہوئے بلکہ حصول علم میں مصروف رہے۔ حضرت بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بیٹی جب بالغ ہوئی تو آپ خود قصر عارفاں سے چل کر شہر میں حضرت علاؤالدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس ان کے مدرسے میں تشریف لائے دیکھا کہ وہ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے ایک کتاب کے مطالعے میں مصروف ہیں اور ایک پکی اینٹ تکیہ کے طور پر سر کے نیچے رکھی ہے۔ آپ نے خواجہ علاؤالدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فرمایا کہ میری ایک بیٹی ہے جو آج ہی بالغ ہوئی ہے۔ اگر تم رشتہ قبول کرو تو میں تمہاری اس سے شادی کردوں۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرض کیا کہ یہ اس کمترین کے لیے بڑا باعث سعادت ہے لیکن میرے پاس دنیاوی اسباب میں سے کچھ نہیں جس سے میں خرچہ کے اخراجات پورے کر سکوں۔ فرمایا میری بیٹی ہی تیرے لیے رزق ہے۔ تجھے غیب سے رزق ملتا رہے گا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کردیا۔ نکاح کے بعد حضرت خواجہ علاؤالدین حضرت شاہ نقشبند کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طریقت سیکھنے میں مشغول ہوگئے۔ حضرت نے ان کی خاندانی رعونت ختم کرنے کے لیے حکم دیا کہ ایک ٹوکری میں سیب رکھ کر بیچا کرو اور رزق حلال کماؤ۔ خواجہ صاحب نے یہ حکم خوشی سے قبول کیا اور ٹوکری سر پر

رکھ کر بازار میں سیب بیچنے لگے۔ کافی عرصہ یہ عمل جاری رہا حتیٰ کہ شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو خرقہ خلافت و نیابت سے نوازا جس کے بعد آپ مخلوق خدا کی رہنمائی میں مصروف ہو گئے۔ آپ کا مزار مبارک نوجفائیاں میں واقع ہے۔

ارشادات عالیہ

حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ نے وہ کلمات قدسیہ جمع کئے ہیں۔ جو حضرت خواجہ علاؤالدین قدس سرہ نے مجالس صحبت میں ارشاد فرمائے ہیں ان میں سے بعض تبرکاً ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

1)۔ ریاضت سے مقصود تعلقات جسمانی کی پوری نفی اور عالم ارواح و عالم حقیقت کی طرف توجہ تام ہے اور سلوک سے مقصود یہ ہے کہ بندہ اپنے اختیار وکسب سے ان تعلقات سے جو موانع راہ ہیں گزر جائے اور ان تعلقات میں سے ہر ایک کو اپنے اوپر پیش کرے۔ جس تعلق سے گزر جائے وہ علامت ہے اس امر کی کہ وہ تعلق گزر مانع نہیں اور غالب نہیں آیا اور جس تعلق میں وہ ٹھہر جائے اور اس سے اپنی دل بستگی پائے۔ تو جان لے کہ وہ تعلق اس کے راستے کا مانع ہو گیا ہے۔ اس کے قطع کی تدبیر کرے ہمارے حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو ازروئے احتیاط فرمادیتے کہ یہ فلاں شخص کا ہے اور بطور عاریت پہنتے۔

2)۔ مرشد کے ساتھ تعلق اگرچہ حقیقت میں غیر ہے اور آخر میں اس کی بھی نفی کرنی چاہیے۔ مگر ابتدا میں یہ تعلق وصول کا سبب ہے اور اس کے ماسوا کی نفی کرنا لوازم سلوک سے ہے ہر طرح سے مرشد کی خوشنودی طلب کرنی چاہیے۔

3)۔ بڑے بڑے مشائخ قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم کا ارشاد ہے۔ اَلتَّوفِیقُ مَعَ السَّعیِ (توفیق کوشش کے ساتھ ہے)۔ اسی طرح مرشد کی روحانیت کی مدد طالب کے لئے بقدر کوشش طالب کے ہوتی ہے۔ جو شیخ مقتدا کے امر سے ہو۔ بغیر اس کوشش کے مرشد کی مدد کو بقا نہیں کیونکہ طالب کی طرف شیخ کی توجہ چند روز سے زیادہ باقی نہیں رہتی۔

4)۔ جب ملک الموت طالب سے پوشیدہ و فراموش ہو جائے تو یہ مرتبہ فنا ہے اور جب

سالک کی ہستی بھی سالک سے پوشیدہ ہو جائے تو یہ مرتبہ فناء فنا ہے۔

5)۔ جباری کی صفت کے دیکھنے سے مقصود تضرع وزاری اور توجہ وانابت کی صفت کا ظہور ہے اور اس دید کی صحت کی نشانی مناجات کی طرف مائل ہونا ہے۔ نہ کہ خرافات کی طرف

" فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَ تَقْوٰهَا " آیت ۸ پارہ نمبر ۳۰

ترجمہ: ''پس جی میں ڈالی اُس کے بدکاری اُس کی اور پرہیزگاری اُس کی''۔(سورہ شمس)

اس میں حکمت یہ ہے کہ جب رضا کا ارادہ و میلان دیکھے تو شکر کرے اور اسی پر چلے۔ اور جب عدم رضا کا ارادہ و میلان دیکھے تو تضرع کرے اور حق سبحانہ کی طرف رجوع کرے اور استغناء کی صفت سے ڈرے۔

6)۔ خدا تعالیٰ کی سابقہ عنایت ازلی کا خیال کرنا چاہیے اور اُس عنایتِ بے علت کی امید واری سے اور اس عنایت کی طلب سے ایک لحظہ غافل نہ ہونا چاہیے اور اپنے تئیں استغناء سے بچانا چاہئے اور حق سبحانہ کی تھوڑی چیز کو بڑا سمجھنا چاہئے اور استغنائے حقیقی کے ظہور سے ڈرتے اور کانپتے رہنا چاہیے۔

7)۔ ولایت جب ثابت ہوتی ہے کہ سالک کو اوصاف حیوانی کے ساتھ نہ چھوڑیں کہ اگر کوئی قصور سرزد ہو تو باز پرس ہو۔

" اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ" عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ "

''آگاہ رہو کہ خدا کے دوستوں کے لئے کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے''۔

آیت ۶۲ ❋ سورۃ یونس ❋

فرمایا کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اولیاء اللہ کو سابقہ اوصافِ حیوانی کے ظہور کا خوف نہیں کیونکہ مشائخ کا ارشاد ہے'' اَلْفَانِیْ لَا یُرَدُّ اِلٰی اَوْصَافِهٖ '' ''یعنی صاحب فناء اپنے اوصاف کی طرف نہیں لوٹایا جاتا۔

8)۔ مشائخ کبار قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم کے مزارات سے زیارت کرنے والا اُسی قدر فیض لے سکتا ہے جس قدر اُس نے اُس بزرگ کی صفت کو پہچانا ہے اور اُس صفت کی طرف متوجہ اور اُس میں مستغرق ہوا ہے اگرچہ مزارات مقدسہ کی زیارت میں ظاہری قرب کا بہت اثر ہے لیکن

حقیقت میں ارواح مقدسہ کی طرف توجہ کے لئے ظاہری دوری مانع نہیں ہے۔ حدیث نبوی ﷺ میں جو وارد ہے کہ صَلُّوْا عَلَیَّ حَیْثُمَا کُنْتُمْ (تم مجھ پر درود بھیجو جہاں کہیں تم ہو) یہ اس امر کا بیان اور دلیل قاطع ہے اور اُس توجہ اور اس زیارت میں اہل قبور کی صفت کو پہچاننے کے مقابلہ میں اُن اہل قبور کی مثالی صورتوں کا مشاہدہ چنداں وقعت نہیں رکھتا۔ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ فرماتے تھے کہ خالق سبحانہ کا مجاور ہونا مخلوق کی مجاورت سے احق واولیٰ ہے۔ اور آپ اکثر یہ بیت پڑھا کرتے تھے:

تو تا کے گور مرداں را پرستی

بگرو کار مرداں گرد و رستی

اکابر دین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزارات کی زیارت سے مقصود یہ ہونا چاہئے کہ توجہ حق سبحانہ کی طرف ہو اور اس برگزیدۂ حق کی روح کو خدا کی طرف کمال توجہ پیدا کرنے کا وسیلہ بنائے۔ مخلوق کے ساتھ تواضع کی حالت میں چاہئے کہ اگرچہ ظاہر میں تواضع مخلوق کے ساتھ ہو مگر حقیقت میں خالق عزوجل کے ساتھ ہو کیونکہ مخلوق کے ساتھ تواضع اُس وقت پسندیدہ ہے کہ خالص خدائے عزوجل کے لئے ہو بدیں معنی کہ مخلوق کو خالق کی قدر و حکمت کے آثار کا مظہر سمجھے ورنہ یہ تصنع ہے نہ کہ تواضع۔

9)۔ مراقبہ کا طریق نفی واثبات کے طریق سے اعلیٰ اور اقرب بجذبہ الٰہیہ ہے۔ مراقبہ سے وزارت اور ملک وملکوت میں تصرف کے مرتبہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ خطرات سے آگاہی اور دوسرے پر بخشش کی نظر سے دیکھنا اور اُسکے باطن کو منور کرنا دوام مراقبہ سے حاصل ہوتا ہے اور مراقبہ کے ملکہ سے جمعیت خاطر کا دوام اور دلوں میں قبولیت کا دوام حاصل ہوتا ہے۔ اِس حالت کو جمع وقبول کہتے ہیں۔

10)۔ خاموشی تین صفتوں سے خالی نہ ہونی چاہئے خطرات کی نگہداشت یا دل کے ذکر کا مطالعہ جو ہو گیا ہو یا ان حالات کا مشاہدہ جو دل پر گزرتے ہیں۔

11)۔ خطرات مانع نہیں ان سے بچنا دشوار ہے۔ خطرات کا روکنا بڑا کام ہے۔ بعضوں کی رائے ہے کہ خطرات کا کچھ اعتبار نہیں لیکن خطرہ کو متمکن نہ ہونے دینا چاہئے کیونکہ اس کے متمکن

ہونے سے فیض کی انتڑیوں میں سدہ پیدا ہو جاتا ہے اس لئے ہمیشہ باطن کے حالات کی جستجو چاہئے اور حضور یا غیبت میں مرشد کے حکم سے سانس لے کر اپنے آپ کو خالی کرنا بظاہر اُن خطرات کی نفی کے لئے ہے جو باطن میں متمکن ہو گئے ہوں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہر معنی ایک صورت کے لباس میں ہوا کرتا ہے۔ اس لئے ہر وقت اپنے تئیں ان خطرات وموانع سے جو متمکن ہو گئے ہوں سانس لے کر خالی کرنا چاہئے۔ 25

12)۔ اپنے آپ سے غیب اور حق سبحانہ کے ساتھ حضور بقدر عشق کے ہوتا ہے اور افراط محبت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ عشق جس قدر زیادہ ہوتا ہے اُسی قدر عاشق کو اپنے آپ سے غیبت اور معشوق کے ساتھ حضور زیادہ ہوتا ہے۔

13)۔ اِس زمانہ میں وجوہ معاش میں سے تجارت کی نسبت زراعت اور باغبانی حلّیت (حلال ہونے) سے اقرب ہے۔

14)۔ اہل اللہ کی صحبت میں ہمیشہ رہنا عقل معاد کی زیادتی کا ذریعہ ہے۔

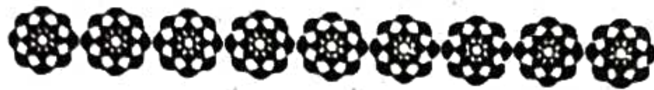
15)۔ صحبت سنت موکدہ ہے۔ ہر روز یا ہر دوسرے روز اولیاء اللہ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہئے اور ان کے آداب کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ اگر ظاہری دوری کا اتفاق ہو تو ہر مہینے یا ہر دوسرے مہینے اپنے ظاہری و باطنی حالات کو خطوں کے ذریعہ سے عرض کرنا چاہئے اور اپنے مکان میں ان کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھنا چاہئے تاکہ غیبت کلی واقع نہ ہو۔

16)۔ مرض موت میں آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ رسم و عادت کو چھوڑ و اور رسمِ خلق کے خلاف کرو اور ایک دوسرے سے اتفاق رکھو۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت بشریت کی عادات و رسوم کے اُٹھا دینے کے لیے تھی۔ تم ایک دوسرے کی مدد و تائید کرو اور تمام کاموں میں عزیمت پر عمل کرو۔ جہاں تک ہو سکے عزیمت کو ہاتھ سے نہ جانے دو اہل اللہ کی صحبت سنت موکدہ ہے۔ اس سنت پر خصوصاً و عموماً ہیشگی کرو اور صحبت کو ہر گز ترک نہ کرو۔ اگر تم امور مذکورہ پر استقامت اختیار کرو گے تو اس استقامت سے تمہیں وہ حاصل ہوگا جو میری تمام عمر کا حاصل ہے اور تمہارے حالات ترقی پر ہوں گے اور اگر تم ان وصیتوں پر عمل نہ کرو گے تو پریشان ہو جاؤ گے۔

حضرت خواجہ یعقوب چرخی قدس سرہ العزیز

ولادت : 762 ہجری بمطابق 1360ء بمقام : چرخ، نزد غزنی، افغانستان

وصال : 5 صفر 851 ہجری بمطابق 1447ء مزار اقدس: بلغنور ، ازبکستان



آپ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اصحاب و احباب میں سے ہیں۔ آپ غزنی کے قریب موضع چرخ کے رہنے والے تھے۔ آپ نے جامع ہرات اور کچھ عرصہ مصر میں تعلیم حاصل کی۔ جب حضرت یعقوب چرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ، خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ارادت کے لیے حاضر ہوئے تو حضرت نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتے۔ آج رات استخارہ کریں گے اگر تجھے قبول کرلیا گیا تو ہم بھی قبول کرلیں گے۔ مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے وہ رات بڑی بے چینی سے گزاری کہ آیا قبول بھی کرتے ہیں یا نہیں۔ علی الصبح، آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے تبسم فرمایا جس سے میں سمجھ گیا کہ مجھے قبول کرلیا گیا ہے اس کے بعد مجھے بیعت کیا اور طریقت کی تلقین کی۔ کچھ مدت حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں گزاری اور اس کے بعد آپ نے سفر کی اجازت عنایت فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ ہم سے ملا ہے وہ بندگان خدا کو پہنچانا اور تین مرتبہ یہ فرمایا؛ ''تجھ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں'' حضرت شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے بعد کافی عرصہ تک آپ حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار کی خدمت میں رہ کر فیوض و برکات حاصل کرتے رہے۔ ان کے وصال کے بعد حضرت خواجہ شاہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حکم یاد آیا کہ ہم سے جو ملا ہے وہ مخلوق خدا کو پہنچانا۔ چنانچہ اس حکم کے مطابق آپ مخلوق خدا کی رہبری کے کام میں مشغول ہو گئے۔ آپ نے 851 ہجری میں وصال فرمایا۔ آپ کا مزار اقدس قصبہ بلغنور میں مرجع خلائق ہے۔

ارشاداتِ عالیہ

☆ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ یعقوب چرخی قدس سرہ، شیخ زین الدین خوافی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ ملک مصر میں مولانا شہاب الدین سیرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ہم سبق رہے ہیں۔ ایک دن آپ نے مجھ سے پوچھا کہ کہتے ہیں کہ شیخ زین الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حل وقائع اور خوابوں کی تعبیر کا شغل رکھتے ہیں اور اس بارے میں اہتمام تمام رکھتے ہیں۔ ہم نے عرض کیا، ہاں درست ہے۔ پھر آپ ایک ساعت بیخود ہو گئے آپ کا طریقہ یہ تھا کہ ساعت بساعت بیخود ہو جایا کرتے تھے۔ جب ہوش میں آئے تو آپ نے یہ بیت پڑھا۔

چوں غلام آفتابم ہم از آفتاب گویم
نہ شبنم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

☆ فرماتے تھے کہ شہر ہرات کے اوقاف میں سے تین جگہ کے سوا کوئی چیز نہیں کھا سکتے۔ یعنی حضرت خواجہ عبداللہ انصاری کی خانقاہ، خانقاہ ملک میں اور مدرسہ غیاثیہ میں۔ ان تینوں کے سوا کوئی اور جگہ کہ جہاں وقف میں شک نہ ہو، نہیں ہے۔ اسی واسطے ماوراء النہر کے اکابر قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم نے اپنے مریدوں کو ہرات کے سفر سے منع کیا ہے کیونکہ وہاں ملال کم ہے جب سالک حرام میں مبتلا ہو جاتا ہے تو عالم سفلی کی طرف رغبت قہقری (سابقہ حالت کی طرف لوٹنا) کرتا ہے۔ اور صراط مستقیم کے سلوک سے منحرف ہو جاتا ہے۔

☆ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا تھا کہ "تیرا ہاتھ ہمارا ہاتھ ہے، جس کسی نے تیرا ہاتھ پکڑا، اس نے ہمارے ہاتھ کو پکڑا"۔

☆ ایک دفعہ میں نے حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا، آپ کو قیامت میں کس عمل سے پاؤں؟ فرمایا شریعت پر عمل کرنے سے۔

☆ درویش کے لئے سوائے لقائے مولیٰ، کوئی چیز مطلوب نہیں ہونی چاہئے تاکہ رب تعالیٰ کے انوار و تجلیات کا کما حقہ، مشاہدہ کر سکے۔

☆ صادق اور عاشق لوگوں کی صحبت اختیار کرو تاکہ تم بھی ویسے ہو جاؤ۔

صحبت مردانت از مرداں کند
ابر گریاں باغ راخندہ کند
با عاشقاں نشیں ہم عاشقی گزیں
با آنکہ نیست عاشق یکدم مشو قریں

☆ اس فقیر کا سترہ سالہ نوجوان پسر بقضائے الٰہی فوت ہوا۔ ماشاء اللہ صاحب حسن و جمال بے شمار ظاہری و باطنی خوبیوں سے آراستہ طبیعت پر ملال گزرا۔ جب اسکی قبر پر متوجہ ہوا تو بخاطر از روحانیت یہ شعر نظر سے گزرا۔

بادو قبلہ درره مقصود نتواں رفت راست
یا رضائے دوست بایدیا ہوائے خویشتن

☆ اس سے جوڑ جو تجھ سے قطع تعلق کرے اور کٹے۔

☆ جب خدائے پاک کی عنایت سے اس فقیر کا دل حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ کی صحبت کی طرف کھنچا۔ میں بخارا میں آپ کی خدمت کرتا اور حضرت کے کرم عمیم سے توجہ پاتا تھا۔ یہاں تک کہ ہدایت صمدیت سے مجھ کو یقین حاصل ہوا کہ آپ مخصوص اولیاء اللہ سے ہیں۔ اور کامل و مکمل ہیں۔ اشارات غیبی اور بہت سے واقعات کے بعد میں نے کلام الٰہی سے تفاول کیا تو یہ آیت نکلی، اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ (سورہ انعام، ۹۰) یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے۔ پس تو بھی ان کی ہدایتوں کی پیروی کر

☆ بندہ کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہر نام سے اپنا خاص حصہ حاصل کرے اور اس پر عمل کرے تاکہ اس اسم الٰہی کا مظہر بن جائے۔

حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہ صاحب تصانیف بھی ہیں۔ آپ نے قرآن مجید کے اخیر دو پاروں کی تفسیر لکھی ہے جس کے مطالعہ سے بڑا ذوق شوق پیدا ہوتا ہے۔ رسالہ انسیہ بھی آپ کی تصنیف ہے جس میں آپ نے حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ کے حالات درج کئے ہیں۔

خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار قدس سرہٗ العزیز

ولادت : رمضان المبارک 806 ہجری، 1404ء بمقام : باغستان نزد تاشقند ازبکستان

وصال : 29 ربیع الاول 895 ہجری، 1490ء مزار اقدس : نوجفائیاں ازبکستان



آپ کا نام مبارک عبید اللہ ہے۔ ناصر الدین لقب ہے کیونکہ آپ سے دین اسلام کو نصرت پہنچی۔ احرار بھی آپ کا لقب ہے۔ جو اصل میں خواجہ احرار ہے۔ چونکہ آپ کے اسم گرامی کے معنے میں چھٹائی پائی جاتی ہے اس لئے اس کے تدارک کے لئے آپ کو خواجہ احرار بالا ضافت لقب دیا گیا۔ اس لقب میں آپ کی بڑی منقبت ہے۔ کیونکہ اہل اللہ کے نزدیک حر (واحد احرار) اُسے کہتے ہیں جو عبودیت کی حدود کو بدرجہ کمال قائم کرے اور اغیار کی غلامی سے نکل جائے۔

آپ باغستاان میں، جو تاشقند کے مضافات سے ہے، ماہ رمضان ۸۰۶ھ میں پیدا ہوئے۔ تولد کے بعد چالیس دن تک ایام نفاس میں آپ نے اپنی ماں کا دودھ نہ پیا۔ جب اُنہوں نے نفاس سے پاک ہو کر غسل کیا تو پینا شروع کیا۔ لڑکپن ہی سے رشد و سعادت کے آثار اور قبول و عنایت الٰہیہ کے انوار آپ کی پیشانی میں نمایاں تھے۔ تین چار سال کی عمر ہی سے نسبت آگاہی حق سبحانہ تعالیٰ حاصل تھی۔ طفولیت میں مکتب میں آمد و رفت رکھتے مگر دل پر وہی نسبت غالب تھی۔ بچپن میں مزارات مشائخ پر حاضر ہوتے۔ جب سن بلوغ کو پہنچے تو تاشقند کے مزارات پر جو ایک دوسرے سے فاصلہ پر واقع ہیں پھرا کرتے اور بعض دفعہ ایک ہی رات میں تمام مزارات کا گشت کر آتے۔ آپ کے ماموں خواجہ ابراہیم علیہ الرحمۃ کو آپ کی تعلیم کا بڑا خیال تھا۔ اسی غرض

سے وہ آپ کو بائیس سال کی عمر میں تاشقند سے سمرقند لے گئے۔ مگر شغل باطنی کا غلبہ علم ظاہری کی تحصیل سے مانع رہا۔ خواجہ فضل اللہ ابواللیثی جو سمرقند کے اکابر علماء سے تھے فرماتے تھے کہ ہم خواجہ عبید اللہ کے باطن کے کمال کو نہیں جانتے مگر اتنا جانتے ہیں کہ انہوں نے بحسب ظاہر علوم رسمی سے بہت کم پڑھا ہے اور ایسا دن کم ہو گا کہ وہ تفسیر قاضی بیضاوی میں ہمارے سامنے کوئی نکتہ پیش کریں اور ہم سب اس کے حل سے عاجز نہ آئے ہوں۔ بائیس برس کی عمر سے انتیس برس کی عمر تک آپ سفر ہی میں رہے۔ اس عرصہ میں آپ کو بہت سے مشائخ زمانہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ چنانچہ سمرقند میں آپ اکثر، مولانا نظام الدین خلیفۂ حضرت علاء الدین عطار قدس سرہٗ کی صحبت میں حاضر ہوتے تھے۔ آپکی تشریف آوری سے پہلے ایک روز مولانا نے مراقبہ کے بعد نعرہ مارا جب سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا مشرق کی طرف سے ایک شخص نمودار ہوا جس کا نام خواجہ عبید اللہ ہے۔ اُس نے تمام روئے زمین کو لے لیا۔ وہ عجیب بزرگ شخص ہے۔ سمرقند کے قیام میں ایک روز آپ مولانا کے ہاں سے جو نکلے تو ایک بزرگ نے پوچھا کہ یہ جوان کون ہے؟ مولانا نے فرمایا، وہ خواجہ عبید اللہ ہیں۔ عنقریب دنیا کے سلاطین ان کے زیر اثر ہوں گے۔

سمرقند ہی میں آپ حضرت سید قاسم تبریزی کی صحبت سے مشرف ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ وہاں سے بخارا کی طرف روانہ ہوئے راستے میں ایک ہفتہ شیخ سراج الدین کلال پرسی خلیفۂ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہما کی صحبت میں رہے۔ بخارا میں پہنچ کر مولانا حسام الدین شاشی کی زیارت کی جو سید امیر حمزہ بن سید امیر کلال کے خلیفۂ اوّل تھے۔ اور خواجہ بزرگ کے خلیفہ خواجہ علاء الدین غجدوانی کی خدمت میں بہت دفعہ حاضر ہوئے۔ بعد ازاں آپ نے خراسان کا سفر اختیار کیا اور مرو کے راستے ہرات میں آئے۔ ہرات میں آپ نے چار سال قیام کیا۔ اس عرصہ میں آپ اکثر سید قاسم تبریزی اور شیخ بہاء الدین عمر قدس سرہما کی صحبت میں رہے اور کبھی کبھی شیخ زین الدین خوافی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔

ہرات میں آپ نے ایک سوداگر سے حضرت خواجہ یعقوب چرخی کے فضائل سُنے۔ اس لئے وہاں سے اُن کی صحبت کی نیت سے بلخ کے راستے حصار کی طرف متوجہ ہوئے۔ بلخ میں مولانا

حسام الدین پارسا خلیفۂ خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہما کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہاں سے حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہٗ کے مزار کی زیارت کے لئے چغانیاں پہنچے اور چغانیاں سے بلفتو میں مولانا یعقوب چرخی کی خدمت میں حاضر ہوئے جس کا قصہ آپ خود یوں بیان فرماتے ہیں۔

''جب میں ولایت چغانیاں میں پہنچا تو بیمار ہوگیا اور بیس روز تپ لرزہ آتا رہا۔ اس عرصہ میں چغانیاں کے بعضے لوگوں نے مولانا یعقوب چرخی کی بہت غیبت کی۔ بیماری کے دنوں میں ایسی پریشان کن باتوں کے سننے سے مولانا کی ملاقات کے ارادے میں بڑا فتور واقع ہوا۔ آخر کار میں نے اپنے دل میں کہا کہ تو اس قدر دور فاصلہ سے آیا ہے۔ یہ اچھا نہیں کہ تو ان سے ملاقات نہ کرے۔ میں روانہ ہوگیا اور ان کی خدمت میں پہنچا۔ وہ بڑی عنایت سے پیش آئے اور ہر طرح کی باتیں کیں لیکن دوسرے روز جو میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا تو بہت غصہ ہوئے اور سختی و درشتی سے پیش آئے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ ان کے غصہ کا سبب غیبت کا سننا اور تیرے ارادے میں فتور کا آنا ہوگا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ لطف سے پیش آئے اور بہت توجہ عنایت فرمائی اور حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ سے اپنی ملاقات کا حال بیان فرما کر اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا اور کہا کہ بیعت کر چونکہ ان کی پیشانی مبارک پر کچھ سفیدی مشابہ برص تھی جو طبیعت کی نفرت کا موجب ہوتی ہے اس لئے میری طبیعت ان کے ہاتھ پکڑنے کی طرف مائل نہ ہوئی۔ وہ میری کراہت کو سمجھ گئے اور جلدی اپنا ہاتھ ہٹا لیا اور اپنی صورت تبدیل کر کے ایسی صورت میں ظاہر ہوئے کہ میں بے اختیار ہوگیا۔ قریب تھا کہ بیخود ہو کر آپ سے لپٹ جاؤں۔ آپ نے دوسری دفعہ اپنا دست مبارک بڑھایا اور فرمایا کہ حضرت خواجہ بہاء الدین قدس سرہٗ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تھا کہ تیرا ہاتھ میرا ہاتھ ہے جس نے تیرا ہاتھ پکڑا اُس نے میرا ہاتھ پکڑا۔ حضرت خواجہ بہاء الدین قدس سرہٗ کا ہاتھ پکڑ لو۔ میں نے بلا توقف مولانا یعقوب کا ہاتھ پکڑ لیا۔ حسب طریقہ حضرات خواجگان مجھے شغل نفی و اثبات جس کو وقوف عددی کہتے ہیں سکھایا اور فرمایا کہ جو کچھ ہم کو حضرت خواجہ بزرگ سے پہنچا ہے یہی ہے۔ اگر تم بطریق جذبہ طالبوں کی تربیت کرو تو تمہیں اختیار ہے''۔

کہتے ہیں کہ مولانا کے بعض اصحاب نے آپ سے پوچھا کہ جس طالب کو آپ نے اس وقت طریقہ کی تعلیم دی اُس کی نسبت کس طرح آپ نے فرمادیا کہ تمہیں اختیار ہے چاہو بطریق جذبہ تربیت کرو اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ طالب کو مرشد کے پاس اس طرح آنا چاہئے کہ سب چیزیں تیار ہوں صرف اجازت کی دیر ہو۔ مولانا جامی نفحات الانس میں لکھتے ہیں کہ مولانا یعقوب فرماتے تھے کہ جو طالب کسی بزرگ کی صحبت میں آنا چاہے اُسے خواجہ عبید اللہ کی طرح آنا چاہئے کہ چراغ اور تیل بتی سب تیار ہے صرف دیا سلائی دکھانے کی دیر ہے۔ خواجہ عبید اللہ احرار فرماتے تھے کہ جب میں نے مولانا یعقوب سے اجازت طلب کی تو آپ نے مجھ سے حضرات خواجگان کے تمام طریقے بیان فرمادیئے۔ جب طریق رابطہ کی نوبت پہنچی تو فرمایا کہ اس طریقہ کی تعلیم میں دہشت نہ کھانا اور صرف استعداد والوں کو بتانا۔

حضرت خواجہ عبید اللہ مولانا یعقوب کی خدمت سے رخصت پاکر پھر ہرات میں آئے اور کم وبیش ایک سال وہاں رہے۔ بعدازاں انتیس سال کی عمر میں وطن مولوگ کی طرف مراجعت فرمائی۔ اور تاشقند میں مقیم ہوکر زراعت کا کام ایک شخص کی شراکت میں شروع کیا۔ دونوں ایک جوڑی بیل سے کھیتی کا کام کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زراعت میں بڑی برکت دی۔ آپ کے مال ومنال اور گلہ ومویشی اور اسباب واملاک اندازہ کی حد سے زائد تھے مگر یہ سب درویشوں کے لئے تھے۔

کرامات:

حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمت سے مراد دل کا ایک امر پر اس طرح جمع کرنا ہے کہ اُس کا خلاف دل میں نہ آئے۔ ایسی ہمت سے مراد مختلف نہیں ہوتی۔ فرماتے ہیں کہ اوائل جوانی میں جب کہ ہم مولانا سعد الدین کاشغری کے ساتھ ہرات میں تھے اور دونوں سیر کیا کرتے تھے۔ تو کبھی کشتی لڑنے والوں کے اکھاڑہ میں جاپہنچتے اور اپنی قوتِ توجہات کا امتحان کرتے۔ دو پہلوانوں میں سے ایک کی طرف توجہ مبذول کرتے تو وہ غالب آتا پھر مغلوب کی طرف متوجہ ہوتے تو وہ غالب ہوجاتا اس طرح کئی بار اتفاق ہوا۔ مقصود یہ تھا کہ معلوم

ہو جائے کہ ہمت کی تاثیر کس درجہ پر پہنچی ہے۔

مولانا ناصر الدین احرار جو حضرت عبید اللہ احرار کے خادموں میں سے تھے بیان کرتے ہیں کہ حضرت نے واقعہ میں دیکھا تھا کہ آپ کی مدد سے شریعت کو تقویت پہنچے گی۔آپ کے مبارک دل میں آیا کہ یہ بات سلاطین کی مدد کے بغیر حاصل نہ ہوگی۔اس غرض سے آپ سمرقند کی طرف آئے۔اُس وقت میرزا عبداللہ سمرقند کا حاکم تھا۔میں اُس سفر میں آپ کی خدمت میں تھا۔جب آپ سمرقند پہنچے تو میرزا عبداللہ کا ایک امیر آپ کی خدمت میں آیا۔آپ نے اُس سے فرمایا کہ یہاں آنے سے ہماری غرض تمہارے میرزا سے ملاقات ہے۔اگر تمہارے ذریعہ سے یہ کام ہو جائے تو خوب ہے۔اُس امیر نے بے ادبی سے جواب دیا کہ ہمارا میرزا لاپرواجوان ہے۔اُس سے ملاقات مشکل ہے۔درویشوں کو ایسی باتوں سے کیا مطلب آپ نے خفا ہو کر فرمایا کہ ہم کو سلاطین کی ملاقات کا حکم ہوا ہے۔ہم اپنے آپ نہیں آئے اگر تمہارا امیر پروا نہیں کرتا تو دوسرا لایا جائے گا جو پروا کرے گا۔جب وہ امیر چلا گیا تو آپ نے اُس کا نام سیاہی سے اس مکان کی دیوار پر لکھا اور اپنے لعاب سے مٹا دیا اور فرمایا کہ ہمارا کام اس بادشاہ اور اس کے امیروں سے نہیں چل سکتا اور اُسی روز تاشقند کی طرف روانہ ہوئے۔ایک ہفتہ کے بعد وہ امیر مر گیا اور ایک مہینے کے بعد سلطان ابوسعید اطراف ترکستان سے ظاہر ہوا اور اُس نے میرزا عبداللہ پر حملہ کر کے اُسے (۸۵۵ھ میں) قتل کر ڈالا۔

مولانا شیخ ابوسعید جو میرزا شاہ رخ کے زمانہ میں نہایت خوبصورت جوان تھے بیان کرتے ہیں کہ جوانی میں ایک بار ایک خوبصورت عورت سے اتفاقاً میری ملاقات ہوگئی۔وہ میرے مکان میں آگئی۔میں نے چاہا کہ خلوت میں اُس سے بات چیت کروں اس اثنا میں ناگاہ میں نے حضرت خواجہ کی آواز سنی کہ فرماتے ہیں۔ابوسعید! چہ کار مے کنی؟۔یہ سن کر میری حالت بدل گئی اور میرے دل پر ہیبت طاری ہوگئی اور میرے اعضا میں رعشہ پیدا ہو گیا میں نے اُٹھ کر فوراً اُس عورت کو اپنے مکان سے نکال دیا۔کچھ عرصہ کے بعد حضرت تشریف لائے۔جب آپ کی نظر

مجھ پر پڑی تو فرمانے لگے کہ اگر حق تعالیٰ کی توفیق تیری یاوری نہ کرتی تو شیطان تجھ کو برباد کر دیتا

خواجہ کلاں فرماتے ہیں کہ حضرت کا ایک خادم سمرقند کو جا رہا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ ہمارے واسطے سمرقند سے چند ڈبے خالص شہد کے لانا۔ وہ سمرقند سے کئی مہر بند ڈبے شہد سے بھر کر روانہ ہوا۔ اتفاقاً بازار سمرقند میں کسی کام کے لئے ایک بزاز کی دکان پر ٹھہر گیا اور اُس نے شہد کے ڈبوں کو اپنے سامنے رکھ لیا۔ ناگاہ ایک خوبصورت مست عورت جو اس بزاز کی آشنا تھی وہاں آئی اور دکان کے ایک طرف بیٹھ کر بزاز سے باتیں کرنے لگی اس خادم نے دو تین بار نظر حرام سے اس عورت کو دیکھا۔ پھر وہ ڈبوں کو اُٹھا کر تاشقند لے آیا۔ جب وہ حضرت کے دولت خانہ پر پہنچا تو آپ جنگل تشریف لے گئے تھے۔ اُس نے آپ کے پیچھے جانا چاہا۔ اتنے میں حضرت تشریف لے آئے اس نے وہ ڈبے پیش کئے۔ جب حضرت کی نظر ان ڈبوں پر پڑی تو خفا ہو کر فرمایا کہ ان ڈبوں سے شراب کی بو آتی ہے۔ اے بد بخت! میں نے تجھ سے شہد لانے کو کہا تھا تو میرے واسطے شراب لے آیا۔ خادم نے عرض کیا کہ میں تو شہد لایا ہوں لیکن جب ڈبوں کو کھولا گیا تو اس میں سے حضرت خواجہ کے ارشاد کے مطابق شراب ہی برآمد ہوئی، یعنی غیر محرم عورت کی طرف نظر بد کرنے کی وجہ سے شہد شراب میں تبدیل ہو گیا۔

وفات :

آپ کی تاریخ وفات شب شنبہ ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ ہے شام کے قریب جب آپ کا نفس شریف منقطع ہونے لگا۔ تو مکان میں بہت سی شمعیں روشن کی گئیں جن سے وہ مکان نہایت روشن ہو گیا۔ اس حال میں اچانک دیکھا گیا کہ آپ کے دو ابروے مبارک کے درمیان سے ایک نور چمکتی بجلی کی طرح نمودار ہوا۔ جس کی روشنی نے شمعوں کے نور کو مات کر دیا۔ حاضرین نے اس نور کا مشاہدہ کیا بعد ازاں آپ کا وصال ہو گیا۔ اور محلہ خواجہ کفشیر دفن ہوئے۔ آپ کی اولاد بزرگوار نے آپ کے مرقد مبارک پر عالیشان عمارت تعمیر کر دی اور قبر مبارک کو نہایت عمدہ بنایا۔

ارشاداتِ عالیہ

آپ سے پوچھا گیا کہ پیر کون ہے؟ تو فرمایا پیر وہ ہے کہ جو کچھ رسول اللہ ﷺ کا پسندیدہ نہیں وہ اس میں نہ رہا ہو اور جو کچھ آپ کا پسندیدہ ہے وہ اس میں رہ گیا ہو بلکہ وہ اور اس کی خواہش تمام اس سے گم ہو گئی ہو اور وہ آئینہ ہو گیا ہو کہ جس میں سوائے نبی ﷺ کے اخلاق واوصاف کے کچھ نظر نہ ہو اس مقام میں وہ صفات نبوی ﷺ سے متصف ہونے کے سبب سے حق سبحانہ کے تصرف کا مظہر ہو جاتا ہے اور تصرف الٰہی سے اصحاب استعداد کے باطن میں تصرف کرتا ہے۔

☆ مرید وہ ہے کہ ارادت کی آگ کی تاثیر سے اس کی خواہش جل گئی ہو اور اس کی مرادوں میں سے کچھ نہ رہا ہو اور اپنے دل کی بصیرت سے پیر کے آئینہ میں مراد کا جمال دیکھ کر اس نے سب قبلوں سے منہ پھیر لیا ہو اور پیر کا جمال اس کا قبلہ ہو گیا ہو اور پیر کی بندگی میں آزادی سے فارغ ہو کر سوائے پیر کے آستانہ کے اپنے سرنیاز کو کہیں خم نہ کرتا ہو اور سب سے منہ پھیر کر اپنی سعادت پیر کی قبولیت میں اور اپنی شقاوت پیر کے ردّ میں سمجھتا ہو۔ بلکہ نیستی کا خط وجود کی پیشانی پر کھینچ کر وجود غیر کے شعور کے تفرقہ سے رہائی پا گیا ہو۔

☆ ارباب جمعیت کی صحبت مانگنی چاہئے کیونکہ اس کے ضمن میں تمام سعادتیں حاصل ہیں

☆ اگر تجھ سے پوچھا جائے کہ توحید کیا ہے۔ تو جواب دے کہ غیر حق سبحانہ کی آگاہی سے دل کا آزاد کرنا توحید ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ وحدت کیا ہے تو جواب دے کہ غیر حق سبحانہ کے وجود کے علم وشعور سے دل کی خلاصی وحدت ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ اتحاد کیا ہے۔ تو جواب دے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی ہستی میں استغراق اتحاد ہے اگر پوچھا جائے کہ سعادت کیا ہے تو جواب دے کہ اللہ تعالیٰ کی دید کے ساتھ خودی سے خلاصی سعادت ہے اگر پوچھا جائے کہ شقاوت کیا ہے تو جواب دے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ سے خودی میں رہنا اور حق سے باز رہنا شقاوت ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ وصل کیا ہے تو جواب دے کہ وجود حق سبحانہ کے نور کے شہود کے ساتھ اپنے آپ کا

نسیان وصل ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ فصل کیا ہے تو جواب دے کہ دل کا غیر حق سبحانہ سے جدا کرنا فصل ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ شکر کیا ہے تو جواب دے کہ ایسے حال کا دل پر ظاہر ہونا کہ دل اس چیز کو پوشیدہ نہ رکھ سکے جس کا اس حال سے پہلے واجب تھا۔

فرمایا)۔ اگر تمام احوال اور مواجید ہمیں عطا کئے جائیں اور ہمیں اہل سنت و جماعت کے عقائد سے آراستہ نہ کیا جائے۔ تو ہم اسے بجز خرابی کچھ نہیں سمجھتے۔ اور اگر تمام خرابیاں ہم پر جمع کی جائیں اور اہل سنت و جماعت کے عقائد سے سرفراز فرمایا جائے تو ہمیں کچھ ڈر نہیں۔

☆ ہماری زبان دل کا آئینہ ہے۔ اور دل روح کا آئینہ ہے۔ اور روح حقیقت انسانی کا آئینہ ہے اور حقیقت انسانی حق سبحانہ وتعالیٰ کا آئینہ ہے۔ حقائق غیبیہ غیب ذات سے دور دراز فاصلے طے کر کے زبان پر آتے ہیں۔ اور یہاں صورت لفظی قبول کر کے مستعدانِ حقائق کے کانوں میں پہنچتے ہیں۔

☆ میں بعض اکابر کی خدمت میں رہا تو انہوں نے مجھے دو چیزیں عطا فرمائیں۔ ایک یہ کہ میں جو کچھ لکھوں جدید ہوگا نہ کہ قدیم دوسرے یہ کہ میں جو کچھ کہوں مقبول ہوگا۔

☆ آیۃ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کے معنی میں آپ فرماتے تھے کہ اس کے دو معنی ہیں۔ ایک بحسب صورت اور وہ یوں ہے کہ اہل صدق کے ساتھ مجالست و مصاحبت کو لازم پکڑے تا کہ ان کی صحبت کے دوام کے سبب سے اس کا باطن ان کی صفات و اخلاق کے انوار سے روشن ہو جائے۔ دوسرے معنی بدیں طور کہ باطن کی شاہراہ سے اس گروہ کے ساتھ رابطہ کا طریق اختیار کرے جو واسطہ ہونے کا استحقاق رکھتے ہیں۔ اور صحبت کے لیے ضروری نہیں کہ ہمیشہ آنکھ کے ساتھ دیکھے بلکہ ایسا کرے کہ صحبت دائمی ہو جائے اور صورت سے معنی کی طرف عبور کرے تا کہ واسطہ ہمیشہ نظر میں رہے۔ جب اس بات کو دوام کے طور پر ملحوظ رکھے گا تو اس کے باطن کو اُن کے باطن کے ساتھ نسبت و اتحاد پیدا ہو جائے گا اور اس واسطہ سے اُسے مقصود اصلی حاصل ہو جائے گا۔

☆ حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ ''شَیَّبَتْنِیْ سُوْرَۃُ ھُوْد'' (یعنی سورۃ ھود نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے) اُس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں استقامت کا حکم دیا گیا ہے۔

چنانچہ باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ''فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ'' ''ترجمہ: پس تو استقامت کر جیسا کہ تجھے حکم ہوا ہے۔'' اور استقامت نہایت دشوار ہے۔ کیونکہ استقامت کے معنی ہیں قائم رہنا۔ حدودِ وسط میں تمام افعال و اقوال اور اخلاق و احوال میں بدیں طور کہ تمام افعال میں ضرورت سے تجاوز صادر نہ ہو اور افراط و تفریط سے محفوظ رہے۔ اسی سبب سے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ضروری کام تو استقامت ہے۔ کرامات و خوارق عادات کے ظہور کا کچھ اعتبار نہیں۔

☆ لوگوں کے اعمال و اخلاق سے جمادات کا متاثر ہونا محققین کے نزدیک ایک ثابت امر ہے۔ حضرت شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہ نے اس بارے میں بہت تحقیقات کی ہیں۔ یہ تاثر اس درجہ تک ہے کہ اگر ایک شخص نماز کو جو افضل عبادات ہے، ایسے جگہ میں ادا کرے جو ایک جماعت کے اعمال و اخلاق ناپسندیدہ سے متاثر ہوگئی ہو تو اس نماز کا جمال اور رونق اُس نماز کے برابر نہیں جو ایسی جگہ میں ادا کی جائے جو اربابِ جمعیت کی برکت سے متاثر ہو۔ یہی سبب ہے کہ حرم مکہ میں دو رکعت نماز غیر حرم میں بہت سی رکعتوں کے برابر ہے۔

☆ ایک روز آپ نے ایک شخص سے کہا کہ اگر تمہیں حضرت خواجہ بہاؤالدین قدس سرہ کی صحبت میں ایک نسبت حاصل ہو جائے۔ اس کے بعد تم کسی دوسرے بزرگ کی خدمت میں چلے جاؤ اور اس کی صحبت میں بھی وہی نسبت پھر حاصل ہو جائے تو تم کیا کرو گے؟ کیا خواجہ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کو چھوڑ دو گے۔ پھر آپ ہی نے فرمایا؛ کہ کسی دوسری جگہ سے اگر تمہیں وہی نسبت حاصل ہو۔ تمہیں چاہیے کہ اُس کو حضرت خواجہ بہاء الدین سے سمجھو اور یہ حکایت بیان کی کہ قطب الدین حیدر کے ایک مرید شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کی خانقاہ میں گیا وہ نہایت بھوکا تھا۔ اس نے اپنے پیر کے گاؤں کی طرف منہ کر کے کہا۔ شیئاًللہ قطب الدین حیدر شیخ شہاب الدین کو جو اس کا حال معلوم ہوا تو اپنے خادم کو حکم دیا کہ وہ کھانا اُس کے پاس لے جائے۔ جب وہ درویش کھانا کھا کر فارغ ہوا تو پھر اپنے پیر کے گاؤں کی طرف منہ کر کے کہا۔ شکراللہ قطب الدین حیدر۔ کہ آپ نے ہم کو کسی جگہ نہیں چھوڑا۔ جب خادم حضرت شیخ کے پاس گیا تو آپ نے پوچھا کہ تم نے اس درویش کو کیسا پایا؟ خادم نے عرض کیا کہ وہ مہمل شخص ہے۔ کھانا تو آپ کا کھاتا ہے مگر شکر قطب الدین حیدر کا کرتا ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ مریدی اُس سے سیکھنی چاہیے کہ ظاہری و

باطنی فائدہ جس جگہ سے پائے، اُسے اپنے پیر کی برکت سے ہی سمجھے۔

☆ ایک روز سادات کی توقیر و تعظیم کے بارے میں فرما رہے تھے کہ جس بستی میں سادات رہتے ہوں۔ میں اُس میں نہیں رہنا چاہتا۔ کیونکہ ان کی بزرگی اور شرف زیادہ ہے۔ میں ان کی تعظیم کا حق بجا نہیں لاسکتا اور یہ واقعہ بیان کیا کہ؛

ایک روز امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ درس کی مجلس میں کئی بار اٹھے۔ کسی کو اس کا سبب معلوم نہ ہوا۔ آخر کار حضرت امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک شاگرد نے دریافت کیا۔ حضرت امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ سادات علوی کا ایک لڑکا اُن لڑکوں میں ہے جو مدرسہ کے صحن میں کھیل رہے ہیں۔ وہ لڑکا جب اس درس کے قریب آتا ہے اور اس پر میری نظر پڑتی ہے تو میں اس کی تعظیم کے لیے اٹھتا ہوں۔

☆ کشف قبور یہ ہے کہ صاحب قبر کی روح مثالی صورتوں میں سے کسی مناسب صورت کے ساتھ متمثل ہو جاتی ہے۔ صاحبِ کشف اُس کو بصارت کی آنکھ سے اُسی صورت میں مشاہدہ کرتا ہے۔ لیکن چونکہ شیطانوں کو مختلف صورتوں اور شکلوں کے ساتھ متمثل و متشکل ہو جانے کی قوت ہوتی ہے۔ اس لیے ہمارے خواجگان قدس اللہ ارواحہم نے اس کشف کا اعتبار نہیں کیا ہے۔ اصحاب قبور کی زیارت میں اُن کا طریقہ یہ ہے کہ جب وہ کسی بزرگ کی قبر پر پہنچتے ہیں تو اپنے تئیں تمام کیفیتوں اور نسبوں سے خالی کر کے انتظار میں بیٹھ جاتے ہیں کہ کیا نسبت ظاہر ہو۔ اُس نسبت سے صاحب قبر کا حال معلوم کر لیتے ہیں اور بے گانوں کی صحبت میں بھی اُن کا یہی طریقہ ہے کہ جو شخص اُن کے پاس بیٹھے وہ اپنے باطن پر نظر ڈالتے ہیں۔ جو کچھ اس شخص کے آنے کے بعد ظاہر ہو وہ جان لیتے ہیں کہ یہ اُس کی نسبت ہے۔ اور ہمارا اس میں کچھ دخل نہیں ہے۔ اس نسبت کے مطابق لطف یا قہر سے اس سے پیش آتے ہیں۔

☆ محققین کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ موت کے بعد اولیاء اللہ ترقی کرتے ہیں۔

☆ اس سلسلہ کے خواجگان قدس اللہ سرہم ریا کاروبازی گر کی طرف نسبت نہیں رکھتے۔ ان کا خانہ بلند ہے۔

☆ ہر زمانہ میں رجال غیب صالحین میں سے اُس شخص کی صحبت میں رہتے ہیں جو عزیمت

پر عمل کرتا ہے۔ یہ گروہ رخصت سے بھاگتا ہے۔ رخصت پر عمل کرنا ضعیفوں کا کام ہے۔ ہمارے خواجگان قدس اللہ ارواحہم کا طریقہ عزیمت ہے۔

☆ جس وقت آپ عزیمت واحتیاط کے طریق سے کوئی کام کرتے تو فرماتے کہ لقمہ و طعام میں احتیاط کرنا ضروریات سے ہے۔ چاہیے کہ کھانا پکانے والا باوضو ہو۔ وہ شعور و آگاہی سے لکڑی چولھے میں رکھے اور آگ جلائے۔ جس پکانے میں غصہ یا پریشان باتیں ظہور میں آئیں حضرت خواجہ بہاء الدین قدس سرہ اُس کھانے کو نہ کھاتے اور فرماتے کہ اس کھانے میں ظلمت ہے۔ ہمیں اس کا کھانا جائز نہیں۔

☆ چاہیے کہ مرید کی توجہ پیر کے دو ابرو کے درمیان ہو اور پیر کو تمام اوقات اور احوال میں آگاہ و حاضر سمجھے تاکہ پیر کی بزرگی اور عظمت اُس میں تصرف کرے اور جو چیز پیر کے حضور میں نامناسب ہو وہ مرید کے باطن سے کوچ کر جائے اور اس امر کے کمال کے سبب سے یہ حال ہو جائے کہ پیر و مرید کے درمیان سے حجاب اٹھ جائے اور پیر کی تمام مرادیں اور مقاصد بلکہ اُس کے احوال و مواجید مرید کے مشاہدہ و معائنہ میں آ جائیں۔

☆ ردی خطرات اور طبعی مقتضیات میں گرفتاری سے خلاصی کا طریق تین چیزوں میں سے ایک ہو سکتی ہے۔ اول یہ کہ اعمال خیر جو اس گروہ نے مقرر کیے ہیں اُن میں سے ہر ایک عمل اپنے اوپر لازم کرے اور ریاضت کا طریق اختیار کرے۔ دوسرے یہ کہ اپنی قوت و طاقت کو درمیان سے اٹھا دے اور جان لے کہ میں ایسا نہیں کہ خود بخود اس بلا سے خلاصی حاصل کر سکوں اور عاجزی و محتاجی کے طور پر ہمیشہ حق سبحانہ کی جناب میں تضرع اور انکساری کرے تاکہ حق سبحانہ اُس کو اس بلا سے نجات دے۔ تیسرے یہ کہ اپنے پیر کی ہمت و باطن سے مدد طلب کرے اور اُس کو اپنی توجہ کا قبلہ بنائے۔ اس تقریر کے بعد آپ نے حاضرین سے پوچھا کہ ان تین طریقوں میں سے بہتر کون سا ہے۔ پھر آپ ہی فرمایا کہ پیر کی ہمت سے مدد مانگنا اور اس کی طرف متوجہ ہونا بہتر ہے۔ کیونکہ طالب اس صورت میں اپنے تئیں حق سبحانہ کی طرف توجہ سے عاجز سمجھ کر پیر کو اس توجہ اور حق سبحانہ کی جناب میں وصول کا وسیلہ بناتا ہے۔ یہ امر حصول نتیجہ کے قریب تر ہے۔ جو کچھ طالب کا مقصود ہے اس تقدیر پر زیادہ جلدی متفرع ہوگا کیونکہ وہ ہمیشہ پیر کی ہمت سے مدد طلب کرنے والا ہوگا

☆ عبادت سے مراد یہ ہے کہ اوامر پر عمل کریں اور نواہی سے پرہیز کریں۔ عبودیت سے مرادِ حق سبحانہ کی جانب کی طرف ہمیشہ توجہ و اقبال ہے۔

☆ شریعت، طریقت، حقیقت تین چیزیں ہیں۔ ظاہر پر احکام کا جاری کرنا شریعت ہے۔ جمیعت باطن میں تمحل و تکلف طریقت ہے اور اس جمیعت میں رسوخ حقیقت ہے۔

☆ علم دو ہیں۔ علم وراثت اور علم لدنی۔ علم وراثت وہ ہے جس سے پہلے کوئی عمل ہو۔ چنانچہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ترجمہ: جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو وارث بناتا ہے۔ اُس علم کا جو اُسے معلوم نہیں"

اور علم لدنی وہ علم ہے جس سے پہلے کوئی عمل نہ ہو۔ بلکہ بغیر کسی سابق عمل کے حق سبحانہ محض عنایت بے علت سے اپنے پاس سے بندے کو کسی خاص علم کے ساتھ مشرف کرے۔ چنانچہ حق سبحانہ کا ارشاد ہے:

" وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا " ﴿سورۃ کہف، ع۹﴾

ترجمہ: اور سکھایا تھا ہم نے اُس کو اپنے پاس سے علم۔

آپ نے فرمایا کہ علم کی طرح اجر بھی دو قسم کا ہے۔ اجر ممنون اور اجر غیر ممنون۔ اجر ممنون وہ ہے جو کسی عمل کے مقابلہ میں نہ ہو بلکہ محض موہبت ہو اور اجر غیر ممنون وہ ہے جو کسی عمل کے مقابلہ میں ہو۔

☆ فنائے مطلق کے معنی یہ نہیں کہ صاحب فنا کو اپنے اوصاف و افعال کا شعور نہ ہو بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ بطریق ذوق اپنے آپ سے اوصاف و افعال کے اسناد کی نفی کرے اور فاعل حقیقی جل ذکرہ کے لیے اسناد ثابت کرے۔ وہ جو صوفیہ قدس اللہ تعالیٰ اروا حھم نے فرمایا ہے کہ نفی اثبات کے ساتھ مخالفت نہیں رکھتی اُس کے یہی معنی ہیں۔ آپ نے مثال کے طور پر فرمایا کہ یہ کپڑا جو میں پہنے ہوئے ہوں، عاریتی ہے اور مجھے اس کے عاریتی ہونے کا علم نہیں اور اس سبب سے کہ اس کو میں اپنی ملک سمجھتا ہوں۔ اس سے تعلق رکھتا ہوں۔ ناگاہ مجھے اس کپڑے کے عاریتی

ہونے کا علم ہو گیا۔ اُسی وقت میرا تعلق اس سے منقطع ہو گیا۔ حالانکہ میں بالفعل پہن رہا ہوں۔ اسی پر تمام صفات کو قیاس کرنا چاہیے کہ سب عاریتی ہیں تاکہ غیر حق سبحانہ سے دل منقطع ہو جائے اور پاک و مطہر ہو جائے۔

☆ وصل حقیقت میں یہ ہے کہ دل بطریق ذوق حق سبحانہ کے ساتھ جمع ہو جائے اور جب یہ بات دائم ہو جائے تو اسے دوام وصل بولتے ہیں۔ نہایت یہی ہے۔ وہ جو حضرت خواجہ بہاء الدین قدس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو بدایت میں درج کرتے ہیں۔ اس سے مراد یہی نہایت ہے۔ اور وہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ ہم محض قبولیت کا واسطہ ہیں۔ ہم سے منقطع ہونا چاہیے اور مقصود سے ملنا چاہے، یہی وصل ہے۔

☆ تجلی کے معنی کشف ہیں۔ اس امر کا ظہور دو طرح سے ہو سکتا ہے۔ ایک کشف عیانی جو دار جزا میں سر کی آنکھ کے ساتھ مقصود کے جمال کا مشاہدہ ہے۔ دوسرے یہ کہ غلبہ محبت کے ساتھ غائب کو کثرت سے حاصل کرنے کے ذریعہ سے وہ غائب مثل محسوس کے ہو جائے کیونکہ خواص محبت میں سے ہے کہ وہ غائب کو مثل محسوس کر دیتی ہے۔ دنیا میں ارباب کمال کے قدم کی انتہاء یہی ہے۔

☆ اگر ہم شیخی کرتے تو اس زمانہ میں کسی شیخ کو مرید نہ مل سکتا۔ لیکن ہمیں اور کام کا حکم ملا ہے کہ مسلمانوں کو ظالموں کے شر سے بچائیں۔ اس واسطے ہمیں بادشاہوں سے میل جول رکھنا اور ان کے نفوس کو مسخر کرنا اور اس عمل کے ذریعہ سے مسلمانوں کی مطلب برآری ضروری ہے۔

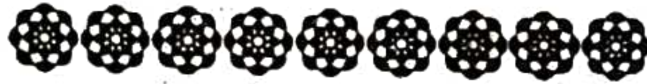
☆ حق سبحانہ نے محض عنایت سے مجھے ایسی قوت عطا کی ہے کہ اگر میں چاہوں تو ایک رقعہ سے بادشاہ خطا کو جو الوہیت کا دعویٰ کرتا ہے، ایسا کر دوں کہ بادشاہت چھوڑ کر ننگے پاؤں خطا سے خار و خاشاک میں دوڑتا ہوا اپنے تئیں میرے آستانہ پر پہنچے لیکن باوجود ایسی قوت کے ہم خدا کے حکم کے منتظر ہیں۔ جس وقت وہ چاہے اور حکم دے، وقوع میں آئے گا۔ اس مقام کے لیے ادب لازم ہے اور ادب یہ ہے کہ بندہ اپنے تئیں حق سبحانہ کے ارادہ کا تابع بنائے نہ کہ حق تعالیٰ کو اپنے ارادہ کا تابع بنائے۔

26

حضرت مولانا محمد زاہد وخشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت : 852ہجری،1448ء　بمقام : وخش نزد بخارا

وصال : یکم ربیع الاول 939ہجری، 1532ء　مزار اقدس : وخش نزد بخارا ازبکستان



حضرت مولانا محمد زاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت یعقوب چرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نواسے تھے۔ حضرت خواجہ احرار سے بیعت سے قبل کئی سال تک خوب ریاضت و مجاہدے میں مصروف رہے اور شب بیداری کرتے رہے۔ آخر اشارہ غیبی پا کر خواجہ احرار کی طرف روانہ ہوئے تا کہ آپ سے بیعت کریں۔ خواجہ احرار آپ کی آمد کی اطلاع باطنی طور پر پا کر آپ کے استقبال کے لیے نکلے۔ خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مولانا کو اپنی بیعت سے نوازا اور روحانی فیوض و برکات آپ تک منتقل فرما کر اسی وقت خرقہ خلافت عنایت فرما کر آپ کو رخصت کر دیا۔ چنانچہ مولانا کو خواجہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دوبارہ شرف ملاقات نصیب نہ ہوا۔ حضرت مولانا نے حضرت یعقوب چرخی کے دوسرے خلفاء سے بھی کافی اکتساب فیض کیا اور زہد و ریاضت میں مصروف رہ کر اسم با مسمیٰ بن گئے۔ اس کے بعد آپ خلق خدا کی رہنمائی میں مصروف ہو گئے۔ آپ نے 939ہجری میں دنیا کو خیر آباد کہا۔ آپ کا مزار پر انوار وخش میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

ارشاداتِ عالیہ

1)۔ جب آپ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کے آستانہ کی طرف متوجہ ہوئے تو فرمایا

زاہد بہ ہشت خلوت و دامن زپا کشید
چوں از بہار دامن صحراء بہشت شد

ترجمہ :۔ ''جیسے ہی دامن صحراء موسم بہار کے باعث جنت نظیر ہوا۔ زاہد نے گوشہ نشینی کے آٹھ پردوں سے قدم باہر نکالا۔''

2)۔ آپ کو خبر پہنچی کہ سلطان محمود مرزا حاکم بدخشاں نے اپنے بھائی سلطان احمد مرزا سے جنگ کرنے کی غرض سے سمر قند کا محاصرہ کرنے کا ارادہ کیا ہے تو آپ نے مرزا سلطان محمود کو یہ پیغام ارسال فرمایا:

'' اس عرضداشت کے ذریعے یہ فقیر حضرت مخدوم زادہ کے ملازمین کی خدمت میں ظاہر کرتا ہے کہ اکابر اولیاء اللہ نے شہر سمر قند کو محفوظ و پر امن جگہ کے نام سے یاد فرمایا ہے۔ لہذا آپ کا فتح سمرقند کا ارادہ کرنا مناسب نہیں ہے اور جب خدائے پاک نے اس کا حکم نہیں دیا نہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت میں ایسی کوئی ہدایت وارد ہوئی ہے تو آپ کا اپنے بھائی پر تلوار اٹھانا کس حد تک مناسب ہے۔ یہ فقیر آپ کی خیر خواہی میں کئی مرتبہ آپ کی خدمت میں عرض کر چکا ہے مگر قبولیت کی حد تک نہیں پہنچا لوگوں کی باتوں میں آ کر آپ کا اس ملک کے فتح کرنے کا قصد کرنا اور اس فقیر کے معروضہ کو قبول نہ کرنا ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے حالانکہ میں نے آپ کی خدمت میں آپ کی خیر خواہی کے لیے عرض کیا، لوگ

جو کچھ کہتے ہیں محض اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے کہتے ہیں۔ سمرقند میں بہت سے بزرگانِ دین، فقراء و مساکین ہیں انہیں اور زیادہ تنگ کرنا مناسب نہیں ہے ایسا نہ ہو کہ کسی دل کو صدمہ پہنچے اور دردمند دل کی آہ جو کچھ کرسکتی ہے وہ آپ کو معلوم ہے۔ خدا کے نیک بندوں اور عام طور سے سب مسلمانوں کے دلوں کو اس سے تکلیف ہوگی اس لیے آپ اس ارادہ سے باز آ جائیں اور خدا سے ڈریں۔ فقیر کی اس بات کو جو بے غرض اور محض للہیت کی وجہ سے ہے مان لیں اور دونوں بھائی آپس میں اتفاق کر کے ایک دوسرے کی مدد کریں تا کہ خدا تعالیٰ راضی ہو۔ پھر ایک دل اور متفق ہو کر ان کاموں کو جو ادھورے پڑے ہیں پورا کریں۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں جن پر وہ اپنی بہت کچھ عنایت کرتا ہے۔ ان کی جفا اور لڑائی کے ارادے کو اپنے ساتھ جنگ کا ارادہ اور ظلم کرنا فرماتا ہے۔ چنانچہ صحاح ستہ کی حدیث میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔

به پیش چشم چو خاکسترم میا گستاخ
که هست در تگ او آتشے و دریائے

ترجمہ:۔ '' لوگوں کی نظر میں اگر چہ میں خاک کی مانند ہوں لیکن تو ارادۂ گستاخی کو دور رکھ کہ اس راکھ کے نیچے آگ اور پانی کا ایک دریا موجود ہے۔''

سلطان محمود مرزا نے آپ کا حکم نہ مانا اور شکست سے دوچار ہوا۔

فرمایا)۔ خانوادۂ اولیائے نقشبند بڑا صاحب تصرف ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے دل کے ارادہ کے مطابق کام کر دیتا ہے۔ اور یہ خانوادہ کسی اور کا مطیع نہیں ہے۔

حضرت خواجہ درویش محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت : 876ہجری بمقام : وخش نزد بخارا

وصال : 29 محرم 975ہجری مزار اقدس : تقرار، ماورالنہر (ترکی)



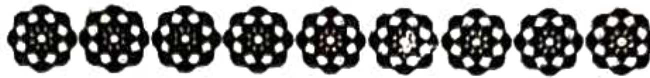
آپ حضرت خواجہ محمد زاہد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بھانجے تھے۔ آپ بیعت سے پہلے پندرہ سال ریاضت ومجاہدات میں مشغول رہے اور یہ عرصہ جنگلوں اور ویرانوں میں گزارا۔ ایک روز بھوک سے سخت مجبور تھے۔ آسمان کی طرف منہ کیا۔ فوراً حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ اگر صبر وقناعت مطلوب ہے تو خواجہ محمد زاہد کے پاس چلے جاؤ۔ وہ تمہیں صبر وقناعت سکھلائیں گے پس وہ ان کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی اور طریقت کی تعلیم کی تکمیل میں مصروف ہو گئے اور حضرت خواجہ محمد زاہد سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کے وصال کے بعد مسند ارشاد پر بیٹھے اور سینکڑوں لوگوں کو راہ حق کی طرف لائے۔

آپ کا وصال 975ہجری میں ہوا۔ مزار مبارک ''استقرار'' میں ہے جو کہ ''بستر'' شہر (ترکی) کے مضافات میں ہے۔

حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہ'

ولادت : 918ہجری بمطابق 1512ء بمقام : امکنگ

وصال : 22شعبان 1008ہجری،1600ء مزاراقدس : امکنگ،ازبکستان



آپ کا اسم مبارک خواجگی ہے جس کے لفظی معنی منسوب بہ خواجہ ہیں ۔آپ موضع امکنگ میں رہا کرتے تھے ۔ جو بخارا کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے ۔اس گاؤں کی طرف منسوب کر کے آپ کو اِمکنگی کہتے ہیں ۔آپ کی تربیت ظاہری و باطنی اپنے والد بزرگوار خواجہ درویش محمد قدس سرہ' سے ہوئی اور ان ہی سے آپ کو خلافت ہے۔

آپ تیس برس تک مسند خلافت پر رونق افروز رہے۔اگر چہ معمر ہو گئے تھے مگر آنے جانے والوں کی خدمت خود کیا کرتے تھے ۔مہمانوں کے لیے کھانا خود لاتے بلکہ بسا اوقات مہمانوں کے خادموں اور سواریوں کی بھی خود خبر گیری کیا کرتے تھے ۔آپ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ کے اصل طریقہ کے پابند تھے ۔اور ذکر جہر وغیرہ محدثات طریقہ سے پرہیز کرتے تھے۔عابد وزاہد اور صاحب کرامت وخوارق تھے۔اپنے حالات کے اخفاء میں بہت کوشش کرتے تھے ۔اپنے وقت میں طالبان طریقت کے مرجع تھے۔تصرف باطنی کا یہ عالم تھا کہ علماء وفضلاء اور امراء وفقراء استفاضہ کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔بلکہ ملوک وسلاطین آپ کے آستانہ عالیہ کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتے تھے۔

عبداللہ خان والی توران ۔نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم الشان خیمہ کھڑا ہے۔جس میں جناب رسالت مآب علیہ التحیۃ والثناء تشریف رکھتے ہیں۔ایک بزرگ بارگاہ کے دروازے پر بطور دیوان خدمت بجالا رہے ہیں اور خلائق کے معروضات حضور نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں پیش کر کے جواب لا رہے ہیں۔ چنانچہ حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نے اس بزرگ کے ہاتھ میں ایک تلوار مجھے ارسال فرمائی اور انہوں نے آ کر میری کمر میں لٹکا دی۔اس کے بعد عبداللہ خاں کی آنکھ کھل گئی۔خان موصوف نے اُس بزرگ کا حلیہ بتا کر تلاش شروع کی۔آخر کار اس کے ایک

مصاحب نے عرض کیا کہ اس حلیہ کے بزرگ مولانا خواجگی ہیں۔ بادشاہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کچھ ہدایہ پیش کیا لیکن مولانا نے انکار کر دیا تب بادشاہ نے آیہ کریمہ ''اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ'' تلاوت کی تو آپ نے مجبوراً قبول فرمالیا۔

حضرت مولانا نے اپنی وفات سے چندروز پیشتر اپنے خلیفہ خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ کو ایک خط میں یہ دو شعر تحریر فرمائے ۔

زماں تا زماں مرگ یاد آیدم ندانم کنوں تا چہ پیش آیدم
جدائی مبادا مرا از خدا دگر ہرچہ پیش آیدم شایدم

ترجمہ : '' مجھے ہر گھڑی موت یاد آتی ہے۔نہیں معلوم کہ اب کیا بات پیش آئے۔ مجھے ہر دم وصل خدا رہے اور جو کچھ پیش آنا ہے، پیش آئے''

اس خط کے پہنچتے ہی حضرت کی وفات کی خبر خواجہ ممدوح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پہنچی۔ آپ کی عمر نوے سال کی تھی۔ تاریخ وصال 1008 ہجری ہے۔ آپ کا مولد و مرقد قریہ املنگ میں ہے

ارشاداتِ عالیہ

☆۔ فقر کی حلاوت و شرینی قناعت میں ہے۔ ☆۔ سچی قسم کھانا شریعت مطہرہ میں جائز ہے۔ لہذا شرعی کام میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ ☆۔ ایک دن ایک صاحب نے عرض کیا کہ مسجد کا راستہ اونچائی پر ہے۔ اور حضرت کو بڑھاپے کے باعث کمزوری لاحق رہتی ہے۔ اگر عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں مسجد میں ادا کر کے ایک ہی بار واپس آجایا کریں تو زیادہ بہتر ہو کہ تین بار آنا جانا مشکل ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا؛ جیسی نمازیں ہم پڑھتے ہیں۔ اس میں بس مسجد میں آنا جانا ہی تو کام ہے۔ باقی ہماری نمازوں میں کیا رکھا ہے؟ ☆۔ جو چیز جوانی کے زمانہ میں حاصل کرنے کی ہے اگر وہ کسی نے بڑھاپے کے زمانے میں حاصل کی تو اس نے جوانی کا پاس کیا اور وہ پہلوان ہے ☆۔ ریاضت اتنی کرنی چاہیے کہ رخسار چمکے نہ کہ چہرہ کملا جائے اور چہرے کا رنگ دیکھتے ہی ریاضت و عبادت کرنے کا راز افشاء ہو جائے۔

بلاد ہند میں

نسبت نقشبندیہ کا ظہور

سولہویں صدی عیسوی میں ہندوستان پر مغلوں کی حکومت تھی۔ جلال الدین اکبر اس وسیع وعریض سلطنت کا بادشاہ تھا۔ اس کے دربار میں ہندو راجاؤں کا غلبہ تھا۔ حتیٰ کہ اس کے محلسرائے کی با اثر رانیاں بھی ہندو گھرانوں سے تھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شہنشاہ اکبر نے مشرکانہ رسوم و روایات اختیار کر لیں اور بمصداق ''اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ '' رعایا بھی صحیح اسلامی اور مشرکانہ رسوم میں تمیز کرنے سے عاری ہوگئی۔ درباری علماء اہل ہوس تھے۔ اسلامی علوم سے بے بہرہ بادشاہ کو ٹوکنے کی کسی کو جرات نہ تھی۔ نوجوان شہزادہ سلیم (نورالدین جہانگیر) بھی اسی رنگ میں رنگا گیا اور وہ بھی اپنی ابتدائی زندگی میں مذہب اسلام سے اتنا ہی بے گانہ تھا جتنا کہ اس کا باپ شہنشاہ اکبر۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہندوستان میں ورود مسعود

کفر وشرک کی تاریکیاں جب کشور ہندوستان میں ہر طرف پھیلنے لگیں اور مغل شہنشاہوں نے اپنی تائید وحمایت سے ان کی گہرائیوں میں اضافہ کرنے کی ٹھان لی تو اللہ تعالیٰ کی

رحمت جوش میں آئی اور ان کی اصلاح کا سامان فراہم کر دیا۔ اطراف سمرقند سے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز اپنے مرشد حضرت مولانا خواجگی امکنگی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کے مطابق روانہ ہوئے اور دارالحکومت دہلی میں پہنچ کر سکونت اختیار کر لی۔

خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت باسعادت کابل میں 971 ہجری میں ہوئی۔ ابتداء میں کابل سے سمرقند تشریف لائے۔ علوم ظاہری کی تحصیل کے بعد باطنی علوم حضرت خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کیے۔ بچپن ہی سے آپ کے چہرۂ مبارک سے آثار ولایت ہویدا تھے۔ اکثر گوشۂ تنہائی میں بیٹھے رہا کرتے اور بہت سادہ زندگی گزارتے تھے۔

حضرت خواجہ ابھی کمسن تھے کہ شوق طریقت انہیں ماوراالنہر میں کھینچ لایا، جو اس وقت بزرگانِ دین کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہاں بہت سے مشائخ وقت سے ملے اور ان کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ ان بابرکت صحبتوں کا حال حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ پہلے پہل خواجہ عبید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو مولانا لطف اللہ کے خلفاء سے تھے ،کی خدمت میں حاضر ہو کر تائب ہوا، مگر طبیعت بدستور بے قرار تھی۔ دوسری بار حضرت شیخ سمرقندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو حضرت احمد بسوی کے خاندان میں سے تھے، کے پاس پہنچا اور حالات گوش گذار کیے، وہ رضامند نہ ہوتے تھے، چونکہ میرا ارادہ مصمم تھا، ناچار حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ادھر متوجہ ہوئے اور میرے لیے استقامت کی دعا فرمائی۔ کہتے ہیں کہ ان کی ملاقات سے بھی سکون حاصل نہ ہوا اور تیسری بار حضرت امیر عبداللہ بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا، جہاں دھڑکتے ہوئے دل کو قدرے سکون نصیب ہوا۔

انہی ایام کا ذکر ہے کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تصوف کی کوئی کتاب دیکھ رہے تھے کہ اچانک نگاہوں میں بجلی سی کوندگئی یہ ازخود رفتہ ہو گئے اور اس عالم میں دیکھا کہ امام طریقت حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روبرو کھڑے شرف زیارت بخش رہے ہیں ،اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اُن سے روحانی فیض لے رہے ہیں ،بس پھر کیا تھا، یہ گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ دل میں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت تھی اور سر میں اُن کا سودا تھا۔ قرار ہوتو کیسے چین آئے تو کیونکر، آج ماوراالنہر میں ہیں تو کل ملتان اور کبھی لاہور میں

سرگرداں ہیں، حضرت خواجہ کے ایک خادم جوان ایام میں ان کی ہمراہی میں تھے آنکھوں دیکھا حال بتاتے ہیں کہ سالکوں اور مجذوبوں کی تلاش میں حضرت خواجہ باوجود کم سنی اور نازک تنی اس قدر علو ہمتی سے مصروف تھے کہ ان کی جواں مردی پر حیرت ہوتی تھی۔ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ برسات کا موسم تھا کیچڑ کی کثرت سے لاہور کے گلی کوچوں میں گذرنا دشوار تھا۔ تھک کر چُور ہو گیا تھا مگر بوجہ پاس ادب حضرت خواجہ سے لب ہلانے کی جرات نہ ہوتی تھی اور حضرت خواجہ تھے کہ اس کٹھن منزل کو برق رفتاری سے طے کرتے جا رہے تھے۔

لاہور کے قیام کے چند ایک واقعات حضرت کے دوسرے رفیق بیان کرتے ہیں کہ لاہور کے باہر ایک قبرستان میں ایک عجیب مجذوب رہتے تھے۔ حضرت کو معلوم ہوا تو حاضر ہوئے مجذوب نے دیکھا تو گالیاں دینے لگے اور کبھی پتھر پھینکتے۔ وہ آگے آگے تھے اور حضرت پیچھے پیچھے، آخر حضرت نے زیر کرلیا۔ دیوانہ صورت مجذوب نے حضرت کو توجہ اور دعا سے نوازا، جس کی برکت سے حضرت خواجہ کو بے حساب فوائد حاصل ہوئے۔ حضرت ایک روز لاہور کی ایک مسجد میں فریضہ نماز ادا کرنے کے لیے تشریف لائے، قیام کے دوران میں حضرت کے سینۂ پاک سے ایک ایسی مہیب آواز نکلی کہ تمام نمازی دہل گئے اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بوجہ شرمندگی اور افشائے راز امام کے سلام پھیرتے ہی مسجد سے فوراً باہر نکل گئے۔ ایک اور بزرگ بیان کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ کے ساتھ جو لوگ نماز میں شریک ہوتے تھے ان میں سے ایک وہ بھی تھے، یہ صاحب ایک روز کیا دیکھتے ہیں کہ قیام نماز میں حضرت خواجہ کا رخ مبارک قبلہ کی طرف بھی ہے اور نمازیوں کی طرف بھی۔ گویا ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ مارے خوف کے یہ صاحب کانپ گئے جوں توں نماز پوری کی۔ حضرت نے ارشاد فرمایا۔ ''نماز میں جو کچھ دیکھا ہے کسی پر ظاہر نہ کرنا''۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں یہ خواص بوجہ کمال محبت و اتباع جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہو گئے تھے کہ بحالت نماز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینۂ انور سے ایک ایسا جوش اٹھتا تھا کہ جس کی آواز دور تک پہنچتی تھی اور یہ بھی حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح سامنے دیکھتے تھے، اسی طرح پیچھے سے بھی ہر چیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھائی دیتی تھی۔ لیکن حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فضائل ہر وقت

حاصل تھی، اور حضرت خواجہ نماز کے عالم میں آ گے، پیچھے دونوں رخ دیکھتے تھے۔

بیعت:

اگر چہ تھوڑے ہی دنوں کی ریاضت و عبادت نے حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مشائخیت کی مسند پر بٹھا دیا تھا اور طالبان حق کی رہنمائی کر سکتے تھے مگر سلوک و طریقت کی جو ''منزل'' ان کے سامنے تھی، اس کا تقاضا تھا کہ حضرت خواجہ مزید کاملین حق کی صحبت سے فیض حاصل کریں۔ چنانچہ حضرت رہبر کامل کی تلاش میں ماوراُالنہر اور بلخ و بدخشاں کی طرف بڑھے۔ شوق کی فراوانی کا یہ عالم تھا کہ جذبۂ صادق فرض راہ اور منزل مقصود مشعل راہ بنی ہوئی تھی اور مُسافر کو پکار رہی تھی کہ ادھر آؤ کہاں بھٹک رہے ہو۔ یہ عالم خواب سے چونک پڑے، دیکھا کہ ماوراُالنہر کے مشہور صوفی درویش حضرت خواجہ امکنگی تشریف فرما ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اے فرزند ہماری آنکھ تمہاری راہ پر لگی ہے۔ یہ خواب میں اشارہ پاتے ہی ان کی طرف بڑھے اور تین دن اُن کی صحبت میں رہے۔ منزل آشنا تھے ہی، منزل رسیدہ بھی ہو گئے۔ حضرت خواجہ امکنگی انہیں خلافت اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی برکات سونپ کر بولے ''آپ ہندوستان تشریف لے جائیں کیونکہ وہاں آپ سے اس طریقہ عالیہ کو رواج ہوگا''۔

حضرت خواجہ امکنگی کی اس عنایت بے بہا کا چرچا جب ممدوح کے خدمتگاروں نے سنا تو مارے رشک کے غل مچانے لگے۔ کہ حضرت خواجہ کل آئے اور آج خلافت لے کر چلے گئے۔ حضرت قبلہ نے سنا تو بولے ''تم لوگوں کو معلوم نہیں، یہ جوان درجہ تکمیل کو پہنچا ہوا تھا۔ ہمارے پاس محض اصلاح احوال کے لیے بھیجا گیا تھا۔ یہ ضرور ہے جو طالب جیسا آئے گا ویسا جائے گا''

رشد و ہدایت:

پیرو مرشد کے حکم کے مطابق حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لاہور میں کچھ عرصہ قیام فرما کر دہلی کی طرف روانہ ہو گئے اور قلعہ فیروزی میں سکونت اختیار کی اور تادم رحلت یہیں مقیم رہے، اور طالبان حق کو ہدایت فرماتے رہے۔ عشق الٰہی میں حضرت کے جذب و سکر کی یہ کیفیت تھی کہ اکثر طالب حضرت کا چہرہ مبارک دیکھ کر مجذوب و مغلوب ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک لشکری

حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نگاہ پاک کا اٹھنا تھا کہ وہ جذب و بے خودی سے مغلوب ہو کر صحرا کی طرف نکل گیا۔

ایک دفعہ منبر پر کھڑے ہوئے خطیب پر نظر پڑ گئی۔ فی الفور تڑپ کر نیچے گر پڑا۔ سفر میں عموماً اپنی سواری پیدل چلنے والے بوڑھوں اور کمزوروں کو پیش کر دیتے اور خود پیادہ پا چلتے۔

ایک روز درگاہ عالیہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قطب الاقطاب پر تشریف لے گئے۔ خدام نے حضرت کے لیے فرش بچھا دیا۔ کہیں سے ایک آزاد منش فقیر بھی آ نکلا، حضرت کی اس عزت افزائی پر چیں بجبیں ہو کر بولا ''ان میں کون سا ایسا وصف ہے جو فرش بچھائے گئے ہیں؟'' اور لگا واہی تباہی بکنے۔ خدام اس کی زبان درازی پر پیچ و تاب کھا رہے تھے کہ حضرت نے اُسے بہت نرمی سے فرمایا کہ بھائی تم سچ کہتے ہو میں اس لائق نہیں ہوں۔ یہ تکلف میرے علم کے بغیر ہوا ہے۔'' بوجہ غصہ اس کی پیشانی پسینہ سے شرابور تھی۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آستین مبارک سے اس کا پسینہ صاف کر رہے تھے اور اظہار تواضع بھی فرما رہے تھے حتیٰ کہ اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کچھ دام لے کر چلا گیا۔

رحم و کرم:

حضرت کی شفقت و رحمدلی کا یہ عالم تھا کہ جن ایام میں لاہور میں رہتے تھے۔ وہاں ایک مرتبہ قحط پڑ گیا۔ جب حضرت کے روبرو طعام آتا، کھانے سے ہاتھ کھینچ لیتے اور فرماتے کہ یہ اخلاق اور انصاف سے بعید ہے کہ لوگ تو بھوکے رہیں اور ہم پیٹ بھر کر کھائیں اور کھانا عوام میں تقسیم فرما دیتے۔

حضرت کے پڑوس میں ایک شرارتی شخص رہتا تھا، بحالت نشہ شور و غل مچاتا، حضرت یہ سب برداشت فرماتے۔ ایک مرتبہ حضرت کے کسی درویش نے یہ حال دیکھ کر اُسے کوتوالی میں پکڑوا دیا۔ حضرت نے سنا تو درویش پر بہت بگڑے، وہ بولا ''حضرت وہ شخص بڑا نالائق اور شریر تھا'' حضرت نے سرد آہ بھر کر فرمایا ''تم خود کو نیک اور صالح جانتے ہو، دوسرے شریر و فاسق نظر آتے ہیں تمہیں، فرمایا، میں اپنے آپ کو اُس سے برا پاتا ہوں۔'' درویش اُسی وقت مذکورہ شخص کو رہا کرا لایا، کہتے ہیں کہ وہ شخص تائب ہو کر صالحین میں شامل ہو گیا۔

ایک شب تہجد کی نماز کے بعد بستر کی طرف بڑھے، دیکھا کہ بلی سردی کے خوف سے لحاف میں دبکی پڑی ہے۔ حضرت نے یہ گوارا نہ فرمایا کہ بے زبان کو تکلیف دیں۔ اور بقیہ رات پٹی سے لگ کر بسر کی اور سردی برداشت کرتے رہے اور بلی مزے سے حضرت کے بستر میں آرام کرتی رہی۔

امرائے وقت اکثر حضرت کی خدمت میں فتوحات بھیجتے، حضرت اس مال کو محتاجوں اور مسکینوں میں تقسیم فرما دیتے۔ البتہ جس مال میں ''شبہ'' ہوتا اُسے لوٹا دیتے۔

ایک دفعہ حج مبارک کا ارادہ فرمایا، رئیس خان خاناں کو جب اطلاع ملی تو زادِ راہ کے لیے ایک لاکھ کی رقم خدمت میں گزاری، حضرت بہت خفا ہوئے اور فرمایا کہ ہمارے لیے یہ ہرگز زیبا نہیں کہ ہم مسلمانوں کا روپیہ اپنی ذات پر صرف کریں اور اُس سے فریضۂ حج انجام دیں۔ چنانچہ حضرت نے وہ رقم خان خاناں کو واپس کر دی۔

حضرت کی مجلس میں کبھی کسی کی غیبت اور برائی نہ کی جاتی۔ بلکہ حضرت الٹا ''معتوب'' کی تعریف کرتے۔ اور دوسروں کے عیوب سے چشم پوشی فرماتے۔ کھانے میں بہت احتیاط فرماتے بلکہ کھانا پکانے والے کو تاکید تھی کہ وہ باوضو رہے اور پکانے کے دوران میں فضول باتوں سے پرہیز کرے۔ فرماتے کہ جو لقمہ بغیر اللہ کے ذکر اور احتیاط سے کھایا جاتا ہے وہ پیٹ میں دھواں پیدا کرتا ہے جس سے فیض رک جاتا ہے۔ ایک روز ایک خادم نے باطنی کدورت کی شکایت کی۔ حضرت بھانپ کر بولے ''کھانا پکانے میں بے احتیاطی کی گئی'' جب خادم نے تحقیق کی تو پتہ چلا کہ گھر میں جو ایندھن صرف ہوا تھا اس میں چند لکڑیاں دوسرے کی ملکیت تھیں۔

حضرت کے روبرو روکھا پھیکا جیسا بھی کھانا لایا جاتا، بے تکلف نوش فرماتے اور طعام میں کبھی کوئی خرابی نہ نکالتے۔ کئی کئی روز ایک ہی جوڑا پہنے رہتے اور زبان سے بدلنے کی خواہش نہ فرماتے۔ تنگ و تاریک مکان میں مقیم رہے۔ مگر نقل مکانی کی آرزو نہ کی۔

عبادت و ریاضت:

حضرت ہمیشہ باوضو رہتے اور نماز باجماعت ادا کرتے اور کثرت عبادت سے لگاؤ

رکھتے۔عشاء کی نماز کے بعد حجرے میں تشریف لے جاکر مراقبہ فرماتے۔جب ضعف کا غلبہ ہوتا تو دوبارہ وضو کرتے اور نوافل میں مصروف ہو جاتے اور بہت کم سوتے تھے۔

ایک روز خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا شروع کی، اسی وقت حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روح مبارک آپ کے سامنے ظاہر ہوئی اور فرمایا؛ یا شیخ، میرے پیروکاروں میں چھوٹے بڑے ہزاروں اولیاء کرام داخل ہیں تمام نے بالاتفاق امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا چھوڑا ہے۔لہذا اس کا ترک کرنا ہی مناسب ہے۔چنانچہ اس کے بعد سے آپ نے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا ترک کردی۔ 1

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کم کھاتے، کم سوتے اور کم بولتے۔نماز عشاء کے بعد

---

1 : اللہ کریم کا ارشادِ پاک ہے کہ'' وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ '' **ترجمہ**:اور جب قرآن پڑھا جائے تو اُسے غور سے سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم کیا جائے۔(سورۃ الاعراف، آیت 204)اس آیت مبارکہ کا یہی مطلب ہے کہ جب بھی اور جہاں بھی، جس حال میں بھی قرآن مجید پڑھا جائے تو حاضرین پر فرض ہے کہ اس کو غور سے سنیں اور بالکل خاموش رہیں۔حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے امام کے ساتھ قرات کرنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ امام کے ساتھ کسی بھی نماز میں قرات جائز نہیں، خواہ سری ہو یا جہری (مسلم جلد اول ۲۱۵)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم نماز پڑھو تو اپنی صفیں سیدھی کرو پھر تم میں کوئی امامت کرے تو جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرات کرے تم چپ رہو۔(مسلم)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی تلاوت مقتدی ہی کی تلاوت ہے۔(مؤطا امام محمد ۹۹)

حضرت محمد بن منیع اور امام بن الہمام نے فرمایا کہ یہ اسناد مسلم اور بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی

نوافل اور دیگر وظائف کے علاوہ نماز فجر تک 21 بار سورۃ یٰسین پڑھتے، صبح ہوتی تو فرماتے کہ یا اللہ رات کو کیا ہوگیا ہے کہ اتنی جلدی گزر گئی۔

ادائیگی نماز کے وقت (دوران جماعت) حضرت کی عادت تھی کہ دائیں بائیں مخلصوں کو کھڑا کرتے تا کہ بسبب غفلت دوسرے کے خطرات حضرت کے پاک وصاف آئینہ دل

حاشیہ گذشتہ صفحہ: تلاوت اس کے لیے کافی ہے (مؤطا امام محمد ۹۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ امام صرف اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے تو جب وہ تلات کرے تو تم خاموش رہو۔ (طحاوی، ۱۰۶)

جامع ترمذی جز واول صفحہ ۴۲ مؤطا امام محمد صفحہ ۹۵ پر حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس نے کوئی رکعت پڑھی جس میں سورۃ فاتحہ کو نہ پڑھا، پس اس نے نماز نہ پڑھی (یعنی نماز کامل نہ پڑھی) مگر جب کہ امام کے پیچھے ہو یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ مذکورہ بالا حدیث مذہب احناف کی حقانیت پر دلالت کررہی ہیں۔ اول یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ پڑھنے کی جو تاکید احادیث میں وارد ہے امام کے پیچھے پڑھنے والے اس سے مستثنیٰ ہے۔ بلکہ مسلم شریف وابن ماجہ وغیرہما کی ایک حدیث میں واضح ارشاد ہے کہ جب امام پڑھے تم خاموش رہو۔ دوم مذکورہ بالا حدیث شریف کو صاحب ترمذی حسن صحیح فرمارہے ہیں جو کہ احکام شرعیہ میں اعلیٰ درجہ کی قابل قبول حدیث ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے، ناتمام ہے، سوائے اُس نماز کے جو امام کے پیچھے ہو (کنزل العمال جلد ۴ صفحہ ۴۴۴)

قرآن مجید کی سورۃ اعراف کی مذکورہ آیت ''جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے'' سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے استدلال کیا ہے کہ بلا شبہ خاموش رہنا مقتدی پر واجب ہے اور تحقیق امام کا پڑھنا مقتدی کا پڑھنا ہے۔ پس وہ امام کے پیچھے نہ پڑھے۔ امام آہستہ پڑھے یا بلند، حکم ایک جیسا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر دو امر واجب کیے، سننا اور خاموش رہنا، پس جب امام کے آہستہ پڑھنے سے حکم استماع فوت ہو تو خاموش رہنا واجب رہا۔ وجہ استدلال بے شک خاموشی سے مراد مامور بہ ہے اور اگر کلام سے منع مراد ہو، پڑھنے سے نہ ہو لیکن اعتبار لفظ کے عموم کا ہوتا ہے سبب خاص کا نہیں، اس بناء پر کہ بے شک

میں منعکس ہو کر نماز میں مخل نہ ہوں، پھر بھی کوئی نہ کوئی افتادہ دل حضرت کے آس پاس کھڑا ہو جاتا۔ ایک روز ایک درویش جو لحاف کا محتاج تھا۔ حضرت کے ساتھ نماز میں شریک ہوا۔ لحاف نماز میں بھی اُن کے ''دامن گیر'' تھا۔ چنانچہ بعد از نماز حضرت نے فرمایا، جس کو لحاف چاہیے، اُسے دے دیا جائے۔

حضرت کے خادم شیخ تاج الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (جو حضرت کے خلیفہ بھی گزرے ہیں) بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت نے نماز میں بہت گریہ وزاری کی اور بعد نماز اسی حالت میں حجرہ شریف کے اندر چلے گئے۔ میں بھی حضرت کے پیچھے پیچھے حاضر ہوا اور سبب ملال وگریہ وزاری دریافت کیا۔ آہ بھر کر فرمایا ''مت پوچھو اور مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو'' بوجہ قرابت وعنایات خصوصی حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مصر ہو کر بولا ''کچھ تو فرمایئے'' بولے

حاشیہ گذشتہ صفحہ: مفسرین سے ایک جماعت نے بیان کیا کہ بلا شبہ آیت بالخصوص نماز کے متعلق نازل ہوئی جبکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے قرآن پڑھا کرتے تھے اور حدادی نے اپنی تفسیر میں اسے سب سے صحیح قرار دیا۔ اس نے کہا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مقتدی سے پڑھنا ساقط کر دیا بلکہ اسے پڑھنے سے منع کر دیا۔ پس مقتدی کا پڑھنا مکروہ ہے یعنی مکروہ تحریمہ اور وہی زیادہ صحیح ہے۔ جیسا کہ ابن ملک کی شرح مجمع میں ہے۔

صاحب تفسیر روح المعانی لکھتے ہیں کہ اور یہ آیت مذکورہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لیے دلیل ہے، اس مسئلہ میں کہ بے شک مقتدی امام کے پیچھے نہ جہری نماز میں قرات کرے اور نہ خفی میں اس لیے کہ بلا شبہ آیت اس امر کی متقاضی ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے، نماز میں خواہ اس کے علاوہ اسے سننا واجب ہے اور البتہ نماز کے علاوہ میں سننے اور نہ سننے دونوں کے جواز پر دلیل موجود ہے۔ پس نماز میں خاموش رہنے کا حکم اپنے اصل حال پر رہا۔ جہری کے لیے اور اسی طرح خفی میں۔ اس لیے کہ ہمیں علم ہے کہ وہ یعنی امام پڑھ رہا ہے اور سب احادیث اس کی تائید کرتی ہیں۔ (حاشیہ ختم ہوا)

"حالت نماز میں میری روح طلب مقصد میں جستجو کرتی ہوئی وراء الورا تک پہنچی لیکن ناکام پلٹ کر آئی، یہی سبب ہمارے ملال کا ہے"

حضرت خواجہ اٹھتے بیٹھتے شرع شریف کو ملحوظ رکھتے اور دوسروں کو بھی شریعت پر کار بند رہنے کی ہدایت فرماتے۔ سماع ورقص اور وجد کی حضرت کی محفل میں کوئی گنجائش نہ تھی۔ ایک روز مجلس شریف میں ایک درویش نے با آواز بلند "اللہ" کہا، حضرت فوراً بولے "اِن سے کہہ دو کہ ہماری مجلس میں آداب کا لحاظ رکھیں" زبانی تنبیہ کے ساتھ اگر مریدین میں کسی سے ترک ادب ظاہر ہوتا تو حضرت باطنی توجہ سے بھی اصلاح فرماتے۔

ایک مرتبہ رات کے وقت حضرت کی خدمت میں چند مہمان آ گئے۔ حضرت نے نانبائی کو کھانا کھلانے کا حکم دیا۔ نانبائی کی خدمت سے بہت خوش ہوئے اور دام پیش کیے۔ نانبائی حضرت کو مہربان پا کر بولا، "مجھے دام نہیں چاہییں" حضرت مسکرا کر بولے: "تو پھر کیا چاہیے" نانبائی نے کہا: "حضرت! مجھے باقی باللہ بنا دیں"

حضرت اُسے حجرہ میں لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب نانبائی باہر نکلا تو شکل و شباہت سے ہو بہو حضرت خواجہ معلوم ہوتا تھا مگر بے پناہ روحانی تصرفات برداشت نہ کر سکا اور صرف تین دن زندہ رہا۔

حضرت کی عادت تھی کہ مکشوفات کو ہمیشہ خواب سے تعبیر فرمایا کرتے تا کہ افشائے راز نہ ہو جائے۔ ایک روز زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ بعض خوابوں سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ عنقریب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا ایک بڑا شخص دنیا سے انتقال کر جائے گا۔ تھوڑی دیر کے بعد بولے شہر دہلی کے باہر کوئی ایسی جگہ تلاش کرنی چاہیے، جہاں تنہائی اور سکوت ہو اور بعد اختتام عمر دفن بھی ہو سکوں۔ محرم راز تاڑ گئے کہ حضرت خواجہ جدائی کا پیغام دے رہے ہیں۔ حالانکہ اس وقت عمر شریف صرف چالیس سال کے لگ بھگ تھی۔

رحلت:

انہی ایام میں حضرت خواجہ نے خواب میں جد امجد حضرت خواجہ احرار نقشبندی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھا کہ فرمارہے ہیں کہ ''پیراہن پہنو'' احباب سے خواب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر زندہ رہا تو حضرت کے ارشاد کی تعمیل کروں گا، ورنہ ''کفن'' بھی ایک طرح کا پیراہن ہے۔ ریاضت و عبادت کی کثرت سے اکثر بیمار تو رہتے ہی تھے۔ احباب نے دیکھا کہ ان دنوں حضرت کی طبع مبارک میں نمایاں تغیر پایا جاتا ہے گویا آخرت کے لیے کمربستہ ہیں اور آج کل میں تیاری ہے۔

25 جمادی الثانی 1012 ہجری کو ہفتے کے روز صبح کا وقت تھا کہ ایک درویش کی زبان سے بے ساختہ ''یا الٰہ العالمین'' نکل گیا، حضرت فوراً ادھر متوجہ ہوئے اور آنکھوں میں آنسو بھر گئے۔ جب دن ڈھلنے لگا تو حضرت اپنے محبوب ورد اسم ذات کے ذکر میں مشغول ہو گئے اور اُسی شام حق سے واصل ہو گئے۔ خادمان و جاں نثاران میں صف ماتم بچھ گئی۔ صدمہ جدائی سے سب کے ہوش گم تھے۔ انہوں نے فرط غم سے جنازہ مبارک قبر انور کی بجائے ایک دوسری جگہ اتار دیا مگر کیا دیکھتے ہیں کہ در حقیقت یہی وہ جگہ تھی جہاں ایک مرتبہ حضرت نے نماز دوگانہ ادا کی تھی اور اس ٹکڑے کی خاک حضرت کے دامن مبارک پر لگ گئی تھی اور فرمایا تھا کہ ''لو، اس جگہ کی خاک ہماری دامن گیر ہو گئی'' خادم اس بروقت انتباہ پر حضرت رب العزت کا شکر بجالائے اور اسی جگہ حضرت کے جسم پاک کو سپردِ خاک کر دیا۔

دہلی میں حضرت کا مزار شریف قبرستان میں چبوترے پر متصل قدم شریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واقع ہے اور حضرت خواجہ کی اس بے پناہ عقیدت جو قبلہ ممدوح کو جناب رسالت مآب سے تھی کا شاہد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشاق مرنے کے بعد بھی ''دیار محبوب'' کی قربت پسند کرتے ہیں۔ حضرت کے مزار شریف پر حضرت کی وصیت کے مطابق گنبد تعمیر نہیں کیا گیا اور نہ کوئی پیڑ، قبر شریف پر سایہ فگن ہے۔ اس کے باوجود گرمی اور دھوپ میں زائرین کے پیروں کو فرش کی تپش محسوس نہیں ہوتی۔

ارشاداتِ عالیہ

☆ سورۃ اخلاص کے معنی کے بیان میں فرمایا کہ اس کو سورۃ اخلاص اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے سننے سے بندہ کا اعتقاد اپنے پروردگار کی نسبت شرک جلی وخفی کے غبار سے خالص و پاک ہو جاتا ہے اور اس کے عمل میں اخلاص پیدا ہوتا ہے۔

☆ مراقبہ کی حقیقت کا انتظار کرنا ہے اور انتظار کی صفائی مقصود کی طلب میں ہے۔ ایسی حالت میں کہ طالب اپنی قوت و طاقت سے نکل جائے اور مقصود جل ذکرہ کے دیدار کا مشتاق او اس کے عشق کے سمندر میں مستغرق ہو جائے۔

☆ سلوک کے دس مقامات کی تحقیق کے بعد فرماتے ہیں کہ جو شخص معصیت (گناہ) میں گرفتار ہے یا وہ دنیا سے کچھ رغبت رکھتا ہے یا سبب پر نظر رکھتا ہے یا بقدر ضرورت معاش پر اکتفا نہیں کرتا یا لوگوں سے میل جول رکھتا ہے یا اس کے اوقات اللہ تعالیٰ کے ذکر سے معمور نہیں یا اللہ تعالیٰ سے غیر خدا طلب کرتا ہے یا نفس کے ساتھ مجاہدہ نہیں کرتا یا اپنی ذات یا اپنے احوال پر نظر رکھتا ہے اور اپنی قوت و طاقت پر بھروسہ کرتا ہے یا اپنے آپ کو احکام الٰہیہ کے حوالہ نہیں کرتا وہ طریق تحقیق کے سلوک میں ناقص ہے، مخفی نہ رہے کہ بعضے منتہی درویش جو اپنی خواہشات و ضروریات سے نکل چکے ہیں، ضروری معاش پر اکتفا کرنے اور لوگوں سے میل جول نہ رکھنے نفس کے ساتھ مجاہدہ کرنے میں کسی خاص وجہ سے ثابت نہیں رہے ہیں۔ ''ہر ایک کے لیے ایک جہت ہے۔ جس کی طرف وہ منہ کرنے والا ہے''

☆ توکل یہ نہیں کہ ظاہری اسباب کو چھوڑ دیں اور بیٹھ رہیں۔ کیونکہ یہ تو بے ادبی ہے بلکہ سبب مشروع مثلاً کتابت وغیرہ کو اختیار کرنا چاہیے اور نظر سبب پر ہی نہ رکھنی چاہیے کیونکہ سبب مثل دروازے کے ہے جو اللہ تعالیٰ نے مسبب پر پہنچنے کے لیے بنایا ہے۔ اس صورت میں اگر کوئی شخص دروازے کو بند کر لے کہ اوپر سے پھینک دے گا تو یہ اس کی بے ادبی ہے کیونکہ دروازہ خدا کا ہی بنایا ہوا ہے اور اس بات پر دلیل ہے کہ کھلا ہے۔ کھلے ہوئے کو بند نہ کرنا چاہیے۔ بعد ازاں اس کو اختیار

ہے، چاہے دروازے سے بھیجے یا اوپر سے پھینک دے۔

☆ توحید حاصل کرنی چاہیے۔ محققین، متکلمین کے نزدیک توحید یہ ہے کہ ''وجود میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز مؤثر نہیں''۔ یعنی اپنی ساری قدرت کو خدا سے منسوب کرنا اور اپنے آپ کو قدرت سے خالی کرنا۔ اگرچہ متاخرین علماء کے مطابق توحید یہ ہے ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں''

☆ اللہ تعالیٰ سے بندہ کا نہایت قرب اور اتصال اس سے زیادہ نہیں کہ دوام آگاہی جو فنا کی طرف کھینچتی ہے اس کو حاصل ہو جائے۔ جب یہ نسبت حاصل ہوگئی تو سالک اس نسبت کے حصول سے مرتبہ ولایت سے مشرف ہوگیا اللہ تعالیٰ کی ذات سے قرب واتصال کی نسبت کا یہ حصول ولایت خاصہ کے مرتبہ تک پہنچا دیتا ہے۔ اس طریقہ کے طالبوں کا پہلا داخلہ سرحد فنا میں ہے۔ اندراج نہایت در بدایت جس کی طرف ہمارے سلسلہ کے اکابرین نے اشارہ کیا ہے، یہی ہے۔

☆ انجذاب اور محبت الٰہی کا طریقہ مقصود تک پہنچانے والا ہے اور اس کا رخ سوائے ذات حق تعالیٰ کے کسی اور طرف نہیں ہے۔ بخلاف دوسرے طریقوں کے کہ ان کا رخ انوار کی طرف بھی ہے۔ ناچار بعض ان ہی انوار میں رہ جاتے ہیں۔ یہ انجذاب ومحبت تمام افراد انسانی میں ہے مگر پوشیدہ ہے۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ اسی انجذاب کی تربیت کرتے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ کی رویت (دیدار) آنکھ کے ساتھ موت کے بعد ہوگی کیونکہ رویت انکشاف تام کا نام ہے۔ جب تک روح کا تعلق اس بدن کے ساتھ ہے، انکشاف تام (مکمل انکشاف) نہیں ہوسکتا، کیونکہ روح خواہ کتنی ہی بے تعلق ہوجائے کم سے کم حیات کا تعلق باقی رہے گا۔

☆ سماع کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے ارشاد کیا کہ صوفیہ میں سے جو لوگ راگ سننے کے قائل ہیں، انہوں نے اس میں یہ حکمت دیکھی ہے کہ راگ سننے کے بعد طبیعت ساکن وبرقرار رہتی ہے۔ ناچار روح معانی کا ادراک زیادہ کرتی ہے۔

☆ ہمارے طریقہ کا دارومدار تین باتوں پر ہے۔ اہل سنت وجماعت کے عقائد پر ثابت

قدم رہنا، دوام آگاہی اور عبادت۔ اگر کسی شخص کی ان تین چیزوں میں سے کسی ایک میں خلل وفتور آ جائے تو وہ ہمارے طریقہ سے خارج ہے۔ ہم عزت کے بعد ذلت اور قبول کے بعد رد سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔

☆ پیر کے متعدد ہونے میں کلام شروع ہوا تو زبان مبارک سے فرمایا کہ پیر تین طرح کے ہوتے ہیں ایک پیر خرقہ، دوسرے پیر تعلیم اور تیسرا پیر صحبت۔ واضح ہو کہ پیر خرقہ وہ ہے جس سے خرقہ ارادت پہنا جائے۔ پیر تعلیم، اس کے معنی ظاہر ہیں۔ پیر صحبت وہ ہے جس سے لوگ صحبت رکھیں اور اس کی صحبت سے منافع وترقیات حاصل کریں۔

اس موقعہ پر فرمایا کہ ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ وکبرداویہ میں ایک شخص کے لیے کئی پیروں کے ہونے کو تسلیم نہیں کرتے۔ اور پیر تعلیم و پیر صحبت کو مرشد کہتے ہیں۔ آپ نے اسی مطلب کے مطابق ایک بزرگ کا نام لے کر فرمایا کہ انہوں نے اپنے رسالوں میں لکھا ہے کہ پیر خرقہ متعدد ہونا مکروہ ہے اور اسی طرح تعلیم کا تعدد مکروہ ہے لیکن پیر صحبت کئی ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ پہلا پیر اجازت دے دے یا اس کی صبت فوت ہو جائے۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ ہاں پیر خرقہ متعدد نہیں ہوتے لیکن پیر تعلیم مثل پیر صحبت کے کئی ہو سکتے ہیں۔

ایک موقعہ پر حاضرین میں سے ایک نے سوال کیا کہ یہ جو کہتے ہیں کہ سلسلہ نقشبندیہ میں طریق رابطہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے طریقۂ ذکر حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پہنچا ہے، کہاں تک درست ہے؟ آپ نے فرمایا؛ کہ جو ذکر ہمارے سلسلہ میں ہے اور جسے وقوف عددی کہتے ہیں، مقرر طریقہ کے ساتھ مثلاً حبس دوام اور اس کے ساتھ محمد رسول اللہ (ﷺ) ملانا، وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ہم تک پہنچا ہے اور طریق صحبت بھی آپ سے ہی پہنچا ہے کیونکہ آپ سفر وحضر میں جناب سرور کائنات ﷺ کے ساتھ رہا کرتے تھے اور بطریق محبت فیض حاصل کرتے تھے۔ اصل اس کام میں صحبت ہے اور رابطہ اس کا ظل ہے۔ جب صحبت ظاہری مفقود ہو تو اس طریقہ والوں نے رابطہ پر اکتفا کیا جو صحبت معنوی ہے۔

☆ اہل اللہ کے بارے میں سلسلہ کلام شروع ہوا تو فرمایا کہ اہل اللہ تمکن فرماتے ہیں۔

i۔عباد ، ii۔صوفیہ ، iii۔ملامتیہ۔

☆۔ عباد:

وہ لوگ ہیں جنہوں نے ظاہر عبادت پر اکتفا کیا ہے اور فرائض و سنن کے بعد نفلی عبادتوں اور خیرات پر قیام کرتے ہیں، یہاں تک کہ وہ چاہتے ہیں کہ خیرات میں سے کسی چیز کی فرد گذاشت نہ ہو اور صوفیہ کے اذواق و مواجید سے بہرہ ور نہیں ہوتے۔ عباد میں سے جو شخص صوفیہ کے اذواق و مواجید سے بہرہ ور ہو گیا وہ گروہ صوفیہ میں داخل ہو گیا اور اپنے مرتبہ سے نکل آیا

☆۔ صوفیہ:

وہ فرقہ ہے جو مواجید و اذواق سے بہرہ ور ہیں اور اپنے خوارق و کرامات کو مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ نہیں رکھتے۔ تمام کاموں میں ان کی نظر خدا پر ہے اور مخلوق کو مظاہر حق جانتے ہیں۔ اس فرقہ میں ایک طرح کی رعونت و نخوت رہ گئی ہے۔

☆۔ ملامتیہ:

وہ لوگ جو عالم لوگوں کے لباس میں رہتے ہیں اور عوام سے کچھ امتیاز نہیں رکھتے اور ظاہر میں فرائض اور سنن مؤکدہ پر اکتفا کرتے ہیں اور اخلاص کی رعایت میں کوشش کرتے ہیں اور اپنے تئیں اپنے خوارق ظاہر کر کے مشہور و ظاہر نہیں کرتے۔ اس امر میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کا اتباع کیا ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ عالم ظہور کا محل نہیں۔ خدا تعالیٰ نے اپنے تئیں عام لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھا ہے لہذا وہ بھی اپنے تئیں مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ رکھتے ہیں۔ اسی واسطے اکثر لوگ انکو اپنے جیسا خیال کرتے ہیں۔ یہ جماعت رعونت سے آزاد و پاک ہے۔ وہ مقام عبودیت کی انتہاء تک پہنچے ہوئے ہیں۔

حضرت شیخ ابن عربی قدس سرہٗ نے اس جماعت کے کئی سردار ٹھہرائے ہیں۔ سب

سے بڑے سردار جناب رسالت مآب صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بتاتے ہیں۔ صحابہ کرام میں سے حضرت صدیق اکبر اور سلمان فارسی رضوان اللہ علیہم اور مشائخ میں سے حضرت بایزید بسطامی، ابوسعید خراز اور ابوالسعود اور اپنے آپ کو بتاتے ہیں۔ ان کے سوا اوروں سے ساکت ہیں مگر ان کی نفی نہیں کرتے۔ شیخ کا طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ کسی خاص وقت میں کشف میں آ گیا اُسے لکھ دیتے ہیں

☆ (ایام وفات سے پہلے) فرماتے تھے کہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہیں کہ طریق توحید (وحدت وجود) کے سوا ایک اور وسیع راہ ہے اور وہ توحید کی راہ اس شاہراہ کے مقابلہ میں محض ایک تنگ کوچہ ہے۔

خلفاء و اولاد:

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دو صاحبزادے خواجہ عبید اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور خواجہ محمد عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے۔ حضرت نے دونوں کو حیات مبارکہ ہی میں تحصیل علم کے لیے خلیفہ اعظم حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سپرد فرمایا تھا۔ اور خلفاء میں حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، شیخ تاج الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، خواجہ حسام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شیخ اللہ داد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت مشہور ہیں۔ ان حضرات نے خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مبارک مسلک کو دنیا بھر میں پھیلا دیا۔ حضرت خواجہ نے حیات مبارکہ میں سلوک پر بعض رُباعیات بھی کہیں تھیں۔ جن کی شرح حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحریر فرمائی اور دنیا کو ایک گوشہ نشین بلند ولی اللہ کے کلام سے روشناس کیا۔

حضرت امام ربانی، مجدد الفِ ثانی

شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت : 14 شوال 971ھ ہجری، 1564ء بمقام : سرہند شریف، انڈیا

وصال : 28 صفر المظفر 1034ھ ہجری، 1624ء مزار اقدس : سرہند شریف، انڈیا



فاروقی مشائخ کے خاندان کے مشہور بزرگ شیخ العصر حضرت مولانا عبدالاحد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جنہیں حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے خلافت اور سلسلہ چشتیہ اور قادریہ سے بھی نسبت اور اجازت حاصل تھی ایک شب خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ دنیا میں تاریکی پھیلی ہوئی ہے اور جنگلی درندے لوگوں کو ہلاک کر رہے ہیں یکا یک اُن کے سینے سے ایک نور نکلا، جس میں سے ایک تخت نمودار ہوا اور اس پر ایک بزرگ تشریف فرما تھے۔ اُن کے سامنے درندے ہلاک اور ظالم ذبح کیے جا رہے تھے اور ہاتف ندا دے رہا تھا کہ حق آیا اور باطل گم ہوا۔ حضرت مولانا شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خواب کی تعبیر پیرو مرشد حضرت شاہ کیتھلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دریافت کی۔ حضرت نے فرمایا کہ عنقریب تمہارے گھر میں ایک فرزند تولد ہو گا جس سے الحاد و کفر اور بدعت دور ہوں گے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پیدائش کے متعلق بعض اور پیشگوئیاں بھی ملتی ہیں، روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں ایک شخص پیدا ہو گا جس کو صِلَہ (دو چیزوں کو ملانے والا) کہیں گے، اکثر علماء کا اجماع ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان میں اشارہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی

طرف ہے۔

حضرت غوث الثقلین قدس سرہ' نے ایک بار مراقبہ کے بعد فرمایا کہ ہم نے عالم واقعہ میں ایک نور کا مشاہدہ کیا اور وہ نور پانچ سو سال بعد پیدا ہوگا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی تجدید کرے گا۔ حضرت شیخ خلیل اللہ بدخشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اپنے مقالات میں ذکر فرمایا ہے کہ خواجگان نقشبندیہ میں ایک عزیز ہندوستان میں پیدا ہوگا جو اُمت کے سب اولیاء کرام سے افضل ہوگا۔

14 شوال 971 ہجری کی شب حضرت مولانا شیخ عبدالاحد کے گھر وہ آفتاب ولایت طلوع ہوا۔ جس کی تابانیوں سے تیرہ و تار جہاں جگمگا اُٹھا، حضرت کا نام احمد رکھا گیا۔ پیدائش ہی سے شاہ کمال کیتھلی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت پر توجہ و نظر خاص رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ بچپنے میں حضرت کو عارضہ ضعف لاحق ہوا۔ حضرت کی والدہ ماجدہ اُنہیں حضرت کمال کیتھلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس لے کر آئیں۔ حضرت ممدوح دعا فرما کر بولے ''خاطر جمع رکھو'' صاحبزادہ عمر دراز پائے گا۔ بڑا عالم اور عارف کامل ہوگا اور ہم ایسے بہت سے لوگ اس سے ہدایت پائیں گے۔

تعلیم:

حضرت نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد حضرت شیخ العصر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کی اور کمسنی ہی میں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ حضرت نے سرہند شریف کے بعض دوسرے علماء سے بھی علوم حاصل کیے۔ حضرت کی خداداد ذہانت اور محققانہ قابلیت کا یہ عالم تھا کہ لڑکپن میں ضخیم علمی کتب پر حواشی تحریر فرماتے، اس استعداد کے باوجود حضرت کا علمی ذوق ابھی تشنہ تھا۔ چنانچہ ''بحرالعلوم'' کی تلاش میں سرہند شریف سے باہر نکلے۔ لاہور، سیالکوٹ، دہلی وغیرہ مقامات کی سیر کی اور مشہور علماء سے بھی استفادہ کیا، ایک مرتبہ آگرہ تشریف لے گئے وہاں عہدِ اکبری کے مشہور علماء ابوالفضل اور فیضی سے ملاقات کی اور بعض مسائل پر تبادلہ خیال کیا۔ ان لوگوں نے بھی حضرت کے تبحر علمی کا اعتراف کیا اور عزت سے پیش آئے، ایک روز فیضی سے ملے وہ تفسیر فیضی (بے نقطہ) لکھ رہے تھے۔ حضرت یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اسی اثناء میں ایک مقام آیا جس کی تفسیر بے نقطہ دشوار تھی۔ فیضی نے حضرت سے رجوع کیا۔ گو حضرت کو بے نقطہ عبارت لکھنے کی مشق

نہ تھی تاہم گھنٹہ بھر میں ایک صفحہ اس خوبی سے قلمبند فرمایا کہ فیضی بھی حیران رہ گئے۔

بیعت:

حضرت شاہ کمال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے طفولیت میں نسبتِ قادریہ سے متصف ہوئے تھے اور والد بزرگوار کی طرف سے انہیں سلسلہ شریفہ چشتیہ کی برکات میسر تھیں۔ ابتداء میں حضرت کو حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضۂ انور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے حد شوق تھا۔ بسبب ضعیفی و بیماری والدِ بزرگوار حضرت زیادہ وقت شیخ العصر کی خدمت میں گزارتے

عزمِ سفرِ حج اور ملاقات حضرت خواجہ بیرنگ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

1007 ہجری میں حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہو گیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بارادہ حج و زیارات سفر پر روانہ ہو گئے۔ کسی کو اس ارادہ کی اطلاع نہ دی۔ جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دہلی پہنچے تو شیخ حسن کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات ہوئی وہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ کے مخلص قدیمی تھے۔ ان سے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مناقب اور فضائل و کرامات کا ذکر سنا تو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اس عظیم المرتبہ بزرگ کی زیارت کے شوق نے غلبہ کیا۔ آپ کو اس نسبت عزیز الوجود کا عرصہ سے اشتیاق تھا۔ چنانچہ آپ حضرت خواجہ قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تاکہ حضرت سے ذکر و مراقبہ حاصل کر کے اسے راہ حرمین کا توشہ بنائیں۔ حضرت خواجہ بزرگوار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ملاقات ہوتے ہی فرمایا: ''آپ زیارت بیت اللہ کے لیے جا رہے ہیں، اگر چند روز یہاں قیام کریں تو ممکن ہے جس چیز کی طلب میں آپ وہاں جا رہے ہیں وہ یہیں پا لیں۔'' نیز یہ بھی فرمایا کہ صرف تین دن یہاں مقیم رہو اگر اس کے بعد بھی ارادہ سفر مصمم رہے تو روانہ ہو جانا۔'' چنانچہ تین دن کی مختصر مدت میں حضرت خواجہ قدس سرہ کے اخلاق ظاہری اور تصرف باطنی سے آپ نے ارادہ سفر ملتوی کر دیا اور حضرت کی صحبت اختیار کر لی۔ برسوں کا معاملہ ساعتوں میں پورا ہو گیا۔ تھوڑی ہی مدت میں آپ مقصود سے واصل ہو گئے اور مراتب کمال و تکمیل اور قطبیت و فردیت پر فائز ہو گئے۔ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں:

''اس فقیر کو یہ نسبت ابتدائے تعلیم ذکر سے دو ماہ اور چند روز میں حاصل ہو گئی۔ اس نسبت کے بعد

ایک اور فنا حاصل ہوئی جسے فنائے حقیقی کہتے ہیں۔ دل میں اس قدر وسعت پیدا ہوگئی کہ تمام عالم عرش سے لے کر مرکز زمین تک اس وسعت کے مقابلہ میں رائی کے ڈانہ کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔''

سرہند میں واپسی:

اس کے بعد وطنِ مالوف سرہند تشریف لے گئے۔ وہاں سے تین مرتبہ اپنے شیخ حضرت خواجہ بزرگوار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔

پہلی دفعہ .... حضرت خواجہ قدس سرہ' نے دولت کمال و تکمیل کے حصول اور مدارج قرب ونہایت میں ترقی کی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خوشخبری دی۔

دوسری دفعہ .... طالبان حق کی ہدایت اور ارشاد کی اجازت دی اور خلعت خلافت عطا فرما کر اپنے چیدہ اصحاب کی ایک جماعت حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہمراہ کر کے ان کی تربیت آپ کے سپرد فرمائی۔

تیسری دفعہ .... جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت قدس سرہ' کی خدمت میں آئے تو خواجہ بزرگوار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قلعہ فیروزی سے چل کر کابلی دروازہ پہنچے اور آپ کا استقبال فرمایا۔ نہایت اعزاز و اکرام سے آپ کو ہمراہ لے کر جائے، سکونت پر آئے۔ اپنے تمام مریدین کو آپ کے حوالے کیا اور مشیخیت وارشاد کا معاملہ بالکلیہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سپرد فرما دیا۔ اپنے فرزندان گرامی کو جو ہنوز بچے تھے طلب فرما کر ان کے بارہ میں آپ سے توجہ کی خواہش فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ مقصود ہماری پیری مریدی سے صرف آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ظہور تھا۔ اس لیے ہم نے اب مشیخیت کو ترک کر دیا ہے۔'' نیز حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے یہ تخم سمرقند و بخارا سے لا کر ہند میں بویا۔'' آنجناب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حسب الارشاد حضرت قدس سرہ' سرہند شریف میں تشریف لائے اور تربیت سالکین میں مصروف ہوئے۔ اس آفتاب علم وعرفان کی روشنی چار دانگ عالم میں سرعت سے پھیلنے لگی۔ حصول فیضان کی غرض سے ہر طرف سے کثیر تعداد میں تشنگان حق آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے لگے۔ عوام الناس سے لے کر اکثر اعیان سلطنت تک سب آپ کے حلقہ بگوش ہو گئے۔

فتنہ الحاد وارتداد کی سرکوبی:

سلطنت مغلیہ کے پایہ تخت دہلی سے دور اپنے وطن مالوف سرہند میں حضرت اقدس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہایت سکون واطمینان کے ساتھ طالبان راہ حق کی تربیت وہدایت میں مصروف ہو گئے۔ مشرکین ہند کی ریشہ دوانیوں سے کفروالحاد کی آندھیوں نے بلاد ہند کو گھیر لیا۔ یہ زمانہ مغل شہنشاہ اکبر کے طویل عہد حکومت کا آخری دور تھا۔ پہلے ہندو راجاؤں اور ہندو رعایا کو خوش کرنے کے لیے دربار سے ایسے احکام صادر کیے جو سراسر احکام اسلام کے منافی تھے اسی پر بس نہ کی بلکہ ایک نئے خود ساختہ مذہب دین الٰہی کی داغ بیل ڈال دی۔ یہ نیا مذہب ایسے اصولوں پر مبنی تھا جو دین اسلام سے بیزاری اور بغاوت پر آمادہ کرتا تھا۔ مقصد صرف غیر مسلموں کی خوشنودی حاصل کرنا تھا۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی غیرتِ ایمانی اس کو خاموشی سے کب برداشت کر سکتی تھی آپ نے بادشاہ کے مقربین کو متنبہ فرمایا:

''بادشاہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا باغی ہو گیا ہے۔ یاد رکھو، اس کی بادشاہی اور طاقت کا گھمنڈ ایک دن مٹ جائے گا۔ بہتر ہے کہ وہ ملحدانہ خیالات وافعال سے توبہ کرے ورنہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا انتظار کرے۔''

اکبر بادشاہ اپنی جاہ وحشمت کے نشے میں چُور تھا۔ اس انتباہ کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور اپنے کوتاہ اندیش مشیروں اور وزیروں کے مشورہ سے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک خصوصی دربار میں شرکت کی دعوت دی۔ دربار کا انتظام اس طرح کیا گیا کہ ایک طرف دنیاوی جاہ وجلال کا ساز وسامان تھا۔ پرتکلف کھانے اور پھل تھے اور اس حصے کا نام اپنے دین الٰہی کی نسبت سے دربار الٰہی رکھا۔ دوسرے حصے کا نام دربارِ رسول رکھا اور اس میں روکھے پھیکے کھانے اور درویشانہ ساز وسامان تھا، پھر اعلان ہوا کہ اپنی اپنی پسند کے حصہ میں سب لوگ جگہ حاصل کر لیں۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے معتقدین دربارِ رسالت میں داخل ہو کر باطمینان بیٹھ گئے اور بادشاہ اور اس کے خوشامدی درباری دربارِ الٰہی میں چلے گئے۔ اچانک غیرت حق جوش میں آئی اور ایک خوفناک طوفان نے بادشاہ اور اس کے مصاحبین کو گھیرے میں لے لیا۔ آراستہ وپیراستہ خیمے

آن واحد میں زمین بوس ہو گئے اور سب سامان عیش وطرب خاک میں مل گیا۔ خود بادشاہ اکبر کے سر میں ایک چوب لگی جس سے وہ مجروح ہو گیا۔ مگر جس حصہ میں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے احباب فروکش تھے وہ بالکل محفوظ رہا۔ بادشاہ اسی حادثہ کی وجہ سے کچھ دنوں بعد راہی ملک عدم ہو گیا۔ بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ شہنشاہ اکبر نے آخری ایام میں توبہ کر لی تھی اور ملحدانہ خیالات سے باز آ گیا تھا۔ ﴿واللہ اعلم بالصواب﴾

عنایاتِ خصوصی:

۔ اکثر علمائے کرام اور بیشتر بزرگان عظام کے قول سے حضرت ''مجدد الفِ ثانی'' ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت کے مرشد خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر بہت پہلے سے حضرت کی ''قطبیت'' ظاہر ہو چکی تھی۔ حالانکہ حضرت ابھی خواجہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پہنچے بھی نہیں تھے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خواب میں ایک ایسے نور شمع کا دیکھنا کہ جس کی روشنی نے تمام دنیا کو گھیر لیا ہے۔ نیز حضرت ممدوح کا حضرت کو ''شہود آفتاب'' فرمانا، ایک مرتبہ حضرت مجدد صاحب نے خود اپنے بارے میں ایک مخلص کو لکھا کہ تمام مشائخ طریقت نے مجھے باری باری فیوض اور برکاتِ خصوصی سے نوازا ہے۔

اور ایک جگہ فرماتے کہ ''اس راہ (طریقت) کا کوئی کوچہ ایسا نہیں ہے، جہاں سے یہ ناچیز اللہ تبارک وتعالیٰ کی عنایت سے نہ گزرا ہو۔ ایک خط میں تحریر کیا ہے کہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مجھے آسمانی علم سکھلایا۔ اسی طرح لکھتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نے مجھے علم لدنی سے روشناس کیا۔ ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جناب سرورِ کائنات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ''مجتہد کلام'' سے خطاب فرمایا۔ ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ ''شریعت'' ہمارے محلے میں اتری ہے جیسے کوئی قافلہ کسی سرائے میں آ کر ٹھہرتا ہے۔ فرمایا حضور سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناچیز کو بشارت دی ہے کہ قیامت کے روز تمہاری شفاعت سے کئی ہزار آدمی بخشے جائیں گے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت کے ہاتھوں مخلوق کو اکبری اور جہانگیری فتنوں سے محفوظ ومامون فرمایا۔

تعلیم وعادات:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طالبین کو اکثر فرماتے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں جو بزرگی عطا کی ہے اس میں ہمارے علم اور عمل کو کوئی دخل نہیں بلکہ حضرت رب العالمین نے یہ عزت ہمیں محض اپنے فضل وکرم سے عنایت کی ہے اور اس ''فضل وکرم'' کے لیے اگر ہمارے پاس کوئی بہانہ ہوسکتا ہے تو وہ اتباع جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ ہمیں جو عطا ہوا ہے۔ اسی اتباع کے باعث ملا ہے۔ حضرت اتباع سنت کے زبردست حامی و پابند تھے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ کام میں بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری اور ادب کو ملحوظ رکھتے اور اگر کسی واقعہ یا معاملہ میں (بوجہ بشریت) بھول چوک ہو جاتی تو بہت پچھتاتے۔ چنانچہ ایک روز کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ''میں نے سہو سے طہارت خانے میں جاتے ہوئے اول دایاں قدم رکھ دیا۔ جس کی وجہ سے اس روز کئی احوال (بطور سزا) مجھ پر بند ہو گئے۔ ایک روز طہارت خانے سے فوراً ہی باہر نکل آئے، کیونکہ پاؤں کے ایک انگوٹھے پر روشنائی کا ''نقطہ'' لگا ہوا تھا۔ جسے حضرت نے دوران تحریر آیات قرآنی امتحاناً ناخن پر لگالیا تھا۔ مگر پانی سے صاف کرنا بھول گئے۔ آخراً سے دھو کر بیت الخلاء میں داخل ہوئے۔

ایک مرتبہ ایک خادم سے چند لونگیں طلب کیں، وہ چھ عدد نکال کر لائے۔ فرمایا ''رعایت'' وتر کو ملحوظ رکھو، کیونکہ یہ مستحب ہے لیکن لوگوں کو مستحب کی قدر معلوم نہیں، مستحب اللہ پاک کو پسند ہے۔

فرماتے چونکہ موجودہ زمانہ عہد مبارک جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دور ہو گیا ہے اور بہت سے مفاسد، بدعت وفسق وفجور اس دور میں پیدا ہو گئے ہیں اس لیے بغیر اتباع سنت نبویہ راستے کا ملنا دشوار ہے۔

مسائل فقہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ جن مسائل میں امام عالم امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور صاحبین کرام کا اختلاف ہے۔ یہ احتراماً ہر دو کے عقائد کا لحاظ فرماتے، حضرت کی مجلس میں بوجہ رعب ودبدبہ اکثر خاموشی چھائی رہتی۔ طالبین کو چپ چاپ فیض سے نوازتے۔ اگر لب کشائی کرتے بھی تو اسرار و معارف بیان فرماتے بے کار باتیں نہ کرتے اور نہ

سننا پسند فرماتے۔ دن میں ایک بار کھانا عموماً خلوت میں تناول کرتے اور آداب طعام ملحوظ رکھتے۔ بایاں زانو بچھا لیتے اور دوسروں کو بھی یہی تاکید کرتے، بعد از طعام دعا فرماتے اور بطریق سنت گھڑی بھر کو قیلولہ کے لیے لیٹ جاتے۔ نمازیں پابندی سے اور مقررہ اوقات پر باجماعت ادا کرتے۔ سنتیں ونوافل کی ادائیگی واعتدال وامکان وآداب نماز کا خاص خیال رکھتے۔ فرماتے کہ لوگ بڑی بڑی ریاضتوں اور مجاہدوں کی خواہش رکھتے ہیں مگر یہ نہیں جانتے کہ احتیاط ورعایت آداب نماز سے بڑھ کر کوئی ریاضت ومجاہدہ نہیں۔ تشہد میں انگلی سے اشارہ نہ فرماتے تھے۔ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھتے اور خاموشی سے قرات سنتے تھے۔ دن کا بیشتر حصہ ذکر حق اور ہدایت طالبین میں صرف کرتے، نماز عشاء کے بعد بات چیت سے پرہیز فرماتے اور عموماً بستر پر لیٹ جاتے، تاکہ تہجد کے لیے اٹھنے میں دقت نہ ہو۔ درود شریف بکثرت پڑھتے، خصوصاً جمعہ کے روز تعداد بڑھا لیتے۔ اسی طرح دوشنبہ کی رات اور شنبہ کے دن بھی بہت کثرت سے درودِ پاک پڑھتے۔ عمر کے آخری حصے میں یہ معمول ہو گیا تھا کہ جمعہ کی شب کو تمام دوستوں کو جمع کرتے اور کم از کم ہزار بار درود شریف پڑھتے۔ تلاوت قرآن پاک کے وقت حضرت کے چہرے سے ایسا ظاہر ہوتا تھا کہ اسرار ورموز قرآنی وبرکات آیات فرقانی حضرت پر منکشف ونازل ہوتے ہیں، زیارت قبور کے لیے تشریف لے جاتے اور ان کے لیے دعا واستغفار فرماتے۔ اول اول مزارات پر ہاتھ بھی رکھتے مگر آخر زمانہ میں ترک کر دیا تھا کیونکہ بعض اکابرین نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ خواص بشر کو خواص ملائکہ سے اور نبوت کو ولایت سے افضل جانتے۔ صحو کو سکر پر ترجیح دیتے تھے۔ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جمیع اولیائے امت سے اعلیٰ وافضل جانتے اور ان کے باہمی اختلافات وتنازعات کو نیک نیتی پر محمول فرماتے۔ طریق نقشبندیہ عالیہ کو دوسرے طریقوں سے بہتر جانتے اور فرماتے کہ یہ طریقہ بعینہٖ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا طریقہ ہے اور سنت کے عین مطابق ہے۔ جب کوئی بلا یا مصیبت پہنچتی تو فرماتے یہ ہمارے شامت اعمال کے سبب ہے۔ اور توبہ واستغفار بکثرت پڑھتے۔ صدقہ خیرات بھی کرتے اور اُسے ترقی کا زینہ سمجھتے۔

ظہور کرامات:

شیخ ابوالحسن نور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے کہ ہمارے زمانے میں یہ دو چیزیں بہت

بڑی کرامت ہیں۔ ایک یہ کہ عالم اپنے علم پر عمل کرے۔ دوسری عارف بیان حقیقت کرے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ تمام کرامات مثل معجزات پیغمبری کے ہیں اور دونوں کا مقصد ظہور ترویج وتقویت ''دین'' ہے۔ البتہ جوں جوں قیامت کے نزدیک ہوتا جاتا ہے، اسی قدر کرامات کا ظہور گھٹتا جارہا ہے اور دین بھی کمزور ہورہا ہے۔ اس لیے کرامات میں ضعف آ گیا ہے اور قرب قیامت کے وقت تو دین کی یہ صورت ہوگی کہ اندھیری رات کی طرح لوگ صبح مومن ہوں گے تو شام کو کافر ہو جائیں گے اور شب کو مومن ہوں گے تو صبح کو کافر ہو جائیں گے۔ ان تمام باتوں کے باوجود خوارق وکرامات نہ ارکان ولایت سے ہیں اور نہ شرائط ولایت سے کیونکہ ولایت کی سب سے بڑی دلیل ''اتباع سنت'' جنابِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ولی کی یہی تعریف ہے کہ وہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا طالب اور حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع ہو، حضرت ممدوح کا ارشاد ہے کہ ظہور کرامات بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے، جو وہ بندے کو عطا کرتا ہے اور حضرت اُس صفت سے خوب خوب متصف تھے۔ حضرت کی سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ جب سے ہوش سنبھالا کوئی کام خلاف سنت نہیں کیا، حضرت کے اکثر ملاقاتی اور احباب جو دور دور سے آتے، حضرت سے کہتے کہ فلاں روز آپ کو مکہ معظمہ میں دیکھا ہے اور فلاں دن مدینہ منورہ میں دیکھا ہے حالانکہ حضرت ان دنوں گھر پر تشریف فرما ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت مخدوم زادوں اور چند مخلصین کے ساتھ پیدل سفر میں تھے۔ شدت کی دھوپ تھی۔ حضرت نے از راہ ترحم آسمان کی طرف دیکھا اور زیر لب کچھ فرمایا، ابھی چند ہی قدم آگے بڑھے تھے کہ اچانک ایک بدلی آئی اور مینہ برسا گئی۔

صوبہ دکن کے ایک ''خان'' جو صوبہ داری کے منصب پر فائز تھے۔ بادشاہ نے انہیں کسی وجہ سے معزول کردیا۔ خوف تھا کہ بادشاہ کی خفگی سے کہیں وہ منصب کی محرومی کے ساتھ ساتھ قتل بھی نہ کردیئے جائیں۔ ان کے ایک ملنے والے نے صوبہ دار موصوف کا احوال لکھ کر حضرت کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت نے انہیں جواب میں لکھا ''خان عالیشان نظر آتا ہے'' لیکن خان نے تحریر دیکھی تو مایوسی سے بولا ''بادشاہ سخت ناراض ہے، بہر حال دیکھئے کیا ہوتا ہے؟'' چند روز

گزرے تھے کہ سلطان نے ان کا قصور معاف کر دیا اور منصب پر دوبارہ بحال کر دیا۔

ایک روز ایک خادم سے بولے ''بھائی شیخ محمد مسعود کو (جو تاجر تھے اور بسلسلہ کاروبار قندھار کی طرف گئے ہوئے تھے) زمین پر کہیں نہیں پاتا ہوں، خادم یہ سن کر بہت فکر مند ہوا۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد قافلہ آیا اور لوگوں نے حضرت کو شیخ صاحب کے انتقال کی خبر دی۔ ایک مرتبہ حضرت رمضان المبارک کے ایام میں اجمیر شریف میں مقیم تھے۔ جس مسجد میں قیام تھا وہ بہت مختصر تھی۔ نماز تراویح ادا کر رہے تھے کہ بارش آ گئی۔ جس سے نمازیوں کو بہت تکلیف ہوئی۔ حضرت نے فرمایا، انشاء اللہ تعالیٰ اب رمضان شریف میں بارش نہیں ہو گی۔ مسجد کی ایک دیوار بہت بوسیدہ تھی۔ یہ بھی خطرہ تھا کہ ابھی گر پڑے گی، بولے، ہمارے سامنے یہ دیوار بھی نہیں گرے گی۔ چنانچہ جس روز حضرت وہاں سے روانہ ہوئے اور کافی دور چلے گئے حضرت کو اس کے گرنے کی اطلاع ملی۔

حضرت ایک مرتبہ اجمیر شریف میں بہت بیمار ہو گئے۔ فوراً صاحبزادوں کو طلب کیا، ان کی بیماری سے سب لوگ پریشان نظر آتے تھے۔ حضرت نے خطاب فرمایا کہ بھائی میں ابھی نہیں جاؤں گا۔ ایک کام کے لیے کچھ مہلت مل گئی ہے۔ حاضرین کی جان میں جان آئی۔ اس سفر سے واپس تشریف لائے تو بالکل گوشہ نشین ہو گئے۔ احباب سے خط و کتابت بھی کم کر دی۔ جس کسی کو خط تحریر فرماتے ''استعفاد ے چلے'' کے کلمات ضرور تحریر فرماتے۔

عہدِ جہانگیری :

نور الدین جہانگیر نوجوانی کے عالم میں تخت سلطنت پر بیٹھا اور اس کے اردگرد بھی متعصب ہندوؤں کا وہی حلقہ تھا بلکہ اس کی بیگم نور جہاں کے اثر کی وجہ سے دربار میں اور بھی بے دینی بڑھ گئی۔ بادشاہ کے تنگ نظر امراء نے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلاف بادشاہ کے کان بھرنے شروع کر دیئے حتیٰ کہ انہوں نے بادشاہ کو یہ یقین دلا دیا کہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے بے شمار مریدین کی مدد سے تخت سلطنت پر قبضہ کرنے کی فکر میں ہیں۔ اسی لیے وہ عوام کو ظل سبحانی کے روبرو سجدہ کرنے سے منع کرتے ہیں چنانچہ بادشاہ نے حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دربارِ شاہی میں طلب کیا اور حضرت سے آدابِ شاہی (سجدہ کرنا) بجالانے کا

اور مخدوم زادوں کو جو بھی ارشاد اور نصیحت فرماتے اس کا یہی مفہوم ہوتا کہ سنت کو دانتوں سے مضبوط پکڑلو۔

کہتے ہیں عین آخری وقت پر حضرت کو استنجا کی حاجت ہوئی۔ طشت حاضر کیا گیا، دیکھ کر فرمایا ''اس میں ریت نہیں ہے۔ قطرات اڑیں گے۔ واپس لے جاؤ، میں وضو نہیں توڑوں گا'' حضرت نے وقت آخر بھی بے وضو رہنا گوارا نہ فرمایا، رسول اللہ ﷺ کے ایک ہزار سال بعد وجود میں آنے والی یہ ہستی تجدید سنت و ''احیائے دین'' میں شب و روز مصروف رہ کر بعمر تریسٹھ سال 29 صفر المظفر 1034 ہجری کو اس دنیا سے رخصت ہوگئی اور سرزمین سرہند شریف کے اس ٹکڑے میں دفن ہوئے، جس کے متعلق ایک مرتبہ حضرت ممدوح نے ایک خط میں تحریر فرمایا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عنایت اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے صدقہ میں سرہند شریف میں ایک کنوئیں کو پُر کر کے میرے لیے ایک اونچا مقام بنایا ہے اور اکثر شہروں اور قصبوں پر اس کو بلندی بخشی ہے اور اس زمین میں ایک نور بطور امانت رکھا گیا اور وہ نور اس نور کی طرح ہے جو بیت اللہ شریف کی پاک زمین سے ظاہر اور روشن ہے۔ آگے چل کر اسی خط میں ذکر فرماتے ہیں ''وہ نور امانت اس فقیر کے قلبی انوار کا لمعہ ہے جس کو وہاں سے اقتباس کر کے اس زمین پر روشن کیا ہوا ہے، جس طرح کہ مشعل سے چراغ روشن کر لیں''۔

رحلت:

جب رحلت کا وقت قریب آیا تو حاضرین سے بولے ''ڈیڑھ ماہ کے اندر اندر بلوا لیا جاؤں گا۔'' سامعین دل تھام کر رہ گئے۔ حضرت اس روز سے دن گننے لگے۔ اکثر یہ مصرعہ پڑھتے ''آج ملاوا کنت سوں سکھی سب جگ دیتوں وار'' یعنی آج وصال یار ہے، اس خوشی سے دنیا جہاں کی نعمتیں نثار کرتا ہوں۔ فرماتے میری قبر کچی اور گمنام جگہ بنانا تا کہ کچھ دنوں کے بعد اس کا نام و نشان مٹ جائے۔

ضعف بڑھ رہا تھا مگر کیا مجال جو نماز با جماعت اور وظائف و اوراد میں فرق آیا ہو۔ البتہ جب کمزوری حد سے بڑھ گئی تو کبھی کبھار نماز تنہا پڑھ لیتے۔ ان ایام میں ملنے والوں، دوستوں

مطالبہ کیا۔حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سختی سے انکار کیا اور فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ جائز نہیں، پھر میں ایک انسان کو کیسے سجدہ کر سکتا ہوں''

بادشاہ نے ناراض ہو کر حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو وسطی ہند کے قلعہ گوالیار میں نظر بند کر دیا۔حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے متوسلین کو لکھا:

''مجھے جو قید خانے میں ڈالا گیا ہے اس میں مشیت الٰہی ہے۔تم بادشاہ کی اطاعت قبول کرو اور بغاوت سے باز رہو۔میں بھی انشاءاللہ جلد قید سے آزاد ہو جاؤں گا۔''

دو سال تک قید و بند کی صعوبتیں صبر و استقلال سے برداشت کیں۔زمانہ نظر بندی میں قلعہ کے اندر بہت سے غیر مسلم آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے اور آپ کا فیضان قلعہ کے اندر اور باہر یکساں طور پر جاری رہا۔آخر جہانگیر کا دل آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے صاف ہوا تو اس نے آپ کو قید سے رہا کرنے پر آمادگی ظاہر کی تو آپ نے مندرجہ ذیل شرائط پر رہا ہونے کے لیے رضامندی کا اظہار فرمایا:

☆1)۔ بادشاہ وقت کے حضور سجدہ کرنے کی رسم بند کی جائے۔

☆2)۔ مسلمانوں کو گائے کے ذبیحہ سے نہ روکا جائے اور بادشاہ خود اپنے ہاتھ سے گائے ذبح کرے۔

☆3)۔ جو مساجد شہید کی گئی ہیں وہ نئے سرے سے سرکاری خرچہ سے تعمیر کی جائیں۔

☆4)۔ کفار سے شرع شریف کے مطابق جزیہ لیا جائے۔

☆5)۔ قوانین شریعت محمدی کا نفاذ کیا جائے۔

☆6)۔ تمام بے گناہ قیدی رہا کیے جائیں۔

جہانگیر نے تمام شرائط قبول کر لیں اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قید خانے سے باہر تشریف لے آئے۔۔بادشاہ جہانگیر میں بھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ سے تبدیلی آ چکی تھی اور وہ آپ کا گرویدہ ہو چکا تھا۔اعیان سلطنت، امیران دربار اور عوام الناس سب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گرد جمع ہو گئے اور کسب فیض کے لیے بہت سے مشائخ بھی مشیخیت ترک کر کے صحبت بابرکت میں

پہنچ گئے۔ایک سو کے قریب علماء و صلحاء و حفاظ ہر وقت آپ کی خدمت میں عموماً مقیم رہتے اور حضور و آگاہی سے لذت آشنا رہتے۔

اتباع سنت کی تاکید:

آپ اعمال کی ادائیگی میں پیروی سنت کا خاص خیال رکھتے تھے۔عمل میں عزیمت آپ کا شعار تھا۔بدعت اور رخصت سے ہمیشہ اجتناب فرماتے۔اپنے عقیدت مندوں کو بھی یہی تلقین فرماتے۔ہر کام میں استخارہ فرماتے۔قبور کو بوسہ دینا اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ہاں کبھی کبھی اپنے والد بزرگوار اور اپنے پیر بزرگوار کی قبور کو تبرکاً ہاتھ سے چھوتے تھے۔کسی خاص دعوت میں تشریف لے جاتے لیکن عام دعوت میں جانے سے گریز کرتے۔مجالس سماع و سرود و مولود خوانی میں حاضر نہیں ہوتے تھے۔ذکر خفی آپ کا معمول تھا۔آپ کا ارشاد ہے:

''چنیں آہستہ کن ذکرش کہ از خود نیز اخفاء کن''

نبوت کو ولایت سے افضل قرار دیتے تھے۔غلبہ صحو کو سکر پر ترجیح دیتے تھے۔جمیع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جمیع اولیاء رحمہم اللہ علیہم سے افضل سمجھتے تھے۔طریقہ نقشبندیہ کو سب طریقوں سے افضل تصور فرماتے تھے۔حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خلق عین خلق محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق تھا۔تسلیم و رضا بر قضا اور شفقت و تواضع بر خلق خدا کا ہر وقت خیال رہتا تھا۔اہل حقوق سے نیک سلوک کرتے اور صلہ رحمی کی بے حد کوشش فرماتے۔

اولاد

مکتوبات شریف، مبدا و معاد و معارفِ لدنیہ وغیرہم ایسی بلند پایہ تصانیت کے علاوہ حضرت کے سات صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں،صاحبزادوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

1۔ حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
2۔ حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
3۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
4۔ حضرت خواجہ محمد فرخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
5۔ حضرت خواجہ محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
6۔ حضرت خواجہ محمد اشرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
7۔ حضرت شیخ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

خلفاء: خلفائے کرام میں حضرت قبلہ کے صاحبزادگان عظام میں سے سب کے سب ولی کامل ہوئے ہیں اور حضرت کے جانشین ہیں، ان مقتدر ہستیوں کے علاوہ حضرت قبلہ نے خلفاء کی ایک بڑی جماعت کو بھی تالیف قلوب اور ہدایت خلق کے لیے تیار کیا جن میں سے حضرت خواجہ میر محمد نعمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، شیخ طاہر لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، شیخ بدیع الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، شیخ نور محمد پٹنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، شیخ حمید بنگالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، شیخ مزمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شیخ طاہر بدخشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام نامی قابل ذکر ہیں۔

ارشاداتِ عالیہ

☆۔ اعلیٰ نصیحت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی اختیار کرو۔

☆۔ اپنے عقائد کو فرقہ ناجیہ یعنی علمائے اہل سنت و جماعت کے عقائد کے مطابق درست کرو۔

☆۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اہل بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے جو اس میں سوار ہو گیا بچ گیا، جو پیچھے رہا وہ ہلاک ہو گیا۔

☆۔ اہل و عیال کے ساتھ حد سے زیادہ محبت نہ کرو کہ ضروری کام میں فتور آئے۔

☆۔ اہل اللہ کو تجارت، خرید و فروخت اور اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کر سکتی۔

☆۔ اہل اللہ سے کرامت مت ڈھونڈو، ان کے وجود ہی کو کرامت جانو۔

☆۔ اہل کرم وہ ہے جو اپنی حاجت پر غیر کی حاجت کو مقدم رکھے۔

☆۔ اس اجتماع سے الگ رہ جو تفرقہ کا باعث ہووے۔

☆۔ اس غرض کا مٹا دینا جو کفار سے وابستہ ہو، کامل ایمان ہے۔

☆۔ احسان سب جگہ بہتر ہے لیکن ہمسایہ کے ساتھ بہترین ہے۔

☆۔ آخرت کا کام آج کر دنیا کا کام کل پر چھوڑ دے۔

☆۔ اظہار عجز عبادت ہے۔

☆۔ انبیاء علیہم السلام کے قول کے مقابلہ میں حکماء کا قول رد ہے۔

☆۔ اولیاء اللہ کی نظر دوا ہے اور کلام شفا ہے اور صحبت سراپا نور۔

☆۔ نقشبندی وہ ہے جو اپنی زبان کو ذکر خدا سے تر رکھے۔

☆۔ بزرگوں کی بے ادبی مصائب وشقاوت کا پیش خیمہ ہے۔

☆۔ بزرگوں کے کلام کے معنی خلاف شریعت مراد لینا الحاد وزندقہ ہے۔

☆۔ بلا استطاعت سفر حج تضیع اوقات ہے۔

☆۔ بچوں پر پیار کا آنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نشان ہے جو اپنے مہربان بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

☆۔ بھائی کا حق اس جگہ معاف کرالے ورنہ وہاں نیکیاں دینی پڑیں گی۔

☆۔ پنج وقتی نماز کو سستی اور کاہلی کے بغیر شرائط اور تعدیل ارکان کے ساتھ ادا کریں۔

☆۔ پیر وہ ہے جو مرید کے مال میں خواہش نہ پائے۔

☆۔ پیر کا دل مرید کے مال میں ہونا، مرید کی ہدایت کے مانع ہے۔

☆۔ تمام سعادتوں کا سرمایہ سنت کی تابعداری ہے اور تمام فسادوں کی جڑ شریعت کی مخالفت ہے۔

☆۔ تمام مخلوقات میں زیادہ محتاج انسان ہے۔

☆۔ تف ہے اس طریقہ پر جس میں گالی دینا عبادت ہو۔

☆۔ جس کو نرمی عطا ہوئی، اس کو دنیا وآخرت عطا ہوئی۔

☆۔ جوانی میں زیادہ خوف درکار ہے اور بڑھاپے میں رجا۔

☆۔ جس گناہ کے بعد ندامت نہ ہو، اندیشہ ہے کہ اسلام سے باہر کردے۔

☆۔ جو ضرورت گناہ پر مجبور کرے شرعاً مردود ہے۔

☆۔ جو سالک اپنے آپ کو خسیس کتے سے بھی بہتر جانتا ہے وہ بزرگوں کے کمالات سے محروم ہے۔

☆۔ حضور سید عالم ﷺ کو معراج جسمانی ہوئی اور دیدار حق آنکھوں سے ہوا۔

☆۔ حب دنیا سے خالی علماء بہت کم ہیں۔

☆۔ حادثات دنیا کی تلخی کڑوی دوا کی مثل ہے۔

☆۔ خدا کے دشمنوں سے الفت کرنا خدا کے ساتھ دشمنی ہے۔

☆۔ خدا کو خدا جاننا یہ ہے کہ شرک نہ کرے اور رسول کو رسول جاننا یہ ہے کہ رسول کی پیروی کرے۔

☆۔ خدا کے کرم پر مغرور ہونا اور عفو کی امید پر گناہ کرنا شیطان کا فریب ہے۔

☆۔ خلاف شریعت ریاضتیں اور مجاہدات خسارہ ہی خسارہ ہیں۔

☆۔ دنیا ایک نجاست ہے جو سونے میں چھپائی گئی ہے۔

☆۔ دنیا میں آرام کا خواہاں بے وقوف ہے۔

☆۔ ذکر جہر سے اسقدر پرہیز چاہئے کہ کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ شریف بھی دل میں پڑھے۔

☆۔ سب سے زیادہ عذاب بے عمل عالم پر ہوگا۔

☆۔ سادات سے حضور اکرم ﷺ کی قربت کے باعث محبت رکھنی چاہئے۔

☆۔ سماع و رقص پسند کرنا تو درکنار ہم ذکر جہر کی طرف توجہ بھی نہیں کیا کرتے۔

☆۔ سرود و نغمہ ایک زہر ہے جو شہد میں ملا ہوا ہے۔

☆۔ شریعت دنیا و آخرت کی سعادتوں کی ضامن ہے۔

☆۔ شر نفس شیطان کے شر سے زیادہ ہے۔

☆۔ شعر خوانی اور قصہ گوئی بد بختوں کے نصیب کر اور اپنے لئے سرمایہ خاموشی بنا۔

☆۔ ضروری حاجتیں دنیا طلبی میں داخل نہیں ہیں۔

☆۔ طریقہ نقشبندیہ کا اصول نہایت آسان ہے اور خدا تک جلد پہنچانے والا ہے۔
☆۔ طریقہ نقشبندیہ کا مدار دو اصولوں پر ہے، ایک شریعت کی پیروی استقامت کے ساتھ، دوسرا شیخ کی محبت اور اخلاص میں استقامت۔
☆۔ ظاہر دراصل باطن کا نمونہ ہے۔
☆۔ علمائے بے عمل پارس پتھر کی مثل ہیں جو اوروں کو سونا بناتا ہے اور خود پتھر کا پتھر رہتا ہے۔
☆۔ علماء کے لئے دنیا کی محبت اور اس کی رغبت ان کے خوبصورت چہرے پر بدنما داغ ہے۔
☆۔ علمائے بد وہ ہیں جو خلق کے نزدیک عزت کے خواہاں ہیں۔
☆۔ علمائے سلف پر طعن کرنے والا گمراہ اور بدعتی ہے۔
☆۔ علم الہام کیا جاتا ہے نیکوں کو اور بد بخت اس سے محروم رکھے جاتے ہیں۔
☆۔ عمل کی سستی پر مغفرت کی امید ہے لیکن بداعتقادی پر نہیں۔
☆۔ عورت کا نامحرم مرد سے ملائم گفتگو کرنا بدکاری ہے۔
☆۔ عورت اور بے ریش لڑکا ایک حکم رکھتے ہیں۔
☆۔ فقراء کی محبت اور صحبت ضروری ہے۔
☆۔ فقراء کی خاکروبی دولتمندوں کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔
☆۔ کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ دل آزاری ہے خواہ مومن کا ہو یا کافر کا۔
☆۔ کوئی جاہل ولی نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔
☆۔ گناہ کے بعد ندامت بھی توبہ کی شاخ ہے۔
☆۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس لئے محبت ہے کہ وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب ہے۔
☆۔ نرم خو اور متواضع کیلئے جہنم حرام ہے۔
☆۔ نفس امارہ کا مقصود ہمہ تن ہمسروں پر بلندی چاہنا ہے۔
☆۔ نفس پر شریعت کی پابندی سے زیادہ کوئی چیز دشوار نہیں ہے۔

☆۔ نفس کی کمال مخالفت اتباع شریعت میں ہے۔
☆۔ ناقص پیر آخرت کی کھیتی کا ناقص تخم ہے۔
☆۔ ہمارا طریق صحبت ہے کیوں کہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت ہے۔
☆۔ ہمارا ایمان ہے کہ حق تعالیٰ قریب اور ساتھ ہے لیکن یہ قرب اور معیت ہماری سمجھ سے بالا ہے۔
☆۔ ہر عمل جو موافق شریعت ہے ذکر میں داخل ہے اگر چہ خرید و فروخت ہو۔
☆۔ اہل خانہ تمہاری رعیت ہیں اور تم اس کی نسبت سوال کیے جاؤ گے۔
☆۔ انسان کے تین دوست ہیں ایک قبض روح تک، دوسرا قبر تک اور تیسرا قیامت تک۔ قبض روح تک کے ساتھی مال، قبر تک کے ساتھی گھر والے اور قیامت تک کے ساتھی نیک اعمال ہیں۔
☆۔ ترک دنیا سے مراد اس میں رغبت کا ترک کرنا ہے۔ نہ کسی چیز کے آنے کی خوشی ہو اور نہ جانے کا غم۔
☆۔ جمعیت خاطر سے حق تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہ اور متعلقین کا غم اللہ تعالیٰ کے حوالے کر۔
☆۔ جس نے دولت مند کی تواضع اس کی دولت مندی کے سبب سے کی، اس نے دو حصہ دین برباد کر ڈالا۔
☆۔ حق تعالیٰ کو حق ہی سے پا سکتے ہیں نہ کہ تفکر اور تخیل سے۔
☆۔ خلق کے ساتھ ضرورت سے زیادہ اختلاط نہ رکھ، کیونکہ زیادہ مضرتوں کا سبب ہوتا ہے
☆۔ دنیا کاشتکاری اور تخم ریزی کا مقام ہے نہ کہ کھانے اور سو رہنے کا۔
☆۔ دولت مند کی صحبت زہر قاتل اور ان کے چرب لقمے دل کو سیاہ کرنے والے ہیں۔
☆۔ دل آنکھ کے تابع ہے۔ آنکھ کی گرفتاری کے بعد دل کی حفاظت مشکل ہے اور دل کی گرفتاری کے بعد شرمگاہ کی حفاظت مشکل تر ہے۔
☆۔ دوسری نظر تیرے لیے وبال ہے۔ نظر اول وہ ہے جو بلا قصد ہو اور دوسری نظر وہ ہے جو

قصد اُڑا لی جائے۔

☆۔ دوپہر کا سونا جو بہ نیت سنت ہو، ان کروڑوں شب بیداریوں سے بہتر ہے جو اتباع سنت کی نیت سے نہ ہو۔

☆۔ زندگی کی فرصت بہت کم ہے اور ہمیشہ کا عذاب یا راحت اسی پر مرتب ہونا ہے۔

☆۔ زکوٰۃ کا ایک پیسہ نفلی طور پر سونے کا پہاڑ صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔

☆۔ سہو و نسیان نوعِ انسان کا لازمہ اور خطا و غلطی اس جہان کا خاصہ ہے۔

☆۔ شریعت کے تین جزو ہیں، علم، عمل اور اخلاص۔ جب تک یہ تینوں جزو موجود نہ ہوں۔ شریعت متحقق نہیں ہوتی۔ علم و عمل شریعت سے حاصل ہوتے ہیں اور اخلاص کا حاصل ہونا طریق صوفیہ پر منحصر ہے کہ جو علم و عمل کی روح ہے۔

☆۔ تمام امتی، نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے خادم اور مملوک و غلام ہیں۔

☆۔ محض زبان سے کلمہ شہادت پڑھ لینا مسلمان ہونے کے لیے ہرگز کافی نہیں ہے۔ تمام ضروریات دین کو سچا ماننے اور کفر و کفار کے ساتھ نفرت و بے زاری رکھنے سے آدمی مسلمان ہوگا۔ جو شخص تمام ضروریات دین پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرے لیکن کفر و کفار کے ساتھ نفرت و بیزاری نہ رکھے وہ درحقیقت مرتد ہے اس کا حکم منافق کا سا ہے۔

☆۔ جب تک خدا اور رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی نہ رکھی جائے اس وقت تک خدا اور رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ محبت نہیں ہوسکتی۔ (اللہ اور رسول کے دشمنوں سے دوستی اور پھر بھی ان کی محبت کا دعویٰ؟)

☆۔ جو لوگ کلمہ پڑھتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ساتھ دشمنی رکھتے ہیں۔ اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں اُن کو کافر کہا ہے۔ ''لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ'' (تاکہ ان سے کفاروں کے دل جلیں)

☆۔ اکمل اولیاء اللہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ یہ قدرت عطا فرماتا ہے کہ وہ بیک وقت متعدد مقامات پر تشریف فرما ہوتے ہیں۔

☆۔ کفار و منافقین پر جہاد اور سختی کرنا ضروریات دین سے ہے۔ کفار اور منافقوں کی جس

قدر عزت کی جائے گی اسی قدر اسلام کی ذلت ہوگی۔

''عزلت سے صحبت بہتر ہے''

☆۔ ایک دفعہ میرا ارادہ ہوا کہ کسی مقام خلوت میں جا کر گوشہ نشینی اختیار کروں۔ بارگاہِ رب العزت سے ارشاد ہوا کہ مناسب ولائق اور محبوب و پسندیدہ طریقہ یہی ہے جس پر آپ قائم ہیں نہ کہ طریقہ گوشہ نشینی و تنہائی۔

نسبت مہدی موعود علیہ السلام کے متعلق؛

☆۔ ''مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ ہمارے زمانہ سے حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور تک یہ کمالات اور معاملات جو کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر افاضہ فرمائے ہیں کسی اور پر ظاہر نہیں ہوں گے۔''

☆۔ ''مجھ پر ایسا ظاہر کیا گیا ہے کہ ہمارے معارف و حقائق تحریر کردہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی نظر اقدس سے گزریں گے اور ان کی بارگاہ میں مقبول ہوں گے''

3۔ فرمایا: ''مجھ پر منکشف ہوا ہے کہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام اسی نسبت علیہ پر ہوں گے۔'' اس میں آپ نے اپنی نسبت خاصہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (یعنی سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ)

☆۔ ''جو لوگ داخل طریقہ ہو چکے ہیں یا قیامت تک بالواسطہ یا بلاواسطہ داخل ہوں گے وہ سب مرد اور عورتیں مثالی صورت میں میرے سامنے لائے گئے اور ہر ایک کا نام و نسب اور مولود و مسکن بتایا گیا۔ اگر میں چاہوں تو سب بیان کر سکتا ہوں''

☆۔ ''جو کچھ ہم کو عطا کیا گیا ہے وہ محض کرم حق ہے۔ اگر اس کے لیے کوئی بہانہ ہوا ہے تو وہ متابعت حضرت سید الانبیاء علیہ السلام ہے۔ جو کچھ ہم کو دیا گیا ہے اتباع کے راستہ سے دیا گیا ہے۔ اگر کچھ ملنے سے رہ گیا ہوگا تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ ہم سے بتقاضائے بشریت اتباع نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم میں کچھ کمی رہ گئی ہوگی''

☆۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمیشہ اپنے اصحاب کو کثرت ذکر و دوام حضور و مراقبہ کی ترغیب دلایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ دنیا دار عمل ہے اور مزرعہ آخرت۔

آداب شریعت کالحاظ:

☆۔ لوگ ریاضات ومجاہدات کی خواہش رکھتے ہیں۔حالانکہ کوئی ریاضت اور مجاہدہ آدابِ شریعت کی رعایت کے برابر نہیں ہے۔خصوصاً فرض وواجب وسنت نمازیں حسب اصول شریعت ادا کرنا بہت بھاری ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے''وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ'' اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْن ''ترجمہ: نماز بھاری ہے مگر ڈرنے والوں پر

☆۔ بعض ناقص درویش اپنے کشف پر اعتماد کر کے شریعت بیضا کا انکار اور مخالفت کرنے لگتے ہیں۔حالانکہ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام بھی عہد نبوت پناہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ میں ہوتے تو بجز اتباع شریعت مصطفوی کے ان کو بھی اور چارہ کار نہ ہوتا۔اس لیے ان کور باطنوں کو مخالفت کا کوئی حق نہیں ہے۔

نسبت نقشبندیہ کی فضیلت

حضرات خواجگان نقشبندیہ قدس اسرارھم نے فرمایا ہے کہ:''ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بالا ہے'' چونکہ ان کا طریق اتباع سنت سنیہ اور رعایت عزیمت ہے اس لیے ان کی نسبت بھی افضل ہے۔

☆۔ جب تک کسی کو علم ظاہری میں پوری پوری مہارت نہ حاصل ہو جائے اس وقت تک اسرار صوفیہ سے کماحقہ استفادہ نہیں کر سکتا۔

☆۔ احوال تابع شریعت ہیں اور شریعت تابع احوال نہیں کیونکہ شریعت قطعی ہے اور وحی الٰہی سے ثابت ہو چکی ہے اور احوال ظنی امور ہیں کیونکہ ان کی بنیاد کشف والہام پر ہے''

حضرت شیخ مجدد الفِ ثانی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالَى عَلَيْه کی تصانیت،مکتوبات کی تین جلدیں اور چند رسائل ہیں۔جلد اول 1025 ہجری میں اور دوسری جلد 1028 ہجری میں اور تیسری جلد 1031 ہجری میں اختتام کو پہنچی۔ذیل میں ہم ان تصانیف میں سے چند مقامات بطور تبرک نقل

کرتے ہیں۔

☆۔ قرب بخشنے والے اعمال فرائض ہیں یا نوافل فرائض کے مقابل نوافل کا کچھ اعتبار نہیں۔فرائض میں سے ایک فرض کا ایک وقت میں ادا کرنا ہزار سال کے نوافل کے ادا کرنے سے بہتر ہے اگر چہ خالص نیت سے ادا ہوں اور خواہ کوئی نفل ہوں یا نماز وزکوٰۃ وروزہ وذکر وفکر یا کوئی اور مثل ان کے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ فرائض کے ادا کرنے کے وقت سنتوں میں سے ایک سنت اور آداب میں سے ایک ادب کی رعایت یہی حکم رکھتی ہے۔(یعنی ادائے نوافل سے بدرجہا بہتر ہے)

نقل ہے کہ ایک دن امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی۔نماز سے فارغ ہوکر آپ نے لوگوں کی طرف نگاہ کی۔اُس وقت اپنے اصحاب میں سے ایک کو نہ پایا۔فرمایا کہ فلاں صاحب جماعت میں حاضر نہیں ہوا۔حاضرین نے عرض کیا کہ وہ اکثر شب جاگتا رہتا ہے۔احتمال ہے کہ وہ اس وقت سو گیا ہوگا۔فرمایا کہ اگر وہ تمام رات سو رہتا اور فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتا تو یہ بہتر تھا۔پس ایک ادب کی رعایت کرنا اور ایک مکروہ سے خواہ مکروہ تنزیہی ہو،تحریمی کا تو کیا ذکر، پرہیز کرنا ذکر وفکر ومراقبہ وتوجہ سے بدرجہا بہتر ہے۔ہاں اگر کوئی ان امور کو رعایت آداب اور مکروہات سے اجتناب کے ساتھ جمع کرے تو وہ بڑا کامیاب ہے۔اور بغیر اس رعایت واجتناب کے کانٹے دار درخت پر ہاتھ ملنا ہے۔مثلاً جس طرح زکوٰۃ کے حساب میں ایک دانہ کا صدقہ کرنا سونے کے بڑے بڑے پہاڑ بطور نفل صدقہ دینے سے بدرجہا بہتر ہے اسی طرح اس دانہ کا صدقہ دینے میں آداب میں سے ایک ادب کی رعایت کرنا مثلاً اس رشتہ دار فقیر کو دینا اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ رشتہ دار کے علاوہ کسی اور کو دیا جائے۔ پس نماز عشاء کو رات کے نصف اخیر میں ادا کرنا اور اس تاخیر کو نماز تہجد کی تاکید و وسیلہ بنانا بہت بڑا ہے۔کیونکہ حضرات حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک اُس وقت نمازِ عشاء پڑھنا مکروہ ہے۔

(مکتوبات : دفتر اول حصّہ اول،مکتوب 29)

جاننا چاہیے کہ اس دنیا میں جو کہ آزمائش وامتحان کا مقام ہے۔دشمن دوست کو ملا دیا گیا ہے اور دونوں کو رحمت میں شامل کیا گیا ہے۔آیۂ کریمہ ''وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ

شَیٔ۔'' (اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے) اسی بات کو ظاہر کرتی ہے، قیامت کے دن دشمن کو دوست سے جدا کر دیں گے جیسا کہ آیت کریمہ ''وَ امۡتَازُوا الۡیَوۡمَ اَیُّھَا الۡمُجۡرِمُوۡنَ '' (جدا ہو جاؤ آج اے گنہگارو) سے ظاہر ہے۔ اُس وقت رحمت کا قرعہ دوستوں کے نام پر پھینکیں گے۔ اور دشمنوں کو محروم مطلق اور ملعون ثابت کریں گے۔ اور آیۃ کریمہ'' فَسَاَکۡتُبُھَا لِلَّذِیۡنَ یَتَّقُوۡنَ وَ یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ الَّذِیۡنَ ھُمۡ بِاٰیٰتِنَا یُؤۡمِنُوۡنَ '' اس بات پر شاہد ہے یعنی تحقیق ہم ثابت کریں گے اُس رحمت کو اس جماعت کے واسطے جو کفر و گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے کرم و رحمت کو آخرت میں نیکوں اور نیک کردار مسلمانوں کے لیے مخصوص کیا۔ ہاں مطلق اہل اسلام کے لیے خاتمہ بالخیر ہونے کی صورت میں رحمت سے حصہ ہے۔ اگر چہ دراز زمانوں کے بعد وہ عذاب دوزخ سے نجات پائیں۔ لیکن گناہوں کی تاریکیاں اور آسمان سے نازل کیے ہوئے احکام کی بے پروائی ایسا کب ہونے دیتی ہے کہ نور ایمان کو سلامت لے جائے۔ عالموں نے فرمایا ہے کہ گناہ صغیرہ پر اصرار کرنا کبیرہ تک پہنچا دیتا ہے۔ (العیاذ باللہ سبحانہ) ﴿دفتر اول حصہ دوم مکتوب 96﴾

رحلت:

1032 ہجری میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عمر مبارک اکسٹھ سال کی ہوئی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی قدس سرہٗ کے مزار مبارک پر حاضری کے لیے اجمیر شریف تشریف لے گئے۔ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روح پر فتوح سے بے حد لطف و کرم کا مشاہدہ کیا۔ مراجعت فرماتے ہوئے عازم سرہند ہوئے تو فرمایا کہ ہماری عمر تریسٹھ سال معلوم ہوتی ہے۔ 1033 ہجری میں نصف شعبان کی شب خلوت میں گزاری ،خلوت سے باہر آئے تو ایک شخص نے کہا ''معلوم نہیں اس سال کس کا نام زندہ رہنے والوں کی فہرست سے کاٹ دیا گیا ہے؟'' آپ نے فرمایا ''تو شک کے طور پر کہہ رہا ہے اس شخص کا کیا حال ہے جو اپنا نام مرنے والوں کی فہرست میں دیکھتا ہے۔''

اس کے بعد حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے مخلوق خدا کی ہدایت کا کام اپنے فرزندان گرامی کے سپرد کر دیا اور خود عبادت و تلاوت واذکار میں مصروف ہو گئے۔ صرف نماز پنجگانہ کے لیے حجرہ مبارک سے باہر تشریف لاتے۔ ماہ رمضان میں صیام و قیام کا پورا اہتمام رکھا اور صدقہ و خیرات کثرت سے کرتے رہے۔ ماہ ذی الحجہ میں بیماری شدت اختیار کر گئی۔ بارہویں محرم کو ارشاد فرمایا کہ اب چالیس پچاس دن کے اندر جہانفانی سے عالم جاودانی کو روانگی ہو گی۔ آخر کار 28 صفر المظفر 1034 ہجری کو تریسٹھ سال کی عمر میں نہایت استغراق اور غلبہ ذکر اسم ذات کی حالت میں رحلت فرمائی۔ حضرت اپنی وصیت کے مطابق اپنے فرزند حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پہلو میں سرہند شریف میں آرام فرما ہیں اور روضہ پُر انوار مرجع خواص و عوام ہے۔

حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادگان:

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ کے وصال کے بعد یہ نسبت عزیز حضور کے فرزندان گرامی خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قیوم ثانی اور خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خازن رحمت کے حصہ میں آئی۔ جہاں سے یہ نسبت تمام اطراف عالم میں پھیل گئی۔ بلاد ہند اور بلاد سندھ بھی اس کی ضیاء سے منور ہو گئے۔ سندھ میں خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ﴿لواری شریف﴾ اور مخدوم ولایت حضرت خواجہ قاضی احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے حامل ہوئے۔ اطراف سندھ میں ان بزرگواروں نے دین اسلام کی بہت خدمت کی۔ متعدد مقامات پر خانقاہیں قائم کیں۔ جہاں طالبان ہدایت فیض حاصل کرتے اور اشاعت اسلام کے لیے کمر بستہ ہو جاتے۔ ان صاحب کمال بزرگوں کے طفیل پنجاب اور سندھ کا چپہ چپہ فیضان سرمدی سے سرشار ہو کر نور توحید سے جگمگا اٹھا۔

فضائل

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند
کہ برنداز رہ پنہاں بحرم قافلہ را

ترجمہ: نقشبندی بزرگ عجیب قافلہ سالار ہیں کہ پوشیدہ پوشیدہ قافلہ کو حرم تک پہنچادیتے ہیں۔ ﴿حضرت مجددالفِ ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ﴾

اے سلسلہ نقشبند تیری کیا شان ہے
ہمہ اولیاء و اتقیاء کو تیرا فیضان ہے

امام ملت و دین شیخ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے متعلق فرماتے ہیں:

''اے برادر اس بلند طریق سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے سرحلقہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد بالتحقیق تمام بنی آدم سے افضل ہیں اور اسی اعتبار سے اس طریق نقشبندیہ کے بزرگوں کی تحریروں میں آیا ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بڑھ کر ہے کیونکہ ان کی نسبت جس سے مراد خاص حضوری اور آگاہی ہے بعینہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نسبت اور حضوری ہے جو تمام آگاہیوں سے بڑھ کر ہے اور اس طریق میں انتہا اس کی ابتدا میں مندرج ہے اور اگر کوئی پوچھے کہ جب دوسروں کی انتہا اس سلسلہ نقشبندیہ کی ابتداء میں

ل گئی تو پھران کی انتہا کیا ہو گی جبکہ دوسروں کی انتہا وصول بحق ہے تو پھران کو حق سے آگے کہاں تک سیر میسر ہو گی تو میں ﴿حضرت مجدد الف ثانی﴾ اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ:

''اس طریقہ عالیہ کی انتہا اگر میسر ہو جائے تو وصل عریانی ہے''

وصل عریانی سے یہ مراد ہے کہ حجاب سب کے سب اٹھ جائیں اور تمام رکاوٹیں دور ہو جائیں۔

اولیاء کے تمام سلسلوں کے درمیان سلسلہ عالیہ نقشبندیہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے پس صحو کی نسبت ان میں غالب ہو گی اور ان کی دعوت اتم ان کی نسبت تمام سلسلوں کی نسبتوں سے بڑھ کر ہو گی۔ دوسروں کو ان کے کمالات کا کیا پتہ اور ان کے معاملہ کی حقیقت کی کیا خبر۔

میرا ﴿حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ﴾ کا خیال ہے کہ حضرت امام مہدی موعود علیہ السلام جو ولایت کی اکملیت کے لیے مقرر ہیں، ان کو یہ نسبت عالیہ نقشبندیہ حاصل ہو گی اور اس سلسلہ عالیہ کی تتمیم و تکمیل فرمائیں گے کیونکہ تمام ولایتوں کی نسبت اس نسبت سے نیچے ہے۔

﴿مکتوب نمبر 251﴾

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی پوری تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ سب شروع سے اخیر تک اس طریقہ کا بیان ہے جس طریقہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس فقیر کو ممتاز کیا ہے۔ اس کی بنیاد نسبت نقشبندیہ ہے جس کی ابتداء میں دوسروں کی انتہا مندرج ہے۔ اس بنیاد پر بہت سی عمارتیں اور کئی قسم کے محل بنائے گئے ہیں۔ اگر یہ بنیاد نہ ہوتی تو معاملہ یہاں تک نہ پہنچتا یعنی بخارا اور سمرقند سے اس بیج کو لا کر زمین ہند میں جس کا خمیر یثرب و بطحا کی خاک سے ہے بویا اور فضل کے پانی سے کئی سالوں تک اس کو سیراب کیا اور احسان کی تربیت سے اس کی تربیت کی، جب وہ کھیتی کہاں سے کہاں پہنچ گئی تو ان علوم و معارف کا ثمرہ اس نے حاصل ہوا۔

جاننا چاہیے کہ اس طریقہ عالیہ نقشبندیہ کا سلوک شیخ مقتدا کی محبت کے رابطہ پر وابستہ ہے جس نے سیر مرادی سے اس کو طے کیا ہو اور قوت انجذاب سے ان کمالات کے ساتھ رنگا ہوا

ہو۔اس کی نظر دلی امراض کو شفا بخشتی ہے اور اس کی توجہ باطنی امراض کو ختم کرتی ہے۔ان کمالات کا حاصل اپنے وقت کا امام اور اپنے زمانے کا خلیفہ ہے۔اقطاب وابدال اس کے مقامات کے ظلال میں خوش ہیں۔ہمارے اس طریقہ نقشبندیہ میں استفادہ انعکاسی ہے۔

مرید اپنے مرشد سے محبت کے رابطہ سے دم بدم اس کا رنگ پکڑتا ہے اور انعکاس کے طریق پر اس کے نور سے منور ہوتا جاتا ہے اور صاحب دولت ﴿پیر﴾ کی محبت یا توجہ سے اپنے بلند مقاصد حاصل کرلیتا ہے۔﴿مکتوب نمبر 260 حصہ چہارم دفتر اول)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ طریقہ صوفیہ میں سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا بہت مناسب اور بہتر ہے کیونکہ ان نقشبندی بزرگوں نے اتباع سنت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے اجتناب کیا ہے﴿مکتوب 266﴾

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں'' جاننا چاہیے کہ وہ طریقہ جو نزدیک تر، جلد پہنچانے والا، کتاب وسنت کے زیادہ موافق، زیادہ مضبوط، زیادہ محفوظ، زیادہ پختہ، زیادہ سچا، زیادہ رہنمائی کرنے والا، بہت اونچا، بہت بزرگ، بہت بلند مرتبہ اور بہت کامل ہے وہ صرف طریقہ عالیہ نقشبندیہ ہے۔

اس طریقے کی یہ تمام بزرگی اور اس سلسلے کے بزرگوں کی یہ بلند شان وشوکت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت کی متابعت اور پابندی اور ناپسندیدہ اور بدعت سے اجتناب کی وجہ سے ہے۔یہ نقشبندی بزرگ ہی ہیں جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرح ان کے کام کی نہایت ان کی ابتدائی شان میں ہی درج ہو چکی ہیں اور ان کے حضور اور آ گاہی نے دوام پیدا کیا ہے اور درجہ کمال تک پہنچنے کے بعد ان کی آ گاہی دوسروں سے فوقیت لے گئی ہے۔

دفتر اول حصہ پنجم ﴿مکتوب نمبر 290﴾

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

'' حدیث قدسی میں آیا ہے اپنے نفس سے دشمنی رکھ کہ یہ میری دشمنی پر کھڑا ہے'' تو طریق مشائخ میں سے ہر وہ طریقہ جس میں احکام شرعیہ کی زیادہ رعایت ہو گی اللہ تعالیٰ کی طرف قریب ترین راستہ ہو گا کیونکہ اس میں نفس کی مخالفت زیادہ ہے اور سن لو وہ ہے'' طریقہ نقشبندیہ''

یہی وجہ ہے کہ ہمارے سردار قبلہ اجل شیخ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے ''میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سب طریقوں میں سے قریب ترین راستہ پایا ہے کیونکہ اس میں نفس کی زیادہ مخالفت ہے۔ ﴿مکتوب 9﴾

امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''ولایت کے بہت سے درجات ہیں کیونکہ ہر نبی کے قدم پر ایک ولایت ہے جو اس سے خاص ہے اور سب سے اعلیٰ درجہ کی ولایت وہ ہے جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت کے ساتھ مخصوص ہے اور علم وعین ہر لحاظ سے تمام وجودی اور اعتباری حجابات کا اٹھ جانا اسی مقام میں حاصل ہوتا ہے۔ اس وقت وصل پوری طرح نصیب ہوتا ہے اور وجد درجہ گمان میں نہیں بلکہ حقیقتاً حاصل ہوجاتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرنے والوں میں سے کاملین کو نصیب کا حصہ وافر، اس نادر الوجود مقام سے حاصل ہوجاتا ہے تو تم لوگ اس بلند پایہ درجہ کے حصول کی تمنا رکھتے ہو تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور پیروی کو لازم جانو۔ اکثر مشائخ کے نزدیک یہ تجلی برقی ہے یعنی حضرت ذات سبحانہٗ سے تمام حجابات کا اٹھ جانا بجلی کی طرح تھوڑے سے وقت کے لیے ہوتا ہے پھر اسماء وصفات کے پردے لٹکا دیئے جاتے ہیں اور انوار ذات کی شعاعیں پوشیدہ ہوجاتی ہیں تو حضور ذاتی بجلی کی طرح ایک لمحہ کے لیے ہوتا ہے اور اکثر اوقات غیبت ذاتی ہی رہتی ہے۔ مشائخ نقشبند کے نزدیک حضور ذاتی ودائمی کا اعتبار ہے۔ زائل ہونے اور غیبت سے بدل جانے والے حضور کا کوئی اعتبار نہیں۔ لہٰذا ان اکابر نقشبند قدس اللہ اسرارھم کا کمال تمام کمالات سے بڑھ کر ہے اور ان کی نسبت تمام نسبتوں سے فوقیت رکھتی ہے اور نسبت سے مراد حضور ذاتی دائمی ہے۔ ان کاملین نقشبند کے طریقہ میں ابتداء انتہا میں درج ہے اور اس معاملہ میں ان کی اقتداء حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ساتھ ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی صحبت میں وہ کچھ پاگئے جو دوسروں کو نہایت میں میسر آتا ہے اور نہایت کے بدایت میں درج ہونے سے ہوتا ہے تو جس طرح محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت تمام انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی ولایتوں سے فائق واعلیٰ ہے اسی طرح ولایت نقشبندیہ تمام ولایتوں سے اعلیٰ اور فائق ہے اور ایسا

کیوں نہ ہو کہ ان کی ولایت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

دفتر اول حصہ اول ﴿مکتوب نمبر 21﴾

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اکابر قدس اللہ اسرارھم کی عبادات میں جو واقع ہوا ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے فائق اور اعلیٰ ہے اس سے مراد حضور و آگاہی کی نسبت ہے۔ جو حضور ان کے ہاں معتبر ہے، وہ حضور بے غیبت ہے۔ جس کو انہوں نے ''یادداشت'' سے عبارت کیا ہے اور تجلی ذاتی حضور ذات تعالیٰ سبحانہ کا ظہور اس کے اسماء صفات شیون اور اعتبارات کے ملاحظہ کے بغیر حضور ذات سے عبارت ہے اور اسی تجلی کو تجلی برقی کہتے ہیں۔ یعنی لمحہ بھر کے لیے شیون اور اعتبارات ﴿پردے﴾ اٹھ جاتے ہیں اور پھر انہی پردوں میں وہ ذات پوشیدہ ہو جاتی ہے یعنی لمحہ بھر کے لیے حضور نصیب ہوتا ہے اور اکثر اوقات حضوری نصیب نہیں رہتی۔ اس طرح کی وقتی نسبت ان بزرگان نقشبند کے ہاں کوئی اعتبار نہیں رکھتی بلکہ انہیں حضور دوام رہتی ہے اور کسی وقت پوشیدہ نہیں ہوتی اس لیے یہ نسبت نقشبندیہ تمام سلسلہ ہائے ولایت سے فائق و اعلیٰ ہے۔

دفتر اول حصہ اول ﴿مکتوب نمبر 27﴾

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اس اعلیٰ نعمت کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے کہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے ہم فقراء کو اہل سنت و جماعت کی آراء کے مطابق عقائد درست کرنے کے بعد طریقہ عالیہ نقشبندیہ سے مشرف فرمایا اور اس بزرگ خاندان کے نسبت یافتہ مریدین میں شامل کیا۔ فقیر کے نزدیک اس طریقہ نقشبندیہ میں ایک قدم آگے بڑھانا دوسرے طریقوں میں سات قدم آگے بڑھانے سے بہتر ہے وہ طریقہ جو تربیت اور وراثت کے طور پر کمالات نبوت کی طرف کھولا جاتا ہے وہ اسی طریقہ نقشبند کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرے طریقوں کی انتہا صرف کمالات ولایت کی انتہا تک موقوف ہے۔ وہاں سے آگے کمالات نبوت کی طرف کوئی راستہ نہیں کھلا۔ یہی وجہ ہے کہ اس فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے کہ ان بزرگان نقشبند کا طریقہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا طریقہ ہے۔ جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے وراثت کے طور پر کمالات نبوت سے وافر

حصہ حاصل کیا اس طریقہ نقشبندیہ کے منتہی بھی تربیت کے طور پر ان کمالات سے کامل حصہ پاتے ہیں۔ وہ مبتدی اور متوسط جنہوں نے اس طریق کو لازم پکڑا ہے اور اس طریقہ کے منتہیوں کے ساتھ کامل محبت رکھتے ہیں وہ بھی کمالات نبوت میں حصہ کے امیدوار ہیں۔

﴿مکتوب نمبر 281﴾ دفتر اول حصہ پنجم

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''اس دولت عظمیٰ ﴿ولایت﴾ کا حصول اس بلند طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے ساتھ کامل اخلاص اور اس کی طرف توجہ اور رجوع کے ساتھ وابستہ ہے۔ ریاضات شاقہ اور مجاہدات شدیدہ سے بھی وہ چیز میسر نہیں آ سکتی جوان بزرگوں کی ایک صحبت سے میسر آ جاتی ہے۔ ان بزرگان نقشبند کا طریقہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا طریقہ ہے کہ ان کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اول صحبت میں وہ کمالات میسر آ گئے جو اولیاء امت کو انتہا میں پہنچ کر بھی شاید ہی نصیب ہوں اور یہ چیز نہایت کے بدایت ﴿ابتداء﴾ میں درج ہونے کے طور پر ہے۔ یہ اولیاء نقشبند بھی پہلی صحبت میں وہ عطا کر دیتے ہیں جو منتہیوں کو انتہا پر جا کر میسر آتی ہے تو تم پر اکابر اولیاء کے ساتھ محبت و عقیدت رکھنا لازم ہے کیونکہ اس معاملے پر ہی دارومدار ہے۔ ﴿مکتوب نمبر 90﴾ دفتر اول حصہ دوم

نقشبندی سلسلہ کیا ہے؟

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ نقشبند صحبت ہے کیونکہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت ہے، صحبت سے مراد موافقان طریقت کی صحبت ہے نہ کہ مخالفان طریقت کی کیونکہ ایک کا دوسرے میں فنا ہونا صحبت کی شرط ہے جو بغیر موافقت میں میسر نہیں ہوتا''۔ ﴿مکتوب نمبر 265﴾ دفتر اول حصہ چہارم

جاننا چاہیے کہ حضرت خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارھم کے طریقہ کا حاصل اور خلاصہ اہل سنت و جماعت کا اعتقاد ۔ روشن سنت مصطفوی علیہ السلام کی اتباع اور بدعت اور نفسانی خواہشات سے پرہیز اور حتی الامکان احکام شرعیہ میں عزیمت پر عمل اور رخصت پر عمل کرنے سے پرہیز ہے۔ ﴿مکتوب نمبر 295﴾

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''اس طریقہ نقشبند کا دارومدار دو اصولوں پر ہے ایک شریعت پر اس حد تک استقامت اختیار کرنی ﴿عمل کرنا﴾ کہ اس کے چھوٹے چھوٹے اداب کے ترک کرنے پر راضی نہ ہو یعنی شریعت مطہرہ پر پورا پورا عمل کرنا۔

دوسرے شیخ طریقت ﴿پیر﴾ کی محبت اور اخلاص پر اس طرح راسخ اور ثابت قدم ہوں کہ اس پر کسی قسم کا اعتراض نہ کریں بلکہ اس کی تمام حرکات وسکنات مرید کی نظر میں دلکش اور محبوب دکھائی دیں اور اللہ کی مہربانی سے یہ دو اصول درست ہو گئے تو دنیا اور آخرت کی سعادت نصیب ہوگئی''۔ ﴿مکتوب نمبر 228﴾ دفتر اول حصہ چہارم

اس راہ کے طالب کو چاہیے کہ اہل حق کی درست آراء کے مطابق عقائد کی درستی کے بعد اور احکام فقیہہ ضروریہ کے بعد اور اس علم کے مطابق عمل کرنے کے بعد اپنے تمام اوقات کو ذکر الٰہی جل شانہٗ میں مصروف رکھے لیکن شرط یہ ہے کہ اس ذکر کو کسی شیخ کامل اکمل سے اخذ کیا ہو کیونکہ ناقص کامل نہیں بنا سکتا اور اپنے اوقات کو ذکر سے اس طریقہ پر آباد رکھے کہ فرائض وسنن موکدہ کی ادائیگی کے بغیر کسی چیز میں مشغول نہ ہو یہاں تک کہ تلاوت قرآن مجید اور نفلی عبادتوں کو بھی موقوف رکھے اور باوضو ذکر کرے اور کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہوئے بھی اسی کام ﴿پیر کے بتائے عمل /ذکر﴾ میں مشغول رہے اور آمد ورفت خورد ونوش اور سوتے جاگتے کسی وقت بھی اس ذکر سے خالی نہ رہے۔

اس طرح ہمیشہ ذکر میں مصروف رہے کہ مذکور ﴿حق سبحانہ﴾ کے سوا ہر چیز اس کے سینہ کے میدان سے اپنا سامان باندھ کر کوچ کر جائے اور اس کے باطن میں ماسوا کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہے یہاں تک کہ بطور توجہ بھی ماسوا اس کے دل میں گزر نہ کرے اور اگر تکلف سے

بھی غیر کو دل میں لانا چاہے تو اس نسیان کی وجہ سے جو اس کے دل کو مذکور ﴿حق سبحانہ﴾ کے سوا حاصل ہو چکا ہے میسر نہ ہو اور یہ نسیان جو دل کو مطلوب کے سوا تمام ماسوا سے حاصل ہوا ہے حصول مطلوب کا مقدمہ ہے اور اس کے وصول کی بشارت دینے والا ہے اور حصول مطلوب اور وصول حقیقی کے مقصود کے متعلق کیا لکھوں کہ وہ وراء الوراء ہے۔

جس راستے کو ہم طے کرنے کے درپے ہیں وہ سارا سات قدم ہے جس طرح انسان کے سات لطیفے ہیں۔ دو قدم تو عالم خلق میں ہیں جو قالب ﴿بدن﴾ اور نفس سے تعلق رکھتے ہیں اور پانچ قدم عالم امر میں ہیں، جو قلب، روح، سر، خفی اور اخفی سے تعلق رکھتے ہیں اور ان سات قدموں میں سے ہر قدم میں دس ہزار حجابات اٹھاتے ہیں یہ حجابات نورانی ہوں یا ظلمانی ﴿سیاہ﴾:

" اِنَّ اللّٰہَ سَبْعِیْنَ اَلْفَ حِجَاب" مِنْ نُوْرٍ وَّ ظُلْمَۃٍ " ﴿مشکوٰۃ شریف﴾

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ستر ہزار پردے ہیں نور اور ظلمت کے۔

اول قدم میں جو عالم امر میں رکھتے ہیں تجلی افعال ظاہر ہوتی ہے دوسرے قدم میں تجلی صفات، تیسرے قدم میں تجلیات ذاتیہ کا آغاز ہو جاتا ہے۔ پھر تجلیات کے فرق کے کے مطابق آگے ترقی کرتا چلا جاتا ہے، جیسا کہ اہل معرفت سے پوشیدہ نہیں اور ان سات قدموں میں سے ہر قدم میں بندہ اپنے سے دور اور حق سبحانہ کے نزدیک ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ان قدموں کے مکمل ہونے کے ساتھ قربِ الٰہی بھی مکمل ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ فنا اور بقا سے مشرف کر دیے جاتے ہیں اور ولایت خاصہ کے درجے تک پہنچا دیے جاتے ہیں۔

طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ نے اس سیر کی ابتداء عالم امر سے اختیار کی ہے اور عالم خلق کو بھی اس سیر کے ضمن میں طے کر لیتے ہیں بخلاف دوسرے سلسلوں کے مشائخ قدس سرہم کے۔ لہٰذا طریقہ نقشبندیہ وصول کے لئے دوسرے سب طریقوں سے زیادہ قریب ہے تو ضروری طور پر دوسروں کی انتہا ان کی ابتداء میں درج ہے۔ مکتوب 58 دفتر اول حصہ دوم

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

''میرے گلستان سے میری بہار کا اندازہ کرلو''

ان بزرگوں کا طریقہ بعینہ صحابہ کرام کا طریقہ ہے رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کیونکہ ان بزرگوں ﴿صحابہ کرام﴾ کو حضور خیر البشر علیہ وعلیٰ آلِہٖ الصَّلوٰاتُ وَالتَّسلِیمات کی پہلی صحبت میں ہی وہ کچھ حاصل ہو گیا جو کامل اولیاء امت کو نہایت پر پہنچ کر بھی بہت کم ہی میسر آتا ہے۔

﴿مکتوب نمبر120﴾

حق سبحانہ اپنی کمال مہربانی سے بعض بزرگوں کو جذبہ کے حصول اور اس جہت کے مکمل کرنے کے بعد دولت سلوک سے مشرف فرماتا ہے۔ تو جذبے کی مدد سے مسافت بعیدہ، جس کا اندازہ پچاس ہزار سالہ راستہ لگایا گیا ہے اور آیہ کریمہ:

"تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوۡحُ اِلَيۡهِ فِىۡ يَوۡمٍ كَانَ مِقۡدَارُهٗ خَمۡسِيۡنَ اَلۡفَ سَنَةٍ"

ترجمہ: چڑھتے ہیں فرشتے اور روح ان کی طرف ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ (المعارج،۴)

میں اسی اندازہ کی طرف اشارہ ہے۔ یہ پچاس ہزار سال کی مسافت تھوڑی مدت میں طے ہو سکتی ہے اور بندہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ کی حقیقت تک پہنچ سکتا ہے سلوک کی انتہا سیر الی اللہ کی نہایت تک ہے جسے فنائے مطلق سے تعبیر کرتے ہیں اس کے بعد پھر جذبے کا مقام ہے جسے سیر فی اللہ اور بقا باللہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ سیر الی اللہ اس سیر سے عبارت ہے جو اس اسم تک ہوتی ہے جس کا سالک مظہر ہوتا ہے اور سیر فی اللہ اس اسم میں سیر کا نام ہے کیونکہ ہر اسم لاتعداد اسماء کا جامع ہے۔

لہٰذا اس میں سیر بھی بے نہایت ہو گی اور یہ اسم مراتب عروج میں عین ثابتہ کے اوپر ہے اس لیے کہ سالک کی عین ثابتہ اسی اسم کا سایہ اور اس کی صورت علمیہ ہے اور وہ جماعت جو فضل ایزدی جل شانہ کے ساتھ مخصوص ہے اس اسم سے بھی عروج فرما جاتی ہے اور بے بہا ترقیات جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے حاصل کرتی ہے۔

اگرچہ دوسرے سلسلوں کے واصل حضرات جہت ثانی میں ان مشائخ نقشبندیہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک ہیں اور فنافی اللہ و بقاباللہ کے ساتھ موصوف ہیں لیکن وہ مسافت جسے دوسرے سلسلوں کے ارباب سلوک ریاضت اور مجاہدات کے ساتھ طے کرتے ہیں اور زمانہ ہائے دراز کے بعد اس کام کی نہایت تک پہنچتے ہیں اس بزرگ سلسلہ نقشبندیہ کے اکابر دولت شہود کی لذت اور مقصود کے ذوق یافت سے اس مسافت کو تھوڑے سے وقت میں طے کر لیتے ہیں اور کعبہ مطلوب تک پہنچ جاتے ہیں اور مقصود تک پہنچنے کے بعد انہیں **نہایت ترقی** نصیب ہوتی ہیں کہ دوسرے سلسلوں کے انتہا کو پہنچ جانے والے ارباب سلوک کو اس ترقی اور قرب سے بہت کم حصہ ملتا ہے کیونکہ جذبے کا سلوک پر مقدم ہونا ایک طرح کا معنی محبوبیت چاہتا ہے جب تک کوئی شخص مراد نہ ہو، اسے جذب عطا نہیں کرتے اور جب اپنی طرف کھینچتے ہیں، تو بہت نزدیک جاپڑتا ہے اور بہت زیادہ قرب پیدا کر لیتا ہے۔ چاہے ہوئے ﴿مطلوب و مراد﴾ اور خود چاہنے والے ﴿طالب و مرید﴾ میں بہت فرق ہے:

"ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ" (الجمعہ:۴)

ترجمہ: یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ دوسرے سلسلوں کے ارباب طریقت بھی اس ترقی اور قرب میں شریک ہیں کیونکہ جذبہ ان کے سلوک پر بھی مقدم ہے تو اس طریقہ نقشبندیہ کی دوسرے طریقوں پر فضیلت اور زیادتی کس طرح ہوگی اور اس سلسلے کو دوسرے سلسلوں سے قریب ترین راستہ کیوں کہا گیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ دوسرے طریقے اس معنی کے حصول کے لئے وضع نہیں کئے گئے۔ بلکہ ان میں سے بعض کو بر سبیل اتفاق یہ دولت ہاتھ آجاتی ہے اور یہ طریقہ وضع ہی اس دولت کے حصول کے لئے کیا گیا ہے اور ''یادداشت'' جو اس بلند سلسلہ کے اکابر کی عبادت میں واقع ہے ان دونوں جہت وجذبہ وسلوک کے پائے جانے کے بعد سامنے آتی ہے اور اسے نہایت

کہنا شہود و آگاہی کے مراتب کے نہایت کے اعتبار سے ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ شہود یا صورت کے آئینہ یا معنی کے آئینہ میں ہوگا یا صورت و معنی سے باہر ہوگا اس بے پرواہ شہود کو برقی کہتے ہیں۔ یعنی اس شہود کا حصول بجلی کی مانند ہوتا ہے۔ پھر پردے میں روپوش ہو جاتا ہے۔ یہی شہود اگر محض فضل ایزدی جل سلطانہ، سے دوام پذیر ہو جائے اور مکمل طور پر پردوں کی تنگی سے باہر آ جائے تو اسے "یادداشت" سے تعبیر کرتے ہیں اور یہی حضور بے غیبت ہے۔ اس لئے کہ جب بھی شہود پردے میں ہوگا غیبت موجود ہوگی جب تک بے پردگی پیدا نہ ہو یادداشت کا نام اس پر اطلاق نہیں کر سکتے۔ یہاں ایک دقیق بات ہے جاننا چاہئے کہ ہر واصل کے باطن کے لیے رجوع نہیں ہوتا اور اس کی آگاہی دائمی ہوتی ہے لیکن اس نسبت کا اس کے بدن میں سرایت کرنا بجلی کی طرح ہوتا ہے۔ بخلاف محبوبوں کے کہ جذبہ ان کے سلوک پر مقدم ہوتا ہے اور یہ سرایت کرنا ان میں دائمی ہوتا ہے اور ان کا بدن باطن کا حکم اختیار کر چکا ہوتا ہے اور باطن کا کام کرتا ہے جیسا کہ اس کی طرف اشارہ گزر چکا ہے ان کے جسم نرم ہو چکے ہوتے ہیں جس طرح ان کی روحیں نرم ہو چکی ہوتی ہیں یہاں تک کہ ان کے ظاہر ان کے باطن کی طرح ہو چکے ہوتے ہیں اور ان کے باطن ان کے ظاہر کی طرح

پس لازمی طور پر غیبت کے لئے ان کی آگاہی میں گنجائش نہیں ہوتی لہٰذا یہ نسبت تمام نسبتوں سے فوقیت رکھتی ہے اور اسی معنی کی وجہ سے ان حضرات نقشبندیہ کی کتابوں اور دوسرے رسالوں میں یہ عبارت شائع اور عام ہے کیونکہ نسبت آگاہی سے عبارت ہے اور آگاہی کے مراتب کی انتہا یہ ہے کہ بے پردہ میسر آئے اور ہمیشہ رہے۔

اور وہ جو میں نے کہا ہے کہ مطلق نہایت وراء الوارء ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ اس آگاہی کے پائے جانے کے بعد اگر عروج واقع ہوتا تو حیرت کے بھنور میں پڑ جاتا ہے اور اس آگاہی کو باقی مراتب عروج کی طرح اپنے پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ یہ وہی حیرت ہے جس کا نام حیرت کبریٰ ہے جو اکابر الاکابر کے ساتھ مخصوص ہے۔

اس حیرت کے حاصل ہونے کے بعد مقام معرفت ہے دیکھیں کہ اس دولت سے مشرف فرماتے ہیں اور کفر حقیقی کے بعد ایمان حقیقی کے حصول کے ساتھ جو مقام حیرت ہے

نوازتے ہیں۔ اس بارے میں محققین کا نہایت مطلوب ایمان اور مقام دعوت اور حضرت صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کا ہے کہ:

أَدْعُوْا إِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ أَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِيْ

ترجمہ: اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں اور میرے پیروکار کامل بصیرت پر ہیں۔

اسی مقام میں ہے:

اور وہ سرور دین و دنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام اس ایمان کو طلب کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

" اَللّٰهُمَّ أَعْطِنِيْ إِيْمَانًا صَادِقًا وَّ يَقِيْنًا لَيْسَ بَعْدَهٗ كُفْرٌ "

ترجمہ: اور آپ کفر حقیقی سے جو مقام حیرت سے ہے پناہ پکڑتے ہیں اور فرماتے ہیں:

"أَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَ الْكُفْرِ"

• **ترجمہ**: اے اللہ میں فقر اور کفر سے تیرے پاس پناہ لیتا ہوں۔

یہ مرتبہ مراتب حق الیقین کی انتہا ہے اس جگہ علم اور عین ایک دوسرے کا حجاب نہیں ہوتے۔

ان بزرگوں کا جذبہ دو قسم کا ہے۔ قسم اول جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پہنچی ہے اور اس اعتبار سے ان مشائخ نقشبندیہ کا طریقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے اور اس کا حصول طریقہ خاص سے توجہ پر موقوف ہے اور یہ جذبہ تمام موجودات کا قیوم ہے اور فنا و اضمحلال اس میں نصیب ہوتا ہے۔

دوسری نوع وہ ہے کہ اس طریقہ میں اس کے ظہور کا مبداء حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں اور وہ معیت ذاتیہ کے راستے سے ابھرتا ہے اور وہ جذبہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ان کے خلیفہ اول خواجہ علاؤالدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پہنچا اور چونکہ آپ اپنے وقت کے قطب ارشاد تھے اس لئے آپ نے بھی اس قسم کے جذبہ کے حصول کے لئے ایک طریقہ وضع فرمایا اور وہ طریقہ آپ کے خانوادہ کے خلفاء میں طریقہ علائیہ سے مشہور ہے ان کی عبارت میں واقع ہے کہ تمام طریقوں سے اقرب طریقہ، طریقہ علائیہ ہے اگرچہ اس جذبے کا اصل آغاز حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے۔ لیکن اس جذبہ کے حصول کے لئے طریقے کا وضع کرنا

حضرت خواجہ علاؤالدین قدس اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے بلاشبہ یہ طریقہ کثیرالبرکت ہے۔اس طریقے کا تھوڑا حصہ بھی دوسروں کے بہت سے طریقوں سے زیادہ نافع ہے۔

جذبہ کی نوع اول جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے اس کے حصول کے لئے ایک علیحدہ طریقہ مقرر ہے اور وہ وقوف عددی کا رستہ ہے اور وہ سلوک جو اس جذبہ کے حصول کے لئے ایک علیحدہ طریقہ مقرر ہے اور وہ وقوف عددی کا راستہ ہے اور وہ سلوک جو اس جذبہ کے حصول کے لئے ہوتا ہے وہ بھی دو قسم کا ہے بلکہ کئی قسم کا ہے ایک قسم تو وہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس طریقہ سے مقصود تک پہنچے اور حضرت رسالت خاتمیت علی صاحبہا الصلوۃ والسلام بھی جذبہ کے اس خانہ سے اسی طریقہ سے پہنچے ہیں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کمال اخلاص کی جہت سے جو آپ نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام سے رکھتے تھے اور آپ میں فانی تھے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ وتقدس علیہم اجمعین کے درمیان اس راستے کی خصوصیت کے ساتھ مخصوص ہوئے ہیں اور یہی نسبت جذبہ وسلوک حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تک اسی خصوصیت کے ساتھ پہنچی اور جب کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد کرام سے تھیں۔اس بنا پر امام جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنے آبائے کرام سے بھی ایک الگ نسبت حاصل کی تو آپ ان دونوں طریقوں کے جامع ہوئے اور اس جذبے کو آپ نے ان دونوں سلوک کے ساتھ جمع فرما دیا اور اس سلوک کے ذریعے مقصود تک پہنچے اور ان دونوں سلوک کے درمیان فرق یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سلوک سیر آفاقی سے طے ہوتا ہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا سلوک سیر آفاقی سے کوئی خاص تعلق نہیں رکھتا۔یوں دکھائی دیتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جذبہ کے مکان میں سوراخ کیا اور مطلوب تک پہنچے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سلوک میں معارف حاصل ہوتے ہیں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سلوک میں محبت کا غلبہ ہوتا ہے اسی بنا پر لازماً حضرت علی رضی اللہ عنہ علم کے شہر کے دروازے قرار پائے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ دوستی اور خلت کی قابلیت پیدا کی۔نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:-

"لَو كُنتُ مُتَّخِذًا اَحَدًا خَلِيْلًا لا

تَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا ''(بخاری و مسلم۔ ترمذی۔ امام احمد)

ترجمہ: اگر میں نے کسی کو اپنا خاص دوست بنانا ہوتا تو ابو بکر صدیق کو بناتا

اور حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ نے جہت جذبہ کی جامعیت کے اعتبار سے جس کا منبع محبت ہے اور سلوک آفاقی کی جہت سے جو علوم و معارف کا منبع ہے محبت اور معرفت سے وافر حصہ حاصل کیا اس کے بعد امام موصوف نے اس نسبت مرکبہ کو بطور امانت سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ تعالیٰ سرہ کے سپرد کیا۔

طریقہ نقشبندیہ میں نئی چیزوں کی اختراع

اس طریقہ کے متاخرین بزرگوں کے کچھ خلفاء نے اس طریقہ میں کچھ نئی چیزیں داخل کر دی ہیں اور اس سلسلہ کے اکابر کی روش کو ترک کر دیا ہے ان لوگوں کے مریدوں کی ایک جماعت یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ ان محدثات سے انہوں نے اس طریقہ کی تکمیل کی ہے۔ حاشا وکلا ﴿پناہ بخدا﴾ کَبُرَتْ کَلِمَتہً" تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاھِھِمْ ﴿بہت بڑی بات ان کے مونہوں سے نکل رہی ہے﴾ جن لوگوں نے اس سلسلہ میں بعض نئی اور بے اصل باتیں داخل کی ہیں ان سے اس سلسلے کی تکمیل نہیں بلکہ اس میں سلسلے کی تخریب اور اسے ضائع کرنا ہے افسوس ہزار افسوس بعض وہ بدعات جن کا دوسرے سلسلوں میں وجود تک نہیں۔ انہیں اس سلسلہ میں جاری کر دیا گیا ہے مثلاً اس سلسلہ کے بعض لوگ نماز تہجد جماعت سے ادا کرتے ہیں ارد گرد سے لوگ تہجد کے وقت جمع ہوتے ہیں اور پھر یہ لوگ پوری جمعیت کے ساتھ یہ نماز با جماعت ادا کرتے ہیں۔ ان کا یہ عمل مکروہ تحریمہ ہے۔ جن فقہاء نے اس جماعت کی کراہت کے لئے تداعی ﴿لوگوں کو بلانا﴾ کو شرط قرار دیا ہے۔ انہوں نے بھی ایک گوشہ مسجد میں اسے جائز کہا ہے وہ بھی اس صورت میں کہ تین افراد سے زیادہ نہ ہوں۔ تین سے زیادہ افراد کا ملکر یہ نماز جماعت سے ادا کرنا فقہاء کے نزدیک بالاتفاق مکروہ ہے نیز اس طرح تیرہ رکعت تصور کرتے ہیں حالانکہ بات یوں

نہیں ہمارے نبی کریم ﷺ نے جو بعض دفعہ تیرہ رکعات ادا فرمائی ہیں اور بعض دفعہ گیارہ رکعات اور بعض دفعہ نو رکعات تو وہ وتروں کو ساتھ ملا کر جفت رکعات کے بجائے طاق رکعات قرار دی ہیں یوں نہیں کہ دو رکعات نفل کو جو بیٹھ کر ادا کی ہوں ایک تصور کیا ہے اس قسم کے علم وعمل کا منشا روشن سنت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام والتحیۃ کی عدم تحقیق ہے۔

حضرت مخدوم زادہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس بلند طریقہ کی بلندی اور طبقہ نقشبندی کی رفعت التزام سنت اور بدعت سے اجتناب کے باعث ہے۔ اس لئے اس بلند طریقہ کے اکابر نے ذکر جہر سے اجتناب فرمایا ہے اور ذکر قلبی کی تلقین ہے اور سماع و رقص وجد و تواجد سے جو آنسرور علیہ الصلوۃ والسلام اور خلفائے راشدین علیہم الرضوان کے زمانہ میں نہیں تھا، منع کیا ہے اور خلوت نشینی اور چلہ کشی جو زمانہ صحابہ میں نہیں تھی اس کے بجائے خلوت در انجمن کو اختیار کیا ہے۔ تو لازماً اس التزام و پابندی پر نتائج عظیمہ مرتب ہوئے ہیں اور بدعت سے بچنے پر ثمرات کثیرہ حاصل ہوئے ہیں۔ اسی بنا پر یہ بات ہے کہ دوسروں کی انتہا ان کی بدایت ﴿ابتداء﴾ میں درج ہے اور ان کی نسبت دوسروں کی نسبتوں سے فائق و اعلیٰ ہے ان کا کلام امراض قلبیہ کے لیے دوا اور ان کی نظر بیماریوں سے شفا بخشتی ہے اور ان کی اعلیٰ توجہ طالبوں کو کونین کی گرفتاری سے نجات عطا کرتی ہے اور ان کے بلند ہمت مریدوں کو پستی سے بلندی تک پہنچاتی ہے۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارا انند
کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را
از دل سالک راہ جاذبہ صحبت شان
برد وسوسہ خلوت و فکر چلہ را

ترجمہ: نقشبندی بزرگ عجب قافلہ سالار ہیں جو پوشیدہ راستے سے قافلے کو حرم تک پہنچا دیتے ہیں۔ سالک راہ کے دل سے ان کی صحبت کا جذبہ وسوسہ خلوت اور فکر چلہ کو مٹا دیتا ہے۔

لیکن اس زمانہ میں کہ یہ نسبت شریفہ عنقا اور نایاب ہو چکی ہے اور اپنا چہرہ پوشیدگی میں چھپا چکی ہے اسی طبقہ کی ایک جماعت نے اس دولت عظمیٰ اور نعمت غیر مترقبہ کے حاصل نہ ہونے کی

وجہ سے ہر طرف ہاتھ پاؤں مارے ہیں اور ان نفیس موتیوں کے عوض چند ٹھیکریوں پر خوش ہو چکے ہیں اور بچوں کی طرح اخروٹ ومنقا کے ساتھ آرام پذیر ہو چکے ہیں۔ انتہائی اضطراب وحیرانی کے باعث اکابر کا طریقہ چھوڑ کر کبھی ذکر جہر سے تعلق پکڑتے ہیں اور کبھی سماع ورقص سے آرام حاصل کرتے ہیں اور انجمن میں ان کو خلوت میسر نہیں آئی تو انہوں نے چالیس روزہ خلوت کے چلے اختیار کئے۔ عجب تربات یہ ہے کہ ان بدعات کو اس نسبت شریفہ کا مکمل گمان کرتے ہیں اور اس تخریب کو عین تعمیر شمار کرتے ہیں۔ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ ان کو انصاف کی توفیق عنایت کرے اور ان کے کمالات کا ایک شمہ ہی ان کے دماغ تک پہنچائے ''ن'' اور ''ص'' کی برکت اور نبی کریم ﷺ اور ان کی آل پاک کی حرمت کے صدقہ سے۔ ان بدعات ومحدثات نے جو اس علاقہ میں پھیل چکی ہیں بہت حد تک اکابر کے اصل طریقہ کو پوشیدہ کر دیا ہے اور وہاں کے ہر شریف وکمینہ نے نئی اور جدید وضع اختیار کر لی ہے اور اصل اور قدیم راستہ سے روگرداں ہو چکے ہیں۔ ﴿مکتوب نمبر ۱۶۸﴾ (دفتر اول حصہ)

اس طریق میں مایوس اور خسارہ والا وہ شخص ہے جو اس طریق ﴿نقشبند﴾ میں داخل ہو کر اس طریق کے آداب کو مد نظر نہ رکھے اور نئے نئے امور اس طریق میں پیدا کرے اور طریقت کے برخلاف اپنے واقعات اور خوابوں پر اعتماد کرے۔ اس صورت میں طریق کا کیا گناہ ہے وہ اپنے واقعات ومنامات کی راہ پر چلتا ہے یعنی اپنے اختیار سے کعبہ کی طرف سے منہ پھیر کر ترکستان کی طرف جا رہا ہے۔ ﴿مکتوب نمبر ۲۸۲﴾

اور طریق صوفیہ میں سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا بہت مناسب اور بہتر ہے کیونکہ ان بزرگواروں نے سنت کی متابعت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے اجتناب کیا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر ان کو متابعت کی دولت حاصل ہو اور احوال کچھ بھی نہ ہوں تو خوش ہیں اور اگر احوال کے باوجود متابعت میں فتور جانیں تو احوال کو پسند نہیں کرتے اسی لئے ان بزرگوں نے سماع ورقص کو جائز نہیں سمجھا اور ان احوال کا جو ان پر مرتب ہوتے ہیں کچھ اعتبار نہیں کیا ہے بلکہ ذکر جہر کو بھی بدعت جان کر اس سے منع کیا ہے اور وہ فوائدہ ثمرات جو اس پر مرتب ہوتے ہیں ان کی طرف التفات نہیں کیا۔

امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے پیر حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس طعام میں حاضر تھا۔ شیخ کمال جو حضرت کے مخلص دوستوں میں تھا کھانا شروع کرتے وقت آپ کے حضور بسم اللہ کو بلند آواز سے کہا۔ حضور کو بہت ناگوار معلوم ہوا اور یہاں تک جھڑکا اور فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ ہماری مجلس طعام میں حاضر نہ ہوا کرے۔

امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے پیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا ہے کہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علمائے بخارا کو جمع کر کے حضرت امیر کلال قدس سرہ کے پاس لے گئے تھے تاکہ ان کو ذکر جہر سے منع کریں۔ علماء نے حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کی کہ ذکر جہر بدعت ہے نہ کیا کریں انہوں نے جواب میں فرمایا کہ آئندہ نہ کریں گے۔ ﴿مکتوب ۶۲۶﴾

آداب مریدین

ارشادات امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَدَّبَنَا بِالْاٰدَابِ النَّبَوِیَّۃِ وَھَدَانَا بِالْاَخْلَاقِ الْمُصْطَفَوِیَّۃِ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ الصَّلٰوتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَ اَکْمَلُھَا۔"

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں آداب نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سکھائے اور ہمیں اخلاق مصطفوی کی ہدایت دی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات

امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اے عزیز جان لے کہ اس راہ فقیری پر چلنے والے دو حال سے خالی نہیں یا مرید ہیں یا مراد۔ اگر مراد ہوں تو انہیں مبارک ہو۔ کیونکہ انہیں انجذاب اور محبت کے راستے سے کشاں کشاں لے جائیں گے اور مطلوب اعلیٰ تک پہنچا دیں گے

اور ہر ادب جو درکار ہو بالواسطہ یا بلا واسطہ انہیں سکھا دیں گے اور اگر ان سے کوئی لغزش واقع ہوگی تو اس پر انہیں جلدی آگاہ فرما دیں گے اور ان پر گرفت نہیں کریں گے اور اگر انہیں ظاہری پیر کی ضرورت ہوگی تو ان کی کوشش کے بغیر اس دولت تک پہنچا دیں گے۔

مختصر یہ کہ عنایت ازلی جل شانہ ان بزرگوں کے حال کی کفیل ہے بالواسطہ یا بلا واسطہ ان کے کام کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں جسے چاہتا ہے برگزیدہ بنالیتا ہے۔

اور اگر مرید ہوں گے تو ان کا کام کامل اور کامل کرنے والے پیر کے واسطہ کے بغیر دشوار ہے بلکہ ایسا پیر چاہئے جو جذبہ اور سلوک کی دولت سے مشرف اور فنا و بقا کا سعادت مند ہو چکا ہو اور سیر الی اللہ، سیر فی اللہ، سیر عن اللہ باللہ اور سیر فی الاشیا باللہ کو مکمل طور پر طے کر چکا ہو اور اگر اس کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہو اور مرادوں کی تربیت کا پروردہ ہو تو نہایت ہی اکسیر ہے اس کا کلام دوا ہے اور اس کی نظر شفا۔ مردہ دلوں کی زندگی اس کی توجہ شریف سے وابستہ ہے اور پژ مردہ جانوں کی تازگی اس کے التفات لطیف کے ساتھ مربوط ہے اور اگر اس طرح کا صاحب دولت پیر میسر نہ آئے تو سالک مجذوب ہی غنیمت ہے اور ناقصوں کی تربیت اس سے بھی ہو جائے گی اور اس کے واسطے سے فنا اور بقا کی دولت تک پہنچ جائیں گے۔

اور اگر عنایت خداوندی جل سلطانہٗ سے کسی طالب کو اس طرح کے کامل اور کامل کرنے والے پیر تک پہنچا دیں تو چاہئے کہ اس کے وجود شریف کو غنیمت جانے اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اس کے سپرد کر دے اور اپنی نیک بختی کو اس کی رضامندی کے کاموں میں جانے اور اپنی بدبختی کو اس کی ناراضگی میں خیال کرے۔ مختصر یہ کہ اپنی ہر خواہش کو اس کی رضا کے تابع کر دے۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وارد ہے۔

"لَنْ يُؤْمِنَ أَحَدُكُمْ حَتّٰى
يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعاً لِمَا جِئْتُ بِهٖ"

تم میں سے اس وقت تک کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنی خواہش نفس کو اس چیز کے تابع نہ کر دے جسے میں لے کر آیا ہوں۔ یہ بات بھی مرید کے ذہن میں رہنی چاہئے کہ

آداب صحبت اور شرائط کا لحاظ بھی اس راہ کی ضروریات سے ہے تا کہ فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کا راستہ کھلے۔ اسکے بغیر صحبت کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ بعض آداب اور ضروری شرائط بیان کی جاتی ہیں گوش ہوش سے سنیں۔

اے عزیز! تو جان کہ طالب کو چاہئے کہ اپنے دل کے چہرے کو تمام اطراف سے موڑ کر اپنے پیر کی طرف متوجہ کرے اور پیر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نوافل اور اذکار میں مشغول نہ ہو اور اس کے غیر کی طرف التفات نہ کرے اور اپنے آپ کو کلیتہً اس کی طرف متوجہ کر کے بیٹھے یہاں تک کہ اس کے حکم کے بغیر ذکر میں بھی مشغول نہ ہو اور فرض و سنت نماز کے علاوہ کوئی نماز اس کی مجلس میں ادا نہ کرے۔

موجودہ بادشاہ کے متعلق منقول ہے کہ اس کا وزیر اس کے سامنے کھڑا تھا اتفاقاً وزیر کی توجہ اپنے کپڑوں کی طرف ہو گئی اور اس نے اپنے کپڑے کے کسی بند کو اپنے ہاتھ سے درست کیا اس دوران بادشاہ کی نظر اس پر پڑی دیکھا کہ وزیر اس کی طرف متوجہ نہیں تو ڈانٹ کر کہا کہ میں اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا کہ تو میرا وزیر ہو کر میرے سامنے اپنے کپڑے کے بند کی طرف توجہ کرے۔

غور کرنا چاہئے کہ جب کمینی دنیا کے وسائل کیلئے باریک آداب درکار ہیں تو جو چیزیں ﴿مرشد وغیرہ﴾ خدا تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں ان کے آداب کی رعایت تو بہت کامل طریقہ پر کرنی لازم ہوگی اور جہاں تک ممکن ہو ایسی جگہ نہ کھڑا ہو کہ اس کا سایہ پیر کے کپڑوں پر یا پیر کے سائے پر پڑتا ہو اور پیر کی جاء نماز پر پاؤں نہ رکھے اور اس کے وضو خانہ میں وضو نہ کرے اور اس کے خاص برتنوں کو اپنے استعمال میں نہ لائے اور اس کے سامنے پانی نہ پئے اور نہ کھانا کھائے اور نہ کسی سے بات کرے بلکہ کسی کی طرف بھی متوجہ نہ ہو اور پیر کی عدم موجودگی میں اس طرف پاؤں نہ کرے جس طرف پیر ہو اور نہ اس طرف تھوکے اور جو کچھ پیر سے صادر ہو اسے درست جانے اگر چہ بظاہر درست نظر نہ آئے کیونکہ پیر جو کچھ کرتا ہے الہام اور اذن سے کرتا ہے لہذا ایسی صورت میں اعتراض کی گنجائش نہیں ہے۔

اور اگر اس کی بعض الہامی صورتوں میں خطا واقع ہو بھی جائے تو خطا الہامی اجتہادی کی

طرح ہے کہ اس پر ملامت یا اعتراض جائز نہیں۔ نیز چونکہ اس مرید کو اپنے پیر کے ساتھ محبت پیدا ہو چکی ہے اس لیے محبوب سے جو کچھ صادر ہو محبت کو اچھا ہی نظر آتا ہے لہذا اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں اور تمام کلی و جزوی امور میں اپنے پیر کی اقتداء کرے۔ کیا کھانے میں، کیا پینے میں اور کیا سونے اور ہر نیک کام میں۔ نماز کو اپنے پیر کی طرح ادا کرنا چاہیے اور فقہ کو اس کے عمل سے اخذ کرنا چاہیے۔

اور اپنے پیر سے خوارق و کرامات کا مطالبہ نہ کرے اگر چہ یہ طلب دل میں وسوسے و خطرے کی شکل میں ہو تم نے کبھی سنا ہے کہ کسی مومن نے اپنے نبی سے معجزہ طلب کیا ہو، معجزے طلب کرنے والے کفار اور منکر لوگ ہیں:

معجزات از بہر قہر دشمن است
بوئے جنسیت پے دل برون است
موجب ایمان نباشد معجزات
بوئے جنسیت کند جذب صفات

معجزات دشمن کو مغلوب کرنے کے لیے ہیں اور دل قابو کرنے کے لیے جنسیت کی بو ہے۔ معجزات ایمان کا باعث نہیں بلکہ جنیست کی بو صفات کو جذب کرتی ہے۔

اگر دل میں کسی قسم کا شبہ بھی آ جائے تو بلا توقف پیر کی خدمت میں عرض کرے۔ اگر حل نہ ہو تو اپنی کوتاہی تصور کرے پیر پر کوئی عیب نہ لگائے اور جو بھی واقعہ ظاہر ہو وہ پیر سے پوشیدہ نہ رکھے اور واقعات کی تعبیر اس سے دریافت کرے اور جو تعبیر خود طالب پر منکشف ہو وہ بھی عرض کرے اور درستی اور خطا کو اس سے تلاش کرے اور اپنے کشفوں پر ہرگز اعتماد نہ کرے کیونکہ اس دنیا میں حق باطل کے ساتھ ملا ہوا ہے اور درستی خطا کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور ضرورت اور بلا اجازت اس سے الگ نہ ہو۔ کیونکہ اپنے لیے پیر کے غیر کو اختیار کرنا عقیدت کے منافی ہے اور اپنی آواز کو اس کی آواز سے بلند نہ کرے اور اونچی آواز سے اس کے ساتھ گفتگو بھی نہ کرے کہ بے ادبی ہے اور ظاہر و باطن میں فتوح اور کشائش حاصل ہو تو اپنے پیر کے توسط سے جانے اور واقعہ میں دیکھے کہ دوسرے مشائخ سے فیض پہنچا ہے۔ اسے بھی اپنے پیر کی طرف سے جانے اور یہ اعتقاد رکھے کہ

جب پیر کمالات و فیوض کا جامع ہے تو پیر کا خاص فیض مرید کی خاص استعداد کے مناسب شیوخ میں سے ایک شیخ کے مناسب کہ افاضہ کی صورت اس سے ظاہر ہوئی ہے اور پیر کے لطائف میں سے ایک لطیفہ جو اس فیض سے مناسبت رکھتا ہے مرید تک پہنچا ہے اور اس شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ مرید کی آزمائش کے طور پر وہ لطیفہ دوسرا شیخ خیال کر لیا گیا ہے اور فیض کو اس کی طرف سے جانا ہے یہ عظیم مغالطہ ہے حق سبحانہ لغزش قدم سے بچائے اور پیر کے ساتھ حسن اعتقاد اور اس کی محبت پر قائم رکھے۔ بحرمۃ سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات ۔ مختصر یہ کہ طریقت سب ادب ہے۔ مثل مشہور ہے کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور اگر مرید بعض آداب کی رعایت میں اپنے آپ کو کوتاہ جانے اور ان کی مناسب ادائیگی نہ کر سکے اور کوشش وسعی کے باوجود عہدہ براء نہ ہو سکے تو اس کے لیے معافی ہے لیکن اپنی اس کوتاہی کا اعتراف ضروری ہے اور اگر عیاذ باللہ سبحانہ آداب کی رعایت نہ کرے اور اپنی کوتاہی کا اعتراف بھی نہ کرے تو ایسا مرید ان بزرگوں کی برکات سے محروم رہتا ہے۔ ﴿مکتوب نمبر 292﴾ دفتر اول حصہ پنجم

اہل اللہ کی خدمت میں خالی ہو کر آنا چاہیے تا کہ پر ہو کر واپس لوٹے اور اپنے افلاس اور محتاجی کا اظہار کرنا چاہیے تا کہ وہ اس پر شفقت اور مہربانی فرمائیں اور فیض پہنچانے کا راستہ کھلے سیر ہو کر آنا اور سیر ہو کر ہی چلے جانا بے مزہ ہے۔ اپنے پیر ہونے کا خیال مرض کے باعث ہے اور بے نیازی و سرکشی میں ڈال دیتی ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ فرماتے ہیں پہلے نیازمندی اور خستہ دلی درکار ہے پھر دل شکستہ کی طرف توجہ مبذول ہوتی ہے۔ لہذا بندگان حق کی توجہ کے لیے نیازمندی شرط ہے۔

اے سعادت کے نشان والے، جو کچھ ہم اور تم پر لازم و ضروری ہے وہ علماء حق شکر اللہ تعالیٰ کے طریقہ کے مطابق کتاب وسنت کے تقاضے کے موافق عقائد کی تصیح ہے اور اپنے آپ کو ان عقائد پر قائم رکھنا ہے جو علمائے اہل سنت نے قرآن وسنت سے اخذ کیے ہیں۔ کیونکہ ہمارا اور تمہارا قرآن وسنت کے کسی معنی کو سمجھنا کچھ اعتبار نہیں رکھتا۔ اور ان بزرگوں کی آراء کے مطابق نہیں کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے احکام باطلہ کو قرآن وسنت سے ہی سمجھنے اور اخذ کرنے کا دعویدار

ہے۔حالانکہ ان کا گمان حق کے مقام پر کچھ نفع نہیں دے سکتا۔مریدین کی نظر میں اپنے آپ کو متحمل یعنی رعب و داب سے آراستہ رکھیں اور مریدین کے ساتھ کثرت سے میل جول اور انس اختیار نہ کریں کہ خفت اور سبکی کا موجب ہے اور افادہ اور استفادہ کے منافی ہے اور حدود شرعیہ کی اچھی طرح محافظت کریں اور جہاں تک ہو سکے رخصت پر عمل نہ کریں کہ یہ بھی اس طریقہ عالیہ کے منافی اور سنت کی تابعداری کے دعوے کے مخالف ہے۔

ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ "رِیَاءُ الْعَارِفِیْنَ خَیْرٌ مِّنْ اِخْلَاصِ الْمُرِیْدِیْنَ" عارفوں کا ریا مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہے کیونکہ عارفوں کا ریا طالبوں کے دلوں کو حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی طرف کھینچنے کے لیے ہوتا ہے پس ضروری مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہوگا نیز عارفوں کے اعمال طالبوں کے لیے اعمال بجالانے میں موجب تقلید ہیں اگر عارف خود عمل نہ کریں تو طالب محروم رہیں گے۔پس عارف اس واسطے ریا کرتے ہیں تاکہ طالب ان کی اقتداء کریں یہ ریا عین اخلاص ہے بلکہ اس اخلاص سے بہتر ہے جو اپنے نفع کے لیے ہو۔

اس بات سے کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ عارفوں کے عمل محض طالبوں کی تقلید کے لیے ہیں اور عارفوں کو عمل کی حاجت نہیں ہے۔نعوذ باللہ منہا یہ الحاد و زندقہ ہے بلکہ عارف اعمال کے بجالانے میں عام طالبوں کے ساتھ برابر ہیں اور اعمال کے بجالانے سے کسی کو چارہ نہیں ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ بسا اوقات عارفوں کے اعمال میں طالبوں کا نفع مدنظر ہوتا ہے جو تقلید پر وابستہ ہے،اس اعتبار سے اس کو ریا کہتے ہیں۔

غرض قول و فعل میں بڑی محافظت کریں کیونکہ اس زمانہ میں اکثر لوگ فساد و ہنگامہ کے درپے ہیں۔کوئی ایسا کام سرزد نہ ہونے پائے جو اس مقام کے منافی ہو اور جاہل لوگوں کو بزرگوں کے طعن کا موقع مل جائے اور حضرت حق تعالیٰ سے استقامت طلب کرتے رہا کریں۔

﴿مکتوب نمبر 157﴾ دفتر اول حصہ سوم

حضرت خواجہ محمد معصوم ملقب عروۃ الوثقیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت : 11 شوال 1007 ہجری بمقام : سرہند شریف (انڈیا)

وصال : 9 ربیع الاول 1079 ہجری مزار اقدس : سرہند شریف (انڈیا)



حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اعلیٰ حضرت ، امام ربانی ، خواجہ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تیسرے صاجزادے تھے۔ آپ 11 شوال 1007 ہجری میں سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش مبارک کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ''ہمارے لیے بہت بابرکت ثابت ہوئی، کیونکہ انہی دنوں ہمیں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت کی سعادت نصیب ہوئی''

آپ بچپن ہی میں اعلیٰ حضرت مجدد پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کی خداداد ذہانت اور قابلیت کی تعریف کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ لڑکا محمدی المشرب ہے۔ ان کے بارے میں ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ خواجہ محمد معصوم کا کیا حال لکھوں کہ وہ دولت ولایت کے اہل ہیں۔ ابھی تین سال کے تھے کہ حرف توحید ان کی زبان سے یوں نکلا اور یوں کہتے تھے کہ میں آسمان ہوں، میں زمین ہوں، میں یہ ہوں، میں وہ ہوں'' نیز اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اس طریق میں پیرو جواں سب برابر ہیں۔ اور برکات و فیوض کے حصول میں عورتیں اور بچے سب یکساں ہیں۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اکثر علوم دین حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہی حاصل کیے اور کچھ کتابیں اپنے بڑے بھائی حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شیخ محمد طاہر لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی پڑھیں۔ سولہ برس کی عمر میں تحصیل

علوم سے فارغ ہو کر تحصیل حال میں مصروف ہو گئے۔ انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ ایک روز حضرت نے اپنے والد محترم اعلیٰ حضرت سے عرض کیا ''میں ایک نور دیکھتا ہوں جس سے تمام عالم منور ہے اور وہ ہر ذرہ میں سمویا ہوا ہے اور آفتاب کے مثل ہے کہ اگر غروب ہو جائے تو عالم تاریک ہے'' اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ تم قطب وقت ہو گے، میری اس بات کو یاد رکھنا''

ایک مکتوب شریف میں حضرت مجدد الف ثانی اپنے فرزند ثانی حضرت خواجہ محمد سعید اور فرزند ثالث حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خطاب فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''طبیعت ہمیشہ تمہارے حال کی طرف متوجہ اور تمہارے کمال کی خواہش رکھتی ہے، پرسوں نماز صبح کے بعد خاموش بیٹھا تھا، ایسا معلوم ہوا، جو خلعت کہ میں رکھتا تھا مجھ سے جدا ہوئی اور اس کے بجائے مجھے دوسری خلعت عطا ہوئی اور اس کے بعد مجھے خیال ہوا کہ یہ خلعت کسی کو دیں گے یا نہیں ؟ اگر دیں گے تو آرزو یہ ہے کہ وہ فرزند ارجمند ﴿حضرت﴾ محمد معصوم ﴿رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ﴾ کو عطا کریں، ایک لمحہ کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ وہ پہلی خلعت فرزند ارجمند کو عطا ہوئی ہے اور وہ قیومیت کی خلعت تھی جو تربیت و تکمیل سے تعلق رکھتی تھی اور یہ جو دوسری خلعت میرے پاس ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بخشش کا امیدوار ہوں کہ یہ فرزند ثانی محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو عطا ہو''

چنانچہ صاحبزادگان کو جب یہ عزت نامہ ملا تو اعلیٰ حضرت ان دنوں اجمیر شریف میں مقیم تھے، یہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، اعلیٰ حضرت نے خواجہ معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خلوت میں بلا کر خلعت قیومیت سے مشرف فرمایا۔

حضرت ستائیس برس کے تھے کہ مسند ارشاد و قیومیت پر جلوہ افروز ہوئے، کہتے ہیں کہ اس روز پچاس ہزار آدمیوں نے حضرت سے بیعت کی، جن میں اکثر اعلیٰ حضرت کے خلفاء بھی شامل تھے۔ بیرون ہند، ماوراءالنہر، خراسان اور بدخشاں وغیرہ ممالک کے حکمرانوں نے حضرت کی خدمت میں تحائف اور ایلچی بھیجے اور حضرت کی قیومیت کے معترف ہوئے۔ ہندوستان کے بادشاہ شاہجہان بھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر دوبارہ بیعت سے مشرف ہوئے، ملک کے اکثر حصوں میں حضرت نے اپنے نائب ﴿خلفاء﴾ بھیجے تاکہ مخلوق کو داخل سلسلہ کریں اور ہدایت

کا راستہ دکھائیں۔شام وایران،توران،ترکستان،کاشغر اور بخارا وغیرہ ممالک بھی حضرت کے فیض سے سیراب ہوئے۔حضرت کے توسط سے اسلام کی نورانی کرنوں سے چین کا خطہ بھی جگمگا اٹھا،اورنگ زیب جو بعد میں عالمگیر کے لقب سے تخت نشین ہوئے بھی حضرت کے ہاتھ پر بیعت تھے،تواریخ ''مراۃ العالم'' و''جہاں نما'' جو عالمگیر کے ایماء پر لکھی گئی ہیں،اُن میں حضرت ممدوح کے متعلق تحریر ہے کہ ''مشیخیت کی مسند پر اب تک کوئی ایسا شخص نہیں بیٹھا،جیسا کہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ،کیونکہ دنیا کے تمام اطراف و جوانب کے بادشاہ علماء اور مشائخ چھوٹے، بڑے سب حضرت کے مرید تھے۔حضرت کی مجلس پاک کے رعب و دبدبہ کا یہ عالم تھا کہ وہاں بڑے بڑے بادشاہ بھی باہم گفتگو نہ کر سکتے تھے،اگر کسی کو بہت ضروری کام ہوتا تو کاغذ پر لکھ کر حضرت کی خدمت میں پیش کرتے،یہاں تک کہ عالمگیر بادشاہ جن پر حضرت بہت ہی مہربان تھے ،بھی بوجہ پاس ادب حضرت کے روبرو کسی سے ہم کلام نہ ہوتے تھے۔''

روضہ قیومیہ میں تحریر ہے کہ 1035 ہجری میں ایک روز حضرت نے بیان کیا کہ ''آج صبح حلقہ میں بیٹھا تھا کہ جناب سرور کائنات ،فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے،مجھ سے بغلگیر ہوئے اور فرمایا حق تعالیٰ نے آپ کو ''عروۃ الوثقیٰ'' کا خطاب عطا فرمایا ہے۔اس بڑی نعمت اور عنایت کے لئے حق سبحانہ وتعالیٰ کا شکر بجالاؤ'' فرماتے ہیں کہ اس دوران میں کیا دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے تمام مقرب فرشتے،انبیاء اور اولیاء میرے گرد جمع ہیں اور کہتے ہیں ''السلام علیکم یا محمد معصوم عروۃ الوثقیٰ'' پھر ہر ایک نے میرے ساتھ مصافحہ کیا،میں نے اپنا یہ خصوصی نام عرش معلیٰ کے گرد بھی لکھا ہوا دیکھا''

ایک روز کا واقعہ یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ بعد نماز فجر مراقبہ میں بیٹھا تھا کہ ایسا معلوم ہوا جیسے ساری مخلوق مجھے سجدہ کر رہی ہے،بہت حیران ہوا،آخر یہ بھید کھلا کہ کعبہ میری ملاقات کو آیا ہے اور مجھے گھیر لیا ہے،اس لیے ہر شخص کعبہ کو سجدہ کرتا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا مجھے سجدہ کر رہے ہیں''

فرماتے ہیں ''ایک صبح مراقبہ میں دیکھا کہ مجھے خلعت عالی شان عنایت ہوئی ہے۔نیز قلم دوات بھی مرحمت ہوئی ہے۔گویا منصب وزارت عطا ہوا ہے اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی عنایت سے تمام مخلوق پر وزیرِ اعظم بنایا گیا ہے۔''

ایک مرتبہ ادائیگی فریضۂ حج کے لیے تشریف لے گئے۔ اس زمین پاک پر انوار و فیوض کا ذکر فرماتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ اکثر اوقات دیکھتا ہوں کہ کعبہ ہم سے گلے ملتا ہے اور بڑے اشتیاق سے منہ چومتا ہے''

جب حج شریف سے فارغ ہوئے تو ایک فرشتہ نے حج کی قبولیت کی مہر شدہ سند پیش کی۔ حضرت مکہ معظمہ میں مقیم تھے کہ ان کے بڑے بھائی حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طبیعت سخت علیل ہوگئی، حضرت نے شفاء کے لیے ہاتھ اٹھائے، کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے ساتھ ہزاروں لوگ دعا مانگ رہے ہیں۔

حضرت جب روضۂ پاک کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو شوق کا یہ عالم تھا کہ راتوں کو نیند نہ آتی تھی، جب اس خطہ پاک میں داخل ہوئے، معلوم ہوا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ مبارک سے باہر تشریف لے آئے ہیں اور ان سے بغل گیر ہوئے ہیں، اس بیش بہاء عنایت و نوازش پر حضرت فرماتے ہیں کہ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود پاک عرش تا فرش مرکز جمیع عالمیان ہے۔ اگرچہ وہاب مطلق اللہ تعالیٰ ہے لیکن جس کسی کو فیض پہنچتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے پہنچتا ہے۔ اور مہمات ملک و ملکوت کا بندوبست بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی فرماتے ہیں اور شب و روز مخلوق پر فیوض و انعامات بھی حضور کے روضہ مطہرہ سے پہنچتے ہیں۔''

ایک مرتبہ لوگ ایک جوگی پر جو جادو سے آگ باندھ لیتا تھا جس سے آگ نقصان نہیں پہنچاتی تھی، پر فریفتہ ہو رہے تھے، حضرت نے سنا تو لوگوں کو ایندھن جمع کر کے آگ سلگانے کا حکم دیا اور جب شعلے بھڑکنے لگے تو حضرت نے آیت کریمہ ''اے آگ! ٹھنڈی ہو جا اور ابراہیم علیہ السلام کے لیے سلامتی کا باعث بن جا'' پڑھ کر دم کیا اور ایک شخص سے فرمایا کہ آگ میں بیٹھ کر اللہ، اللہ کرو۔ چنانچہ وہ شخص کافی دیر تک آگ میں بیٹھ کر اللہ، اللہ کرتا رہا، آگ اس پر گلزار ہوگئی۔ ایک شخص نے کابل میں خواب دیکھا کہ حضرت نے اُسے تبرک عطا فرمایا ہے، جب وہ بیدار ہوئے تو تبرک اُن کے ہاتھ میں تھا۔

حضرت ایک روز وضو فرما رہے تھے کہ ناگاہ لوٹا اٹھا کر دیوار پر دے مارا، حاضرین نے اس کو یاد رکھا۔ کچھ دنوں کے بعد ایک سوداگر حاضر خدمت ہوا۔ بولا کہ بنگال کے ایک صحرا میں سے گزر رہا تھا کہ اچانک ایک شیر غراتا ہوا آیا، میں نہایت خوفزدہ ہوا، فوراً حضرت کی طرف رجوع کیا، دیکھتا ہوں کہ حضرت روبرو کھڑے ہیں۔ ایک ہاتھ میں لوٹا ہے جو شیر کی طرف پھینک کر دے مارا۔ شیر اسی دم بھاگ گیا اور حضرت بھی غائب ہو گئے۔

حضرت دکن سے گزر رہے تھے کہ بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر جو اس وقت شہزادہ تھا، حضرت کی آمد کی خبر پا کر بارہ ہزار کی تھیلی لیے حاضر خدمت ہوا۔ حضرت اُس سے محبت سے ملے اور سلطنت کی بشارت دی۔ بادشاہ بولا ''حضور! مجھے لکھ دیں'' چنانچہ حضرت خواجہ نے اُسے لکھ دیا۔ جب اورنگ زیب تخت نشین ہوا تو اس کی بہن فخر سے اکثر کہا کرتی تھی کہ ''میرے بھائی نے بارہ ہزار میں سلطنت خریدی ہے''

ایک شخص اپنے بیٹے کو حضرت کی خدمت میں لایا اور عرض کیا کہ یہ دین دنیا کے کام کاج چھوڑ کر ایک ''عورت'' پر فریفتہ ہو گیا ہے۔ حضرت اُسے نصیحت فرمانے لگے۔ عاشق مزاج بولا نیکی کے کوچہ میں میرا کبھی گزر نہیں ہوا، اگر حضرت میرے ''حال'' کو ناپسند فرماتے ہیں تو میری حالت کو بدل دیجئے، تاکہ نیک بن جاؤں۔ حضرت بولے ''ہاں میں نے بدل دی'' وہ فوراً تائب ہو گیا۔

ارشاداتِ عالیہ

مکتوبات امام ربانی کی طرح حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مکتوبات کی بھی تین جلدیں ہیں۔ جلد اول کو آپ کے فرزند سوم خواجہ محمد عبید اللہ نے جمع کیا اور جلد دوم کو شرف الدین حسین حسینی ہروی نے حسب اشارہ حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور جلد سوم کو حاجی محمد عاشور بخاری حسینی نے حسب اشارہ حضرت خواجہ محمد نقشبند قیوم ثالث جمع کیا۔ بطور تبرک

چند مقالات نقل کیے جاتے ہیں۔

☆ آنحضرت ﷺ کی حدیث میں ہے کہ قبر بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔قبر کے باغ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ پردہ جو مسافت جو زمین قبر اور بہشت کے درمیان ہوتا ہے، اُٹھ جاتا ہے۔اور دونوں جگہوں کے درمیان کوئی پردہ مانع نہیں رہتا۔گویا زمین قبر کو جنت کے ساتھ فنا اور بقا حاصل ہو جاتی ہے۔اور یہی معنی ہیں آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کے کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔جاننا چاہیے کہ اس قسم کا روضہ اخص خواص کے لیے ہے، ہر مومن کو حاصل نہیں۔غایت مافی الباب جب مومنین کی قبریں صفائی اور نورانیت پیدا کرتی ہیں تو اس امر کی استعداد حاصل ہو جاتی ہے کہ جنت کا پرتو ان قبروں پر منعکس ہوتا ہے۔اور صاف کردہ شیشہ کی مثل ہو جاتی ہیں۔﴿مکتوبات،جلد اول،مکتوب 70﴾

☆ ہمارے طریقہ میں درجہ کمال پر پہنچنے کا مدار شیخ مقتدا کے ساتھ رابطہ محبت پر موقوف ہے۔طالب صادق اس محبت کے ذریعے جو شیخ سے رکھتا ہے اس کے باطن سے فیوض و برکات حاصل کرتا ہے اور باطنی مناسبت سے ساعت بساعت اُس کے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے۔ مشائخ نے فرمایا ہے کہ فنافی الشیخ فنائے حقیقی کا پیش خیمہ ہے۔اکیلا ذکر بغیر رابطہ مذکورہ اور بغیر فنافی الشیخ کے درجہ کمال پر پہنچانے والا نہیں۔ذکر اگرچہ اسباب وصول سے ہے۔لیکن اکثر رابطہ محبت و فنافی الشیخ کے ساتھ مشروط ہے۔ہاں اکیلا رابطہ آداب صحبت کی رعایت اور شیخ کی توجہ اور التفات کے ساتھ بغیر التزام طریق ذکر کے درجہ کمال پر پہنچانے والا ہے اور سلوک وتسلیک اختیاری میں جو دوسرے طریقوں سے وابستہ ہے۔کام کا مدار وظائف اور اوراد واذکار پر ہے اور پیر طریقت کی طرف اس قدر رجوع نہیں ہے اور طریق نقشبندیہ میں جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کا طریق ہے، افادہ واستفادہ انعکاسی ہے۔شیخ مقتدا کی صحبت رعایت ادب کے ساتھ کافی ہے اور وظائف اذکار وطاعات بھی اشیائے ممد ومعاون میں سے ہیں۔حضرت خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ الزاکیات التسلیمات والتحیات النامیات کی صحبت کمالات کے حصول میں بشرط ایمان وتسلیم وفرمانبرداری کافی تھی۔اس واسطے اس طریق میں وصول کی راہ اور طریقوں سے زیادہ قریب تر ہے۔اور شیخ

کامل سے فیوض و برکات حاصل کرنے میں جوان اور لڑکے اور بوڑھے اور زندہ اور مردہ سب برابر ہیں۔ اس طرز سے اجتناب ہے۔ اس طریقہ کے بزرگوں کا قول ہے۔ مصرعہ'' سایہ رہبر بہ از ذکر حق ...... سایہ رہبر سے اشارہ طریقہ رابطہ کی طرف ہے، جس سے مراد شیخ کی صورت کا نگاہ رکھنا مفید ہے۔ اگرچہ ذکر بذات خود شرف وفضیلت رکھتا ہے اس کا بیان یوں ہے کہ بے چارہ مرید چونکہ عالم سفلی میں گرفتار ہے، اس سبب سے عالم علوی سے مناسبت نہیں رکھتا تا کہ حضرت باری تعالیٰ سے بغیر واسطہ کے فیوض و برکات اخذ کرے اس لیے ایک واسطہ دو جہت والا درکار ہے جو عالم علوی سے بہرور ہو کر مخلوق کی دعوت وارشاد کے لیے عالم سفلی کی طرف متوجہ ہوا ہو اور بوجہ مناسبت اولیٰ کے عالم غیب سے فیوض اخذ کر کے بوجہ مناسبت ثانیہ کے جو عالم سفلی سے رکھتا ہے ان فیوض کو لائق مریدین تک پہنچائے۔ اس لیے طالب رشید شیخ کے ساتھ مناسبت کا وجود جس قدر زیادہ رکھتا ہو اس کے باطن سے اُسی قدر اخذ فیوض زیادہ کرے گا۔

اور جو چیزیں کہ شیخ کے ساتھ مناسبت پیدا کرنے والی ہیں وہ یہ ہیں۔ ظاہر و باطن میں شیخ کی محبت اور اُس کی خدمت اور آداب کی رعایت۔ آپ نے سنا ہو گا کہ کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچتا اور عبادات وعادات میں اُس کی پیروی۔ اور اپنی مرادوں کو اُس کی مرادوں کے تابع کرنا اور تمام امور میں اپنے تیئں اُس کے حوالہ کرنا جیسا کہ مردہ غسال کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ طریقہ رابطہ ان امور میں سب سے بڑا ہے اور شیخ کے ساتھ اشد مناسبت پیدا کرتا ہے اور امور مذکورہ کو آسان کرنے والا ہے جو مناسبت کے بہت پیدا کرنے والے ہیں۔ جب نسبت رابطہ کا غلبہ ہوتا ہے تو طالب اپنے تیئں شیخ کا عین دیکھتا ہے اور اپنے تیئں اُس کے لباس وصفت سے متصف پاتا ہے۔

﴿جلد اول، مکتوب 78﴾

رحلت:

حضرت عارضۂ وجع المفاصل کے مریض تھے۔ آخری عمر میں مرض بہت بڑھ گیا تھا۔ اور یہ بہت نحیف و کمزور ہو گئے تھے، رحلت سے تین روز قبل احباب کو دعا کے لیے لکھا کہ خاتمہ بخیر ہو اور ایک روز پہلے جمعہ کے دن حضرت مسجد میں تشریف لائے اور حاضرین سے مخاطب فرمایا کہ

امید نہیں کہ کل اس وقت تک دنیا میں رہوں۔ چند پند و نصائح بھی ارشاد فرمائے اور واپس چلے آئے۔ رات جوں توں بسر فرمائی۔ صبح کو نماز فجر حسب معمول ادا کی، مراقبہ میں بیٹھے اشراق پڑھی، موت کے اثرات وارد ہونے شروع ہو گئے۔ زبان مبارک سے کچھ پڑھتے تھے، صاحبزدگان نے کان لگا کر سنا، معلوم ہوا حضرت سورۃ یٰسین شریف کی تلاوت فرما رہے ہیں۔ اُسی روز دوپہر کے وقت ﴿بروز سہ شنبہ﴾ 9 ربیع الاول 1079 ہجری کو وصال فرما گئے۔ اور سرہند شریف کی پاک زمین میں دفنائے گئے۔ حضرت کے مزار عالی مقام کی تعمیر کے لیے شہزادی روشن آراء نے ایران سے خاص طور پر معمار بلوائے اور عظیم الشان مقبرہ تعمیر کرایا جس میں فن تعمیر کی خوبیوں کے ساتھ ساتھ نقش و نگاری کا عمدہ کام کیا گیا تھا۔

خلفاء و اولاد:

حضرت کے چھ صاحبزادے تھے، جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

☆۔ حضرت خواجہ محمد صبغت اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ　☆۔ حضرت خواجہ حجۃ اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

☆۔ حضرت خواجہ محمد عبداللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ　☆۔ حضرت خواجہ محمد اشرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

☆۔ حضرت خواجہ محمد صدیق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور خلفائے کرام میں یہ بہت مشہور ہیں۔

☆۔ حضرت خواجہ محمد حنیف کابلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ　☆۔ حضرت خواجہ عبدالاحد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

☆۔ حضرت خواجہ محمد صدیق پشاوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ　☆۔ حضرت خواجہ عبدالصمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

☆۔ حضرت خواجہ اخون موسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کہتے ہیں کہ حضرت ممدوح کے خلفاء کی تعداد سات ہزار کے لگ بھگ تھی اور نو لاکھ آدمی براہ راست حضرت سے بیعت تھے۔ اور دنیا کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جہاں ان کے فیض کی مہک نہ پہنچی ہو۔

حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت : 990 ہجری بمقام : سرہند شریف

وصال : 28 جمادی الثانی 1070 ہجری مزار اقدس : سرہند شریف



آپ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دوسرے صاحبزادے تھے آپ نے علم ظاہری اور فیض باطنی اپنے والد بزرگوار سے حاصل کیا۔ آپ مظہر جمال وکمال تھے۔ مخزن برکات ومعدن کرامات تھے۔ آپ منبع انوار واقف الاسرار، کریم الاخلاق، عمیم الاشفاق اور صاحب مقامات جلیلہ ومدارج عالیہ تھے۔ صاحب ''درالمعارف'' فرماتے ہیں کہ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دونوں صاحبزادگان خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں بے بہا جوہر ہیں۔ یہ دونوں بچپن میں ہی ''مقامات احمدیہ'' تک پہنچے درالمعارف میں مزید لکھا ہے کہ حضرت مجدد پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ میرا اور میرے بیٹوں کا معاملہ صاحب شرح وقایہ کے معاملے کی طرح ہے ان کے دادا وقایہ تحریر کرتے تھے تو صاحب شرح وقایہ اُسے حفظ کرلیتے تھے۔ اسی طرح جو معارف مجھ پر منکشف ہوتے ہیں میرے بیٹے انہیں بطور خود یاد کرلیتے ہیں۔ صاحب حضرات القدس اور روضۃ السلام فرماتے ہیں کہ خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں اس قدر جمال ظاہری اور کمال باطنی تھا کہ جو کوئی بھی ایک بار سامنے آتا، آپ کے کمالات حسن وجمال پر فریفتہ ہو جاتا۔ ایک دفعہ سرہند شریف میں وبائے عظیم طاعون نمودار ہوئی، سینکڑوں لوگ اس وبا سے ہلاک ہوگئے۔ چنانچہ لوگوں نے آپ کی طرف رجوع کیا تو آپ نے فرمایا کہ آج سے کوئی شخص مرض طاعون سے ہلاک نہیں ہوگا اور ایسا ہی ہوا۔ آپ کا وصال 80 سال کی عمر میں 1070 ہجری کو ہوا۔ آپ کا مزار مبارک سرہند شریف ﴿انڈیا﴾ میں واقع ہے۔

حضرت خواجہ عبدالاحد المعروف بشاہ گل تخلص وحدت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت : 1049ھ ہجری بمقام : سرہند شریف

وصال : 27 ذوالحجہ 1127ھ ہجری مزار اقدس : سرہند شریف



حضرت خواجہ عبدالاحد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت خازن الرحمۃ خواجہ محمد سعید (فرزند ثانی حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پانچ یں صاحبزادے ہیں۔ 1049ھ ہجری میں سرہند شریف میں پیدا ہوئے۔ حضرت خواجہ محمد سعید احمد خازن الرحمۃ خواجہ عبدالاحد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دوسرے فرزندوں سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے اور ان پر بہت شفقت فرماتے تھے اور ان کے رخساروں کی شگفتگی کی وجہ سے انہیں پیار سے گل کہہ کر پکارتے تھے۔ دوسرے لوگ بھی حضرت کو اسی نام سے یاد کرتے۔ بلکہ احتراماً شاہ گل سے خطاب کیے جاتے۔

حضرت کمسنی ہی میں تمام دینی علوم میں طاق ہو گئے تھے۔ نماز روزہ کی ادائیگی کے بہت مستعد اور پابند تھے۔ اس بلا کے ذہین تھے کہ پندرہ سولہ سال کی عمر میں حضرت خازن علیہ الرحمۃ کے ساتھ حج بیت اللہ شریف کے لیے گئے اور واپسی پر حالت سفر اور فیوض حرمین شریفین سے متعلق ایک کتاب عربی میں اس خوبی سے تحریر فرمائی کہ اچھے اچھے عالم حیران رہ گئے۔ جو دیکھتا اور پڑھتا عش عش کر اٹھتا۔ شریعت کا بے حد لحاظ رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت خازن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پاس شریعت اور فراوانی شوق کا جب یہ عالم دیکھا تو انہیں اجازت تلقین طریقہ عنایت فرمادی۔

جب حضرت بیس سال کے ہوئے تو حضرت خازن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہو گیا۔ انہوں نے عم بزرگوار حضرت خواجہ محمد معصوم قیوم ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت اختیار کی۔ ہر چند کہ یہ اس نوعمری میں بھی بہت قابل تھے مگر عم بزرگوار کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی اور ان کے رو برو زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ حضرت قیوم ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی ان کی تربیت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور تھوڑے ہی دنوں میں کامل بنا دیا۔ اکثر ان سے اپنے مکاشفات اور اسرار کا اظہار فرماتے اور مشورہ لیتے اور فرماتے عبدالاحد تمام ''عقل'' ہے اور کبھی فرماتے عبدالاحد ''عقل مجلس'' ہے۔ بعض

مخلص اور خاص دوستوں کے حالات بھی ان سے دریافت فرماتے کہ فلاں آج کل کس مقام پر ہے؟ فلاں آپ کے نزدیک کیسا ہے؟ حضرت جو جواب فرماتے، قیوم ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تسلیم کرتے۔ حضرت قیوم ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رحلت کے بعد منصب ''قیومیت'' حضرت ممدوح کے دوسرے صاحبزادے خواجہ حجۃ اللہ پر منتقل ہوا۔ حضرت عبدالاحد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کی صحبت میں بھی بڑے ادب سے حاضر ہوتے اور ان کی بہت تعظیم کرتے۔ چچازاد حضرت خواجہ بھی ان پر بہت مہربان تھے اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ ایک روز ان سے فرمایا کہ جس طرح فیض الٰہی مجھ پر نازل ہوتا ہے، اسی طرح آپ پر بھی پہنچتا ہے اور پھر دوسری مخلوق پر۔

حضرت بہت فیاض تھے اور طبیعت میں بلا کی حلیمی اور بردباری تھی۔ جہاں اور جس جگہ سے ''گل مراد'' ہاتھ آتا اُسے حاصل کرتے اور اپنے کمالات میں اضافہ فرماتے۔ یہی سبب ہے کہ جامع کمالات تھے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ کی عنایت خاص اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال شفقت کے متعلق فرماتے ہیں کہ ایک شب میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا۔ جبرائیل علیہ السلام بھی بارگاہ اقدس میں حاضر تھے۔ حضرت رب العالمین نے جبرائیل علیہ السلام سے کچھ باتیں کیں۔ ایک دو باتیں مجھے بھی یاد ہیں کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے حضرت جبرائیل سے فرمایا کہ سب مخلوق میری رضا کی طلبگار ہے اور میں محمد ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ کی رضا چاہتا ہوں۔ نیز فرمایا، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تم ایسے لوگ بطور سامان مغفرت دیئے گئے ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت پر فیوض الٰہی اس کثرت سے وارد ہوئے کہ طالبان سے منہ موڑ کر مغلوب الحال ہوگئے اور خاموشی اختیار کرلی، کسی سے بات کرنا ضروری سمجھتے تو کلام پاک کی کوئی آیت شریف نقل فرمادیتے۔ بات کہنے والا اس آیت پاک کے معنوں سے مطلب نکال لیتا۔ کچھ دنوں کے بعد جب افاقہ ہوا اور طالبان کی طرف رجوع فرمایا تو لوگوں نے سکوت حال کا سبب دریافت کیا، بولے ''اُن دنوں حق سبحانہٗ تعالیٰ نے مجھے خلعت رضا سے سرفراز فرمایا تھا'' کہتے ہیں فتوحاتِ ظاہری و باطنی جو حضرت پر رکی ہوئی تھیں اس واقعہ کے بعد کھل گئیں اور خانقاہ کے اخراجات کے لیے شہزادی زیب النساء نے پانچ ہزار کی رقم بھیج دی۔

ایک روز فرمایا کہ میرے بھائی کے گھر دو فرزند ہوں گے، ان کے یہ نام ہوں گے اور

ایسی شکل وصورت ہوگی حالانکہ ان کی ابھی شادی بھی نہیں ہوئی تھی۔ عرصہ کے بعد جب ان کی شادی ہوئی تو سچ مچ دولڑ کے اُس حلیہ کے تولد ہوئے اور نام بھی وہی رکھے گئے، کہتے ہیں کہ حصول اولادِ نرینہ کے لیے حضرت کی دعا مستجاب بارگاہِ الٰہی تھی۔ حضرت بشارت کے ساتھ ساتھ طالبین کو بچے کا حلیہ بھی بتادیتے تھے۔

ایک مرتبہ حاکم سرہند کے مظالم سے تنگ آکر حضرت اس سے خفا ہو گئے، کہتے ہیں حاکم مذکور انہی دنوں بادشاہ کے غضب کا شکار ہو گیا، فی الفور حضرت کے روبرو حاضر ہو کر مظالم سے توبہ کی، بادشاہ نے بھی اس کا قصور معاف کر دیا، حاکم نے ایک قطعہ باغ اور کچھ سامان ضرورت حضرت کی نذر کیا مگر حضرت نے یہ کہہ کر اس کی نذر لوٹا دی کہ یہ مال ظلم اور غضب سے حاصل کیا گیا ہے۔

حضرت نے بہت موزوں طبع پائی تھی، اکثر شعر بھی کہتے اور وحدت تخلص فرماتے تھے، نثر بھی لکھتے تھے اور متعدد کتب تصنیف فرمائیں۔ شاعری میں حضرت کا دیوان اور مثنوی چار چمن مشہور و معروف ہیں اور تصانیف میں سستور یدالتحدید، لطائف مدینہ اور جنود اللہ کا پایہ بلند ہے۔ حضرت کی شاعری میں بھی تصوف کے رموز و نکات اس عمدگی سے سموئے ہوئے ہیں کہ گھنٹوں، ان پر غور وفکر کیجئے اور گاہے ان کی نازک بیانی پر بے اختیار سر دھننے کو جی چاہتا ہے۔

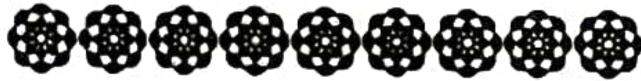
حضرت مسند رشد و ہدایت پر کم وبیش پچاس سال تشریف فرما رہے اور اس دوران بیشمار مخلوق نے حضرت سے ہدایت پائی، حضرت قیوم ثانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے متعدد خلفاء نے بھی تجدید بیعت فرمائی، جب عمر شریف 78 سال کی ہوئی تو حضرت کو بوجہ درد مثانہ، عارضہ حبس البول لاحق ہوا۔ ان دنوں دہلی میں تشریف فرما تھے اور بائیس خواجہ کی ''چوکھٹ'' دہلی ہی میں انتقال فرمایا، اس روز جمعہ کا مبارک دن تھا اور چاند کی 27 ذوالحجہ 1127 ہجری تھی۔ حضرت خازن رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے جنازہ کی طرح ان کا جنازہ بھی سرہند شریف لایا گیا اور حضرت قیوم ثانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی مسجد کے مشرق کے رخ دفن ہوئے۔ حضرت کی وفات پر حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ قیوم رابع نے بے اختیار فرمایا، گل بہ جنت رسید۔

خلفاء:

حضرت کی بے شمار روحانی اولاد میں سے حضرت خواجہ محمد حنیف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اور شیخ محمد عابد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ خاص طور پر بہت مشہور ہیں۔

حضرت خواجہ محمد حنیف کابلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

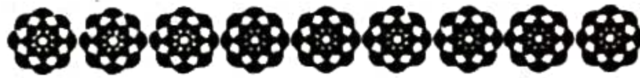
وصال : یکم صفر 1133 ہجری مزار اقدس : بامیاں نزد کابل، افغانستان



حضرت قیوم ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ خاص تھے۔ حضرت کے انتقال کے بعد حضرت خواجہ شاہ گل عبدالاحد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھ پر بھی بیعت فرمائی تھی۔ حضرت خواجہ قیوم ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قیومیت کا چوتھا سال تھا کہ یہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر داخل سلسلہ ہوئے اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد بیعت خلافت حاصل کی۔ حضرت ممدوح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہیں مخلوق کی ہدایت کے لیے کابل بھیج دیا جہاں آپ بامیاں نامی ایک گاؤں میں مقیم ہوئے اور دین حقہ کی تبلیغ واشاعت میں مصروف ہو گئے۔ کابل کی پتھریلی زمین میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا فیضان حضرت ہی کے دم سے پہنچا ہے۔ جہاں ہزارہا لوگ اُن کے مرید ہوئے۔ جن میں بیشتر صاحب حال بھی تھے جن کے توسل سے اس نورانی سلسلہ کے چشمے کابل، قندھار اور سندھ میں جاری ہوئے۔ کابل کی وہ زمین جہاں جہاں حضرت کے قدم مبارک پڑے ہیں اور جس جگہ کو حضرت کی اقامت کا فخر حاصل ہوا ہے، کہتے ہیں وہاں ان کے فیضان کی تاثیر اب تک پائی جاتی ہے اور ان کی کرامتوں کا شہرہ ہے۔ حضرت کا مدفن پاک بھی کابل کے موضع بامیاں میں ہے۔

حضرت شیخ محمد زکی مطہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

وصال : 9ذی الحجہ 1129ہجری مزار اقدس : مکہ مکرمہ



آپ کو نسبت فیض حضرت خواجہ محمد حنیف کابلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل ہوئی اور ان کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ مقربان بارگاہ الٰہی کے امام و پیش رو تھے انتہائے کمالات کے مدارج طے کرانے والے صاحب تصرف تھے۔ حضرت شاہ صاحب کلانوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مطابق آپ کی جائے سکونت ملک عرب کی اتقی نامی ایک بستی ہے۔ آپ مشہور و معروف شیخ المشائخ حضرت علی بن علم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد میں سے ہیں۔ لوگ آپ کی محض صحبت سے بغیر کسی ریاضت یا مجاہدہ کے اعلیٰ روحانی مقامات حاصل کر لیتے۔ ملک عرب میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی نشو و نما آپ ہی کے ذریعے ہوئی۔ آپ کے خلفاء میں اس وقت کے قطب حضرت شیخ محمد ٹھٹھوی سندھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شامل تھے۔ جنہیں آپ الہام الٰہی کے تحت، عرب سے سندھ میں آ کر صرف دو ہفتہ کے اندر منازل سلوک طے کرا کے واپس ملک عرب تشریف لے گئے۔

حضرت شیخ محمد ٹھٹھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

وصال: ۱۱۲۱ھ



حضرت قیوم ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ حضرت مخدوم آدم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پوتے تھے۔ ان کے والد حضرت شیخ محمد اشرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی شیخ وقت تھے۔ حضرت کے دادا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بفرمان حضرت قیوم ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علاقہ سندھ میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی داغ بیل ڈالی تھی۔ شہر ٹھٹھہ میں قیام تھا۔ نام کے ساتھ ٹھٹھوی کی رعایت کی یہی وجہ ہے۔ حضرت مخدوم آدم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طالبان کی ہدایت کے لیے وہاں ایک درس گاہ بھی قائم کی تھی جہاں بعد ازاں حضرت مخدوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد نے بھی مدتوں طلباء کو علوم دین کی تعلیم دی۔ اس یگانہ روزگار درس گاہ سے ہزاروں طلباء فاضل اور کامل ہو کر نکلے۔ حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحصیل علم اور کسب فیض والد بزرگوار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کیا۔ اُن کے انتقال کے بعد حضرت جد امجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ حضرت خواجہ ابو القاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت اختیار کی اور تکمیل کو پہنچے، کہتے ہیں جب حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وقت آخر ہوا تو یہ اُن کے پاس موجود نہ تھے، حضرت خواجہ انہیں بار بار یاد کرتے تھے تا کہ خواجگان نقشبندیہ کی امانت ان کے سپرد کی جائے۔ بعض معتقدین کی خواہش تھی کہ حضرت خواجہ وہ بار امانت، صاحبزادہ محمد ابراہیم کو سونپ دیں، لیکن حضرت خواجہ خاموش رہے اور وصیت فرمائی کہ جب شیخ محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائیں تو انہیں میرے مزار پر بھیج دیں۔ چنانچہ واپسی پر یہ مرشد کے مدفن پاک پر حاضر ہوئے اور روحانی امانت حاصل کی۔

حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدت تین سال سرہند شریف میں بھی رہے اور حضرت خواجہ محمد زکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فیض یاب ہوئے اور ٹھٹھہ کی خانقاہ میں واپس تشریف لا کر درس و تدریس اور تلقین وارشاد میں مصروف ہو گئے۔ حضرت ناداروں اور محتاجوں پر بہت مہربان تھے، جو

پاس ہوتا، بے دریغ خرچ کرتے۔ عوام وخواص میں ''ابوالمساکین'' کے نام سے مشہور تھے۔

حضرت خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو بعد میں سلطان الاولیاء کے لقب سے پکارے گئے، حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی کے تربیت یافتہ تھے۔ حضرت شیخ ان پر بہت مہربان تھے کہ کمسنی ہی میں انہیں مسندِ مشائخیت پر بٹھادیا تھا اور خود حج کے لیے کعبہ شریف روانہ ہوگئے۔

جب دوسال بعد لوٹ کر آئے تو اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ایک دن کعبۃ اللہ میں بیٹھا تھا، جوں ہی آپ کی طرف متوجہ ہوا، دیکھا کہ تمہیں بوجہ کمسنی چند مشکلات درپیش ہیں پس حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ فوراً تمہارے پاس پہنچوں اور پھر واپس آ کر اسی سرزمین پاک میں ہمیشہ کے لے سکونت اختیار کروں چنانچہ حضرت ان کی تربیت میں سلوک کی منزلیں سرعت سے طے کرنے لگے۔ کچھ عرصہ کے بعد جب حضرت شیخ اس کام سے فارغ ہوئے تو ایک روز حضرت خواجہ کو خوشخبری دی کہ جو نور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سینۂ پاک میں منتقل فرمایا تھا اور انہوں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو عنایت کیا، جس کی روشنی سے ایک عالم منور ہوا اور وہاں متعدد سینوں کو جگمگاتا ہوا بخارا کی سرزمین میں پہنچا اور حضرت خواجہ نقشبند سے ہوتا ہوا، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سینہ پاک میں پہنچا، جس سے تمام دنیا کی تیرگی دور ہوئی۔ وہ نور امانت الحمدللہ اب تمہارے سینہ میں گھر کر چکا ہے جس سے ایک دنیا روشن ہوگی۔ نیز بشارت دی کہ خدا عزوجل نے تمہیں جملہ اولیاء کا سرتاج بنایا ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہیں نصیحتیں بھی فرمائیں جو آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں، چند ایک درج ذیل ہیں۔

☆۔ ہدایت کے لیے جو بھی آئے، اُسے راہ حق بتانا۔

☆۔ دل کو ہمیشہ ذکر حق سے شاد اور آباد رکھنا۔

☆۔ جملہ کام خداوند کریم کے سپرد کرنا۔

☆۔ معاش اور روزگار کے لیے حیلہ تلاش نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت خلق کی خدمت سونپی ہے اور وہ قادرِ مطلق خود تمہاری ضروریات کو پورا کرے گا۔

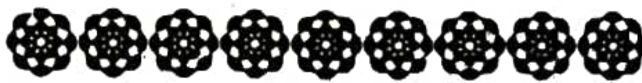
☆۔ آپ کا مکان ہمیشہ فیضان سے معمور رہے گا۔

☆۔ ہر مہم اور مشکل میں مرشد تمہارے شامل حال ہے۔

ان پند ونصائح کے بعد حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کعبۃ اللہ تشریف لے گئے اور وہیں سکونت اختیار کی اور بعد رحلت اس سرزمین پاک میں دفن ہوئے۔

حضرت خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

4۔ ذیقعد
وصال : 1188 ہجری مزارِاقدس : لواری شریف



حضرت خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سلسلہ اکتیس واسطوں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ حضرت کے آباؤ اجداد نے خلیفہ ہارون رشید کے عہد میں نقل مکانی فرمائی تھی اور سندھ میں سکونت اختیار کی۔ حضرت کے والد بزرگوار خواجہ عبداللطیف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی نہایت متقی اور پرہیز گار بزرگ تھے۔ اورعرف عام میں شیخ حاجی کے لقب سے مشہور تھے، حافظ قرآن تھے، رمضان المبارک کی تمام راتیں تلاوت قرآن پاک میں بسر کرتے۔ ابتداء میں سہروردی سلسلہ میں منسلک تھے۔ بعدازں حضرت شیخ فیض اللہ بن مخدوم آدم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہوگئے۔ آپ نے حضرت ممدوح کے خلیفہ حضرت ابوالقاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی فیض حاصل کیا، حضرت خواجہ نے انہیں حضرت خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پیدائش کی خوشخبری دی تھی۔

کہتے ہیں کہ حضرت کے والد بزرگوار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت خواجہ ایک گھنے سایہ دار نیم کے پیڑ تلے تشریف فرما تھے، پیڑ پر پرندے چہچہا رہے تھے کہ حضرت خواجہ متبسم ہوکر بولے ''ایک دن آئے گا کہ آپ کے فرزند ارجمند کے گرد ہزاروں انسانوں کا جمگھٹا ہوگا، لوگ حلقۂ ارادت میں شامل ہوکر فیض حاصل کریں گے۔''

حضرت شیخ حاجی کے تین فرزند اور بھی تھے، لوگ حضرت سے رجوع ہوکر بولے کہ ان تینوں میں سے وہ کون خوش بخت بلند اختر ہیں؟ وہ ابھی پیدا نہیں ہوئے؟ پیرومرشد بولے، حضرت

کی پیدائش کی خوشخبری حضرت کی ولادت سے پونے چھ سو سال پہلے حضرت بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی دی تھی ۔ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب لواری شریف کی حدود سے نکل کر گھوڑے پر سوار ہوئے تو خدام نے پاپیادہ چلنے کا سبب پوچھا تو حضرت نے فرمایا کہ میں اس سرزمین پر حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی رحمت کے بڑے قطرات کا مینہ برستا ہوا دیکھ رہا ہوں، یہاں ایک اللہ کا پیارا بندہ پیدا ہوگا اور یہ قطعہ اراضی ذاتِ الٰہی کی تجلیات کا مرکز ہو گا۔

ایک مرتبہ حضرت کے والد بزرگوار کے پیرومرشد بہت سے مریدین کے ساتھ حضرت خواجہ کلاں سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ حضرت کے والد بزرگوار نے بھی ہمرکابی کی خواہش ظاہر کی حضرت قبلہ نے فرمایا ''بہتر ہے کہ آپ ٹھٹھہ میں ہی رہیں اور خانقاہ و درس گاہ حضرت پیرومرشد کو خالی نہ چھوڑیں، ہم خواجہ سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے آپ کی سفارش کر دیں گے۔ چنانچہ حضرت قبلہ واپس تشریف لائے تو حضرت شیخ حاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خوشخبری دی کہ حضرت خواجہ سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہیں خوب خوب دعاؤں سے نوازا ہے نیز فرمایا ہے کہ آپ کی پشت سے عنقریب ایک گوہر لاثانی تولد ہوگا جس میں ہمارے سلسلہ عالیہ کی تمام صفات ہوں گی۔ الغرض حضرت کی پیدائش سے پہلے بزرگان عظام نے ان کی آمد کی اطلاع دی تھی۔

حضرت مادرزاد ولی تھے۔ زمانہ شیر خوارگی میں ماہ رمضان المبارک کا بے حد احترام فرماتے اور سوائے رات کے دن کو دودھ نہ پیتے تھے۔ حضرت کے بڑے بھائی جو سوتیلی ماں سے تھے حضرت سے بہت جلتے تھے، برادرانِ یوسف علیہ السلام کی طرح انہوں نے باہم فیصلہ کیا کہ اس گوہر بے بہا کو جس کے ماں باپ عاشق ہیں فوراً کہیں ٹھکانے لگا دیا جائے چنانچہ حضرت کے والد بزرگوار ان کی بہت دیکھ بھال کرتے اور دوسرے بیٹوں سے چوکنا رہتے۔

حضرت بلا کے ذہین تھے۔ صغرسنی میں ہی قرآن پاک پڑھ لیا۔ ایک دن حضرت کے والد صاحب کسی ضروری کام کو سفر پر روانہ ہوئے۔ بھائیوں نے موقع کو غنیمت سمجھ کر حضرت پر قابو پانے کی کوشش کی مگر جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے۔ حضرت کو قبل از وقت ان کے ناپاک ارادے کا علم ہوگیا اور چپکے سے گھر سے نکل گئے اور جنگل کی راہ لی۔ وہاں سے مولوی محمد صدیق

نقشبندی جو سندھ کے مایہ ناز شاعر اور اولیائے کرام کے معتقد خاص تھے کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں دینی علوم میں مہارت حاصل کرلی کہ مولوی صاحب قبلہ بھی آپ کی ذہانت کے معترف ہوگئے۔

بیعت:

دورانِ تعلیم آپ کو روزانہ خانقاہ شریف حضرت خواجہ ابوالمساکین شیخ حضرت خواجہ حاجی محمد بن شیخ محمد شرف بن مخدوم آدم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس سے گزرنا پڑتا تھا۔ ایک روز حضرت خواجہ سے آپ کا آمنا سامنا ہوگیا اور حضرت کی پیشانی مبارک سے تاڑ گئے کہ یہی وہ خوش نصیب نوجوان ہے جو ایک روز قطب زماں ہوگا۔ نہایت تعظیم اور محبت سے انہیں خانقاہ شریف میں لے گئے۔ کہتے ہیں کہ حضرت کے دل میں عشقِ حقیقی کی چنگاری حضرت خواجہ ی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پہلی ہی ملاقات میں سلگ اٹھی تھی مگر اس چنگاری کو جو آہستہ آہستہ سلگ کر آگ بن چکی تھی، دبائے رکھا، آخر کار حضرت خواجہ ابوالمساکین انہیں جیتنے میں کامیاب ہوگئے اور انہیں سلسلہ طریقت میں داخل کیا، غرض کہ تھوڑے ہی عرصہ میں حضرت خواجہ کی صحبت نے حضرت پر تصوف کا وہ رنگ چڑھایا جو اوروں کو سالہا سال کی محنت سے بھی میسر نہیں ہوتا

حضرت خواجہ ایک مرتبہ جد امجد مخدوم آدم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پاک کی زیارت اور مزار پاک کی مرمت کے سلسلہ میں تشریف لے جارہے تھے۔ مرید پا پیادہ ہمرکاب تھے کہ یکا یک حضرت خواجہ نے حضرت سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ آؤ تم میرے ساتھ آکر بیٹھو، حضرت پاس ادب سے جھجکتے تھے مگر حضرت خواجہ نے ہاتھ پکڑ کر انہیں بھی سواری پر بٹھالیا۔ ہم نشینی کا یہ اعزاز حضرت کی جانشینی کا مژدہ تھا۔ چنانچہ اس کم سنی ہی میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہیں مسندِ خلافت پر بٹھادیا۔ اگرچہ حضرت کسر نفسی سے کام لیتے رہے تاہم حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ''یہ اعزاز تمہیں بحکم الٰہی سونپ رہا ہوں۔ اللہ پاک نے آپ کو اس مقام پر پہنچا دیا ہے کہ پتھر بھی بیک نظر آب آب ہوجائے۔'' نیز فرمایا یہ نوجوان قطبِ زماں ہے۔ اس کا مثل دور دور تک نہیں ملے گا۔

چنانچہ حضرت مسندِ ارشاد پر بیٹھ گئے۔ ان دنوں ایک شخص ملا، محمد ہاشم فقیہہ کا سندھ

میں بہت چرچا تھا۔ جب اس نے حضرت کی مسند نشینی کی خبر سنی تو اس نے چند ایک ظاہر پرست علماء کو جمع کیا اور وفد کی صورت میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پہنچا اور حضرت کی کمسنی کی شکایت کی۔ حضرت خواجہ نے مسکرا کر فرمایا یہ معاملہ خدا کے فضل سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں عمر اور کسب کا کیا سوال ہے؟ ملا نے لاکھ حیلے کیے مگر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی ایک نہ مانی۔ ان لوگوں کے علاوہ حضرت کے عزیز واقارب کو بھی یہ خبر بہت ناگوار گزری۔ آخر وہ بھی تلملا کر رہ گئے۔

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بیت اللہ شریف روانگی کے بعد حضرت بہت سال ٹھٹھہ میں مقیم رہے۔ لوگ دور دور سے آتے اور فیض حاصل کرتے۔ البتہ ملا محمد ہاشم کی جانب سے ریشہ دوانیاں اور تکالیف کا سلسلہ جاری رہا۔ حضرت خندہ پیشانی سے انہیں برداشت کرتے رہے۔ آخر کار خانقاہ شریف ٹھٹھہ سے اٹھ کر اپنے آبائی وطن لواری شریف میں تشریف لے آئے جس کی عظمت کی پیشنگوئی بہت پہلے حضرت خواجہ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دی تھی اور یہ مقام مرکز ہدایت بن گیا۔ کہتے ہیں حضرت کا ٹھٹھہ سے اٹھنا تھا کہ سندھ پر نادر شاہ نے حملہ کر دیا اور یہ جگہ لوٹ کھسوٹ کا اکھاڑہ بن گئی اور یہ قصبہ نیست و نابود ہو گیا۔

لواری شریف میں سکونت اختیار کرنے کے بعد حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گوشہ نشین ہو گئے اور مراقبہ و استغراق میں مشغول رہنا شروع کر دیا۔ اکثر تہجد اور فجر کی نماز عشاء کے وضو سے ادا فرماتے، محویت کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی تلقین وارشاد کے لیے حاضر ہوتا تو اس کی جانب چارو ناچار رجوع فرماتے اور فرماتے کہ ''کیا کروں اس کام کے لیے مجھے حق سبحانہ کی طرف سے حکم نہ ہوتا تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی دوسرے کی جانب آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتا'' حضرت کی تشریف آوری سے اُن کے والد بزرگوار ''شیخ حاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ'' بھی طالبان حق کو خود توجہ دینے کی بجائے حضرت کے حوالے فرماتے۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے بھی حضرت کے ہاتھ پر تجدید بیعت فرمائی تھی۔ اللہ، اللہ طالبان حق کے شوق کی ادھر یہ کیفیت اور ادھر ''حق آگاہی'' کی یہ شان کہ انہیں خود ذوق دید سے فرصت نہیں تھی۔

ٹھٹھہ سے آنے کے بعد حضرت جہاں اقامت پذیر ہوئے قدیم زمانے میں وہ جگہ

بھی لواری شریف کہلاتی تھی اور جہاں حضرت کا مزار مبارک ہے، اس مقام کو بھی لواری شریف کہتے ہیں۔ حضرت کے ابتدائی زمانہ میں قدیم لواری شریف کی زمین کلر اور شور زدہ ہونے کی وجہ سے بے کار ہوگئی تھی اور پانی بھی کھاری ہوگیا تھا۔ آبادی وہاں سے اٹھ کر تین چار میل کے فاصلہ پر بس گئی۔ کچھ عرصہ بعد حضرت بھی وہاں آکر آباد ہوگئے۔ کہتے ہیں لواری شریف قدیم زمانے میں بہت بڑا شہر تھا۔ جس میں تین کے قریب مساجد تھیں جو زمانہ کی دست بُرد سے اجڑ گیا تھا۔

رشد و ہدایت:

طالبان اور متلاشیان طریقت گروہ در گروہ حاضر ہوتے اور توجہ لے کر جاتے، بعض اوقات حضرت کے دربار میں چار چار پانچ پانچ سو کا ہجوم بیک وقت جمع ہوتا اور سب اس نوجوان، مگر ''معمر'' صاحب نظر کیمیا اثر کی نگاہ کرم سے مالا مال ہوتے۔ بیشتر آپ کے روئے انور کو دیکھتے ہی ''فیض یاب'' ہوجاتے اور قلب جاری ہوجاتا۔

ایک مرتبہ سندھ کے شاعر اعظم اور ولی کامل حضرت سید عبداللطیف شاہ بھٹائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت کی خدمت میں تشریف لائے۔ اور دونوں میں راز و نیاز کی باتیں ہوتی رہیں۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شاعرانہ کمالات کا اظہار کرتے تھے اور حضرت بھی جواباً شعر ہی میں انہیں اپنے مقام سے آگاہ فرماتے۔ آخر کار حضرت نے انہیں خلافت کی چار اوڑھائی۔ شاہ صاحب اس عنایت پر ہمیشہ فخر کرتے رہے۔

ایک مرتبہ ایک شیخ وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر معروض ہوا کہ مجھے فناء محویت حاصل ہوئی ہے کہ مجھے کسی چیز کا وجود نظر نہیں آتا اور بقا ایسی حاصل ہے کہ سوائے حق سبحانہ وتعالیٰ کے کسی چیز کی طرف توجہ التفات نہیں کرتی۔ مجھے ارشاد و تلقین کی اجازت دی جائے۔ حضرت نے فرمایا: ''کس درجہ پر پہنچ چکے ہو؟'' اُس نے عرض کیا ''حضرت کی عنایت سے جس شخص کے قلب پر توجہ کرتا ہوں، اس قلب سے ذکر جاری ہوجاتا ہے۔ خشک پیڑ پر نظر کرتا ہوں تو سرسبز ہوجاتا ہے۔ اگر پتھر پر نظر کرتا ہوں تو وہ موم ہوجاتا ہے'' حضرت نے فرمایا ''بس اسی بات پر تمہیں شیخیت کا دعویٰ ہے؟'' جاؤ اور خشک پیڑوں کو سرسبز کرو۔ یہ جدا چیز ہے اور مشائخیت دیگر چیز ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں ''اپنی نیابت عطا کرتے ہیں'' شیخ وہ ہے جو فناء میں غرق رہتا ہے،

اس کا کلام دوا ہے۔ نظر شفا ہے اور ایک نگاہ سے سو مردہ دلوں میں بیک وقت زندگی بھرتا ہے۔ بندوں کو اللہ سے قریب کرتا ہے۔ اگر اسے یہ مرتبہ حاصل نہیں تو وہ نفس کا شکار ہے اور خلقت کو گمراہ کرتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ حضرت خود جس مقام پر تھے، بس وہی مشائخیت کا مقام تھا۔

کرامات:

حضرت ممدوح فرماتے ہیں کہ قرب الٰہی حاصل کرنے کے باوجود جو طالب حق کشف و کرامات کا خواہش مند ہے۔ اس کی طلب ادھوری ہے۔ ہاں اگر وہ طالب "حق کامل" ہے تو نئے طالبانِ حق کے قلب میں اللہ تعالیٰ کے لقائے کے تصرف کے برابر کوئی بڑی کرامت نہیں۔ حضرت خود اس تصرف میں بہت ماہر تھے۔ جب عمر شریف چالیس سے متجاوز ہوئی تو بسبب کمال اتباع و محبت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت میں یہ خاصہ پیدا ہو گیا تھا کہ آں قدس سرہٗ چپ چاپ مجلس میں تشریف فرما ہوتے اور طالبین حق بھی سر جھکائے، دوزانو مؤدبانہ روبرو بیٹھے ہوتے اور مرید کو حضرت سے خود بخود فیض پہنچتا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت کے روبرو شہباز قلندر شیخ عثمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر چھڑ گیا کہ وہ مجذوب تھا۔ نماز میں تکبیر کہتے ہی اس کے ہر رونگٹے سے خون پھوٹ نکلتا تھا۔ حضرت بولے، کیا اس وقت کوئی ایسا مردِ خدا موجود نہ تھا جو اُسے اس حالت سے نکال لیتا؟ ذرا سے توقف کے بعد فرمایا، اگر اس وقت حضرت خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک بھی فرزند موجود ہوتا تو منصور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پھانسی پر جان نہ دینا پڑتی، کیونکہ وہ اسے "انا الحق" کی منزل سے نکال لے جاتا اور اسی ضمن میں ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ وہ منصور ہی تھے جنہوں نے ملاؤں کے فتویٰ پر خود کو قتل ہونے دیا مگر ہم اپنے مریدین کو ان لوگوں کے ہاتھوں ہلاک نہیں ہونے دیں گے۔

ایک مرتبہ ایک غیر مسلم اپنی برادری کے لوگوں سے چھپ کر حضرت کے پاس آیا اور ملتجی ہوا کہ مجھے اسم اعظم کی تلقین کیجئے۔ حضرت نے تنہائی میں اسے کلمہ توحید اور دیگر اذکار کی تلقین فرمائی۔ جب وہ جانے لگا تو مزید ہدایت کی کہ ظاہر میں خواہ کیسے بھی رہو مگر باطن میں جو امانت ہم نے تمہیں دی ہے، اسے حفاظت سے سنبھالے رکھنا۔ ایک حافظ صاحب جو حضرت کے احباب میں شمار ہوتے تھے، ان الفاظ پر بول اٹھے کہ حضرت یہ کس قسم کی مسلمانی ہے؟ حضرت نے انہیں

محبت بھری نگاہوں سے دیکھا اور بولے، میاں مسلمانی کی تمہیں کیا خبر؟

حضرت کو بحکم حق سبحانہٗ وتعالیٰ حضور نبی کریم ﷺ نے بے بسوں، ناداروں، غریبوں اور محتاجوں کی دستگیری کی غائبانہ خدمت بھی سونپی تھی۔

ایک مرتبہ چند مسافروں نے لواری شریف میں منزل کی، ان کے ساتھ ایک عورت بھی تھی، جب اس کی نظر حضرت کے روئے انور پر پڑی تو ساتھیوں سے بے ساختہ بول اٹھی کہ یہی وہ بزرگ ہیں جنھوں نے ایک دفعہ مجھے نادر شاہ کے ظالم سپاہیوں کے پنجے سے رہائی دلائی تھی۔ جب ظالم سپاہی مجھے کشاں کشاں لے جارہے تھے تو یہ گھوڑے پر سوار میرے قریب آئے اور ان سے چھین کر مجھے اپنے ساتھ بٹھالیا اور گھر پہنچا دیا۔ اس وقت یہ جوان نظر آتے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ یہی وہ محسن ہیں۔ اجنبی عورت کی حیرت انگیز داستان کی بھنک گاؤں کے بعض لوگوں کے کان میں بھی پڑ گئی۔ تصدیق کے لیے حضرت قبلہ سے معروض ہوئے تو فرمایا وہ عورت درست کہتی ہے۔ اُن دنوں ہم جوان تھے۔ ایک روز اچانک حضور سالتمآب ﷺ کے یہ الفاظ ہمارے کان میں پڑے کہ فلاں مقام پر ایک بیکس لڑکی کو نادر شاہ کے سپاہی بھگائے لے جا رہے ہیں، تم اس کی دادرسی کو فوراً جاؤ۔ کیونکہ اس کی چیخ وپکار کی درد بھری آواز ہم تک آ رہی ہے۔

بڑے بڑے کوڑھی اور جذامی حضرت کی ایک نگاہ کرم سے شفایاب ہوتے تھے چنانچہ حضرت کے ایک خادم عرض کرتے ہیں کہ ان کی موجودگی میں حضرت قبلہ کے روبرو ایک ایسے جذامی کو لایا گیا جس کے ہاتھوں کی انگلیاں بالکل سڑ گئی تھیں۔ حضرت کی نگاہِ کرم کا پڑنا تھا کہ وہ جذامی فی الفور اچھا ہو گیا۔

وصال:

حضرت کی عمر شریف جب باسٹھ سال کی ہوئی تو بخار اور کھانسی کا عارضہ لاحق ہوا۔ جوڑوں میں بھی درد رہنے لگا۔ ایک ساتھ دو دو بیماریاں اس پر کثرت ریاضت، صحت بگڑ گئی۔ ایک روز ایک مخلص کو فرمایا ''معلوم ہوتا ہے، آخری وقت آ پہنچا ہے، جس کسی نے ہماری صحبت سے فائدہ اٹھانا ہو اُٹھالے''

ایک مرتبہ یارانِ طریقت کے مجمع عام میں فرمایا ''یہ وقت پھر ہاتھ نہیں آئے گا، جو لینا

ہے، لے لو، حضرت جس حجرہ میں اقامت پذیر تھے اور جہاں زیادہ وقت گزارتے تھے، وہ شکستہ ہو گیا تھا، اس کی از سر نو تعمیر شروع کرادی، اور کاریگروں کو عجلت کی تاکید فرمانے لگے، ایک خادم کو کچھ خیال پیدا ہوا، حضرت اس کے تردد سے آگاہ ہو کر بولے ''بابا اس حجرہ کی تعمیر میں جو جلدی کی جارہی ہے اس میں بھی راز پوشیدہ ہے'' چنانچہ جب حجرہ شریف دوبارہ تیار ہوا تو خلوت نشیں ہو گئے۔ چند خاص دوستوں کے سوا کوئی اندر نہ جاتا تھا، حضرت نے ان ایام میں خصوصیت سے بہت عبادت کی اور ملنے والوں سے عبادت میں کثرت کرنے کو فرماتے، جمعہ کی رات حضور سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم پر بکثرت درود شریف بھیجتے، ماہ شعبان میں مرض نے شدت اختیار کی اور کمزوری نے گھیر لیا، پورے رمضان المبارک اور شوال المکرم میں صاحب فراموش رہے، جاڑے کا موسم تھا، سردی زوروں پر تھی، جس سے تکلیف اور بڑھ گئی، خادموں نے عرض کیا ''حضور کسی حکیم کو بلائیں؟'' ارشاد فرمایا نہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہے وہ ہمیں پسند، ہم اسباب سے ہرگز کام نہیں لیں گے۔

حضرت کے بشرہ مبارک سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ سے ملنے کے لیے بے چین ہیں اور وصل کا شوق کچھ ایسا دامن گیر ہے کہ ''وجود عنصری'' کے پیرہن کو بوجھ سمجھ رہے ہیں۔ آخر کار ایک روز خادم ''طبیب'' کے بلوانے پر مصر ہوئے، حضرت نے قریب میں پڑی ہوئی کتاب ''دیوان حافظ'' کی طرف اشارہ فرمایا اور بولے، اس سے فال لے کر دیکھو؟ جب کتاب شریف کھولی گئی تو یہ شعر نظر پڑا ؎

خوش خبردار اے نسیم شمال
کہ بما می رسد زمان وصال

حضرت نے متبسم ہو کر فرمایا لو حافظ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی یہی کہتے ہیں اور 4 ذیقعدۃ 1188 ہجری کے مبارک دن کو بعمر تریسٹھ برس خواجہ زمان ہمیشہ کے لیے مالک ارض و سماء کے پاس پہنچ گئے۔ ﴿اناللہ وانا الیہ راجعون﴾

اولاد و خلفاء :

حضرت کی نرینہ اولاد میں سے ایک صاحبزادے حضرت محبوب احمد خواجہ گل محمد

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے جو وصال کے وقت صرف گیارہ سال کے تھے مگر حضرت نے بوقت روانگی اس گل نو دمیدہ کو توجہ اور فیضان سے ''گل صدر شک'' بنا دیا تھا۔ حضرت کے بے شمار خلفاء تھے جن میں مخدوم حاجی قاضی احمد دمائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، شیخ الاسلام میاں عبدالرحیم گرہوڑی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حاجی ابو طالب کھمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، شیخ محمد صالح گھرائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، شیخ حاجی الیاس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شیخ شعیب کشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

ارشادات عالیہ

حضرت کا سینہ علم معرفت کا خزینہ تھا۔ فرماتے ہیں، مبتدی کو چاہیے کہ شرعی کاموں کے علاوہ دوسرے کاموں سے آزاد رہے اور اسم ذات کے ورد میں مشغول رہے، گویا دل یار کی طرف ہو اور ہاتھ کام کی طرف! (دل یار وَل، ہتھ کار وَل)

☆ طالب کے دل میں اسم ذات کی میخ اس مضبوطی سے لگی ہو کہ اگر وہ اسے نکالنا چاہے تو بھی نہ نکال سکے۔

☆ حق سبحانہ وتعالیٰ نے بھی ذکر قلبی کی ہدایت فرمائی ہے۔ جناب رسالت مآب بھی غار حرا میں ذکر قلبی فرماتے تھے اس ذکر کا علم سوائے حق سبحانہ وتعالیٰ اور ذاکر کے سوا کسی دوسرے کو نہیں ہوتا، حتیٰ کہ قیامت کے دن اس ذکر پاک کے طفیل جب وہ ذاکر کو اپنی رحمت سے نوازے گا تو کراماً کاتبین استعجاب وحیرت میں پڑ جائیں گے کیونکہ اس ذکر کا عمل ان کے اعمال ناموں میں نہیں ہوگا۔ تب حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے انہیں جواب دیا جائے گا کہ ان کے اعمال نامے میرے پاس ہیں۔

☆ قلبی ذکر کرنے والے کے دل میں جب اللہ تعالیٰ وارد ہوتے ہیں تو وسوسے از خود باہر نکل جاتے ہیں۔ جس طرح کوئی بادشاہ کسی مکان میں اترتا ہے تو عام لوگ وہاں داخل نہیں ہوتے

☆ نفس اور دنیا سے مراد خدا تعالیٰ سے غافل ہونا ہے ''چیست دنیا از خدا غافل بدوں''

سالک کی نظر میں خدا سے ایک لحہ بھی پہلو تہی کرنا کفر ہے۔

☆ جس طرح دو بڑے خربوزے ایک ہاتھ میں نہیں سما سکتے۔ اسی طرح ایک آدمی کے لیے دنیا و آخرت دونوں پر قابو پانا محال ہے۔

☆ مومن وہ ہے جو اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرے۔

☆ شب معراج کو حق تعالیٰ اور حضور ﷺ کے درمیان انسانیت کے بجز کوئی پردہ نہ تھا۔

☆ دین لڑائی فساد سے نہیں بلکہ نیک بندوں کی وجہ سے قائم ہے۔

☆ ہمارے طریقہ عالیہ میں عبادت کے لیے دو وقت فجر سے طلوع آفتاب اور عصر سے مغرب تک بہت اعلیٰ اور افضل ہیں۔ انہیں کسی بھی حالت میں ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

☆ ہمارا طریقہ سالک کو بہت جلد حق سے ملاتا ہے۔ مگر اس میں عجز و نیاز، ادب اور ارادت کی سخت ضرورت ہے۔

☆ دنیا میں خدا سے غافل لوگ اکثر ''بھوک'' سے جان دیتے ہیں مگر خدا کے طالب کبھی ''بھوک'' سے نہیں مرتے۔

☆ سیر اور سلوک کی منزل کے متلاشی ہو تو مٹی کی خاصیت پیدا کرو۔

مرشدِ کامل کی تعریف میں حضرت کا ارشاد ہے کہ مرشد حق سبحانہ وتعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے مگر کروڑوں میں سے ایک کو یہ مرتبہ نصیب ہوتا ہے۔ اور یہ قرب رب العالمین کا بجز اتباع سید الاولین والآخرین حضور نبی کریم ﷺ حاصل نہیں ہوتا۔

خلاف ِ پیغمبر کسے را گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

ایک شعر میں حضور ﷺ کی کیا شان بیان فرماتے ہیں ۔

عجب جھڑی آہ حقیقت حبیب جی
نہیں جیو سو دھنٹی نھیں مخلوقا
شفق جی ساجان جامع لیل ونہار کھی

کہ خدا کے پیارے حبیب ﷺ کی حقیقت اس قدر عجیب ہے کہ جس کو نہ تو خدا کہا جا سکتا ہے اور نہ مخلوق۔ جس طرح شفق کو نہ رات کہا جائے گا نہ دن، لیکن رات اور دن کے ملنے سے جو امتیاز پیدا ہوتا ہے اُسے شفق کہتے ہیں۔ جو رات اور دن کی جامع ہے۔ اور جسے جمع ''الیل والنہار'' کہتے ہیں۔

☆ اسم ذات کے قلبی ورد میں پاکی اور ناپاکی کی کوئی قید نہیں کیونکہ انسان کا قلب پاک ہے اور یہ ذکر آسانی سے اٹھتے بیٹھتے کیا جا سکتا ہے۔

☆ حق سبحانہ وتعالیٰ بھی انسان کو ذکر قلبی کا ارشاد فرماتے ہیں ''یاد کرو اپنے رب کو جی ہی جی میں ﴿قلب میں﴾ عاجزی اور خوف سے بغیر آواز بلند کیے، دن اور رات میں'' فرمایا یہ ورد اعظم ہے۔

☆ مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مثنوی شریف میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تم دل و جان سے محبوب حقیقی کے طالب ہو تو بغیر لب و زبان ہلائے، اللہ پاک کا ذکر دل میں کرو، تا کہ اس فانی دنیا کی حیات چند روزہ میں اس قید و بند سے چھوٹ کر عالم ارواح سے وابستہ ہو جاؤ۔ اس طرح تمہاری یہ مختصری زندگی جاوداں ہو جائے گی۔

☆ اللہ تعالیٰ اس کو دوست رکھتا ہے جو ''خدا'' کا طالب ہے اور جو اولیائے کرام سے دوستی رکھتا ہے، اُس سے دنیا جاتی ہے اور جو ان سے دشمنی رکھتا ہے اُس سے عقبیٰ جاتی ہے۔

☆ طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں بڑی برکت اور فضیلت ہے کیونکہ اس کا ظاہر و باطن متابعت حضور پرنور جناب محمد مصطفیٰ ﷺ پر ہے اور امام آخر الزمان ﴿امام مہدی علیہ السلام﴾ بھی اس طریقہ پر چلیں گے اور اسے فروغ دیں گے۔

☆ ہم بموجب فرمان الٰہی طالب کے دل میں معرفت کا بیج بوتے ہیں۔ جب وہ سرسبز ہوتا ہے تو اُسے طالب کے حوالے کرتے ہیں۔ اُسے چاہیے کہ اس ''نخل معرفت'' کی نگہبانی کرتا رہے اور ایک لمحہ بھی غفلت نہ برتے اور اسے حق سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت اور حضور ﷺ کی شریعت اور متابعت سے سینچتا رہے تا کہ یہ نخل بارآور ہو اور طالب کو اس سے فائدہ پہنچے۔

32

حضرت خواجہ قاضی احمد دمائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت : 16 ذیقعدۃ 1120ھ ہجری بمقام : احمد ضلع دادو سندھ
وصال : 1223ھ ہجری مزار اقدس : قاضی احمد، سندھ



حضرت مخدوم قاضی احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ضلع دادو، سندھ میں احمد مقام پر پیدا ہوئے۔ حضرت مخدوم کے والد بزرگوار خواجہ محمد صدیق بھی خدادوست، متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے، بچپن ہی سے حضرت کا میلان فقر کی طرف تھا۔ ابتدائی تعلیم والد بزرگوار سے حاصل کی اور تکمیل علوم موضع لکی تحصیل سوہن کی مشہور درس گاہ میں ایک فاضل اجل استاد کے ہاتھوں فرمائی، جہاں کچھ مدت حضرت نے بھی معلمی کی مسند کو زینت بخشی، حکومت وقت کی نگاہوں میں حضرت کے خاندان کی بہت وقعت تھی، جب فارغ التحصیل ہوئے تو انہیں ''قضاۃ'' کا عہدہ سپرد ہوا، حضرت لکی سے دَم میں آ کر بس گئے ملک بھر میں حضرت کے فتاویٰ چلتے تھے اور عوام وخواص میں ''قاضی احمد'' کے نام سے مشہور تھے،

بیعت:

حضرت کے آباؤ اجداد سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے، ابتداء میں حضرت کا سلسلہ طریقت بھی یہی تھا، ایک مرتبہ دَم کے قیام کے دوران میں حج بیت اللہ شریف پر روانہ ہوئے، دم سے آٹھ سات میل ہی چلے ہوں گے کہ اس قطعہ ارضی پر انوار الٰہی برستے دیکھے، ساتھیوں سے فرمایا، حج سے واپسی کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ اس جگہ پر ہی قیام کریں گے، جب لواری شریف کی

حدود میں داخل ہوئے تو سلطان الاولیاء حضرت خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کا شہرہ بہت پہلے سے سن رکھا تھا، سے ملاقات کے لیے بے چین ہو گئے۔ ہمراہیوں سے ذکر کیا انہیں بھلا کب انکار تھا، یہ حضرت سلطان الاولیاء کی خدمت میں حاضر ہوئے، نگاہوں کا چار ہونا تھا کہ حضرت گھائل ہو گئے۔ ادھر حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فیضان کا سمندر موجزن تھا۔ حضرت مخدوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بے اختیار دست طلب بڑھا دیئے، شوق خدمت گاری سے مغلوب ہو کر عرض گزار ہوئے کہ ''حضور کے طریقہ عالیہ میں داخل ہونے کا از حد شوق ہے، اس وقت البتہ حج مبارک کے ارادہ سے نکلا ہوں، واپسی پر انشاء اللہ العزیز خدمت اقدس میں حاضر ہو کر یہ سعادت حاصل کروں گا''

حضرت سلطان الاولیاء نے فرمایا ''بہت نیک ارادہ ہے، شوق سے جاؤ، مگر اس کے اہل بن کر؟'' حضرت مخدوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سوچ میں پڑ گئے، سلطان الاولیاء نے فرمایا ''جانے والے میں کم از کم اتنی صلاحیت تو ہو کہ وہاں جا کر حقیقت کعبہ کا آنکھوں سے مشاہدہ کر سکے؟ اور جب دیار رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضر ہو تو وہاں اس کی کوئی جان پہچان ہو اور حاضری کا شرف حاصل کر سکے'' ان کلمات مبارکہ کا سننا تھا کہ حضرتِ مخدوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارادہ سفر ملتوی کر دیا اور غلامی کا پٹہ قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے؟ ارشاد ہوا تم کو تین مہینے رکنا ہو گا بولے بسرو چشم منظور ہے۔

حضرت مخدوم فرماتے ہیں کہ حضرت قبلہ کو بے حد مہربان پایا، احقر کو تین روز متواتر توجہات خصوصی اور عنایات شاہانہ سے بے حساب نوازا کہ میرے قلب سے علم و عرفان کی ندی بہہ نکلی اور اس قدر انوار پھوٹ پڑے کہ سالہا سال کی ریاضت و عبادت سے بھی ہرگز یہ انعام و اکرام مجھے میسر نہ ہوتے۔ حضرت قبلہ نے تین ماہ کا کام تین ہی روز میں انجام فرما دیا اور مجھے اناڑی سے کامل بنا دیا۔ نیز ارشاد فرمایا، اب تم جا سکتے ہو؟

عرض کیا ''اگر سفر میں کوئی عارف ملے تو اس سے استفادہ کروں؟''

فرمایا، اس ملک میں تو کوئی ایسا شخص ہمیں نظر نہیں آتا، ہاں یمن میں ایک صاحب ہیں وہ خود تم سے ملیں گے، حضرت مخدوم سفر پر روانہ ہو گئے۔ فریضۂ حج بیت اللہ شریف کی ادائیگی کے

بعد دربار رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضور صاحبِ لولاک سید البشر جناب رسالتمآب ﷺ روضہ منورہ سے باہر تشریف لائے ہیں اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئے ہیں۔ حضرت مخدوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد حضور پرنور کی یہ عنایت ہمیشہ اس ناچیز کے شامل حال رہی اور فخر حضوری جناب سرکار دو عالم ﷺ اس عاصی کو ہمیشہ میسر رہا۔

فرماتے ہیں میں جب اس مبارک سفر سے واپس ہوا تو یمن میں حضرت قبلہ کے ارشاد کے مطابق ایک صاحب شیخ محمد علی دستار کی بہت شہرت سنی جو وہاں "شیخ المشائخ" کے لقب سے مشہور تھے، ہر شخص ان کے اوصاف حمیدہ کا معترف تھا، ایک روز ساتھیوں کے ہمراہ جامع مسجد میں نماز جمعہ کے لیے بیٹھا تھا، وہاں لوگوں کے ٹھٹھ لگے تھے اور باہم سرگوشیاں کرتے تھے کہ حضرت شیخ المشائخ جو حجرہ سے بہت ہی کم نکلتے ہیں ابھی ابھی مسجد میں تشریف لا رہے ہیں، چنانچہ تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ صورت ہجوم کو چیرتے ہوئے میری طرف آ رہے تھے، تعظیماً اٹھا مگر انہوں نے ہاتھ سے بیٹھنے کا اشارہ فرمایا اور قریب آ کر اس محبت سے بغل گیر ہوئے کہ حاضرین تعجب میں رہ گئے، کیونکہ ہم لوگ وہاں بالکل اجنبی تھے، بعد ملاقات مجھ سے بولے "آپ کا قیام کہاں ہے؟ تا کہ صحبت کا شرف حاصل کروں؟" میں نے جائے رہائش کا پتہ بتلایا، اگلے روز وہ صاحب پالکی میں سوار ہو کر تشریف لائے اور ان سے سلسلہ میں داخل ہونے کی خواہش ظاہر کی، حضرت مخدوم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کی درخواست بخوشی قبول فرمائی۔ اور جب انہوں نے جانے کے لیے اجازت چاہی تو یہ اخلاقاً چند قدم ہمراہی میں جانا چاہتے تھے اور شیخ المشائخ روکتے تھے، آخر وہ خوشی خوشی روانہ ہو گئے۔

مسئلہ اعانت:

حضرت سفرج کا ایک اور واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے روانگی سے پہلے حضرت قبلہ سے دریافت کیا تھا کہ مرشد کیا مصیبت میں بھی کام آتے ہیں؟ جواب میں حضرت قبلہ نے حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ شعر پڑھا

داں غوغا کہ کس کس رانہ پرسد
من از پیر مغاں منت پذیرم

چنانچہ جہاز پر سوار تھا کہ اچانک ایک روز مسافروں میں چیخ و پکار ہونے لگی، گو مراقبہ میں مشغول تھا مگر شور و غوغا کی پیہم آواز سے کانوں کے پردے پھٹے جاتے تھے، ایسے میں چین اور سکون کسے تھا، اٹھ کر باہر تختہ پر آیا اور صورت حال دریافت کی، معلوم ہوا، آگ لگ گئی ہے۔ گھڑی بھر میں جہاز جل کر خاکستر ہو جائے گا، شعلے اٹھ رہے تھے سب کی زندگی خطرہ میں تھی، میں نے گھبرا کر کہا ''سمندر کے پانی سے سب مل کر آگ بجھا کیوں نہیں دیتے؟'' ایک نے کہا، یہ تو اور جلتی پر تیل کا کام دے گا۔ میں مایوس ہو کر دب کر بیٹھ گیا۔ توجہ حضرت پیر و مرشد سلطان الاولیاء کی طرف لگی ہوئی تھی، چند لمحے ہی گزرے تھے کہ بھڑکتے ہوئے شعلے سرد پڑ گئے۔ سب کی جان میں جان آئی۔ اور جہاز سلامتی سے کنارے پر پہنچ گیا۔

ایک روز ساتھیوں سے علیحدہ ہو کر پہاڑی کے دامن میں نمازِ عصر ادا کر رہا تھا کہ ناگاہ چند بدو ہاتھ میں نیزے لیے اور قطار باندھے پہاڑی سے اتر کر سیدھے میری طرف کو چلے آ رہے تھے، روپیہ پیسہ تو میرے پاس نہیں تھا، مگر جان کسے پیاری نہیں ہوتی، جی ہی جی میں تھرتھرانے لگا۔ اعانت کے لیے فوراً حضرت قبلہ سے رجوع کیا، بدو بالکل قریب پہنچ گئے تھے ایک بدو جو آگے آگے آ رہا تھا، اُن کا سردار معلوم ہوتا تھا، میں نے کانپتی ہوئی آواز میں اُسے ''السلام علیکم'' کہا اس نے سلام کا جواب دیا اور ساتھیوں سمیت برابر سے چپ چاپ نکل گیا، جہاں سے وہ لوگ واپس چلے گئے۔ میں نے اطمینان کا سانس لیا، حضرت قبلہ نے انتہائی شفقت سے ہر دو مصیبتوں میں میری مدد فرمائی۔ ...ر اعانت کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔

حضرت نے سفر حج سے مراجعت فرمائی تو حضرت سلطان الاولیاء کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کئی برس اس آستانہ عالیہ پر گزار دیئے۔ حضرت سلطان الاولیاء حضرت مخدوم پر بہت مہربان تھے۔ ایک روز متبسم ہو کر فرمایا ''قاضی صاحب، ہم سے آج جو مانگنا ہو مانگ لو، ہمیں امید ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ ضرور قبول فرمائیں گے۔ حضرت پیر و مرشد کو جو یوں مائل بہ کرم دیکھا تو انہوں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے یہ مانگ رہے تھے اور حضرت قبلہ ''آمین'' فرما رہے تھے اور

حق سبحانہ وتعالیٰ دراجابت فرمارہے تھے۔

مسندِ ہدایت:

حج مبارک پر جاتے ہوئے حضرت نے مقام دَم کے جوار میں جو قطعۂ زمین رہائش کے لیے پسند فرمایا تھا، کچھ عرصہ کے بعد وہاں حضرت نے ایک قصبہ کی بنیاد رکھی اور وہیں آباد ہو گئے اور لوگوں کو بھی وہاں آباد ہونے کی دعوت دی اور انہیں خوشخبری دی کہ اس بستی میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے کبھی وبائی مرض ہیضہ نہیں پھیلے گا اور اگر کسی وجہ سے کوئی آدمی شکار بھی ہوا تو وہیں تک محدود رہے گا۔ لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں گے، نیز فرمایا کہ اس قصبہ میں آگ سے کوئی مالی یا جانی نقصان نہیں ہوگا۔ کہتے ہیں حضرت کے اس ارشاد کی تاثیر آج تک اس عالی مقام میں ﴿جو بعد رحلت حضرت قاضی احمد کے نام سے مشہور ہوا اور اب تک اسی مبارک نام سے ملقب ہے﴾ موجود ہے اور لوگ بفضلہٖ تعالیٰ ہیضہ اور آگ کے شر سے محفوظ رہتے ہیں۔ حضرت سلطان الاولیاء کی رحلت کے بعد سندھ میں حضرت کی ولایت کی دھوم تھی، کہتے ہیں ایک عالم سو جو حضرت کا بہت مخالف تھا ایک مرتبہ مناظرہ کے لیے حاضر ہوا، حضرت دوسری منزل پر تشریف رکھتے تھے، جب ملاقاتی کی آمد کی اطلاع ہوئی تو دریچہ سے جھانک کر انہیں دیکھا اور فرمایا "یہ تو وہی ہیں جو مجھ سے مناظرہ کرنا چاہتے ہیں" حضرت کا یہ فرمانا تھا کہ عالم چوکڑیاں بھول گیا اور توجہ پاک کی برکت سے بے خود ہو کر زمین پر لوٹنے لگا اور اسی بے قراری کے عالم میں حق کا نعرہ لگاتے ہوئے جنگل کی طرف نکل گیا۔

حضرت کے ہاتھ پر لوگ بڑی تعداد میں بیعت ہوئے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے فیضان سے مالا مال ہوئے۔ حضرت نے دین کی اشاعت کے لیے متعدد مقامات پر خانقاہیں بھی قائم کیں، جہاں طالبان ہدایت تعلیم حاصل کرتے اور اللہ کے دین کو پھیلاتے۔

خلفاء:

حضرت کا ارشاد ہے کہ میرے جانشین صاحب کمال ہوں گے، براہ راست جو بزرگ حضرت سے فیض یاب ہوئے، ان میں شہبازِ توحید حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، سید میاں نور شاہ کنڈائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، میاں عبدالولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور میاں عبدالکریم پنگارہ شریف ان صاحب کمال بزرگوں کے طفیل پنجاب اور سندھ کا چپہ چپہ فیضان سرمدی سے سرشار اور نور محمدی کی روشنی سے مالا مال ہو گیا کہ آج تک حضرت کی جاری کردہ ''انہار اربع'' سے بے شمار فیض اور نور کے چشمے جاری وساری ہیں۔

وصال:

حضرت کی عمر شریف 100 سال سے کچھ اوپر تھی اور پیش رو میں غالباً سب سے زیادہ عمر پائی۔ اس طویل عمر میں بڑی خلقت نے ہدایت بھی پائی کیونکہ اولیائے کرام کی زندگی بالکل حق سبحانہ وتعالیٰ کی منشاء کے مطابق ہوتی اور گزرتی ہے۔ جب یہ اپنا کام کر چکتے ہیں تو واپس بلا لیے جاتے ہیں۔

حضرت 16 ذیقعدہ 1223ھ ہجری کو واصل بحق ہوئے، حضرت کی تاریخ رحلت پر چند قطعات کہے گئے تھے۔ جن میں سے ایک دو پیشِ خدمت ہیں۔

جنید وقت خود مخدوم مرحوم
بجنت رفت رب اغفرہ و ارحم
چو در علم طریقت پیشوا بد
شد تاریخ وصلش پیر اعظم 1223ھ

نیز ان دو مصرعوں سے بھی تاریخ رحلت نکلتی ہے۔

شاہ شمس جہان بود سایہ فردوس

اور ﴿ لقد جاءت رسل ربنا بالحق ﴾

حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المعروف بھورے والے

ولادت : 10 ذیقعدہ 1180 ہجری بمقام : رتڑ چھتڑ (مکان شریف)

وصال : 17 صفر المظفر 1244 ہجری مزار اقدس : رتڑ چھتڑ (مکان شریف) ضلع گورداسپور، پنجاب (انڈیا)



حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ 10 ذیقعدہ 1180 ہجری کو رتڑ چھتڑ ضلع گورداسپور (پنجاب) میں پیدا ہوئے، حضرت والد بزرگوار کا نام سید شاہ کریم تھا، حضرت کے جد امجد سید شاہ محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متقی بزرگ تھے، جس روز رات کو انہوں نے دنیا سے انتقال فرمایا، اسی رات حضرت شاہ حسین دنیا میں تشریف لائے۔ حضرت کے مورث اعلیٰ حضرت شاہ دانیال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کی پیدائش سے ساڑھے تین سو سال قبل بحکم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرب شریف سے تشریف لائے اور رتڑ چھتڑ کو آباد کیا، کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں روانگی سے قبل از راہ عنایت دو دانہ انگور عنایت فرمائے تھے اور ارشاد کیا کہ کچھ عرصہ کے بعد یہ بیج پھلیں پھولیں گے، چنانچہ حضرت شاہ حسین وہ پہلے نونہال تھے جن کی بشارت حضور صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے مورث اعلیٰ کو فرمائی تھی۔ حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نو سال کے تھے کہ حضرت کے والد بزرگوار جو بسلسلہ فوجی ملازمت بھڑی شاہ رحمان میں مقیم تھے قضائے الٰہی سے رحلت فرما گئے، حضرت دھرم کوٹ کے دینی مدرسہ میں داخل ہوئے، ابتدائی تعلیم مولوی عبدالغفور صاحب سے حاصل کی، عمر شریف انیس سال کی ہوئی تو خانگی حالات سے مجبور ہو

کر تلاش روزگار کی فکر ہوئی۔ علوم دین کی تکمیل کا شوق بھی تھا حضرت پشاور تشریف لے گئے، جہاں تکمیل علوم بھی فرماتے اور معاش کے لیے گھوڑوں کی خرید و فروخت کا کام بھی کرتے۔ وہاں چار سال گزرے تھے کہ ایک روز جب حضرت بازار سے گذر رہے تھے کہ حفیظ نامی ایک رنگ ریز مثنوی شریف کے چند اشعار رقت بھری آواز اور انتہائی سوز و گداز سے پڑھتا تھا، حضرت جوں جوں سنتے، عالم محویت میں ڈوبے چلے جاتے تھے بے ساختہ فرمایا ''میاں حفیظ! واللہ کیا تاثیر پائی ہے زباں میں'' عشق کی دبی ہوئی چنگاری ہوا پاتے ہی بھڑک اٹھی، تعلیم اور کاروبار کو چھوڑ چھاڑ کر مرشد کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے تاکہ سوز و ساز سے صحیح معنوں میں شناسائی اور درِ محبوب تک رسائی ہو۔

رہرو عشق:

حضرت جہاں کسی اللہ والے کا ذکر سنتے، ادھر کو چل دیتے، کابل، غزنی، قلات وغیرہ سب علاقے چھان مارے، مگر مقصود ہاتھ نہ آیا۔ مایوس ہو گئے تھے کہ ندائے غیب نے ہمت باندھی کہ اے راہرو جادۂ عشق جذبۂ شوق کو ابھی اور فراوانی درکار ہے، ابھی دوری پر منزل یار ہے۔ یہ خم ٹھونک کر پھر آگے بڑھے، صحرا نوردی میں چھ سال بیت گئے، نہ کھانے کی رغبت نہ پہننے کی فکر، ایک ہی دھن سوار تھی، ایک روز سخت گرمی کا دن تھا، تھک ٹوٹ کر ایک پیڑ تلے گھڑی بھر کو ستانے کے لیے بیٹھ گئے، دھیان حضرت رب العالمین کی طرف تھا، کہ یا باری تعالیٰ مشکل آسان کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کی خستہ حالی پر کمال مہربانی کی اور ہاتف غیبی کو بھیج دیا۔ حضرت نے ظاہری آنکھوں سے دیکھا کہ ایک دبلا پتلا شخص کھڑا ہے اور سلام کہتا ہے، حضرت سے پرسان حال ہوا۔ یہ ہاتھ کا پھپھولا تھے ہی، غم گسار کو پا کر بہہ نکلے۔ انہوں نے پرزہ کاغذ پر کچھ لکھا، اُسے لپیٹا اور حضرت کو تھما دیا اور اشارہ کر کے بولے ''اس طرف چلے جایئے، دھیان رہے کہ راستے میں ایک رات سے زیادہ قیام نہ کرنا اور یہ خط تیسرے روز پڑھنا'' کہا اور غائب ہو گئے۔ انہوں نے وہ پرزہ کاغذ جان سے عزیز جان کر چھاتی سے لگا لیا اور ہاتف کے اشارے پر چل پڑے، تین شب و روز کی مسافت کے بعد ایک مسجد میں اترے اور کمال اشتیاق سے اس کاغذ کو کھولا، ہاتھوں کے

طوطے اڑ گئے ۔ کاغذ پر بجز چند القاب نیاز مندانہ کچھ تحریر نہ تھا، یہ جی ہی جی میں پیچ وتاب کھا رہے تھے کہ مسجد کے دوسرے کونے میں امام صاحب بیٹھے، ان کی بیتابی کو بھانپ رہے تھے، آخر قریب آئے اور بے چینی کا سبب دریافت کیا، یہ محبوب کی تلاش میں دیوانے ہو رہے تھے، سرد آہ بھر کر قصہ درد سنانے لگے، امام صاحب محبت سے بولے، گھبرایئے نہیں، مجھے آپ کے حالات کا علم ہے ، یہاں سے قریب ہی ایک گاؤں شالا نامی مشہور ہے، وہاں مسجد میں ایک حافظ نابینا رہتے ہیں یہ خط انہیں دے دیں، انشاء اللہ وہ آپ کی رہنمائی کریں گے۔

حضرت کی جان میں جان آئی اور اللہ کا نام لے کر حافظ صاحب کی طرف چلے، حافظ صاحب قبلہ، جن کے دل کی آنکھیں روشن تھیں، حجرہ میں تشریف رکھتے تھے، یہ داخل ہوئے تو دروازہ بند کرلیا، خط کو ہاتھ میں لے کر بولے ''حضرت راقم الحروف نے پاس ادب سے مکتوب الیہ کا پتہ تحریر نہیں کیا، یہ خط جس بزرگ ہستی کو لکھا گیا ہے، ان کا اسم گرامی حضرت حاجی قاضی احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے اور وہ گوٹھ قاضی احمد نزد دم شریف، سندھ میں رہتے ہیں، یہاں سے آٹھ یوم کی مسافت ہے اور انہیں دعا دے کر رخصت کیا۔

اللہ، اللہ، جس راہرو جادۂ عشق نے بغیر شناسائی منزل چھ سال صرف تلاش اور امید پر صرف کردیئے ہوں، آٹھ روز کا سفر اس کے لیے کیا مشکل تھا، منزل سے آگاہی پا کر خوشی خوشی روانہ ہوئے ، ہر قدم پر دل کو دھوکہ ہوتا کہ وہ رہی منزل سامنے ..... لیلائے شوق کو بہلاتے پھسلاتے آخر انہوں نے منزل کو پالیا۔

منزل:

حضرت قبلہ جب حضرت قاضی احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مبارک دیس میں وارد ہوئے تو رات کا وقت تھا، اندھیری رات اور بارش ہو رہی تھی، راستے پانی اور کیچڑ سے اٹے ہوئے تھے، مگر یہ تھے کہ شوق دید میں بے تاب، مردانہ وار آگے بڑھے جا رہے تھے، جب دیار محبوب کے پاس پہنچے تو گلی میں تین آدمیوں سے مڈبھیڑ ہوگئی ایک کے ہاتھ میں مشعل تھی، حضرت نے سلام میں پہل فرمائی، جواب ملا کہ حضرت قبلہ کے حکم سے ہم لوگ آپ ہی کی راہ دیکھ رہے ہیں، چلیے

اندر تشریف لے چلیے۔ یہ عزت افزائی .... مارے خوشی کے سب مصیبتیں اور تھکان بھول گئے۔ حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، بڑے تپاک سے ملے، ارشاد فرمایا کہ اب آرام کیجئے، صبح ملیں گے، خدام سے معلوم ہوا کہ حضرت قبلہ بھی نہ صرف ان کی آمد کے منتظر تھے بلکہ فرماتے تھے کہ پنجاب سے ایک صاحب بلند استعداد طالب حق آنے والا ہے، بارگاہ رب العزت میں اس کی بڑی قدرومنزلت ہے، یہ اس قدر افزائی پر سجدۂ شکر بجالائے۔

بیعت:

صبح جب یہ حضرت قبلہ کے روبرو ہوئے تو انہیں کمال محبت سے سلسلہ عالیہ میں داخل فرمایا اور خوشخبری دی کہ ''جب ہم مدینہ منورہ میں تھے تو ہمیں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ ہمارا ایک عزیز علاقہ پنجاب سے بڑی مصیبت جھیل کر تمہارے پاس آئے گا وہ سرمست مقبول بارگاہ اور محمود بادۂ وحدت ہوگا، نیز حکم فرمایا تھا کہ جب وہ بلند ہمت ہمارے پاس پہنچے تو وہ امانت جو تمہیں سونپی گئی ہے اس کے حوالے کردینا۔

حضرت ایک حجرہ میں بیٹھ کر ذکر قلبی میں مشغول ہوگئے، تھوڑے ہی دن مشق کی تھی کہ آتش عشق کے شعلے تیزی سے بھڑک اٹھے اور جذب کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ سوائے باری تعالیٰ کے کسی چیز کی خواہش نہ رہی، ایک روز حضرت قبلہ کی حاضری میں تھے کہ انہوں نے فرمایا ''بعض لوگ آ کر کہتے ہیں کہ ہم سید ہیں، ہمیں تعظیم کرنا پڑتی ہے مگر دل قبول نہیں کرتا کہ یہ سید ہوں گے''

ان کے دل میں خیال ہوا کہ شاید حضرت قبلہ کو شبہ ان کی وجہ سے پیدا ہوا ہے؟ جھٹ حضرت قبلہ نے فرمایا ''تمہارے سید ہونے میں کوئی شبہ نہیں؟'' حضرت قبلہ کا آنکھیں چار کر کے یہ فرمانا تھا کہ یہ بے ہوش ہو گئے، کوئی سدھ نہ رہی، دیوانہ وار کپڑے پھاڑ کر جنگل کی طرف نکل گئے، حالتِ جذب ومستی میں پھرتے، جب ذرا افاقہ ہوتا تو سوزِ فراق میں ڈوبے ہوئے عاشقانہ اشعار پڑھتے، طبیعت جولانیوں پر تھی، غزلیں خود بخود ذہن سے ڈھل کر نکلنے لگیں، سرمست تخلص فرماتے تھے، عجیب توحید آمیز کلام تھا۔

اور کبھی وحشت زدہ ہو کر سمندر کی طرف دوڑتے اور پلٹ آتے اور کبھی پیر مرشد کی زیارت کا شوق غالب آتا تو دیارِ محبوب کی طرف رخ کرتے، جوں ہی نگاہ درودیوار پر پڑتی، بسمل کی طرح زمین پر لوٹتے اور جنگل کو بھاگ جاتے جب جوش جنوں میں کمی ہوتی تو حاضر خدمت ہوتے، ان دنوں حضرت قبلہ انہیں دیکھ کر احباب سے فرمایا کرتے ''شہبازِ توحید بلند پرواز واپس آ رہا ہے'' حضرت قبلہ ممدوح کی مجلس میں حاضر ہوتے تو حاضرین پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی۔ گو یہ عالم جذب وسکر غیر اختیاری تھا، مگر حضرت کو اس میں بھی کمال لذت محسوس ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ فرماتے ہیں کہ مکڑی کا ٹڈی دل آیا اور میں نے چند مکڑی بھون کر کھالیں، اسی وقت شوق محبت اور ذوق مستی سب جاتے رہے، حالت غیر ہوگئی، رات بھر گریہ وزاری کرتے اور اُس جنون و مستی کے لوٹ آنے کی حق سبحانہ وتعالیٰ سے دعائیں مانگتے۔ ایک روز مسجد میں بیٹھ کر روتے تھے اور یہ شعر پڑھتے تھے ؎

زجام احمدی گر بازیک جرعہ بکام افت
ہمائے اوج لاہوتی ہماں ساعت بدام افتد

کہ حضرت قبلہ تشریف لائے اور مخاطب ہو کر فرمایا، ''کیوں روتے ہو؟'' عرض کیا ''حضور، جس کا تمام عمر کا اثاثہ لٹ گیا ہو، وہ روئے نہ تو اور کیا کرے؟'' ارشاد ہوا، وہ شخص مکڑی سے توبہ کیوں نہ کرے، جب قصور سے آگاہ ہوئے توفی الفور تائب ہوئے، حضرت قبلہ نے بھی از راہ ترحم ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا، فیض کا دروازہ کھل گیا اور رحمت کا دریا امنڈ آیا، اور یہ کیف و مستی سے پھر جھومنے لگے۔

حضرت جذب ومستی ہی کے دوران کا ایک واقعہ سناتے ہیں کہ ایک روز ایک کسان اپنے بیل کو مار رہا تھا۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت دکھ ہوا اور اسے منع کیا مگر وہ سنگ دل حیوان کو اور شدت سے مارنے لگا کہ خود بے ہوش ہو کر گر پڑا، لوگ اُسے اٹھا کر حضرت قبلہ کے پاس لائے اور شکایت کی کہ آپ کے درویش نے اس شخص کا کلیجہ نکال لیا ہے، حضرت قبلہ نے فرمایا ''حسین شاہ، کلیجہ نہیں نکالتے، بلکہ حالتِ ایثار میں ہیں'' اور اس شخص کو ایک نظر دیکھا وہ فوراً ہوش میں آ گیا اور جب میں حاضر ہوا تو از راہ شفقت میرے جسم پر ہاتھ پھیر رہے تھے کیونکہ کسان نے جس قدر بیل

کو مارا تھا وہ سب نشانات میرے جسم پر موجود تھے، ایک روز حضرت قبلہ نے فرمایا کہ شعر گوئی چھوڑ دو، کیونکہ یہ چیز ترقی کے راستے میں حائل ہے۔

خلافت:

ان کے جذب وسکر میں کمی واقع ہوئی تو حضرت قبلہ نے ان پر کمال مہربانی کی اور ارشاد فرمایا کہ اللہ پاک نے تمہیں اس مکان میں ہمارے پاس آنے کی توفیق دی، نہیں تو بہت سے منصور اس فناء کے دریا میں غرق ہوگئے ہیں۔ انہیں خلافت کی دستاویز مرحمت کی نیز وطن مالوف کو مراجعت کی تلقین فرمائی۔ حضرت ممدوح نے ''اجازت نامہ'' میں انہیں بڑی محبت سے خطاب کیا، اوران کی محنت شاقہ اور ریاضتوں کا ان امید افزا الفاظ میں اعتراف فرمایا کہ:

'' سید حسین شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حق سبحانہ وتعالیٰ کی مہربانی سے احدیت کی کشش کے حاصل کرنے کے بعد امکان کے دائرہ کو پورا طے کیا ہے اور سیر الی اللہ کو بھی پورے طور پر ختم کر کے فنا مطلق حاصل کی ہے اور مرید کے درجہ سے مراد کے درجہ پر پہنچ گئے اور اتنی استعداد رکھتے ہیں کہ اگر بندگان خدا میں سے کوئی طالب ان کی بیعت کر کے طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہوگا، بڑے سے بڑے فیض سے مستفید ہوگا۔''

حضرت جب وطن شریف میں آئے تو ان کی آمد کو نعمت سمجھ کر لوگ پروانہ وار سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہونے لگے اور اپنے گوہر مقصود کو پانے لگے۔

سفر حجاز:

وطن میں تشریف لانے کے بعد فرماتے ہیں کہ ایک روز جذب کے عالم میں بیت اللہ شریف کو چل دیا، مگر جب سمندر کے کنارے پر پہنچا تو یہ حالت جاتی رہی اور طبیعت میں بیزاری اور بے قراری پیدا ہوگئی، کسی پہلو چین نہ تھا، ناچار حضرت قبلہ کی خدمت میں واپس چلا آیا، دیکھ کر فرمایا'' بلا اجازت جارہے تھے، ضرور ہلاک ہوجاتے، ابھی اس لائق نہیں ہو، قدرے توقف کرو''

آخر کار حضرت قبلہ نے ایک روز انہیں خود ہی حج بیت اللہ پر جانے کی اجازت مرحمت

فرمائی، فرماتے ہیں بظاہر میرے پاس سفر کا سامان ندارد تھا، لیکن وفور مسرت سے جذبہ محبت الٰہی اور شوق زیارت کا گنج فراواں سنبھالے نہ سنبھلتا تھا، پیادہ پا چل دیا، پیر سوج گئے اور اُن سے خون بہنے لگا، کوئی دن ایسا نہ تھا جب کوئی مصیبت نہ ہوتی تھی، لیکن زیارت حرمین شریفین کے شوق کا غلبہ اس بہتات سے تھا کہ ہنسی خوشی سب مصائب برداشت کر رہا تھا۔ سبحان اللہ عشق ہو تو ایسا ہو۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

مختصر یہ کہ حضرت افتاں وخیزاں ایک روز مکہ معظمہ کی پاک سرزمین میں داخل ہو گئے۔ اور جب حرم پاک کی زیارت سے مشرف ہوئے تو حقیقت کعبہ آشکارا ہونے پر کچھ اور ہی کیفیت ہو گئی، بے خودی اور جذب وسکر کی کیف زا رلذتیں پھر لوٹ آئیں کہ بے اختیار شعر کہنے لگے، معاً خیال آیا کہ حضرت قبلہ نے شعر گوئی سے منع فرمایا ہے، سوچا، مبادا خفگی کا شکار نہ ہو جاؤں۔ جب طواف کر رہا تھا تو حضور صاحب لولاک ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی، حضرت قبلہ بھی حضور کی غلامی میں تھے، مجھے دیکھ کر فرمایا "حسین شاہ! گھبراؤ نہیں، خوشی سے طواف کرو، میرا ہاتھ تمہاری پشت پر ہے" فرماتے ہیں اس مژدہ جانفزا سے میری ڈھارس بندھ گئی، بے اختیار نعرہ مارا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا" اور جب ذرا ہوش آئی اور آنکھیں کھول کر عالی مقام کو دیکھا تو انوار تجلیات الٰہیہ نے ایسا پکڑا کہ بے قراری سے زمین پر لوٹنے لگے دیگر زائرین بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، ایک صاحب پٹیالہ کے رہنے والے مرزا سہمگیں بیگ جو خدام کعبۃ اللہ میں شمار ہوتے تھے، ان کی مجنونانہ اداؤں پر فریفتہ ہو گئے اور حضرت کی ہمراہی میں رہنے لگے۔

فریضہ حج سے فراغت پا کر حضرت مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے، ہر قدم پر صاحب لولاک ﷺ پر جان چھڑکتے اور حضور ﷺ کی مدح فرماتے جا رہے تھے، اور ایک طویل نعت شریف بھی مرتب فرمائی۔ ذیل میں چند اشعار تبرکاً پیش کیے جا رہے ہیں۔

ہستم سگِ جنابت یا سید المدینہ ﷺ
جانم فدائے خاکت یا سید المدینہ ﷺ
مسکین و مستمندم محزون و درد مندم
سوزندہ چوں سپندم یا سید المدینہ ﷺ

بے حد گنہگارم جائے اماں ندارم
شرمندہ شرمسارم یا سید المدینہ ﷺ
عرض حسینؔ مسکین بہ پذیر یا شہ دیں ﷺ
کن کرم حال ما ہیں یا سید المدینہ ﷺ

اور جب روضۂ اقدس، حضور سرکار دو عالم ﷺ کے بالمقابل پہنچے تو نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے، کہتے ہیں حضرت بار بار ہوش میں آتے اور بے ہوش ہوتے تھے، عاشق صادق تھے، ہوش بجا بھی کیونکر رہتے۔

مدینہ منورہ ہی کے قیام میں مرزا سہمگیں بیگ نے حضرت سے سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے کی درخواست کی، حضرت نے ایک خط تحریر کیا اور انہیں پیرو مرشد کے پاس بھیج دیا، کہتے ہیں اس مبارک قیام میں حضرت زیارت آنحضرت ﷺ سے جی بھر کر مشرف ہوئے اور عنایات و انعامات شاہانہ سے خوب مالا مال ہوئے اور پختہ ارادہ کر لیا کہ بقیہ عمر حضور ﷺ ہی کے قدموں میں بسر کریں گے، لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وطن واپس چلے جایئے، وہاں کے لوگ آپ سے ہدایت پائیں گے۔ یہ عرض پرداز ہوئے کہ ''میرے دل و جان کی راحت حضور ﷺ کے دربار گوہر بار میں رہنے سے ہے اور لمحہ بھر کو بھی جی نہیں چاہتا کہ حضور کے ذی جاہ قدموں سے جدا ہوں'' لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''تمہارے واپس جانے میں بھی کمال حکمت پوشیدہ ہے، علاوہ مخلوق کو فیض پہنچنے سے آپ کے دامن کی برکت سے ایک ایسا عزیز پیدا ہوگا کہ چمکتا ہوا سورج بھی اس سے روشنی حاصل کرے گا'' نیز ارشاد فرمایا کہ ''اگر تمہیں کسی خدارسیدہ سے ملاقات کا اشتیاق ہو تو جہلم کے کنارے گھڑی گھڑیابی کے علاقہ موضع سموال میں ایک بزرگ حافظ محمود نامی سکونت رکھتے ہیں، ان کے پاس چلے جانا''

دربار نبوی سے یہ پیغام ملا تو حضرت بادل نخواستہ آنکھوں میں آنسو بھر کر ''دیار محبوب'' سے چلے آئے۔ اور حضرت قبلہ پیرو مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہاں سے برکات حاصل کرتے ہوئے واپس وطن شریف میں پہنچ گئے۔

کچھ عرصہ کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان عالیشان کے مطابق حضرت حافظ محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے اور دیکھا کہ حافظ صاحب قبلہ بج بج منزل رسیدہ اور صاحب کمال بزرگ ہیں اور مقام تجلی صمدی پر فائز ہیں، جہاں عارف کھانے پینے کی فکر سے آزاد ہوتا ہے، حافظ صاحب قبلہ بھی کھانا پینا چھوڑ چکے تھے، حضرت ہر چند کھانے اور پینے کا اشارہ کرتے تھے مگر وہ ادھر التفات نہیں فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کی مدت صمدی بھی گزر گئی۔ حضرت نے حافظ صاحب سے کہا ہمیں حضور نبی کریم ﷺ کا اتباع لازم ہے، اگر آپ نے طعام کی طرف توجہ نہ کی تو میں ترک صحبت پر مجبور ہو جاؤں گا۔ یہ کہتے ہوئے حضرت نے ایک لقمہ اٹھا کر ان کے منہ میں ڈالا، جسے حافظ صاحب نے قبول کیا، حضرت ہر روز ایک لقمہ ان کے منہ میں ڈال دیتے، باطنی توجہ بھی فرماتے، آہستہ آہستہ انہیں کھانے کی خواہش ہونے لگی اور وہ کھانا کھانے لگے، اس طعام کی برکت سے انہیں مزید ترقی اور عروج حاصل ہوا۔

رشد و ہدایت:

حضرت کا زمانہ بہت پر آشوب تھا، انگریزوں اور سکھوں نے ملک میں لوٹ مچا رکھی تھی۔ سرہند شریف کی بے حرمتی ہو رہی تھی، مزارات ایسی پاکیزہ جگہ پر گھوڑے باندھے جاتے تھے، مسلمانوں کے گھروں کو برباد کرنے کے لیے وہاں ہل چلائے جاتے تھے یا انہیں غیر اسلامی شعائر قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ غیر مسلموں کی طرح مسلمان عورتیں بھی سر کے بال چوٹی پر باندھتی تھیں۔ حضرت تشریف لائے تو اس علاقہ سے نہ صرف کفر و شرک کی ان رسومات کو دور کیا، بلکہ جابجا ذکر و شغل، تسبیح و تہلیل کی بنیاد ڈال دی اور یہ فیض مکان شریف (رتڑ چھتڑ) سے دور دور تک پھیلا۔ ویران مسجدیں بھی نئے سرے سے آباد ہو گئیں۔ پنجاب میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ حضرت کی سعی جمیلہ سے جاری و ساری ہوا۔ کہتے ہیں شروع شروع میں حضرت کسی کو بیعت نہ فرماتے تھے اور گاہے بگاہے اب بھی جذب و سکر سے بے ہوش رہتے کہ ایک روز حضور نبی کریم ﷺ نے حکم فرمایا ''فلاں فلاں شخص کو داخل سلسلہ کرو'' چنانچہ جب ہوش میں آئے تو سب سے پہلے اُن حضرات کو بلا کر داخل طریقہ فرمایا، بعد ازاں یہ فیض عام ہو گیا۔ حضرت نے بعض

مخلصوں کے کہنے سننے پر عمر کے آخری حصہ میں نکاح کیا۔ عالم ضعیفی میں اللہ تعالیٰ نے انہیں یکے بعد دیگرے دو فرزند عطا فرمائے ۔ خلفاء میں سید بڈھن شاہ اور ابو البرکات سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مشہور ہیں۔

وصال:

حضرت بعمر 63 سال، 7 صفر 1244ء کو اس دنیا سے رخصت ہوئے ۔ مرزا سہگمین بیگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت کو غسل دیا اور رتڑ چھتڑ کی زمین جو بوجہ حصول برکات اور مناسبت مسکن مبارک حضرت پیرومرشد (حضرت قاضی احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) مکان شریف کے نام سے بھی پکاری جاتی ہے ، دفن ہوئے ، کہتے ہیں جس وقت انہیں قبر میں اتارا گیا تو مرزا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ،حضرت کے چہرہ مبارک سے کفن اٹھا کر جب آخری بار زیارت سے مشرف ہوئے تو گلوگیر آواز میں فرمایا کہ ''جس پایہ کے آپ بزرگ تھے ، افسوس کہ دنیا نے ان کی قدر نہ کی'' ابتداء میں حضرت کی قبر شریف بہت سادہ اور کچی تھی۔ کسی قدر گہرائی میں ہونے کی وجہ سے حضرت کا مدفن بھورنے کے نام سے بھی مشہور ہے۔ اسی سبب حضرت قبلہ کو بھی اکثر لوگ '' بھورے والے'' کہتے ہیں۔

حضرت کے وصال پر حضرت کے جانشین حضرت سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ذیل کا قطعہ موزوں فرمایا، جس سے تاریخ رحلت بھی نکلتی ہے۔

در ماہ صفر چو حضرت مخدومی　　بیخود سفر از یں دائرہ موہومی
تاریخ وفات آں کامل اکمل　　دل گفت بگو مرشد مخدومی

قطب الاقطاب، ابوالبرکات

حضرت سید امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

33

ولادت : 1212 ہجری بمقام : رتڑ چھتڑ (مکان شریف)
وصال : 14 شوال 1282 ہجری مزار اقدس : رتڑ چھتڑ (مکان شریف)
ضلع گورداسپور، پنجاب (انڈیا)



حضرت سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد بزرگوار سید حیدر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طبابت فرماتے تھے، حضرت ابھی چھوٹے تھے کہ ان کے سایۂ عاطفت سے محروم ہو گئے، دین کی ابتدائی تعلیم مولانا فقیر اللہ دین کوٹی سے حاصل کی اور آبائی پیشہ طبابت کی کتب حافظ محمد رضا اور مولانا نور محمد چشتی سے مطالعہ فرمائیں۔ بچپن ہی سے حضرت کی طبع مبارک میں عشق و گداز اور سوز و ساز بھرا ہوا تھا اور شاعری کی طرف مائل تھا، زمانہ تعلیم میں بھی فی البدیہ اشعار کہا کرتے تھے، اس عمر میں ایک مرتبہ شیخ الشیوخ عالم حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے، وہاں ایک منجم بیٹھے ہوئے تھے، فرماتے ہیں وہ میری طرف غور سے دیکھ کر بولے ''اس صاحبزادے کا رتبہ بہت بلند ہوگا، اور خاندان کے ایک سن رسیدہ بزرگ سے فیض حاصل کرے گا'' یہ اُن کی بات پر بہت متعجب ہوئے، خاندان کے تمام لوگ آنکھوں کے آگے گھوم گئے، آخر کار انہی ایام میں فخر خاندان حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات ہوگئی، حضرت کے بشرے پر فیوض رحمانی و تجلیات نورانی کی مچلتی ہوئی کرنوں کو دیکھ کر فرمانے لگے ''صاحبزادے، کون سی کتاب پڑھتے ہو؟'' یہ ابھی جواب نہ دینے پائے تھے کہ ارشاد فرمایا ''مثنوی شریف پڑھا کرو، اس کے

مطالعہ سے عمل میں اصلاح، اعتقاد میں سچائی، قلب میں روشنی اور روح میں قوت پیدا ہوتی ہے'' گویا اعلیٰ حضرت یہ سبق اُس بچے کو دے رہے تھے جس نے ایک دن سرتاج ولایت اور امام الاولیاء بننا تھا، اور جس کی آمد کی بشارت حضور سرور دو عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے ان کے جد اعلیٰ کو دی تھی اور جن کی تربیت کے لیے حضرت شاہ حسین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کو سید الاولین والآخرین حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی طرف سے خصوصی احکامات ملے تھے۔

اگلے روز اعلیٰ حضرت نے انہیں طلب کیا اور مثنوی کے چند اشعار کی تشریح فرمائی، حضرت کلیجہ مسوس کر رہ گئے، اس روز کے بعد انہیں بھی کچھ ایسا عشق سا ہو گیا کہ روزانہ کتاب لے کر اعلیٰ حضرت کے پاس جاتے اور باقاعدہ سبق لینے لگے۔ کہتے ہیں مثنوی کی تشریح اور فصاحت اعلیٰ حضرت پر ختم تھی، اس دل نشیں انداز میں بیان فرماتے کہ حاضرین بے خود ہو کر جھوم جھوم جاتے۔

بیعت:

ادھر تو اعلیٰ حضرت مثنوی شریف کا درس دیتے تھے، ادھر ان کے دل میں ان کی عظمت گھر کر رہی تھی۔ فرماتے ہیں کہ دوران تعلیم ایک دفعہ میں اعلیٰ حضرت کے ساتھ حافظ محمود صاحب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس جہلم گیا، دونوں ''اولیائے کامل'' کے ملاپ سے عجیب وغریب مشاہدات دیکھنے میں آئے۔ گرد ونواح کے لوگ قبلہ حافظ صاحب رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے، انہوں نے بھی تلقین ارشاد کے لیے درخواست گزار دی، حافظ صاحب قبلہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا کہ اللہ پاک تمہیں اپنے مرشد کی محبت عطا کریں۔ ان کا اشارہ اعلیٰ حضرت کی طرف تھا، کہتے ہیں اس روز سے میرے دل میں سچ مچ اعلیٰ حضرت کی محبت امنڈ آئی، جب واپس ہوئے تو میں نے بیعت کی التجا کی۔ انہوں نے از راہ عنایت درخواست قبول فرمائی اور مجھے سلسلہ میں داخل کیا اور ذکر کی تلقین فرمائی۔ تھوڑے ہی عرصہ کی ریاضت وعبادت اور اعلیٰ حضرت کی توجہ سے وہ مقام حاصل ہو گیا، جس کے لیے سالک سالہا سال مجاہدے کرتے ہیں، حضرت کی نظر پارس کی تاثیر رکھتی تھی۔ جدھر نظر اٹھی مس خام زر خالص بن جاتا، آبادی سے دور ''ڈھولی ڈھاب'' تالاب پر کئی کئی رات مراقبہ میں مشغول رہتے اور تنہائی میں اللہ، اللہ کرتے اور اوراد و وظائف کا جو معمول

حضرت کے پیرومرشد نے ان کے لیے مقرر فرمایا تھا، اس پر تمام عمر کاربند رہے، اعلیٰ حضرت کا بے حد احترام فرماتے اور خوشنودئ طبع مبارک کے لیے ان کی خدمت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے، کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت اور ان کی سواری کے گھوڑے کا بول و براز مٹی کے برتن میں بھر کر سر پر رکھتے اور ہر روز دریا میں بہا دیتے اور طبیعت میں کبھی کراہت محسوس نہ فرماتے، بلکہ جب لوگ طنزاً دریافت کرتے کہ سر پر کیا چیز لیے جاتے ہو؟ تو فرماتے ''اس میں عطر ہے'' ایک مرتبہ کسی نے بھرے ہوئے مٹکے کو اُن کے سر پر توڑ دیا، حضرت کا چہرہ مبارک اور کپڑے آلودہ ہو گئے۔ جب اعلیٰ حضرت کو اس واقعہ کا علم ہوا تو حضرت بے حد مہربان ہوئے۔ حضرت کو ان بے بہا خدمات کے صلہ میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے بے شمار نعمتوں سے نوازا اور حضرت کے چہرے پر ہر وقت ایک نور برستا رہتا تھا۔

حضرت نے ''احترامِ پیر'' کے مبارک جذبہ کو مرشد کے وصال کے بعد بھی ملحوظ رکھا۔ ان کا ایک مشہور خانگی واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت صاحبزادہ صادق علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی بات پر خفا ہو گئے، مخلصوں نے ہر چند حضرت کی ناراضی کو دور کرنے کی کوشش کی، مگر کامیابی نہ ہوئی، آخر حضرت صاحبزادہ، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پاک پر حاضر ہو کر ملتجی ہوئے کہ اگر کسی کا باپ اپنے بیٹے سے ناخوش ہو تو دین دنیا میں اس کا ٹھکانا نہیں رہتا، میرے والد بزرگوار میرے باپ ہیں اور مرشد بھی، خدارا اس ناچیز کی امداد فرمایئے۔ حضرت قبلہ کو علم ہوا تو صاحبزادہ صاحب کو بلوا کر فرمایا ''تم نے اعلیٰ حضرت سے کیا کہا ہے؟'' وہ بولے ''آپ پر روشن ہی ہے'' حضرت قبلہ فوراً راضی ہو گئے اور فرمایا چونکہ تم بڑی درگاہ پر پہنچے ہو، اس لیے معاف کرتا ہوں''۔

کرامات:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت کو بسبب اتباع کامل جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دو نعمتیں خصوصیت سے عطا فرمائی تھیں، ایک نگاہ اکسیر بے مثال اور دوسرا نورانی چہرہ۔ کیونکہ حضرت کی نگاہ مبارک جس کور باطن پر پڑتی، اُس کی سیاہی دھل جاتی اور جو حضرت کا روئے منور دیکھتا، اس کا قلب زندہ ہو جاتا۔ چنانچہ ہزاروں غیر مسلم صرف حضرت کی زیارت سے مشرف باسلام ہوئے اور نام کے لاتعداد مسلمان، صحیح معنوں میں مسلمان بن گئے۔ ایک مرتبہ ایک عورت اپنی بیمار

لڑکی کو لے کر حضرت کی خدمت میں دعا کے لیے لے کر چلی، راستے میں مریضہ فوت ہوگئی، عورت کی یہی ایک اولاد تھی، روتی پیٹتی حضرت کی خدمت میں پہنچی، حضرت نے ایک نظر میت پر ڈالی اور اسی ساعت وہ بالکل ٹھیک ہوگئی اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔

ایک سکھ فالج کا پرانا مریض تھا، اٹھنے بیٹھنے سے لاچار ہونے کی وجہ سے گھر والے اُسے چارپائی پر ڈال کر حضرت قبلہ کے پاس لے آئے، مریض نے حضرت کے چہرۂ مبارک کو دیکھا اور اٹھ کر بیٹھ گیا اور ہمیشہ کے لیے ان کا غلام بن کر رہ گیا، کہتے ہیں اس کی تندرستی اور صحت کا یہ عالم تھا کہ سخت جاڑوں میں شیرہ کاسنی میں سکنجبین ملا کر استعمال کرتا تھا اور کہتا تھا کہ جب سے حضرت کی نظر کیمیا اثر غلام پر پڑی ہے، سرد چیزوں کے استعمال کے علاوہ کسی چیز سے چین نہیں پڑتا اور تن بدن میں ایک آگ سی لگی رہتی ہے۔ حضرت کے در دولت پر روحانی اور جسمانی بیماریوں کے مریض کثرت سے پڑے رہتے۔ آنجناب کی زیارت سے مشرف ہوتے اور صحت پاتے، اکثر جذامی اور کوڑھی حضرت کے وضو کا استعمال شدہ پانی لے کر بدن پر ملتے اور تندرست ہو جاتے اور روحانی امراض میں مبتلا حضرت کی توجہ سے فیض حاصل کرتے۔

ایک روز ایک شخص اپنے نابینا بیٹے کو لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت میرے اندھیرے گھر کا یہی ایک چراغ ہے، اسے روشن کر دیجئے، حضرت نے لعاب دہن اس کی آنکھوں میں ڈال دیا اور فرمایا کہ دو ایک بار یہی ''دوا'' استعمال کرو، اللہ نے چاہا تو فائدہ ہوگا، چنانچہ دو تین روز میں ہی وہ آنکھوں والا بن گیا۔

ارشاداتِ عالیہ

احترام مرشد:

☆ ''مرید کے دل میں شیخ کا ادب اس درجہ تک چاہیے کہ پیر کے روبرو اجازت کے بغیر بات نہ کرے، پیر کی طرف بے باکانہ نہ دیکھے، پیر کی محبت کو دنیا کی ہر چیز پر ترجیح

دے، طریقت ادب کا نام ہے، بے ادب دین و دنیا کی نعمتوں سے محروم رہتا ہے۔ شیخ کا کلام ہمہ تن گوش ہو کر سنے کیونکہ ان ارشادات کا سننا ہزاروں کتابوں کے مطالعہ سے بڑھ کر ہے اور پیر جس کام کا حکم دے اسے دل و جان سے بجا لائے"

مرید صادق کی تعریف:

☆ "مرید وہ ہے جس کی نفسانی خواہشات کو محبت اور شوق الٰہی کی آگ نے جلا کر رکھ دیا ہو۔ جب صبح سویرے اُٹھے تو حسرت اور افسوس کی وجہ سے اس کی آنکھوں میں آنسو بہتے ہوں۔ عاجزی اور انکساری اس کا شعار ہو۔ گذشتہ اعمال پر نادم ہو اور آئندہ کے لیے پناہ مانگتا ہو۔ مصیبت، تکلیف، اور سختی میں صبر کو ہاتھ سے نہ جانے دے اور انہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے جانے۔ اپنے قصور کا اقرار کرتا رہے اور بخشش کا طلب گار رہے۔ کوئی سانس ذکر الٰہی کے بغیر نہ لے اور یہی سمجھے کہ یہ اس کا آخری سانس ہے"

☆ توبہ اس طرح کرے کہ گناہ کا خیال ہی دل میں نہ آئے۔

☆ کل عبادات کا مقصود اللہ جل شانہ کا ذکر ہے۔ پس کسی حالت میں بھی اس سے غافل نہ رہے۔ ذکر کی بے شمار فضیلتیں ہیں جس کا دل غیر اللہ سے پاک ہوتا ہے، دنیا کی ہر چیز اس کے تابع ہوتی ہے۔

☆ بوجہ لحاظ و فضیلت حضور سید المرسلین، محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق سبحانہ و تعالیٰ کو پہلی نافرمان امتوں کی طرح امت محمدی کے چہروں اور جسموں کا مسخ کرنا منظور نہیں۔ البتہ معبود حقیقی سے ڈرنے اور توبہ نہ کرنے سے لوگوں کے دل مسخ ہو جاتے ہیں۔ لہذا وہ گناہوں میں آلودہ ہو جاتے ہیں"

☆ ہر حالت میں متوکل رہ کر کام کاج میں مشغول رہنا چاہیے۔ بے کار نہ بیٹھے اور رزاق حقیقی پروردگار عالم کو سمجھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہر ذی جان کو رزق پہنچاتا ہے، البتہ مقسوم زیادہ ملنا محال ہے۔ تنگی میں حق سبحانہ کی شکایت نہ کرے کیونکہ یہ نافرمانی ہے، اس میں دونوں جہان کا خسارہ ہے۔ زیادہ لالچ حرام ہے۔

مرأۃ المحققین:

ابوالبرکات حضرت سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشادات پر مبنی مایہ ناز تصنیف بزبان فارسی مرأۃ المحققین کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے، اولیائے کرام جس طرح گفتار میں بہت محتاط ہوتے ہیں اور بلاضرورت ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالتے، اسی طرح ان کے قلم صدر شک سے بھی کوئی ''حرف'' بغیر ضرورت نہیں ہوتا۔ حضرت ممدوح کی اس تصنیف کے ایک حصہ میں قطب الاقطاب شہباز توحید، حضرت سید حسین شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات مبارکہ درج ہیں اور دوسرے حصہ میں حضرت ممدوح کے کلمات مبارکہ پیش کیے گئے ہیں۔ ایک جگہ حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جذبات کی کیا ادیبانہ انداز میں عکاسی کی ہے، فرماتے ہیں:

''عشق وہ شعلہ ہے کہ جب روشن ہوتا ہے جو کچھ محبوب کے سوا ہو، اُسے جلا دیتا ہے اور لا کی تلوار غیر۔ کو قتل کے لیے نکالتا ہے، پس دیکھ کہ لا کے بعد کیا رہتا ہے؟ اللہ کے بجز کوئی چیز نہیں رہتی''

حضرت قبلہ اس عالم رنگ و بو کے طلسمی ماحول سے گلوخلاصی پانے کا کیا عمدہ نسخہ بیان فرماتے ہیں کہ؛

''حق سبحانہ وتعالیٰ جل شانہٗ اور بندہ کے درمیان اس موجودات کی صورتیں جو دل پر منقش ہیں بہت بڑا حجاب ہیں اور یہ نقوش لوح دل پر بری صحبتیں اختیار کرنے، سیر سپاٹے کرنے اور طرح طرح کے رنگوں اور صورتوں کے دیکھنے سے اور گہرے ہوتے ہیں اور دل میں گھر کر لیتے ہیں اور گلوخلاصی پانے کے لیے پوری محنت اور مشقت سے ان کی نفی کرنی چاہیے۔

ان نقوش میں مزید ترقی کی بڑی وجوہ اخلاق بگاڑنے والی کتابوں کا مطالعہ اور ادھر اُدھر کی بیکار باتیں اور راگ رنگ کی محفلوں میں شرکت کرنا ہے۔ یہ سب مشاغل حق سبحانہ وتعالیٰ سے دوری اور غفلت کا باعث ہیں، جو چیزیں ان نقوش کو تقویت دینے والی ہیں، ضرورت ہے کہ ان سے پرہیز کیا جائے اور صفائی قلب کے ساتھ ساتھ خداوند کریم کی طرف بھی رجوع ہو کیونکہ قانون قدرت یہی ہے کہ بغیر محبت اور مشقت اور ترک لذت اور تمام شہوتوں کے یہ مراد حاصل نہیں ہوتی۔''

آگے چل کر ارشاد فرماتے ہیں؛

اے عزیز! آرام تو آخرت میں ہے۔ چند روزہ اس سرائے فانی میں رنج اٹھا تاکہ تجھے ہمیشہ کا آرام ہو، پس تمام احوال میں بزرگان دین کی پیروی کر اور طریقہ اہل سنت و جماعت کو لازم پکڑ، فقہ اور حدیث کا علم حاصل کر، ہمیشہ نماز با جماعت ادا کر، شہرت سے اجتناب کر، کیونکہ شہرت حاصل کرنے میں آفت ہے، مرتبہ پر فخر نہ کر، بلکہ گمنام رہ۔

خلفاء اور رحلت:

حضرت بھی آخری ایام میں اکثر بیمار رہتے تھے۔ 14 شوال 1282ھ بروز جمعرات اس جہان فانی سے رخصت ہوگئے اور مکان شریف میں دفن ہوئے۔ حضرت کے وصال کے بعد صاحبزادہ سید صادق علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسند ہدایت پر رونق افروز ہوئے، حضرت بابا امیر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بھی خلعتِ خلافت حاصل تھی۔ ان کے علاوہ حضرت نے اور متعدد خلفاء کو بھی اجازت بیعت دے رکھی تھی۔

حضرت صاحبزادہ سید صادق علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

وصال: 1317ھ ولادت و وصال مکان شریف

حضرت قبلہ قطب الاقطاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نقش قدم پر چلتے تھے اور بے شمار مخلوق خدا کو راہ ہدایت دکھائی۔ 35 سال تک درگاہ مبارک کا انتظام نہایت خوش اسلوبی سے چلایا۔ اعلیٰ حضرت کے خلفاء اور معتقدین سے خاص محبت رکھتے تھے اور سب وابستگان سلسلہ ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ حضرت خواجہ بابا امیر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو آپ ہی نے کوٹلہ شریف میں کار خاص پر بھیجا۔ اگرچہ خلعتِ خلافت حضرت قطب الاقطاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے عطا ہوئی تھی۔

حضرت خواجہ بابا امیر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت : 1207ہجری بمقام : دھرم کوٹ متصل مکان شریف
ضلع گورداسپور (انڈیا)

وصال : 9۔ذیقعد 1331ہجری مزار اقدس : کوٹلہ پنجو بیگ ضلع شیخوپورہ



ابتدائی حالات:

حضرت بابا امیر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک معزز ککے زئی پٹھان خاندان میں بمقام دھرم کوٹ متصل مکان شریف ضلع گورداسپور (پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ معمولی تعلیم حاصل کی۔

حضرت کو اوائل عمر سے ہی مکان شریف سے از حد محبت تھی۔ حضرت قبلہ سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اگرچہ عمر میں حضرت خواجہ سے پانچ چھ برس چھوٹے تھے۔ تاہم بوجہ شرف و بزرگی حضرت ان کا بے حد احترام فرماتے۔ بیعت کا شرف بھی انہیں حضرت قبلہ ہی سے حاصل ہوا۔ وہ بھی ان سے بہت محبت فرماتے تھے اور ان پر بہت مہربان تھے، یہ ہر دم حضرت قبلہ کی چوکھٹ پر پڑے رہتے، ایک لمحہ کی جدائی بھی گوارا نہ فرماتے، دراز قد اور خوبرو جوان تھے۔ صحت اور تندرستی لائق رشک تھی، حضرت قبلہ نے فرمایا "ملازمت کرلو" انہیں کب عذر تھا، حضرت قبلہ کے حکم کے آگے سر جھکا دیا۔ حضرت قبلہ نے سفارش فرمائی تو انہیں تھانیداری مل گئی۔ لاہور سے جو سڑک ملتان کو جاتی ہے، وہاں جیل کے پاس ایک گاؤں ہلہ آباد ہے، وہاں پولس کی چوکی تھی اس چوکی پر حضرت کا بعہدہ انچارج تقرر ہو گیا، چوکی کے قریب ایک ٹیلہ تھا حضرت نے پنجگانہ نماز کی ادائیگی کے لیے وہاں پر ایک مسجد بنوائی، اور دعا فرمائی کہ "یا باری تعالیٰ یہ جگہ آباد ہو" تا کہ لوگ کثرت

سے مسجد میں آئیں اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی عبادت بجالائیں، چنانچہ حضرت کی دعا سے وہاں آبادی ہوگئی اور وہ جگہ ہلہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس جگہ نہر کا ہیڈ بھی ہے۔

عبادت وریاضت:

حضرت کی ملازمت کو تین برس ہوئے تھے کہ طبیعت بھر گئی، طبیعت کا میلان یادِالٰہی کی طرف تھا۔ دل ''اسم ذات'' کا گھر بن چکا تھا، غیر کی ملازمت پر نکتے بھی تو کیونکر، جب دل میں معبودِ حقیقی سما جائے تو کسی دوسرے کے لیے جگہ ہونا مشکل ہے، حضرت سرکاری ملازمت سے مستعفی ہوگئے، غیر کی غلامی سے منہ موڑ کر حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ حاضری ایسی تھی کہ حضرت کو سچ مچ عمر بھر کسی غیر کی ملازمت کی ضرورت نہ رہی، حضرت قبلہ منبع فیض تھے ولایت نقشبندیہ کا تاج سر پر تھا، ان کا رجحان حق سبحانہٗ تعالیٰ کی طرف دیکھا تو خصوصی عنایات سے نوازا اور تلقین ارشاد فرما کر دریا کے کنارے پر معتکف ہونے کا حکم دیا اور دو آدمی بطور حفاظت ہمراہ کر دیئے تاکہ حالتِ وجد وسکر میں کہیں دریا میں نہ گر پڑیں۔ آبِ رواں عالم تنہائی اور جذبۂ صادق ''یادِ خدا'' میں اس قدر دلجمعی حاصل ہوئی کہ حضرت پر فیوض و برکات کی بارش ہونے لگی۔ کہتے ہیں ان دنوں حضرت کو خواجہ خضر علیہ السلام کی زیارت بھی ہوئی اور حضرت شب وروز ذکر حق میں مصروف رہنے لگے، کچھ عرصہ کے بعد حضرت قبلہ نے انہیں واپس بلوالیا۔

نئی تعیناتی:

یہ وہ زمانہ تھا جب سکھوں کی بدامنی کا دور ختم ہو رہا تھا اور انگریزی حکومت پنجاب پر تسلط جما رہی تھی۔ حضرت قبلہ امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بزرگی کی زمانے میں دھوم تھی، انگریز نے ان کی بزرگی کے اعتراف میں ضلع شیخوپورہ میں نو سو گھماؤں اراضی کا ایک قطعہ خدمت اقدس میں گزارا جسے حضرت ممدوح نے بخوشی قبول فرمایا، حضرت نے اس جاگیر کا قبضہ لینے کے لیے چند درویشوں کو بھیجا مگر وہ لوگ قبضہ نہ دیتے تھے، حضرت قبلہ کی مردم شناس نگاہیں حضرت خواجہ پر پڑیں، انہیں وہاں جانے کا حکم دیا، حضرت خواجہ قد آور اور قوی الجثہ تھے۔ حضرت ممدوح کی دعائیں بھی شریک حال تھیں، ظاہری اور باطنی قوتوں سے تھوڑے ہی دنوں میں ان لوگوں پر

قابو پالیا۔ مقبوضہ خطہ زمین جو کوٹلہ پنجو بیگ کے نام سے مشہور ہے، وہاں کاشتکاروں کو زیر کرنے کے بعد حضرت خواجہ بھی اس جگہ مقیم ہو گئے۔ روایت ہے کہ ایک شوریدہ سر مزارعہ نے شروع شروع میں حضرت خواجہ کو پریشان کرنا چاہا مگر جلد ہی کیفر کردار کو پہنچا، اسے بیماری نے آدبوچا اور جسم میں کیڑے پڑ گئے۔ اور اسی حالت میں دنیا سے چل بسا اور حضرت خواجہ بحمد اللہ وہاں کے لوگوں کو مغلوب کرنے کے بعد انہیں روحانی نعمتوں سے بھی مالا مال کرنے لگے اور اس ''بنجر'' علاقہ میں ذکر حق کی کچھ اس طرح تخم ریزی کی کہ دور دور تک حضرت خواجہ کی بزرگی کا شہرہ ہو گیا اور لوگ جوق در جوق داخل سلسلہ ہونے لگے۔

خوارق وعادات:

سب سے بڑی کرامت تو یہ ہے کہ ''ولی اللہ'' حق سبحانہ وتعالیٰ کا گرویدہ اور اُس کے برگزیدہ ہادیٔ برحق حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سچا متبع ہو، اور خلقت کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرے۔ حضرت خواجہ نے نہ صرف ولایت کے منصب کو کمال خوبی سے بحال رکھا بلکہ دنیا کو ایک ایسے ولی کامل سے روشناس کیا کہ ''ولایت کے منکرین'' بھی تسلیم کیے بغیر نہ رہ سکے، بلاشبہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ سب سے بڑی کرامت ہے کہ انہوں نے دنیا کو حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روشناس کیا اللہ پاک نے بہت پہلے سے حضرت پر ان کی پیدائش کا حال منکشف کر دیا تھا، چنانچہ حضرت شرقپور میں تشریف لاتے اور حق سبحانہ وتعالیٰ کے اس پیدا ہونے والے دوست اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس ''بہادر شیر'' کی آمد آمد کی خوشبوئیں سونگھتے، اور اس بڑے اعزاز کے حصول پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر بجالاتے۔

فرمایا کرتے کہ ''جب حق سبحانہ وتعالیٰ آخرت میں مجھ سے سوال کریں گے کہ دنیا سے کیا لے کر آئے ہو تو میں ''شیر محمد'' کو پیش کر دوں گا''

ایک روز فرمایا کہ ''میری اور حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مثال حضرت خواجہ باقی باللہ اور حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سی ہے''

جب حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان سے بیعت ہوئے تو شرقپور اور

گردونواح کے چند اور لوگ بھی حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہوئے۔لوگ انہیں بلحاظ عمر اور چہرہ کی نورانیت کے سبب از راہ محبت ''بابا صاحب'' کہتے تھے، حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت خلیق اور باوضع بزرگ تھے، عقیدت مندوں کے ہاں جانے سے گریز نہ کرتے بلکہ اُن سے ملنے کے لیے اکثر دور دور جگہ پر تشریف لے جاتے، جہاں جہاں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مبارک قدم پڑے وہ جگہیں ان کے ''خوارق و کرامات'' کا مرکز بن گئیں۔شرق پور شریف جس سے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دلی لگاؤ تھا، بکثرت تشریف لاتے۔

شرقپور شریف راوی کے کنارے پر آباد ہے، جب کبھی دریا میں طغیانی آتی تو یہ قصبہ بھی زد میں آ جاتا، ایک مرتبہ طغیانی کے دنوں میں لوگوں نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دعا کے لیے درخواست کی، حضرت بابا صاحب نے اپنا رومال انہیں دے کر فرمایا ''دریا کو میرا سلام کہنا اور میرا رومال اُسے دکھا دینا، انشاء اللہ کبھی گزند نہیں پہنچائے گا'' لوگوں نے حسبِ الارشاد تعمیل کی، دریا ایک ہی رات میں دو میل پیچھے ہٹ گیا۔

منشی محمد الدین جو قبلہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عنایت سے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید تھے، بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بلا اطلاع مجھ سے ملنے کے لیے پریم نگر تشریف لے آئے۔یہ مالک (آفیسر) کے ساتھ ایک ضروری کام سے قصور گئے ہوئے تھے اور وہاں سے اگلے روز انہیں سیدھے لاہور عدالت میں ایک پیشی کے سلسلے میں حاضر ہونا تھا، جب قبلہ بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کے نائب سے واپسی کے متعلق دریافت فرمایا تو اس نے واقعات سے مطلع کیا، حضرت قبلہ سن کر بولے، ہرگز نہیں وہ آج ہی واپس آئیں گے، اس روز شام کو لاہور جانے والی گاڑی جب رائے ونڈ اسٹیشن پر رکی تو منشی محمد الدین کیا دیکھتے ہیں کہ مالک موصوف ان کے ڈبے کی طرف چلے آ رہے ہیں اور آتے ہی انہیں پریم نگر جانے کی تاکید کی، یہ صبح عدالت میں حاضری کا عذر کرنے لگے، بتایا کہ ٹکٹ بھی لاہور ہی کا لیا ہے اور دام بیکار جائیں گے مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور بگڑ کر بولے تمہیں جو کہا جاتا ہے وہی کرو، چنانچہ یہ اس گاڑی سے اتر کر پریم نگر جانے والی گاڑی میں بیٹھ گئے اور عشاء کے لگ

بھگ جب گاؤں میں پہنچے تو وہاں قبلہ بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فروکش تھے۔تب معلوم ہوا کہ مالک سے کش مکش ہونے کی اصل وجہ کیا تھی۔

منشی صاحب نے بتایا کہ موضع مذکور میں ایک دفعہ طاعون کی بیماری پھیل گئی، یہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کاغذ پر ایک دعا تحریر فرمادی کہ اسے اپنے مکان کے دروازے پر لگادینا اور پانچ پیسے اللہ کے لیے کسی مسکین کو خیرات کردینا، انشاءاللہ وہ مکان اس آفت سے محفوظ رہے گا، نیز فرمایا کہ تمہیں اس کے تحریر کرنے اور دوسروں کو دینے کی اجازت ہے جو اسے گھر کے دروازے پر لگائے گا، اللہ پاک اُسے طاعون سے امن دے گا۔چنانچہ انہوں نے اس دعا کو جہاں بھی استعمال کیا، درست پایا۔

منشی صاحب ہی بتاتے ہیں کہ دوران ملازمت جب کبھی مالک سے ان بن ہوجاتی تو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے رجوع کرتا اور حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے کہ جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو وہ کسی دوسرے کا محتاج نہیں ہوسکتا، تم جاؤ اپنا کام کرو، وہ تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔چنانچہ یہ واپس آجاتے اور حالات معتدل ہوتے، جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

تصورِ شیخ کے بارے میں حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرح کونجیں پہاڑوں میں انڈے دے کر دور نکل جاتی ہیں اور انڈوں کا خیال دل میں رکھتی ہیں اور اس تصور ہی سے ان کے بچے نکل آتے ہیں، تو یہی صورت شیخ کی ہے کہ وہ جو بیج مرید صادق کے دل میں بوتا ہے، خواہ وہ دور ہی کیوں نہ ہو ضرور پودا بن کر بارآور ہوتا ہے، البتہ مرید کے اعتقاد میں استقامت ضروری ہے۔

وصال:

حضرت بابا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سوا سو سال کی طویل عمر پائی۔بے حد عبادت گزار تھے اور گھنٹوں دوزانو بیٹھ کر درودِ پاک پڑھتے اور دیگر اوراد بجالاتے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے عاشق تھے، عمر کے اواخر میں فالج کے عارضہ میں مبتلا ہوگئے، جس سے اڑھائی سال بیمار رہے۔طوالتِ عمر کے متعلق فرماتے ہیں کہ بزرگوں کی درازیٔ عمر کی دعا بھی بعض اوقات آفت

ہوتی ہے، حقیقت میں یہ دعا نہیں "بددعا" ہوتی ہے۔ بیماری کے باوجود حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عبادت و ریاضت میں بدستور مشغول رہتے، آخر ایک روز بتاریخ 9 ذیقعد 1331 ہجری کو جامہ ظاہری چھوڑ کر اللہ پاک سے مل گئے اور کوٹلہ پنجو بیگ میں ہی دفن ہوئے۔

اولاد و خلفاء:

حضرت قبلہ بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دو صاحبزادے تھے۔ خواجہ کرامت اللہ صاحب کے ذمہ جاگیر کا انتظام تھا اور دوسرے صاحبزادے خواجہ نعمت اللہ صاحب محکمہ پولیس میں سارجنٹ تھے۔ البتہ روحانی سلطنت کی باگ ڈور قبلہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو سونپی تھی۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو شاعری سے بھی شغف تھا، عموماً پنجابی زبان میں شعر کہتے تھے، پیر و مرشد حضرت سید امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعریف میں پنجابی میں ایک کتابچہ "چشمہ فیض" کے نام سے لکھا تھا، جسے بعد ازاں حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شائع فرمایا تھا، حضرت بابا صاحب کا تصنیف کردہ دعائیہ شجرہ شریف بھی اس میں شامل ہے، تبرکاً دو شعر پیش کیے جاتے ہیں۔

حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں لکھتے ہیں۔

بندہ اس دی صفت نوں کیہہ کجھ کرے بیان
جس دی صفت لولاک ہے کردا خود سبحان

اور حضرت پیر و مرشد کے بارے میں لکھتے ہیں۔

خلقت وچہ ولائتاں پایا فیض تمام
روشن کیتا دین نوں حضرت اعلےٰ امام

حالاتِ زندگی

مجددِ دوراں ، قطبِ زماں

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

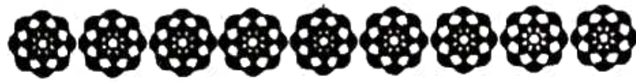
تاریخ ولادت : 1282 ھجری

تاریخ وفات : 1347 ھجری

مزار مبارک : آستانہ عالیہ شرق پور شریف (ضلع شیخوپورہ)

مجددِ دوراں، قطبِ زماں

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ



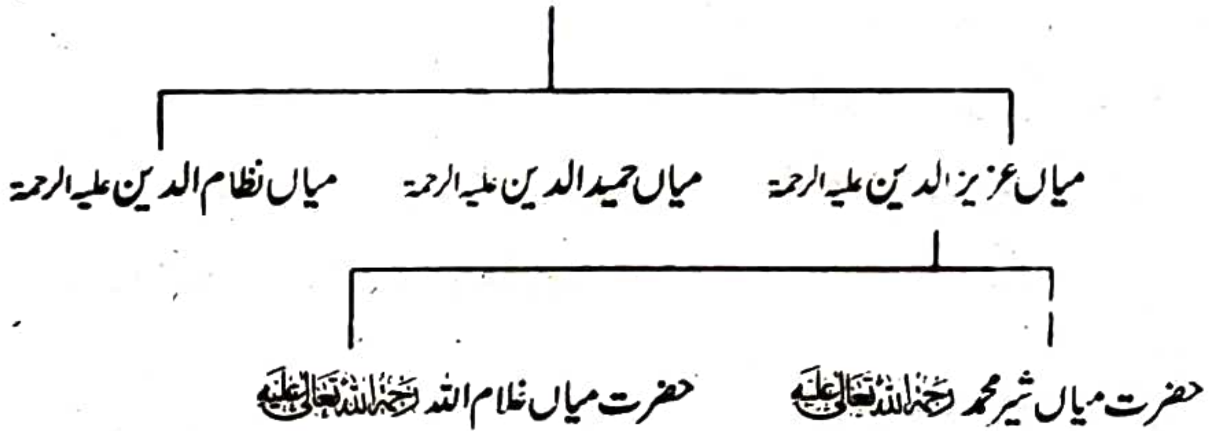
علم وعرفان کا گہوارہ شہر "لاہور" دریائے راوی کے بائیں کنارے پر آباد ہے۔ اس سے بیس میل دور جنوب مغرب کی جانب اسی دریا کے دائیں کنارے پر شرق پور شریف کا قصبہ آباد ہے۔ رنجیت سنگھ کا زمانہ تھا۔ سکھوں نے دو مرتبہ قصور شہر کو لوٹا اور اس بارونق قصبہ کے باشندوں کو امن وامان سے محروم کر دیا۔ اہل کمال قصور کو خیر باد کہہ کر ادھر اُدھر بکھر گئے۔

آباؤ اجداد:

اسی پر آشوب زمانہ میں ایک نہایت نیک اور پاک باز ہستی حضرت مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قصور سے نقل مکانی کر کے بالآخر قصبہ شرق پور میں آ کر آباد ہو گئے۔ اہالیان شرق پور نے ان کی آمد پر اظہار خوشنودی کیا اور ان کی رہائش کے ضروری انتظامات کر دیئے۔ شاملات کا ایک قطعہ مسجد کی تعمیر کے لیے ان کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے اس جگہ کی صفائی کروائی اور ایک "قلمی حمائل شریف" جو ان کے فن خطاطی کا نادر نمونہ تھا، ایک سو پچیس روپے میں ہدیہ کر کے اس رقم سے وہاں کنواں کھدوایا اور مسجد کے دروازے کی چوکھٹ تیار کروائی۔ اس مبارک ابتداء سے ایک بابرکت مسجد تیار ہو گئی۔ جہاں حضرت مولانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اور علوم دینیہ کی ابتدائی تعلیم کا مرکز قائم ہو گیا، شہر کے وسط میں اب یہی مسجد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مسجد مبارک مشہور ہے۔

قیام شرق پور کے دوران حضرت مولانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شادی شرق پور کے معزز

زمین دار گھرانے میں ہوئی۔ انہوں نے بیٹی کو ایک کنواں مع ملحقہ اراضی (ڈیگ والا کنواں) بطور جہیز دیا۔ حضرت کی اولاد میں ایک لڑکی بی بی آمنہ تھیں۔ ان کا نکاح اپنے خاندان کے ایک صالح نوجوان حافظ محمد حسین قصوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کر دیا اور نکاح کے بعد وہ قصور سے شرق پور ہی چلے آئے۔ 1282 ہجری میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہو گیا۔ حضرت کے بعد ان کے داماد حافظ محمد حسین قصوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرق پور میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ ان کے تین فرزند تھے۔



ولادت باسعادت:

تینوں بھائیوں میں سے بڑے بھائی میاں عزیز الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں اس مرد حق ''شیر محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ'' نے جنم لیا۔ جس کی برکت سے سرزمین پنجاب میں اعلائے کلمۃ الحق اور احیائے سنت کے عظیم کارنامے سرانجام پائے۔ سکھ عمل داری کی نحوست اور انگریزوں کی نحوست سے مسلمانان پنجاب میں مذہب اسلام سے بیگانگی اور ارکان اسلام سے غفلت بہت بڑھ چکی تھی۔ یہ خطہ کسی ایسے صاحب کمال کے فیضان کو ترس رہا تھا جو مسلمانوں میں خود اعتمادی پیدا کر کے ان کو غفلت اور لادینی کے پنجے سے نجات دلائے۔ اعلیٰ کردار اور یقین محکم والی ہستی اور کتاب و سنت کے مطابق عمل کرنے والی شخصیت ہی اس عظیم کام کا بیڑا اٹھا سکتی تھی۔ قدرت نے یہ عظیم کام اس نومولود مسعود سے لینا تھا جس کی آمد کی راہ کئی بزرگ تک رہے تھے۔

امیر طریقت حضرت بابا امیر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت سے بہت پہلے ہر سال شرق پور شریف تشریف لاتے اور فرماتے کہ ہم پر اللہ تعالیٰ نے بذریعہ کشف ظاہر فرمایا ہے کہ اس مقام پر ایک عظیم المرتبہ شیرِ خدا پیدا ہوگا۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت سے لے کر سن شعور تک حضرت امیر طریقت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کی باطنی خبر گیری فرماتے رہے۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت سے بہت پہلے ایک مجذوب بھی حضرت قبلہ کے مولد پاک کے اردگرد چکر لگایا کرتے تھے۔ لوگوں نے جب پوچھا تو کہا ''اس محلہ میں ایک مقبول بارگاہ رب العالمین پیدا ہوگا، میں اس کی بوئے مست سے روح کو مسرور اور دل ودماغ کو تازہ کرتا ہوں''۔

1282 ہجری کے اوائل میں وہ ساعتِ سعید آ پہنچی کہ حضرت میاں عزیز الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کاشانہ مبارک میں اس پاک اور پرنور وجود کی آمد ہوئی جس کی ضیاء سے شرک و الحاد کی تاریکیاں چھٹ جائیں۔ خلاف سنت رسوم کے سلسلے کٹ جائیں اور عشق الٰہی اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب سرشار ومست ہو جائیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پیدا ہوئے تو گھر بھر میں عجیب کیفیت پائی جاتی تھی۔ سب خورد وکلاں خوش وخرم تھے۔ ولادت کے وقت حضرت مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس مولود مسعود کے استقبال کے لیے موجود تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت قبلہ کو گود میں لیا اور خوب پیار کیا پھر اپنی زبان مبارک آپ کے منہ میں ڈال دی اور حضرت نے اسے چوسا، بار بار سینے سے لگاتے اور چومتے۔ ساتویں روز اسم مبارک ''شیر محمد'' رکھا گیا۔

حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مادر زاد ولی تھے بچپن سے ہی کھیل کود سے بیزار اور متنفر تھے۔ تنہائی بہت پسند تھی۔ والد بزرگوار کے اصرار پر مدرسہ میں پانچویں جماعت تک تعلیم حاصل کی پھر اپنے محترم چچا میاں حمید الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس مسجد میں دینی کتابیں پڑھیں اور قرآن حکیم ناظرہ نہایت ذوق وشوق سے پڑھا۔ خطاطی کا بہت شوق تھا۔ بڑے بلند پایہ طغرے لکھے، رفتہ رفتہ سعادت ازلی نے اس کام کی طرف پورے طور پر متوجہ کر دیا جو قدرت کاملہ نے آپ سے لینا تھا۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند
میلش اندر طبع او انداختند

کبھی مسجد کے گوشہ میں بیٹھے اللہ، اللہ کر رہے ہیں تو کبھی قبرستان یا ویرانوں کی تنہائیوں میں محوِ ذکر وفکر ہیں۔ جوں جوں زمانہ شعور آتا گیا غلبہ جذب ومستی بڑھتا گیا۔ ٹوٹی پھوٹی قبروں میں لیٹ جاتے اور انتہائی کیف وسرور محسوس کرتے۔ حتیٰ کہ کسی کے ہاتھ میں ''بوتل'' دیکھتے تو حالت سکر میں گر پڑتے، کہیں جلتی ہوئی دیا سلائی دیکھ لیتے تو بے خودی طاری ہو جاتی۔ کنوئیں کی چرخی کی آواز سن کر جذب ومستی طاری ہو جاتی اور گھنٹوں بے ہوش پڑے رہتے۔ اس حالت بے خودی میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظروں سے بجلیاں سی کوندتی تھیں۔

کہتے ہیں انہی ایام میں آپ کے والد بزرگوار ایک دن صبح سویرے گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ کسی مردِ غیب نے راستہ روک کر گھوڑے کی باگیں تھام لیں اور فرمایا، جس لڑکے کو آپ دیوانہ سمجھتے ہیں اور ناراض ہوتے ہیں وہ ایک دن بہت بلند اقبال ہوگا۔ اور اس کے بڑے چرچے ہوں گے، اگرچہ آپ نہیں دیکھ سکیں گے۔'' حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد بزرگوار اس دن سے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے مطمئن ہوگئے اور ہر طرح خیال رکھنے لگے''

بیعت وخلافت:

حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود ذکر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکثر کوٹلہ شریف سے شرقپور آتے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جد امجد کے پاس مسجد میں قیام فرماتے اور پھر واپس چلے جاتے، کچھ عرصہ کے بعد پھر لوٹ آتے۔ یہ آمد ورفت کا سلسلہ جاری رہتا لیکن حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابتداء میں اس عمر رسیدہ بزرگ کی طرف ملتفت نہ ہوتے تھے، آخر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ اور کشش کام کر گئی اور جب ایک نظر خاص آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر پڑی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں منسلک ہونے کی آرزو ظاہری کر دی۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو اسی شہباز کو اپنے دام میں لانے کے لیے چکر لگا رہے تھے۔ نہایت شفقت اور توجہ سے ذکر کی تلقین فرمائی اور داخل سلسلہ کر لیا۔

اس کے بعد غلبہ جذب وسکر سے آپ پر بے خودی کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ گریبان چاک کرتے، تڑپتے، زمین پر لوٹتے، بے قراری کے عالم میں مسجدوں کے دروازوں پر پہنچ کر زور زور سے اللہ، اللہ کے نعرے بلند کرتے۔ کبھی جنگل کی طرف نکل جاتے اور کسی ٹوٹی پھوٹی قبر میں دیر تک لیٹے لیٹے اسم ذات کے ذکر میں محو رہتے۔ ہوش میں آتے تو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور عرض کرتے: ''مجھے کیا ہو گیا ہے'' آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خاموش رہتے تو پھر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی، چنانچہ نہایت قلیل عرصہ میں کمال حاصل کر لیا اور منازل سلوک طے کر کے مقام قرب وقبول پر پہنچ گئے۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عطائے خلافت کی تحریر آپ کے حوالے کرنا چاہی لیکن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عالی ظرفی نے نہایت انکساری سے خدمت والا میں عرض کیا ''حضور! میں خلیفہ بننے کے لیے مرید نہیں ہوا ہوں، بیعت سے میرا مقصود معبود حقیقی کا بندہ بننا ہے'' اسی طرح کچھ وقت گزر گیا تو ایک روز حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا۔ ''میں آپ کا مرشد ہوں اور آپ پر تعمیل ارشاد لازم ہے اس امانت کا آپ سے بڑھ کر میری نظر میں اور کوئی اہل نہیں'' اس پر آپ خاموش ہو گئے اور رضائے مولا کو مقدم سمجھا۔

رشد وہدایت:

منصب خلافت حاصل ہو جانے کے بعد بھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کچھ عرصہ اصلاح احوال کی طرف ہی متوجہ رہے اور مخلوق خدا کی ہدایت ورہبری کا جو کام آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سپرد ہوا تھا اس سے کنارہ کش رہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ازراہ انکسار فرماتے:

> ''میں خود کو ہرگز اس منصب کا اہل نہیں پاتا ہوں۔ کیا کروں حضرت پیرومرشد مجبور کرتے ہیں''

''خزینۂ معرفت'' میں صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی زمانہ کے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہمراہ ایک گاؤں میں گئے۔ وہاں ایک نوجوان سے ملاقات ہوئی۔ اس نے بیان کیا کہ وہ متعدد مرتبہ حضرت میاں صاحب

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا لیکن پذیرائی نہ ہوئی۔اب وہ ایک ایسے پیر کے دام تلبیس میں گرفتار ہو گیا ہے جس نے پہلے اس نوجوان سے اپنے باپ کو سجدہ کروایا اور پھر اپنے آپ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔صوفی صاحب نے یہ بات سن کر بہت افسوس کیا اور حضرت میاں صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر آپ خلق خدا کی ہدایت پر کمر بستہ نہ ہوئے تو لوگ اسی طرح شرک و ضلالت میں مبتلا ہوتے رہیں گے، چنانچہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے بعد طالبانِ راہ ہدایت کی راہنمائی کا کام ہاتھ میں لے لیا۔شمع توحید کے پروانے نزدیک و دور سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گرد جمع ہو کر فیضیاب ہونے لگے۔

صورت وسیرت مبارک:

حضرت قبلہ میانہ قد اور نحیف الجثہ تھے، کتابی چہرہ، پیشانی چوڑی، بینی بلند، داڑھی مبارک گھنی جس میں کچھ بال سفید اور باقی سیاہ تھے۔اکہرے جسم کے تھے، آنکھیں سیاہی مائل، کثرت گریہ کی وجہ سے آخری عمر میں بینائی کمزور پڑ گئی تھی۔مطالعہ کے وقت عموماً چشمہ کا استعمال کرتے تھے۔رنگ گندمی تھا۔چہرہ مبارک پر ذکر وفکر کی گہرائی کے اثرات نمایاں تھے۔

جمعہ کے روز غسل کے بعد صاف ستھرے کپڑے زیب تن فرماتے اور خوشبو بھی لگاتے۔طبیعت بے حد لطیف پائی تھی۔ہاتھوں کی انگلیاں ریشم کی طرح ملائم پائی تھیں۔حیاء داری کا یہ عالم تھا کہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب گھر سے نکلتے تو چہرہ مبارک کپڑے سے ڈھانپ لیتے۔محلہ کی عورتیں انہیں دیکھ کر کہتیں ''ہمارے محلے میں یہ لڑکا نہیں بلکہ لڑکی پیدا ہوئی ہے جو سب سے منہ چھپاتی پھرتی ہے''

لباس میں انتہائی سادگی ہوتی تھی۔سر پر پانچ کلی ٹوپی اور اس کے اوپر دستار مبارک ہوتی تھی۔ڈھیلی آستینوں کا کرتہ اور تہبند زیب تن فرماتے۔جاڑوں میں بند گلے کی واسکٹ اور بند گلے کا کوٹ پہنتے تھے۔چلتے پھرتے وقت عموماً گز بھر کا سفید یا کالا رومال کندھے پر رکھتے تھے۔سردیوں میں چمڑے کے موزے بھی استعمال فرماتے تھے اور سر پر لمبی روئی دار ٹوپی بھی رکھتے تھے۔تہبند ٹخنوں سے اونچا ہوتا تھا۔سفید لباس پسند تھا۔

گرمی کے موسم میں کبھی کبھی دو کرتے بھی بیک وقت پہنتے، کوئی ضرورت مند آ جاتا تو ایک اتار کر اس کو دے دیتے۔ بعض اوقات کسی کو بغیر پگڑی کے دیکھتے تو اپنی آدھی پگڑی پھاڑ کر اس کو دے دیتے یا نئی دلوا دیتے۔ قصوری زرد رنگ کا جوتا استعمال کرتے، سیاہ جوتا سخت ناپسند فرماتے تھے۔

ہمیشہ دوزانو بیٹھتے، کھانے کے وقت دایاں گھٹنا کھڑا کر لیتے، آنے والے سے السلام علیکم کی خود پہل فرماتے۔ چلتے ہوئے نظریں نیچی رکھتے۔ راستہ سے اینٹ پتھر یا پھل کے چھلکے جن سے ایذا کا خطرہ ہوتا خود ہاتھ سے ہٹا دیتے۔ رفتار میں تیزی ہوا کرتی تھی۔

وتر کی خاص رعایت رکھتے۔ مہمانوں کے آگے روٹیاں بھی تین تین رکھتے۔ کسی خادم کو اپنا جوتا چھونے نہ دیتے۔ اگال دان بھی خود ہی اٹھاتے۔ حضرت چٹائی (صف) پر ہی دوزانوں بیٹھتے، کوئی پرتکلف فرش یا قالین نہیں ہوتا تھا۔ اسی پر بعض اوقات سر کے نیچے اینٹ رکھ کر لیٹ بھی جاتے۔

معمولات:

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسوۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر کاربند تھے اور خلق محمدی کا صحیح نمونہ تھے۔ اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے اور بات چیت میں وہی رنگ نمایاں تھا۔ نماز، تسبیح، نوافل اور وظائف میں وقت کی پابندی کو ہمیشہ ملحوظ رکھتے اور ان کی ادائیگی میں استقامت اختیار فرماتے۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صلہ رحمی فرماتے۔ غریبوں اور ناداروں کی اعانت کرتے۔ مقروضوں کا بار اٹھاتے، مظلوم کی حمایت کرتے، برائی کے بدلے برائی نہ کرتے بلکہ معاف فرما دیتے۔ ذاتی معاملہ کے لیے کبھی کسی سے رنجیدہ نہ ہوتے تھے۔ البتہ دین کے معاملہ میں غصہ میں آجاتے تھے مگر جب کوئی شخص اپنی غلطی کا احساس کر کے اظہار ندامت کرتا تو اس پر بے حد مہربان ہو جاتے۔

ہر طبقہ اور ہر خیال کے لوگوں سے ملتے اور ان کی اصلاح کی انتہائی کوشش کرتے۔ مہمانوں کی تواضع اور عمدہ کھانوں سے ان کی خاطر مدارات کرتے مگر خود سادہ خوراک کھاتے اور

بعض اوقات لذیذ اور عمدہ سالن میں پانی ملا لیتے، تا کہ نفس کی سرزنش ہوتی رہے۔

ہم نشینوں میں کبھی امتیاز سے نہ بیٹھتے۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زانو ہم نشینوں سے بڑھے ہوئے نہ ہوتے تھے۔ کسی کی بات کو قطع نہ کرتے۔ سب سے باری باری گفتگو فرماتے، ملنے والے سے سلام کی خود پہل کرتے۔ رخصت کرتے وقت کبھی کبھی مصافحہ بھی فرماتے۔ کسی کو اپنے سامنے جھکنے نہ دیتے۔ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرتے۔ پاؤں سے جوتے بھی اپنے ہاتھ سے نکالتے۔ کوئی شخص بھول کر آپ کے جوتوں کو ہاتھ لگاتا تو سخت خفا ہوتے۔

عموماً ہر نماز کے لیے تازہ وضو فرماتے۔ وضو کے دوران بات چیت سے اجتناب کرتے۔ ریش مبارک میں خلال کرتے اور کنگھی بھی کرتے۔ ہر وضو کے ساتھ مسواک بھی استعمال کرتے۔ وضو میں زیادہ پانی صرف نہ کرتے، نماز مغرب ادا کرنے کے بعد مسجد کی چھت پر تشریف لے جاتے، چھ رکعت نماز نفل ادا کرتے، اس کے بعد حاضرین صفیں باندھ کر بیٹھ جاتے اور ان سے مصروف گفتگو ہوتے، عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھتے۔ وتر پہلی رات ہی ادا کر لیتے۔ تہجد کی نماز گھر میں ادا کرتے۔ نماز جمعہ حنفی طریقہ کے مطابق ادا فرماتے۔ نماز تراویح بیس رکعت پڑھتے۔ ہر چہار رکعت کے بعد تسبیح بڑی دل جمعی اور شوق سے پڑھتے۔ سفر ہو یا حضر نماز تراویح میں کمی نہ کرتے تھے۔ جنازے کی نماز میں اکثر شرکت فرماتے۔ متوفی کے پس ماندگان کے پاس تعزیت اور فاتحہ خوانی کے لیے بھی جاتے۔ وہاں پہنچ کر سب سے پہلے ہاتھ اوپر اٹھاتے اور زبان مبارک سے اللہ اکبر، اللہ اکبر لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد پڑھتے، پھر سورۃ فاتحہ پڑھ کر متوفی کے لیے دعائے مغفرت کرتے اور تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے آتے۔ اکثر زیارت قبور کے لیے قبرستان جاتے اور سب کے لیے دعائے مغفرت فرماتے۔ کسی قبر کو ہاتھ نہ لگاتے، فرماتے ''ہاتھ لگانے سے کیا ہوتا ہے، جب تک دل نہ لگے'' مزارات کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتے۔ دن چڑھے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نماز اشراق ادا کرتے اور کبھی بچوں کو قرآن پاک کا درس بھی دیتے۔ جو لڑکا سبق کی طرف سے بے توجہی برتتا یا بھاگ جانے کا عادی ہوتا، حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے ایسی چٹکی لیتے کہ وہ شرارتیں بھول جاتا۔

مہمانوں کے لیے کھانا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود گھر سے اٹھا کر لاتے اور اپنے ہاتھ سے

دستر خوان پر چنتے۔ کھانا شروع کرنے سے پہلے ان کے ہاتھ دھلاتے۔ ایک ایک لقمے پر بسم اللہ شریف پڑھتے اور دوسروں کو بھی پڑھنے کی تلقین کرتے۔ کھانے کے بعد مہمانوں کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے اور پھر سب کو ہاتھ دھونے کی تاکید فرماتے۔ دوپہر بعد از طعام قیلولہ فرماتے اور دوستوں سے بھی آرام کرنے کو کہتے، فرماتے:

''اگر ہمارا کھانا، پینا، لیٹنا، اٹھنا، بیٹھنا، شرع شریف کے مطابق ہو تو یہ بھی عبادت میں داخل ہے۔''

مسجد ہو یا گھر، جوتے کا سر ہمیشہ قبلہ رخ رکھتے۔ اگر کوئی شخص بے خبری میں اپنا جوتا قبلہ رخ نہ رکھتا تو خود اپنے دست مبارک سے اسے سیدھا کر دیتے۔ لوٹے کی ٹونٹی بھی ہمیشہ قبلہ رو رکھتے۔ سمت قبلہ کا بہت خیال رکھتے۔

نمازِ باجماعت ادا کرنے کی تاکید فرماتے۔ نماز کے لیے جب صفیں بندھ جاتیں تو ان کی درستی کا بہت خیال فرماتے۔ دائیں بائیں نظر دوڑا کر نمازیوں کے پاؤں سیدھے کرتے۔ جس شخص کی ایڑیاں ملی ہوتیں اور پنجے کھلے ہوتے، اسے درست کر کے کھڑا کرتے، فرماتے نماز میں کھڑے ہوتے وقت پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ ہونا چاہیے۔ نیز فرماتے کہ دونوں پاؤں کے درمیان چار تا چھ انگلیوں کا فاصلہ ہونا چاہیے۔ نماز کے بعد خشوع وخضوع سے دعا مانگتے۔ درود شریف بڑے ذوق شوق سے بکثرت پڑھتے، فرماتے:

''جب درود شریف پڑھا جائے تو یہ خیال ہونا چاہیے کہ حضرت رسول کریم ﷺ دربار احدیت میں جلوہ افروز ہیں اور اس ذات گرامی کے روبرو درود شریف پڑھ رہا ہوں اور سرکار دو عالم ﷺ سن رہے ہیں''

واردات:

ایک روز حضرت قبلہ نے فرمایا کہ میں اٹاری جا رہا تھا کہ راستے میں آندھی آ گئی، بارش اور اولے بھی پڑنے لگے، آندھی چونکہ زوروں پر تھی اس لیے درخت گرنے لگے تھے، حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سوچا سڑک سے ایک طرف ہو کر چلا جائے، الہام ہوا کہ سڑک پر ہی چلو۔ چنانچہ اولے بھی پڑ رہے تھے اور بارش بھی ہو رہی تھی اور آندھی سے درخت بھی گر رہے تھے مگر یہ نہایت امن سے اٹاری پہنچ گئے لوگوں نے ان کے یوں صحیح سلامت پہنچنے پر تعجب کا اظہار کیا جب وہاں سے لوٹے تو سڑک پر بہت سے درخت گرے پڑے تھے۔ سبحان اللہ! اللہ پاک اپنے بندوں کو ہر بلا و وبا سے محفوظ و مامون رکھتا ہے۔

ایک روز فرمایا کہ جب حجام ہماری حجامت بناتا ہے تو استرے کے پھیرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ میرے دل پر پھیر رہا ہے۔ نیز فرمایا جب میں چلتا ہوں تو نیچے سے اوپر تک تمام بدن میں ایک ایسی حرکت پیدا ہوتی ہے کہ تمام دل ہی معلوم ہوتا ہے اور ہر رونگٹے سے اسم ذات ظاہر ہوتا ہے۔

مکاشفات و کرامات:

اس عنوان کے تحت اگر حضرت اعلیٰ قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کمالات کا ذکر شروع کیا جائے تو ایک ضخیم دفتر کی ضرورت ہے مگر یہ بیان پھر بھی تشنہ تکمیل ہی رہے گا۔ آپ کی حیات مبارکہ کے ہر لمحہ میں بے شمار کرامات کا ظہور ہوا۔ دنیا کی حاجات والے آتے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دنیا اور آخرت کی برکات ان کے دامن میں ڈال دیتے۔ دین سیکھنے کے لیے کوئی آتا تو اس کے دل کا کاسہ ذوق و شوق اور محبت الٰہی و عشق محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھر دیتے۔ دروازے پر آنے والا کوئی شخص خالی ہاتھ نہ جاتا اپنے سوال کے مطابق متاعِ دو جہاں حاصل کرتا

ایک ولی اللہ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہوتی ہے کہ وہ مکمل طور پر کتاب و سنت کا پابند اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شیدائی ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک منفرد مقام تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قرون اولیٰ کے بزرگوں کی صف میں نظر

آتے ہیں۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے کہ کسی کے دل کی بات جان لینا کچھ بڑی چیز نہیں۔ ہاں اس کے دل کو حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف پھیر دینا البتہ بڑی بات ہے۔ میرے ہادی و مرشد حضرت سرکار ''کرماں والے'' رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شان اتنی بلند ہے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دربار میں فرشتے بھی حکم کے منتظر دست بستہ کھڑے رہتے ہیں۔

منشی محمد حسین فیروز پوری کے چچا قصور میں رہتے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ وہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ قصور سے پیدل روانہ ہوئے راستہ میں باتوں باتوں میں ایک شخص نے کہا ہم تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو تب بزرگ مانیں گے جب آپ ہمیں ایسی چیز کھلائیں جو پہلے کبھی نہ کھائی ہو۔ یہ لوگ جب خدمت عالیہ میں پہنچے کھانے کا وقت تھا حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حسبِ معمول ان کی خیر و عافیت دریافت کرنے کے بعد خادم کو کھانا لانے کا حکم دیا۔ جب یہ لوگ کھانا کھا رہے تھے تو حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آہستہ سے ارشاد فرمایا۔ ''فقیروں کا امتحان نہیں لینا چاہیے'' اور کھیر کی ایک تھالی ان کی طرف بڑھائی، کھیر بے حد لذیذ تھی۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دریافت فرمایا بھلا یہ کھیر کس چیز کی تھی۔ جب انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ کھیر ہرنی کے دودھ کی تھی۔ سبحان اللہ! انہیں وہی چیز کھلا دی جس کی راستہ میں ان میں سے ایک نے طلب کی تھی۔

میاں عبداللہ ساکن بھرچوکی کے ہمراہ ایک مرتبہ ایک نوجوان طالب علم بچہ (؟) حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس حاضر ہوا۔ راستہ میں مکئی کے ہرے بھرے کھیت دیکھ کر اس کا جی للچانے لگا۔ جب بارگاہ عالیہ میں پہنچا تو ایک رکاب میں ابلی ہوئی مکئی کے بھٹے رکھے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ''یہ کھالو'' اسی اثناء میں گلی سے ایک شخص کی آواز اس کے کانوں میں پڑی ''کالے راجامن'' طالب علم کو پھر جامن کھانے کا شوق پیدا ہوا۔ حضرت قبلہ نے گھر کے دریچہ سے جامن کی بھری ہوئی تھالی اٹھا کر ان کی طرف بڑھا دی اور فرمایا ''لو یہ بھی کھاؤ'' تھوڑی دیر کے بعد ارشاد فرمایا ''ہر وقت کھانے پینے کی طرف ہی دھیان نہیں رکھنا چاہیے، کچھ اللہ اللہ بھی کرنا

چاہیے"۔

اہل حاجت کی امداد:

کوئی حاجت مند حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دربار میں حاضر ہوتا تو حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی شکستہ حالی سے آگاہی فرماتے ہوئے چپکے سے اس کے پلے اتنی رقم باندھ دیتے کہ اس کی حاجت روائی ہو جاتی۔

قاضی ضیاء الدین لاہوری فرماتے ہیں کہ میں مقروض تھا اور اسی دوران ایک روز حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس حاضر ہوا، طبیعت میں سخت پریشانی تھی۔ جب آپ سے رخصت کا وقت آیا تو ارشاد فرمایا "تمہارے ذمہ کچھ قرضہ تو نہیں ہے" بولے "جی حضور تقریباً تین صد روپیہ کی رقم کا مقروض ہوں" فرمایا "خداوند کریم اپنے فضل سے ادائیگی کا سبب بنا دیں گے" قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ واپسی پر نہایت عمدہ طریقہ سے رقم کی فراہمی اور قرضہ کی ادائیگی کا چند دنوں کے اندر انتظام ہو گیا۔

مولانا مفتی محمد غلام جان متولی اونچی مسجد لاہور بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ بڑے اشتیاق کے ساتھ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سب لوگوں کے ساتھ نیچے والے کمرے میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سادہ لباس میں ملبوس ایک صاحب بالائی منزل سے تشریف لائے اور میرے روبرو دوزانو بیٹھ گئے۔ میری یہ پہلی ملاقات تھی اور میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا صورت آشنا نہ تھا، میرے ذہن میں حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا جو تصور تھا حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس سے بالکل مختلف سادگی کا مرقع تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا "کہاں سے آئے ہو؟" عرض کیا، لاہور سے حاضر ہوا ہوں۔ فرمایا "مولویوں کا فقیروں کے پاس آنے سے کیا مطلب" یہ بولے "نہیں بھلا فقراء سے کیا عداوت ہو سکتی ہے" پھر مولوی غلام مرشد صاحب اور مولوی احمد علی صاحب کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ بھی فقراء کو نہیں مانتے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "آپ تو خفا ہو گئے۔ اچھا آپ کو کیا کام ہے؟" مولوی صاحب نے کہا حضرت میاں صاحب سے ملنا ہے۔ ابھی تک وہ اسی خیال میں تھے کہ ان کا مخاطب کوئی حضور کا خادم ہے۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے بعد کسی دوسرے شخص کی طرف

متوجہ ہو گئے۔ پاس سے کسی شخص نے مولانا صاحب کو اشارہ سے بتلایا کہ حضرت میاں صاحب تو یہی ہیں۔ مولانا صاحب بہت پشیمان ہوئے کہ ان سے لاعلمی میں کیا کچھ سرزد ہو گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پھر نیچے تشریف لائے ہاتھ میں کشف المحجوب کی ایک جلد تھی۔ کتاب مولوی صاحب کے ہاتھ میں دے کر فرمایا ''چار جگہ نشانیاں رکھ دی ہیں، دیکھ لیں'' اور خود پھر بالا خانہ پر تشریف لے گئے۔ مولوی صاحب نے کتاب کھولی اور چاروں پر ان کے چاروں سوالات کے جواب تھے۔

1۔ قرآن پاک کی تلاوت بلاناغہ کرنی چاہیے۔

2۔ برادری میں کسی سے مخالفت نہ پیدا کرو۔

3۔ فقراء کی صحبت کو غنیمت جانو۔

4۔ حتی المقدور علماء کی خدمت کرو۔

جوابات پر غور کر رہے تھے تو کاندھے سے رومال لینے کے لیے ہاتھ ادھر اٹھایا۔ اتنے میں سامنے سے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پھر نیچے تشریف لے آئے اور دریافت فرمایا ''دیکھ لی آپ نے کتاب'' اور اس ارشاد کے ساتھ ہی مولوی صاحب کا رومال ان کے کندھے پر رکھ دیا اور ان کو رخصت کیا۔ مولوی صاحب رومال سنبھال کر اٹھے تو اس کے ایک کونے میں کچھ نقدی بندھی ہوئی تھی جو مولوی صاحب کی آمد و رفت کا کرایہ تھا۔

ماسٹر محمد احسان صاحب مرحوم بانی پیکو آرٹ پریس، حافظ عبدالرزاق اور ایک ہندو دوست کے ہمراہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ماسٹر صاحب ایک اعتقادی مسئلہ میں الجھے ہوئے تھے اس کے حل کے متمنی تھے اور ہندو دوست سوچتے تھے کہ ماس کھانا چاہیے یا نہیں۔

پہلی ملاقات تھی حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب بالا خانے سے تشریف لائے تو حاضرین سے پرسش احوال کرتے ان کے سامنے آ گئے ماسٹر صاحب بوجہ رقیق القلبی زبان سے کچھ نہ کہہ سکے، آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی تھی۔ آپ نے تسلی آمیز لہجے میں فرمایا ''تفسیر حقانی پڑھا کریں، کہیں سے مل جائے گی'' ان دنوں تفسیر حقانی بآسانی دستیاب نہیں ہوتی تھی۔

لاہور پہنچ کر ان کو کافی تلاش کے بعد کتاب مل گئی اور اس کے مطالعہ سے ان کے شکوک وشبہات جاتے رہے۔

ہندو بابو سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ منوسمرتی کا مطالعہ کرو۔ اس نے منوسمرتی کا مطالعہ کیا تو اس میں گوشت خوری کے متعلق سب کچھ لکھا ہوا تھا۔ سبحان اللہ، کیا بے پایاں علم ہے کہ غیر مذاہب کے عقائد کی باتوں اور کتب کے حوالہ جات بھی بیان فرمادیئے۔

اصلاح عقائد:

حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہدایت خلق کے منصب جلیلہ پر فائز تھے۔ اس زمانہ میں سب سے بڑا فتنہ انگریزی تعلیم اور تہذیب کے اثرات بد تھے۔ جن کی وجہ سے عوام الناس اور بالخصوص نوجوان طبقہ میں شعائر اسلام سے بیگانگی دن بدن بڑھتی جا رہی تھی۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ برملا انگریزی تہذیب کی تباہ کاریوں سے نوجوان نسل کو آگاہ کرتے اور اس کی پیروی سے باز رہنے کی تلقین فرماتے رہتے تھے۔ یہ خبر حکمرانوں کے کانوں تک بھی پہنچ گئی۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نگرانی اور تفتیش احوال کے لیے سرکاری جاسوس مقرر ہو گئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ''تم خواہ کتنی مدت یہاں پڑے رہو، تمہیں کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ کلمہ طیبہ کو ہم چھوڑنے سے رہے'' آخر دوسرا شخص آیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سے دریافت کیا ''تم تھانیدار ہو یا حوالدار'' وہ شرمندہ ہو کر بولا ''جی حوالدار ہوں، کیا کروں، ملازمت ہے، جیسا حکم ہو کرنا پڑتا ہے'' مگر کچھ عرصہ کے بعد وہ بھی نادم ہو کر واپس چلا گیا۔

صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ حضرت قبلہ کے ہمراہ شاہ عالمی بازار، لاہور سے گزر رہے تھے۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھ میں عصا تھا، جب شاہ عالمی دروازہ کے اندر پری محل کے چوک میں آئے تو حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رک گئے، چہرہ مبارک کا رنگ سرخ ہو گیا۔ بازار پر نظر ڈالتے ہوئے عصا پر زور دے کر فرمایا ''یہ مکان کب نذر آتش ہوں گے'' تین مرتبہ بلند آواز سے یونہی ارشاد فرمایا۔ صوفی صاحب پریشان تھے کہ ہندوؤں کا گڑھ ہے کہیں کوئی فتنہ نہ اٹھ کھڑا ہو لیکن پھر آپ وہاں سے روانہ ہو گئے اور کسی نے بات کرنے کی جرات نہ کی۔ اس فرمان کے تیس بتیس سال بعد یعنی

1947ء میں یہ جگہ فرقہ وارانہ فسادات کا مرکز بن گئی اور سب مکانات و دکانات نذر آتش ہو گئیں۔اب اس جگہ پھر نئی عمارات تعمیر ہوئی ہیں۔اللہ کے بندوں کی نظر سے ماضی یا مستقبل کی کوئی چیز چھپی نہیں ہوتی۔

صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قصور میں تشریف فرما تھے۔چوہدری نبی بخش سکنہ ترن تارن پکے شرابی تھے اور ہر وقت نشہ میں چور رہتے تھے۔قصور میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شراب خوری سے توبہ کرنے کی تمنا کا اظہار کیا۔اس وقت حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک خادم خاص بھی وہاں موجود تھے۔انہوں نے بھی چوہدری نبی بخش کے حق میں سفارش کی۔حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نبی بخش کے کندھے پر ہاتھ مبارک رکھ کر دو مرتبہ فرمایا "توپی لیا کر ...... توپی لیا کر" چوہدری نبی بخش نے بیان کیا کہ اسی وقت اس کے دل میں شراب سے سخت نفرت پیدا ہوگئی اور پھر اس کی بو بھی ان کے لیے بے حد تکلیف دہ ہوتی۔

تحصیل دار صاحب دیپال پور حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے معتقد تھے۔حجرہ شاہ مقیم کے گدی نشین حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس تشریف لائے اور تحصیل دار صاحب مذکور کے نام ایک سفارشی رقعہ تحریر کرنے کی درخواست کی۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ آپ کا منشا یہ ہے کہ بھائی کا حصہ بھی آپ کو مل جائے۔مگر وہ رقعہ حاصل کرنے پر اصرار کرتے رہے۔بالآخر حضرت قبلہ نے رقعہ تحریر کر دیا کہ قرآن پاک کی رُو سے ان کا فیصلہ کر دیا جائے۔

شاہ صاحب نے باہر آ کر جب یہ الفاظ پڑھے تو مایوس ہوئے اور رقعہ تحصیل دار صاحب کو پیش نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔تاریخ مقررہ پر جب عدالت میں حاضر ہوئے تو تحصیل دار صاحب نے سب سے پہلا سوال یہی کیا "لائیں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خط مجھے دے دیں، وہ خط کہاں ہے؟" انہوں نے پس و پیش کی اور ادھر اُدھر کی باتوں میں ٹالنا چاہا کیونکہ وہ تحریر ان کے خلاف تھی۔تحصیل دار صاحب نے مقدمہ کی سماعت کے بعد عین قرآن پاک کے مطابق فیصلہ سنا دیا جس سے طرفین میں سے کسی کی حق تلفی نہ ہوئی۔

حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خالہ زاد بھائی میاں سر محمد شفیع مرحوم ایک مرتبہ علامہ

محمد اقبال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہمراہ در دولت پر حاضر ہوئے۔ سر محمد شفیع نے ڈاکٹر صاحب کی آمد کی اطلاع کی۔ حضور میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ''میں نہیں جانتا تجھے یا تیرے ڈاکٹر کو'' سر شفیع اپنا سا منہ لے کر رہ گئے لیکن جلد ہی دریائے رحمت جوش میں آ گیا اور ان کو شرف باریابی حاصل ہوا۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کے سامنے انگریزی معاشرت کی بھرپور مذمت کی اور فرمایا کہ انگریزی تمدن اور معاشرت نے ہمیں تباہ کر دیا ہے اور اس کا اثر ہمارے رگ و ریشہ میں سرایت کر گیا ہے اس نے ہمیں دین کا چھوڑا ہے نہ دنیا کا، ہم نے جب سے اسے اپنایا ہے ہم پر خیر و برکت کے دروازے بند ہو گئے ہیں'' داڑھی منڈوانے پر ٹوکا اور انگریزی طور طریقوں کی مذمت فرمائی۔ علامہ جھٹ حضرت قبلہ سے معروض ہوئے ''بے شک حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو گناہوں سے نفرت ہونی چاہیے مگر گناہ گار سے نہیں کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفیع المذنبین ہیں'' ان کا یہ کہنا تھا کہ حضور میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دھیمے پڑ گئے۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام نامی اور ذکر خیر سن کر سب جوش و خروش (جو محض غیرت دین مبین تھی) ٹھنڈا پڑ گیا۔ علامہ صاحب مرحوم کی خاطر تواضع کی اور خوشی خوشی ان کو رخصت کیا۔

ایک دن ملک مہدی زمان خان ڈپٹی کمشنر گجرات حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علی پوری اور حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضری کا حکم دیا تھا، وہاں گیا تھا مگر تشنگی پھر حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس کھینچ لائی ہے۔ مکان شریف بھی حاضری دی تھی۔ وہاں کچھ سکون قلب حاصل ہوا تھا۔ قرآن پاک کی تلاوت میں کبھی ناغہ ہو جاتا ہے حضرت دعا فرمائیں کہ ناغہ نہ ہو۔ آپ نے فرمایا ''کسی کام کے لیے جب کمشنر آپ کو حکم بھیجتا ہے تو آپ تعمیل کرتے ہیں یا اسے دعا کے لیے لکھتے ہیں۔ افسوس اس وقت تو خود بخود عمل ہو جاتا ہے''

دوپہر کے وقت ان کے لیے دستر خوان بچھایا گیا وہ کھانا کھانے کے لیے آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئے، حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ''اس طرح تو شداد، ہامان اور فرعون بیٹھتے تھے۔ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں بندہ ہوں اور بندوں کی طرح بیٹھتا ہوں۔

اس لیے ہم مسلمانوں کو اسی طرح بیٹھنا چاہیے کہ جس طرح ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے۔ ہمیں بائیں پاؤں کو زمین پر بچھا کر اور دائیں کو کھڑا کر کے کھانے کے لیے بیٹھنا چاہیے۔ اسلام ادب سکھاتا ہے۔ افسوس کہ مسلمانوں میں تکبر آ گیا ہے۔ بے شک ؎

آئین جوانمرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

خدمت انسانیت:

صوفی محمد ابراہیم قصوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ شرق پور شریف میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی، ایک شخص اس موذی مرض میں مبتلا ہو کر چل بسا۔ لوگ اس کی میت چھوڑ کر بھاگ گئے سب ڈرتے تھے کہ کہیں وہ خود اس مرض میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ میت کسمپرسی کے عالم میں دیر تک پڑی رہی۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خبر ملی تو ایک خادم کو ہمراہ لے کر اس مکان میں پہنچ گئے اور میت کو لے کر ایک قریبی مسجد کی طرف بڑھے تو لوگوں نے مسجد کے کنوئیں پر میت کو غسل دینے سے روک دیا۔ آپ میت کو لے کر ایک اور کنوئیں پر گئے، وہاں بھی لوگوں نے رکاوٹ ڈالی۔ آخر آپ نے کنوئیں سے دور ایک کھیت میں میت کو رکھ کر وہاں اسے غسل دیا، گھڑوں میں پانی بھر بھر کر لے جاتے رہے اور خود ہی اس کی تدفین کا انتظام کیا۔ انسانی ہمدردی کا یہ جذبہ خاصان خدا میں ہی نظر آتا ہے۔

ایک دفعہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مسجد میں بیٹھے تھے۔ مسجد کی تعمیر مکمل ہوئی ہی تھی، حاجی عبدالرحمٰن پاس ہی تھے، ان سے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا'' کچھ دیکھا ہے'' وہ ادھر اُدھر نظر دوڑا کر بولے: ''جی نہیں'' آپ نے فرمایا: ''ابھی دیکھ لو گے، چند منٹ کے بعد حاجی صاحب بول اٹھے'' جی دیکھ لیا ہے'' فرمایا ''کیا'' بولے: یہی کہ حضرت قبلہ امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائے ہیں۔ سبحان اللہ مسجد کی تعمیر دیکھنے کے لیے کس شان کے بزرگ کا فیضان آیا۔

حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا۔ ''ایک وقت ایسا تھا کہ دنیا مجھے

ایک تھالی کی مانند معلوم ہوتی تھی''

نیز ایک بار یہ بھی فرمایا کہ؛

''میں ایک دفعہ شاہی مسجد لاہور گیا تو وہاں ایسے معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ میرے پاس آ گیا ہے اور میں نے اس کا طواف کیا ہے''

وصال:

عمر کے آخری ایام میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحت بہت کمزور ہو گئی تھی حتیٰ کہ اٹھنے بیٹھنے میں بھی دقت محسوس ہوتی تھی۔ رحلت سے چند ماہ قبل تو جمعہ کی نماز کے لیے بھی مسجد میں جانا دشوار ہو گیا تھا۔ عقیدت منداور احباب دور دور سے نمازِ جمعہ کی برکات میں شامل ہونے کے لیے آتے تھے اور زیارت سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سکون حاصل کرتے تھے لیکن اب انہیں اس شرف سے بھی محرومی ہونے لگی تھی۔ مرض شدت اختیار کر گیا تو مخلص احباب کے مشورہ کے مطابق تبدیلی آب و ہوا کے لیے کشمیر کا سفر اختیار کیا چند ہی دنوں میں طبیعت اکتا گئی اور واپس لاہور تشریف لے آئے۔ لاہور کے تمام ڈاکٹروں اور حکماء نے تپِ محرقہ تشخیص کیا لیکن علاج معالجہ سے کچھ افاقہ نہ ہوا۔ چند دنوں کے بعد حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لاہور سے شرق پور تشریف لے آئے۔ کہتے ہیں کہ رحلت سے دو ہفتے پہلے اردو زبان میں گفتگو فرمانے لگے اور نماز اشاروں سے ہی ادا کرتے تھے۔ وصال سے چند یوم پیشتر اپنے چھوٹے بھائی حضرت میاں غلام اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بلایا اور حضرت سید نور الحسن بخاری شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور بابا عبداللہ فیروز پوری کی موجودگی میں وصیت فرمائی۔

''گھبرانا نہیں۔ مہمانوں کی خدمت میں کوتاہی نہ کرنا۔ جمعہ کی نماز پڑھانا باقی نمازوں اور مسجد کا اہتمام قاری ابراہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حاجی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سپرد کر دینا۔ جمعہ کی نماز کے علاوہ وقتاً فوقتاً اور نمازیں بھی مسجد میں پڑھانا۔''

انہی ایام میں آپ عصا کے سہارے سے زنان خانہ میں تشریف لے گئے اور سب کو پیار کیا اور الوداع کہتے ہوئے فرمایا:

''اب میں ڈوہراں والا جانا چاہتا ہوں''

3ربیع الاول 1347ہجری بمطابق 20اگست 1928ء بروز دوشنبہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس عالم ناپائیدار سے رخت سفر باندھا، رات کے ساڑھے گیارہ بجے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ بوقت رحلت آپ کی عمر 65برس تھی۔آپ کوڈوہراں والا قبرستان میں دفن کیا گیا۔حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود اپنی قبر کے لیے زمین کے اس ٹکڑے کو پسند فرمایا تھا۔یہ پاک قطعہ زمین اب انوار الٰہیہ کا مرکز اور فیض کا سرچشمہ ہے۔

35

خلفائے کرام:

اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے روحانی فیض کا یہ عالم تھا کہ طالبان راہ حق دورونزدیک سے کشاں کشاں چلے آتے تھے۔آپ سب کو سیراب کرتے چلے جاتے تھے۔جو شخص بھی دین کی طلب میں یا دنیا کی غرض سے در دولت پر حاضر ہوا،محروم نہ لوٹا۔سب کے ظاہرو باطن کو کتاب وسنت کے مطابق ڈھالنے کی سعی فرماتے رہے۔یہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہی کمال ہے کہ جو شخص بھی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اس پر آپ کی نظر عنایت پڑی تو کایا پلٹ کر رکھ دی۔دین حق کی پیروی کا جذبہ اور اللہ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اس کے دل میں بھر دی۔آپ کے ملنے والے اپنے چہرے کے نور اوضاع واطوار اور لباس کی پاکیزگی سے فوراً پہچانے جاتے۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حلقہ ارادت بہت وسیع تھا۔لاکھوں بندگان خدا نے اس چشمہ معرفت سے فیض حاصل کر کے دولت دوجہاں حاصل کی۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متوسلین نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق فیضان حاصل کیا۔پاک ہستیوں کے اس انبوہ کثیر میں بعض مقربین نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ان کے زہد وتقویٰ عشق ومحبت اور منازل سلوک میں اعلیٰ مقام حاصل کرنے کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو خلق خدا کی ہدایت ورہنمائی پر مامور فرمایا ان باکمال ہستیوں نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعلیم اور طریقہ کو جاری رکھا۔حضرت میاں غلام اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کے حقیقی جانشین اور خلیفہ مجاز تھے۔اعلیٰ حضرت سرکار شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کے مطابق آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تین برس

تک انتہائی خوش اسلوبی سے آستانہ عالیہ شرقپور شریف کا انتظام چلایا اور عقیدت مندان دربار کی روحانی تربیت فرماتے رہے۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلفاء میں سے مندرجہ ذیل حضرات بالخصوص قابل ذکر ہیں۔

حضرت سید محمد اسماعیل شاہ بخاری ''حضرت صاحب کرمانوالے'' رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت سید نور الحسن شاہ بخاری ''حضرت کیلیانوالے'' رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت صاحبزادہ حافظ محمد عمر صاحب ''بیربل شریف'' رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت صاحبزادہ مظہر قیوم صاحب ''مکان شریف'' رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت حاجی عبدالرحمٰن صاحب (قصور) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مندرجہ بالا نامور اور باکمال ہستیوں کے علاوہ معرفت کے اس نیّرِ اعظم کے نور سے اور بھی کئی سینے منور ہوئے۔جن کے ذکر کے لیے الگ دفتر مطلوب ہیں۔

اس کتاب میں قطب دوراں، شاہباز ولایت حضرت سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پاکیزہ زندگی کے حالات قارئین کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات بابرکات جامع جمیع کمالات تھی۔کتاب کے مطالعہ سے قارئین کو اس کی ایک جھلک نظر آئے گی۔اللہ تعالیٰ اس عاجز کو یہ ذکر دل نشیں انداز میں بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اسے میری نجات اخروی کا ذریعہ بنائے۔اس کتاب کے موجودہ ایڈیشن میں حضرت قبلہ کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لخت جگر، منظور نظر، قطب دوراں پیر طریقت غوث زماں سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات زندگی کا مختصراً ذکر کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کے بڑے صاحبزادہ سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے صاحبزادہ جناب پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات زندگی کا بھی مختصراً ذکر کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اس سعی مشکور کو قبول و منظور فرمائے۔

ارشاداتِ عالیہ

بندہ مومن جب عشق ومحبت رسول اللہ ﷺ کی وادیوں سے گزرتا ہوا معرفت الٰہی کی منزل میں قدم رکھتا ہے تو اس کی کایا پلٹ چکی ہوتی ہے، اس کے قول وفعل فکر وعمل کے سب نقوش قرآن وسنت کے اتباع کامل پر مبنی ہوتے ہیں۔ عقل و دانش کے یہی دونوں سرچشمے دراصل ہر قسم کے عیب سے پاک ہیں۔ قیامت تک ان میں کوئی نقص یا رخنہ پیدا نہیں ہوسکتا۔ مومن کامل بھی قرآن وسنت کی روشن قندیلوں کی ضیاء سے رہنمائی حاصل کرتا ہے اس کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ اور اس کے روزمرہ کے اعمال کا ہر جزو کتاب وسنت سے پوری پوری مطابقت رکھتا ہے۔

عارف رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان مبارک سے جو کلمات نکلتے وہ کتاب اللہ کی تفسیر اور سنت رسول مقبول ﷺ کی تشریح وتعبیر ہوتی تھی۔ ایسی بات زبان سے نہ نکالتے جس پر خود عمل پیرا نہ ہوتے۔ تصنع یا بناوٹ کو مطلق دخل نہ ہوتا تھا۔ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر یہاں تبرکاً آپ کے کچھ ارشادات نقل کیے جاتے ہیں یہ قیمتی موتی حرز جان بنانے کے قابل ہیں۔

☆ کم بخت وہ ہے جس کو آخرت کی فکر نہیں اور دنیا کی لذات میں مبتلا ہے۔

ایسی دولت جمع کرو جو تمہارے ہمراہ جاسکے۔ دنیا کا مال ومتاع تو اسی دنیا میں رہ جائے گا۔

☆ حماقت یہ ہے کہ اعتقاد رکھے اور عمل نہ کرے۔

☆ ایک بری عادت کو چھوڑنا سو برس کی عبادت سے افضل ہے۔

☆ ایمان کی بناء چار اصولوں پر ہے۔ بارگاہ الٰہی میں تقرب حاصل کرنے

کے لیے ان کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔اصول یہ ہیں:

1۔زبان کا اقرار 2۔دل کی تصدیق 3۔تن کا عمل 4۔سنت کی مطابقت

1۔جو زبان سے اقرار کرے اور دل سے تصدیق نہ کرے وہ منافق ہے اور منافق کافر سے بدتر ہے۔

2۔جو شخص زبان سے اقرار کرے اور دل سے بھی تصدیق کرے مگر عمل نہ کرے وہ فاسق ہے اور فاسق اپنے قصور کے مطابق دوزخ میں جائے گا۔کم از کم ایک ساعت یا زیادہ سے زیادہ ستر برس۔

3۔جو شخص زبان سے اقرار کرتا ہے، دل سے تصدیق بھی کرتا ہے اور عمل بھی کرتا ہے مگر سنت نبوی ﷺ کی متابعت میں تغافل کرتا ہے وہ بدعتی ہے اور بدعتی دوزخ میں جائے گا۔

☆ اگر تم میں یہ تین عادات ہوں تو حساب آخرت میں آسانی ہوگی اور مولا کریم جنت میں داخل کریں گے۔

1۔جو تم کو نہ دے تم اس کو دو اور محروم نہ رکھو۔

2۔جو تم پر ظلم کرے تم اس کو معاف کر دو۔

3۔جو رشتہ دار تم سے قطع تعلق کرے تم اس سے ملو جلو اور قطع نہ کرو۔

☆ حدیث شریف وہی ہے جو کچھ حضور ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا۔اور قرآن شریف بھی حضور ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا، گویا قرآن شریف بھی حدیث ہے۔حضور نبی کریم ﷺ کی تصدیق پر ہی قرآن شریف کی صداقت ہے۔

☆ ہر کام شروع کرنے سے قبل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ لیا کرو۔

☆ دنیا ایک دریا کی مانند ہے۔آخرت اس کا کنارہ ہے اور اس دریا سے پار اترنے کے لیے ''تقویٰ'' کی کشتی چاہیے اسکے بغیر پار اترنا محال ہے۔اسلام کی خوبی یہ ہے کہ

مسلمان بیکار باتوں کو چھوڑ دے اور ان میں مشغول ہو کر وقت ضائع نہ کرے۔

ظاہر کی پاکی باطن کی پاکی کے موافق ہو جب ہاتھ دھوئے تو چاہیے کہ دل کو حب دنیا سے دھوڈالے جب استنجا کرے تو جس طرح ظاہری پلیدی سے نجات حاصل کی اسی طرح باطن کو غیر کی دوستی سے پاک کرے۔

☆ تمام مخلوق ان تین صفات پر ہے۔

1۔فرشتے عقل رکھتے ہیں، مگر خواہش اور غضب نہیں رکھتے۔

2۔حیوان خواہش اور غضب رکھتے ہیں مگر عقل سے محروم ہیں۔

3۔انسان خواہش اور غضب اور عقل تینوں رکھتا ہے اگر انسان خواہش اور غضب کو تابع عقل کرے تو فرشتہ کا اعلیٰ درجہ حاصل کرے لیکن عقل کو خواہش اور غضب کے تابع کرنے سے یہ حیوان سے بھی بدتر ہے۔ انسان لذت حیوانی اور خواہش نفسانی کی طلب تو کرے مگر بقدر ضرورت وہ بھی ایسی جیسے مصالحہ کی مقدار طعام میں ہوتی ہے۔

☆ زندگی کو بہتر نہ سمجھو جب تک کوئی بہتر کام تم سے نہ ہو۔

☆ کسی میت کو دیکھ کر اپنی موت کو یاد کرو۔

☆ شریر وہ ہے جو کہ شرارت کرے اور غرباء کو ستائے، وہ ہمیشہ بھوکا رہتا ہے جس کو طعام سے سیری ہو جاتی ہے۔

☆ جس کو مال سے تونگری ہوتی ہے وہ ہمیشہ درویش ہے۔

☆ جو لوگوں سے حاجت چاہتا ہے وہ محروم ہے۔

☆ جو اپنے کام میں خدا سے یاری نہیں چاہتا، خوار ہوتا ہے۔

☆ جو آدمی جوانی میں خدا کے فرمان کو ضائع کرتا ہے، خداوند تعالیٰ بڑھاپے میں اس کو خوار کرتا ہے۔

☆ جو آدمی ایک دن صدق دل سے خدمت کرتا ہے، اس ایک دن کی برکت ساری مخلوق

کو پہنچتی ہے، پس اس کا کیا حال ہوگا جو ساری عمر خدمت میں رہتا ہے۔

☆ چھ آدمی چھ چیزوں کے سبب دوزخ میں جائیں گے۔

1۔عرب کے لوگ تعصب اور عداوت کی وجہ سے

2۔گاؤں کے رئیس تکبر کی وجہ سے

3۔سوداگر دغابازی کی وجہ سے

4۔عوام جہل کے سبب سے

5۔حاکم ظلم کی وجہ سے

6۔عالم حسد کی وجہ سے، کیونکہ حسد نیکیوں کو جلا دیتا ہے اور حاسد کا کوئی مددگار نہیں۔

ارشاد فرمایا کہ حضرت علی المرتضی اسد اللہ الغالب مطلوب کل مظہر العجائب والغرائب کرم اللہ وجہہ نے ایسی حکمت آموز باتیں بیان کیں جن کی طرف کسی کا ذہن نہیں دوڑا:۔مثلاً

1۔جس کی بات میں نرمی ہوگی اس کے دل میں محبت کا ضرور مادہ ہوگا۔

2۔جس بندہ نے اپنے نفس کی قدر پہچانی، وہ کبھی ہلاک نہ ہوا۔

3۔جس سے چاہے مانگ مگر اس بات کا یقین کرلے کہ تو اس کا قیدی ہو چکا ہے اور جس کو چاہے دے، تو اُس کا حاکم و امیر ہوگا اور تو جس سے چاہے استغنا اور بے پروائی برت، انجام کار اُسی جیسا ہو جائے گا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسلمان کو کفر سے اجتناب کرنے کے بعد چاہیے کہ اپنی آنکھ، کان، پیٹ، شرمگاہ، ہاتھ، پاؤں، دل اور زبان کو صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے روکے۔

فرمایا کہ حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ عنقریب ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اسلام اور قرآن کا صرف نشان باقی رہ جائے گا۔مسلمانوں کی مساجد آباد ہوں گی مگر درحقیقت وہ

ہدایت سے خالی ہوں گے۔ اس زمانے کے علماء روئے زمین کے آدمیوں میں سب سے زیادہ شریر ہوں گے، انہیں کی طرف سے فتنہ وفساد شروع ہوگا اور انہیں پر ختم ہوگا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ پیٹ کے دھندوں میں گرفتار ہوں گے، ان کی بڑائی دنیا کی دولت کے لحاظ سے ہوگی، ان کا قبلہ عورتیں ہوں گی، ان کا مطلوب سیم وزر ہوگا۔ یہ لوگ خدا کے بندوں میں سب سے زیادہ بُرے ہوں گے، حالانکہ خداوند کریم کے نزدیک ان کی کچھ وقعت نہ ہوگی اور یہ وہ زمانہ ہوگا جب لوگ دین کو مٹا دیں گے اور بدعتیں جاری کریں گے، اس وقت جو کوئی میری سنت پر عمل کرے گا، غریب تنہا رہ جائے گا اور جو بدعت کی پیروی کرے گا، پچاس ساٹھ سے زائد اس کے مصاحب بن جائیں گے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کیا ہمارے بعد کوئی ہم سے افضل ہوگا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ہاں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بولے، حضور! وہ لوگ کس طرح رہیں گے؟ فرمایا ''جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے، اسی طرح سے ان کے دل گھلا کریں گے، ان کی زندگی اس طرح ہوگی جیسے سرکہ کے کپڑے سرکہ میں بسر کرتے ہیں۔ پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا، یارسول اللہ، صلی اللہ علیک وسلم! وہ لوگ دین کی حفاظت کس طرح کریں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جس طرح تم انگیٹھی کی حفاظت کرتے ہو، چھوؤ تو بجھ جائے ہاتھ لگاؤ تو جل جائے۔''

فرماتے جو آدمی چالیس سال تک مال شبہ کھاتا ہے اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ بقول حضرت ابن مبارک رضی اللہ عنہ کہ شبہ کا ایک درہم واپس پھیر دینا میرے نزدیک ایک سے چھ لاکھ درہم تک خیرات کرنے سے بہتر ہے، فرمایا شبہ کے مال سے ایک آدمی لقمہ کھاتا ہے اس سے اس کا دل چمڑے کی طرح بگڑ جاتا ہے اور اصلی حالت پر نہیں آتا۔





بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ
عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى
اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى
اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝



چھٹا باب

زبدۃ العارفین، قطب الاقطاب سید محمد اسماعیل شاہ بخاری
المعروف حضرت صاحب کرمانوالے رحمتہ اللہ علیہم

کرمانوالہ بک شاپ
دربار مارکیٹ ددکان نمبر 2، لاہور فون: 7249515

ارشادات وملفوظات

حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

چونکہ اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو چشتیہ سلسلہ سے بھی بہت محبت تھی اور آپ اکثر پاکپتن شریف، سیال شریف، چشتیاں شریف اور بالخصوص تونسہ شریف تشریف لے جاتے تھے۔اور اکثر اپنے جمعہ کے خطبات میں حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اقوال بھی بیان فرماتے تھے لہذا مناسب ہوگا کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چند ارشادات وملفوظات کا بھی تبرکاً ذکر کیا جائے

(بحوالہ تذکرہ خواجہ تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اردو ترجمہ نافع السالکین)

﴿ فرمایا کہ ہر کسی نے ازلی نصیبہ کے مطابق اس دنیا میں ظہور کیا ہے، چنانچہ حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے:

اَلسَّعِیۡدُ سَعِیۡد" فِیۡ بَطۡنِ اُمِّہٖ وَ الشَّقِیُّ شَقِی"
فِیۡ بَطۡنِ اُمِّہٖ

نیک بخت اپنی ماں کے پیٹ سے نیک بخت پیدا ہوتا ہے، بد بخت اپنی ماں کے پیٹ سے بد بخت پیدا ہوتا ہے

﴿ میاں محمد یار منشی نے جو کہ حضور انور کی خدمت میں بیٹھا تھا، بیان کیا کہ ابو جہل نے جس کا زمانہ جاہلیت میں ''ابوالحکم'' نام تھا۔ایک اعرابی کے اونٹ ظلم وتعدی سے چھین لیے۔وہ اعرابی جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے اونٹوں کو چھڑانے کے واسطے سفارش چاہی۔آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تو میرے ساتھ دشمنی رکھتا ہے۔میرے

کہنے سے کیسے تیرے اونٹوں کو رہا کر دے گا۔لیکن وہ نہ مانا اور نہایت عاجزی سے اصرار کیا۔مجبوراً آپ اس کے ساتھ چل پڑے، ابو جہل آنحضرت سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا اور دست بستہ آپ کی خدمت میں عرض کرنے لگا کہ جناب اس جگہ کیسے تشریف لائے ہیں؟ فرمایا کہ اس اعرابی کے اونٹوں کے چھڑانے کے واسطے آیا ہوں۔اس نے کہا کہ اونٹوں کو رہا کر دیا جائے۔سید المرسلین صَلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کی واپسی کے بعد حاضرین نے حضور کی تعظیم کرنے اور آپ کا حکم ماننے کا سبب پوچھا اور کہا کہ ہم حیران ہیں کہ پہلے تو تجھے اس لڑکے کے ساتھ دشمنی تھی، کیا وجہ ہے کہ آج اتنی تعظیم کی اور ان کا حکم بجالایا۔کہنے لگا کہ جب وہ میرے پاس آئے تو مجھ کو ان کے دونوں کندھوں کے برابر دو شیر منہ کھولے ہوئے نظر آئے ان کے دیکھنے سے مجھ پر اتنی ہیبت طاری ہوئی کہ اگر بال برابر بھی ان کی تعظیم اور فرمانبرداری میں کوتاہی کرتا تو مجھے ڈر تھا کہ وہ میری گردن توڑ دیتے۔

ﷺ حضرت رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ایک روز حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ جنگل میں جا رہے تھے جب قصبہ خرقان کی جگہ پہنچے تو ٹھہر گئے اور بو سونگھنے لگے، لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے کہ یہاں ایک شخص پیدا ہوگا جس کا نام ابوالحسن خرقانی ہوگا۔میری وفات کے کچھ سال بعد پیدا ہوگا اور میری قبر پر آ کر مجھ سے مستفید ہوگا۔

ولی کامل:

ﷺ آپ رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ہر ولی کا آخری مرتبہ تسلیم و رضا ہے۔اس پر میاں محمد مڑل جو کہ آپ حضرت رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ کے عشاق میں سے تھے، عرض کیا کہ جب اولیاء اللہ کا یہ حال ہے کہ وہ ہر بات پر سرِ تسلیم خم کیے ہوئے ہیں تو اہل حاجت جو ان کے پاس آتے ہیں ان کی حاجات کیسے پوری ہوتی ہیں، فرمایا کہ چونکہ حق تعالیٰ چاہتا ہے کہ یہ بندہ تسلیم و رضا کی وجہ سے ہماری جناب میں عرض نہیں کرتا، خود بخود اس کی حاجت کو پورا کر دیتا ہے۔چنانچہ آیت کریمہ ''فاتخذوہ وکیلا ''اس معنی پر صریحاً دلالت کرتی ہے نیز فرمایا کہ ہر قول و فعل جو کہ

کاملین سے سرزد ہوتا ہے وہ عین شریعت ہوتا ہے اگرچہ عوام الناس کے فہم میں نہ آئے۔ 1 لیکن حقیقت میں وہ شریعت کے عین مطابق ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ مجھے حضرت کے ساتھ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کے لیے جانے کا اتفاق ہوا، راستے میں ایک روز ایک کنوئیں پر قیلولہ کے لیے ٹھہرے فقیروں نے جسارت کر کے اس کنویں کی زراعت خربوزہ اور منگ وغیرہ کو حضرت کے سامنے کھانا شروع کیا۔ آپ نے کسی کو منع نہ فرمایا۔ میں اس بات سے بہت متعجب اور حیران ہوا جب اس کنوئیں کا مالک حاضر ہو کر حضرت کی قدم بوسی سے مشرف ہوا تو کہنے لگا کہ اس غلام کی بہت ہی خوش نصیبی ہے کہ ذات گرامی اس کنوئیں پر تشریف لائی ہے اور اس غلام کے ہاتھ کی کاشت کردہ زراعت درویشوں کے کام آئی ہے۔ اس کنوئیں کا آباد کرنا اور زراعت کا کاشت کرنا میری ابدی سعادت کا باعث بنا ہے۔ اس کے بعد باقی زراعت بھی خوشی سے درویشوں کے حوالہ کر دی۔ پس معلوم ہوا کہ درویشوں کا (خربوزے وغیرہ) کھانا اور حضرت کا منع نہ فرمانا شریعت کے خلاف نہ تھا۔ اس لیے کہ نص شریعت سے ثابت ہے کہ صدیق کا مال بغیر اجازت کے کھانا جائز ہے۔

(۵) نیز فرمایا کہ زیتون کی تسبیح پر پڑھنا مستحب ہے اور پتھر کی تسبیح پر پڑھنا منع ہے اس لیے کہ یہ دل کو سخت کرتی ہے اور تسبیح کو کلائی پر لپیٹنا اور گلے میں ڈالنا نحوست کا سبب ہے اور کپڑے کو الٹا کر سینا بھی ادبار کے اسباب میں سے ہے۔ ان باتوں سے احتراز کرنا چاہیے۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ سالک کو چاہیے کہ دنیاداروں کی صحبت سے دور رہے کیونکہ یہ لوگ حب

☆۔ 1 اس کا مطلب یہ نہیں کہ کامل اگر خلاف شریعت بھی کرے تو اسے شریعت ہی کہا جائے گا بلکہ یہ مطلب ہے کہ کامل ہوتا ہی وہ ہے جس کا ہر قول شریعت کے مطابق ہو۔

'' اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ''

خبردار: جان لو کہ اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہے نہ ہی ملال یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا۔

دنیا میں مستغرق ہو جاتے ہیں تو خدا کا خوف ان کے دلوں سے نکل جاتا ہے حتیٰ کہ ان کے دلوں میں چیونٹی کے کاٹنے کے خوف کے برابر بھی خوف نہیں رہتا۔

﴿۵﴾ نیز فرمایا کہ دنیا داروں کو خدا تعالیٰ اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قول کے ساتھ نصیحت نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ ان کی تو حق تعالیٰ کے ساتھ نسبت دشمنی پیدا ہو چکی ہے لہذا دشمن کے سامنے بات نہ کرنی چاہیے بلکہ پہلے ان کی دشمنی کو دوستی میں تبدیل کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

﴿۵﴾ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک روز بعد نماز عصر مسجد مبارک میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کی خدمت میں بے شمار علماء، صلحاء اور اغنیاء ہر علاقہ کے حاضر تھے کہ ایک شخص شیخ احمد نام جس کو عرف عام میں زنبو کہتے تھے ایک برتن پانی کا بھرا ہوا حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں لایا اور کہنے لگا کہ میں نے جو نیا کنواں کھدوایا ہے یہ اس کا پانی ہے آپ اس کو چکھیں کہ کیسا ہے؟ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس میں سے تھوڑا سا پانی نوش فرما کر فرمایا کہ تیرے کنویں کا پانی چاہ دادوالہ کے پانی سے زیادہ میٹھا اور تر ہے اس نے جواب دیا کہ یہ جناب ہی کے طفیل ہے کیونکہ اگر جنابِ والا اس غلام کو مبلغ دو سو روپیہ عطا نہ فرماتے تو اس کی تعمیر نہ ہو سکتی کیونکہ میرے گھر میں جو کچھ موجود تھا میں نے خرچ کر دیا تھا مگر کنواں کی تکمیل نہیں ہو سکی تھی۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ بات اس طرح نہیں ہے جس طرح تم کہتے ہو بلکہ دینے اور دلانے والا تو وہی ہے میں درمیان میں نہیں ہوں اس لیے کہ آخر شب میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرے دل نے کہا کہ مبلغ مذکور شیخ زنبو کو دینے چاہییں اور چونکہ تمہارا مکان شہر سے باہر تھا اس لیے ایک دن کا توقف ہو گیا تھا اور عادت کے مطابق کہ مسنون طریقہ بھی ہے، میں سونے کے لیے لیٹ گیا تھا اور نمازِ فجر کے بعد تجھے بلا کر جب تک مبلغ مذکور ادا نہیں کر دیا گیا مجھے آرام نہیں آیا۔ مولف ملفوظات کہتا ہے، حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ بات سن کر میرے دل میں فوراً یہ بات آئی کہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ قول اسی طرح ہے، جس طرح کہ مولانا روم قدس سرہ نے فرمایا ہے:

از پئی روپوش عامہ مومناں
وحی دل گویئز ایں را صوفیاں

اس لیے کہ حضرت قبلہ نے دل کے کہنے کے بعد قرار نہیں کیا (یعنی جو دل نے کہا اسے کر گزرے پس معلوم ہوا کہ وحی دل سے مراد (مجازاً) وحی ہی ہے۔

ایک شخص واصل نامی مجلس میں حاضر تھا اس نے کہا کہ میں نے عرب وعجم کی سیر کی ہے لیکن جناب کی ذات مبارک کی نظیر میں نے کہیں نہیں دیکھی کہ آپ گھوڑے، اونٹ اور دوسرے جانور اور نقد اور جنس کپڑے اور آٹا اور طعام لوگوں کو دیتے ہیں اور مریضوں کے لیے دوائیں عطا فرماتے ہیں پھر اس کے ساتھ گمراہوں کو حق تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ بھی بتاتے ہیں۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ اے میاں واصل! میری بات توجہ سے سنو۔ میں جب اپنے وطن کوہ درگ سے علم پڑھنے کے لیے اس شہر میں آ کر مسجد سفید میں سکونت پذیر ہوا تو ایک نوربافے نے میرا وظیفہ مقرر کیا، اس کے دروازہ پر ایک کتا تھا اور میں اس سے بہت ڈرتا تھا، پہلے مسجد کے صحن سے، جو کہ اس کے گھر سے اونچا تھا، جھانک کر دیکھتا تھا۔ اگر کتا اس کے دروازہ پر اس وقت نہ ہوتا تو دوڑ کر اپنا وظیفہ لے آتا اور کھالیتا۔ ورنہ سارا دن فاقہ سے گزار دیتا۔ میں تو وہی ہوں لیکن حق تعالیٰ کی ذات کریم ہے کہ اس نے مجھے اپنی عنایات سے نوازا۔ مؤلف کہتا ہے کہ غور کرنا چاہیے کہ مردان خدا باوجود یہ کہ ان کا مقام نہایت بلند ہوتا ہے کس طرح اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے اور تحدیث نعمت کرتے ہیں اور ان کے کلام اور ان کے وجود میں نفسانیت کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا، اسی لیے عراقی قدس سرہ نے فرمایا ہے؛

گل توحید نرویدبہ زمینے کہ درد
خار شرک و حسد و کبر و ریا دکیں است

نیز حضرت قبلہ نے فرمایا کہ وَالْعَفْوُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ مَقْبُوْلٌ ''یعنی عفوو بخشش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں مقبول ہے نیز فرمایا کہ سالک کو چاہیے کہ چار چیزیں اپنے اوپر لازم کرلے۔

قِلَّةُ الطَّعَامِ وَ قِلَّةُ الْكَلَامِ وَ قِلَّةُ الْمَنَامِ وَ قِلَّةُ

اَلصُّحۡبَتِ مَعَ الۡاَنَامُ

یعنی تھوڑا کھانا، تھوڑا بولنا، تھوڑا سونا اور لوگوں سے کم ملنا جلنا اختیار کرے تا کہ کامل ہو جائے۔

ارشاد نیز فرمایا کہ صُحۡبَتُ الۡاَغۡنِیَاءِ تُمِیۡتُ الۡقَلۡبَ وَ لَوۡ کَانَتۡ سَاعَةً امراء کی صحبت میں دل مردہ ہو جاتا ہے اگر چہ وہ ایک ساعت ہی کیوں نہ ہو۔

ارشاد حضرت نے فرمایا کہ سالک کو چاہیے کہ دنیا سے دور رہے کیونکہ دنیا کی مثال کوڑا کرکٹ کی سی ہے اور دنیا کا طالب مانند گدھے کے ہے اس بات کی دلیل کے لیے یہ شعر پڑھا

چیست دنیا سربسر بے سر شدن
درپی آں کولخن چوں خرشدن

ارشاد نیز فرمایا کہ اگر درویش کو کشفی طور پر معلوم ہو جائے کہ حق تعالیٰ کی مرضی فلاں کام کے پورا نہ ہونے میں ہے پھر بھی اس کے لیے ہمیشہ دعا کرتا رہے کیونکہ بندہ کے لائق بندگی ہی ہے اور فقر کا کمال بھی عبودیت و عجز ہی میں ہے۔ نیز اس کے حکم کی تعمیل بھی اسی میں ہے کیونکہ اس نے دعا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اُدۡعُوۡنِیۡ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ (تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا) القرآن۔

ارشاد نیز فرمایا کہ سالک کو چاہیے کہ ہمیشہ حق تعالیٰ کی جناب میں خشوع و خضوع کرتا رہے اور اس کی جناب میں گریہ و زاری کر کے اپنا مقصود دلی طلب کرے تا کہ اس پر رحمت کے دروازے کھولے جائیں۔ بعد میں یہ شعر ارشاد فرمایا؛

تانگرید کود کے حلوہ فروش
بہر بخشائش کجا آید بہ جوش
تانہ گرید ابر کے خند و چمن
تانگرید طفل کے جو شد لبن

ارشاد نیز فرمایا کہ دونوں جہانوں کی بادشاہی تو حق تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو عطا فرمائی ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ نادر شاہ خراسانی نے جاسوسی کے لیے ایک شخص کو ہندوستان کی طرف بھیجا۔ وہ شخص اجمیر شریف پہنچا اور حضرت خواجہ معین الحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تصرف کو دیکھ کر حیران ہو گیا

کہ ان کی عجب حکومت ہے کہ تمام اشیاء کا نرخ روزانہ ان کی خدمت میں عرض کیا جاتا ہے اور لوگ اپنی حاجات سے متعلق درخواستیں ان کے دربار میں عرض کرتے ہیں۔ جب وہ شخص شاہ مذکورہ کے پاس لوٹ کر گیا تو اس نے حال احوال پوچھا۔ اس نے جو دیکھا، سنا تھا، بیان کیا اور کہنے لگا کہ ہندوستان کے عجائبات میں سے ایک یہ بات بھی ہے کہ وہاں ایک قبر ہے جو کہ بادشاہی کر رہی ہے۔

فائدہ نیز فرمایا کہ حضرت سلطان ابراہیم ادھم بلخی قدس سرہ سفر میں ایک رات کے لیے ایک مسجد میں ٹھہرے۔ مسجد کا متولی مسجد کا دروازہ بند کر کے چلا گیا۔ رات کو شیخ قدس سرہ قضائے حاجت کے لیے اٹھے۔ باہر جانے کے لیے دروازہ کھٹکھٹایا لیکن وہ نہیں کھلا۔ آخر مجبوراً انہوں نے مسجد کے ایک گوشہ میں ایک موٹے کپڑے میں قضائے حاجت کر کے اس کو مسجد کے ایک طاق میں رکھ دیا۔ صبح سویرے مسجد کا متولی آیا۔ مسجد کا دروازہ کھولا، شیخ قدس سرہ مسجد سے باہر چلے گئے۔ جب نمازی ادائیگی نماز کے لیے آئے تو مسجد کو ایک ایسی خوشبو سے معطر پایا کہ مشک وعطر سے بڑھ کر تھی۔ انہوں نے متولی سے پوچھا کہ یہ عجیب قسم کی خوشبو کہاں سے آ گئی۔ اس نے کہا مجھے کچھ خبر نہیں۔ جب انہوں نے مسجد کے طاق میں سے اس ٹاٹ کو اٹھا کر سونگھا تو کہنے لگے کہ ایسی خوشبو تو دنیا بھر میں کہیں بھی نہیں پائی جاتی۔ چنانچہ یہ خبر سارے شہر میں پھیل گئی حتیٰ کہ اس علاقہ کے بادشاہ کو بھی اس کی خبر پہنچی اس نے وہ خوشبو طلب کی اور اس کو اپنے تاج میں رکھ لیا نیز ہفت اقلیم کے بادشاہوں کو ہدیہ کے طور پر بھیجی سب نے اسے بہت پسند کیا اور اپنے تاجوں میں رکھا۔ بعدہٗ حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم قدس اللہ سرہ الاقدس کی طرف الہام کیا کہ ہم نے تجھ کو دنیا کے چھوڑ دینے کے سبب سے ایسا مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ تیرے فضلہ کو دنیا کے بادشاہ اپنے سروں پر رکھتے ہیں

فائدہ نیز فرمایا کہ ایک رات حضرت سلطان ابراہیم قدس سرہ برفباری سے بچنے کے لیے ایک غار میں گئے اور ایک بڑے سانپ کی پیٹھ کی پشم پر آرام کیا اور ساری رات وہاں گزار دی۔ سانپ نے حکم الٰہی کے مطابق حضرت کو کوئی تکلیف نہ دی۔ جب دن چڑھا تو حضرت اس واقعہ سے مطلع ہوئے اور صحیح سلامت غار سے باہر آئے۔ اس وقت حق تعالیٰ نے اس خطاب سے سرفراز فرمایا، کہ:-

نَجَّیناکَ عَنِ المُتلِفِ بِا لمُتلِفِ

ترجمہ : ہم نے تم کو ہلاک کرنے والی چیز (برف) سے دوسری ہلاک کرنے والی چیز (سانپ) کے ذریعہ بچالیا۔

36

حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ایک عام اور خاص شخص کے درمیان فرق صرف اتنا ہے کہ جو کوئی خداوند تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق پر قناعت کرتا ہے اور اس کے دل میں زیادتی کی طلب اور حرص نہیں ہوتی وہ خواص میں سے ہوتا ہے اور جس کا حال اس کے برعکس ہو وہ عوام میں سے ہوتا ہے۔

ایک روز میرے حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ شعر پڑھا:

آن تلخوش کہ صوفی ام الخباشش خواند
آشی لنا واحلکی من قبلۃ العذارا

حاجی کاتب حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ یہ فقیر بھی تھا۔ اس نے حضور انور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال کیا کہ یا حضرت اس شعر کے کیا معنی ہیں؟، جواب میں فرمایا کہ جب صوفی مقام جمع میں پہنچتا ہے تو واجب اور ممکن اسے ایک نظر آتے ہیں (یعنی ممکن کو واجب میں فانی دیکھتا ہے) اور تفرقہ اس کی نظر سے اٹھ جاتا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ مستی سے مراد فنائیت اور مست سے مراد فانی فی اللہ ہے۔ اس کے بعد یہ شعر کہا۔

مستی بچشم شاہد و دلبند ماخوش است
زاں روسپردہ اندبہ مستان زام

نیز فرمایا

حافظ چوروزہ رفت کل نیزمے رود
لاچار بادہ نوش چوررفت است کارما

روزہ سے مراد زہد ہے کل سے مراد تجلیات اور مے سے مراد عشق ہے۔

نیز فرمایا کہ سالک کے لیے چند چیزوں کے بغیر چارہ نہیں ہے اور صوفیاء ان کو دنیا میں

شمار نہیں کرتے بلکہ ان کو امور دینیہ میں شمار کرتے ہیں جیسا کہ قوت لایموت عبادت کے لیے، کپڑا ستر عورت کے لیے اور کپڑا بقدر حاجت بقاء زندگی کے لیے اور ٹھکانا عبادت کے لیے اور علم بقدر ضرورت عمل کے لیے۔ چنانچہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مطابق ماسوائے پانچ چیزوں کے ساری دنیا فضول اور بے کار ہے وہ پانچ چیزیں یہ ہیں:

1)۔ اتنی خوراک جس سے قوت باقی رہے۔
2)۔ پانی جس سے پیاس بجھ سکے۔
3)۔ علم جس پر عمل کیا جا سکے۔
4)۔ گھر جس میں سکونت اختیار کی جائے۔
5)۔ پانچویں بات کا مؤلف نے ذکر نہیں کیا غالبًا کپڑا ہو گا جس سے بدن ڈھانپا جا سکے .... (احقر مترجم)

ملفوظ چنانچہ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ہمہ تن دنیا کمانے میں لگ جائے وہ بد بخت ہے اور جو کوئی ہمہ تن آخرت کے کام میں مشغول ہو وہ نیک بخت ہے اور جو کوئی کچھ وقت اپنے اور اپنے اہل وعیال کی روزی کے لیے کسب دنیا میں صرف کرے اور باقی وقت حق تعالیٰ کی یاد میں گزارے وہ بھی نیک بخت ہے لیکن کامل وہی ہے جو اپنے سارے اوقات اپنے مولا کی یاد میں صرف کرے اور تمام اسباب سے قطع نظر کر کے مولا پر توکل کرے کیونکہ بغیر توکل کے مرتبہ ولایت حاصل نہیں ہوتا۔

ملفوظ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب سالک اپنے شیخ کی زیارت کو جائے تو چاہیے کہ اس کے پاس ہی قیام کرے کیونکہ صحبت سے ہی کچھ حاصل ہوتا ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ شیخ کی صحبت کے ساتھ اس کا ادب بھی ملحوظ رہے کیونکہ بغیر ادب کے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور اگر اپنے شیخ کے مزار کی زیارت کے لیے جائے تو بھی اپنے شیخ کے مزار کے قریب قیام کرے اور شہر میں نہ ٹھہرے تاکہ اسے کچھ حاصل ہو۔ صرف شیخ کے شہر میں ٹھہرنے سے فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

عورت سجادہ نشین نہیں ہوسکتی

آپ نے فرمایا کہ عورت کے واسطے نہ پیغمبری ثابت ہے نہ عہدہ قضاء نہ بیعت لینا اور نہ سجادہ نشینی۔ مگر باوجود اس کے حاجی شیخ احمد کی موجودگی میں جو کہ ایک مرد صالح اور لائق سجادگی تھے، حکومت خراسان نے دنیا کے لالچ کی وجہ سے بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مسند سجادگی پر ایک عورت کو مقرر و مسلط کر دیا اس روز سے شاہ خراساں کے حکم میں خلل ظاہر ہوا۔ اس لیے کہ بعض مردان کامل نے دیکھا کہ صاحب مزار، مزار سے سینے تک باہر آ کر فرماتے ہیں کہ ان کتوں کو مار مار کر یہاں سے نکال دو۔ عورتوں کو مسند سجادگی پر انہی خراسانی حکام کے حکم سے بٹھایا گیا تھا۔

ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا کہ تین چیزیں عورتوں کے لیے ثابت نہیں ہیں۔ ایک نبوت، دوسرے مشیخیت، تیسرے قضا، کیونکہ یہ ناقص العقل اور ناقص الدین ہیں۔ پھر آپ نے یہ حدیث مبارک ارشاد فرمائی۔ هُنَّ نَاقِصَاتُ العَقْلِ وَالدِّيْن (عورتیں ناقصل العقل اور ناقص الدین ہیں)

عورتوں سے بچو

آپ نے فرمایا کہ پیر میراں سید بھیک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ایک روز ان کے حجرہ کے پاس کسی عورت کی آواز آئی تو انہوں نے اپنے درویشوں کو بلا کر فرمایا، اے سالکان حق عورتوں کی صحبت سے ہمیشہ دور رہو، کیونکہ وہ حق تعالیٰ کے راستہ میں رکاوٹ ہیں، جو کوئی بھی عورت کی صحبت میں پڑا وہ حق تعالیٰ کے وصال سے محروم رہ گیا۔

ایک ساتھی نے عرض کیا غریب نواز! ہم سے بغیر آپ کی امداد باطنی کے کوئی کام دین و دنیا کا نہیں ہو سکتا۔ دعا فرمائیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نیک عمل کی توفیق عطا فرمائے، کیونکہ فلاح دارین اسی میں منحصر ہے، حضرت قبلہ قدس سرہ نے فرمایا کہ ہم دعا کرتے ہیں، حق سبحانہ وتعالیٰ ہمارے تمام دوستوں کو ہدایت کاملہ نصیب فرمائے۔ کیونکہ بغیر ہدایت کے اور کچھ مقصود نہیں ہے۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ آمِیْن یَارَبَّ الْعٰلَمِیْن

ملفوظ نیز فرمایا کہ امر نامشروع ہے ہمیشہ دور نہ ہو، اور مثال بیان فرمائی کہ فقیر مانند ایک سفید چادر کے ہوتا ہے۔ جس طرح ایک سفید چادر میں داغ برا معلوم ہوتا ہے اس طرح اگر عیاذاً باللہ فقیر سے کوئی برا کام صادر ہو تو وہ زیادہ برا ہے۔ بعض لوگوں نے عرض کیا کہ غریب نواز! ہماری معاش کا دارومدار اسباب ظاہر پر ہے، ہم نے زراعت کاشت کی تھی، لیکن بندش باراں کے سبب خشک ہوگئی ہے۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اکثر لوگ اسباب پر نظر رکھتے ہیں لیکن ہزاروں میں ایک ایسا بھی ہوتا ہے جو سبب حقیقی پر نظر رکھتا ہے اور اسباب کو ترک کر دیتا ہے۔ نیز فرمایا کہ ترک اسباب کا یہ مرتبہ ہر کسی کو حاصل نہیں ہوتا پھر آپ نے یہ شعر پڑھا :

اگر ژالہ ہر قطرہ در شدے
چو خرمہرہ بازار از و پر شدے
کسب اسباب زہمت پستی است
ترک اسباب نہ بالا دستی است

ملفوظ نیز فرمایا کہ جب حق تعالیٰ کسی کو اپنی درگاہ سے دور کر کے مردود بنانا چاہتا ہے تو نفس و شیطان کا اس پر غلبہ ہوتا ہے اور مرتکب مناہی ہوتا ہے۔ چنانچہ شراب خوری کرنا، بھنگ اور چرس پینا اور دوسرے غیر مشروع کاموں میں لگ جاتا ہے، نعوذ باللہ من ذالک، اور جب کسی کو اپنی درگاہ کا مقبول و محبوب بناتے ہیں تو اس سے تمام کام نیک ہی صادر ہوتے ہیں۔ کوئی غیر مشروع کام وہ

نہیں کرنے پاتا اور نفس وشیطان بھی اس پر غلبہ نہیں پا سکتے۔

قَولُہٗ تَعَالیٰ مَنْ یَّھْدِی اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا (القرآن)

ایک سال حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قدس سرہ کی خدمت میں صاحبزادہ نور احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرض کیا، غریب نواز! صادق خان کی ملاقات کے لیے میرے ساتھ تشریف لے چلئے، حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں صرف جناب کی دلجوئی کے واسطے چلتا ہوں ورنہ مجھے ملاقات کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ایک سال قبلہ عالم مہاروی قدس سرہ کی زندگی میں، مَیں ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کے واسطے جارہا تھا، اچانک راستے میں ایک شخص نمودار ہوا اور میرے پاس آکر سلام کہا، میں نے سلام کا جواب دیا۔ اس کے سوا اس کی طرف مطلق توجہ نہ کی، اور چل پڑا ، دوبارہ اس شخص نے سلسلہ کلام چھیڑا، قیامت کے روز ہمارا کیا حال ہوگا؟ حضرت قبلہ قدس سرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ فقراء تو نگروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ الحمد للہ علی ذالک

ایک رات حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا ایک نیک درویش کا مال چور چرا کر لے گئے، اس درویش نے چوروں سے مال طلب کیا لیکن چوروں نے انکار کیا۔ درویش نے ان کے لیے بددعا کی کہ تم کو چیونٹیاں کھائیں گی، اس کے بعد وہ چور جہاں بیٹھتے، چیونٹیاں ان کے گرد جمع ہوجاتیں، حتیٰ کہ ان کو ہلاک کردیا۔

نیز فرمایا کہ ایک شخص کو کسی نے کچھ تکلیف پہنچائی، اس نے تنگ دل ہوکر کہا کہ تجھے مکھیاں ہلاک کریں، چنانچہ اسی طرح ہوا کہ اس شخص کو مکھیوں نے ہلاک کردیا۔

حضرت قبلہ قدس سرہ نے فرمایا کہ افضل الناس انبیاء اور اولیاء ہیں، جنہوں نے دنیا کو ترک کردیا ہے اور حق تعالیٰ کی یاد کو حق تعالیٰ ہی کے لیے اختیار کیا ہے نہ کہ کسی اور غرض کے

واسطے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ روپا نام ہندو متو خان کے کارداروں میں سے تھا، اس نے ہمارے سامنے بیان کیا کہ میری ایک کسان کے ساتھ دشمنی تھی، میں نے اپنے ایک آشنا سے کہا کہ جب فلاں کسان اپنی زراعت میں سے گھاس لے آئے تو تم خفیہ طور پر گھاس کے گٹھے میں چند خوشے چھپا دینا تا کہ اسے چور ثابت کیا جاسکے۔ اس شخص نے اسی طرح کیا جب وہ کسان اپنے گھر کے قریب آیا تو شخص مذکورہ نے اس کی تلاشی لی لیکن اس کی گھاس میں سے کوئی خوشہ برآمد نہ ہوا۔ اسی طرح تین روز تک اس کے ساتھ کیا گیا لیکن کوئی خوشہ گھاس میں سے برآمد نہ ہوسکا۔ جب حق تعالیٰ خود اس کے حافظ و ناصر اور ستار تھے، ہمارا کوئی فریب اس کے ساتھ نہ چل سکا۔ اس کے بعد روپا مذکور کہنے لگا کہ میں نے جب سے یہ معاملہ دیکھا ہے لوگوں کے ساتھ دشمنی کرنے سے توبہ کرلی ہے۔

نیز فرمایا کہ ایک شخص پر اس کے دشمن نے اٹھارہ دفعہ تفنگ کے ساتھ حملہ کیا لیکن چونکہ حق تعالیٰ اس کے محافظ تھے۔ اس کو ہر مرتبہ موت سے بچالیا۔

حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قدس سرہ نے فرمایا کہ ہر شے کی اپنے وقت پر قدر ہوتی ہے چنانچہ پانی کی قدر گرمیوں میں معلوم ہوتی ہے۔ گرمیوں میں اگر ایک دو وقت روٹی نہ ملے تو آدمی صبر کرسکتا ہے لیکن اگر پانی نہ ملے تو جان لبوں تک آ پہنچتی ہے اور پیاس پر صبر نہیں ہوسکتا اور چونکہ سب چیزوں سے زیادہ پانی کی احتیاج بہت ہوتی ہے اس لیے حق تعالیٰ نے اس کو عام کر دیا ہے اگر پانی کی بھی قیمت ہوتی تو غریب لوگ مارے پیاس کے مرجاتے۔ اسی طرح آگ کی قدر سردیوں میں معلوم ہوتی ہے، غریب لوگ آگ کے بغیر سردیوں میں گزارہ نہیں کر سکتے۔ پھر آپ نے یہ قول ارشاد فرمایا؛

اَلنَّارُ فِی الشِّتَاءِ خَیرٌ مِنَ اللهِ وَرَسُولِه

نیز فرمایا کہ ایک سال مکڑی بہت آئی ہم نے سرفراز خان کو کہا کہ مکڑی کو میری طرف

سے پیغام پہنچا دو کہ اس ملک سے نکل جا ورنہ ہم اسے سزا دیں گے۔ سرفراز خان نے پیغام پہنچا دیا کہ میرے پیر صاحب نے فرمایا ہے کہ یہاں سے چلی جا ورنہ تمہیں قید کر دیں گے۔ مکڑی نے جب یہ پیغام سنا، اسی وقت علاقہ سنگھڑ سے نکل کر دوسری طرف کو چل دی۔

دوسرے سال پھر مکڑی علاقہ سنگھڑ میں آئی اور لوگوں کی زراعت کو خراب کرنے لگی۔ لوگوں نے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں دعا کے واسطے بہت عاجزی و زاری کی، فرمایا کہ ایک آثار طعام میری طرف سے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے ایصال ثواب کے واسطے خیرات کیا جائے، حق تعالیٰ اس بلا سے نجات دیں گے۔ جن لوگوں نے نذر مقرر نہ کی ان کی کھیتی کو مکڑی نے تباہ کر دیا۔

نیز فرمایا کہ آدمی کا کوئی دشمن نفس امارہ سے زیادہ سخت نہیں ہے۔ اس لیے کہ ہر دشمن متابعت اور تواضع کے ذریعے مطیع ہو جاتا ہے۔ بخلاف اس کے کہ یہ متابعت اور پیروی کرنے میں دشمنی میں زیادہ قوی ہو جاتا ہے اور انسان کو گناہوں کے سمندر میں اوندھا ڈال دیتا ہے اور آدمی کو اپنی زندگی سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں ہے جب اپنے نفس کو بڑھاتا ہے تو اس کی پیروی میں اپنی زندگی تک کو برباد کر دیتا ہے۔ نفس کے سخت دشمن ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ دوسرا دشمن تو کبھی کبھار سامنے آتا ہے۔ اس لیے اس کا خطرہ بھی کبھی ہوتا ہے اور کبھی نہیں لیکن نفس سے مرتے دم تک ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیے کیونکہ یہ ہر لمحہ آدمی کے پہلو میں موجود ہے اور حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ کلام اس حدیث مبارک کے معنی کے مطابق ہے

أَعْدَا عَدُوِّكَ نَفْسُكَ الَّتِي بَيْنَ جَنْبَيْكَ

اس کے بعد فرمایا کہ اس رہزن سے تو وہ شخص نجات پاتا ہے جو ہر وقت اس کی مرضی کے خلاف کرنے پر کمربستہ رہے۔

نفس را سرکوب دوائم خوار دار
ناتوانی دورش از مردار دار

نیز فرمایا کہ انسان کا نفس اس کے تمام دشمنوں سے زیادہ سخت دشمن ہے کیونکہ جس دشمن کے ساتھ بھی مہربانی کی جائے وہ فرمانبردار ہو جاتا ہے، بخلاف نفس کے کہ جس قدر اس کے ساتھ مہربانی کروگے، زیادہ دشمنی کرے گا جیسا کہ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

مراد ہر کہ بر آری مطیع امر شود
خلاف نفس کہ فرماں و ہد چویافت مراد

اور مولانا روم قدس سرہ فرماتے ہیں (مثنوی)

اے شاگشتم ماخصم بروں
ماند خصے زو بترور اندروں
کشتن ایں کار عقل و ہوش
شیر باطن سخرہ خرگوش نیست
خصم بیروں قصد جان ماکند
نفس قصد بروں ایمان کند

حدیث مبارک

أعْدَا عدُوِّكَ نَفْسَكَ الَّتِي بَيْنَ جَنْبَكَ

(تیرے تمام دشمنوں سے زیادہ سخت دشمن تیرا اپنا نفس ہے جو کہ تیرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے)

حدیث دیگر

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ
الْأَكْبَرِ دَعْ نَفْسَكَ وَ تَعَالَ

ہم چھوٹے جہاد (میدان جنگ) سے بڑے جہاد زندگی کی طرف لوٹے ہیں۔ اپنے نفس کو چھوڑ اور آ جا!



ساتواں باب

معمولات وعبادات

آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف

کرمانوالہ بک شاپ

دربار مارکیٹ دوکان نمبر 2، لاہور فون: 7249515



زبدۃ العارفین ، قطب الاقطاب ،

سید محمد اسمٰعیل شاہ البخاری قدس سرہ العزیز

المعروف بہ حضرت کرمانوالے

سن ولادت : ۱۲۹۷ ہجری ——— وصال : ۲۷۔ رمضان المبارک ۱۳۸۵ ہجری



ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
اِلّا حدیثِ یار کہ تکرار می کنیم

ولادت باسعادت حضرت سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری

المعروف حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سلسلہ نسب سادات اُچ شریف حضرت جلال الدین سرخ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملتا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد سندھ سے سرزمین پنجاب میں آئے اور مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر سکونت اختیار کرتے رہے۔ آپ کے بزرگوار جدامجد بالآخر تیرھویں صدی ہجری کے شروع میں دریائے ستلج کے کنارے ضلع فیروزپور کی حدود میں آ کر آباد ہو گئے۔ آپ کے والد بزرگوار سید سید علی شاہ المعروف سید سکندر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی خاندانی وجاہت، نیکی اور پاک بازی کی وجہ سے علاقہ کے لوگوں میں بہت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

حضرت سید علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گھر کی چاردیواری اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے ایک باسعادت بچے کی پیدائش سے مطلع انوار بننے والی تھی۔ تیرھویں صدی ہجری کے آخری سالوں میں اس وجود مسعود نے عالم شہود میں قدم رکھا آپ کے جسد پاک کی شکل میں اس نور نے ظہور فرمایا جس کی روشنی سے ایک عالم منور ہونے والا تھا۔ آپ موضع کرموں والا ضلع فیروزپور میں پیدا ہوئے۔ یہ گاؤں دریائے ستلج کے بائیں کنارے تھوڑے سے فاصلے پر ریت کے ٹیلوں پر واقع ہے اور شہر فیروزپور سے تقریباً پندرہ میل مشرق میں ہے۔ آپ کا سن ولادت 1297 ہجری یا 1298 ہجری ہے۔ سن عیسوی کے مطابق یہ مبارک سال 1883ء یا 1884ء تھا۔ آپ کا اسم مبارک سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری تجویز ہوا۔

زمانہ طفولیت سے ہی آپ کو لہو ولعب کی طرف رغبت نہ تھی۔ عام بچوں میں کھیلنا آپ کی عادت نہ تھی۔ آپ اپنے چچا قطب الدین شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے زیادہ مانوس تھے اور زیادہ وقت ان کے پاس ہی گزارتے تھے۔ جب آپ نے ہوش سنبھالا تو مکتب کی طرز پر تعلیم شروع

کرائی گئی۔ایک متقی اور شریف الطبع نے آپ کو بسم اللہ کرائی اور قرآن کریم ناظرہ پڑھنے کے بعد آپ نے مروجہ عربی فارسی کتب کی تعلیم حاصل کی۔

حصول علوم دینیہ

ابتدائی کتابیں پڑھ لینے کے بعد آپ تقریباً بیس سال کی عمر میں اعلیٰ دینی علوم کے حصول کی طرف متوجہ ہوئے۔سہارنپور میں مدرسہ مظاہر العلوم ان دنوں تشنگان علم دین کے لئے ایک چشمہ فیض تھا۔آپ نے وہیں کا قصد کیا۔بوقت رخصت آپ کے شفیق چچا نے فرمایا'' برخوردار!وہ علم حاصل کر کے آنا جس سے مخلوق خدا کو نفع پہنچے نہ کہ وہ علم جو خشک ہو اور صرف قیل و قال تک محدود ہو''چنانچہ ابتدا سے ہی آپ کے دل میں علم اور عمل کی لگن پیدا ہوگئی۔یہ بات آپ کے دلنشیں ہو چکی تھی کہ علم وہی فائدہ مند ہے جس سے عمل صالح کی راہیں ہموار ہوں۔مدرسہ مظاہر العلوم سے تکمیل علم کی سند حاصل کر کے آپ نے دہلی میں مدرسہ مولوی عبدالرب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں داخل ہو کر وہاں دورہ حدیث مکمل کیا۔

قیام دہلی کے دوران ایک موقع پر مدرسہ میں مجلس مذاکرہ منعقد ہوئی۔ایسی مجالس اس مدرسہ میں وقتاً فوقتاً ہوتی رہتی تھیں۔نوآموز طلبہ کثیر تعداد میں شریک محفل تھے۔علمی تقریریں ہو رہی تھیں۔طلبہ اپنی قابلیت کے جوہر دکھا رہے تھے۔صدر مجلس نے آپ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا''آپ بھی کچھ کہیں گے؟''

مشفق استاد کا اشارہ پا کر آپ تقریر کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔

آپ نے آیہ مبارک:

"اَیۡنَمَا تَكُوۡنُوۡا یُدۡرِكۡكُّمُ الۡمَوۡتُ وَلَوۡ كُنۡتُمۡ فِیۡ بُرُوۡجٍ مُّشَیَّدَةٍ"

تلاوت فرمائی اور اس کی تفسیر میں اردو زبان میں ایسی تقریر دل پذیر کی کہ سب اساتذہ عش عش کر اٹھے اور آپ کے ہم عصر ہندوستانی طلبہ انگشت بدنداں رہ گئے۔دنیا کی بے ثباتی اور یاد الٰہی کی اہمیت کو نہایت وضاحت سے بیان کیا۔اس دن سے اساتذہ آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔

علوم دین کی تحصیل کے لئے آپ مدرسہ نعمانیہ لاہور میں بھی کچھ عرصہ زیر تعلیم رہے۔ شمالی ہندوستان میں یہ مدرسہ علوم دین کا سرچشمہ تھا اور ان دنوں جامع عالمگیری (بادشاہی مسجد) سے ملحق تھا۔ بڑے بڑے فاضل علماء یہاں درس و تدریس کا کام سرانجام دیتے تھے۔

منازل سلوک

جن دنوں آپ نے تکمیل علوم ظاہری کی غرض سے سہانپور اور دہلی کا عزم کیا' ان ہی ایام میں حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلفاء میں سے ایک بزرگ حضرت مولانا شرف الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فیروز پور شہر میں جلوہ افروز تھے۔ ان کا شہرہ ہر طرف پھیلا ہوا تھا۔ سلسلہ چشتیہ کے یہ بزرگ تشنگان راہ حقیقت کو جام معرفت سے سیراب کر رہے تھے۔ آپ بھی حضرت مولانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلسلہ چشتیہ میں نسبت حاصل کی۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد آپ سہانپور چلے گئے۔

تحصیل علوم ظاہری کے بعد آپ وطن مالوف موضع کرموں والا میں واپس آ گئے۔ ایک چھوٹی سی مسجد میں چند طالب علم جمع کر کے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مگر اب کچھ اور ہی لگن اور تڑپ ہر وقت بے قرار رکھتی تھی۔ دل میں علم باطن کے حصول کے لئے بے پناہ تشنگی پیدا ہو چکی تھی۔ وطن واپس آئے تو حضرت مولانا شرف الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہو چکا تھا

جلد ہی بخت نے یاوری کی اور مشائخ نقشبندیہ قدس اسراھم کی ارواح طیبہ نے رہبری کی۔ ان دنوں شہر لاہور سے جنوب مغرب کی جانب قصبہ شرقپور شریف میں شبلی دوراں، جنید زماں ،قدوۃ العارفین، زبدۃ الواصلین، محبوب حبیب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت میاں شیر محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے آفتاب عالم تاب بن کر آسمان طریقت پر چمک رہے تھے۔ توحید و رسالت کے پروانے دیوانہ وار اس شمع دل افروز کے گرد جمع ہو رہے تھے۔ تمام ہندوستان میں آپ کے تقویٰ اور علم و عرفان کی دھوم مچی ہوئی تھی ایک مجذوب جنون شاہ نے آپ کو فرمایا ''شاہ صاحب! آپ کا حصہ شرقپور شریف میں ہے''۔ چنانچہ آپ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وقت ملاقات دریافت فرمایا' ''شاہ جی! کچھ علم بھی پڑھا ہے؟'' آپ نے عرض کیا'' حضور پڑھا تو

ہے لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آیا'' قبلہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اللہ کریم سمجھ بھی عطا فرما دیں گے کمال مہربانی سے میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چاول کی ایک پلیٹ کھانے کے لیے عطا فرمائی آپ وہ چاول نوش فرماتے جاتے تھے اور روحانی منازل طے فرماتے جاتے تھے۔ اس پہلی ہی ملاقات میں حضرت میاں صاحب نے نسبت نقشبندیہ القا فرمائی اور دیر تک توجہ عالیہ سے مستفیض فرمایا۔ پھر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا'' یہ فضل الٰہی ہے جسے چاہے عطا کرے۔'' شیخ کامل کی پہلی نظر کیمیا اثر نے آپ کے دل کی دنیا میں انقلاب عظیم برپا کر دیا۔

یک لحظہ عنایت تو اے بندہ نواز
بہتر از ہزار سالہ تسبیح و نماز

بعد ازاں آپ نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت بابرکت میں کئی بار حاضری دی اور جلدی جلدی منازل سلوک طے کرتے گئے۔ حتیٰ کہ شیخ کامل نے مکمل طور پر اپنے رنگ میں رنگ دیا اور مسند ارشاد پر بٹھا دیا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ضلع فیروز پور اور اس کے گرد و نواح سے آنے والے طالبان طریقت سے فرمایا کرتے تھے کہ شاہ صاحب (حضرت کرمانوالے) وہاں موجود ہیں۔ ان سے مل لیا کرو۔ ایک ہی بات ہے اتنی دور آنے کی کیا ضرورت ہے:

در خانہ عشق سلطنت نیست
جز درد و نیاز و مسکنت نیست
ہر کس کہ بود نیاز مند تر
کارش زہمہ بود بلند تر

سال عیسوی 1945ء تک آپ موضوع کرموں والا میں مقیم رہے۔ یہی مقام مرجع خاص و عام بنا رہا۔ اہل طلب کے لئے یہی کعبہ مقصود تھا۔ اس آفتاب ولایت کی روشنی دن بدن دور دور تک پھیلتی جا رہی تھی اور لوگ جوق در جوق اس آستانہ عالیہ پر اکتساب فیض کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ طالبین کے احوال کی درستی اور ان میں شریعت و سنت کی پیروی کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے آپ کی ہمت باطنی کام کر رہی تھی۔ غیر مذاہب کے لوگ بھی کثیر تعداد میں آتے اور

فیضیاب ہوتے۔ ان میں سے بعض ہندو اور سکھ حضرات کو میں نے خود ذکر وفکر میں مشغول، تہجد گزار اور صوم وصلوٰۃ کا پابند دیکھا۔ بعد میں یقیناً ان کا ظاہری حجاب بھی اسی طرح دور ہو گیا ہو گا جیسے کہ ان کے باطنی حجاب ختم ہو چکے تھے۔

پاکستان بننے سے دو سال پہلے ہی آپ اپنے آبائی گاؤں کرموں والا کو چھوڑ کر فیروز پور چھاؤنی کے قریب موضع اچھے والا میں اقامت گزین ہو گئے تھے۔ دو سال کا عرصہ (یعنی 1945ء سے قیام پاکستان تک) آپ نے اسی موضع میں ایک چھوٹے سے خیمہ میں گزار دیا۔ یہ ترک علائق کی ایک منزل تھی۔ اس خیمے میں آپ کے بستر، کپڑوں کی گٹھڑی اور چند کتابوں کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی۔ اسی جگہ آپ نے ایک مرتبہ فرمایا ''مولوی صاحب! ایسی جگہ ہونی چاہئے جہاں مکانات قبلہ رخ ہوں پاس ہی پکی سڑک ہو۔ ریلوے لائن ہو اور نہر ہو۔ سب ساتھ ساتھ ہوں تا کہ بیلیوں (دوستوں) کو آمد ورفت میں آرام رہے۔ وہاں سے ریل میں سوار ہو کر سیدھا مدینے شریف چلیں'' کسے معلوم تھا کہ آپ موجودہ دربار حضرت کرمانوالہ شریف کا نقشہ اپنی نظر کے سامنے رکھ کر زبان مبارک سے اس کی نشاندہی فرما رہے تھے اور مدینہ شریف جانے سے آپ کی کیا مراد تھی۔ یقیناً وصال محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ تھا۔

قیام پاکستان کے بعد آپ ہجرت کی سنت پر عمل کر کے قصور سے ہوتے ہوئے پاکپتن شریف پہنچے۔ ہمراہیوں کو عارف والا کے قریب ایک گاؤں چک نمبر 57/E.B میں آ[باد] کرنے کے بعد آپ 1950ء میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کے موقع پر شرقپور شریف حاضری کے لیے تشریف لے گئے۔ واپسی پر آپ تقریباً تین ہفتے لاہور میں ہی مقیم رہے اور درگاہ مبارک حضرت مخدوم علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ پر حاضری دیتے رہے۔ یہیں سے آپ رخصت ہو کر اوکاڑہ پہنچے اور ایک چھوٹے سے ریلوے کوارٹر میں ڈیرہ لگا دیا۔ جب کچھ عرصہ بعد موضع 56/2.L میں مکان مل گیا اور مزروعہ اراضی بھی مل گئی تو آپ نے اس گاؤں میں مستقل رہائش اختیار فرمالی۔ یہ گاؤں پکا چک آپ کے مبارک قدموں کی برکت سے حضرت کرمانوالہ شریف بن گیا۔ یہیں اب رشد وہدایت کا دریا ٹھاٹھیں مارنے لگا اور تشنگان جام وحدت اپنی پیاس بجھانے لگے۔ یہی مقام توحید ورسالت کے نور سے معمور ہو گیا۔ آپ دم آخر اسی جگہ

قیام پذیر رہے حتی کہ 27 رمضان المبارک 1385 ہجری بمطابق 20 جنوری 1966 رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ اللہ کریم کی بے شمار رحمتیں آپ کی روح پاک پر نازل ہوں۔

بر زمینے کہ نشان کف توحید تو بود

سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

حلیہ مبارک

ذکر و فکر اور مراقبہ و مجاہدہ بے شک روحانی ترقی کا موجب ہیں لیکن اپنے شیخ سے رابطہ قائم رکھنا قرب الٰہی حاصل کرنے کے سب راستوں سے قریب کا راستہ ہے۔ آپ کا حلیہ مبارک اسی مقصد کے پیش نظر بیان کیا جاتا ہے کہ سالکان راہ طریقت و حقیقت اس کو وصول الی اللہ کا ذریعہ جان کر صاحب حلیہ کی طرف راغب ہوں اور فیوض و برکات اس ذریعہ اور رابطہ سے حاصل کریں:

سایہ رہبر بہہ است از ذکر حق

(رہبر کامل کا سایہ ذکر حق سے بہتر ہے۔)

آپ کا رنگ گندمی اور قد متوسط تھا۔ جسم اطہر مائل بہ فربہی تھا۔ لیکن اتنا نہیں کہ تناسب اعضا باقی نہ رہے۔ آپ کی پیشانی مبارک کشادہ تھی اور رخساروں اور پیشانی پر نور کی چمک تھی۔ آپ کشادہ ابرو تھے۔ آپ کی آنکھیں معرفت الٰہی کے نشے سے مست اور چمکدار تھیں۔ بنی مبارک بلند تھی۔ بائیں رخسار پر آنکھ کے گوشے کے قریب ایک بڑا مہاسہ تھا۔ آپ کا دہن مبارک نہ دراز تھا نہ کوتاہ دندان مبارک زمانہ جوانی میں خوشنما تھے۔ ریش مبارک زیادہ گھنی نہ تھی جس کی لمبائی قدرتی طور پر ایک قبضہ پر رک گئی تھی۔ آپ لبوں کے بال کٹواتے تھے۔ سر کے بال مبارک ریشم کی طرح نرم تھے۔ مہینے میں ایک بار مشین سے کٹوا دیا کرتے تھے اور کبھی کبھی استرے سے بھی صاف کرواتے تھے۔ دونوں ہتھیلیاں پر گوشت تھیں اور انگلیاں باریک پاؤں مبارک صاف اور تلوے نرم تھے۔ آپ کے پسینہ سے خوشبو آتی تھی۔ آپ حسن ملیح کے مالک تھے اور پر شوکت نظر آتے تھے۔

لباس

آپ سفید لباس پسند فرماتے تھے کبھی کبھی آپ نے صوفیانہ رنگدار لباس بھی زیب تن کیا۔ پانچ گز لمبائی کا سفید باریک ململ کا عمامہ استعمال فرماتے تھے۔ عمامہ کے نیچے پانچ کلیوں والی ململ یا چکن کی بنی ہوئی کلاہ نما ٹوپی ہوتی تھی۔ کرتہ لمبا اور سفید پہنا کرتے تھے۔ جس کا چاک سامنے کی طرف ہوتا اور تین بٹن لگے ہوتے تھے۔ آستین کھلے ہوتے تھے۔ بند بازوؤں والی یا کالروالی قمیض نہیں پہنتے تھے۔ متوسط موسم اور سردیوں میں کرتے کے اوپر بند گلے کی لمبی صدری زیب تن فرمالیتے تھے۔ محفل ہو یا تنہائی آپ کبھی ننگے سر نہیں رہتے تھے۔ حتی کہ رات کو یا دن کو آرام کرتے وقت بھی سر مبارک پر ٹوپی موجود ہوتی۔ جب کبھی ٹوپی سر سے ذرا سرکتی اسی وقت آپ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے پھر اسے درست فرمالیتے۔ ایک سفید بڑا رومال یا چارخانہ رومال یا ململ کا دوپٹہ ہروقت ہمراہ رہتا۔ راستہ چلتے وقت یہ رومال بائیں کندھے پر ڈال لیا کرتے تھے۔ تہہ بند سفید لٹھے کا ہی پسند خاطر تھا۔ میں نے آپ کو پاجامہ یا شلوار پہنے کبھی نہیں دیکھا۔ پاؤں مبارک میں ہمیشہ سادہ جوتا دیسی ساخت کا پہنتے جس کی نوک نہیں ہوتی تھی۔ انگریزی طرز کا جوتا کبھی آپ نے استعمال نہیں کیا۔ سیاہ رنگ کا جوتا پسند نہیں فرماتے تھے۔ اس لیے عموماً جوتے کا رنگ براؤن یا زرد ہوتا تھا۔ جراب یا موزہ بھی کسی موسم میں آپ نے نہیں پہنا۔ ہر روز فجر کی نماز کے بعد جوتے کا پاؤں بدل لیا کرتے تھے۔

خوردونوش

آپ سادہ غذا پسند فرماتے تھے۔ چھلنی میں چھانے بغیر گندم کے موٹے آٹے کی روٹی مرغوب تھی۔ جسے سالن کے ہمراہ استعمال فرماتے۔ لنگر میں پکنے والی دال اور کترا ہوا پیاز یا کوٹا ہوا پیاز اور سبز مرچ استعمال میں لے آتے تھے۔ کھانا شروع کرنے سے پہلے ہاتھ ضرور دھویا کرتے تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کھانے کی ابتداء کرتے۔ گوشت یا سالن روٹی کے اوپر رکھ کر نہیں کھاتے تھے۔ لقمے چھوٹے ہوتے تھے اور خوب چبا کر تناول فرماتے۔ کدو اور کریلہ پسند فرماتے تھے۔ چائے پینے کی عادت نہ تھی بلکہ کلی اجتناب تھا۔ میٹھے کھانوں یا مٹھائی سے رغبت نہ

تھی۔ گائے کا تازہ دودھ نماز فجر کے بعد اور پھر نماز عصر کے بعد نوش فرماتے اس کے ہمراہ اسبغول کا چھلکا پھانکتے۔ دودھ میں میٹھا نہیں ملاتے تھے۔ ہر موسم کے پھل کبھی کبھی استعمال فرمالیا کرتے تھے۔ کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ دھوتے اور منہ میں انگلی پھیر کر کلی کرتے تھے۔ دانتوں میں خلال بڑے اہتمام سے کیا کرتے تھے تولیہ یا رومال سے ہاتھ صاف کرنے کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگتے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ کَسَانَا وَ جَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

بعض اوقات ان کلمات کا بھی اضافہ فرماتے: مِنْ اُمَّۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ بعد ازاں خلال استعمال فرماتے، خلال کبھی ہاتھ دھوتے وقت بھی استعمال فرماتے۔

رمضان شریف میں عموماً آپ دودھ سے روزہ افطار فرماتے تھے۔ سحری آخری وقت میں اور افطاری اول وقت پر کرتے۔ رمضان المبارک میں کھانا بہت تھوڑا کھایا کرتے۔ سحری اور افطاری کی دعائیں بلند آواز سے پڑھتے۔ 1

افطاری سے پہلے کافی دیر تک خاموشی سے دعائیں پڑھا کرتے تھے۔ عام ایام میں آپ دن رات میں دو دفعہ کھانا تناول فرماتے۔ صبح کا کھانا عموماً دوپہر سے دو گھڑی پہلے کھا لیتے۔ رات کا کھانا نماز عشاء سے پہلے کھایا کرتے تھے۔

☆۔ 1: سحری کی دعا: وَ بِصَوْمِ غَدٍ نَّوَیْتُ مِنْ شَھْرِ رَمَضَانَ
میں نے ماہ رمضان کے اس روزے کی نیت کی

افطاری کی دعا: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ لَکَ صُمْتُ وَ بِکَ اٰمَنْتُ وَ عَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَ عَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ O

اے اللہ! میں نے تیرے لیے ہی روزہ رکھا اور تجھ ہی پر ایمان لایا، تجھ ہی پر بھروسہ کیا اور تیرے ہی رزق پر افطار کیا۔

معمولات وعبادات

آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف

معمولات وعبادات

اعلیٰ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پچھلی رات تقریباً ایک بجے کے قریب بیدار ہوتے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے۔ تھوڑی دیر ستانے کے بعد آپ پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے بستر سے اٹھتے اور بیت الخلاء کا رخ کرتے۔ اندر داخل ہوتے وقت بایاں قدم پہلے رکھتے اور دعائے مسنونہ پڑھتے "اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِکَ مِنَ الۡخُبُثِ وَ الۡخَبَائِثِ" باہر آتے وقت دایاں قدم پہلے باہر لاتے اور مسنون دعا پڑھتے غُفۡرَانَکَ رَبَّنَا وَ اِلَیۡکَ الۡمَصِیۡرُ۔ پھر وضو کرتے۔ وضو کرتے وقت تمام اعضاء کو اچھی طرح دھوتے اور دعائیں پڑھتے جاتے۔ بوقت ضرورت تیمم مٹی کی کچی اینٹ یا پتھر کے ٹکڑے پر دونوں ہاتھ مار کر پہلے روئے مبارک اور پھر دوسری دفعہ اینٹ یا پتھر پر ہاتھ مار کر دائیں اور بائیں بازو پر مسح فرماتے۔

اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نماز تہجد ادا فرماتے۔ نماز تہجد آپ خود بھی تمام عمر ادا فرماتے رہے اور اپنے بیلیوں/مریدین کو بھی اس کی ادائیگی کی تلقین فرماتے رہے۔ نماز تہجد میں بارہ رکعت دو دو رکعت کر کے ادا فرماتے۔ پہلی رکعت میں ثناء اور الحمد شریف کے بعد پانچ مرتبہ قل شریف پڑھتے جبکہ دوسری رکعت میں الحمد شریف کے بعد تین مرتبہ قل شریف پڑھتے۔ ان نوافل میں قل شریف سے پہلے بسم اللہ شریف نہ پڑھتے۔

تہجد کے بارہ نفل دو دو رکعت ادا کرنے کے بعد بڑے انہماک اور ذوق سے درود شریف تسبیح کے دانوں پر پڑھتے۔ تسبیح لکڑی کے پانچ سو باریک دانوں کی تھی۔ قبلہ رخ دوزانو بیٹھ کر انتہائی محویت اور حضور قلب سے درود شریف خضری پڑھتے۔ فراغت کے بعد اکثر سجدہ ہائے عجز وشوق میں مصروف ہو جاتے اور کئی کئی طویل وقصیر سجدے بیک وقت کرتے چلے جاتے۔ اس وقت ایک قسم کا وجد وکیف آپ پر طاری ہوتا تھا۔ پھر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے جو کافی دیر تک جاری رہتی۔

صبح صادق پر موذن اذان کہتا تو آپ سنبھل کر بیٹھ جاتے۔ ساتھ ساتھ کلمات اذان دہراتے جاتے۔ اَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوۡلُ اللّٰہِ کی آواز پر احترام کے ساتھ

دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگاتے اور پڑھتے: قُرَّۃُ عَیۡنِیۡ بِکَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ 1

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ عَلَی الۡفَلَاح پر لَا حَوۡلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡم پڑھا کرتے تھے۔اذان کے خاتمہ پر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعائے مسنونہ پڑھا کرتے تھے۔صبح کی روشنی کھل جاتی تو دو سنتیں ادا کرتے اور پھر کچھ وقفہ کے بعد نماز فجر با جماعت ادا کرتے۔

☆ 1۔ اذان میں انگوٹھا چومنا:۔

اور بیان کیا گیا ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اذان سنی اور دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوما اور انگوٹھوں کو اپنی آنکھوں پر ملا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے یہ کیوں کیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور آپ کے اسم کی برکت حاصل کرنے کے لئے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا کام ہے پھر جس شخص نے اس پر عمل کیا تو ضرور آنکھ کی تکلیف سے وہ بے خوف ہوا۔(درر علی الغرر 50)

قہسانی نے کنز العباد سے ذکر کیا ہے کہ مستحب ہے کہ اَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوۡلُ اللّٰہِ جب موذن پہلی دفعہ کہے تو (سننے والا) کہے صلی اللہ علیک یا رسول اللہ اور دوسری دفعہ اَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوۡلُ اللّٰہِ کہنے کے وقت (سننے والا) کہے قُرَّۃُ عَیۡنِیۡ بِکَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ مَتِّعۡنِیۡ بِالسَّمۡعِ وَ الۡبَصَرِ اپنے دونوں انگوٹھوں کو دونوں آنکھوں پر رکھ کر یہ پڑھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں اس کے قائد ہوں گے۔اور دیلمی نے فردوس میں ذکر کیا ہے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے مرفوعاً دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے پوروں کا بوسہ لے کر آنکھوں پر ملنا موذن کے اَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوۡلُ اللّٰہِ کہنے کے وقت۔اور کہے اَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَ رَسُوۡلُہٗ رَضِیۡتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ بِالۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا تو اس کے لیے میری شفاعت لازمی ہوئی اور اسی طرح خضر علیہ اسلام سے روایت کیا گیا ہے اور اسی طرح فضائل میں عمل کیا جاتا ہے۔ (طحطاوی شریف 122)

نماز فجر کے بعد مختصر دعا مانگنے کے بعد اعلیٰ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تمام بیلیوں کے ساتھ مل کر بآواز بلند درودِ پاک '' الصلوٰۃ والسلامُ علیک یا رسول اللہ، وسلم علیک یا حبیب اللہ'' .... پڑھتے۔

نماز میں آپ عموماً صف کے ایک سرے پر ہوتے۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے

☆۔ حاشیہ گذشتہ صفحہ: مستحب یہ ہے کہ کہا جائے موذن کے کلمہ شہادت اشھد ان محمد رسول اللہ کہنے کے وقت صلے اللہ علیک یا رسول اللہ اور دوسرے کلمہ شہادت کے وقت کہے قُــــرَّۃُ عَیْنِی بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ پھر کہے اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِی بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ دونوں آنکھوں پر دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کے ناخنوں کو رکھنے کے بعد اس لئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جنت کی طرف اس کے قائد ہوں گے۔(ردالمختار شامی 1/370)

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:۔(میں کہتا ہوں کہ یہ (عمل) جب صدیق اکبر تک مرفوع ثابت ہوا تو اس کے ساتھ عمل (انگوٹھے چومنے کا) کافی ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق کہ تم پر میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت لازمی ہے۔

(موضوعات ملا علی قاری 64)

بعض سے بیان کیا گیا ہے کہ جس شخص نے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ پر درود پڑھا جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کا ذکر اس نے اذان میں سنا اور اپنی دونوں مسبحہ انگلیوں کو اور انگوٹھوں کو اکٹھا کیا اور ان کو اپنی دونوں آنکھوں پر ملا تو اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔ اور ابن صالح نے کہا اور بعض بزرگوں سے بھی سنا کہ اپنی دونوں آنکھوں کو ملتے وقت کہے صلی اللہ علیک یا سیدی یا رسول اللہ یا حبیب قلبی یا نور بصری و یا قرۃ عینی تو آپ نے فرمایا میں نے جب سے یہ عمل کیا ہے میری آنکھیں نہیں دکھیں اور یہ تمام بزرگوں کا تجربہ ہے۔ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بھی روایت کی ہے بعینہٖ جیسا کہ خضر علیہ السلام سے مروی ہے۔(تذکرۃ الموضوعات سید تکلان 34)

اور انجیل برنباس میں ہے کہ:۔

''مرحبا تجھ کو اے میرے بندے آدم اور میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو پہلا انسان ہے جس کو میں نے پیدا کیا۔ اور یہ شخص جس کو تو نے دیکھا ہے تیرا ہی بیٹا ہے۔ جو اس وقت کے بہت سے سال بعد

دایاں پاؤں اندر رکھتے اور دعا پڑھتے اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ
نماز فجر کے بعد سفید چادریں بچھا دی جاتیں اور ان پر کھجور کی گٹھلیوں کے شمارے بکھیر دیے جاتے پھر اس چادر کے دونوں جانب دو زانو بیٹھ کر سب حاضرین درود شریف خضری:

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَسَلَّمْ

پڑھتے۔ اختتام پر ہاتھ اٹھا کر آپ ایک سرے پر بیٹھے ہوئے یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّسَابِقُ نُوْرُهٗ وَاٰخِرُ ظُهُوْرُهٗ وَرَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ وَجُوْدُهٗ وَصَلِّ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى مَلٰٓئِكَتِكَ الْمُقَرَّبِيْنَ وَعَلٰى عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ وَعَلٰى اَهْلِ طَاعَتِكَ اَجْمَعِيْنَ وَارْحَمْنَا مَعَهُمْ بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ٥ اَللّٰهُمَّ يَارَبِّ بِجَاهِ نَبِيِّكَ الْمُصْطَفٰى وَحَبِيْبِكَ الْمُرْتَضٰى طَهِّرْ قُلُوْبَنَا مِنْ كُلِّ وَصْفٍ يُّبَاعِدُنَا عَنْ

☆۔ حاشیہ گذشتہ صفحہ: دنیا میں آئے گا اور میرا رسول ہوگا اس کے لئے میں نے چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ وہ رسول کہ جب آئے گا دنیا کو ایک روشنی بخشے گا۔ یہ وہ نبی ہے کہ اس کی روح ایک آسمانی روشنی میں ساٹھ ہزار سال قبل اس کے رکھی گئی تھی کہ میں کسی چیز کو پیدا کروں۔ پس آدم علیہ السلام نے بمنت یہ کہا اے پروردگار یہ تحریر مجھے میرے ہاتھ کی انگلیوں کے ناخنوں پر عطا فرما۔ تب اللہ نے پہلے انسان کو یہ تحریر اس کو دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں پر عطا کی۔ داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن پر یہ عبارت لا الہ الا اللہ اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن پر یہ محمد رسول اللہ۔ تب پہلے انسان نے ان کلمات کو پدری محبت کے ساتھ بوسہ دیا اور اپنی دونوں آنکھوں سے ملا۔"

(انجیل برناباس 60)

مُشَاهِدَتِكَ وَ مُحَبَّتِكَ وَ اَمِتْنَا عَلَى السُّنَّةِ وَ الْجَمَاعَةِ وَالشَّوْقِ اِلٰى لِقَائِكَ يَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ O

خدایا بدہ شوق ذات رسول ﷺ
بدردِ محمد ﷺ مرا کن قبول
شب و روز در عشق حضرت بدار
ہمہ عمر در وصل احمد گزار
حیاتی مماتی ہمہ وقت ما
عطا کن وصال مرا مصطفےٰ ﷺ
نداریم غیر از تو فریاد رس
توئی عاصیاں را خطا بخش و بس
نگہدار مارا زراہ خطا
خطا در گزارو صوابم نما
اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے
زمہجوری بر آمد جان عالم
ترحم یا نبی اللہ ﷺ ترحم
تو ابر رحمتی آن بہ کہ گاہے
کنی بر حال لب خشکاں نگاہ
ہمہ انبیاء در پناہ تواند
مقیم در بار گاہ تواند
تو مہر منیری ہمہ اختراند
تو سلطان ملکی ہمہ چاکراند

وَ کُلُّ وَلِیٍّ لَہٗ قَدَمٌ وَ اِنِّیْ
عَلٰی قَدَمِ النَّبِیِّ بَدْرُ الْکَمَالِ

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل. کاملاں را رہنما
وز برائے حضرت خواجہ امیر الدین ولی
آنکہ چوں خضر است پیر کامل مرد جلی
وز برائے حضرت شیر محمد بدر عید
آنکہ از تیغ محبت کرد بسمل ہر کہ دید

نوٹ: مؤلف کتاب ہذا (محمد اکرام) نے مندرجہ ذیل دو اشعار کی منظوری حضرت پیرو مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عین حیات میں ہی لے لی تھی اور بندہ یہ اشعار بھی اب اس دعا میں اضافہ کرتا ہے:

وز برائے حضرت خواجۂ ما سید محمد اسماعیل شاہ
در دو عالم ہست ذات پاک او مارا پناہ
نور چشم مصطفٰے و سید عالی مقام
می نوازد خلق را از لطف خاص و فیضِ عام
ظاہر باطن ہو برائے خدا
چاہیں خدا سے نہ سوائے خدا
دیدہ بینا ہو ہر اک موئے تن
محو ِ تجلی رہے روح و بدن
اے مرے مولا مرے والی ولی
کر عطا مجھ کو بہ طفیلِ نبی ﷺ
اور جو مسلمان ہیں بھائی میرے
ان کو تو فضل سے اپنے رتبہ دے

صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَاَنْبِیَآءِہٖ وَرُسُلِہٖ وَحَمَلَۃِ عَرْشِہٖ وَجَمِیْعِ اُمَّتِہٖ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَشَفِیْعِنَا وَحَبِیْبِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَعِتْرَتِہٖ وَعَشِیْرَتِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرَّحِمِیْنَ O

اس وقت حاضرین پر عجیب کیف و مستی کا عالم طاری ہوتا تھا۔ کوئی شخص دوران دعا یا اختتام پر اونچی آواز سے آمین نہیں کہتا تھا۔ کیونکہ سلسلہ نقشبندیہ میں ذکر جہر کی اجازت نہیں ہے۔

بعد نماز فجر آپ تخلیہ میں تشریف لے جاتے اور دن چڑھنے تک وظائف میں مشغول رہتے۔ طلوع آفتاب کے بعد نہایت خشوع وخضوع سے قرآن حکیم کی تلاوت فرماتے، دعا سے فارغ ہو کر استنجا کے بعد تازہ وضو یا نیا تیمم کرتے اور یاران طریقت وحاضرین سے ملتے۔ سب حاضرین صفوں میں دوزانو بیٹھ جاتے اور آپ بھی ایک مقام پر تشریف فرما ہوتے۔ آنے والوں کی باتیں غور اور توجہ سے سنتے اور سب کے لیے حسب حال دعا فرماتے۔ اسی دوران قرآن کریم کی تفسیر یا احادیث مبارکہ کا بیان ہوتا۔ بعض شرعی مسائل پر بھی روشنی ڈالتے۔ اولیاء اللہ اور صلحائے امت کا نہایت دلنشیں انداز میں ذکر فرماتے۔ سیاسی اور دنیاوی باتوں کے تذکرے نہیں ہوتے تھے۔ کبھی ضمناً کوئی ذکر آ جائے تو اس پر بھی مذہبی نکتہ نگاہ سے روشنی ڈالتے۔ جس خوش نصیب کو حلقہ غلامی میں قبول کرنا ہوتا تھا۔ اسے اسم ذات کے تصور اور ذکر کی تلقین فرماتے اور اوراد و وظائف اور تہجد کے نفلوں اور درود شریف پڑھنے کی اجازت مرحمت فرماتے۔ گرمیوں کے موسم میں دوپہر کو قیلولہ فرماتے۔ ظہر کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کرنے کے بعد پھر احباب سے ملاقات ہوتی اور حاضرین کی طرف متوجہ ہوتے۔ عصر کی چار سنتیں ہمیشہ ادا کرتے۔ اس کے بعد مغرب تک عموماً تخلیہ فرماتے۔ لیکن بعد میں اس دوران میں بھی آنے جانے والوں سے ملنے میں تامل نہیں فرماتے تھے۔ مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد سب حاضرین اسی طرح دوزانو بیٹھے ذکر وفکر میں مشغول ہو جاتے اور آپ بھی ایک جانب تشریف فرما ہوتے۔ آپ خود دعا فرماتے یا کوئی اور صاحب جن کو اجازت ہوتی تھی دعا پڑھتے۔ بعد نماز مغرب دعا اور مراقبہ سے تھوڑی دیر بعد دستر خوان بچھ جاتا۔ کوئی شخص باوضو بھی ہوتا مگر کھانے کے لیے ہاتھ دھونے کا سب کو یکساں حکم تھا۔ دستر خوان پر

بیٹھتے وقت دایاں گھٹنا کھڑا کر کے اور بایاں لٹا کر بیٹھنے کا حکم تھا۔ سب مل کر اکٹھا کھانا کھاتے۔ بعض علماء اور رؤساء کے لیے حسب مراتب الگ بھی کھانے کا انتظام ہوتا۔ کھانے سے فارغ ہو کر سب مل کر دعا مانگتے اور ہاتھ دھو کر کلی کرتے۔

اخلاق کریمانہ

آپ نہایت خوش خلق اور خوش ذوق تھے۔ اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ کے مالک تھے۔ اپنے عقیدتمندوں کے علاوہ دیگر حضرات جو خدمت عالیہ میں حاضر ہوتے، سب سے نہایت خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ ویسے یہ ایک قدرتی امر تھا کہ سب حاضرین مجلس پر آپ کی ذات مبارک کی ایک ہیبت اور رعب سا طاری ہوتا تھا۔ جس کی وجہ سے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ بعض قلبی اور روحانی بیمار جن کی باطنی حالت اصلاح طلب ہوتی تھی جب محفل مبارک میں آ جاتے تو آپ پر جلالی رنگ غالب ہوتا تھا لیکن اس طرح اس شخص پر ہیبت اور رقت طاری ہو کر اس کی اصلاح کا کام آسان ہو جاتا تھا۔ بالعموم آپ جمالیات کا مرقع تھے۔

....

نمود و نمائش اور ریا سے سخت نفرت تھی۔ حاضرین میں بھی اگر کوئی شخص ان امراض باطنی کا شکار ہوتا تو آپ پوری توجہ کے ساتھ اس کی اصلاح کا خیال فرماتے دست بوسی کرنا یا پاؤں کو چھونا سخت ناپسند تھا حتی کہ رسمی مصافحہ کے شائقین کو سمجھانے کے لیے آپ کبھی فرمایا کرتے تھے کہ:

> ''ہر انسان کے دل میں سب سے زیادہ ماں کی محبت ہوتی ہے مگر یہ بتاؤ کہ گھر میں آتے جاتے وقت ماں سے کتنی دفعہ مصافحہ کیا جاتا ہے۔ محبت اور احترام دل سے ہوتا ہے۔ دل محبت سے لبریز ہونا چاہیے''۔

ویسے آپ مصافحہ کے خلاف نہ تھے۔ مجلس میں آپ کی تشریف آوری پر اگر کوئی شخص تعظیماً اٹھنے کا قصد کرتا تو آپ روک دیتے۔ کسی کو اٹھ کر کھڑا ہونے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ رخصت کرتے وقت محبت اور دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا کرتے تھے۔ بعض اوقات یہ محبت بھرے الفاظ زبان مبارک پر ہوتے:

''ایسا کہنا تو نہیں چاہیے کہ جائیں، اچھا خراماں خراماں جائیں۔ اَللّٰہُ حافِظُنا

وَ حَافِظُکُمْ فِیْ کُلِّ اُمُوْرِ الدِّیْنِ وَ الدُّنْیَا''

پیدل سفر کے دوران ایک ہمراہی اپنے ساتھ رکھتے اور باقی ساتھیوں کو آگے یا پیچھے کچھ فاصلے پر چلنے کا حکم ہوتا تاکہ جلوس اور نمود ونمائش کی شکل نہ بنے۔ ساتھ چلنے والے شخص کو اپنی دائیں جانب لے کر چلتے۔ آپ ہر موقع پر سفر وحضر میں تسبیح کی نمائش کو ناپسند فرماتے تھے۔

....

مجلس میں حاضر ہونے والوں کی عرضداشتیں سنتے جاتے اور دعا فرماتے جاتے۔ آپ کے فیضانِ نظر سے لاعلاج مریض شفایاب ہو جاتے اور مشکلات میں گھرے ہوئے لوگ مشکلات سے نجات پاتے۔ دعا کرنے میں آپ ذرا بھی بخل نہیں کرتے تھے۔ لبوں پر عموماً یہ دعائیہ کلمہ ہوتا تھا۔ ''اللہ فضل کرے'' دنیاوی امور کے لیے دعا کی غرض سے حاضر ہونے والے اگر سچی بات بیان کر دیتے تو آپ دعا فرمانے میں دیر نہ کرتے چونکہ آپ کے کشف کے سامنے کوئی چیز پوشیدہ نہ تھی۔ اس لیے غلط بیانی کرنے والوں کو ناپسند فرماتے تھے۔ آپ نے فقیر سے کئی دفعہ فرمایا کہ مجھے لوگوں کے حالات کی جستجو اور تفتیش کی ضرورت نہیں ہے۔ سچی بات بتانے سے اقرار گناہ کی شکل پیدا ہوتی ہے اور اقرار گناہ میں توبہ کا پہلو ہے۔ پس جب بات توبہ تک آ جاتی ہے تو رحمت حق جوش میں آ جاتی ہے۔ مولا کریم غفور الرحیم ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاؤُكَ
فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَلَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَ
جَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○

اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں (یعنی گناہ کا ارتکاب کر لیں) اور آپ کے در دولت پر حاضر ہو جائیں اور اللہ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کریں اور رسول بھی ان کی مغفرت کی سفارش کریں تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پاؤ گے۔

....

آپ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ عموماً قرض، مرض یا غرض لے کر آتے ہیں۔ یعنی دنیاوی مقاصد لے کر آتے ہیں۔ اللہ، اللہ سیکھنے والا اور ذکر وفکر کا شوق رکھنے والا تو کوئی ہی آتا ہے، میں

تو ایسے ہی لوگوں کے لیے بیٹھا ہوں۔

آپ کی مجلس میں سب لوگ دوزانو بیٹھتے تھے۔ صرف بعض بیماروں کو رخصت ہوتی تھی۔ آپ خود بھی دوزانو ہی بیٹھا کرتے تھے۔ ضعیفی کے زمانے میں آپ زمین یا چارپائی پر اس صورت میں لیٹتے کہ سر مبارک قبلہ کی جانب اور پاؤں مشرق کی جانب ہوتے۔ ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر آپ کبھی نہیں لیٹے اور نہ ہی گھٹنے کھڑے کر کے۔ کعبۃ اللہ کی جانب پشت کرنا ناپسند فرماتے۔ شعائر اللہ کی تعظیم بدرجہ اتم فرماتے۔ غیر جاندار اور غیر مکلف اشیاء مثلاً جاروب، لوٹا، درانتی وغیرہ کو بھی قبلہ رخ رکھنا سکھاتے۔ مقصد اس سے یہ تھا کہ ہر ذی شعور انسان بھی اپنا رخ مالک حقیقی کی طرف ہی موڑ لے۔ اصحاب ذکر وفکر اور متبعین سنت کو دیکھ کر مسرت کا اظہار فرماتے۔ ہر چیز میں طاق عدد کو پسند فرماتے۔

....

باوجود کشف کے آپ نام لے کر کسی کی اصلاح نہ فرماتے۔ بلکہ ستر احوال کا خیال رکھتے اور عمومی رنگ میں کسی کی لغزش یا خامی کا تذکرہ کر کے اس کے ترک کرنے کی طرف توجہ دلاتے۔ اصلاح میں بڑی کوشش فرماتے۔ آپ کے فیضان صحبت سے دلوں سے غفلت کے پردے اٹھ جاتے اور ذکر وفکر میں مشغولیت حاصل ہو جاتی تھی۔ لوگ ذکر خفی کی تاثیر سے سرشار اور مسحور ہو جاتے تھے۔ حتیٰ کہ بعض کی زبان سے بے اختیار **ھو** کا نعرہ نکل جاتا تو آپ فرماتے

"بات تو یہ ہے کہ آدمی سمندر پی جائے اور لب خشک ہی رہیں"

....

آپ پردۂ نسواں کے سخت پابند تھے۔ کبھی کوئی عورت آپ کی مجلس مبارک میں نہیں آسکتی تھی۔ بلکہ پانچ چھ سال کی بچیوں کے آنے کی بھی ممانعت تھی۔ آپ نے اگر کسی وقت زنان خانہ میں جانا ہوتا تو پردے کا اہتمام ہو جاتا۔ محرم مستورات کے سوا کوئی عورت آپ کے روبرو نہیں آتی تھی۔ بچوں سے آپ شفقت سے پیش آتے اور بچوں کو انواع واقسام کی اشیاء کھانے کے لیے دیتے۔ ان سے محبت اور پیار کی باتیں کرتے۔ ان کے سر اور پشت پر دست شفقت پھیرتے۔ بچے بھی آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ انسان تو کیا حیوانوں اور پرندوں سے بھی

آپ ایسی نرمی سے پیش آتے کہ وہ بھی آپ سے بے حد مانوس ہو جاتے۔ جب کسی کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا اور لڑکے کا نام پوچھا جاتا تو آپ بالعموم یہ نام تجویز فرماتے نصر اللہ، لطف اللہ، انعام اللہ، عزیز اللہ یا فتح اللہ وغیرہ وغیرہ

....

آپ نہایت نفاست پسند اور راست گو تھے۔ کسی امر میں ذرا سی کجی بھی آپ کی طبیعت پر ناگوار گزرتی تھی۔ مسجد کی صفیں ہوں یا کھیتوں کے راستے یا حد بندی۔ کاغذ کی تراش ہو یا کاغذ پر کوئی لکیر، ہر چیز میں ذرا سا ترچھا پن بھی برداشت نہ فرماتے تھے۔ اسی طرح آپ ہمیشہ اپنے عقید تمندوں کے احوال کی درستی کی جانب متوجہ رہتے۔ شریعت مطہرہ یا سنت سنیہ سے انحراف یا روگردانی آپ برداشت نہیں فرمایا کرتے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ سے جو عشق و محبت آپ کو حاصل تھا، اس کا تقاضا بھی یہی تھا۔ آپ ہمیشہ اس امر کے متمنی تھے کہ آپ کے عقیدت مند اور متوسلین دین و دنیا میں اعلیٰ مدارج پر پہنچیں۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا اور اس کا مال و دولت بری چیزیں نہیں ہیں، ان کا ناجائز مصرف ان کو برا بناتا ہے۔ مال کی محبت بری چیز ہے۔ مال و دولت حاصل کر کے نیک کاموں پر خرچ کرنا برا نہیں۔ دنیا کی دولت ایک خوشنما سانپ کی مانند ہے۔ جو شخص اس سانپ کا منتر جانتا ہے وہ اسے قابو میں رکھتا ہے ورنہ اس کا زہر ہلاک کر دیتا ہے۔

اول وقت پر تمام نمازوں کی ادائیگی کا بہت اہتمام فرماتے اور اکثر اوقات صفیں بچھاتے وقت خود ساتھ امداد فرماتے اس کے باوجود جب نمازی جماعت کے لیے کھڑے ہوتے تو آپ نمازیوں کے مونڈھے پکڑ کر صفیں درست کرتے۔ قیام نماز میں دونوں پاؤں کے درمیان پانچ انگشت کا فاصلہ رکھنے کی تاکید فرماتے۔ رکوع و سجود میں تسبیح زیر لب پڑھنے کی تاکید ہوتی تھی۔ ہر نمازی کو خواہ وہ تنہا نماز پڑھ رہا ہو یا فرض نماز جماعت کے ساتھ ادا کر رہا ہو آپ نہایت خاموشی کے ساتھ پڑھنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ تا آنکہ ساتھ والے آدمی کو بھی آواز سنائی نہ دے۔ پہلی صف میں صرف وہ نمازی کھڑے ہوتے جن کی داڑھی شریعت کے مطابق ہوتی تھی۔ داڑھی منڈوانے والے اور کٹوانے والے اگلی صف میں نہیں کھڑے ہو سکتے تھے۔

کرموں والہ (ضلع فیروز پور) میں سکونت کے ایام میں آپ خود بھی کبھی کبھی عصر کی

نماز میں امامت فرماتے مگر وہاں عموماً ایک صاحب نسبت اور صاحب حال بزرگ المعروف میاں بالا رحمۃ اللہ (جو آپ کے مریدان با اخلاص میں سے ایک باکمال فرد تھے) امامت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ موجودہ دربار شریف کے قیام کے دوران مختلف اصحاب امامت کرتے رہے ہیں۔

نماز عشاء کی اذان کے بعد سفید چادریں بچھا دی جاتیں اور اس پر کھجور کے شمارے بکھیر دیئے جاتے۔ تمام پہلی سنتیں قبل نماز عشاء ادا کر کے درود خضری پڑھنے کے لیے چادر کے ارد گرد بیٹھ جاتے۔ اختتام درود شریف دعا مانگی جاتی اور اس کے بعد نماز عشاء با جماعت ادا کی جاتی۔ عشاء کی نماز کے بعد آپ تخلیہ فرماتے اور وتر اول شب ہی ادا فرماتے۔ لیکن بعض اوقات نماز عشاء کے بعد بھی زائرین میں سے نعت خواں حضرات کو بلا لیتے اور اس کے بعد محفل نعت رات تقریباً بارہ بجے تک جاری رہتی۔

نماز کے دوران انگشت شہادت کو اٹھانا درست نہیں سمجھتے تھے اور اس کو نماز میں خشوع و خضوع کے خلاف سمجھتے تھے۔ اذان سے پہلے بھی صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا تھا نماز جماعت کے لیے صفوں کی درستگی کا خاص اہتمام فرماتے تکبیر پڑھنے سے پہلے تمام حضرات کھڑے ہو جاتے اور صفوں کو درست فرماتے اس کے بعد تکبیر اقامت کہی جاتی۔

جمعۃ المبارک

جمعہ مبارک کے دن آپ بعض باتوں کا خاص اہتمام فرماتے تا کہ اس دن کی عظمت سب پر واضح ہو جائے۔ وظائف سے فارغ ہو کر احباب سے مختصر ملاقات کے بعد آپ یہ کام سرانجام دیتے:

☆:۔ حجامت بنواتے لبوں کے بال قینچی سے کٹواتے۔

☆:۔ ہاتھوں اور پاؤں کے ناخن اس طرح کٹواتے کہ دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے ابتدا کر کے چھنگلی پر ختم کرتے پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے شروع کر کے انگوٹھے پر ختم کرتے۔ سب سے آخر میں دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن اترواتے اور یہی مسنون طریقہ ہے۔

☆:۔ پھر آپ غسل خانہ میں تشریف لے جاتے اور موئے زیر ناف صاف کرنے کے

بعد غسل فرماتے اور غسل کرتے وقت موسم کے مطابق وافر مقدار میں گرم یا تازہ پانی استعمال فرماتے۔ غسل خانہ کے اندر ہی اجلا اور پاکیزہ لباس زیب تن فرماتے اور وضو کر کے باہر تشریف لاتے۔ پہلے دایاں پاؤں باہر رکھتے پھر بایاں۔ پاکیزگی اور نفاست کا یہاں تک خیال ہوتا تھا کہ دست مبارک سے تہبند کا گوشہ پکڑ کر دروازہ بند کرتے، گیلا ہاتھ کنڈے یا دستی کو نہ لگاتے۔ پھر آپ بیٹھ کر آئینہ سامنے رکھ کر ریش مبارک میں شانہ کرتے۔ شانہ دائیں جانب سے شروع فرماتے۔ سرمہ اور عطر لگاتے اور اس طرح نماز جمعہ کی تیاری مکمل ہو جاتی۔ نماز جمعہ میں آپ منبر کے اوپر بیٹھ کر خطبہ پڑھتے اور وعظ و تلقین فرماتے۔ اوائل میں کرموں والہ ضلع فیروز پور میں آپ زمین پر کھڑے ہو کر طویل خطبے دیا کرتے تھے۔ خطبوں کے دوران معارف و اسرار کی بارش ہوا کرتی۔ وعظ مبارک عام فہم پنجابی زبان میں ہوتا جس میں شاذ و نادر ہی کوئی شعر پڑھا کرتے تھے اور وہ بھی بغیر ترنم کے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نماز جمعہ کے دو فرض ادا فرمانے کے بعد ظہر کی پوری نماز ادا فرماتے۔ 1

ایک دفعہ جمعہ مبارک کے وعظ میں فرمایا:

"بیلیو گلاں غور نال سنو۔ میریاں گلاں سادیاں سادیاں۔ پنجابی زبان وچ ہوندیاں نیں۔ پر نہ جانئے انہاں نوں کوئی عارف وی ورلا ای سمجھ سکدا ہووے۔"

☆۔ 1: ابوملیح اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ کے مقام پر جمعہ کے دن حاضر ہوا تو حدیبیہ میں بارش صرف اتنی ہوئی کہ جوتوں کے تلوے بھی تر نہ ہوئے تو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حکم جاری فرمایا کہ وہ نماز ظہر اپنے گھروں میں ادا کر لیں۔ اب فقہائے احناف کا فیصلہ عرض کرتا ہوں۔

اور شہر ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اس موضع کو کہتے ہیں کہ جس کے لئے مفتی بھی اور بادشاہ

☆ حاشیہ گذشتہ صفحہ : بھی اور قاضی ہو جو احکام شرعیہ کو جاری کرے اور حدود شرعیہ کا قیام فرمائے۔

(مراقی الفلاح 308، طحطاوی شریف 304)

اور شہر ہر اس موضع کو کہتے ہیں جس کے لئے بادشاہ اور قاضی ہو جو احکام شرعیہ کو جاری رکھے اور حدود شرعیہ کو قائم رکھے۔ (مجمع الانھر 1/84)

اور جمعہ سوائے شہر جامع کے صحیح نہیں ہوتا یا شہر کی عیدگاہ میں اور بستیوں میں جمعہ جائز نہیں واسطے قول علی السلام کے مصر جامع کے سوا نہ جمعہ جائز ہے اور نہ ہی تشریق اور نہ ہی نماز فطر نہ بڑی عید نماز ہو سکتی ہے نہ چھوٹی اور مصر جامعہ ایسا شہر ہے جس کے لئے بادشاہ ہو اور قاضی ہو جو احکام شرعیہ کو جاری رکھے اور حدود شرعیہ کو قائم رکھے۔ (ھدایہ اولین 150)

اور امر کے لئے دلیل ہے قول علیہ السلام کا سوائے مصر جامع کہ نہ جمعہ جائز ہے اور نہ ہی تشریق حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ سوائے مصر جامع کے نہ جمعہ جائز ہے نہ تشریق اور نہ عید الفطر اور نہ عید الاضحیٰ کی اس لئے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جب شہروں اور بستیوں کو فتح کر لیا تو انہوں نے سوائے بڑے بڑے شہروں کے کہیں جامع مسجدیں نہیں بنوائیں نہ ہی خطابت کے منبر رکھے اور یہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہ کا اتفاقی مسئلہ ہے کہ بڑا شہر جمعہ کے شرائط سے ہے۔ (مبسوط للزخسی 2\22)

پھر ظاہر روایت میں ہے کہ جمعہ واجب نہیں ہوتا مگر اس شخص پر جو مصر کا رہنے والا ہو اور جو شہر کے متصل محلے ہوں۔ (مبسوط للزخسی 2/22)

فقہاء احناف کے نزدیک جمعہ اور ظہر کی نماز دونوں ادا کرے:

امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احتیاط کی ہے اور فرمایا احتیاطاً چار رکعت پڑھے اور یہ اس کا جمعہ ہے۔

(مبسوط للزخسی 2/22)

جب انسان پر جمعہ مشتبہ ہو جائے لائق ہے کہ چار رکعت بعد جمعہ کے پڑھے اس کے ساتھ نیت کرے آخری فرض نماز ظہر کی جس کا وقت میں نے پایا اور ادا نہیں کیا تو اگر جمعہ صحیح نہ ہوا تو ظہر ادا ہو جائے گی اور اگر جمعہ صحیح ہو گیا تو چار رکعت نوافل ہو جائیں گے۔ (فتح القدیر 1/141، بحر الرائق 2/153)

☆حاشیہ گذشتہ صفحہ : پھر جس موضع میں جمعہ کے جواز کا یا مصر کے شرائط میں شک ہو یا اس کے علاوہ اور اس نے اپنے اہل کے لئے جمعہ قائم کر لیا لائق ہے کہ جمعہ کے بعد چار رکعت نماز پڑھیں اس کے لئے نیت نماز ظہر کی کرے۔ تا کہ اگر جمعہ ادا نہ ہو سکا تو اس کی جگہ اس کے ذمے سے جو وقتی فرض باقی تھا وہ ساقط ہو گیا فقہ کی کتاب کافی میں ایسے ہی محیط میں ہے پھر انہوں نے اس کی نیت میں اختلاف کیا ہے بعض نے کہا ہے کہ اس پر آخر ظہر کی نیت کرے اور وہ زیادہ اچھا اور احوط ہے یہ کہے کہ میں نے آخر ظہر کی نیت کی جس کا وقت میں نے پا لیا ہے اور ابھی ادا نہیں کی اور فتویٰ میں ہے کہ چاروں میں فاتحہ اور سورہ پڑھے جو ہمارے شہروں میں نماز پڑھی جاتی ہے فتویٰ تا تار خانیہ میں بھی ایسے ہی ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری 1/117)

اور لوگ بستی میں نماز جمعہ پڑھیں تو ان کی ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے۔ (شامی 1/748)

عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ملا جیون کا فیصلہ یہ ہے:

بعض ان کے ظہر کو اپنے مکانوں میں ادا کر لیتے پھر جمعہ کی طرف دوڑتے اور ان کے اکثر پہلے جمعہ کو ادا کرنے پر ہمیشگی کرتے حالانکہ ان کو معلوم ہے کہ جمعہ شعائر اسلام کا بڑا نشان ہے اور اس کے بعد انہوں نے ظہر کی نماز کو بھی لازماً ادا کیا کیونکہ جمعہ میں شکوک بہت ہیں اور اوہام کو غلبہ ہے۔ (تفسیرات احمدیہ 460)

اور جمعہ کے ان شرائط کی وجہ سے اور مصر کے اختلاف کی وجہ سے انہوں نے کہا ہے کہ جس موضع کے جواز میں شک ہو جائے لائق ہے کہ چار رکعت نماز ظہر ادا کرے تا کہ اگر جمعہ میں ادائیگی نہ ہوتی ہو تو اس کے ذمہ جو وقتی فرض تھا وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ اور بستی میں احتیاط یہ ہے کہ چار رکعت نماز سنت ادا کرنے پھر جمعہ پڑھے پھر جمعہ کی چار سنتوں کی نیت کرے۔ پھر ظہر کی نماز پڑھے پھر دو رکعت وقتی سنتیں ادا کرے یہ ہی وہ صحیح مذہب پسندیدہ ہے۔ (کبیری 512)

اور مقدسی نے محیط سے نقل کیا ہے کہ جس موضع میں مصر کے متعلق شک ہو جائے لائق ہے کہ لوگ چار رکعت جمعہ کے بعد ظہر کی نیت سے احتیاطاً ادا کر لیں تا کہ اگر جمعہ نہ واقعہ ہو تو اس کی جگہ ظہر کے ادا کرنے سے اس کے ذمہ جو وقتی فرض تھا وہ ادا ہو جائے گا اور ایسے ہی کافی میں ہے۔ (شامی 1/756)

☆ حاشیہ گذشتہ صفحہ: علامہ شامی کا فیصلہ یہ ہے: ''علامہ شامی فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جمعہ کے بعد دس رکعات پڑھ لے چار سنتیں چار آخر ظہر اور دو رکعتیں سنت وقت''۔(شامی 1/757)

علامہ خیر الدین املی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ یہ ہے: ''اور احتیاط بستی میں یہ ہے کہ چار رکعت سنتیں ادا کر کے پھر جمعہ پڑھے پھر چار سنتیں جمعہ کی پڑھے پھر ظہر کی نماز ادا کرے پھر قضا دو سنتیں ادا کرے یہی صحیح اور پسندیدہ مذہب ہے''۔(فتویٰ خیریہ جلد اول 7)

پھر جس جگہ جواز جمعہ میں شرائط کے فوت ہونے سے شک ہو لائق ہے کہ چار چار رکعت نماز پڑھے اور ظہر کی نیت کرے کہ اس کے ذمے جو وقتی فرض تھا وہ ادا ہو جائے کہ اگر جمعہ جائز نہ ہو تو وہ اس کی جگہ درست ہو جائے اور قنیہ میں ہے بعض مشائخ سے کہ جب اہل مرو جمعہ کے قائم کرنے کے بارے میں شک میں مبتلا ہوئے اور ان کے جواز میں علماء کا اختلاف ہوا تو اس زمانہ کے ائمہ نے حکم دیا کہ چار رکعت بعد ظہر کی لازمی احتیاطاً پڑھی جاویں۔(مجمع الانہر 1/85)

نماز جمعہ کے دو فرض ادا کرنے کے بعد نماز ظہر پوری پڑھی جاتی ہے کیونکہ احناف کے نزدیک نماز جمعہ کے وجوب کے لئے چند شرائط ہیں جن کا آج کل فقدان پایا جاتا ہے۔اسی لیے اعلیٰ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نماز جمعہ کے بعد نمازِ ظہر پوری ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

نماز تراویح

نماز تراویح بیس رکعت پڑھی جاتی، حافظ صاحب ٹھہر ٹھہر کر ترتیل کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور پورا قرآن پاک تراویح میں ختم کیا جاتا۔ ہر چار رکعت تراویح کے بعد تسبیح سبحان ذی الملک والملکوت ...... خشوع خضوع کے ساتھ پڑھی جاتی۔ ختم قرآن تراویح عموماً ستائیسویں کو کیا جاتا۔ 1

☆۔1: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ بیس رکعت اور وتر پڑھتے۔ [مصنف ابن ابی شیبہ 2/394 ، آثار سنن 2/56]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ رمضان میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے۔ (مجمع الزوائد 3/172)

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض فرمائے ہیں اور میں نے تمہارے لیے رمضان کا قیام سنت مقرر کر دیا ہے تو جس شخص نے رمضان کے دن کے روزے رکھے اور رمضان کی راتوں کو قیام کیا ایمان ویقین سے تو گناہ سے ایسے نکل جاتا ہے جیسا کہ ماں کے پیٹ سے بے گناہ پیدا ہوا ہے۔ (نسائی شریف 1/308)

تتمہ: اس حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ نماز تراویح علٰحدہ ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر فرمائیں۔ تہجد رب کریم نے پہلے فرض فرمائے اور پھر فتھجد بہ نافلۃ لک سے تہجد کو نفل فرمایا تو جو لوگ رمضان کی رات تراویح کو تہجد کہہ دیں تو وہ حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منکر ہیں جو اس حدیث شریف سے واضح ہے۔ تہجد قرآن کریم کی آیت قم اللیل سے فرض ہوئے اور فتھجد بہ نافلۃ لک

اور اکثر اہل علم اس پر عامل ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سے بیس رکعتیں روایت کی گئی ہیں اور یہی سفیان ثوری کا قول ہے اور ابن مبارک اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کا بھی اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اپنے شہروں مکہ

☆ حاشیہ گذشتہ صفحہ: معظمہ میں میں نے پایا کہ وہ بیس رکعتیں تراویح پڑھتے تھے۔

(ترمذی شریف 1/119)

ابو سعید خذری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان شریف کی پہلی رات آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ رمضان شریف کی آخری راتوں تک کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور رمضان شریف کی راتوں میں ایماندار آدمی جو نماز پڑھتا ہے ہر سجدے کے بدلے اس کے لئے ڈیڑھ ہزار نیکی لکھی جاتی ہے اور جنت میں اس کے لئے سرخ یاقوت کا ایک مکان تعمیر کیا جاتا ہے جس کے ساٹھ ہزار دروازے ہوتے ہیں۔ اس کے ہر دروازے میں سرخ رنگ کے یاقوتی جڑاؤ کا ایک سونے کا محل ہوتا ہے ایماندار آدمی جب رمضان شریف کا پہلا روزہ رکھتا ہے اس کے سابقہ گناہ معاف کردئے جاتے ہیں رمضان شریف کے ہر دن یہی ثواب رائج رہتا ہے اور صبح کی نماز سے مغرب تک پورا رمضان شریف کا مہینہ روزانہ ستر ہزار فرشتے اس کے لئے معافی مانگتے رہتے ہیں اور رمضان شریف میں دن رات ہر سجدے کے ثواب میں جنت میں ایک درخت لگایا جاتا ہے۔ جس کا سایہ اتنا وسیع ہوتا ہے۔ کہ اس کے سائے میں پانچ سو برس گھوڑا دوڑایا جا سکتا ہے۔

آجکل بھی حرمین شریفین مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں نماز تراویح بیس رکعت کی ہی پڑھی جاتی ہے۔ (کنز العمال 4/298)

طریقہ تلقین وارشاد۔ تعلیمات

اقوال زریں

حضرت صاحب قبلہ کا طریقہ تلقین وارشاد

حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا طریقہ تلقین وارشاد نہایت سادہ اور دلنشین تھا۔ نماز فجر کے بعد آپ تخلیہ میں تشریف لے جاتے اور دن چڑھنے تک وظائف میں مشغول رہتے۔ طلوع آفتاب کے بعد نہایت خشوع وخضوع سے قرآن حکیم کی تلاوت فرماتے، دعا سے فارغ ہو کر استنجا کے بعد تازہ وضو یا نیا تیمم کرتے اور یاران طریقت وحاضرین سے ملتے۔ سب حاضرین صفوں میں دوزانو بیٹھ جاتے اور آپ بھی ایک مقام پر تشریف فرما ہوتے۔ آنے والوں کی باتیں غور اور توجہ سے سنتے اور سب کے لیے حسب حال دعا فرماتے۔ اسی دوران قرآن کریم کی تفسیر یا احادیث مبارکہ کا بیان ہوتا۔ بعض شرعی مسائل پر بھی روشنی ڈالتے۔ اولیاء اللہ اور صلحائے امت کا نہایت دلنشیں انداز میں ذکر فرماتے۔ سیاسی اور دنیاوی باتوں کے تذکرے نہیں ہوتے تھے۔ کبھی ضمناً کوئی ذکر آجائے تو اس پر بھی مذہبی نکتہ نگاہ سے روشنی ڈالتے۔ جس خوش نصیب کو حلقہ غلامی میں قبول کرنا ہوتا تھا۔ اسے اسم ذات کے تصور اور ذکر کی تلقین فرماتے اوراد و وظائف اور تہجد کے نفلوں اور درود شریف پڑھنے کی اجازت مرحمت فرماتے۔ گرمیوں کے موسم میں دوپہر کو قیلولہ فرماتے۔ ظہر کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کرنے کے بعد پھر احباب سے ملاقات ہوتی اور حاضرین کی طرف متوجہ ہوتے۔ عصر کی چار سنتیں ہمیشہ ادا کرتے۔ اس کے بعد مغرب تک عموماً تخلیہ فرماتے۔ لیکن بعد میں اس دوران میں بھی آنے جانے والوں سے ملنے میں تامل نہیں فرماتے تھے۔ مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد سب حاضرین اسی طرح دوزانو بیٹھے ذکر وفکر میں مشغول ہو جاتے اور آپ بھی ایک جانب تشریف فرما ہوتے۔ آپ خود دعا فرماتے یا کوئی اور صاحب جن کو اجازت ہوتی تھی دعا پڑھتے۔

پیری مریدی کے بارے میں فرمایا کہ یہ کوئی آسان کام نہیں۔ مرید کی قیامت تک ضمانت دینا پڑتی ہے نیز فرمایا کہ ہم بیعت گلے لگا کر نہیں کرتے بلکہ دل کو ہاتھ میں لیکر کرتے ہیں یہ ارشاد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مولوی محمد حنیف صاحب (جن کو آخری ایام میں خطبہ وامامت پر مقرر فرمایا تھا) کو بوقت بیعت فرمایا۔

آپ سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علم لدنی کے مالک تھے اور حکمت و دانائی کے مخزن وسیع تھے۔ظاہری، باطنی معالج تھے اور علاج بالمثل کی مانند ہر سائل کے مرض کا علاج فرماتے یعنی جس شعبے کا سائل ہوتا اسی کے متعلق اس سے گفتگو فرما کر اس کی ہدایت فرماتے۔اس کی چند ایک مثالیں درج ذیل ہیں:۔

بابو عطاء اللہ (جو کہ ایک اہلحدیث خاندان سے تعلق رکھتے تھے) حاضر خدمت ہوئے اور دل میں لاحول وَلاقوۃ کا ورد کرتے آئے تھے ان کو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ وہی وظیفہ جو گھر سے پڑھتے آئے ہو یہی اللہ اللہ بہتر ہے۔چنانچہ وہ مرید ہو گئے اور بعد میں خاص مریدین کی صف میں شامل ہوئے۔

ایک ترکھان سے فرمایا کہ جاؤ طالب علموں کے حجرے کے دروازے دیکھو اس نے واپس آ کر بتایا کہ وہ گیلی لکڑی سے بنائے گئے تھے اس لئے ٹیڑھے ہو گئے ہیں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب لکڑی اچھی طرح سوکھ جائے اسی وقت ہی اس کا کچھ بنانا بہتر ہوتا ہے لہٰذا اسے بغیر بیعت کئے واپس لوٹا دیا بعد میں وہ کئی بار حاضرِ خدمت ہوا مگر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عدم توجہی فرماتے رہے اور اسے لوٹا دیتے آخر وہ بالکل سچے دل سے نادم و تائب ہو کر بیعت کی غرض سے حاضر ہوا تو آپ نے بیعت کیا اور فرمایا کہ اب لکڑی سوکھ گئی ہے۔

اک پہلوان کو جو کشتی جیتنے کی دعا کروانے آیا تھا فرمایا کہ اگر کشتی کرنی ہے تو پہلے اپنے آپ سے کرو یعنی اپنے نفس سے کیونکہ شمع پہلے خود جلتی ہے پھر دوسروں کو روشنی دیتی ہے۔پھر فرمایا جاؤ تم کشتی ڈھالو گے۔

ڈاکٹر محمد رفیق صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ زراعت نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت بابرکت میں اپنی اولین حاضری کا واقعہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ لاہور سے وہ اپنے والد ماجد مرحوم و مغفور کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ان کے چچازاد بھائی سیٹھ محمد شفیع بھی ان کے ساتھ تھے۔لاہور سے عمدہ آموں کا ایک ٹوکرا بطور نذر پیش کرنے کے لیے ساتھ لے لیا۔ فیروز پور اسٹیشن سے کرمونوالہ شریف دو اڑھائی میل کی مسافت پر تھا۔ہم آرام طلب شہری نوجوان! خیر جوں توں کر کے منزل مقصود پر پہنچے، نمازِ مغرب کے بعد کھانا کھایا اور پھر نمازِ عشاء

کے بعد ایک خادم نے کہا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نماز فجر کے بعد ملاقات کریں گے۔ سب صاحبان اب آرام کریں۔

شوق دیدار نے ہمیں بے قرار کر رکھا تھا۔ ہم نے میاں بالا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (میاں محمد اقبال) کو آموں کا ٹوکرا پیش کر کے کہا کہ یہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پہنچا دیں۔ میاں بالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا "لے جاؤ یہ ٹوکرا، تم شہری بہت ہوشیار اور چالاک ہوتے ہو۔ یہاں ٹوکروں کی پرواہ نہیں۔ ملاقات صبح کے وقت ہی ہوگی۔" ہم دونوں نوجوان تھے ہم دیر تک باتیں کرتے رہے سیٹھ محمد شفیع نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ یہ سب دکانداری معلوم ہوتی ہے چلو صبح کی نماز کے بعد واپس چلیں اور آم بھی ساتھ لیتے چلیں گے۔ راستہ میں لوگوں میں تقسیم کر دیں گے۔

نماز فجر کے بعد ہم روانگی کے لیے تیار ہو رہے تھے کہ خلاف معمول آپ نے تھوڑی دیر کے بعد حجرہ شریف کا دروازہ کھولا اور خادم کو ارشاد فرمایا کہ رات کے وقت لاہور سے جو تین آدمی آئے تھے۔ ان میں سے سب سے چھوٹے نوجوان کو بلا لاؤ۔ میں خدمت میں حاضر ہوا عجیب کیفیت تھی رعب ولایت سے میں خاموش بت بنا بیٹھا تھا۔ آپ نے فرمایا "برخوردار! یہاں دکانداری نہیں ہے" میں تو بزرگوں کے حکم کے مطابق بیٹھا ہوا ہوں۔ بعد ازاں ڈاکٹر صاحب کے والد بزرگوار بھی حاضر ہوئے اور سب کو آپ نے اپنی کرم نوازی سے گرویدہ بنالیا اور ہمیں آپ کی علوشان کا پوری طرح احساس ہوا اور ہماری دنیا ہی بدل گئی۔

ایک دن آپ حلقہ عقیدتمنداں میں تشریف فرما تھے ایک تعلیم یافتہ نوجوان آئے اور خاموشی سے مجلس میں بیٹھ گئے کچھ دیر کے بعد آپ اس نوجوان کی طرف متوجہ ہوئے اور دریافت فرمایا کہ بابو جی آپ کیسے آئے ہیں۔ نوجوان نے جواب دیا حضرت! دل کا مریض ہوں، اس کے علاج کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے ذرا زوردار لہجہ میں فرمایا میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ نوجوان نے عرض کیا حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ! دل کی روشنی کا متلاشی ہوں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا، مجھے روشنی اور اندھیرے سے کیا سروکار ہے میں تو یہ جانتا ہوں کہ مسلمان سنت نبوی کا پابند ہو اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس

کے مطابق زندگی بسر کرے پھر نہ کسی اندھیرے کا ڈر باقی رہتا ہے اور نہ کسی اور روشنی کی تمنا باقی رہتی ہے۔ مزید ارشاد فرمایا کہ نماز باقاعدگی سے ادا کریں رزق حلال کے حصول کی کوشش کریں کسی کی حق تلفی نہ کریں اور ظاہری شکل وصورت بھی مسلمانوں جیسی بنالیں تو کوئی کمی نہیں رہے گی۔

اتباع شریعت کا جذبہ

حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کاملین میں سے تھے جن کا اوڑھنا بچھونا صرف شریعت مطہرہ تھا وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عاشق صادق اور سنت کے علمبردار تھے، ان کے ہاں ایسی رسومات جو دوسرے لوگوں کے ہاں جائز سمجھی جاتی ہیں، بالکل نہیں تھیں۔ ان کے یہاں نماز کی پابندی تھی اور حضور خواجہ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی پیروی کی تاکید۔ ان کا قول تھا کہ جو شخص شرع شریف کا پابند نہیں، اسے ولی نہ مانو، خواہ ہوا میں اڑتا ہو۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ملنے والوں کو نماز، روزہ کی پابندی اور درودِ پاک کثرت سے پڑھنے کی تلقین فرماتے تھے۔ طویل وظائف اور چلہ کشی کو ناپسند فرماتے تھے۔ البتہ ہمیشہ اس تمنا کا اظہار فرماتے تھے کہ ان کے ملنے والے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل وصورت بنائیں۔ داڑھی نہ منڈوائیں، لباس و اطوار میں مسلمان نظر آئیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے:

''یارو! اللہ تعالیٰ نے سب سے عمدہ، سب سے حسین اور خوبصورت سراپا جو بنایا ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراپا ہے۔ سب سے بہتر کردار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کردار ہے۔ پھر ہم بھی کیوں نہ ویسی ہی صورت اور ویسی ہی سیرت بنانے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا یہی ذریعہ ہے۔''

ایک نوجوان نے ایک دفعہ عرض کیا۔ ''قبلہ داڑھی میں کیا رکھا ہے۔ انسان کا دل صاف ہونا چاہے۔

آپ نے فرمایا:

''برخوردار تمہارا قرآن پاک پر ایمان ہے؟'' اس نے عرض کیا: ''جی ہاں، کیوں نہیں، آخر میں مسلمان ہوں'' آپ فرمانے لگے: ''قرآن پاک میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ کو اسوۂ حسنہ فرمایا گیا ہے (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ''

حسنۃ") اور داڑھی رکھنا حضور ﷺ کا ہی اسوۂ حسنہ ہے اور قرآن مجید میں جا بجا حضور ﷺ کی ہی تقلید اور اطاعت کا حکم ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے کسی فعل کی خلاف ورزی کرنا یا مذمت کرنا کسی ہوشمند انسان کا کام نہیں۔ کچھ دیر توقف کے بعد آپ نے فرمایا: "بابو جی! تم دل کی صفائی کا ذکر کرتے ہو، دل کا بھید تو خدا جانتا ہے۔ ظاہری صورت بھی درست کرو تا کہ لوگ بھی اچھا جانیں اور زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو۔ شاید اللہ کریم ظاہر کے خاکے میں حقیقت کا رنگ بھر دیں اور یہ یاد رکھو کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اے مسلمانو! جس نے میری شکل وصورت بنائی، اللہ پاک اس کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھیں گے۔ پھر آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نقال کا قصہ بیان فرمایا جو از راہ تمسخر آپ کی نقل اتارا کرتا تھا، لیکن مرنے کے بعد مولا کریم جل جلالہ نے اس کی صرف اس وجہ سے بخشش فرما دی کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ظاہری شکل وصورت بنا کر لوگوں کے سامنے آتا تھا اور حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کی نقل اتارا کرتا تھا۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس واقعہ کو نظم فرمایا ہے، جس کا آخری شعر یہ ہے ؎

آنکہ بر نقل برگزیدہ ماست
بعذاب مخالفاں نہ سزا است

مکروہات پر تنبیہہ

ایک دفعہ موضع کرموں والہ کے ایک زمیندار گھرانے میں شادی کی تقریب تھی۔ رات عورتوں نے سر شام سے ہی راگ رنگ شروع کر دیا اور گاؤں میں اودھم مچا دیا۔ آپ نے گاؤں کے ایک معزز آدمی کے ذریعہ شادی والے گھر میں پیغام بھجوایا کہ راگ رنگ بند کر دو یہ شرعاً ناجائز ہے اس سے درویشوں کی عبادت اور ذکر فکر میں بھی خلل واقع ہوتا ہے۔ گھر کی عورتوں نے جواباً کہلا بھیجا کہ خوشی کا موقعہ ہے، ہم تو خاموش نہیں رہ سکتیں آپ نے پھر ایک درویش کو بھیجا کہ جا کر ان کو سمجھاؤ کہ اس شیطانی حرکت سے باز رہیں مگر وہ اپنی ضد پر قائم رہیں۔

تھوڑی دیر گزری تھی کہ گانے والی لڑکیاں اور بات نہ ماننے والی بڑی بوڑھیاں پیٹ کے درد کے باعث تڑپنے لگیں۔ گاؤں میں کہرام مچ گیا۔ سب کو جان کے لالے پڑ گئے۔ آخر گاؤں کے چند معزز اور معمر آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عاجزی سے معافی کے

طلبگار ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ وعدہ کرو کہ آئندہ کبھی بھی گاؤں میں کسی قسم کا گانا بجانا نہیں ہوگا۔ جب سب نے اپنی غلطی تسلیم کر لی تو آپ نے فرمایا کہ جاؤ جن کے پیٹ میں درد ہے ان سب کو اجوائین کی ایک ایک چٹکی دے دو۔ چنانچہ وہ سب شفایاب ہوگئیں اور اس کے بعد گاؤں میں کبھی بیاہ شادی کی محفلوں میں ناچ گانا نہ ہوا۔

نیز بیان کیا کہ ایک دن حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ موجودہ مسجد کے صحن میں کیکر کے درخت کے نیچے تشریف فرما تھے۔ صفیں بچھی ہوئی تھی۔ لوگ بھی خدمت میں حاضر تھے۔ ایک کار سامنے سڑک پر آ کر رکی اس میں سے چند آدمی نکل کر آئے اور سلام کر کے دوسری صف میں بیٹھ گئے۔ آپ نے ان کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا ''بیلیو! کہاں سے آئے ہو اور کس غرض سے آئے ہو؟ ایک نے عرض کیا کہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہم لاہور سے آئے ہیں ایک ساتھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ آدمی بہت بیمار ہے۔ اس کے لیے دعا کروانے کی غرض سے آئے ہیں۔ آپ نے کوئی دوا تجویز فرما دی اور کہا کہ جاؤ، اللہ تعالیٰ اس کو صحت عطا فرما دیں گے۔ دوائی انہوں نے لکھ لی اور پھر پوچھا کہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کوئی پرہیز ہو تو ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا، حلال وحرام کی تمیز کیا کرو اور حرام سے پرہیز کرو۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہے اور پھر پوچھا کہ کون سی چیزوں سے پرہیز کیا جائے۔ اس پر آپ طیش میں آ گئے اور فرمایا جو میں کہتا ہوں، اس کا خیال نہیں کرتے۔ جس چیز سے پرہیز ضروری ہے ادھر توجہ نہیں دیتے اور پرہیز پرہیز کی رٹ لگا رکھی ہے۔

دراصل وہ لوگ چیزوں کی ناجائز ذخیرہ اندوزی اور فروخت کرنے والے تھے، آپ تبلیغ دین کے لیے ان کو حلال وحرام میں تمیز کرنے کی تاکید کر رہے تھے۔ بحکم كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ (ترجمہ) مسلمانو! تم سب سے بہتر ہو کیونکہ لوگوں کو نیکی کی تلقین کرتے ہو اور برائی سے بچنے کی ہدایت کرتے ہو۔ (القرآن)



آٹھواں باب

طریقہ تلقین وارشاد۔ تعلیمات اقوال زریں

کرمانوالہ بک شاپ

دربار مارکیٹ دوکان نمبر 2، لاہور فون: 7249515

انعقاد محافل میلاد

حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب مجلس مبارک میں تشریف فرما ہوتے تو اکثر کسی حافظ یا قاری سے قرآن پاک کا رکوع سنتے اور پھر کسی نعت خواں سے نعت پڑھنے کے لیے کہا جاتا۔ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سماعت کے دوران راگ راگنی کو ہرگز پسند نہ کرتے بلکہ آواز میں جس قدر سوز ہوتا اسی قدر وہ پسندیدہ ہوتی۔ کیونکہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں ڈوبے ہی رہتے تھے اس لیے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ انتہائی خواہش ہوتی کہ حاضرین بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی پر دلوں میں وہی سوز اور کسک محسوس کریں اور ان کے خوابیدہ دل بھی ان اذکار سے جاگ اٹھیں۔

بعض اوقات نماز عشاء کے بھی محفل نعت رات تقریباً بارہ بجے تک جاری رہتی در اصل حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہر مجلس محفل میلاد ہی ہوتی تھی اور حاضرین کو ایسا محسوس ہوتا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دربار نبوی میں حاضر ہیں کیونکہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے "بابے محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دی بڑی شان اے"۔

عقائد اہل سنت

آپ راسخ العقیدہ سُنّی تھے اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیروکار تھے چنانچہ آپ تمام کام حنفی مسلک کے مطابق ادا فرماتے۔

☆:۔ نماز میں قرأت جہری الحمد شریف سے شروع کرتے (ثناء، تعوذ اور بسم اللہ شریف آہستہ پڑھتے)

☆:۔ امام کے پیچھے مقتدی کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھنے کو ناجائز سمجھتے۔

☆:۔ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

☆:۔ نماز میں آمین آہستہ کہتے تھے۔

☆:۔ تشہد میں انگشت شہادت کے اٹھانے کو جائز نہ سمجھتے تھے۔

☆:۔وتر نماز عشاء کے ساتھ ہی پڑھتے تھے۔

☆:۔نماز تراویح بیس رکعت پڑھتے تھے (تفصیل باب دوئم میں دیکھیے)

☆:۔نماز جمعہ کے فرض کی ادائیگی کے بعد نماز ظہر پوری پڑھتے تھے۔ (تفصیل ساتویں باب میں دیکھئے)

☆:۔اذان میں حضور ﷺ کے نام نامی اسم گرامی پر انگوٹھے کو چوم لیا کرتے تھے (تفصیل ساتویں باب میں دیکھئے)

☆:۔نماز عصر کی سنتیں ہمیشہ ادا کرتے تھے۔

☆:۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''ض'' کو بآواز ''د'' پڑھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ''ض'' کی آواز ''ظ'' سے ظاہر کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

چنانچہ ایک مرتبہ مولوی سید محمد قاسم شاہ خطیب جامع مسجد نور پور شاہاں متصل اسلام آباد دورہ حدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد میں مکمل کرنے کے بعد لاہور آئے اور قاری محمد شریف صاحب مہتمم دار الفرقان ماڈل ٹاؤن، لاہور سے علم تجوید حاصل کرنے لگے، قاری صاحب موصوف نے مشق کے دوران علم تجوید کے مسائل پڑھائے اور سمجھایا کہ والضالین میں ضاد کو مشابہ بالظا پڑھنا صحیح اور مشابہ بالدال پڑھنا جیسا کہ عام رواج ہے، غلط ہے۔ چنانچہ قاری صاحب کے کہنے کے مطابق مولوی صاحب نے ولا الضالین میں حرف ضاد کو مشابہ بالظا پڑھنا شروع کر دیا، اس پر بعض لوگ اعتراض کرتے کہ تم غلط پڑھتے ہو، خیال کیا کہ یہ لوگ قانون کا علم نہیں رکھتے اور ناواقفیت کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں مگر لوگوں کی مخالفت بڑھتی گئی، اسی پریشانی کے عالم میں حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کے عرض کرنے کے بغیر خود ہی ارشاد فرمایا ''پیر جی! حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے جو کوئی والضالین میں ضاد کو مشابہ بالظا پڑھے اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے'' اس کے بعد سید محمد قاسم شاہ صاحب نے بالظا پڑھنا ترک کر دیا اور ان کی پریشان خیالی ختم ہو گئی۔ چنانچہ ایک دن تفسیر خزائن العرفان کے مطالعہ کے دوران دیکھا کہ یہی مسئلہ بالکل ایسے ہی لکھا ہوا تھا جیسے حضرت

صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان فرمایا تھا۔ 1

☆ 1 ''مسئلہ ضاد کو ظاء پڑھنا شرعی جرم ہے''

اور اگر نماز پڑھنے والے نے ولا الضالین کو ظاء سے پڑھا تو اس کی نماز باطل ہو جائیگی۔

(کتاب الاذکار، للنووی 23)

ثابت ہوا کہ محدثین کے نزدیک بھی ولا الضالین کو ظاء سے پڑھنے والے کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ یعنی نماز میں والا الظالین پڑھنے والے کا نماز پڑھنا یا نماز کو ترک کرنا یکساں ہے گویا کہ والا الظالین پڑھنے والے نے نماز پڑھی ہی نہیں۔

اور اسی طرح اگر الا ما اظطررتم ظاء سے پڑھا تو اس کی نماز فاسد ہو جائیگی۔ یعنی بجائے مَاضطُرِرْتم کے (فتاویٰ قاضی خان 1/141)

اور اگر والعدیت ضبحا کی بجائے ظبحا ظاء سے پڑھا نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ (فتویٰ قاضی خان 1/142، کبیری 449)

اور اسی طرح اگر غیر المغضوب کی بجائے غیر المغظوب ظاء یا ذال سے پڑھے تو نماز ٹوٹ جائیگی۔ (فتویٰ قاضی خان 1/143، کبیری 449)

اور اگر والنخل طلعھا ھضیم کو ظاء یا ذال سے پڑھے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(فتویٰ قاضی خاں 1/143، کبیری 449)

اور ولسوف یعطیک ربک فترضی کی بجائے فترظی ظاء سے پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (فتویٰ قاضی خاں 1/146، کبیری 449)

اور اگر فی تضلیل کو ذال سے تذلیل پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر ظاء سے پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (فتویٰ قاضی خاں 1/146، کبیری 449)

اگر فرض علیک القرآن کو ظاء سے پڑھے فرظ تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (فتویٰ قاضی خان 1/148، کبیری 450)

حیات النبی ﷺ اور حضور ﷺ کو حاضر ناظر جاننا

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حیات النبی ﷺ کے قائل تھے اور آپ ﷺ کو حاضر ناظر جانتے تھے۔ یارسول اللہ کہنا نہ صرف جائز بلکہ ضروری سمجھتے تھے۔

(ابوالبیان) حضرت مولانا غلام علی صاحب (مرحوم) مفسر قران مہتمم اشرف المدارس اوکاڑہ ایک موقعہ پر جماعت علماء کے ہمراہ مجلس مبارک میں موجود تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

''مولانا! لوگ محض دکھاوے کے لیے یا رسول اللہ ﷺ کا نعرہ لگاتے ہیں اس کا کچھ فائدہ نہیں۔ اگر شوق اور محبت سے ایک دفعہ یا رسول اللہ ﷺ کہا جائے تو رب کریم کی بے شمار رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور بیڑا پار ہو جاتا ہے۔

ایک دن ملتان سے ایک مولوی صاحب آئے۔ ان کا خیال تھا کہ ''یا رسول اللہ'' کہنا ٹھیک نہیں۔ جب وہ آکر بیٹھے تو ان کے قمیض کے بٹن کھلے ہوئے تھے۔ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ''مولوی جی! بٹن کھلے رکھنے کے متعلق کوئی حدیث مبارک ہے؟''۔ مولوی

حاشیہ گذشتہ صفحہ: اگر فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الحَجَّ ظاء سے پڑھے فَرَظَ یا ذال سے پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (فتویٰ قاضی خان 1\149، کبیری 450)

قاضی امام ابوالحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور قاضی امام ابو عاصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا اگر عمداً ضاد کو ظاء پڑھے نماز فاسد ہو جائے گی۔ (فتویٰ عالمگیری 1/79، فتویٰ بزاریہ 1/42)

مذکورہ بالا ائمہ فقہاء کے حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ ضاد کو ظاء پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اس مسئلہ پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔

اور جب کسی نے ذال کی بجائے ظاء پڑھا اور ظاء کی بجائے ضاد پڑھا مثلاً اول اگر تَلَذُّ الاَعْيُنِ کی بجائے تَلَظُّ الاَعْيُنِ پڑھا اور ذَرَاَ کی بجائے ظَرَءَ پڑھا اور دوسری مثال مغضوب کی بجائے حاشیہ مغظوب پڑھا اور تیسری مثال ضِعْفَ الحَيٰوةِ کی بجائے ظِعْفَ الحَيٰوة پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اس سے نماز فاسد ہونے کا فتویٰ اکثر ائمہ کا ہے کیونکہ اس سے بہت معنی متغیر ہو جاتے ہیں۔ (غنیۃ المستعلی للحلبی 448)

صاحب نے کہا "ہے"۔ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مشکوٰۃ شریف مولوی صاحب کو تھماتے ہوئے فرمایا "دکھاؤ"۔ مگر مولوی صاحب کو اس میں کہیں بھی یہ حدیث نظر نہ آئی تو حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا" مولوی جی! اس مسئلے کو تو چھوڑو یہ بتاؤ کہ مشکوٰۃ شریف کہاں سے شروع ہوتی ہے؟" مولوی صاحب نے کہا کہ "ایک دن جبرائیل امین حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور یہ باتیں کہیں: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا وحدہ لا شریک ہے؟" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا صدقت

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سچے رسول ہیں"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "صدقت"

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا دین سچا ہے"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "صدقت"

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت آنے والی ہے"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "صدقت"

اس کے بعد حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ "اس حدیث کا راوی کون ہے؟" مولوی صاحب نے کہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا" راوی تو سچا ہے اور یارسول اللہ کہنے والا بھی ایک معزز ہستی یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں مگر پھر بھی لوگ پوچھتے ہیں کہ "یارسول اللہ! کہنا جائز ہے یا نہیں؟" یہ سن کر مولوی صاحب خاموش ہو گئے۔

ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمانے لگے۔ "یہ مولوی لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر و ناظر کے مسئلہ کو متنازعہ بنا بیٹھتے ہیں۔ میں تو اپنے پیر کو حاضر ناظر سمجھتا ہوں پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ واقعہ سنایا۔ فرمانے لگے" اک مرتبہ ہم حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس مبارک سے واپسی پر اسٹیشن پر گئے۔ گاڑی میں بہت رش تھا۔ اک سرے سے دوسرے سرے تک کوئی جگہ نہ ملی۔ اتنے میں گارڈ آیا اور پوچھنے لگا کہ آپ نے گاڑی پر سوار ہونا ہے؟ ہم نے کہا ہاں، مگر جگہ نہیں ہے۔ وہ بولا آیئے میرے ساتھ اور اس نے ساتھ لے جا کر سیکنڈ کلاس کے

ڈبے کا دروازہ کھول کر ہمیں سوار کرا دیا۔ ہم نے کہا ہمارے پاس تو اس کلاس کے ٹکٹ نہیں ہیں۔ وہ بولا کوئی بات نہیں آپ تشریف رکھئے۔ آپ فرمانے لگے یہ سب کچھ حضرت میاں شیر محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر کرم سے ہوا تو پھر ہم کیوں نہ اپنے پیر کو حاضر و ناظر سمجھیں؟

☆:۔ اذان سے پہلے مؤذن کو صلوٰۃ و سلام (الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلیٰ الِک یا حبیب اللہ............) پڑھنے کا حکم تھا۔

☆:۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نماز فجر کے بعد تمام بیلیوں کے ساتھ مل کر باآواز بلند صلوٰۃ و سلام (الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلیٰ الِک یا حبیب اللہ...............) پڑھا کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا علم غیب

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کے معترف تھے چنانچہ ایک مرتبہ چند غیر عقیدہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کے جزوی یا کلی کی وضاحت چاہی آپ نے ان کے دل کی بات جان کر فرمایا کہ مجھے جزوی اور کلی کا تو پتہ نہیں مجھے اتنا پتہ ہے کہ اللہ کریم نے علم کا کُلّہ حضرت آدم علیہ السلام کے سر مبارک پر رکھ دیا تھا اور ساتھ ہی یہ آیت مبارکہ پڑھی (وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ''سورۃ بقرۃ'') اب تم خود اندازہ لگالو کہ اللہ کریم کا کلّہ بڑا ہے یا تمہاری کلی اور پھر یہ بھی اندازہ لگا لو کہ یہ شان تو حضرت آدم علیہ السلام کے علم کی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم مبارک کی حد کہاں تک ہوگی جو کہ سردار انبیاء ہیں۔ تو یہ سن کر وہ لوگ چُپ ہو گئے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑے احسن طریقے سے ان کے سوال کا جواب دیا۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف ایک نظر کرم کی ہے تو مجھ سے تمام حجابات ختم ہو گئے ہیں اور قیامت کا تو میں دعویٰ نہیں کرتا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رکھی۔

ایک دن حکیم شیر محمد صاحب حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ گفتگو کے دوران حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ''لوگ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیب کا علم نہیں تھا، مگر میں کہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کو بھی غیب کا علم ہے، اگر کوئی شخص مجھ سے پوچھے کہ اس وقت دلی میں کیا ہو رہا ہے یا لندن میں کیا ہو رہا ہے تو میں اسی وقت دکھا دیتا ہوں"۔

چنانچہ ایسے ہزاروں واقعات ہیں جن میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے زائرین کے چھپانے کے باوجود اصل واقعات خود انکے سامنے بیان فرما دیئے جن کی کچھ تفصیل اس طرح ہے:

☆:۔فیصل آباد کے ایک نواحی گاؤں کے ہائی سکول میں یہ فقیر (مولوی محمد اکرام) بطور مدرس کام کرتا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے چند سال ہو چکے تھے۔ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ عمر یونہی بیکار ضائع جا رہی ہے۔ سب کچھ چھوڑ کر جامعہ ازہر چلنا چاہیے اور دینی علوم کی تحصیل و تکمیل کے بعد دین کی خدمت کرنی چاہیے تا کہ عاقبت درست ہو۔ یہ خیال دل کو ہر وقت بے قرار رکھتا، چنانچہ فیصلہ کیا کہ ملازمت ترک کرنے سے پہلے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت حاصل کر لوں تو بہتر ہوگا اور اسی نیت سے کرموں والا شریف ضلع فیروز پور (آپ کی اصل جائے سکونت) پہنچا۔ فجر کی نماز کے بعد حاضری ہوئی، پندرہ بیس حضرات اور بھی موجود تھے۔ آپ نے فرمایا کہ بعض لوگوں کے دل میں دین کی خدمت کا شوق موجزن ہوتا ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جامعہ ازہر چلے چلیں اور دینی تعلیم حاصل کر کے دین کی خدمت کریں۔ جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ جب مولا کریم جل شانہ کا کرم ہو جائے تو سارے علم خود ہی حاصل ہو جاتے ہیں۔ وہ علم اور ہے، اصلی علم اور ہے، وہ علم تو ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص لوہار یا ترکھان کا کام سیکھ کر روزی کمانے لگ جائے، اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ ید العلیا خیر من ید السفلی (حدیث شریف)۔ میں نے ارد گرد نظر دوڑائی تو حاضرین میں جامعہ ازہر جانے والے کوئی اور صاحب نظر نہ آئے۔ سمجھ لیا کہ موضوع سخن اسی فقیر کا وسوسہ ہے۔

☆:۔قیام پاکستان سے چند ماہ پیشتر آپ پاکپتن شریف میں عیدہ گاہ میں مقیم تھے۔ صوفی نور عالم بھی فیروز پور سے آپ کے ہمراہ پاکپتن شریف آ گئے تھے۔ اپنے بال بچوں کو ایک مکان میں ٹھہرانے کے بعد صوفی نور عالم ایک دن قصور چلے گئے۔ تا کہ ہندوستان سے بعد میں

آنے والے قافلوں سے اپنے آدمیوں کو تلاش کر کے لائیں۔ان کو وہاں آٹھ دس دن رکنا پڑا۔ اسی اثناء میں کسی نے صوفی نور عالم کے گھر جا کر کہہ دیا کہ ان کو قصور میں سکھوں کے قافلہ والوں نے شہید کر دیا ہے، یہ سنتے ہی گھر میں کہرام مچ گیا۔آپ مسجد عید گاہ میں قیام پذیر تھے۔کسی نے آپ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں یہ بات غلط ہے،صوفی نور عالم فوت ہو جائیں اور ہمیں علم نہ ہو، وہ بالکل صحیح سلامت ہیں۔لیکن ان کے اہل و عیال کو تسکین نہیں ہوتی تھی۔دوسری صبح نماز فجر کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود بابو نور عالم کے گھر تشریف لے گئے اور ان کی بیوی بچوں کو تسلی دے کر فرمایا کہ ”گھبراؤ نہیں وہ زندہ ہیں اور جلدی گھر آ جائیں گے“ چنانچہ صوفی صاحب دوسرے تیسرے دن گھر واپس پہنچ گئے۔

☆:۔پیر قدرت اللہ شاہ کا بیان ہے کہ حصول تعلیم سے فارغ ہو کر وہ حضرت کرمانوالہ شریف آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کا شرف حاصل کیا۔بعد ازاں چند سال کے لیے آستانہ عالیہ میں ہی قیام کی سعادت حاصل ہوگئی اور ہمہ وقت خدمت گزاری میں رہنے لگے۔

ایک دن ان کے دل میں خیال آیا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ساتھ والے کمرہ کے اندر ہیں۔آپ وہاں سے کس طرح سب جگہ کا حال دیکھ لیتے ہیں۔اتنے میں دیوار کی دوسری جانب ان کی اپنی آنکھوں کے سامنے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ موجود نظر آئے۔یہ ان کے وسوسہ کا جواب تھا اور عارضی طور پر ان کو یہ کیفیت حاصل ہوئی۔ورنہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لیے تو کسی وقت کوئی حجاب نہ تھا۔

حضرت سید نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (حضرت کیلیانوالے) کے یوم وصال پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بے چینی

حضرت اعلیٰ حضور میاں صاحب شرق پوری سرکار قدس سرہ کے وصال کے بعد آپ ہمیشہ ربیع الاول کا چاند دیکھتے ہی شرق پور شریف میں عرس کے موقعہ پر حصول برکات وفیوض کے لیے حاضر ہو جاتے تھے۔ایک سال حسب دستور آپ شرق پور شریف پہنچے اور نالہ ڈیک کے

قریب ایک کنویں پر چھوٹی سی مسجد میں قیام کیا۔آپ شہر سے باہر قیام پسند فرمایا کرتے تھے۔ ربیع الاول کی دو تاریخ ہوئی تو آپ کی طبیعت مبارک میں عجیب قسم کی شان جلالی کا ظہور ہوا۔ حاجی نظام الدین اور دوسرے سب احباب دہشت زدہ ہوکر قریب نہ آتے تھے۔صرف یہ فقیر آپ کے پاس موجود رہا۔ مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد آپ رضائی اوڑھ کر خاموش لیٹ گئے۔اس دن شہر کے ایک رئیس نے کھانا بھجوایا تھا مگر میں نے احتیاطاً لنگر کا کھانا بھی منگوا کر رکھ لیا تا کہ اپ جو کچھ چاہیں اور جب چاہیں پیش کرسکوں۔

رات جب کافی گزر گئی تو آپ نے کروٹ بدلی اور رضائی اوڑھے ہوئے لمبا ٹھنڈا سانس لیا، پھر چہرۂ مبارک سے رضائی ہٹا کر دریافت فرمایا کہ کیا وقت ہے؟ میں نے گھڑی دیکھ کر عرض کیا کہ حضور گیارہ بج کر دس منٹ ہوئے ہیں۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا کہ کیا نماز پڑھ لی ہے؟ میں نے عرض کیا، حضور ابھی نہیں تو آپ نے فرمایا کہ اچھا پہلے نماز پڑھ لیں۔آپ نے تیمم کیا اور نماز ادا کی۔نماز سے فارغ ہوکر آپ نے فرمایا ''مولوی صاحب کچھ کھانے کو جی تو نہیں چاہتا، یہ اتنے برتن کیسے ہیں؟'' میں نے عرض کیا کہ حضور ملک مظفر صاحب نے کھانا بھیجا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے تو لنگر مبارک کی دال روٹی پسند ہے۔میں نے عرض کیا کہ وہ بھی حاضر ہے چنانچہ آپ نے چند لقمے تناول فرمائے۔ بعد ازاں آپ پھر لحاف اوڑھ کر محو استراحت ہو گئے۔علی الصبح پھر بیدار ہوئے اور نماز و معمولات کے بعد تلاوت قرآن حکیم سے فاغ ہوئے۔اس دن ربیع الاول کی تین تاریخ تھی۔اب آپ کی طبیعت قدرے پرسکون تھی۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ختم شریف میں شمولیت کے لیے دربار شریف جانے کی تیاری شروع کردی تو حاجی نظام الدین صاحب بھی آ گئے۔آپ ان کو ساتھ لے کر روانہ ہو گئے۔

آٹھ بجے کے قریب ختم شریف کی تقریبات شروع ہوگئیں اور تھوڑی دیر کے بعد اعلان ہوا کہ حضرت سید نورالحسن شاہ بخاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہو گیا ہے۔ چنانچہ حضرت صاحبزادہ سید باقر علی شاہ بخاری صاحب اور حضرت صاحبزادہ سید جعفر علی شاہ بخاری صاحب باچشم گریاں محفل ختم مبارک سے اٹھ کر حضرت کیلیانوالہ شریف کے لیے روانہ ہو گئے۔

ختم شریف کے فوراً بعد حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی کار میں سوار ہوکر اپنے ہمراہیوں

سمیت حضرت کیلیانوالہ شریف کی طرف روانہ ہوگئے ۔غروب آفتاب سے تھوڑے دیر پہلے ہم حضرت کیلیانوالہ شریف جا پہنچے ، جاتے ہی حجرہ مبارک میں حضرت سید نورالحسن شاہ بخاری صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت حاصل ہوئی ۔وہاں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال رات گیارہ بج کر دس منٹ پر ہوا تھا ۔یہ تھا باہمی تعلق ان دو باکمال ہستیوں کا۔

ہندو جج کا فیصلہ

شہزادہ فیروزالدین تحصیل فیروز پور میں نائب تحصیلدار تھے ۔ان کے والد کسی مقدمہ میں پھنس کر سخت پریشان تھے ۔شہزادہ صاحب نے حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر دعا کے لیے عرض کیا ۔حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ''شہزادہ صاحب فیصلہ آپ کے حق میں ہوگا ،گھبرائیں نہیں ،جج صاحب پہلے آپ کے والد کے خلاف فیصلہ لکھیں گے اور پھر اس فیصلہ کو پھاڑ کر ان کے حق میں فیصلہ دیں گے ۔''

کچھ دنوں بعد کے مقدمہ عدالت میں پیش ہوا ۔جج ہندو تھا اور سرکاری وکیل بھی ہندو تھا ۔طرفین کے وکلاء نے خوب زورشور سے بحث کی ۔ بحث سننے کے بعد جج نے فیصلہ لکھوایا اور وہ فیصلہ شہزادہ صاحب کے والد کے خلاف تھا ۔شہزادہ صاحب کے والد نے اونچی آواز سے کہا ''جناب مجھ سے تو سرکاری وکیل نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ جج ہندو ہیں اس لیے فیصلہ تمہارے حق میں نہیں ہوگا ۔ چنانچہ مجھے علم تھا کہ آپ میرے خلاف فیصلہ دیں گے ۔ مجھے آپ کے فیصلہ سے کوئی حیرانی نہیں ہوئی'' جج نے سوالیہ نظروں سے سرکاری وکیل کی طرف دیکھا ۔سرکاری وکیل نظریں نیچی کیے خاموش کھڑا تھا ۔جج نے فیصلہ کا کاغذ لے کر پھاڑ ڈالا اور نیا فیصلہ لکھوایا جو کہ شہزادہ صاحب کے والد کے حق میں تھا ۔

شیخ صاحب کی والدہ کی وفات کی خبر

شیخ صاحب مذکور نے یہ بھی بیان کیا کہ ان کی والدہ سخت بیمار ہوگئیں اور زندگی سے ناامیدی ہوگئی ۔اسی پریشانی کے عالم میں وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں

کرموں والا شریف جا حاضر ہوئے۔ آپ سے اپنی والدہ کی شدید علالت کا ذکر کیا اور صحت کے لیے درخواست کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ صاحب میں تو دعا کرتا ہوں مگر ڈیگر ویلا ہر کسے تے آوے گا۔ آپ واپس جائیں اور مائی کی خدمت کریں۔ واپس روانہ ہوئے تو دور سے دیکھا کہ گاڑی فیروز شاہ اسٹیشن پر پہنچ گئی ہے۔ مگر جب تک وہ جا کر گاڑی میں سوار نہ ہو گئے، گاڑی رکی رہی۔ گھر پہنچے تو مائی کی طبیعت قدرے سنبھلی ہوئی تھی۔ دوسری صبح اچانک طبیعت پھر بگڑی اور عین عصر کے وقت ان کی والدہ راہی ملک بقا ہو گئیں۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کے مطابق (ڈیگر ویلا) عصر کا وقت ہی تھا۔

اصل واقعہ کی اطلاع

مستری عبدالستار نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں حاضر ہوا۔ ایک آدمی باہر نیم کے درخت تلے بیٹھا ہوا تھا حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ "باہر ایک آدمی بیٹھا ہے، وہ بات نہیں بتاتا اور یہی کہتا ہے میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے علیحدگی میں بات کروں گا۔ میں تو سب کے سامنے بات کرتا ہوں، جو سچی بات کرے اللہ رحم کر دیتا ہے۔ اس سے جا کر تم ہی پوچھو شاید تم کو بتا دے" میں نے جا کر پوچھا تو مجھے بھی اس نے وہی جواب دیا۔ بہت سمجھایا لیکن وہ نہ مانا اور اصل بات بتانے سے انکار ہی کرتا رہا۔ میں نے جا کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا، برخوردار بات دراصل یہ ہے کہ اس کی ایک رشتہ دار عورت بیوہ ہو گئی ہے۔ اس کی بہت سی جائیداد ہے، اس کے دو لڑکے بھی ہیں جو ابھی نابالغ ہیں۔ اس کا خیال ہے کہ وہ عورت اس سے نکاح کر لے اور وہ جائیداد اس کے قبضہ میں آ جائے۔ وہ یتیموں کا حق مار لینا چاہتا ہے اور منظوری مجھ سے لیتا ہے، میں شریعت کے خلاف کس طرح فتویٰ دے دوں۔ جاؤ اس سے پوچھو اگر واقعہ اسی طرح ہے تو اس کو کہو کہ اس کے لیے بہتر یہی ہے یہ وہ یہاں سے چلا جائے۔

میں دوبارہ اس کے پاس گیا اور پھر کرید کرید کر اس سے بات دریافت کرنا چاہی لیکن وہ انکار کرتا رہا۔ آخر میں نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کے مطابق سارا واقعہ اسے بتایا تو وہ حیرانی سے میرے منہ کو تکنے لگا اور پوچھا کہ تمہیں کس نے بتایا ہے۔ میں نے کہا

حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہی مجھے سب کچھ بتایا ہے، چنانچہ پھر اس نے کہا کہ واقعی میرا یہی سوال ہے۔ پھر میں نے اسے کہا کہ جاؤ، اب یہاں سے چلے جاؤ۔ اس ناجائز کام کے لیے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہرگز تمہارے لیے دعا نہیں فرمائیں گے۔ چنانچہ وہ شخص اٹھ کر چلا گیا۔

ایصال ثواب

آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہونے والے خواہش مند حضرات کو سلسلہ عالیہ میں داخل فرما لیتے اور ان کو نماز تہجد کے چار نوافل کے علاوہ نماز پنجگانہ باجماعت پڑھنے کا حکم فرماتے اور ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ قل شریف بمع بسم اللہ شریف پڑھ کر حضور ﷺ کی روح مبارک کو ایصال ثواب کرنے کا حکم فرماتے تھے جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایصال ثواب کے قائل تھے۔

پیر جلیل شاہ صاحب ساکن واں رادھا رام بیان کرتے ہیں کہ گزشتہ کئی سال سے تو حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہر اتوار کو آدھی رات کے وقت قیام گاہ سے پاک پتن شریف کے لیے روانہ ہوتے یہ ناچیز بھی ساتھ ہوتا، عموماً فجر کی نماز حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پاک پتن شریف کے قریب اپنی اراضی (واقع چک 36 ایس پی) میں ادا کرتے۔ چک میں پہنچنے سے پہلے اس چوک میں جہاں سے ایک سڑک پاک پتن شریف کو جاتی ہے اور ایک عارف والا کی طرف جاتی ہے۔ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دعائے خیر کے لیے ہاتھ اٹھا دیتے اور حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روح مقدسہ کو ایصال ثواب پہنچاتے اور اسی طرح واپسی کے وقت بھی وہاں رک کر دعا فرماتے۔

☆:۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تیجے چالیسویں وغیرہ ایصال ثواب کی محافل کے قائل تھے اور بعض اوقات اپنے بیلیوں کے تیجے چالیسویں میں شمولیت کے لیے اپنے صاحبزادگان یا اپنے کسی دوسرے نمائندے کو بھیج دیتے تھے۔

☆:۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی گیارہویں شریف بھی باقائدہ ہر ماہ چاند کی گیارہویں شریف کو دیا کرتے تھے۔

☆:۔ ایصال ثواب کے بارے میں حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ واقعہ اپنے جمعۃ المبارک کے خطبات میں اکثر بیان فرمایا کرتے تھے:

''ایک دفعہ کرموں والا شریف (ہندوستان) کا واقعہ ہے وہاں ایک ڈوگر رہتا تھا جس نے کبھی کوئی نیک کام نہیں کیا تھا اور اس میں تمام شرعی عیب موجود تھے وہ خود ہی کہتا تھا کہ جب میں مروں گا میری قبر سے آگ کی لاٹ نکلے گی۔ رمضان شریف کے آخری جمعۃ المبارک کو وہ فوت ہو گیا گاؤں کے لوگوں نے اس کا جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا کہنے لگے یہ فاسق و فاجر تھا زندگی میں کوئی نیک کام نہیں کیا۔ یہ بات حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علم میں آئی تو آپ نے فرمایا بیلیو ڈوگر فوت ہو گیا ہے اس کے کفن دفن کا بندوبست کرو۔ نماز جمعہ کے بعد حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔

آپ نے فرمایا نماز جنازہ میں نزول ملائکہ اتنا ہوا کہ زمین پر تل دھرنے کی جگہ بھی نہ تھی بیلیو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ شخص ہر جمعرات کو اپنی روٹی پر فاتحہ پڑھ کر ثواب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر بزرگان دین کی بارگاہ میں پیش کرتا تھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ کہتا رہتا تھا کہ میں بہت گناہ گار ہوں لیکن رب تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔

زیارات مزارات

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بزرگان دین کے مزارات پر حاضری دیا کرتے تھے۔ مندرجہ ذیل واقعات آپ کے مزارات پر حاضری کے بارے میں ہیں:

☆:۔ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ہم بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پاک پتن شریف کے عرس میں ہر سال شرکت کرتے تھے لیکن ایک مرتبہ بہت بیمار تھے اور سفر ممکن نہ تھا اس لیے عرس میں شرکت کی حاضری کا ارادہ نہ تھا رات کو بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائے اور کہا کہ عرس میں شرکت ضروری ہے سواری کا انتظام ہو جائے گا۔ اگلے روز اچانک صبح سویرے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک صاحب اونٹنی لے کے میرے پاس آئے اور کہا ''یہ سواری آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جانے کے لیے بھیجی ہے..... آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لے چلئے''۔ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس

مہربانی پر بیماری کے باوجود کمر ہمت باندھ لی اور اونٹنی پر بیٹھ کر عرس مبارک میں شریک ہوئے۔

ایک مرتبہ کسی نے حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کلیر شریف کے عرس پر آنے کی دعوت دی اور آنے جانے کا کرایہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کیا۔ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہاں تشریف لے گئے، بابو نور عالم صاحب بھی ہمراہ تھے۔ مزار مبارک کے اردگرد آہنی جنگلا لگا ہوا تھا یہ لوگ وہاں کھڑے ہو گئے، تھوڑی دیر بعد ایک بزرگ آئے اور حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کیا کہ ''آپ مزار مبارک کے اندر جانا چاہتے ہیں تو چلئے''۔ اس وقت تک کوئی شخص بھی اندر نہیں گیا تھا۔ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکیلے اندر چلے گئے۔ بہت دیر کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ باہر تشریف لائے اور فرمایا ''بڑی جلالت ہے'' واپسی پر ان صاحب نے حضرت قبلہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مزار مبارک کا غلاف بطور تبرک تحفہ دیا۔

☆:۔ میر محمد سعید صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہمراہ کلیر شریف گئے۔ ان دنوں کلیر شریف کے منتظمین کچھ اچھے صاحب کردار نہ تھے۔ وہ جسے چاہتے ہیں ڈراتے دھمکاتے اور مال بٹورتے حتیٰ کہ فقراء بھی ان کی بے ادبیوں، اور گستاخیوں سے محفوظ نہیں تھے۔ علماء اور فقراء احترام نسبت کو مدنظر رکھ کر سب کچھ برداشت کر لیتے تھے۔ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روضۂ مبارک میں مرقد کے قریب کھڑے تھے اور کچھ دوسرے درویش بھی اپنے اپنے سلسلے اور طریقے کے مطابق مصروف تھے کہ ایک نوجوان مجاور زادہ آیا اور سب کو باہر نکالنے لگا۔ اس نے درویشوں اور بزرگوں کو بہت گستاخی سے باہر دھکیلا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اطمینان سے اپنے کام میں مشغول تھے۔ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جاننے والے جانتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وقار ظاہری اور شکل و صورت بھی اپنی نمایاں خصوصیات کی وجہ سے دیکھنے والوں کو مرعوب کرتا تھا۔ لوگوں کو آپ کی ذات بابرکات میں شاہی تمکنت نظر آتی تھی تاہم وہ گستاخ مجاور زادہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف لپکا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بازو پکڑ کر باہر لے گیا۔ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس کی نازیبا حرکت پر بہت دکھ ہوا اور پکار کر کہا:

''صابر پیا! تمہارے ہاں مہمانوں کی یہاں یہ درگت بنتی ہے!''

بس اتنا کہنا تھا کہ لوگوں میں شور اٹھا وہ مجاور زادہ قتل ہو گیا، وہ مجاور زادہ قتل ہو گیا۔ بات یوں ہوئی کہ وہاں ایک مجذوب سائیں مشتاق بھی پھرا کرتا تھا۔ نہ جانے اس کے جی میں کیا آئی کہ اس نے مجاور زادہ کے چاقو گھونپ دیا۔

☆:۔حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قیام پاکستان سے پہلے ہر سال خواجہ ابو شکور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس مبارک پر واقع تحصیل سرسہ (حصار) تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اور صاحب مزار سے روحانی فیوض و برکات حاصل کرتے تھے۔

☆:۔ایک مرتبہ سرہند شریف کے عرس مبارک پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حاضری ہوئے ختم شریف سے فارغ ہو کر آپ سب ہمراہیوں سمیت سرہند اسٹیشن کی طرف پاپیادہ روانہ ہو گئے سب ہمراہیوں کو آگے آگے چلنے کا حکم ہوا صرف یہ فقیر (محمد اکرام) آپ کے ہمراہ تھا۔ چلتے چلتے جب ہم فتح گڑھ اسٹیشن کے قریب پہنچے اور مسجد کے سامنے سے گزرنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب! مسجد میں تھوڑی دیر رک کر دم نہ لے لیں؟'' چنانچہ آپ سیڑھیاں چڑھ کر مسجد میں داخل ہوئے اور مشرقی دیوار کے ساتھ صف پر جا بیٹھے۔ میں بھی پاس ہی جا بیٹھا۔ میری نظر جب جنوبی دیوار کی جانب گئی تو وہاں ایک مست دیوار سے ٹیک لگائے اپنا سر گھٹنوں میں دبائے ہوئے بیٹھا دکھائی دیا۔ اس پر کثیر تعداد مکھیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ جونہی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیٹھے مست نے سر اٹھایا اور آپ کے سامنے آ بیٹھا۔ خاموشی کا عالم تھا تھوڑے وقفے کے بعد آپ نے فرمایا۔ ''مستا ہن خوش ایں۔'' چنانچہ مست اٹھا اور پھر اپنی جگہ پر جا بیٹھا مکھیاں پھر اس پر ٹوٹ پڑیں۔ معلوم نہیں اس مست کی کیا مشکل تھی جو آپ نے توجہ عالیہ سے آناً فاناً دور کر دی۔

اتنے میں ہمارے کچھ اور ساتھی بھی واپس آ کر مسجد میں داخل ہو گئے۔ آپ نے اس فقیر کو اشارہ فرمایا ''مولوی صاحب یہ لوٹا لے جائیں۔ مسجد کے نیچے لنگر تقسیم ہو رہا ہے۔ بوڑھے بابا سے اپنے لئے لنگر لے آئیں۔'' میں گیا تو بوڑھے بزرگ نے میری طرف دیکھا اور لنگر تقسیم کرنے والے شخص کو حکم دیا کہ ان کو بارہ آدمیوں کا کھانا دے دو، میں کھانا لے کر واپس مسجد میں پہنچا تو آپ نے فرمایا چلو سرہند اسٹیشن پر چل کر کھانا کھائیں گے۔

لاہور کی طرف جانے والی گاڑی کی آمد میں ابھی کافی وقت تھا۔ آپ نے اسٹیشن کے

قریب واقع ایک مسجد میں جا کر قیام کیا۔ سب احباب وہاں جمع ہو گئے۔ اتنے میں دہلی سے بابو نثار احمد خاں اور ان کے ایک ساتھی بھی آ پہنچے۔ دونوں جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات کے بعد بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا کہ کھانا لاؤ۔ چنانچہ سب نے مل کر کھانا کھایا اور کھانے والے بارہ آدمی ہی تھے۔

☆:۔ بابا نور عالم مرحوم نے بیان کیا کہ ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی درگاہ پر حاضری کے لئے پانی پت تشریف لے گئے درگاہ کے سب مست آپ کے گرد وپیش منڈلانے لگے۔ سب نہایت مسرور نظر آتے تھے۔ دو مست بطور پہرے دار سارا وقت آپ کے ساتھ ساتھ رہے۔ حاضری کے بعد آپ منشی عطا محمد خان صاحب کو ہمراہ لے کر روانہ ہو گئے تھوڑی دور گئے ہونگے کہ سامنے راستہ میں زمین پر کچھ چمکدار چیز پڑی نظر آئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا "منشی جی! دیکھو وہ کیا چیز ہے؟" اٹھا کر بغور دیکھنے کے بعد عرض کیا کہ حضور سونے کا ٹکڑا معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسے سنبھال کر رکھ لیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت والا قلندر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی درگاہ عالیہ سے کرایہ عطا ہوا ہے۔ آستانہ عالیہ کرموں والا شریف پہنچ کر دوسرے دن بابو نور عالم صاحب کو سنار کے پاس وہ عطیہ دے کر بھیجا تو سنار نے کہا کہ یہ خالص سونے کا ٹکڑا ہے۔ جب وزن کر کے قیمت معلوم کی گئی تو وہ ٹکڑا ساڑھے سات روپے کا تھا اور پانی پت سے فیروز شاہ اسٹیشن کا کرایہ بھی پورا ساڑھے سات روپے تھا۔

☆:۔ سیٹھ محمد شفیع لاہوری کا بیان ہے کہ ایک دن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طبیعت مائل بہ کرم تھی۔ حضرت خواجگان چشت کے فیضان کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین حسن چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گدی نشین کا خط موصول ہوا کہ آپ درگاہ عالی کی حاضری کے لیے اجمیر شریف پہنچیں کیونکہ حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کو یاد فرما رہے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خیال کیا کہ حاضری کا اسی صورت میں لطف ہوگا جب بوقت حاضری کمال تخلیہ حاصل ہو۔ چنانچہ آپ نے خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لطف وکرم کی توقعات دل میں لیے ہوئے رخت سفر باندھا اور بارگاہ عالیہ میں پہنچ گئے۔ جس وقت آپ در اقدس پر حاضر ہوئے دروازہ اندر سے بند تھا، اسی وقت اچانک

دروازہ کھلا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نگاہ ادب جھکائے جبیں ارادت خم کیے درگاہ شریف میں داخل ہوئے۔ دروازہ فی الفور بند ہو گیا اور آپ کے خادم بھی باہر کھڑے رہ گئے، بہت دیر کے بعد دروازہ پھر کھلا اور ایک صاحب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہمراہ باہر تشریف لائے۔ ان کے چہرۂ مبارک پر انوار کی بارش ہو رہی تھی۔ وہ بزرگ آپ کو الوداع کہہ کر پھر اندر چلے گئے اور دروازہ بند ہو گیا۔

آپ نے فرمایا کہ جب اندر داخل ہو کر حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قدموں میں بیٹھ گیا تو ایسا محسوس ہوا کہ حضور بہ نفس نفیس سامنے تشریف فرما ہو گئے ہیں۔ پھر حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے دونوں شانوں سے پکڑ کر کمال محبت اور شفقت سے ہلایا اس وقت جو کیفیت تھی وہ بیان سے باہر ہے۔

☆:۔آپ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے روضہ مبارک پر اکثر حاضری دیا کرتے تھے۔ آپ چشتیاں شریف بھی ہر سال عرس پر حاضر ہوتے تھے۔ ایک موقعہ پر حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ملتان میں تشریف فرما تھے۔ شیخ نیاز احمد بی۔اے اسسٹنٹ کمشنر (پاکپتن والے) حاضر ہوئے اور آپ سے مسئلہ دریافت کیا کہ مزارات پر حاضری کے وقت مراد حاصل کرنے کے لیے کس طرح دعا کرنی چاہیے۔ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ علماء کے نزدیک یہ مناسب ہے کہ خدائے برتر کے حضور میں اس بزرگ کے وسیلہ سے حصول مراد کے لیے دعا کی جائے۔ لیکن فقراء کے نزدیک تو یہ طریقہ ہے کہ براہ راست اسی بزرگ کے سامنے دست طلب دراز کیا جائے۔

اقوال زریں

آپ نہایت سادہ الفاظ اور دل نشین طریقے سے اصلاحِ احوال کی کوشش فرمایا کرتے تھے۔ بے معنی اور بے مقصد باتوں سے آپ کی محفل پاک ہوتی تھی۔ بات کی وضاحت کے لیے آپ بزرگانِ دین کے اقوال اور ان کی حکایات بیان فرمایا کرتے تھے۔ استقامت احوال پر ہمیشہ زور دیتے تھے۔

اَلْاِستِقَامَۃُ فِی الشَّرِیْعَۃِ وَ الطَّرِیْقَۃِ فَھِیَ فَوْقَ الکَرَامَۃِ

ترجمہ ''شریعت اور طریقت میں استقامت ہی کرامت سے بڑھ کر ہے۔''
حقیقی عرفان حاصل کرنے کے لیے شریعت مطہرہ کے احکام کی کماحقہ پابندی ضروری ہے اور عمل صالحہ میں استقامت ایک لازمی امر ہے۔

ایک مرتبہ فرمایا:

اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَ الرَّجَاءِ

ترجمہ: ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔
تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''خوف اس کے عدل اور امید اس کے فضل سے ہے۔ پس اس کی بارگاہ میں کامیابی وہی حاصل کرسکتا ہے جس میں دونوں باتیں اپنے اپنے محل پر موجود ہوں''

پھر آپ نے فرمایا:

گر عدل کنی ہم مارے، ہم مارے، ہم مارے
گر فضل کنی ہم تارے، ہم تارے، ہم تارے

ایک دفعہ آپ نے ارشاد فرمایا:

اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ القَلْبِ وَ عِلْمُ اللِّسَانِ
عِلْمُ القَلْبِ فَذَالِکَ العِلْمُ النَّافِعُ وَ عِلْمُ الْاَنْبِیَاءِ
وَ الْمُرْسَلِیْنَ وَ عِلْمُ اللِّسَانِ فَذَالِکَ

حُجَّۃ اللّٰہِ علٰی بَنِیْ اٰدَمْ

ترجمہ:

علم دوطرح کا ہے۔ 1۔علم قلب 2۔علم لسان (یعنی ایک دل سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا زبان سے)

علم قلب یہ ایک نفع دینے والا علم ہے۔ یہ علم لدنی ہے اور انبیاء اور مرسلین کو حاصل ہے اور ان کے صدقے میں اور ان کی وساطت سے اولیاء کرام کو بھی حاصل ہوتا ہے۔

علم لسان یہ علم اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے بنی نوع انسان کی طرف حجت ہے یعنی علم باطن علم ظاہر پر فوقیت رکھتا ہے جس کو علم باطن حاصل ہو جائے وہی صحیح معنی میں عالم ہے۔ پھر آپ یہ شعر پڑھا کرتے۔

علم باطن ہمچو مسکہ علم ظاہر ہمچو شیر
کے بود بے شیر مسکہ کے بود بے پیر پیر

ذکر فکر کی رغبت دلانے کے لیے آپ فرمایا کرتے:

''ہتھ کار وَل .... دل یار وَل''

اور علم ظاہری پر فخر کرنے والے یا بھروسہ کرنے والے سے آپ فرمایا کرتے:

''صد کتاب وصد ورق درنار کن جان ودل راجانب دلدار کن''

آپ نے ارشاد فرمایا:

''شیطان تین راستوں سے مومن کے دل پر حملہ کرتا ہے۔ یہ ازلی دشمن آنکھ، کان اور منہ کے راستے حملہ آور ہوتا ہے۔ منہ سے کسی کی عیب جوئی، غیبت، جھوٹ یا مشرکانہ باتوں کا اعلان کرواتا ہے۔ آنکھ سے بری اور حرام چیزوں کو دیکھنے کی رغبت پیدا کرتا ہے اور کان سے چغلی یا بری باتوں کے سننے پر اکساتا ہے۔ اس طرح یہ غارت گر ایمان نیکیاں اور متاع ایمان لوٹ کر لے جاتا ہے''

پھر آپ فرماتے تھے:

"آنکھ، کان، منہ، بند کر نام نرنجن لے
اندر کے پٹ تب کھلیں جب باہر کے پٹ دے"

ساتھ ہی پڑھے لکھے لوگوں کے لیے مثنوی شریف کا یہ شعر بھی پڑھتے:

"چشم بند و گوش بند و لب بہ بند
گر نہ بینی ذات حق برمن بخند"

پھر آپ فرماتے:

"کم کھاؤ...... کم سوؤ ...... اور کم بات کرو"

مکر اور ریا کی مذمت کرتے ہوئے ایک دفعہ فرمایا:

ہتھ وچ مالا مکر دی دھاگے لئی پرو
دل وچہ گھنڈی پاپ دی نام جپے کی ہو

ساتھ ہی ہندی کا یہ دوہا بھی پڑھا:

نہائے دھوئے کیا بنے جد اندر میل سمائے
مچھلی جل میں نت رہے دھوئے باس نہ جائے

(یعنی ظاہری میل کچیل دور کرنے کی بجائے باطنی کدورتوں کو دور کرنے کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہیے۔

آپ فرمایا کرتے تھے:

"سالک کو حصول مقصد کے لیے دو چیزوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ اکل حلال اور صدق مقال۔ حلال روزی کما کر اپنا اور اپنے متوسلین کا پیٹ پالنے والا شخص اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا ہوتا ہے۔" الکاسب حبیب اللہ

نیز جھوٹ سے بچنا درجات کی بلندی کا باعث ہوتا ہے

آپ نے فرمایا:

"جس شخص نے گوشت کے دو لوتھڑوں کو اپنے قابو میں کر لیا، وہ کامیاب ہوا۔ ایک زبان اور دوسری شرم گاہ۔

''بول اور دل کی جگہوں پر قابو پالیا تو انسان تباہی سے بچ گیا''

آپ نے فرمایا:

''حقوق اللہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا ادا کرنا بھی اشد ضروری ہے۔ کوئی شخص ساری ساری رات ایک ٹانگ پر کھڑا ہو کر عبادت کرتا ہو اور اوراد وظائف میں دن رات مشغول رہتا ہو مگر اس کے ماں باپ اس سے خوش نہ ہوں یا بیوی بچے اس سے مطمئن نہ ہوں یا کسی انسان کی دل آزاری کا باعث ہو تو وہ عبادت اور ریاضت اُسے کچھ نفع نہیں دے سکتی۔''

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است
کعبہ بنگاہ خلیل آذر است
دل گزر گاہ جلیل اکبر است

اس ضمن میں آپ وہ واقعہ بیان فرماتے جو حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ترقی مدارج کا سبب بنا۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے جاڑے کے موسم میں ان سے ایک رات پانی طلب کیا جب وہ پانی لے کر واپس آئے تو مائی صاحبہ سو چکے تھے۔ آپ پانی کا پیالہ ہاتھ میں لیے ساری رات منتظر کھڑے رہے۔ صبح کے وقت جب مائی صاحبہ کی آنکھ کھلی تو بیٹے کو پانی کا پیالہ ہاتھ میں لیے کھڑا دیکھا۔ دل سے اس کے حق میں دعا کی اور بیٹے کو علم و عرفان کی دولت عطا ہوئی۔

....

اپنے عقیدت مندوں کو سنت کی پیروی کرنے کی تاکید فرماتے۔ اپنا ظاہر درست کرنے کی طرف توجہ دلاتے، بالخصوص لباس پر زور دیتے۔ سر پر ٹوپی اور ٹوپی کے اوپر عمامہ رکھنے کی تلقین فرماتے۔ کھلے آستینوں والا کرتہ پہننے کا ارشاد فرماتے، داڑھی بڑھانے اور لبوں کے بال کٹوانے کی تاکید فرماتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ظاہر کو درست کرنا خود انسان کا کام ہے اس کے بعد باطن کو درست کرنا اللہ تبارک وتعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

ایک دفعہ فرمایا:

''روزی کمانے کے جائز اور شرعی اسباب کو چھوڑ کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانے کو توکل نہیں کہتے۔ سبب کی طرف نظر نہیں رکھنی چاہیے۔ سبب تو دروازے کی مانند ہے جس میں سے گزر کر مسبب کی طرف پہنچا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص دروازہ اس امید پر بند کر لے کہ رزق اس کے منہ میں کہیں سے خود بخود پہنچ جائے گا تو یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے ادبی ہے۔ کیونکہ دروازہ یا سبب بھی اسی کا بنایا ہوا ہے۔ پس دروازہ کو بند نہیں کرنا چاہیے۔ ویسے اس قادر مطلق کے اختیار میں ہے کہ دروازہ سے بھیجے یا غیب سے عطا کرے۔ پھر آپ نے مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ شعر پڑھا:

گفت پیغمبر باآواز بلند
برتوکل زانوئے اشتر ببند

یعنی ظاہری اسباب کو حتی المقدور کام میں لانے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کیا جائے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ توکل یہ ہے کہ جو کچھ مل جائے اس پر قناعت کرے۔

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:

''اللہ کریم رات اور دن کی ساعات میں ہر بندے کی جانب تین سو ساٹھ مرتبہ نظر رحمت سے دیکھتے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تین سو ساٹھ مرتبہ رسالت کی نظر کرم سے دیکھتے ہیں۔ اسی طرح خاصان خدا بھی تین سو ساٹھ مرتبہ اپنے متوسلین پر نظر لطف فرماتے ہیں۔ کتنی بے پناہ محبت ہے۔ ذات باری تعالیٰ کو اپنے بندوں سے اور کتنی عظیم شفقت ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی امت پر اور کتنے مہربان ہوتے ہیں خاصان خدا مخلوق خدا پر مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ انسان غفلت میں وقت گزار دے اور ان رحمتوں اور برکتوں سے اپنا دامن بھر لینے کی طرف توجہ نہ دے۔ اسی ضمن میں آپ فرمایا کرتے تھے کہ کسی وقت ننگے سر نہ رہو۔ معلوم نہیں وہی وقت نظر رحمت یا نظر شفقت کا ہو۔''

آپ نے فرمایا کہ:

''ارکان اسلام میں سے اقرار توحید و رسالت کے بعد نماز کو اولیت ہے ہر مسلمان عاقل بالغ مرد عورت پر نماز فرض عین ہے۔ نماز ایک ایسی عبادت ہے کہ سالکان راہ

طریقت نے اس کی پابندی سے گوہر مقصود کو پالیا۔ مسلمان اور کافر میں نماز ہی وجہ امتیاز ہے۔ نماز کے بغیر دیگر اعمال کسی شمار میں نہیں ہیں"

پڑھے لکھے نوجوانوں کو سمجھانے کے لیے آپ فرمایا کرتے تھے کہ:

"یوں سمجھ لو کہ ایک لازمی مضمون حساب میں فیل ہونے والا کوئی طالب علم دوسرے سب مضامین میں پاس بھی ہو تو اعلیٰ جماعت میں ترقی کا مستحق نہیں سمجھا جاتا اور فیل ہی قرار دیا جاتا ہے۔"

نماز اگر رسمانہ پڑھی جائے اور نمازی جو کہہ رہا ہوا سے سمجھے بھی تو اس میں کیف و حضوری خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ نمازی دل میں یقین کر لے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک حاضر و ناظر ہے اور اس کی ہر حرکت پر نظر رکھے ہوئے ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کی نماز بے کیف اور بے حضور ہو۔

آپ نے فرمایا:

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ یعنی دعا ساری عبادت کا مغز ہے

گویا دعا بھی عبادت ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار ہوتا ہے اور بندے کی بندگی کا اعتراف۔ دعا مومن کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون ہے۔

آپ نے فرمایا:

"یہ سب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات ہیں میں اپنے پاس سے کچھ نہیں کہتا"

پھر آپ نے فرمایا:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْلَكُمْ مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا منظور کروں گا۔ پھر یوں بھی باری تعالیٰ کا ارشاد ہے وَ اللّٰهُ الْغَنِیُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک غنی ہے اور تم سب محتاج ہو۔ آپ نے فرمایا بتاؤ، کوئی ایسا نبی ہے جس نے حضور حق میں دعا اور التجا نہیں کی۔ ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام نے دعا کی تو لغزش معاف ہوئی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی مصیبت اور آزمائش کے ایام میں دعائیں کیں۔ حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں معافی اور نجات کے لیے دعا

مانگی ۔حضرت ذکریا علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی ۔حضور رسول مقبول ،محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی کہ یا اللہ ،ایک عمر کو مسلمان بنا کر اسلام کو تقویت دے ۔آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میدان بدر میں سربسجود ہو کر دعا کی ''الٰہی یہ تیرے تین سو تیرہ بندے تیرے ہی نام کی عظمت کے لیے نکلے ہیں ،انہیں دشمن کے مقابلہ میں فتح عطا کر'' آپ نے امت کے لیے بار بار دعا کی ۔تو پھر وہ شخص بڑا ہی بد بخت ہے جو اللہ رب العالمین سے مانگنا عار سمجھتا ہے۔

ایک محفل میں کسی نے دریافت کیا ''حضور! راضی بہ رضا رہنے کے کیا معنی ہیں'' آپ نے فرمایا کہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رضا کی دو قسمیں بتاتے ہیں۔

1)۔ خداوند تعالیٰ کا اپنے بندے سے راضی ہو جانا۔

2)۔ بندے کا اپنے اللہ سے راضی ہو جانا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جب اپنے بندوں سے راضی ہو جاتا ہے تو ان پر انواع اقسام کی رحمتوں کی بارش برساتا ہے ۔نعمتوں سے مالا مال کرتا ہے اور چار دانگ عالم میں ان کی کرامت اور مقبولیت کا شہرہ پھیل جاتا ہے ۔اللہ تعالیٰ کی نعمتیں رنگارنگ ہیں ،کسی کو زر و مال اور جاہ وحشم سے نوازا جاتا ہے اور کسی کو اطاعت اور بندگی کی توفیق عطا فرمائی جاتی ہے ،جس کو جس طرح چاہیں سرفراز فرماتے ہیں۔

بندے کا اپنے رب سے راضی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے رب کے احکام کی تعمیل کرنے لگتا ہے اور بندگی پر کاربند ہو جاتا ہے ۔اللہ سے راضی ہونے کا مطلب اس کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کرنا ہے اور ہر حال میں مطمئن رہنا ہے ۔اگر کچھ مل جائے تو اس پر شکر ادا کیا جائے ۔اگر نہ مل سکے تو شکایت زبان پر نہ لائے ۔اس احکم الحاکمین سے دعا اور التجا کا سلسلہ قائم رکھے اور مایوسی کو نزدیک نہ آنے دے ۔کیونکہ اس کی رحمت سے مایوس ہونا بھی کفر ہے۔

اس امر میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کریم کی ذات ارحم الراحمین ہے وہ ہمارے حال سے بھی واقف ہے اور ہماری ضروریات سے بھی ۔وہ جانتا ہے کہ ہمارے لیے کیا مناسب ہے اور کیا فائدہ مند ہے ۔ہمارا علم مستقبل کے متعلق محدود ہے مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی شے راز اور مخفی نہیں ،اگر کوئی چیز ہمیں عطا نہیں ہوئی تو اس میں ہماری کوئی بہتری مضمر ہو سکتی ہے ۔ہمیں راضی بہ

رضا رہنا چاہیے مگر راضی بہ رضا کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس کے در سے مانگنا ہی چھوڑ دیں۔ اپنی درخواست پیش کرتے رہنا اور اس کے بعد جو کچھ مل جائے اس پر شکر گزار ہونا، یہی راضی بہ رضا رہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا بندے کی رضا پر مقدم ہے کیونکہ جب تک اللہ تعالیٰ توفیق نہ دے بندہ اس کی راہ میں ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔

ایک مرتبہ حکیم شیر محمد صاحب حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پہنچے تو قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چشتیاں شریف عرس پر تشریف لے جا رہے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حکیم صاحب سے فرمایا ''حکیم جی آپ یہاں رہیں میں آپ کے ساتھ ہوں''۔ حکیم صاحب کو وہ اس لیے چھوڑ گئے کہ وہ کماد (گنا) اور آلوؤں کا کام کرائیں۔ ایک دن تو حکیم صاحب درویشوں کو باہر لے گئے اور تمام دن کام کیا۔ دوسرے دن نماز کے بعد درویش قرآن مجید پڑھنے لگے۔ حکیم صاحب نے ان سے کام پر چلنے کیلئے کہا۔ تو درویشوں نے کہا ''تھوڑا سا قرآن مجید پڑھ لینے دیں، پھر جائیں گے''۔ اچانک ہی حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آواز حکیم صاحب کو سنائی دی' آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرما رہے تھے کہ ان درویشوں سے کہو کہ قرآن پڑھنا تو مستحب ہے مگر شیخ کا حکم فرض ہے''۔ یہ بات حکیم صاحب نے درویشوں سے کہی تو وہ کام پر چلے گئے۔

ایک دفعہ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وضو فرما رہے تھے اور بندہ بھی حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قریب وضو کر رہا تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اہل اللہ میں سے جو مجذوب ہوتے ہیں ان کی اونچی منزل ہوتی ہے یا دوسرے اہل اللہ کی۔ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میرے خیال کے جواب میں فرمانے لگے کہ مولوی جی اہل اللہ بھی کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو کپڑا بھی نہیں پہنتے اور بے پردہ رہتے ہیں اور بعض مخلوق خدا کی تربیت بھی کرتے ہیں اور خود بھی تمام عمر سنت مستحب پابندی سے ادا کرتے ہیں۔ ان دونوں حضرات میں سے جو ظاہر و باطن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر ہیں ان کی اونچی منزل ہے کیونکہ ان میں ہر طرح کی مطابقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اور عام فیض ان کا ہوتا رہتا ہے۔ لیکن جو ظاہراً شریعت کا پابند نہیں ہوتا انکا فیض صرف اتنا ہی ہوتا ہے کہ جیسے کوئی جاتے جاتے کوئی چیز کسی کو دی جائے۔

ایک دفعہ سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجھ سے فرمانے لگے کہ مولوی جی ہر رکعت میں قیام بھی

ایک اور رکوع بھی اور سجدے دو ہوتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ میں عرض کیا کہ حضور مجھے کیا معلوم۔ یہ حکمت اللہ کے رسول ﷺ اور اہل اللہ جانتے ہیں۔ میرے جیسے نالائق کو کیا معلوم۔ فرمانے لگے کہ پہلے سجدے میں یہ خیال کرنا چاہیے کہ یا اللہ تو نے مجھے اسی لیے پیدا کیا ہے اس لئے تجھے سجدہ کر رہا ہوں اور دوسرے سجدے میں یہ خیال کرے دوسرا جہان بھی تیرا ہی پیدا کیا ہوا ہے۔ اس میں بھی تو سجدے کا مستحق ہے۔

ایک دفعہ فرمانے لگے کہ مولوی جی مکئی کی جو چھلی ہوتی ہے اس پر کتنے پردانے ہوتے ہیں۔ عرض کی کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کافی ہوتے ہیں۔ شمار کبھی نہیں کیا۔ فرمایا کہ اتنے پردوں کی کیا وجہ ہے۔ میں نے عرض کی حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں نہیں جانتا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی فرمادیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جو چیز بھی پیدا کر کے دیتا ہے اس کو چھپا چھپا کر دیتا ہے اور چونکہ مکئی کے دانے موٹے ہوتے ہیں اس لیے اس پر اتنے پردے دیئے ہیں کہ وہ چھپ جائیں اور باجرے کے دانے چھوٹے ہوتے ہیں اس لئے اس کا پودا بھی باریک ہوتا ہے۔

ایک روز ارشاد فرمایا کہ "ہر پھل کو چاقو سے چیرتے وقت یا کاٹتے وقت "بسم اللہ اللہ اکبر" تین دفعہ تکبیر پڑھنی چاہیے خواہ خربوزہ ہی کیوں نہ ہو"۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ خلیل وہ ہے جو اللہ کریم کی رضا کا طالب ہے اور حبیب وہ ہے جس کی رضا کا اللہ کریم طالب ہے۔ سبحان اللہ۔

حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ولی کامل کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "اس کے جسم کا ہر بال اور رونگٹا عبادت کرتا ہے"۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان مبارک سے کئی دفعہ یہ بھی سنا ہے ...... کہ "جو دم غافل سو دم کافر" ظاہر کچھ لیکن باطن میں خدا ہو اور یہی وہ مقام ہے کہ جسے للّٰہیت کہتے ہیں یعنی ولی کامل یہاں تک پہنچ کر فنا فی اللہ ہو جاتا ہے۔ جس طرح ہم لوہے کو گرم کریں، حتیٰ کہ وہ آگ سے سرخ ہو جائے تو پھر وہ لوہا بھی آگ ہو جاتا ہے۔

فرمایا "مولوی جی نبی ﷺ دا بڑا شان اے۔ مولوی جی جس نوں حضرت نبی کریم ﷺ بخش دین گے او بندا اگوں اتھ بندیاں نوں بخش سکدا اے آؤ بھئی کوئی ساہی بندے موجود نیں تے ذرا حساب تے کرو اگوں جیہڑے اتھ بندے بخشے گئے او وی اتھ اتھ بندیاں نوں

بخشاون دی توفیق والے ہو جان گے۔ اچھا بھئی حساب کرو۔ ایس طرح حساب کری جاؤ''۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا حضور نبی کریم ﷺ کی رحمت بے حساب ہے۔ ایک دفعہ حضور نے فرمایا کہ مولوی جی م کے معنی تو کئی لوگوں نے کیے ہیں، کبھی کسی نے (دال) کے معنی بھی کیے ہیں؟ مولوی جی ایہہ (دال) دی طفیل ای سانوں دال روٹی مل دی اے ناں۔

ایک دفعہ کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ پہلوں آپ شمع سڑ دی اے تاں لوکاں نوں چانن کردی اے۔ یعنی بزرگان دین پہلے خود ریاضت ومجاہدہ کرتے ہیں اس کے بعد اس قابل ہوتے ہیں کہ لوگوں کی اصلاح وتربیت کرسکیں۔

ایک دفعہ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ''بھئی کوئی برا کام کسی کے سامنے کیا جا سکتا ہے؟ حاضرین نے عرض کیا کہ جناب ایسا نہیں ہوسکتا۔ ارشاد فرمایا ''اگر ایسا نہیں ہوسکتا تو پھر جب کہ اللہ دیکھ رہا ہو، پھر تو بالکل نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ کوئی بھی کام کرتے وقت یقین کرنا چاہیے کہ اللہ مینوں ویہندا پیا اے''۔ (اللہ مجھے دیکھ رہا ہے)۔

ایک مولوی صاحب نے حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک مولوی ہے وہ ایسی ویسی باتیں کرتا ہے کہ انسان پہلے جانور یا مینڈک کی طرح تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: کہ غلط کہتا ہے یہ باتیں غیر مسلم اور دہریئے وغیرہ کیا کرتے ہیں۔

حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول تھا کہ جو شرع شریف کا پابند نہیں اسے ولی نہ مانو خواہ ہوا میں اڑتا ہو۔ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے عام ملنے والوں کو محض نماز اور درود شریف کی تلقین فرماتے۔ طویل وظائف اور عبادتوں سے روکتے۔ البتہ ان کی یہ دلی تمنا تھی کہ حضور علیہ السلام کی سی شکل وصورت بنانے کی کوشش کریں، یعنی داڑھی نہ منڈوائیں۔ لباس واطوار میں مسلمان نظر آئیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے ''یارو! اللہ تعالیٰ نے سب سے اچھا، سب سے حسین خوبصورت سراپا جو بنایا ہے وہ نبی پاک ﷺ کا سراپا ہے۔ سب تے بہتر جو کردار گردانا ہے وہ حضور ﷺ کا کردار ہے اور جو ہم بھی ویسی صورت، ویسی ہی سیرت بنانے کی کوشش کریں تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوگی''۔

کثرت درود شریف

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کثرت سے درود شریف پڑھنے کا حکم فرمایا کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کوئی وظیفہ بتانے کی درخواست کی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد پانچ مرتبہ درود شریف پڑھا کرے اس شخص نے عرض کیا کہ حضور کوئی وظیفہ بتائیں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پھر وہی نماز کے بعد پانچ مرتبہ درود شریف پڑھنے کا فرمایا اس شخص نے جب تیسری مرتبہ بھی یہی کہا کہ حضرت صاحب کوئی وظیفہ بتائیں تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جلال میں آ گئے اور فرمایا اس شخص کو یہاں سے نکال دو میں وہ وظیفہ بتا رہا ہوں جو اللہ تعالیٰ خود اور اس کے فرشتے کرتے ہیں اور اس نے وظیفہ وظیفہ کی رٹ لگائی ہوئی ہے بھلا درود شریف سے بہتر کونسا وظیفہ ہو سکتا ہے۔





بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی
اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی
اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝



نواں باب

شانِ اولیائے کرام

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْ وَکَانُوْ یَتَّقُوْنَ (سورۂ یونس آیت 61,62)

خبردار! اللہ تعالیٰ کے اولیائے کرام پر نہ خوف ہوگا اور نہ کوئی حزن یہ اولیائے کرام وہ ہیں جو (اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے) اور تقویٰ اختیار کیا۔

مَا اَتَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَدَاءِ مُفْتَرَضْتُ عَلَیْہِ وَ لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ لَہٗ سَمْعاً وَّ یَدًا وَّرِجْلاً وَّلِسَاناً

ترجمہ: جس چیز کو میں نے بندے پر فرض کیا ہے۔ اس کی ادائیگی کے بغیر وہ میرا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ ہاں فرائض ادا کرنے کے بعد نوافل کے ذریعے وہ میرا قرب حاصل کرتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ میں بھی اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ پھر میں اس کے کان آنکھیں ہاتھ پاؤں اور زبان بن جاتا ہوں۔

شانِ اولیائے کرام

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ (سورۃ یونس آیت 61,62)

خبردار! اللہ تعالیٰ کے اولیائے کرام پر نہ خوف ہوگا اور نہ کوئی حزن یہ اولیائے کرام وہ ہیں جو (اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے) اور تقویٰ اختیار کیا۔

مَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ اَدَاءِ مَا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ وَ لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ لَهٗ سَمْعًا وَّ بَصَرًا وَّ یَدًا وَّ رِجْلًا وَّ لِسَانًا

ترجمہ: جس چیز کو میں نے بندے پر فرض کیا ہے۔ اس کی ادائیگی کے بغیر وہ میرا قرب حاصل نہیں کرسکتا۔ ہاں فرائض ادا کرنے کے بعد نوافل کے ذریعے وہ میرا قرب حاصل کرتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ میں بھی اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ پھر میں اس کے کان آنکھیں، ہاتھ، پاؤں اور زبان بن جاتا ہوں۔

اولیائے کرام کے بارے بزرگان دین کے اقوال پیش خدمت ہیں:

☆:۔اللہ نے مجھ کو وہ مقام عطا کیا کہ کل کائنات کو اپنی انگلیوں کے درمیان دیکھتا ہوں۔فرمایا عارف کا ادنیٰ مقام یہ ہے کہ صفات خداوندی کا مظہر ہو۔فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو جہنم میں جھونک دے اور میں صبر بھی کرلوں جب بھی اس کی محبت کا حق ادا نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ مجھ کو پوری کائنات بخش دے جب بھی اس کی رحمت کے مقابلہ میں قلیل ہے۔فرمایا کہ عارف کامل وہی ہے جو آتش محبت میں جلتا رہے۔(خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

☆:۔ایک روز خدا تعالیٰ نے مجھے آواز دی کہ جو بندہ تیری مسجد میں آئے گا اس کا گوشت و پوست دوزخ کی آگ پر حرام ہوگا اور جو بندہ تیری زندگی میں اور تیرے مرنے کے بعد تیری مسجد میں دو رکعت نماز پڑھے گا، قیامت کے دن عابدوں کے گروہ میں اٹھے گا۔آپ نے مزید فرمایا مرنے کے بعد بھی میں اپنے معتقدین کی نزع کے وقت مدد کروں گا اور جس وقت فرشتہ اجل ان کی روح قبض کرنا چاہے گا تو میں اپنی قبر سے ہاتھ نکال کر ان کے لب و دندان پر لطفِ الٰہی کا چھینٹا دوں گا تا کہ وہ شدتِ تکلیف میں خدا سے غافل نہ ہوسکیں۔(حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

☆:۔حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ جب ایسا زمانہ آجائے کہ اللہ والے تلاش کرنے کے باوجود نہ ملیں تو اس وقت کیا کرنا چاہیے۔آپ نے فرمایا کہ ان حالات میں اگر ہماری سیرت کے آٹھ صفحات ہی پڑھ لے گا تو وہ یہ خلاء محسوس نہیں کرے گا۔

ایک روز خادم نے خواجہ عبدالخالق غجدوانی سے عرض کیا کہ فراغت کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا۔فراغت دل یہ ہے کہ محبت دنیا دل میں راہ نہ پائے اور یہ نہیں کہ دنیا کے کام کاج سے آزاد ہو۔اللہ تعالیٰ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا''فاذا فرغت فانصب ''یعنی جس وقت تمام موجودات سے دل فارغ ہو جائے، اس وقت میری خدمت میں مشغول ہو۔جو لوگ خرید و فروخت اور لوگوں سے معاملہ داری میں اللہ سے غافل نہیں ہوتے، ان کی تعریف اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے۔

" رِجَالٌ " لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ " وَ لَا بَيْعٌ " عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ "

ترجمہ: " ایسے لوگ جن کو خدا کے ذکر سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے نہ خرید وفروخت"

(سورۃ النور، آیت ۳۷)

اگر ان لوگوں میں ہو جاؤ تو سبحان اللہ، ورنہ ان لوگوں کی جان و مال سے خدمت کرنے میں کوتاہی نہ کرنا تا کہ قیامت کے دن ان کی خدمت اور محبت کی وجہ سے ان کے ساتھ ہی تمہارا حشر ہو۔

اپنے احباب کو وصیتوں کے بعد حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تنہائی کے گوشہ میں تشریف لے گئے اور تین دن تک آپ نے کسی صاحبزادے سے بات نہ کی۔ تین دن کے بعد آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور خدا کی بہت حمد کی۔ حاضرین مجلس نے سوال کیا کہ اے مخدوم! آپ نے اس مقام میں بہت حمد کی۔ ہمیں بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اس کا سبب کیا ہے؟ حضرت امیر نے فرمایا کہ تین دن سے میں مراقبہ میں تھا اور تنہائی کے گوشہ میں لوگوں کی ملاقات سے متنفر تھا اور دریائے حیرت میں غوطہ زن تھا کہ ہمارا اور ہمارے یاروں کا کیا حال ہوگا۔ ہاتف غیبی نے ہمارے باطن میں یہ ندادی کہ اے امیر کلال! ہم نے تجھ پر اور تیرے یاروں پر اور تیرے دوستوں پر اور ان لوگوں پر کہ جن پر آپ کے مطبخ کی مکھی بیٹھی ہو رحمت کی اور سب کے گناہ معاف کر دیئے۔ تم خوش ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے تم پر رحمت کرے گا اور تمہارے گناہ سے درگزر کرے گا۔ حضرت امیر اُسی دن جوار رحمت الٰہی میں چل بسے۔

☆:۔ حضرت عزیزاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے کہ زمین اِس گروہ کی نظر میں دستر خوان کی طرح ہے اور ہم کہتے ہیں روئے ناخن کی طرح ہے۔ کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں۔ منقول ہے کہ ارشاد مذکورہ کے وقت حضرت عزیزاں علیہ الرحمۃ دستر خوان پر تھے۔ اُسی کی مناسب یہ فرمادیا اور حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہفت دائرہ ولایت کی نسبت سے فرمایا ہے۔ ورنہ عارف کے دل کی بزرگی کی شرح نہیں ہو سکتی۔

☆:۔ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اولیاء کو اسرار پر آگاہی دی جاتی ہے لیکن وہ بغیر اجازت کے اُن کو ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ جس کے پاس جو کچھ ہے

۔وہ اُسے چھپاتا ہے اور جس کے پاس کچھ نہیں وہ شور مچاتا ہے' اسرار کا چھپانا ابرار کا کام ہے۔

☆:۔حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ سے پوچھا گیا کہ اہل اللہ کو جو لوگوں کے خطرات واحوال واعمال کی بصیرت وشناخت ہوتی ہے اس کی حقیقت کیا ہے فرمایا کہ اس نور کی فراست سے ہوتی ہے جو حق تعالیٰ نے اُن کو عطا کیا ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔''تم مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے''۔

☆:۔حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: مشائخ کبار قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم کے مزارات سے زیارت کرنے والا اُسی قدر فیض لے سکتا ہے جس قدر اُس نے اُس بزرگ کی صفت کو پہچانا ہے اور اُس صفت کی طرف متوجہ اور اُس میں مستغرق ہوا ہے اگرچہ مزارات مقدسہ کی زیارت میں ظاہری قرب کا بہت اثر ہے لیکن حقیقت میں ارواح مقدسہ کی طرف توجہ کے لئے ظاہری دوری مانع نہیں ہے۔حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جو وارد ہے کہ صَلُّوْا عَلَيَّ حَيْثُمَا كُنْتُمْ (تم مجھ پر درود بھیجو جہاں کہیں بھی تم ہو) یہ اس امر کا بیان اور دلیل قاطع ہے اور اُس توجہ اور اس زیارت میں اہل قبور کی صفت کو پہچاننے کے مقابلہ میں اُن اہل قبور کی مثالی صورتوں کا مشاہدہ چنداں وقعت نہیں رکھتا۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ فرماتے تھے کہ خالق سبحانہ کا مجاور ہونا مخلوق کی مجاورت سے احق واولیٰ ہے۔اور آپ اکثر یہ بیت پڑھا کرتے تھے:

تو تا کے گور مرداں را پرستی
بگرو کار مرداں گرد و رستی

آپ نے مزید فرمایا کہ: اکابردین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزارات کی زیارت سے مقصود یہ ہونا چاہئے کہ توجہ حق سبحانہ کی طرف ہو اور اس برگزیدۂ حق کی روح کو خدا کی طرف کمال توجہ پیدا کرنے کا وسیلہ بنائے۔مخلوق کے ساتھ تواضع کی حالت میں چاہئے کہ اگرچہ ظاہر میں تواضع مخلوق کے ساتھ ہو مگر حقیقت میں خالق عزوجل کے ساتھ ہو کیونکہ مخلوق کے ساتھ تواضع اُس وقت پسندیدہ ہے کہ خالص خدائے عزوجل کے لئے ہو بدیں معنی کہ مخلوق کو خالق کی قدرو حکمت کے آثار کا مظہر سمجھے ورنہ یہ تصنع ہے نہ کہ تواضع۔

۔۔۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اکمل اولیاء اللہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ یہ قدرت عطا فرماتا ہے کہ وہ بیک وقت متعدد مقامات پر تشریف فرما ہوتے ہیں۔

مکتوب نمبر 52 دفتر دوم حصہ دوم میں حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اولیاء کرام کے بارے میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ اس جماعت کی محبت پر استقامت نصیب فرمائے اور انہی کے ساتھ قیامت کو اٹھائے یہ وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ بیٹھنے والا بدقسمت نہیں رہتا ان سے محبت رکھنے والا محروم نہیں رہتا ان سے میل جول رکھنے والا بے مراد نہیں رہتا یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے جلیس ہیں جب ان پر نگاہ پڑتی ہے تو خدا یاد آ جاتا ہے یہ وہ لوگ ہیں کہ جو ان کو پہچان لے وہ اللہ تعالیٰ کو پالیتا ہے ان کی نگاہ دوا ہے ان کی گفتگو شفا اور ان کی صحبت نور اور رونق ہے یہ وہ لوگ ہیں کہ جس نے صرف ان کے ظاہر کو دیکھا وہ نامراد ہوا اور گھاٹے میں پڑا اور جس نے انکے باطن پر نگاہ رکھی وہ نجات پا گیا اور کامیاب ہوا۔

جس نے کہا ہے کیا خوب کہا ہے کہ ''اے خداوند! تو نے اپنے دوستوں کو کیسے بنا دیا ہے کہ جس نے ان کو پہچان لیا اس نے تجھے پالیا اور جب تجھے نہ پایا ان کو نہ پہچانا''

یعنی ان کا پہچان لینا اور تجھے پالینا ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے تقدم ذاتی کس طرف سے ہے ایک لحاظ سے تو ''شناخت'' کو ہے اور ایک لحاظ سے پالینے کو اور ترجیح اسی قول کو ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شناخت پہلے ہے کیونکہ وہی پہلے ہے اور ابتدا اسی سے زیادہ اچھی اور بہتر ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی مَنْ لَّدَیْکُمْ

مکتوب نمبر 78 دفتر دوم حصہ دوم میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

وہ خوشگوار دولت جو آپ کے خاندان میں باوجود دولتمندی اور باوجود حصول مراد واستغناء کے محسوس ہوتی ہے یہ ہے کہ فقراء سے نیازمندی اور اس طبقہ عالیہ کی خدمت گزاری ہے جو اس طبقہ سے محبت واخلاص کی علامت ہے اس فرقہ ناجیہ سے دوستی اور اختصاص کی نشانی ہے اس جماعت سے محبت رکھنے والوں کے لیے۔ **اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ** (آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس کی محبت ہوگی) کی خوشخبری کافی ہے اور اس طبقہ کے ہم نشینوں کے لیے **ھُمْ قَوْم" لاَ**

یشقٰی جلیسھم (وہ ایسی قوم ہیں جن کے ہم نشین بد بخت نہیں ہوتے) کی بشارت پوری ہے۔

مکتوب نمبر 92 دفتر دوم حصہ دوم میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

علماء شریعت کے ظاہر کی دعوت دیتے ہیں اور اولیاء شریعت کے ظاہر کی دعوت بھی دیتے ہیں اور شریعت کے باطن کی بھی دعوت دیتے ہیں سب سے پہلے تو وہ مریدوں اور حق کے طالبوں کو توبہ اور رجوع الی اللہ کی راہنمائی کرتے ہیں اور احکام شریعت کی تعمیل کی ترغیب دیتے ہیں اور دوسرے درجہ پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کی راہنمائی کرتے ہیں اور تاکید کرتے ہیں کہ اپنے تمام اوقات کو ذکر الٰہی میں مستغرق رکھیں اس حد تک کہ یہ ذکر غالب آ جائے اور مذکور (اللہ تعالیٰ) کے علاوہ کوئی چیز بھی دل میں نہ چھوڑے یہاں تک کہ ماسوٰی سے ایسا نسیان حاصل ہو جائے کہ اگر وہ تکلف سے بھی کوئی چیز یاد کرے تو اس کو یاد نہ آئے۔

یقین ہے کہ ولی کو اس دعوت کے لیے جو کہ ظاہر شریعت اور باطن شریعت سے تعلق رکھتی ہے کرامات کی کیا ضرورت ہے پیری اور مریدی اسی دعوت سے عبارت ہے جو کہ کرامت سے کوئی کام نہیں رکھتی اور خوارق سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے اور اس کے باوجود ہم کہتے ہیں کہ مرید رشید اور مستعد طالب ہر وقت سلوک طریق میں پیر کی کرامات وخوارق کا احساس کرتا ہے اور غیبی معاملہ میں ہر وقت اس سے مدد چاہتا ہے اور مدد پاتا ہے اور دوسروں کے لیے ظہور وخوارق کی ضرورت نہیں ہے لیکن مریدوں کے لیے کرامت در کرامت اور خوارق در خوارق ہے مرید اپنے پیر کی کرامات کا احساس کیوں نہ کرے کہ پیر نے اس کے مردہ دل کو زندہ کر دیا ہے اور مشاہدہ اور کشف تک پہنچا دیا ہے۔

عوام کے نزدیک تو جسم کو زندہ کرنا عظیم الشان ہے اور خواص کے نزدیک روحانی اور قلبی طور پر زندہ کرنا بڑی بلند مرتبہ دلیل ہے خواجہ محمد پارسا قدس سرہ اپنے رسالہ قدسیہ میں لکھتے ہیں کہ جسم کا زندہ کرنا چوں کہ اکثر آدمیوں کے نزدیک معتبر ہے اللہ والوں نے اس طرح زندہ کرنے سے منہ موڑا اور روحانی طور پر زندہ کرنے میں مشغول ہونے اور طالب کے مردہ دل کو زندہ کرنے کی طرف توجہ فرمائی۔

اور صحیح بات تو یہ ہے کہ جسم کو زندہ کرنا دل کو زندہ کرنے کی نسبت بالکل بے کار چیز ہے

اور اس پر نگاہ ڈالنا بھی عبث ہے کیونکہ جسم چند روزہ زندگی کا سبب ہے اور قلبی زندگی حیات دائمی کا وسیلہ ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ فی الحقیقت اللہ والوں کا وجود بذات خود کرامات میں سے ایک کرامت ہے اور ان کا لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا اللہ تعالیٰ کی رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے اور مردہ دلوں کو زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک بہت بڑی نشانی ہے یہ لوگ زمین والوں کے لیے امان ہیں اور زمانے کے لیے غنیمت ہیں **بِهِمْ يُرْزَقُونَ وَبِهِمْ يُمْطَرُونَ** (انہیں کے ذریعہ سے لوگوں کو رزق ملتا ہے اور انہیں کے سبب سے بارشیں ہوتی ہیں) انہی کی شان میں ہے ان کی گفتگو دوا ہے اور ان کی نظر شفا ہے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہم جلیس ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا بدبخت نہیں ہوتا اور نہ ان سے دوستی رکھنے والا نامراد ہوتا ہے۔



دسواں باب

علوشان

حضرت سید محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہم

المعروف حضرت کرمانوالے

شاہ مجدد قطب زمانہ دیکھو میرا پیرا یگانہ

حضرت میاں شیر محمد رحمتہ اللہ علیہم

دیکھو میرا کرمانوالہ پیر

مولا علی کا راج دلارا حضور ﷺ کی آنکھ کا تارا

میرا ایسا دلبر پیر

میرا کرمانوالہ پیر

علو شان

حضرت سید محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

المعروف حضرت کرمانوالے

شاہ مجدد قطب زمانہ دیکھو میرا پیر یگانہ

حضرت میاں شیر محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کامل تصویر

دیکھو میرا کرمانوالہ پیر

مولا علی کا راج دلارا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کا تارا

میرا ایسا دلبر پیر

میرا کرمانوالہ پیر

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت سید پیر میر طیب علی شاہ بخاری (موجودہ سجادہ نشین) نے جمعۃ المبارک کی تربیتی نشست مؤرخہ یکم اکتوبر 2004ء میں ارشاد فرمایا کہ اعلیٰ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ بعض اولیائے کرام کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چھ ماہ کے بعد زیارت نصیب ہوتی ہے بعض کو ایک ماہ کے بعد بعض کو ہر ہفتہ لیکن آپ نے اپنا دست مبارک اوپر اٹھا کر فرمایا کہ یہ ہاتھ ہر وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں رہتا ہے یعنی آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی صحبت نصیب رہتی ہے۔

قاری پیر مشتاق صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک بزرگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضر ہوئے اور اپنا ایک ہاتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصافحہ کے لیے پیش کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ جھڑک کر پیچھے کر دیا اور فرمایا کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرنا چاہیے کچھ عرصہ بعد وہی بزرگ اعلیٰ حضرت گنج کرم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی عادت کے مطابق اپنا ایک ہاتھ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف مصافحہ کے لیے بڑھایا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا ہاتھ جھڑک کر پیچھے ہٹا دیا اور فرمایا کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کیا جاتا ہے یعنی ہو بہو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ دہرائے اس سے بھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دربار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمہ وقت حاضری کا ثبوت ملتا ہے۔

پیر الٰہ دین طیبی وہاڑی والے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت گنج کرم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں صبح کے وقت حاضر ہوا۔ آپ کے پاس کچھ بیلی بیٹھے ہوئے تھے اور اپنی عرضداشتیں پیش کر رہے تھے ایک شخص نے عرض کی میں حج پر جانا چاہتا ہوں منظوری فرما دیں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا بیلیا اللہ کریم خیر کر دیگا آپ کے جواب سے اس کی تشفی نہ ہوئی اور وہ بار بار اپنا سوال دہراتا رہا آپ نے وہاں موجود ایک بیلی (شاہ صاحب) سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ پیر جی (شاہ صاحب) اس کو بتاؤ میں جو بات کرتا ہوں باب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر کرتا ہوں اس سے ثابت ہوا کہ آپ ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر رہتے تھے۔

☆: مولوی مقصود احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں مڈل سکول رسول پور میں جماعت ہشتم کے طلباء کو پڑھاتا رہا جس کا نتیجہ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کرم نوازی سے ہمیشہ سو فیصد نکلتا رہا۔ عاجز اکثر اپنے زیر تعلیم طلباء کے سامنے حضرت صاحب قبلہ کا ذکر خیر

کرتا تھا۔ پاکستان قائم ہونے سے چار پانچ سال قبل ایک طالب علم سید محمد یوسف شاہ بھی جماعت ہشتم میں میرے پاس زیر تعلیم تھا۔ جب میں اپنے حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر مبارک سناتا تو متعلم مذکورہ کہتا کہ جناب میرے تایا جی سید حافظ پیر باغ علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی آپ کے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرح بڑے بزرگ ہیں جو عموماً محکمہ پولیس کے ملازمین کو بیعت کرتے ہیں تو بندہ متعلم مذکورہ سے کہتا کہ اچھا میری طرف سے اپنے تایا جی کی خدمت میں سلام عرض کر دیں تو اس طرح پیر باغ علی شاہ صاحب بھی بن دیکھے بندے کو سلام بھیج دیا کرتے تھے۔ ایک دن قبل از دوپہر شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ممدوح اپنی گھوڑی پر سوار ہو کر بندے کے سکول رسول پور میں جماعت ہشتم کے کمرے کے پاس آ کر کھڑے ہوئے۔ بندہ کمرے کے اندر اپنے شاگردوں کے پاس کھڑا تھا۔ فرمانے لگے مولوی مقصود احمد صاحب کہاں ہیں میں نے کہا جناب میں حاضر ہوتا ہوں۔ اتنے میں ایک لڑکے نے مجھے بتایا کہ ماسٹر صاحب یہ بزرگ موضع اوراوالے کے پیر باغ علی شاہ صاحب ہیں۔ بندہ یہ سن کر جلدی سے کمرے سے نکل کر ان کی خدمت میں جا حاضر ہوا۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابھی گھوڑی پر ہی بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی فرمانے لگے کہ بھائی مقصود احمد تم اتنے بلند پایہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں کیسے پہنچ گئے۔ میں نے عرض کیا گھوڑی سے نیچے تشریف لائیے، سب کچھ عرض کیئے دیتا ہوں۔ نیچے اترتے ہی فرمانے لگے کہ بھائی مقصود احمد میں تو آپ کی زیارت کرنے کے لیے آیا ہوں۔ بندے نے جواب دیا، جناب میں تو ایک غافل آدمی ہوں۔ رات بھر سویا رہتا ہوں۔ فرمانے لگے تم بے شک سوئے رہو، تمہارے آقا و مالک قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو نہیں سوتے، وہ تو ہر وقت جاگتے رہتے ہیں جس کا سائیں اور خصم جاگے اسے کیا فکر؟''

پھر فرمایا'' پتہ ہے میں کس لئے آیا ہوں۔ بات یہ ہے کہ مجھے اکثر رات کو جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار اقدس میں حضوری ہوا کرتی ہے۔ آج رات بھی یہ مبارک گھڑی نصیب ہوئی میں نے دیکھا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دربار مبارک قائم ہے۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے زریں تخت پر تشریف فرما ہیں۔ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین و اولیائے عظام اپنے اپنے مرتبے کے مطابق صفیں باندھے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لے کر پکارتے ہیں۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلی صف میں کھڑے ہوجاتے ہیں تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ فلاں قتل کا مقدمہ آپ کے سپرد کیا گیا تھا اس کا کیا فیصلہ کیا ہے۔ جواباً امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے آقا و مولا میں نے اس قتل کے مقدمے کی تمام مثل حضرت صاحب کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سپرد کی ہوئی ہے، ان سے دریافت کیجئے۔

حافظ پیر باغ علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان مبارک سے حضرت صاحب کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام مبارک سنا تو فوراً میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ تو ہمارے ہی ملک کے بزرگ ہیں اور مولوی مقصود احمد کے پیر ہیں اور یہ اتنے عظیم المرتبت و بلند پایہ شان کے مالک ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی ذات پاک قتل کے مقدمات فیصلے کے لیے حضرت صاحب کرمانوالہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سپرد کررہی ہے تو میں کتنا ہی بڑا بدنصیب ہوں اس سرکار کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت بھی نہیں کر سکا۔ پھر خیال آیا کہ اچھا اب تو حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب دینے کے لیے ضرور کھڑے ہوں گے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کرلوں گا۔ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صاحب کرمانوالہ کا نام پکارا تو جناب اگلی صف میں سے (جس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تشریف فرما تھے) اٹھے۔ میرا دل چاہتا تھا کہ میں آگے بڑھ کر جناب حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھ مبارک اور قدم مبارک چوم لوں مگر وہاں پہنچنا میری طاقت سے باہر تھا کیونکہ ہم پچھلی صفوں میں بیٹھے تھے اور جناب اگلی صفوں میں تھے۔ اتنے میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کہ اس قتل والے مقدمے کا کیا فیصلہ کیا ہے تو حضرت صاحب کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسکراتے ہوئے عرض کیا ''حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے مقدمے کی مثل مکمل کر لی ہے انشاء اللہ فیصلہ بھی جلدی لکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا جائے گا تو جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوش ہوکر فرمایا۔ شاباش تشریف رکھیں۔ ہم آپ سے خوش ہیں۔ اب پیر باغ

شی شاہ فرماتے ہیں کہ مولوی مقصود احمد صاحب سرکار کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید ہیں، کیوں نہ ان کی زیارت کرلوں۔ تو بھائی مقصود احمد صاحب جی میں دراصل آپ کو دیکھ کر آپ کے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کرنے آیا ہوں۔ اس عاجز نے کہا کہ پیر صاحب میں کس لائق ہوں؟'' آپ کو تو حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے پھر فرمانے لگے بھائی مقصود احمد صاحب آپ بڑے خوش قسمت ہیں آپکے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روئے زمین پر بے مثل شان کے مالک ہیں۔

☆۔ سیٹھ محمد شفیع صاحب کی معرفت یہ بات سننے میں آئی ہے کہ ایک بزرگ صاحب کشف تھے جو حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار مبارک پر مراقبہ کیا کرتے تھے ایک دن ان کے دل میں خیال آیا کہ آج مراقبہ کر کے حضرت داتا ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دریافت کرتے ہیں کہ تمام دنیا کے اولیاء کرام میں سب سے زیادہ بزرگ اور سب کے شہنشاہ کون ہیں۔ چنانچہ جب حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات ہوئی تو اس بارے میں عرض کیا گیا، داتا صاحب فرمانے لگے کہ دنیا سے وصال پائے ہوئے تمام بزرگان دین واولیائے کرام کے شہنشاہ اور سردار حضرت غوث پاک سید عبدالقادر جیلانی ہیں اور موجودہ دنیا میں زندہ بزرگان دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں سب کے شہنشاہ اور آقا و مالک حضرت سید سرکار کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ سبحان اللہ۔ شان ہے حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیر کی۔

☆۔ عمدۃ المحققین، زبدۃ العارفین، حضرت صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضور اعلیٰ سرکار شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلفاء میں بلند مقام رکھتے تھے۔ ''ولی را ولی می شناسد'' کے مصداق وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے منصب عالی سے کماحقہٗ واقف تھے۔ ان کی خدمت میں ایک صاحب نے ضلع راولپنڈی سے خط لکھا جس میں راہ سلوک میں اپنی بعض مشکلات کے حل کے لیے دستگیری کی التجا کی تھی۔ حضرت صاحب بیربلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی خط کی پشت پر اپنے دست مبارک سے یہ تحریر لکھ کر خط واپس بھیج دیا:

''آپ حضرت سید محمد اسمٰعیل شاہ صاحب کرمانوالہ شریف ضلع ساہیوال سے رجوع کریں۔ فقیر کے نزدیک موجودہ زمانے میں اور کوئی ایسی باکمال ہستی نہیں ہے، جس کی توجہ عالیہ سے آپ گوہر مقصود حاصل کر سکتے ہوں۔'' اپنا یہ خط جو بیربل شریف سے ہو آیا تھا ایک دوسرے

خط کے ہمراہ انہوں نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت بابرکت میں بھیج دیا۔ ان ایام میں خطوط کے جوابات تحریر کرنے کی خدمت اس فقیر (مولوی محمد اکرام) کے سپرد تھی۔ یہ خط حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے علیحدہ دے کر ارشاد فرمایا کہ اس کا جواب لکھ دیں اور فقیر نے ان کو خط لکھ دیا۔

چند دنوں کے بعد وہ بزرگوار اپنے وطن مالوف سے آئے اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت بابرکت میں بازیاب ہو کر اپنا دامن مراد گوہر مقصود سے پُر کر کے واپس گئے۔ واپس جاتے ہوئے وہ ہر طرح سے مطمئن اور مسرور تھے۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے بعد چہلم کے ختم مبارک کے موقعہ پر حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی دیگر مشائخ عظام دامت برکاتہم کی طرح حضرت کرمانوالہ شریف میں موجود تھے۔ ختم شریف کے بعد آپ نے جناب صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ صاحب دامت برکاتہم سے بوقت ملاقات فرمایا: ''آج اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مفارقت شدت سے محسوس ہونے لگی ہے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی موجودگی میں اطمینان تھا کہ ہمارے درمیان ایک ایسی باکمال ہستی موجود ہے جو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحیح جانشین ہے''۔

☆:۔ مولوی مقصود احمد صاحب باجڑہ گڑھی ضلع سیالکوٹ بیان کرتے ہیں کہ:

''ہمارے گاؤں سے شمالی جانب قریباً تین میل کے فاصلے پر موضع مہیند روال میں ایک معمر سید بزرگ مقیم تھے جو مجذوب بھی تھے اور سالک بھی۔ اپنا کھانا اپنے ہاتھ سے پکاتے اور اپنا لباس بھی خود اپنے ہاتھ سے سی کر پہنتے تھے۔ باتیں مجذوبانہ کرتے تھے، صاحب کشف و کرامت تھے، خلق خدا کے لیے چشمہ فیض تھے۔ پاکستان بننے کے بعد ان کا شہرہ ہوا تو بندہ بھی زیارت کے لیے وہاں حاضر ہوا۔ بندہ کو دیکھتے ہی خندہ پیشانی سے فرمایا ''آپ کا مدرسہ (پیر خانہ) بہت بڑا ہے'' یہ فقرہ بار بار دہرایا۔ میرے بعد بعض دوسرے یاران طریقت بھی جب ان کے پاس گئے تو کھانے وغیرہ سے ان کی خاطر تواضع کی اور وہی باتیں دہرائیں کہ آپ لوگوں کا مدرسہ بہت بڑا ہے۔ آپ وہی سبق یاد کریں جو آپ کو ملا ہے۔ گویا انہوں نے حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحب مدار ہونے کی تصدیق کی''۔

☆۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ مسلم صاحب نے بیان کیا کہ بی۔اے پاس کرنے کے بعد وہ اکثر اوقات اعلیٰ حضرت سرکار شرق پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے محاسن ومحامد لوگوں کی زبانی سنتے رہتے تھے۔حضور کے وصال کے بعد آپ کا ذکر خیر سن کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی جانب سے کشش پیدا ہوئی۔انہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلفاء میں سے حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ میں اور حضرت سید محمد اسمٰعیل شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کرموں والا ضلع فیروز پور میں بڑی باکمال ہستیاں ہیں۔چنانچہ ان کے دل میں ان دونوں باکمال ہستیوں کی زیارت کا شوق جوش مارنے لگا۔اتفاق کی بات ہے کہ پہلے انہیں اپنے برادر نسبتی حکیم عبدالحمید عاصی مرحوم کے ہمراہ حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضری کا موقع مل گیا۔دونوں حضرات ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عاصی مرحوم نے جرات کر کے حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کیا کہ ''حضور وقت خاص میں یاد فرمائیں اور اس عاجز کے حق میں دعا فرمائیں'' اس پر حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جوش میں آ کر فرمایا کہ ''حیف ہے اس وقت خاص پر جس میں تمہاری یاد بھی درمیان میں آ حائل ہو۔اچھا اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں'' پھر ڈاکٹر محمد عبداللہ سے مخاطب ہو کر فرمایا ''آپ کرموں والا شریف جائیں، آپ کا حصہ وہاں ہے''۔

اس واقعہ کے تھوڑا عرصہ بعد دونوں حضرات کرموں والہ شریف میں حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔وہاں پر بھی عاصی مرحوم نے اپنا وہی سوال دہرایا کہ ''حضور وقت خاص میں اس عاجز کے لیے بھی دعا فرمائیں''

''وقت خاص؟'' قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسکرائے اور فرمایا، ''یہاں آٹھوں پہر ہی وقت خاص ہوتا ہے'' اور ان کے لیے دعا فرمائی، پھر ڈاکٹر محمد عبداللہ مسلم صاحب کی جانب بھی نظر کرم فرما کر ان کے لوح دل سے سب شکوک وشبہات اور شیطانی وسواس حرف غلط کی طرح مٹا دیئے۔اس واقعہ سے اہل قلب ونظر دونوں شاہان ملک ولایت ومعرفت کے علو شان کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

☆۔ سیٹھ محمد شفیع لاہوری کا بیان ہے کہ 1970ء میں حضور شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین، سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مطہرہ پر حاضری کا شرف حاصل ہوا۔حضرت

خواجہ خان محمد مدظلہ العالی سجادہ نشین تونسہ شریف بھی وہاں موجود تھے۔ ہم دونوں حضور سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے قدمین مبارک کی جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں پر خواجہ خان محمد صاحب نے فرمایا کہ جب حضرت صاحب کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پہلی مرتبہ تونسہ شریف درگاہ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں حاضری کے لیے گئے تو میں نے تمام خدام کو جناب شاہ صاحب (کرمانوالے سرکار) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رہنمائی کرنے سے منع کر دیا، تاہم ایک خادم کو بوقت حاضری ساتھ رہنے پر مقرر کر دیا۔ خیال یہ تھا کہ وہ خود اپنی مرضی مبارک سے جس طرح چاہیں حاضری دیں اور فاتحہ خوانی کریں۔ چنانچہ آپ نے درگاہ شریف میں داخل ہو کر سب سے پہلے حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر مبارک پر فاتحہ پڑھی۔ وہاں سے فارغ ہو کر آپ پیچھے ہٹے اور حضرت خواجہ اللہ بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی قبر مبارک کے سرہانے جا کر اور وہاں فاتحہ پڑھی۔ خواجہ صاحب نے یہ واقعہ بیان کر کے سیٹھ صاحب سے کہا کہ میں تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بلند شان کا پہلے ہی قائل تھا۔ اس دن کے بعد کبھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علو مرتبت میں گمان اور وہم بھی نہ ہوا۔

☆:۔ایک عالم دین بیان کرتے ہیں کہ میں نے خزینہ معرفت میں یہ لکھا دیکھا کہ جو شخص نمازِ عشاء کے بعد سونے سے قبل پانچ سو مرتبہ درود شریف خضری پڑھے گا، اس کو ایک ہفتہ کے اندر ہی حضور نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کی زیارت نصیب ہو جائے گی۔ اس پر میرے دل میں بھی یہ وظیفہ پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ ابھی سات دن پورے نہیں ہوئے تھے کہ خواب میں ایک نہایت خوبصورت پرنور اور باوقار بزرگ کسی علیحدہ مقام پر کار سے اترتے ہوئے نظر آئے۔

کچھ دنوں کے بعد میرے دوست حافظ محمد حسین نے کہا کہ حضرت صاحب کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لاہور تشریف لائے ہیں اور اس وقت بادشاہی مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ چلو زیارت کر آئیں۔ وہ اپنے دوست کے ہمراہ بادشاہی مسجد جا پہنچے اور نہایت شوق و ادب سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ روئے مبارک پر نظر پڑی تو خواب میں نظر آنے والے بزرگ کو ہو بہو اپنے سامنے موجود پایا۔ وہ فوراً سمجھ گئے کہ ''العلماء ورثۃ الانبیاء'' (حدیث) کے مصداق حضرت کرمانوالے ہی اس وقت نائب رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ ہیں۔





بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم صل علی محمد
وعلی آل محمد کما صلیت
علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم
انک حمید مجید ۵
اللھم بارک علی محمد وعلی
آل محمد کما بارکت علی
ابراھیم وعلی آل ابراھیم
انک حمید مجید ۵



گیارھواں باب

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہم محبتِ شیخ۔ اتباعِ شیخ

کرمانوالہ بک شاپ

دربار مارکیٹ دوکان نمبر 2، لاہور فون: 7249515

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے پیر کی محبت سے پہلے ہی سرشار تھے لیکن میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے آپکی تربیت کی وجہ سے اس میں مزید اضافہ ہوا چنانچہ ایک دن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی معیت میں مکان شریف تشریف لے گئے تو کچھ بچے کھیل رہے تھے اور انکے کھیل کی وجہ سے مٹی اُڑ رہی تھی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک طرف ہو کر بچوں کو مٹی اُڑانے سے منع کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا شاہ جی! یہ مکان شریف کی مٹی ہے اور اس مٹی کی بدولت ہی ہمارا سب کچھ ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی شادی مبارک کا تمام جہیز و سامان وغیرہ اپنے اور اپنی زوجہ محترمہ کے سر مبارک پر رکھ کر شرق پور شریف حاضر ہوئے اور تمام سامان حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور آپ کو دعائیں دیتے ہوئے تمام سامان واپس فرما دیا۔ دراصل اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تمام سامان اور اثاثہ پیش فرما کر سنت صدیقی ادا کی تھی۔

ایک مرتبہ ایک شخص حج سے واپسی پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے مدینہ منورہ سے ایک تسبیح لے کر حاضر ہوا اس تسبیح کے امام میں خانہ کعبہ اور روضہ پاک رسول اللہ ﷺ کی تصاویر تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہ تسبیح وہاں موجود تمام بیلیوں کو دکھائی اور ان سے پوچھتے رہے کہ انکو کیا نظر آ رہا ہے کوئی بیلی خانہ کعبہ دیکھتا تو خانہ کعبہ کا نام لیا اور کوئی روضہ رسول اللہ ﷺ کا نظارہ کرتا تو اس کے متعلق بتاتا آخر میں وہ تسبیح لے کر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان تصاویر کو دیکھا اور فرمایا" بیلیو! مینوں تے شرق پور شریف نظر آ رہیا اے" یعنی یہ آپکی اپنے پیر خانہ سے محبت ہی تھی کہ آپ جدھر نظر اٹھاتے شرق پور شریف ہی نظر آتا تھا۔

ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرق پور شریف حاضر خدمت ہوئے تو ابھی آپ دروازے کے قریب تھے کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کسی بیلی کو بیٹھنے کا حکم فرمایا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے پیر و مرشد کی آواز سن کر وہیں بیٹھ گئے وہاں پر بہت بڑا کیل تھا جو آپ کے پاؤں مبارک میں چبھ گیا جب آپ اٹھے تو تمام پاؤں لہولہان تھا۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ پیر بھائی ملا تو گویا پیر ہی ملا۔ اسی لئے آپ

اپنے پیر بھائیوں کی بہت عزت کرتے تھے اور ان کے کام فوراً کرتے تھے جیسا کہ درج ذیل واقعات سے ظاہر ہوتا ہے:

ٹیوب ویل درست ہو گیا

مولوی حکیم احمد دین صاحب مانگا منڈی والے بیان کرتے ہیں کہ پاکستان بننے کے بعد مجھے اپنی بیکانیر والی زمین کے عوض ضلع گوجرانوالہ میں وسیع رقبہ مل گیا۔ میں نے اس رقبہ کی آبپاشی کے لیے ٹیوب ویل لگانے کا فیصلہ کیا چنانچہ ایک ٹھیکیدار سے معاوضہ طے کرنے کے بعد ٹیوب ویل نصب کرنے کا کام شروع ہوا۔ جب کھدائی (بور) 275 فٹ پر پہنچی تو یک لخت اس سے نیچے کھدائی رک گئی۔ آٹھ دن تک سخت کوشش کے باوجود کام رکا رہا۔ نہ نیچے گہرائی پر بور جاتا تھا اور نہ ہی نالیں اوپر کی طرف نکلتی تھیں۔ مایوس ہو کر کام بند کر دیا۔ ٹھیکیدار سخت پریشان تھا کہ بجائے کمانے کے یہاں تو اب سارے سامان کے ضائع ہونے کا اندیشہ تھا اور اس طرح ناقابل برداشت مالی نقصان ہوگا۔ مولوی حکیم احمد دین کو اپنی جگہ سخت پریشانی تھی کہ ٹیوب ویل نصب نہیں ہو سکے گا۔ چنانچہ حکیم صاحب اس پریشانی کے عالم میں آپ کی خدمت عالیہ میں حضرت کرمانوالہ شریف پہنچے۔ آپ نے دور سے دیکھتے ہی فرمایا ''وہ میرا پیر بھائی آ گیا، آ بھائی حکیماں! تمہارا ٹیوب ویل تو ٹھیک ہو گیا ہے، غم نہ کرو۔'' حکیم صاحب کو زبان سے کچھ عرض کرنے کی نوبت ہی نہ آئی۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال

پھر حکیم صاحب کے لیے کھانا منگوایا اور ان کو اپنے پاس بٹھا کر کھانا کھلایا اور تسلی دیتے رہے۔ بعد دوپہر حکیم صاحب جب آپ سے رخصت ہو کر گھر پہنچے تو عین اسی وقت جب آپ نے فرمایا تھا ''حکیماں، تمہارا ٹیوب ویل ٹھیک ہو گیا ہے'' بور خود بخود دوبارہ فٹ نیچے چلا گیا تھا۔ شہتیریاں وغیرہ ٹوٹ گئی تھیں۔ لیکن باقی سب کام ٹھیک تھا، چنانچہ ٹیوب ویل کا کام بخیر و خوبی مکمل ہو گیا۔

دریا کا رخ بدل دیا

مولوی حکیم احمد دین نے یہ بھی بیان کیا کہ میں نے دریائے راوی کے کنارے اپنی بنجر اراضی کی آب پاشی کے لیے ایک بڑا دو رہٹ والا کنواں لگوایا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں

کنوئیں کے اردگرد درخت بھی لگ گئے اور مکانات بھی تعمیر کر لیے۔ وہاں خوب چہل پہل اور آبادی ہوگئی۔

چند سالوں بعد ایک دفعہ اچانک موسم برسات میں دریا کا پانی میرے کنوئیں کی جانب بڑھنے لگا، تھوڑے ہی دنوں میں عین کنوئیں کے نزدیک آ پہنچا، میرے مزارعین نے مکان گرا کر لکڑیاں محفوظ جگہ پر دور ہٹالیں۔ درخت کاٹ لیے اور پانی اسی اثناء میں کوئیں کی طرف تیزی سے بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ کنوئیں کی جنوبی دیوار سے پانی کی لہریں ٹکرانے لگیں۔ میں سخت پریشان ہوا کہ اب کنواں برباد ہو جائے گا اور بہت نقصان ہوگا۔ اس پریشانی کے عالم میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے گھر سے چل پڑا۔ جب آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے مجھے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا ''حکیم جی، فکر نہ کرو تمہارے کنوئیں کا بال بھی بیکا نہیں ہوگا'' پھر کمال شفقت سے مجھے اپنے پاس بٹھایا اور علمی باتیں شروع ہوگئیں۔ دوپہر کا کھانا اپنے پاس بٹھا کر کھلایا اور فرمایا حکیم صاحب کچھ دن ہمارے پاس ٹھہر جائیں لیکن فکرمندی کے باعث میں رخصت حاصل کرنے کا اصرار کرتا رہا۔ چنانچہ رخصت حاصل کر کے شام کو گھر پہنچا۔ دریا کی موجیں پوری تندی کے ساتھ کنوئیں کو گھیرے میں لینے کی کوشش کر رہی تھی۔ گھبراہٹ میں میں نے عشاء کی نماز مسجد میں ادا کی اور وہیں بیٹھا رہا۔ کچھ رات گئی ہوگی کہ میرا مزارع مجھے تلاش کرتا ہوا، وہاں آ نکلا اور کہنے لگا، حکیم صاحب! مبارک ہو دریا ہمارے کنوئیں سے دوسری جانب رخ کر گیا ہے'' اگلی صبح جب میں نے جا کر دیکھا تو دریا کا رخ ایک ایسے دھارے میں بدل چکا تھا جو میرے کنوئیں سے کافی فاصلے پر تھا۔



بارھواں باب

کرامات۔ کرامات بعد از وصال۔ اولاد پاک

کرمانوالہ بک شاپ

دربار مارکیٹ دوکان نمبر 2، لاہور فون: 7249515

قتل کے ملزم بری ہو گئے

اولیائے کرام میں جو تمام ولیوں کا سردار قطب الاقطاب قطب مدار ہوتا ہے قتل کے مقدمات اس کے سپرد کئے جاتے ہیں اور چونکہ آپ اپنے وقت کے تمام اولیائے کرام کے سردار ہیں تو حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس اکثر قتل کے مقدمات آتے تھے جن کا آپ خود فیصلہ فرماتے اور جو شخص سچ سچ تمام حقیقت بیان کر دیتا اور آئندہ کے لیے توبہ کر لیتا تو آپ اسے مقدمہ قتل میں بری فرما دیتے ذیل میں چند ایک ایسے واقعات درج ہیں:۔

☆:۔ ماسٹر خوشی محمد صاحب کا بیان ہے کہ ایک دن وہ کرمونوالہ شریف میں نمازِ عشاء کے بعد حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حکم دیا کہ دیوار سے لگی ہوئی گھڑی دیکھ کر وقت بتاؤ۔ انہوں نے بتایا تو آپ نے فرمایا ''وقت درست کرنا ہے۔ تم سوئی چلاتے جاؤ جب گیارہ بجے پر سوئی آجائے تو تم ٹھہر جانا اور مجھے بتا دینا۔ چنانچہ وہ سوئی گھماتے رہے اور گھنٹیاں بجتی رہیں، جب گھڑی پر گیارہ بجنے میں پانچ منٹ رہ گئے تو حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ''تم بیٹھ جاؤ'' وہ بیٹھ گئے۔ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اٹھے اور گھڑی کے پاس جاتے ہی جلدی سے گھڑی کی سوئی گیارہ بجے سے دس منٹ آگے کر دی اور فرمایا ''اب وقت درست ہو گیا ہے'' اس کے بعد آپ نے ان کو فرمایا کہ جاؤ، اب سو جاؤ۔ ماسٹر صاحب خیال کرتے رہے کہ یہ کیا حکمت ہے۔ سارا وقت میں نے درست کیا۔ صرف پندرہ منٹ آپ نے اپنے دست مبارک سے آگے کیے لیکن ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔

چند دنوں کے بعد ایک بوڑھا دیہاتی اپنے دو نوجوان بیٹوں کے ہمراہ حاضر ہوا۔ نوجوانوں کے سروں پر سرخ رنگ کی پگڑیاں تھیں۔ سب کے چہرے خوشی سے چمک رہے تھے۔ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا (کیوں ہی کنویں گل ہوئی) یعنی مجھے بتاؤ کہ کس طرح سب بات ہوئی۔ نوجوان نے عرض کیا ''حضور مجھے پھانسی کے تختے پر لے گئے تھے اور ایک افسر کی نظر گھڑی پر تھی۔ حکم یہ تھا کہ اس کو پورے گیارہ بجے پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ وہ وقت بتا تا رہا۔ جب گیارہ بجنے کے بالکل قریب ہوئے تو میں نے دیکھا کہ ایک ہاتھ نمودار ہوا اور اس نے سوئی گیارہ بجے کی

بجائے گیارہ بج کر دس منٹ پر کر دی۔ وقت پھانسی کا گزر چکا تھا اس لیے مجھے پھانسی کے تختہ سے اتار دیا گیا۔ افسر نے کہا کہ پھانسی کا وقت گزر گیا ہے، وہ لڑکا بات بھی کر رہا تھا اور آپ کی جانب بھی غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظر آپ کے دست مبارک پر جمی ہوئی تھیں۔ اسی وقت بول اٹھا ''بس یہی ہاتھ مبارک تھا۔ جس نے گھڑی کی سوئی دس منٹ آگے کی تھی۔ میں نے پہچان لیا ہے'' حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسکرا کر فرمایا کہ کوئی اور ہاتھ ہوگا اور ان کو کہا کہ کسی اور سے یہ بات نہ کرنا۔ ماسٹر خوشی محمد کو رات کے وقت گھڑی کا وقت درست کرنے کی حکمت کا پھر علم ہوا۔

☆:۔ گورنمنٹ کمرشل کالج سیالکوٹ کے ایک لیکچرار صاحب بیان کرتے ہیں کہ ان کا بھائی قتل کے مقدمہ میں ملوث ہو گیا، بے انتہا کوشش کی گئی۔ بہترین قانونی امداد کے باوجود سیشن جج نے پھانسی کی سزا سنا دی۔ اپیل کرنے پر ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں بھی پھانسی کی سزا بحال رہی۔ اب باقی صرف ایک ہی صورت رہ گئی تھی یعنی سربراہ مملکت کے پاس رحم کی اپیل، چنانچہ مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق صدر مملکت کے پاس رحم کی اپیل کی گئی مگر یہاں بھی ناکامی مقدر میں تھی اور اپیل مسترد ہو گئی۔

آخر الامر ان کے والد صاحب نے دنیاوی تگ و دو سے مایوس ہو کر روحانی امداد کی طرف رجوع کیا اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر التجا پیش کی کیونکہ یہی آخری سہارا نظر آیا۔ واقعات سن کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تھوڑی دیر سکوت فرمایا اور پھر ارشاد کیا، اللہ خیر کرے گا اور کوئی بہتری کی صورت پیدا ہو جائے گی۔

مرد کامل کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ کچھ دنوں بعد حکومت نے جشن انقلاب منانے کا فیصلہ کیا اور اس جشن کی خوشی میں صدر پاکستان نے پھانسی کی سزا پانے والوں کی سزائیں یا تو بالکل معاف کر دیں یا انہیں عمر قید میں تبدیل کر دیا۔ چنانچہ ان کے بھائی کی سزا بھی عمر قید میں تبدیل ہو گئی۔ یقیناً یہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا کا نتیجہ تھا بعد میں وہ وقت بھی آیا، جب بالکل خیر ہو گئی اور ان کے بھائی کو جیل سے رہائی بھی مل گئی۔

بینائی عطا کر دی

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس اکثر بیمار اور لاعلاج مریض آتے تھے اور شفایاب ہو کر

چلے جاتے تھے۔ ذیل میں چند واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے:۔

☆:۔ چوہدری امانت علی نے بیان کیا کہ تقسیم ملک سے کچھ عرصہ پہلے جب آپ موضع اچھے والا متصل فیروز پور چھاؤنی میں مقیم تھے ایک دن غروب آفتاب سے تھوڑی دیر پہلے ایک ادھیڑ عمر کا سکھ اور اس کی بیوی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نہایت عجز وانکساری کے ساتھ عرض کیا کہ اس کی دونوں آنکھوں کی بینائی ختم ہوگئی ہے اور وہ دعا کے لے حاضر ہوئے ہیں۔ آپ نے امانت علی کو بلایا اور کہا کہ یہ دو مہمان آئے ہیں، ان کا خیال رکھنا۔ امانت علی اس کے بعد کام میں مصروف ہوگیا اور ان کا اُسے مطلق خیال نہ رہا۔ دونوں کے پاس کھانے پینے کی کچھ چیزیں تھیں، وہ کھا پی کر خراس کے نیچے جا بیٹھے کہ اب کسی کو کیا تکلیف دینی ہے، رات یہیں بسر کریں گے۔

آدھی رات کے وقت آپ نے پھر امانت علی کو بلایا کہ ذرا خبردار رہو، رات اندھیری ہے کچھ مشتبہ آدمی ڈیرہ کے اردگرد گھوم رہے ہیں۔ امانت علی نے اپنے دو تین دوسرے ساتھیوں کو جگا کر خبردار کیا۔ وہ ہاتھوں میں ڈنڈے لے کر چاروں طرف گھومنے لگے۔ ایک درویش ولی محمد خراس کی طرف جا نکلا۔ خراس کے نیچے سے اسے دو آدمیوں کی کھسر پھسر کی آواز آئی تو اس نے آگے بڑھ کر ان کو نکالا اور لاٹھیاں برسانا شروع کر دیں۔ بیچارے سکھ کے ماتھے پر ایک کاری ضرب لگی اور خون کا فوارہ پھوٹ نکلا، عورت کو بھی ایک لاٹھی لگی اور اس کی انگلیاں ٹوٹ گئیں۔ اس پر انہوں نے شور مچایا کہ ہم تو باباجی کی خدمت میں آئے تھے۔ دور سے یہ بات سن کر امانت علی شور مچاتا ہوا بھاگا آیا کہ ان کو نہ مارو، ان کو نہ مارو، یہ اپنے آدمی ہیں۔ پھر ان کی مرہم پٹی کی گئی اور صبح کے وقت جب وہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے رخصت ہونے کے لیے گئے تو آپ نے فرمایا سردار جی رب کریم نے خیر کر دی ہے، بچوں نے رات کو خیال ہی نہیں کیا، آپ لوگوں کو خواہ مخواہ پیٹ کے رکھ دیا، اچھا اب آپ جائیں اور انہیں کچھ پھل وغیرہ دیے۔

دو ماہ کے بعد وہ سکھ اپنی بیوی بچوں سمیت پھر حاضر ہوا۔ اس کی دونوں آنکھیں بالکل ٹھیک تھیں اور دس بارہ سیر مصری کے علاوہ اور بہت سی اشیاء نذر نیاز پیش کیں۔

☆:۔ منڈی ہیرا سنگھ سے ایک شخص محمد اسحٰق نامی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خادم کمال الدین حجام جو اس کا رشتہ دار تھا وہ بھی اس کے ساتھ تھا۔ آپ

نے نہایت شفقت سے دریافت فرمایا ''بیلیو! کیا بات ہے'' کمال الدین نے بصد احترام عرض کیا کہ محمد اسحٰق کی ہمشیرہ کی بینائی جاتی رہی ہے، دعا فرمائیں، اللہ کریم اسے آنکھوں کی روشنی بخش دیں۔

حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ''کوئی بات نہیں اللہ کریم رحم کر دیں گے'' لڑکی کی آنکھیں ٹھیک ہو جائیں گی۔ اس سے کہو کہ لڑکی کی آنکھوں میں شہد کی سلائی لگا لیا کرے۔ محمد اسحٰق اور اس کی ہمشیرہ اس کے بعد بس میں سوار ہو کر منڈی ہیرا سنگھ چلے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد کمال الدین ان کی خیر و عافیت پوچھنے کے لیے منڈی ہیرا سنگھ گیا تو دیکھا کہ لڑکی کی دونوں آنکھیں بالکل ٹھیک تھیں۔ محمد اسحٰق نے اس کو بتایا کہ جب اس نے حضرت کرمانوالہ شریف سے بس میں سوار ہو کر اوکاڑہ سے چند میل کا فاصلہ طے کیا تو یک بیک لڑکی کی آنکھیں روشن ہو گئیں اور اب حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا سے بالکل ٹھیک ہیں۔ تعمیل ارشاد کے طور پر وہ آنکھوں میں شہد کی سلائی لگاتی رہی ہے۔

مریضوں کی شفایابی

☆:۔ حاجی عبدالحمید صاحب سابق سپرنٹنڈنٹ لاہور ہائی کورٹ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ ان کا بھتیجا، جس سے ان کو بے حد محبت تھی، سخت بیمار ہو گیا۔ ڈاکٹر بھی اس کی زندگی سے مایوسی کا اظہار کرنے لگے۔ چنانچہ وہ اسی بے قراری میں کرموں والا شریف ضلع فیروز پور آپ کی خدمت بابرکت میں جا پہنچے۔ شام کو آپ کی خدمت میں حاضری ہوئی لیکن عرض مدعا نہ کر سکے۔ دوسری صبح جب پھر خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا تو دل میں خیال تھا کہ بچہ تو ختم ہو چکا ہوگا۔ اب کیا عرض کرنا ہے، واپس چلتا ہوں تاکہ تجہیز و تکفین میں تو شامل ہو سکوں، چنانچہ رخصت کی اجازت مانگی۔ آپ نے فرمایا ''اچھا خراماں خراماں جائیں۔ بچے کو اللہ تعالیٰ نے شفا بخش دی ہے'' یہ خوشخبری پا کر میں روانہ ہوا اور جب واپس گھر کے دروازہ پر پہنچا تو دیکھا کہ ہندو ڈاکٹر بچے کو دیکھ کر واپس جا رہا تھا۔ میرے دریافت کرنے پر ڈاکٹر نے کہا کہ بچہ اب رو بصحت ہے۔ اس کو دوا سے نہیں بلکہ کسی بزرگ کی دعا سے شفا حاصل ہو گئی ہے'' یہی ڈاکٹر پہلے کہہ چکا تھا کہ بچے کے صحت یاب ہونے کی کوئی امید نظر نہیں آتی۔

☆:۔میر منظور محمود دولی وارثی صاحب نے بیان کیا کہ میں ایک دفعہ امرتسر سے کرموں والا شریف ضلع فیروز پور آپ کی خدمت میں جا رہا تھا۔قصور پہنچ کر گاڑی تبدیل کی تو میرے نزدیک ہی تین سکھ بھی آ بیٹھے، ان میں سے دو ادھیڑ عمر کے تھے اور تیسرا نوجوان تھا۔اس کا نام دلدار سنگھ تھا۔باتوں باتوں میں معلوم ہوا کہ وہ بھی میرے پیرومرشد کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے لیے جا رہے ہیں۔چنانچہ ان میں سے ایک سکھ نے بیان کیا کہ وہ ضلع منٹگمری ساہیوال کے زمیندار ہیں اور دلدار سنگھ اس کا بیٹا ایف۔اے میں پڑھتا ہے۔اسے گردے میں پتھری کی شکایت ہوگئی تھی اور ڈاکٹروں، حکیموں کے علاج سے کچھ بھی فائدہ نہ ہوا۔لڑکے کی والدہ اپنے بچے کا آپریشن کروانے پر ہرگز رضامند نہ ہوتی تھی۔اسی اثناء میں کسی نے ہمیں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا مشورہ دیا۔چنانچہ ہم بچے کو ساتھ لے کر کرموں والا پہنچ گئے۔جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے بچے کو دیکھتے ہی فرمایا ''سردار جی، بچے کو پتھری کی شکایت ہے کوئی ڈر نہیں خیر ہو جائے گی۔بچہ تو گھوڑے کی طرح ہو جائے گا'' پھر دلدار سنگھ کو کہا کہ جا مسجد کی ٹونٹیوں کا پانی خوب سیر ہو کر پی لے اور اس درخت کے نیچے جا کر لیٹ جا'' بچے نے ایسا ہی کیا۔تھوڑا ہی وقت گذرا تھا کہ بچے کو خوب کھل کر پیشاب کی حاجت ہوئی اور ساتھ ہی اس کی ساری تکلیف ہمیشہ کے لیے جاتی رہی۔اب ہم ہر سال آپ کی خدمت میں حاضری کے لیے آتے ہیں۔

☆:۔کرموں والا میں ایک شخص دین محمد عرف دینا گاؤں کا زمیندار تھا۔ایک دفعہ وہ سخت بیمار ہو گیا اور اس کا پیٹ پھول کر کپا ہو گیا علاج معالجہ کرتا رہا مگر کچھ افاقہ نہ ہوا۔جب سب طرف سے مایوسی نے گھیر لیا تو ناچار حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپ نے آتے ہی اس سے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے۔اس نے عرض کیا حضور پیٹ میں دو تین ماہ سے تکلیف ہے اور کھیتوں میں کام کاج کرنا تو کجا چلنے پھرنے سے بھی معذور ہوں آپ نے فرمایا ''تم تندرست ہو جاؤ گے۔لیکن میں رشوت لیا کرتا ہوں تم بھی رشوت دو گے۔'' اس نے دل ہی دل میں خیال کیا کہ دس بیس پچاس روپے لے لیں گے تو کوئی بات نہیں اور عرض کیا کہ حضور دے دوں گا۔مجھے تو صحت کی ضرورت ہے کلم الناس علی عقولھم کے تحت یہ ارشاد ہوا آپ

مسکرائے اور فرمایا اچھا میرے ساتھ وعدہ کرو کہ داڑھی نہیں منڈ واؤ گے اور نماز پڑھو گے یہی میری رشوت ہے۔'' اس نے بدل جان یہ بات ماننے کا عہد کرلیا۔ اتنے میں ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا حضور نے فرمایا کہ اچھا اب نماز کا وقت ہو گیا ہے کوئی بیلی سبیل میں کنوئیں سے ڈول کے ساتھ پانی ڈالے تا کہ وضو کر کے سب نماز ادا کریں۔ پھر اسی دین محمد کو پوچھا، دین محمد تم پانی ڈال سکو گے یا بیماری کی وجہ سے معذور ہو'' دین محمد نے اس ارشاد کے بعد اپنے اندر ایک نئی قوت محسوس کی اور اٹھ کر بخوشی پانی کھینچ کھینچ کر سبیل میں ڈالنے لگا۔ حالانکہ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ لاغری کی وجہ سے بمشکل چل کر دربار گوہر یاب میں حاضر ہوا تھا۔ ایک ہی نظر سے حضور نے اس کی بیماری سلب فرما دی۔ پھر وہ نماز کا بھی پابند ہو گیا اور داڑھی بھی رکھ لی۔

☆:۔ بابو نور عالم ریلوے ڈویژنل آفس فیروز پور میں ملازم تھے۔ وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خاص معتقدین میں سے تھے۔ ان کے بڑے لڑکے مظہر الحق کا بایاں بازو ٹوٹ گیا۔ بچے کی عمر اس وقت دس بارہ سال کی ہوگی۔ ان ہی ایام میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بھی بازو کی تکلیف تھی۔ فیروز پور کے سرجن نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا علاج کیا لیکن بازو کی ہڈی کا جوڑ ٹھیک نہ ہوا۔ آخر دیسی علاج کرنے کا فیصلہ ہوا۔ چوہدری والا ضلع فیصل آباد میں ایک مشہور معالج رہتے تھے۔ آپ نے وہاں جانے کی تیاری کر لی۔ بابو نور عالم نے بھی اپنے بیٹے مظہر الحق کو اسی حکیم کے پاس لے چلنے کی اجازت چاہی۔ چنانچہ یہ دونوں باپ بیٹا بھی آپ کے ہمراہ چک چوہدری والا جا پہنچے اور آپ کے ساتھ گاؤں کی مسجد میں اقامت اختیار کی۔

حکیم نے دونوں کے بازو دیکھے۔ حضرت کے لیے ایک تیل کی مالش تجویز کی اور بچے کے بازو کو دوسرے دن توڑ کر دوبارہ ٹھیک کر کے باندھ دیا۔ اسی طرح تین چار دن گزر گئے۔ وہ معالج حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بازو دیکھنے کے لیے دن میں ایک دفعہ آتا اور سرسری معائنہ کر کے چلا جاتا۔ ساتھ ہی بچے کو بھی دیکھ جاتا۔ چوتھے پانچویں دن حکیم صاحب حسب، معمول عصر کے وقت آئے تو بچے کو بہت تکلیف تھی۔ اس کا بازو سوج گیا تھا اور اس میں شدت کا درد تھا۔ خوب غور سے معائنہ کرنے کے بعد اس نے کہا کہ بچے کا بازو تو خراب ہو گیا ہے۔ کل اگر فیصل آباد جا کر اسے کہنی کے قریب سے کٹوا دیا جائے تو بہتر ہے ورنہ پھر دو دن بعد کندھے تک

کٹوانا پڑے گا۔ بابو نور عالم نے یہ بات سنی تو ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اسی بے قراری میں اٹھ کر مسجد کے اندر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس چلے گئے۔

آپ نے دریافت فرمایا "بابو جی! خیر تو ہے؟" بابو نور عالم نے جواب دیا "حضور، خیر ہے" آپ نے دریافت کیا "پھر کیا بات ہے" تو بابو نور عالم نے آبدیدہ ہو کر عرض کیا کہ حضور، حکیم صاحب نے کہا ہے کہ بچے کا بازو خراب ہو گیا ہے اور کل فیصل آباد جا کر بازو کہنی کے قریب سے کٹوانا پڑے گا" یہ کلمات سن کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "بابو جی! فکر نہ کریں اللہ کریم خیر کر دیں گے۔ بچے کا بازو کاٹنا نہیں ہے یہ ٹھیک ہو جائے گا" بابو نور عالم کو تسلی ہو گئی۔ رات ہوئی تو کھانا کھا کر سب آرام کرنے لگے۔ صبح کو اٹھے تو مظہر الحق کے بازو میں درد نہ تھا۔ حکیم صاحب نے جب آ کر پٹی کھولی تو سوج اتر چکی تھی اور بازو بالکل ٹھیک تھا۔ حکیم حیران رہ گیا اور سمجھ گیا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو مریض کے رنگ میں اس کے پاس آئے ہوئے ہیں، سب معالجوں سے بڑے معالج ہیں۔ ان کی نظر کرم سے جسمانی اور روحانی امراض آناً فاناً دور ہو جاتے ہیں۔ یہ ان کا ادنیٰ تصرف ہے۔ گاؤں والوں کو اس واقعہ کا علم ہوا تو لوگ جوق در جوق زیارت کے لیے آنے لگے۔ ابر کرم برسنے کے لئے خود چل کر ان کے گاؤں میں آ گیا تھا۔ چنانچہ گاؤں کے بہت سے لوگ آپ کی نظر کرم سے ہدایت پا گئے۔

☆:۔ غازی انڈسٹریز لمیٹڈ کے مالک میاں غلام مصطفیٰ کے بڑے بھائی سائیں غلام نبی آرے والے ایک دفعہ سخت بیمار ہو گئے۔ ڈاکٹروں اور حکیموں کے علاج پر ہزاروں روپے پانی کی طرف بہا دیے لیکن دن بدن مریض کی حالت خراب سے خراب تر ہوتی گئی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ بدن کی رگیں اور پٹھے کھنچ گئے۔ چلنا پھرنا تو درکنار حرکت کرنا بھی ناممکن ہو گیا۔ گردن اکڑ گئی اور حلق سے پانی بھی نہ اترتا تھا۔ الغرض سائیں غلام نبی ہڈیوں کا محض ایک ڈھانچہ بن کر رہ گئے۔

اسی مایوسی کے عالم میں غازی صاحب کو حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے رجوع کرنے کا خیال آیا۔ ایک کار میں بھائی کو بٹھا کر حضرت کرمانوالہ شریف پہنچ گئے۔ یہ فقیر اس وقت حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ غازی صاحب جب اپنے بھائی کو

دونوں بازوؤں میں اٹھائے بڑے دروازے سے اندر داخل ہوئے۔ آپ نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ ''مولوی جی! وہ دیکھیں غازی کیا اٹھائے چلا آ رہا ہے'' میں نے دل میں خیال کیا کہ کوئی بیمار ہے اور بیمار کو آپ اپنے پاس آنے نہیں دیتے۔ اس لیے جا کر انہیں روکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں مولوی صاحب! ان کو آنے دیں۔ اتنے میں غازی صاحب نے اپنے بھائی کو لا کر آپ کے سامنے صف پر بٹھا دیا۔ آپ مسکرائے اور فرمایا کہ یہ تو گھوڑے کی مانند ہو جائے گا۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ پھر کنوئیں سے پانی منگوا کر دیا تو مریض نے چند گھونٹ پی لیے، کچھ دیر کے بعد ارشاد فرمایا کہ لنگر کا کچھ کھانا بھی اسے کھلاؤ، چنانچہ چند لقمے کھانے کے بھی حلق سے نیچے اتر گئے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اللہ فضل کر دے گا۔ دوائی کی اب کوئی ضرورت نہیں''۔ چنانچہ چند دنوں میں سائیں غلام نبی کی صحت بالکل ٹھیک ہو گئی۔

☆:۔ملک کرم داد صاحب چیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف پنجاب نے بیان کیا کہ وہ ضلع ساہیوال میں بطور ڈپٹی کمشنر متعین تھے۔ ایک دن وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ انکے ہمراہ ضلع سرگودھا کی ایک اور معزز ہستی ملک نور محمد ٹوانہ بھی تھے۔ ملک نور محمد کچھ عرصہ سے بعارضہ مالیخولیا و امراض سوداوی میں مبتلا تھے۔ اس لیے ان کے اعزہ و اقربا سخت پریشانی میں مبتلا تھے۔ ملک کرم داد صاحب نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ملک نور محمد کی شفایابی کے لیے دعا کی التجا کی۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ مولا کریم شفا عطا فرما دیں گے۔ یہ تو ٹھیک ہیں۔ چنانچہ تھوڑے ہی دنوں میں وہ اس موذی مرض سے نجات پا گئے اور پھر کبھی یہ تکلیف نہ ہوئی۔

نیز ملک کرم داد صاحب موصوف نے بیان کیا کہ اس سال بہت خشک سالی تھی۔ بارش نہ ہونے کی وجہ سے لوگ بہت پریشان تھے۔ میں نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں باران رحمت کے نزول کے لیے بھی دعا کی درخواست کی۔ آپ کی دعا کی برکت سے ان ہی ایام میں خوب بارش ہوئی۔

☆:۔ایک روز مولوی خلیل اختر صاحب سیکرٹری مارکیٹ کمیٹی اوکاڑہ چند احباب کے ہمراہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس حضرت کرمانوالہ شریف حاضر ہوئے۔ کچھ دیر گزرنے

کے بعد مولوی صاحب نے جانے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ارشاد فرمایا، ''تھوڑی دیر تو اور بیٹھیں'' وہ بیٹھ گئے لیکن کچھ دیر کے بعد پھر اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا'' کچھ دیر اور رک جاتے تو اچھا تھا، خیر آپ کو جلدی ہے'' مولوی صاحب اجازت لے کر باہر نکلے، سڑک پر کھڑے اوکاڑہ کی طرف جانے والی کسی سواری کا انتظار کر رہے تھے کہ اچانک ایک سائیکل سوار مولوی صاحب سے آ کر ٹکرایا۔ مولوی صاحب سڑک پر گر پڑے اور کولہے کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ مولوی صاحب کو احباب تانگہ میں بٹھا کر اوکاڑہ ہسپتال لے گئے، مگر علاج سے تکلیف بڑھتی گئی۔ ڈاکٹروں نے پوری توجہ سے چارہ جوئی کی مگر کچھ افاقہ نہ ہوا۔ مولوی صاحب کا ایک آدمی ہر روز حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض حال کے لیے آتا تھا اور آپ تسلی دیتے تھے کہ گھبرائیں نہیں آرام ہو جائے گا۔ جب ان کی تکلیف اوکاڑہ ہسپتال میں کم نہ ہوئی تو احباب ان کو میو ہسپتال لاہور لے گئے۔ وہاں ڈاکٹروں نے ایکسرے سے معائنہ کے بعد بتایا کہ کولہے کی ہڈی چار جگہ سے ٹوٹ گئی ہے۔ اس کے درست ہونے کی کوئی امید نہیں۔ ٹانگ کاٹنا پڑے گی۔ چنانچہ ایک آدمی واپس آپ کی خدمت میں حضرت کرمانوالہ شریف آیا اور ڈاکٹروں کی رائے کا آپ کے پاس ذکر کیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ'' مولوی صاحب کی ٹانگ نہ کٹوائیں ان کو واپس لا کر گھر پر ہی دیسی علاج کریں، اللہ کریم شفاء عطا کر دیں گے۔ چنانچہ مولوی خلیل اختر صاحب کو واپس اوکاڑہ لے آئے اور دیسی علاج شروع کر دیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں اللہ تعالیٰ نے انہیں شفا بخش دی۔

☆:۔ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک مخلص مرید محمد اکبر رینالہ خورد کے قریب ایک گاؤں میں کھیتی باڑی کا کام کرتا تھا، اس کے بچے اور بھائی بہت عرصہ سے لنگر میں مختلف خدمات بجا آوری پر مامور ہیں، حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بھی ان سب سے بہت محبت تھی۔

سردیوں کے موسم میں محمد اکبر نے کماد سے گڑ بنانے کے لیے بیلنا لگا رکھا تھا، آگ پر کڑاہ رکھا ہوا تھا اور اس میں گنے کا رس کھولتے کھولتے شیرے کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ محمد اکبر کے بھائی محمد علی نے اپنے بھتیجے محمد بشیر (محمد اکبر کے بیٹے) کو کہا کہ کڑاہ میں پھیرنے والا ڈنڈا لا دو تا کہ گڑ جلنے نہ پائے، بچہ تیزی سے اٹھا اور اچھل کر کڑاہ میں جا گرا، اس کا منہ اور سر اس شیرے سے باہر تھے، باقی سارا جسم شیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ بچے کو کھینچ کر باہر نکالا گیا لیکن ہاتھ سے چھوٹ کر وہ پھر

کڑاہ میں جا گرا۔ بڑی مشکل سے باہر نکالا گیا، بچے کو رینالہ خورد ہسپتال بھیج کر محمد اکبر خود بھاگا بھاگا حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں جا حاضر ہوا۔ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے پریشان دیکھ کر پوچھا کہ کیا بات ہے، اس نے واقعہ بیان کیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ احتیاط نہیں کرتے ہو۔ جاؤ، جلدی سے ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے چلے جانے کے بعد ادھر ہی متوجہ رہے، سب کا خیال تھا کہ بچہ موت کے منہ سے مشکل ہی بچے گا۔

تین چار دن کے بعد محمد اکبر پھر آیا اور آپ سے عرض کیا کہ بچہ روبصحت ہے، جسم پر بڑے بڑے آبلے بن گئے تھے مگر اب درست ہو رہے ہیں۔ چنانچہ جلد ہی بچہ صحت یاب ہو گیا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر عنایت سے اس کے سب اعضاء اور اعصاب درست رہے۔

☆:۔ کچھ عرصہ کے بعد محمد اکبر مذکور اپنے بھائیوں کے ہمراہ ہیڈ بلوکی کے قریب ایک گاؤں میں چلا گیا۔ وہاں ان کو چالیس ایکڑ اراضی الاٹ ہو گئی تھی۔ اپنے رقبہ کی آبپاشی کے لیے انہوں نے وہاں ایک ٹیوب ویل بھی لگا لیا۔

ایک دن وہ اپنے دونوں بیلوں کو پانی پلانے کے لیے رسے ہاتھ میں پکڑے خود آگے آگے جا رہا تھا اور بیل پیچھے پیچھے تھے۔ اچانک ایک بیل نے آگے بڑھ کر اس کی ٹانگوں میں سینگ پھنسائے اور اونچا اٹھا کر زمین پر الٹا پٹخ دیا۔ وہ بڑا گرانڈیل جوان تھا۔ لیکن گرتے ہی اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی اور اس کے ساتھ ہی نیچے کا دھڑ بالکل بے حس ہو گیا۔ بیل ہاتھ سے چھوٹ کر آگے بڑھ گئے، اس کے بھائیوں نے آ کر اسے چارپائی پر ڈالا اور گھر لے گئے۔ پھر ایک بھائی حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام واقعہ عرض کرنے کے بعد کہا کہ چلنا پھرنا تو درکنار محمد اکبر چارپائی سے اٹھنے کے بھی قابل نہیں رہا۔ آپ نے تھوڑی دیر سکوت فرمایا، پھر ان کو تسلی دی اور تاکید کی کہ اس کا علاج معالجہ کرو، اللہ تعالیٰ شفا عطا فرما دیں گے۔ گھر میں علاج معالجہ سے کچھ افاقہ نہ ہوا تو اسے لاہور میو ہسپتال لے جایا گیا۔ ان ہی ایام میں آپ بھی بغرض علاج لاہور تشریف لے گئے تھے اور گلبرگ میں قیام پذیر تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس وہاں پھر عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ اب وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ چنانچہ تھوڑا عرصہ میو ہسپتال میں زیر علاج رہنے کے بعد محمد اکبر صحت یاب ہو گیا اور اب اپنے گھر کا کام کاج بخوبی کر لیتا ہے۔

ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ ایسا مریض بچ نہیں سکتا تھا، کسی بزرگ کی دعا ہے۔

☆:۔ سیٹھ محمد شفیع کی بیوی سخت بیمار ہو گئی، قولنج کی تکلیف اتنی شدید تھی کہ آنت ہی پیٹ میں خود بخود پھٹ گئی۔ ڈاکٹروں نے مایوسی کا اظہار کیا اور کہا کہ ایسا مریض مشکل سے ہی جانبر ہو سکتا ہے۔ سیٹھ صاحب کو سخت فکر لاحق ہوئی اور اسی وقت حضرت کرمانوالہ شریف کا رخ کیا۔ آپ کی خدمت میں پہنچ کر ضبط نہ کر سکے اور بے اختیار رونے لگے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کیا کہ حضور بیوی سخت بیمار ہے، ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے، اگر مر گئی تو میں مصیبت میں گرفتار ہو جاؤں گا، کیونکہ ابھی تین بچوں کی شادی کرنا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جاؤ، علاج کرو، اللہ کریم شفا عطا فرمائیں گے اور سیٹھانی بچوں کی شادیاں خود کرے گی" سیٹھ محمد شفیع واپس لاہور پہنچے اور آپریشن کامیاب رہا، تھوڑے ہی دنوں میں ان کی اہلیہ تندرست ہو گئیں۔

☆:۔ ضلع نواب شاہ سندھ سے مستری غلام نبی کا بیان ہے کہ ان کی بیوی عرصہ بارہ سال سے بیمار چلی آتی تھیں۔ 1945ء میں وہ دہلی میں مقیم تھے۔ وہاں علاج معالجہ جاری رہا لیکن افاقہ نہ ہوا۔ پھر پاکستان بننے پر لائل پور (فیصل آباد) اور اوکاڑہ میں بھی علاج کروایا مگر بے سود۔ آخر رات کو خواب میں بشارت پا کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حضرت کرمانوالہ شریف حاضری کے لیے روانہ ہوئے۔ اوکاڑہ سے ان کے دو رشتہ داران کے ساتھ ہو لیے۔ ان میں سے ایک پوستی تھا اور دوسرا حافظ۔ جب صدر دروازے سے یہ تینوں اندر داخل ہوئے تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سامنے چہل قدمی فرما رہے تھے۔ آپ نے ان کی طرف دیکھتے ہی فرمایا، یہ آیک آدمی یہاں ٹھہرے اور دوسرے دونوں کو باہر بھیج دو۔ ان کے دونوں ساتھی باہر چلے گئے تو آپ نے فرمایا "ہاں بھئی! تیرے ساتھ ابھی بات کریں گے تم ادھر صف پر بیٹھو"۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسی طرح تقریباً نصف گھنٹہ تک ادھر ادھر چلتے پھرتے رہے۔ بعد ازاں آپ آ کر چارپائی پر بیٹھ گئے۔ باہر سے لوگوں کو باری باری بلانا شروع کر دیا۔ سب سے باتیں ہوتی جاتی تھیں۔ جب ان کی باری آتی تو فرما دیتے۔ "تم ٹھہرو، تمہارے ساتھ بھی بات

کرتے ہیں'' اسی طرح تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد پانچ مرتبہ بات کرنے کی اجازت چاہی مگر موقع نہ ملا۔ آخر آپ نے فرمایا کہ وہ مصلیٰ اٹھا کر لاؤ اور ادھر چارپائی کے قریب بچھا دو۔ پھر اس پر دوزانو بیٹھنے کے لیے ارشاد ہوا۔ بعدازاں فرمایا ''سر کے بال سنت کے مطابق کٹوایا کرو اور داڑھی رکھو'' ان کے بال انگریزی طرز کے تھے اور داڑھی منڈی ہوئی تھی۔ پھر کچھ اور بھی نصیحتیں فرمائیں جوان کے دل کی گہرائیوں میں اتر گئیں۔ پھر فرمایا ''اب جاؤ'' یہ ابھی چند قدم ہی گئے تھے کہ فرمایا ''ٹھہرو'' یہ رک گئے۔ فرمایا ''کھوی گھاس کو پانی میں ابال کر صبح کے وقت بیوی کو پلا دیا کرو۔ اللہ کریم مہربانی فرمادیں گے'' گھر واپس آکر حسبِ ارشاد کھوی گھاس پلانے سے چند دنوں کے اندر ہی بیوی کو مکمل شفا حاصل ہوگئی اور بارہ سال کا پرانا مرض پیچھا چھوڑ گیا۔

☆:۔ایک دفعہ آپ لاہور تشریف لے گئے اور سیٹھ محمد شفیع کے مکان پر قیام فرمایا، سانده کلاں سے ایک شخص حاجی برکت خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور التجا پیش کی کہ ایک وقت کا کھانا اس کی جانب سے قبول فرمایا جائے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دعوت قبول فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ کھانا ہم اپنی جائے قیام پر ہی کھائیں گے۔ حاجی صاحب نے فرمایا کہ یہ اور بھی بہتر ہے۔

کھانا پک کر تیار ہوگیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے پیش کرنے کا وقت آیا تو سانده سے ایک آدمی گھبرایا ہوا اس کے پاس آیا کہ اس کا دس بارہ سال کا لڑکا انعام اللہ مسجد کی چھت سے پکی سڑک پر گر کر سخت زخمی ہوگیا ہے، سر میں شدید چوٹیں آنے سے بے ہوش پڑا ہے، ڈاکٹروں نے اس کی زندگی کی طرف سے مایوسی کا اظہار کیا ہے، حاجی برکت نے اس شخص کو واپس گھر بھیج دیا اور کہا کہ میں حضرت صاحب کو کھانا کھلا کر جلد ہی واپس آتا ہوں۔ وہ کھانا لے کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جائے قیام پر پہنچا، اسی اثناء میں آپ نے اچانک روانگی کی تیاری کر دی اور حاجی برکت سے کہا کہ ''کھانا کار میں ساتھ ہی رکھ دو، آگے چل کر کھالیں گے'' جب کھانے کے برتن کار میں رکھ دیئے گئے تو سانده کلاں سے دو زمیندار پھر حاجی برکت کے پاس آپہنچے اور اطلاع دی کہ بچے کی حالت نازک ہے۔ ان کو آپس میں باتیں کرتے ہوئے دیکھ کر حضرت

صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حاجی برکت سے دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟۔دونوں نے یک زبان ہوکرعرض کیا کہ حضوراس کادس بارہ سال کالڑکامسجد کی چھت سے گرکرسخت زخمی ہوگیا ہےاور بے ہوش پڑا ہے۔آپ نے فرمایا کہ اس نے تو ہمیں بتایا ہی نہیں۔پھرآپ خاموش ہو گئے اور آنکھیں بند کرلیں۔آپ کاچہرہ تمتماا ٹھا،آدھ گھنٹہ تک اسی طرح موٹر میں بیٹھے رہنے کے بعدآپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جلدی جاؤاور علاج معالجہ کرو،اللہ کریم شفا بخش دیں گے۔تقریباً ڈیڑھ ماہ تک زیرعلاج رہنے کے بعد بچہ بالکل تندرست ہوگیا۔

☆:۔سیالکوٹ سے جناب احسان قریشی صابری ایم۔اے بیان کرتے ہیں کہ وہ 1959ء میں حضرت شیخ المشائخ باوافریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس مبارک پر پاکپتن شریف تشریف لے گئے۔مختلف قسم کی افکار کی وجہ سے ان کو بواسیر کا عارضہ لاحق ہوگیا تھااور خون جاری رہنے کی وجہ سے سفر میں بہت تکلیف ہوا کرتی تھی۔انہوں نے سلسلہ عالیہ چشتیہ کے تمام بزرگان کرام اورصوفیائے عظام کی زیارت کے بعد خیال کیا کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے کوئی بزرگ اگرآئے ہوں توان کی زیارت بھی کرنی چاہیےاوردعا کرانی چاہیے۔جویندہ یابندہ۔وہ عید گاہ میں پہنچے جہاں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قیام پذیر تھے۔عصر کی نماز پڑھی جاچکی تھی اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علیحدگی میں بیٹھے تھے۔صابری صاحب بھی چپکے سے پاس جابیٹھے۔تھوڑی دیر کے بعدآپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوجہ ہوئے اور پوچھا،آپ کہاں سے آئے ہیں؟انہوں نے عرض کیا کہ سیالکوٹ سے حاضر ہوا ہوں۔مصائب اورغم واندوہ کا مارا ہوا ہوں۔بواسیر کا مریض ہوں۔زندگی وبالَ بن چکی ہے۔دعا کی درخواست لے کر حاضر ہوا ہوں۔پھر حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک رباعی ترنم سے پڑھی۔

رباعی سنتے ہی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جوش میں آکرفرمایا''خواہ مخواہ گھبرا گئے ہو، معمولی سی بواسیر ہے اللہ کریم شفا بخش دیں گے۔گلقند اورمکھن باہم ملا کرکھالیا کرو۔سکون قلب بھی نصیب ہوجائے گا۔''انہوں نے عرض کیا کہ گلقند تو میں عرصہ ایک ماہ سے کھا رہا ہوں،کوئی فائدہ نہیں ہوا۔آپ نے فرمایا''تم گلقند میں مکھن کی بجائے بادام روغن ڈالتے ہوگے اس لیے فائدہ نہیں ہوا''وہ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ فقرہ (مبنی بر کشف) سن کرحیران ہوئے،واقعی وہ

گلقند میں بادام روغن ڈال کر استعمال کرتے رہے تھے۔

پھر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے صوفیاء کرام متعصب نہیں ہوتے۔ یہ خیال دل سے نکال دو مجھے ہی دیکھو، ہر سال باقاعدگی سے باوا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس پر حاضری دیتا ہوں۔ تمام سلسلوں کی منزل آخر ایک ہے دیکھو لاہور سے کراچی جانا ہو تو تیز رو بھی ہے، تیز گام بھی ہے، کراچی میل بھی، موٹر کار اور ہوائی جہاز بھی۔ سفر کسی ذریعہ سے کیا جائے، منزل مقصود سب کی ایک ہے۔ اس طرح ہر چہار سلسلہ کی منزل مقصود اسی کی ذات سے وصل ہے۔ اصل درویش دوسرے سلسلوں کے متعلق تعصب نہیں رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کو کج فہم سمجھتا ہوں جو وحدت الوجود اور وحدت الشہود کی بحثوں میں پڑ کر قیمتی وقت ضائع کرتے ہیں۔

☆:۔ شیخ چراغ دین فیروز پوری بیان کرتے ہیں کہ قیام پاکستان سے پہلے وہ فیروز پور میں تھے۔ انہیں سر کے بال جھڑ کی بیماری ہوگئی۔ وہ کرمونوالہ میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی تکلیف بیان کی، حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ''خربوزے کے بیج مع گودا کے ملنا اور خربوزہ کھالینا'' موسم خربوزہ کا نہیں تھا۔ اس لیے شیخ صاحب نے عرض کیا کہ حضور ان دنوں خربوزہ کہاں سے ملے گا۔ حضور نے تبسم فرمایا ور کہا علاج بھی ہم بتائیں اور خربوزہ بھی دیں۔ یہ کہہ کر تکیے کے پچھلی جانب دست مبارک بڑھایا اور ایک تازہ خربوزہ عنایت کیا۔ شیخ صاحب خربوزہ پا کر بہت خوش ہوئے اور عرض کیا کہ میں یہ بے موسم کا خربوزہ گھر لے جا کر ضرور دکھاؤں گا۔ یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ خربوزہ آپ کے گھر نہیں جائے گا۔

تھوڑی دیر کے بعد شیخ چراغ دین اجازت حاصل کر کے گھر کو روانہ ہوئے اور راستہ میں یہی خیال ان کے دل میں قائم رہا کہ گھر جا کر یہ بے موسم کا خربوزہ ضرور دکھانا ہے۔ اسی خیال میں فیروز شاہ اسٹیشن پر پہنچ گئے، گاڑی آنے میں کچھ دیر تھی۔ ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گئے، پھر ان کے دل میں خربوزہ کھانے کا شوق اتنا غالب آیا کہ بے اختیار ہو کر خربوزہ کاٹا اور کھانا شروع کر

دیا۔ حسبِ ارشاد اس کے بیج اور گودا سر پر مل لیا۔ شیخ صاحب کا بیان ہے کہ اسی دن سے بال جھڑکی تکلیف میں افاقہ شروع ہو گیا اور چند دنوں کے اندر مکمل آرام آ گیا۔

☆:۔ ماسٹر اللہ رکھا صاحب بیان کرتے ہیں کہ انکا بیٹا بیمار تھا اور کوئی چیز ہضم نہ ہوتی تھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس حاضر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہاں پر موجود کھانے کی کوئی چیز بچے کو عطا فرمائی وہ اس نے کھالی اور ہضم بھی ہو گئی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اس بچے کو بادام کوٹ کر کھلائی پہلی مرتبہ ہضم نہیں ہوں گے دوسری مرتبہ پھر دیں تو پھر بھی ہضم نہیں ہوں گے لیکن جب تیسری مرتبہ دیں گے تو ہضم ہو جائیں گے اور اس کے بعد ''بچہ ٹوور گا ہو جائیگا''۔

اولادِ نرینہ

☆:۔ شیخ عبدالرحمٰن پاکپتن شریف والے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عقیدت مندوں میں سے ہیں۔ ان کے ہاں لڑکیاں تھیں۔ مگر جو لڑکا پیدا ہوا وہ کچھ عرصہ کے بعد مر جاتا۔ دو تین لڑکے اسی طرح فوت ہو گئے۔ آخر پریشان ہو کر ایک موقع پر شیخ صاحب نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں عرض کیا کہ حضور ان کے ہاں کوئی لڑکا زندہ نہیں رہتا۔ لڑکے پیدا ہوتے اور مر جاتے ہیں۔ دعا فرمائیں، مولا کریم کرم فرما دیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا ''مولا کریم حیاتی والا بچہ دے دیں گے'' اب جو بچہ پیدا ہو اس کا نام انعام اللہ رکھیں۔ اور اللہ کریم کے فضل سے وہ بچہ اس وقت شیخ صاحب کے گھر کی رونق و آبادی کا باعث ہے۔

☆:۔ میر محمود صاحب بیان کرتے ہیں کہ ان کی شادی کے بعد ان کے ہاں دو بچیاں یکے بعد دیگرے پیدا ہوئیں۔ جب تیسرے بچے کی ولادت کے آثار ہوئے تو وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اولادِ نرینہ کے لیے دعا کی درخواست کی۔

آپ نے ایک شرینی (پھل) ان کو دے کر ارشاد فرمایا کہ جا کر یہ پھل اپنی بیوی کو کھلا دینا، گھر واپس پہنچ کر حسب الارشاد وہ پھل انہوں نے اپنی بیوی کو کھلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آپ کی دعا سے ایک تندرست و توانا اور خوبصورت بیٹا عطا کیا۔ جس کا نام میر منصور محمود رکھا گیا۔

☆:۔ محمد اسمٰعیل چک نمبر 11/1-L والے بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حاضر ہوا اور عرض کیا ''حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ! میرے ہاں ایک لڑکا اور پانچ چھ لڑکیاں ہیں، یہ چھاؤنی میرے

گھر میں ہی لگا دی گئی ہے'' آپ اس وقت خوش وخرم بیٹھے تھے۔ یہ بات سن کر مسکرائے اور فرمایا
''اسمٰعیلیا (پیار سے) تیرا باپ ایک تھا، تیرا دادا ایک تھا، تیرا پردادا ایک تھا او تو بھی ایک ہے۔
اب بتا میں کیا کروں'' وہ بھی خوش طبع اور حاضر جواب تھا، جھٹ عرض کی کہ ''حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
میں ساری نسل چیک کرانے نہیں آیا، اولاد نرینہ کے لیے سوال لے کر آیا ہوں'' آپ کا چہرہ خوشی 43
سے تمتما اٹھا اور مسکرا کر فرمایا، جاؤ اللہ کریم چار لڑکے دیں گے، اب تو خوش ہو'' چنانچہ پھر اس کے
ہاں چار لڑکے پیدا ہوئے۔

☆:۔ انور حسین گوجر پورہ لاہور کا بیان ہے کہ ان کے ایک عزیز شیخو پورہ میں رہتے تھے۔ ان کی شادی ہوئے بارہ سال کا عرصہ گزر گیا۔ لیکن ان کے ہاں کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی۔ علاج معالجہ، تعویذ، گنڈا، دعا اور دوا سب آزما دیکھے لیکن پھر بھی اولاد کی نعمت سے محروم رہے۔ کسی دوست نے انکو حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا مشورہ دیا۔ وہ اتوار کے دن لاہور سے چل کر حضرت کرمانوالہ شریف پہنچے، لیکن اس دن زائرین کا ہجوم اتنا تھا کہ ان کو عرض مطلب کا موقع نہ مل سکا اور وہ دل کی دل میں ہی لے کر واپس چلے آئے، اگلی اتوار پھر حاضر خدمت ہوئے مگر بھیڑ بدستور تھی۔ دل میں افسوس پیدا ہوا کہ دوسری مرتبہ بھی عرضداشت پیش کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔

اتنے میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک خادم آیا اور اس نے کہا کہ جو صاحب شیخو پورہ سے آئے ہیں ان کو حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بلاتے ہیں۔ یہ خاموش رہے کہ شاید کوئی اور صاحب ہوں گے، میرے نصیب کہاں کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ازخود بلائیں، خادم واپس چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد وہی خادم پھر آیا اور کہا کہ شیخو پورہ سے جو صاحب پچھلی اتوار کو بھی آئے تھے اور ملے بغیر واپس چلے گئے تھے، ان کو حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بلایا ہے، چنانچہ وہ اٹھے اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں جا پہنچے، حضرت صاحب نے کمال شفقت فرمائی، دعا کی اور دوا بھی تجویز فرمائی۔ واپس جا کر دوائی تیار کر کے استعمال کی گئی اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کرم نوازی سے اللہ تعالیٰ نے چاند سا لڑکا عنایت فرمایا۔ انور حسین صاحب کا بیان ہے کہ ان کے یہ عزیز بزرگوں کے زیادہ قائل نہ تھے۔

لیکن اس کے بعد وہ بزرگان دین کی عظمت اور کرامت کے قائل ہو گئے۔

☆:۔ پاکپتن کے سول ہسپتال کے انچارج ڈاکٹر صاحب گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔ ان کی عمر پچاس سال کے لگ بھگ ہو گی۔ ان کے ہاں لڑکیاں ہی لڑکیاں تھیں۔ اولاد نرینہ نہ تھی۔ عموماً ہر اتوار کو چک 36 میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ ایک دن وہ تانگہ میں تمام لڑکیوں کو سوار کر کے لے آئے اور عرض کیا کہ حضور ان کا بھائی کوئی نہیں ہے۔ آپ مسکرائے اور فرمایا ''ڈاکٹر صاحب اللہ تعالیٰ ان کو دو بھائی عطا فرمائیں گے'' اور بچیوں کو کھانے پینے کی کچھ چیزیں دیں۔ کچھ عرصہ بعد ڈاکٹر صاحب پھر حاضر ہوئے تو ان کی گود میں ایک خوبصورت لڑکا تھا۔ جسے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شفقت سے پیار کیا۔ بعد ازاں ڈاکٹر صاحب پاکپتن شریف سے کسی اور جگہ تبدیل ہو گئے اور ان کے متعلق معلوم نہیں ہو سکا لیکن حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کے مطابق یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان کو دوسرا بچہ بھی عطا کر دیا ہو گا۔

گمشدہ اولاد، چیزوں کا ملنا

غلام مصطفیٰ زرگر اور اس کا بھائی محمد بخش پاکپتن شریف میں رہائش رکھتے تھے۔ محمد بخش کی پانچ چھ سالہ بچی ایک دن گھر سے باہر کھیلتی ہوئی گم ہو گئی۔ گھر والوں کو سخت پریشانی کا سامنا تھا، اسی پریشانی کے عالم میں دونوں بھائی حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں حضرت کرمانوالہ شریف میں حاضر ہوئے اور زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو تسلی دی اور فرمایا ''جاؤ، بچی گھر ہی آ جائے گی، گھبراؤ نہیں''

دونوں بھائی واپس چلے گئے اور تلاش جاری رکھی۔ پولیس میں بھی اطلاع درج کروا دی۔ لیکن بچی کا کچھ سراغ نہ مل سکا۔ پریشان ہو کر پھر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہر دفعہ تسلی دیتے کہ بچی مل جائے گی۔ اس طرح تین سال گزر گئے۔ والدین کی بے قراری حد سے بڑھنے لگی اور پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے در اقدس پر حاضر ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پھر تسلی دی کہ بچی واپس گھر آ جائے گی، فکر نہ کرو اور تسلی

رکھو۔ آخر جب تقریباً چار سال کا عرصہ گزرنے کو آیا تو ایک دن غروب آفتاب کے وقت ان کے دروازے کے سامنے ایک جیپ کار آ کر رکی۔ ایک تھانیدار کار سے باہر نکلا اور ان کا دروازہ کھٹکھٹایا، غلام مصطفیٰ کا بھائی باہر آیا تو تھانیدار نے دریافت کیا کہ محمد بخش غلام مصطفیٰ زرگر کا یہی مکان ہے، محمد بخش نے کہا کہ اسی کا نام محمد بخش ہے اور غلام مصطفیٰ اس کا بھائی ہے۔ تھانیدار کو یقین ہو گیا تو اس نے سپاہیوں کو اشارہ کیا اور وہ کار سے نیچے اترے۔ ایک بچی بھی ان کے ساتھ کار سے باہر نکلی۔ باپ نے بیٹی کو پہچانا اور خوشی سے باپ بیٹی ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ چار سال سے بچھڑی ہوئی لڑکی جب گھر کے اندر گئی تو خوشی اور مسرت سے گھر میں ایک شور بپا ہو گیا۔ عورتیں رو رو کر اسے گلے لگا رہی تھیں۔ لڑکی کی دستیابی کے متعلق تھانیدار نے بتایا کہ لڑکی حیدر آباد سندھ سے ایک مکار نشہ باز فقیر سے ملی ہے جو جرائم پیشہ تھا اور فقیروں کے بھیس میں ان زرگروں کے مکان کے قریب ہی ایک کٹیا میں کچھ دن گزار چکا تھا۔ اب حیدر آباد جا کر آباد ہو گیا تھا۔ وہاں کسی شبہ کی بناء پر اس کی جھونپڑی پر پولیس نے چھاپا مارا تو وہ لڑکی برآمد ہوئی۔

☆:۔ قصور کے رہنے والے ایک صاحب ایک دن آپ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ''حضرت میرا بیٹا گم ہو گیا ہے، اسے گھر سے گئے ہوئے دو تین ہفتے ہو گئے ہیں اور اس کی جدائی میں سب اہل خانہ بے چین ہیں، دعا فرمائیں کہ بچہ واپس گھر آ جائے'' آپ نے فرمایا جاؤ وہ آ جائے گا، فکر نہ کرو۔ آئندہ جمعہ کے دن وہ شخص پھر حاضر ہوا اور اس کے ہمراہ اس کا بچہ بھی تھا۔ آپ نے لڑکے سے پوچھا: ''کہو، تم کہاں تھے اور کیسے آئے؟'' اس نے کہا حضور میں کراچی میں تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ مجھے رسی سے کھینچ رہے ہیں۔ چنانچہ میں اپنے گھر پہنچ گیا۔ (حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں تختِ بلقیس بھی طرفۃ العین میں لایا گیا تھا) (قرآنِ حکیم)

☆:۔ ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ آپ کی خدمت میں موجود تھے۔ ایک پریشان حال شخص آیا اور عرض کیا ''حضور میرا لڑکا ایک ماہ سے گم ہے۔ گھر سے ناراض ہو کر چلا گیا ہے، دعا فرمائیں کہ لڑکا گھر واپس آ جائے'' آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ''جا بیلیا، اللہ رحم کر دے گا'' وہ سمجھا کہ آپ نے سرسری طور پر کہہ دیا ہے اور توجہ سے دعا نہیں فرمائی۔ اس لیے وہ اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پھر اس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا ''جاؤ، اللہ کریم رحم

فرمادیں گے'' وہ شخص پھر بھی بادل نخواستہ مجلس سے اٹھا اور دروازہ کے قریب جا کر رک گیا۔ لڑکے کی جدائی اسے تڑپا رہی تھی۔ آخر آپ کے ارشاد کے مطابق ایک خادم اس کے پاس گیا اور کہا کہ بھائی تم جاتے کیوں نہیں، تم جاؤ تم کو اجازت ہوگئی ہے'' اس نے کہا، میں تو بڑی امیدیں لے کر آیا تھا، آپ لوگ مجھے دربار سے خالی نہ نکالیں میں تو لڑکا لے کر جاؤں گا۔ خادم نے جا کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پھر اس کی پریشانی کا ذکر کیا اور کہا کہ وہ تو کہتا ہے کہ میں لڑکا لے کر جاؤں گا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ''وہ اپنی ضد پر اڑا ہوا ہے، ہمارا کہا مانے تو کچھ بات بنے'' چنانچہ خادم نے اس کو کہا کہ جاؤ تمہارا کام ہو جائے گا، اطمینان رکھو۔ یہ سن کر وہ شخص اسٹیشن پر چلا گیا اور لاہور سے آنے والی گاڑی میں سوار ہو کر اوکاڑہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اوکاڑہ پہنچا تو اس کا لڑکا بھی اس ڈبہ میں سوار ہونے کے لیے آ گیا۔ باپ نے آگے بڑھ کر بیٹے کو گلے لگا لیا اور خوشی خوشی گھر لے گیا، چند دنوں کے بعد دونوں باپ بیٹا سلام کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

☆:۔ سید نذیر احمد شاہ نے بیان کیا کہ ان کے گاؤں میں ایک شخص کے پاس ایک خوبصورت اور موٹی تازی گھوڑی تھی۔ وہ بانجھ ہوگئی تھی اور کئی سال سے اس نے کوئی بچہ نہیں دیا تھا۔ ایک رات چور آئے اور گھوڑی چرا کر لے گئے، مالک نے تھانہ میں چوری کی رپورٹ درج کرانا چاہی لیکن چور بہت بارسوخ اور باثر تھے۔ ان کے اثر و رسوخ کی وجہ سے تھانہ والوں نے کوئی توجہ نہ دی اور ٹال دیا۔ گھوڑی کے مالک کی سید نذیر احمد شاہ سے راہ و رسم تھی۔ ایک دن وہ شاہ صاحب کے پاس بیٹھا ہوا گھوڑی کے متعلق باتیں کر رہا تھا کہ چوروں کے ایک ساتھی نے ازروئے طعن کہا کہ تم سب مل کر ایک رسہ تو تیار کر لو جس سے گھوڑی کو واپس آنے پر باندھ سکو۔
یہ بات سن کر شاہ صاحب نے گھوڑی کے مالک سے کہا ''بھئی اور تو ہماری اب کوئی سنتا نہیں، چلو حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس فریاد لے کر چلیں، وہاں یہ مشکل حل ہوگی'' چنانچہ وہ دونوں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس حضرت کرمانوالہ شریف جا پہنچے، حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس وقت مکان کے باغیچے میں تشریف فرما تھے۔ شاہ صاحب کو دیکھ کر آپ نے فرمایا، پیر جی آپ کیسے آئے ہیں؟ شاہ صاحب نے عرض کیا کہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس

میرے ساتھی کی گھوڑی چور لے گئے ہیں، چور بہت بارسوخ ہیں، پولیس والے کاروائی سے گریز کر رہے ہیں۔آپ نے فرمایا'' پیر جی گھوڑی آ جائے گی، ایک نہیں دو آئیں گی۔فکر نہ کریں اس آدمی کو کہیں کہ وہ کھرپا لے لے اور اس کیاری کو درست کر کے اس میں سے گھاس پھونس نکالے۔

کچھ دیر وہ آدمی کام کرتا رہا اور آپ آنے جانے والوں کی عرض داشتیں سنتے رہے اور اپنے خیال کے مطابق کام ختم کرنے کے بعد وہ شخص پھر آپ کے پاس آ گیا۔آپ نے فرمایا کہ تم اٹھ کر آ گئے ہو، کام جاری رکھتے تو تمہاری گھوڑیاں جلدی آ جاتیں۔اب کچھ دیر لگے گی، جاؤ اللہ کریم رحم فرما دیں گے۔پھر شاہ صاحب کو فرمایا کہ جا کر پولیس کے کپتان کو ملیں اور گھوڑی تلاش کرنے کے لیے کہیں۔

گھوڑی کے مالک کو ساتھ لے کر وہ پولیس کے کپتان کے پاس جا پہنچے۔اس نے نہایت غور اور ہمدردی سے ان کی سرگزشت سنی اور اسی وقت گھوڑی تلاش کرنے کے لیے تھانیدار علاقہ کی طرف تاکیدی حکم جاری کر دیا۔چنانچہ تھوڑے ہی دنوں میں پولیس نے گھوڑی برآمد کر لی اور اسکے مالک کو واپس کر دی۔گھوڑی واپس آئی تو وہ گابھن تھی اور پھر اس نے ایک خوبصورت بچھیری کو جنم دیا۔اس طرح حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کے مطابق ایک کی بجائے دو گھوڑیاں واپس مل گئیں۔

ملازمت ملنا، ترقی بحالی

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس لوگ ملازمت کے حصول ترقی اور تبادلے کے لئے حاضر ہوتے تھے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان پر نظر کرم فرماتے تھے:۔

☆:۔مرزا محمد عباس اوکاڑہ میں بطور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کام کر رہے تھے۔ایک دن وہ شیخ خادم حسین انسپکٹر مارکیٹ کمیٹی (اوکاڑہ) کے ہمراہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں سلام کے لیے حاضر ہوئے۔یہ فقیر اس وقت حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں موجود تھا۔شیخ خادم حسین نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں مرزا صاحب کا تعارف کراتے ہوئے عرض کیا'' یہ مرزا محمد عباس صاحب اوکاڑہ کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ

پولیس ہیں'' آپ نے فرمایا، یہ ڈپٹی تو نہیں یہ تو بڑے کپتان ہیں۔ پھر مرزا صاحب سے باتیں ہوتی رہیں اور آپ نے دریافت فرمایا کہ کبھی آپ مظفر گڑھ بھی گئے ہیں یا نہیں؟ وہاں بہت اعلیٰ قسم کی کھجوریں ہوتی ہیں، وہاں جائیں تو ہمارے لیے کھجوریں بھیجیں۔اس کے بعد ان کو رخصت کیا۔

ملاقات کے بعد مرزا صاحب سیدھے اپنے دفتر میں گئے۔ان کی میز پر تار کے ذریعے حکم آیا پڑا تھا کہ آپ کو بطور سپرنٹنڈنٹ پولیس مظفر گڑھ تبدیل کیا جاتا ہے۔فوراً جا کر چارج لیں۔مرزا صاحب اسی وقت پھر اپنی جیپ میں واپس حضرت کرمانوالہ شریف پہنچے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عقیدت پیش کیا۔

☆:۔چوہدری نیاز احمد صاحب ڈپٹی کمشنر کسی وجہ سے ایک دفعہ مغربی پاکستان کے وزیراعلیٰ ڈاکٹر خان صاحب کے زیرعتاب آ گئے اور معطل کر دیے گئے۔ایک شخص کے ہمراہ وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا ''چوہدری صاحب اللہ کریم رحم فرما دیں گے، آپ ہر نماز کے بعد قل شریف بمعہ بسم اللہ شریف گیارہ بار پڑھ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک کو ایصال ثواب کر دیا کریں'' چوہدری صاحب اس کے بعد چلے گئے اور پانچ چھ ہفتے کے بعد پھر ایک دن خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔آپ سے ابھی وہ کچھ فاصلہ پر ہی تھے کہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا ''آپ کا کام اللہ کریم نے کر دیا ہے اور آپ بحال ہو گئے ہیں'' انہوں نے عرض کیا ''سرکار مجھے تو ابھی تک کوئی علم نہیں'' آپ نے فرمایا ''آپ بحال، بحال'' اور پھر ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر سرکار نے تھپکی دی۔ وہ نصف گھنٹہ تک بیٹھے ہوں گے کہ ایک اور آدمی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ سلام کر کے بیٹھ گیا۔آپ نے اس سے پوچھا کہ یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے، اس نے عرض کیا کہ حضور یہ اخبار ''نوائے وقت'' ہے، فرمایا ''مجھے دکھاؤ'' سرکار نے اخبار ہاتھ میں لیا اور اس میں پہلے صفحہ پر یہ خبر درج تھی کہ ڈاکٹر خان صاحب وزیراعلیٰ نے ڈی۔سی صاحب کی فائل منگوا کر ان کو بحال کر دیا ہے۔آپ نے اخبار دیکھ کر فرمایا ''لو چوہدری صاحب'' اخبار میں آپ کی خبر آ گئی ہے۔انہوں نے عرض کیا کہ سرکار مجھے تو کوئی علم نہیں تھا۔آپ نے فرمایا ''میں جو کہتا تھا کہ آپ بحال ہو گئے ہیں، اللہ کریم نے مہربانی فرما دی

ہے" سبحان اللہ، کیا شان ہے اللہ کریم کے ولیوں کی

☆:۔ چوہدری محمد حنیف سابق ممبر پنجاب اسمبلی نے بیان کیا کہ ان کے چچا چوہدری شہاب ریٹائرڈ انسپکٹر پولیس ملازمت کے ابتدائی ایام میں کسی وجہ سے افسران کے زیر عتاب آ گئے اور سپرنٹنڈنٹ پولیس نے ان کو معطل کر کے وردی بھی اتروادی اور حکم دے دیا کہ تا فیصلہ وردی نہ پہنی جائے۔ چوہدری شہاب الدین کرموں والا شریف میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ وردی تم پہنا کرو۔ چنانچہ وہ واپس امرتسر گئے تو وہاں ہندو مسلم فساد ہو گئے اور سب پولیس والوں کو ہر وقت وردی پہننے کا حکم مل گیا۔ چوہدری صاحب بھی وردی پہنتے رہے اسی دوران ان کی اپیل افسران بالا کے پاس پیش تھی۔

چوہدری صاحب پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ "تمہاری بحالی کے لیے ہمیں اونچے پہاڑوں پر جانا پڑا ہے" چنانچہ جب وہ واپس گئے تو شملہ سے انسپکٹر جنرل پولیس کے دفتر سے ٹیلی فون پر پیغام آیا کہ چوہدری شہاب الدین کو بحال کیا جاتا ہے۔ وہ اپنے عہدے پر کام کرنے لگے۔ بعد میں جب ان کی تنخواہ کا معاملہ پیش ہوا تو ضلع کے افسروں نے معطلی کے زمانہ (چھ سات ماہ) کی تنخواہ نہ دینے کا فیصلہ کیا۔ لیکن حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ "ہم نے ساری تنخواہ لینی ہے" چوہدری صاحب نے آئی جی کے پاس تنخواہ کے بارہ میں ایک اور اپیل کر دی، کچھ دنوں کے بعد وہاں سے حکم آیا گیا کہ ان کو سارے عرصہ کی پوری تنخواہ دی جائے، چوہدری صاحب کو پھر علم ہوا کہ ہم نے ساری تنخواہ لینی ہے سے آپ کی مراد یہ تھی کہ ان کو ساری تنخواہ ملنی چاہیے ورنہ وہ یہ خیال کرتے تھے کہ شاید حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کی ساری تنخواہ کا اپنے لیے مطالبہ کر رہے ہیں۔

☆:۔ خان حشمت جو اسلامیہ کالج فیصل آباد کے پرنسپل تھے۔ قبل ازیں وہ گورنمنٹ کالج فیصل آباد میں بطور پروفیسر کام کرتے تھے۔ اس وقت کے پرنسپل سے کسی بات پر ان کی ان بن ہو گئی۔ حتیٰ کہ پرنسپل ہر وقت درپے آزار رہنے لگا۔ ایک دن پروفیسر محمد حسین بٹ کے ہمراہ خان صاحب حضرت کرمانوالہ شریف حاضر ہوئے۔ ملاقات کے وقت پروفیسر محمد حسین نے عرض کیا "حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ! خان صاحب خاندانی آدمی ہیں اور نہایت قابل ہستی ہیں لیکن پرنسپل

صاحب خواہ مخواہ ان کے مخالف ہو گئے ہیں اور تنگ کرتے ہیں۔'' آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، یہ تو خود پرنسپل بن جائیں گے، فکر نہ کریں اللہ کریم بڑا کرم فرما دیں گے۔

وہ واپس فیصل آباد آئے تو پرنسپل نے اور بھی تنگ کرنا شروع کر دیا۔ بٹ صاحب نے پھر بذریعہ خط حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اس بات کی اطلاع دی تو آپ نے جواب میں لکھا کہ دشمن دفع ہو جائے گا۔ چند دنوں کے بعد اس پرنسپل کا تبادلہ ہو گیا اور اس کے بعد خان حشمت خاں خود اس کالج کے پرنسپل بن گئے۔

دیگر کرامات

شیخ کی نظر کرم

ایک دفعہ حضرت کرماں والہ شریف میں بہت سے احباب مجلس میں حاضر تھے۔ فقیر مؤلف (مولوی محمد اکرام) بھی موجود تھا۔ حضرت اعلیٰ شرق پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر خیر ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ: ہم ایک دفعہ موضع کرموں والا ضلع فیروز پور میں مکانات تعمیر کروا رہے تھے۔ ایک مکان کی چھت کا کام شروع تھا کہ اچانک آستانہ عالیہ شرقپور شریف کی حاضری کا خیال قلب و ذہن پر چھا گیا۔ سب کام چھوڑ کر اسی وقت بغیر کسی تیاری کے روانہ ہو گئے۔ رائے ونڈ سے ریلوے سفر ختم کر کے سیدھے موہلن وال پتن پر دریائے راوی عبور کیا اور شرق پور شریف جا پہنچے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ سرکار شرق پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت بابرکت میں باریابی ہوئی تو حضور نے دریافت فرمایا: ''شاہ جی! میں نے آپ کو یاد کیا تھا، کیا آپ کو بھی کوئی خیال آیا تھا؟'' اس پر حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چپ رہے۔ بے شمار احباب جمع تھے اور سب خاموش اور غمگین تھے کیونکہ میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی والدہ ماجدہ کا وصال ہو گیا تھا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اندرون خانہ تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سب طرف نظر دوڑائی اور پھر ارشاد فرمایا: ''شاہ جی! آپ نماز جنازہ پڑھائیں'' چنانچہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے الامر فوق الادب کے تحت آگے بڑھ کر نماز جنازہ پڑھائی۔

عدالتی فیصلہ سے آگاہی

ایک صاحب کا بیان ہے کہ کرموں والا شریف کے ایک زمیندار بیلا نامی نے آپ کے خلاف مزروعہ اراضی کے متعلق ایک دعویٰ افسر مال فیروز پور کی عدالت میں دائر کر رکھا تھا۔ اس زمیندار نے کئی قسم کی چالیں چلیں تا کہ مقدمہ میں اس کی جیت ہو جائے لیکن سب چالیں ناکام ہو گئیں۔ آخر کار جب فیصلہ کی تاریخ آئی تو آپ نے چار بجے شام اپنے احباب سے برملا کہا کہ مقدمہ کا فیصلہ ہمارے حق میں ہو گیا ہے۔ عین اسی وقت فیروز پور میں افسر مال نے مقدمہ کا فیصلہ سنایا تھا۔ دوسرے دن جب صوفی نور عالم مقدمہ کے فیصلہ کی خبر لے کر آئے تو ان کی زبانی معلوم ہوا کہ افسر مال نے ٹھیک چار بجے ہی فیصلہ سنایا تھا۔

ایک ناگہانی حادثہ سے نجات

حاجی شیخ عبدالعزیز تاجر رنگ محل لاہور کا بیان ہے کہ وہ ہر اتوار کو اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ لاہور سے حضرت کرمانوالہ شریف پہنچ جایا کرتے تھے۔ ایک دن وہ حاضر خدمت تھے اور ان کے علاوہ اور احباب بھی موجود تھے۔ مولوی محمد امین شرقپوری اور سیٹھ محمد شفیع بھی ہر اتوار کو اپنی کار پر آتے تھے اور پھر اسی کار پر آپ چک نمبر 36/S.P متصل پاک پتن شریف میں حضرت صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ سے ملنے کے لیے چلے جاتے۔ اس دن آپ نے دو تین مرتبہ ذکر فرمایا کہ مولوی محمد امین ابھی تک نہیں آئے، اللہ خیر کرے۔ ٹھیک آٹھ بجے اچانک آپ نے سب حاضرین کو یک لخت اٹھ جانے کے لیے کہا اور خود چادر تان کر لیٹ گئے۔ تقریباً ساڑھے آٹھ بجے مولوی محمد امین شرق پوری اور سیٹھ محمد شفیع کار میں آ گئے۔ ہم سب باہر نیم کے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے دونوں حضرات قدرے پریشان نظر آتے تھے۔ ان سے وجہ دریافت کی گئی تو انہوں نے بتایا کہ لاہور سے روانگی میں ہمیں آج کافی دیر ہو گئی تھی۔ اس لیے ہم بڑی تیز رفتاری کے ساتھ آ رہے تھے۔ واں رادھارام والے موڑ پر موٹر لڑھکتی ہوئی ایک طرف جا گری اور شیشم کے تناور درختوں سے ٹکرانے سے بال بال بچی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کار کو کسی نے اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا ہے۔ ہوش و حواس درست ہونے پر ہم پھر روانہ ہو گئے۔ انہوں نے بتایا کہ جب یہ حادثہ پیش آیا۔

اس وقت ٹھیک آٹھ بجے تھے۔لگتا ہے حضور کی توجہ مبارک ہماری طرف تھی۔ جب مولوی محمد امین شرق پوری آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دور سے ہی بآواز بلند اسلام علیکم کہا اور فرمایا مولوی صاحب خیر ہوگئی، آخر آپ پہنچ ہی گئے۔مولوی محمد امین شرق پوری کہا کرتے تھے کہ اس دن ہمارا زندہ بچ جانا آپ کی ہمت باطنی کا کرشمہ تھا۔

میٹھے پانی کا کنواں جاری کردیا

کرموں والا ضلع فیروز پور سے تھوڑے فاصلے پر ایک گاؤں قادا بوڑا واقع ہے، اس گاؤں میں جو کنواں بھی کھودا جاتا تھا، اس کا پانی کھارا ہوتا تھا۔ وہاں کی عورتیں دوسرے گاؤں سلطان خاں والا سے بڑی مشقت کے ساتھ پانی لایا کرتی تھی۔ایک دن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ موضع سلطان خاں والا تشریف لے گئے تو قادا بوڑا کی بہت سی عورتیں آپ کے گرد جمع ہوگئیں اور سب نے مل کر عاجزی سے التجا کی کہ ہم تو سروں پر اتنی دور سے پانی ڈھوتے ڈھوتے تھک گئی ہیں، ہمارے حال پر رحم فرمائیں اور ہمیں ٹھنڈے میٹھے پانی کا کنواں عطا فرمائیں۔ بعد میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قادا بوڑا تشریف لے گئے اور ایک تالاب کے کنارے کھڑے ہو کر فرمایا کہ ''اس جگہ کنواں کھودو اللہ کریم میٹھا پانی دے دیں گے'' چنانچہ گاؤں کے لوگوں نے وہاں کنواں کھودا اس کا پانی نہایت خوش ذائقہ تھا۔

عازم حج کے لیے زادِراہ

مولوی محمد حنیف نے حافظ سید محمد سکنہ پاکپتن شریف سے سن کر بیان کیا کہ ایک موقع پر وہ حضرت صاحب کی خدمت بابرکت میں حاضر تھے۔حاضرین اپنی اپنی گزارشات یکے بعد دیگرے پیش کررہے تھے۔دو معزز آدمیوں کی باری آئی تو انہوں نے عرض کیا کہ وہ حج اور زیارت حرمین شریفین کا ارادہ رکھتے ہیں۔دعا فرمائیں کہ انہیں یہ سعادت حاصل ہوجائے۔آپ نے فرمایا ''مولا کریم مہربانی فرمادیں گے۔آپ حج کر آئیں'' یہ سن کر ایک نادار شخص جو مجلس میں موجود تھا، بول اٹھا کہ میں بھی حج کرنا چاہتا ہوں مگر پاس کچھ زادِراہ نہیں ہے'' آپ نے مسکراتے ہوئے ایک چونی اس کو دی اور فرمایا کہ جاؤ تم بھی حج کر آؤ۔ یہ لو زادراہ، اس شخص نے چونی سنبھال لی اور کچھ دنوں کے بعد وہ اپنے گھر چلا گیا۔

حج کے لے روانگی کے ایام آئے تو وہ دونوں آدمی جو پہلے آپ سے اجازت سفر لے چکے تھے۔ حج کے لیے تیار ہو گئے اور ٹکٹ لے کر کراچی چلے گئے۔ اس شخص کو بھی خیال آیا کہ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے زادِراہ دیا تھا، چلنا چاہیے۔ چنانچہ وہ بھی تھوڑا بہت سامان ساتھ لے کر روانہ ہوا اور اسٹیشن پر جا پہنچا۔ کراچی جانے والی گاڑی کا وقت ہو چکا تھا۔ بابو صاحب کو چونی پیش کر کے کراچی کا ٹکٹ طلب کیا۔ بابو نے چونی واپس کر دی اور کہا کہ ''جاؤ بابا گاڑی آنے والی ہے، ٹکٹ کی کیا ضرورت ہے، تم گاڑی میں سوار ہو جانا، تمہیں کوئی ٹکٹ نہیں پوچھے گا۔ گاڑی آئی تو وہ گاڑی میں سوار ہو گیا۔ راستہ میں اس کو کسی نے نہ پوچھا اور وہ سیدھا کراچی پہنچ گیا۔

اسی طرح کراچی سے بعض مخیّر حضرات نے جدہ تک آمدورفت کا انتظام کر دیا اور راستہ میں کسی نے بھی باز پرس نہ کی۔ جدہ میں جہاز سے اتر کر مکہ معظمہ پہنچ گیا اور وہ چونی بدستور اس کے پاس تھی۔ وہاں سے مدینہ منورہ جانے کا بھی کوئی ذریعہ بن گیا اور اس طرح وہ حج اور زیارت سے مشرف ہو کر واپسی سفر کے لیے جدہ سے بحری جہاز پر سوار ہو کر سارا سفر مکمل کر کے گھر پہنچ گیا۔ پھر وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے دریافت کیا کہ ''سناؤ، حج کر آئے ہو؟'' عرض کیا کہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، آپ کی عنایت کردہ زادہ راہ کی برکت سے سارا سفر با آرام طے ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ ''خوب ہوا، لیکن ہاں وہ ہماری چونی کہاں ہے'' اس نے جیب سے چونی نکال کر پیش کر دی۔ آپ نے چونی لے کر فرمایا کہ ''حج تو تم کر آئے ہو، اب یہ ہماری چونی ہمیں واپس کر دو''

نوٹ:

راقم الحروف فقیر (محمد اکرام) مؤلف نے جب یہ واقعہ مولوی حنیف صاحب کی زبانی سنا تو اس کو قلمبند کرنے میں تذبذب ہوا، واقعہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے عجیب تھا۔ میں اس کتاب کی تالیف میں مصروف تھا۔ ایک دن صبح کے وقت تلاوت کلام پاک سے فارغ ہو کر ماہ ذوالحجہ کی مناسبت سے کتاب ''فضائل حج'' کی ورق گردانی کرنے لگا، اچانک صفحہ نمبر 255 پر نظر رک گئی۔ عنوان نمبر 20 کے تحت ایک واقعہ درج کیا گیا تھا جو اس کتاب سے من وعن نقل کرتا ہوں۔ قارئین کرام اس واقعہ کو پڑھ کر خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور متقدمین کے حوال میں کس قدر مماثلت ہے۔ (نقل)

(۵۹) حضرت ابوعمرو زجاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حج کے ارادہ سے چلا

اور حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے ایک درہم مجھے عطا فرمایا۔ میں نے اس کو اپنے کمر بند میں باندھ لیا۔اس کے بعد جس جگہ بھی پہنچا،خود بخود میرا انتظام ہوتا چلا گیا، جب حج سے فارغ ہو کر حضرت جنید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ہاتھ پھیلا دیا اور فرمایا کہ ''لاؤ ہمارا درہم، میں نے خدمت میں پیش کر دیا۔فرمایا،اس کی مہر کیسی پائی ، میں نے کہا'' بڑی، چالو''

.... (روض)

دنیوی معاملہ کی درستگی

میر منظور محمود صاحب امرتسری حال مقیم لاہور بیان کرتے ہیں کہ وہ امرتسر سے اکثر آپ کی خدمت میں حصول برکات و فیوض کے لیے حاضر ہوتے رہتے تھے۔ایک دن انہوں نے دوپہر کی گاڑی سے جانے کا پروگرام بنایا۔اسٹیشن پر پہنچے تو گاڑی روانگی کے لیے بالکل تیار تھی۔ ٹکٹ لینے کا وقت نہ تھا۔اس لیے بغیر ٹکٹ ہی گاڑی میں بیٹھ گئے۔گاڑی چل دی اور سفر شروع ہو گیا۔فیروز پور چھاؤنی پر پہنچے تو ٹکٹ انسپکٹر نے آ کر ٹکٹ طلب کیا اور سختی سے ہمکلام ہوا۔معاملہ طول پکڑتے پکڑتے رہ گیا۔غروب آفتاب کے قریب فیروز شاہ اسٹیشن پر پہنچے، راستہ میں اپنا بیٹری (ٹارچ) جلائی تو وہ ٹمٹما کر بجھ گئی۔اس کا بلب جل گیا۔

نمازِ مغرب کے بعد جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت صاحب نے دریافت کیا'' وہ ٹی ٹی کیا کہتا تھا، بڑا گستاخ تھا،مگر آپ نے بھی تو ٹکٹ نہیں لیا تھا، آپ اگر اطمینان سے ٹکٹ خرید کر گاڑی میں سوار ہوتے تو گاڑی آپ کو لے کر ہی آتی'' گویا مجھے بلا ٹکٹ سفر کرنے سے منع فرمایا۔پھر خادم سے فرمایا کہ راستہ میں ان کی بیٹری خراب ہو گئی ہے۔ان کی جائے قیام میں لالٹین جلا کر رکھ دینا۔

مخلصانہ خدمت کا صلہ

محمد مہر الدین کھوکھر سکنہ شیخوپورہ بیان کرتے ہیں کہ جوانی کے عالم میں ایک وقت اُن پر ایسا بھی آیا کہ وہ سخت آزمائش میں مبتلا ہو گئے۔عین ممکن تھا کہ وہ پھسل جاتے اور پھر کہیں کے نہ

رہتے مگر خوش قسمتی سے ان کو حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضری کا خیال پیدا ہوا۔ وہ دربار عالیہ میں پہنچے اور کافی دنوں تک وہاں قیام کیا۔ حتیٰ کہ طبیعت میں پختگی پیدا ہوئی اور خیالات فاسدہ سے نجات مل گئی۔ ایک دن وہ ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ مسجد میں بیٹھے تھے کہ ایک خادم آیا اور تین آدمیوں کو بلا کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس لے گیا۔ دربار شریف میں بڑا کمرہ زیر تعمیر تھا اور اس پر گارڈر چڑھائے جا رہے تھے۔ ان گارڈروں کے سروں پر زنگ سے بچاؤ کے لیے تارکول لگایا گیا تھا۔ کوئی شخص آگے بڑھ کر انہیں اٹھانے کے لیے نہیں نکل رہا تھا کیونکہ کپڑے خراب ہونے کا ڈر تھا۔ محمد مہر الدین کہتے ہیں کہ میں نے اس وقت سفید ریشمی قمیض پہنی ہوئی تھی۔ اس لیے میں بھی ذرا جھجک گیا۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سامنے کھڑے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھتے ہی فوراً سیڑھی پر چڑھا اور گارڈر کو کندھے کا سہارا دے کر اوپر اٹھا کر دیوار پر رکھ دیا۔ سیڑھی سے نیچے اتر کر دیکھا تو قمیض پر بہت بڑا داغ تارکول کا لگ چکا تھا۔ دل میں افسوس پیدا ہوا کہ قمیض ضائع ہو گئی۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس وقت دروازے میں کھڑے تھے۔ آپ نے ہمیں ارشاد فرمایا کہ جاؤ اب آرام کرو۔ ساتھیوں کے ساتھ جب میں باہر نکلنے لگا تو میرے داغدار کندھے پر شفقت سے ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ ''انسان کو جسم کے داغ سے بچنا چاہیے۔ کپڑے کے داغ معمولی ہوتے ہیں'' اس وقت حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میری ظاہری اور باطنی اصلاح کی طرف متوجہ تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد نہانے کی غرض سے جب قمیض اتاری تو دیکھا کہ جہاں تارکول کا داغ تھا، وہ جگہ قمیض کی دوسری جگہ سے زیادہ سفید تھی۔ میں اس وقت دل و دماغ میں ایک انقلاب سا محسوس کر رہا تھا۔ جب دوسرے دن اجازت لے کر گھر پہنچا تو حالات بدل چکے تھے اور آنے والا حادثہ ٹل چکا تھا۔ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہ صرف باہر کے داغ دھو دیے بلکہ اندر کے داغ بھی نظر کرم سے صاف کر دیے۔

ریاست فرید کوٹ کے حکمرانوں پر نظر کرم

حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو تمام مخلوق خدا سے محبت تھی۔ اپنے گاؤں اور گرد و نواح کے لوگوں کے لیے آپ بالخصوص سراپا رحمت تھے۔ حتیٰ کہ جو لوگ مخالفت کرتے، ان سے بھی آپ پیار، محبت اور خوش خلقی سے پیش آتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے گاؤں کے رہنے والے

ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اول تو یہ عاشق الٰہی ہوں۔ اگر یہ مقام نہیں تو کم از کم جنت کے تو حقدار بن جائیں۔ جس طرح حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے ملک عرب کا جو حال تھا، بعینہٖ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گاؤں کے قریباً قریباً تمام لوگ جرائم پیشہ تھے۔ جوا کھیلنا، شراب پینا، چوری، ڈاکہ زنی، بدمعاشی اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی کرنا ان کے مرغوب مشغلے تھے۔ حتیٰ کہ ملحقہ ریاست فرید کوٹ کے حکمرانوں نے پولیس کو یہ حکم دے رکھا تھا کہ کرمونوالے گاؤں کا کوئی آدمی ریاست میں داخل ہو تو اسے فی الفور گرفتار کر لیا جائے، کیونکہ وہاں کے باشندوں کی اکثریت جرائم پیشہ ہے اور ریاست میں نقص امن کے لیے آتے ہیں۔

حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب اپنے آبائی گاؤں میں اقامت اختیار کی اور آفتاب ولایت کا نور ہدایت دور نزدیک پھیلا تو ریاست فرید کوٹ کے نئے راجہ کی ماں خود چل کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں آئی۔ اس نے عرض کیا کہ حضور ہمارے خاندان میں زمانہ قدیم سے یہ المناک صورت حال ہے کہ جب ہمارا کوئی نیا راجہ گدی پر بیٹھتا ہے تو وہ گدی نشینی کے تھوڑے ہی عرصے بعد مر جاتا ہے۔ گدی نشین ہونے سے پہلے خواہ جتنا عرصہ جی لے۔ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رانی کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ "مائی، جاؤ اب ایسا نہیں ہوگا" اللہ کریم خیر و برکت کر دیں گے، آپ محلات نئی جگہ تعمیر کر لیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور کچھ عرصہ بعد وہ رانی اور نیا راجہ بہت کچھ نذر نیاز لے کر سلام کے لیے حاضر ہوئے۔ سلام کے بعد عرض کیا کہ حضور فرید کوٹ تشریف لے چلیں وہاں ہر ایک چیز حضور کے قدموں میں حاضر کر دی جائے گی۔ آپ نے دعائیں دے کر رخصت کیا اور فرمایا کہ ہم تو اللہ کے حکم کے ماتحت یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، اپنی مرضی سے نہیں۔

اصل حقیقت یہ تھی کہ پرانے محلات کی تعمیر کے وقت اس وقت کے راجہ نے کہیں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مزدوروں میں بیگار کے طور پر رکھا ہوا تھا اور اس مرد خدا کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے تھے۔ "باہر سکھ تے اندر دکھ" اس لیے کئی پشتوں سے ایسا ہی ہوتا چلا آیا تھا۔ چنانچہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس ارشاد مبارک سے بچاؤ کی صورت نکالنا بھی ان کے ہی مقبول بارگاہ صاحب کمال مردیگانہ کا حصہ تھا۔

حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فیض یاب ہونے کے بعد اسی راجہ نے نیا حکم جاری کر دیا کہ

کرموںوالے شریف کا کوئی بھی آدمی ریاست میں آئے تو اس کی ہر طرح سے خاطر و مدارات کی جائے ۔اگر گاڑی بان ہو تو اس کے بیلوں کو سرکاری خرچ پر چارہ وغیرہ و روٹی کھلاؤ، بستر دو اور ہر طرح سے خاطر مدارات کرو۔اور راجہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے غلاموں کو شوق سے ملازمت میں قبول کرتا تھا۔

کاروبار میں برکت کی دعا

نگاہ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

میاں غلام مصطفیٰ غازی مالک غازی اینڈ کمپنی انجینئرز میاں چنوں لوہے کا معمولی کاروبار کرتے تھے۔انہوں نے بڑی محنت سے (وھیٹ تھریشر) گندم گاہنے کی مشین تیار کی۔لیکن اس کی کارکردگی اچھی نہ تھی۔اس میں چند ایسے نقائص تھے جو ان کی سمجھ میں نہ آتے تھے اور مشین تسلی بخش طور پر کام نہیں کر رہی تھی۔اسی پریشانی کے عالم میں وہ حضرت کرمانوالہ شریف آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کے بعد خاموش بیٹھ گئے۔دریائے کرم جوش میں آیا اور ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، غازیا! فکر نہ کرو، تمہاری مشینیں بہت چلیں گی۔اس ارشاد سے مطمئن ہو کر وہ میاں چنوں واپس پہنچے، پہلی مشین کے نقائص دور کر کے نئی مشین تیار کی، جس کی کارکردگی بے حد تسلی بخش تھی۔

بعد ازاں ان کے کارخانہ کی بنی ہوئی مشینیں مغربی پاکستان میں سب جگہ قبولیت عامہ حاصل کر گئیں اور غازی صاحب نے ایک بڑا کارخانہ زرعی آلات بنانے کا بھی قائم کر لیا۔

مخلص مرید کی جانب توجہ

رائے نیاز احمد خاں نے ایک موقعہ پر بیان کیا کہ وہ چیچہ وطنی سے لاہور آتے اور جاتے۔ہمیشہ آپ کی خدمت میں حاضری دے کر گزرا کرتے تھے۔ایکدفعہ لاہور سے شام کے قریب واپسی ہوئی۔مستورات بھی ہمراہ تھیں لہذا خیال کیا کہ سیدھے ہی بغیر سلام کے نکل چلتے ہیں۔جب اوکاڑہ کے دیپالپور چوک میں پہنچے تو کار کا انجن یکلخت بند ہو گیا۔ڈرائیور نے انجن کو غور سے دیکھا اور کار کو چلایا تو چل پڑی لیکن چند قدم آگے جا کر پھر رک گئی۔تین چار مرتبہ ایسا ہی ہوا۔رائے نیاز احمد خاں نے کہا کہ میرے دل میں خیال آیا کہ ہم بغیر سلام کیے جا رہے ہیں، کہیں اسی وجہ سے رکاوٹ نہ ہو۔چنانچہ ڈرائیور کو کار واپس حضرت کرمانوالہ شریف کی طرف لے جانے کے لیے کہا تو کار بالکل ٹھیک چلنے لگی۔انہوں نے جا کر خدمت عالیہ میں حاضری دی اور معذرت کی پھر اجازت لے کر روانہ

ہوئے اور بخیر و خوبی گھر پہنچ گئے۔

روئی کے کارخانہ کی الاٹمنٹ

رائے محمد اقبال احمد خاں اور رائے نیاز احمد خاں دونوں بھائی موضع رائے کوٹ لدھیانہ کے رہنے والے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد وہ چیچہ وطنی ضلع ساہیوال میں آ کر قیام پذیر ہو گئے۔ کپاس کے ایک کارخانہ میں جو کہ اب رائے کاٹن فیکٹری کے نام سے مشہور ہے، رہائش اختیار کر لی۔ اس کارخانے اور اس میں واقعہ مکانات کی عارضی الاٹمنٹ ان کے نام ہوگئی۔ دو تین سال بعد جب مستقل تقسیم کا سلسلہ شروع ہوا تو رائے کاٹن فیکٹری کی عارضی الاٹمنٹ منسوخ ہوگئی اور اسکی نیلامی کا حکم بھی صادر ہو گیا۔ اب دونوں بھائیوں (رائے صاحبان) کو فکر لاحق ہوئی کہ یہ کارخانہ ہاتھ سے جاتا رہا تو سر چھپانے کے لیے کوئی جگہ باقی نہیں رہے گی۔ اس پریشانی کے عالم میں دونوں بھائیوں نے نیلامی کی تاریخ سے ایک دن پہلے حضرت کرمانوالہ شریف میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور اگر کارخانہ ہاتھ سے نکل گیا تو بڑی مشکل پیش آئے گی اور چیچہ وطنی میں رہنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہے گی۔ آپ نے ان کو تسلی دی اور فرمایا "رائے صاحب! آپ بالکل نہ گھبرائیں، اللہ کریم فضل کر دیں گے اور کارخانہ ہمیں ہی ملے گا"

دوسرے دن آپ نے جناب صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور اس فقیر (محمد اکرام) کو بلا کر فرمایا کہ جاؤ چیچہ وطنی میں رائے صاحب کو نیلامی میں کارخانہ لے کر دینا ہے، صوفی نور عالم کو بھی ساتھ لے جاؤ، چنانچہ ارشاد کے مطابق ہم تینوں چیچہ وطنی پہنچ گئے۔

نیلامی شروع ہوئی۔ ایک ریٹائرڈ بریگیڈیر جو سیٹلمنٹ کمشنر کے عہدے پر فائز تھے، نیلامی پر مامور تھے۔ بولی تین لاکھ تیس ہزار تک پہنچ گئی۔ رائے صاحب گھبرا گئے اور تھرائی ہوئی آواز سے چالیس ہزار کہا۔ یہ سنتے ہی بریگیڈیر صاحب اٹھ کھڑے ہوئے اور گرجدار آواز میں ایک دو تین کہہ کر بولے کہ یہ فیکٹری ہم نے رائے صاحب کو دے دی ہے اور یہ ان کے پاس ہی رہے گی۔ دوسرے خواہش مند حضرات کو اور کارخانے دیئے جا سکتے ہیں۔ اس کارخانہ کے لیے کوئی شخص اپیل نہ کرے۔ واپس جا کر جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں سارا ماجرا بیان کیا گیا تو آپ نے رائے نیاز احمد خاں کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ کارخانہ اب ہمارا ہی رہے گا۔ اسے کوئی نہیں لے سکتا۔ چنانچہ اپیلیں کرنے والوں کی اپیلیں بھی ناکام ہوگئیں۔

پابندی وقت کے لیے تصرف

اجمیر شریف سے واپسی پر ایک دفعہ آپ سبزی منڈی دہلی میں بابو نثار احمد خاں کے مکان میں فروکش ہوئے۔ آپ کے ہمراہ دس بارہ اشخاص تھے۔ صبح کے وقت جب آپ روزمرہ کے وظائف سے فارغ ہوئے تو ریلوے کے چیف میڈیکل افسر کا فرزند حاضر ہوا اور معذرت کی کہ اباجی مصروفیت کے باعث خود حاضر نہیں ہو سکے اور اسے بھیجا ہے کہ سب ہمراہیوں سمیت دوپہر کے کھانے کی دعوت قبول فرمائیں۔ آپ نے دعوت قبول فرمالی۔

چلتے ہوئے نوجوان نے عرض کیا کہ حضور اباجی نے کہا تھا کہ ٹھیک ایک بجے سب حضرات کوٹھی نمبر 1 نئی دہلی تشریف لے آئیں۔ ذرا پابندی وقت کا خیال رہے۔ آپ نے فرمایا۔ بھئی ہمارے سب بیلیوں کے پاس گھڑیاں تو نہیں ہیں بہر حال ہم ایک بجے آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔

اس کے چلے جانے کے بعد سب احباب مختلف مقاصد کے لیے اجازت حاصل کر کے روانہ ہو گئے۔ یہ فقیر بھی تین ساتھیوں کے ہمراہ جن میں رائے نیاز احمد خاں مرحوم اور حاجی عطا محمد خاں بھی شامل تھے۔ حضرت خواجہ محبوب الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی درگاہ میں سلام کے لیے چلا گیا۔ سب احباب کو آپ اجازت دیتے جاتے تھے۔ اور ساتھ ہی فرما دیتے تھے کہ ایک بجے نئی دہلی کوٹھی نمبر 1 میں پہنچ جانا۔ حتیٰ کہ آپ کے پاس صرف ایک صاحب رہ گئے۔

ایک بجنے میں ابھی پانچ منٹ باقی تھے کہ آپ کے سب ہمراہی کوٹھی نمبر 1 والے چوک میں مختلف اطراف سے آتے ہوئے جمع ہو گئے اور ٹھیک ایک بجے آپ بھی ایک جانب سے ایک ساتھی کے ہمراہ مسکراتے ہوئے تشریف لے آئے۔ پھر آپ نے گھڑی پر وقت دیکھا اور سب کو ساتھ لے کر ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی میں داخل ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب کا وہی فرزند استقبال کے لیے موجود تھا۔ آگے بڑھ کر معذرت کرنے لگا کہ اباجی کا ابھی ابھی ٹیلی فون پر پیغام آیا ہے کہ وہ ایک بڑے اپریشن کی وجہ سے رک گئے ہیں اور آدھ گھنٹہ دیر سے آئیں گے۔

آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا، ''برخوردار ہم تو ٹھیک وقت پر پہنچ گئے ہیں'' چنانچہ ہم سب کھانے سے فارغ ہو چکے تھے کہ ڈاکٹر صاحب گھر پہنچے۔

بلا تکلیف سفر طے ہو گیا

خواجہ محمد دلہوزی میں غالیچوں کا کاروبار کرتے تھے۔ وہ ایک کامیاب تاجر تھے۔ لیکن دولت کی فراوانی نے عیش پرستی میں ڈال دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کاروبار کی حالت دن بدن خراب ہونے لگی اور بالآخر صحت بھی بگڑ گئی۔ خرابی جگر کے عارضہ میں مبتلا ہو کر سخت لاچار ہو گئے۔ علاج معالجہ سے جب تنگ آ گئے تو دلہوزی سے کرموں والہ شریف ضلع فیروز پور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے کبائر سے بچنے کی تاکید فرمائی۔ اور صحت کی بحالی کے لیے دعا کرنے کے بعد کوئی دوا بھی تجویز فرمادی۔ اتنے میں شام ہو گئی۔ خواجہ محمد عمر اور ان کے دونوں ساتھیوں نے رخصت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ کل چلے جانا لیکن ساتھیوں نے رخصت پر ہی اصرار کیا۔ کیونکہ ان کو کچھ ضروری کام درپیش تھے، اس پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اچھا جاؤ، پھر پیدل ہی پہنچ جانا۔ اللہ حافظ ہے۔

خواجہ محمد عمر اور ان کے ہمراہی روانہ ہو گئے تو فیروز شاہ اسٹیشن تک پہنچنے میں ہی رات کے سائے پھیل چکے تھے۔ اس وقت کوئی گاڑی فیروز پور چھاؤنی کی طرف نہیں جاتی تھی۔ چنانچہ وہ ریلوے لائن سے آگے بڑھ کر پکی سڑک پر پہنچ گئے تاکہ وہاں سے کوئی سواری مل جائے، کچھ دیر انتظار کیا مگر بے سود رات کے وقت رہزنوں اور ڈاکوؤں کے خوف سے آمدورفت بند رہتی تھی۔ ناچار وہ پیدل ہی فیروز پور چھاؤنی کی سمت روانہ ہو گئے۔ پندرہ بیس منٹ ہی چلے ہوں گے کہ ان کو سامنے بجلی کی روشنیاں نظر آئیں۔ وہ حیران تھے کہ برقی روشنی تو صرف چھاؤنی میں ہے، فیروز پور چھاؤنی ڈیڑھ دو گھنٹہ کی مسافت پر تھا۔ وہ اور آگے بڑھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ فیروز پور چھاؤنی پہنچ چکے ہیں۔

یہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تصرف تھا کہ اتنی جلدی پہنچ گئے۔ گھر پہنچنے پر خواجہ صاحب کی دنیا ہی بدل گئی تھی۔ ان کی صحت بحال ہو گئی اور عادات بد بھی پیچھا چھوڑ گئیں۔

دیرینہ خاندانی تنازعہ کا حل ہونا

ملک گل نواز احمد خاں ایڈووکیٹ کا بیان ہے کہ اتفاقیہ انہیں 51-1950ء میں ایک خاندانی تنازعہ میں سخت پریشانی، اخراجات کی زیرباری اور کوفت کا سامنا کرنا پڑا۔ ہر طرف سے

ناامید ہو گئے۔ ماتحت عدالتوں نے ان کے خلاف فیصلے دیے اور آخر مقدمہ ہائی کورٹ تک جا پہنچا۔ مخالفین بہت معزز اور بارسوخ تھے۔ ان کے وکلاء بھی ریٹائرڈ جج یا ریٹائرڈ اٹارنی جنرل تھے۔ چیف جسٹس نے مقدمہ کی اہمیت کو مدنظر رکھ کر مقدمہ اپنے پاس رکھ لیا اور مکمل روئداد دیکھنے کے بعد ملک صاحب کے وکیل کو کہا کہ آپ کا معاملہ بڑا ناممکن نظر آتا ہے، یہ گھبرائے ہوئے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ جمعہ کا دن تھا، حاضرین کا ہجوم تھا۔ نماز جمعہ کے بعد لوگ مل مل کر رخصت ہونے لگے، ملک صاحب خاموش بیٹھے رہے کہ تخلیہ ہو تو عرض مدعا کریں۔ سب سے آخر میں حاضر ہوئے اور اپنی پریشانی بیان کی۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ "بابو، جا اللہ کریم خیر کرے گا" ان کے دل کو تسلی نہ ہوئی۔ وہ یہی سمجھے کہ آپ نے سرسری طور پر ہی دعا کر دی ہے اور خصوصی توجہ نہیں فرمائی۔ چنانچہ پژمردہ ہو کر ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فارغ ہو کر گھر کی جانب روانہ ہو گئے، ایک خادم ہمراہ تھا، تھوری دور جا کر اچانک آپ نے خادم کو واپس بھیجا کہ جاؤ، اس بابو کو بلا لاؤ، خادم نے واپس آ کر ملک صاحب کو کہا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یاد فرمایا ہے۔ جب ملک صاحب آپ کے نزدیک پہنچے تو آپ نے ارشاد فرمایا "بابو تم بہت پریشان ہو؟" ملک صاحب نے کہا "جی ہاں، بے حد پریشان ہوں" تین بار ایسے ہی سوال و جواب کے بعد آپ نے ملک صاحب کی پشت پر تین مرتبہ دست مبارک سے تھپکی دی اور فرمایا "جا بابا! اللہ تعالیٰ فتح دیں گے" یہ مسرت سے پھولے نہ سمائے اور آنکھوں میں خوشی کے آنسو بھر آئے، حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اب بے فکر ہو کر جاؤ"

ملک صاحب کا فریق مخالف ہر طرح سے درپئے آزار تھا۔ وہ پچیس ہزار روپے لے کر بھی راضی نامہ کرنے کو تیار نہ تھے۔ جب ہائی کورٹ میں پیش ہوئے تو چیف جسٹس صاحب نے ان کو کہا کہ بہتر ہے تم راضی نامہ کر لو دونوں پارٹیاں باعزت ہیں، ورنہ میں اپنی مرضی سے فیصلہ کر دوں گا۔ چنانچہ مخالفین نے بغیر کسی مطالبے کے ان سے راضی نامہ کر لیا اور باعزت طور پر وہ بری ہو گئے۔

عدالتی فیصلوں میں آپ کا تصرف

رینالہ خورد سے مستری عبدالستار نے بیان کیا کہ قیام پاکستان کے بعد ہمیں ایک آرہ

مشین الاٹ ہوئی۔ تین چار خاندان پرورش پانے لگے۔ کچھ عرصہ بعد ہمیں بلائے بغیر افسران نے ہماری الاٹمنٹ منسوخ کر کے آرہ کسی اور شخص کے نام الاٹ کر دیا اور آرہ مشین سربمہر کر دی۔ ہم نے اس حکم کے خلاف چارہ جوئی شروع کر دی اور میں دعا کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا کہ تین چار خاندانوں کی روزی کا سبب بنا ہوا تھا۔ الاٹمنٹ خواہ مخواہ منسوخ کر دی گئی ہے۔ اب ہم سب بہت پریشان ہیں۔ آپ نے فرمایا ''مستری جی، ہم ایک اور انجن نہ خرید لیں'' ہمارے پاس اتنی رقم نہ تھی، اس لیے میں نے عذر کیا کہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، رقم تو اپنے پلے ہے نہیں، انجن وغیرہ کیسے خریدیں گے۔ آپ نے فرمایا، اللہ کریم مسبب الاسباب ہیں، کوئی صورت بن جائے گی۔ چند دنوں کے اندر ہی ہمیں ایک انجن بمعہ آرا مشین اور چکی مل گیا۔ جو ہم نے جوں توں کر کے خرید لیا۔ ہم بے کار تھے۔ پہلا آرا سربمہر تھا۔ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کرم نوازی سے اب اخراجات پورے ہونے لگے اور مقدمہ کا خرچ بھی نکلنے لگا۔

افسران محکمہ بحالیات تاریخ پر تاریخ دینے لگے اور میں ہر بار تاریخ پر جانے سے پیشتر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ تسلی دیتے کہ ''اللہ رحم کر دے گا'' فکر نہ کرو۔ سال ڈیڑھ سال کا عرصہ عدالتوں میں چکر لگاتے گزر گیا تو ایک دفعہ میں گھبرایا ہوا، آپ کے پاس پہنچا۔ آپ نے میری پریشانی دیکھ کر فرمایا ''برخوردار، ہم نے اس افسر سے فیصلہ نہیں کروانا، کوئی اور اللہ کا بندہ آئے گا، وہ فیصلہ کرے گا'' اسی طرح چھ ماہ کا عرصہ اور گزر گیا اور میری پریشانی بڑھتی گئی۔ ایک دن حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا ''برخوردار، اب جلدی فیصلہ ہو جائے گا'' چنانچہ چند دنوں کے بعد وہ افسر تبدیل ہو گیا اور اسکی بجائے ملتان کے ڈپٹی کمشنر تبدیل ہو کر آگئے۔ میں نے نئے افسر کے متعلق خدمت میں عرض کیا تو فرمایا ''ہاں اب ہمارا فیصلہ ہوگا'' پھر فرمایا کہ جب کمشنر بحالیات کے پاس تاریخ پر جانا ہو تو ایک دن پہلے بتانا، حسب ارشاد میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کل عدالت میں حاضری کے لیے لاہور جاؤں گا۔ آپ نے پوچھا کہ ''جس شخص کے نام آرا الاٹ ہوا ہے، اس کا کلیم کس چیز کا ہے'' میں نے عرض کیا کہ الاٹی دو ہیں، ایک کا دعویٰ ہے کہ مشرقی پنجاب میں میری چکی تھی۔ فرمایا ''اس کا آرے پر کیا حق ہے، وہ چکی لے'' دوسرے کے متعلق عرض کیا کہ اس کا کلیم ہے کہ میرا کتابوں کا پریس تھا'' فرمایا، ''وہ پریس تلاش کرے، ہمارا

آرا مشین' ہمیں ملنا چاہیے، کوئی بات نہیں اللہ رحم کر دے گا۔ گھبراؤ نہیں، تاریخ پر جاؤ''

دوسرے روز میں پیشی پر حاضر ہوا۔ کمشنر صاحب نے بالکل وہی الفاظ دہرائے جو حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمائے تھے اور فیصلہ ہمارے حق میں صادر کر دیا۔ واپسی پر میں نے کامیابی کا ذکر کیا تو آپ بہت خوش ہوئے۔

خیالاتِ فاسدہ سے رہائی

ایک دن آپ محفل میں رونق افروز تھے، بہت سے احباب باادب بیٹھے ہوئے تھے۔ باتیں ہو رہی تھیں، اتنے میں آپ نے زبان مبارک سے دو تین مرتبہ فرمایا:

''نبض وچ گھر عشق دے تے ویداں خبر نہ کا''

سب حیران تھے کہ کیا راز ہے اچانک ایک طرف سے حاجی نظام الدین مرحوم نمودار ہوئے، وہ اکثر اوقات حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس کئی دن قیام کیا کرتے تھے، ان کو دیکھ کر آپ نے پھر فرمایا:

''نبض وچ گھر عشق دے تے ویداں خبر نہ کا''

حاجی صاحب سخت پریشانی کے عالم میں تھے۔ جب وہ سلام کر کے بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا'' حاجی صاحب لائیں آپ کی نبض دیکھوں'' اور مسکراتے ہوئے نبض پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

''نبض وچ گھر عشق دے تے ویداں خبر نہ کا''

اس کے ساتھ ہی حاجی صاحب کا مرجھایا ہوا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور آناً فاناً ان کی پریشان حالی دور ہو گئی، پھر وہ مکمل سکون کے ساتھ بیٹھ گئے، خلاف معمول دوسرے ہی دن وہ اجازت لے کر روانہ ہوئے تو ان کے ساتھ ماسٹر خوشی محمد بھی اجازت حاصل کر کے گھر کو روانہ ہوئے۔ دونوں گاڑی میں سوار ہوئے تو ماسٹر صاحب نے حاجی صاحب سے دریافت فرمایا کہ آپ اس دفعہ اتنی عجلت سے کیوں واپس جا رہے ہیں، حالانکہ آپ تو کئی کئی دن قیام کیا کرتے تھے۔ حاجی صاحب نے کہا کہ اس دفعہ میں قیام کی نیت سے نہیں آیا تھا، بلکہ اپنی مصیبت کا حال بیان کرنے آیا تھا، جو آپ کی کرم نوازی سے حاضر ہوتے ہی ٹل گئی، وہ کہنے لگے کہ:

''میرے پاس گاؤں کی ایک نوجوان لڑکی اپنے شوہر کی شکایت لے کر آئی تھی...

بہت روئی میں نے اُسے تسلی دی اور وہ چلی گئی۔ لیکن لڑکی کے چلے جانے کے بعد میری حالت ایسی ہوگئی کہ صبر وقرار و ہوش کھو گئے اور اس کی محبت کچھ اس طرح دل میں گھر کر گئی کہ نہ نماز یاد رہی اور نہ اوراد و وظائف اور نہ نوافل، کچھ دن یہی حالت رہی تو خیال آیا کہ میں تو مارا گیا، ساری عمر کی کمائی برباد ہوگئی، آخر کوئی جائے پناہ نظر نہ آئی اور حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں آ پہنچا۔ بھائی صاحب خدا کا شکر ہے کہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک ہی نظر کیمیا اثر سے سب خیالات فاسدہ سے لوح دل کو پھر پاک وصاف کر دیا ہے اور اب میں مطمئن ہو کر واپس جا رہا ہوں۔"

متوقع خطرہ سے محفوظ رکھا

محمد عبداللہ صاحب نقشبندی فیصل آباد سے اپنے ایک دوست میاں عبدالحمید کے ہمراہ چیچہ وطنی گئے۔ میاں عبدالحمید کئی ماہ سے بیمار چلے آتے تھے اور علاج معالجہ پر بے تحاشہ خرچ کرنے کے باوجود بیماری میں افاقہ نہ ہوا۔ چیچہ وطنی میں دونوں نے ارادہ کیا کہ حضرت کرمانوالہ شریف چلیں اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں دعا کے لیے گزارش کریں۔ حضرت کرمانوالہ شریف پہنچنے پر ان کو معلوم ہوا کہ آپ لاہور تشریف لے گئے ہیں اور وہاں سیٹھ محمد شفیع کیلے والے کے مکان میں قیام پذیر ہیں، چنانچہ وہ لاہور چلے گئے اور وہاں آپ کی خدمت میں جا حاضر ہوئے۔ ان کا ارادہ یہ تھا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض مدعا کے بعد آٹھ بجے شب کی گاڑی سے واپس چیچہ وطنی چلے جائیں گے۔ ان کی آمد پر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سب لوگوں کو اٹھ جانے کا حکم دیا اور خود خاموشی سے لیٹ گئے۔ دس بجے کے قریب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ چیچہ وطنی سے آنے والے بیلیوں کو بلاؤ۔ جب ہم حاضر ہوئے تو آپ نے صحت کے لیے دعا کی اور ایک دوا بھی تجویز فرمائی، پھر ہمیں رخصت کر دیا، صبح کو ہمیں معلوم ہوا کہ جس گاڑی سے ہم لاہور سے چیچہ وطنی جانے کا ارادہ رکھتے تھے، وہ گیمبر اسٹیشن پر حادثہ کا شکار ہوگئی اور بہت سے مسافر جاں بحق ہو گئے۔ محمد عبداللہ صاحب کہتے ہیں کہ پھر ان کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ رات کو کیوں انہیں جلد چھٹی نہیں ملی تھی۔

علم کی دولت عطا فرمادی

مولوی محمد صدیق صاحب فیروز پوری نے بیان کیا کہ وہ لاہور میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار مبارک سے ملحقہ جامعہ گنج بخش میں زیرِ تعلیم تھے۔ ہر وقت پریشان حال رہتے تھے، کیونکہ سبق یاد نہیں رہتا تھا۔ آخر ایک دن انہیں خیال آیا کہ دعا بھی کروائیں گے اور حضور کی غلامی کی سعادت بھی حاصل کریں گے۔ چنانچہ اسی ارادے سے وہ آپ کی خدمت میں جا پہنچے۔ آپ کے دریافت فرمانے پر عرض کیا کہ "حضور مرید ہونے کے لیے آیا ہوں" آپ نے قبول فرمالیا اور کچھ پڑھنے کے لیے بھی ارشاد فرمایا۔ پھر مولوی محمد صدیق احمد یار نے عرض کیا کہ حضور مدرسہ میں بھی پڑھتا ہوں لیکن حافظہ اتنا خراب ہے کہ کچھ یاد نہیں رہتا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور تین بار تھپکی دے کر فرمایا "خدا کے فضل سے تم بڑے مولوی بن جاؤ گے" چنانچہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے علم کی دولت بھی عطا کی اور وعظ و تقریر کا ملکہ بھی عنایت کر دیا۔

وہی بیان کرتے ہیں کہ ان کے ایک دوست کی بیوی کو خنازیر کی موذی مرض نے آ دبایا۔ علاج معالجہ سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں رجوع کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم داڑھی رکھ لو اور دونوں میاں بیوی نماز پڑھا کرو۔ نماز کے بعد درودِ پاک پڑھ کر لعاب دہن لگا دیا کرو، اللہ تعالیٰ شفا بخش دیں گے" چنانچہ جب انہوں نے کچھ دن اس فرمان کے مطابق عمل کیا تو اس موذی مرض سے ہمیشہ کے لیے نجات مل گئی۔

عالم دین پر نگاہ لطف

مولانا بشیر احمد خطیب و مدرس چشتیاں شریف حضرت مولانا عبدالحق بہاولنگری کے برادر حقیقی ہیں دارالعلوم دیوبند سے تحصیل علم کے بعد سند فضیلت حاصل کر کے وطن واپس آئے تو علوم ظاہری سے ان کا دامن بھر پور تھا مگر علم باطن سے کورے تھے۔ زبان کی تیزی اور دلائل کی فراوانی تھی۔ بعض مسائل اور اعتقادی امور میں ایک خاص نقطہ نگاہ رکھتے تھے جو علم ظاہر کا ثمر تھا۔ حضرت مولانا عبدالحق ان کو اپنے ہمراہ لے کر کرمانوالہ شریف میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نوجوان عالم پر نگاہ ڈالی جو اپنے

محدود علم کے پیمانے سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لامحدود علم کی پیمائش کرتا تھا، آپ نے محبت سے ان کے کندھے پر دست مبارک رکھ دیا اور آستانہ عالیہ کے صحن میں چند چکر لگائے، شیریں الفاظ میں نوجوان مولوی صاحب کے شکوک وشبہات رفع کر دیے اور باطنی توجہ سے ان کی کایا پلٹ دی، صبح کے وقت مولوی صاحب کی طبیعت کا رنگ اور تھا شام کو اور ہو گیا، جب اگلی صبح آنکھ کھلی تو چشم باطن بھی کھل چکی تھی، طبیعت میں عجز ومسکنت اور طمانیت تھی۔

ایک عقیدت مند کی مشکل کشائی

چوہدری محمد طفیل اوکاڑہ سے بیان کرتے ہیں کہ قیام پاکستان کے بعد اپنے قصبہ کے دوسرے لوگوں کے ہمراہ وہ اوکاڑہ میں آ کر آباد ہو گئے۔ ایک محلہ میں ان کو ایک کشادہ مکان رہائش کے لیے مل گیا۔ مستقل الاٹمنٹ کے موقع پر انہوں نے اپنا حق حاصل کرنے کے لیے کاغذات کلیم کمشنر کی عدالت میں پیش کیے لیکن بعض لوگوں کی در پردہ مخالفت کی وجہ سے ان کے کاغذات تلف کر دیے گئے۔ چار پانچ مرتبہ اسی طرح ہوا۔ چوہدری صاحب نے شروع میں ہی حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں مکان کے متعلق عرض کیا تھا اور آپ نے تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ ''مکان تمہیں ہی ملے گا، کوشش کرتے رہو'' لیکن دشمنوں کی مخالفت کی وجہ سے معاملہ طول پکڑتا گیا اور ان کی پریشانی میں اضافہ ہوتا گیا، حتیٰ کہ مخالفین نے ابتدائی فیصلوں کی بناء پر ان کا مکان اپنے نام الاٹ کروا کر قبضہ کرنے کی کوششیں بھی شروع کر دیں۔ مخالفین کا قبضہ رکوانے کے لیے ہائی کورٹ سے حکم امتناعی لے کر وہ پھر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ تم بحالیات کے بڑے افسر کے پاس لاہور میں اپیل کر دو چنانچہ اپیل کے کاغذات مکمل کر کے یہ چیف کمشنر بحالیات کے پاس جا پہنچے چیف کمشنر نے کاغذات دیکھ کر کہا کہ ہندوستان کے جس قصبہ کے آپ کے کلیم ہیں، اس کا گزٹ میں کوئی اندراج نہیں مل سکا۔ دفتر والے، اس کے متعلق کچھ نہیں بتاتے۔ اس لیے تمہارا کلیم منظور نہیں ہو سکتا۔

چوہدری محمد طفیل کا بیان ہے کہ یہ بات سن کر میں بے اختیار رونے لگا۔ اس پر کمشنر صاحب نے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ میں تمہارا مقدمہ زیر غور رکھتا ہوں اور تمہیں مہلت دیتا ہوں کہ

گزٹ میں سے وہ حکم تلاش کر کے لاؤ۔ چنانچہ چوہدری محمد طفیل نے جا کر سرکاری لائبریری کے افسر سے گزٹ مانگا۔ اس نے کہا کہ "تمہیں کون سا گزٹ درکار ہے، گزٹ تو بہت سے ہیں" یہ اس وقت پریشان تھے، اسی عالم میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جانب متوجہ ہوئے اور بے ساختہ منہ سے نکلا کہ 1940ء کا گزٹ دے دیجئے۔ لائبریرین نے 1940ء کا گزٹ نکال کران کے حوالے کیا۔ کانپتے ہوئے ہاتھوں سے گزٹ کھولا، پہلی نظر جس صفحہ پر پڑی اس میں ان کے قصبہ کا ہی ذکر تھا۔ وہ خوشی سے اچھل پڑے۔ لائبریرین سے اسی وقت مصدقہ نقل حاصل کر کے کمشنر کے پاس جا پہنچے۔ کمشنر عدالت برخواست کر کے جانے ہی والا تھا، اس نے نقل ملاحظہ کیا اور کلیم منظور کرتے ہوئے کہا کہ اب تو بڑی جلدی نقل لے کر آ گئے ہو۔ چوہدری صاحب نے کہا کہ یہ سب کچھ میرے پیرو مرشد حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ اور برکت سے ہے۔

دوسرے دن وہ خوشی خوشی حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دور سے دیکھتے ہی فرمایا، منشی جی! آخر مکان آپ کو مل ہی گیا۔ بعد ازاں اس حکم کی نقل ہائی کورٹ میں پیش کرنے سے مخالفین کی کوششوں کا وہاں بھی سد باب ہو گیا۔

پاک توجہ کا اثر

چوہدری نذیر احمد صاحب کمشنر اشتمال اراضیات ملتان اپنے طالب علمی کے زمانہ میں ایف سی کالج لاہور میں ایم۔ اے کی تعلیم حاصل کرتے تھے فطرت سلیم تھی، جواں سالی اور آزاد ماحول کے باوجود اہل اللہ کی محبت کی چنگاری خانہ دل میں موجود تھی۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کمالات کا شہرہ سن کر سعادت ازلی کام آئی اور غائبانہ آپ کے گرویدہ ہو گئے چنانچہ تعطیلات کے ایام میں کرموں والا (ضلع فیروز پور) میں آپ کی خدمت میں جا پہنچے۔ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نگاہ دور بین نے اس سعادت مند نوجوان کے خلوص اور محبت کی متاع کو قابل قدر سمجھتے ہوئے ان کی جانب پوری توجہ فرمائی۔ نہایت شفیق اور مہربانی سے ان کے احوال کی اصلاح کی جانب متوجہ ہوئے۔ یہ تعلیم یافتہ نوجوان بھی دربار عالیہ کا رنگ دیکھ کر بے حد متاثر ہوا۔ کوئی بات خلاف شریعت یا خلاف سنت نہ تھی اور حضور اپنے پاس آنے جانے والوں کو توحید و رسالت

کے متوالے بنا رہے تھے۔ چوہدری صاحب نے بھی حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے استدعا کر دی کہ انہیں حلقہ ارادت میں منسلک فرمایا جائے۔ آپ نے نماز پنجگانہ کے علاوہ نوافل پڑھنے کی بھی تلقین فرمائی اور وظائف بھی بتلائے۔ چوہدری صاحب نوجوان تھے، عرض کیا کہ حضور اور تو سب ٹھیک ہے، تہجد کے لیے اٹھنا بہت مشکل ہوگا، کیسے اٹھوں گا" آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "آپ ارادہ کرلیں، جگانے والے خود جگا لیا کریں گے"

لاہور پہنچے تو پہلی ہی رات تہجد کے وقت کسی نے بازو سے پکڑ کر ہلایا۔ ان کی آنکھ کھل گئی اور دیکھا کہ کمرہ بند ہے اور وہاں کوئی شخص نہیں ہے۔ وقت تہجد کا ہو چکا تھا، اس لیے اٹھے اور ارشاد کے مطابق نماز تہجد اور وظائف سے فراغت حاصل کی۔ دوسرے روز بھی ایسے ہی ہوا اور تیسرے روز بھی، تیسرے روز یہ بھی ارشاد ہوا کہ اب فکر سے خود اٹھا کرو، کیا ہر روز ہمیں ہی آنا پڑے گا۔ چوہدری صاحب کا بیان ہے کہ اس کے بعد آج تک ان کی نماز تہجد قضا نہیں ہوئی۔

مرید کے احوال کی نگرانی

تعلیم سے فارغ ہو کر وہ صوبائی سول سروس کا امتحان پاس کرنے کے بعد لاہور میں بطور مجسٹریٹ کام کر رہے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات ہوئی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "اب منٹگمری (ساہیوال) آ جائیں۔ چنانچہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد ان کا تبادلہ ساہیوال میں ہو گیا"

ڈپٹی کمشنر لاہور غیاث صاحب کو جب علم ہوا تو وہ کہنے لگے کہ میں تو آپ کو لاہور سے نہیں جانے دوں گا۔ میں ابھی چیف سیکرٹری (اپنے بھائی) سے آپ کا تبادلہ منسوخ کرواتا ہوں۔ چنانچہ وہ اپنے بھائی سے بالمشافہ بات چیت کرنے کے لیے ان کے پاس چلے گئے تاکہ تبادلہ کا حکم منسوخ کروا آئیں۔ وہاں جا کر ان کو معلوم ہوا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے مغربی پاکستان کے وزیر اعلیٰ کا حکم موصول ہوا ہے کہ جس کسی افسر کے تبادلہ کا حکم جاری ہو چکا ہو وہ ہرگز واپس نہ لیا جائے۔ واپس آئے اور ہنس کر چوہدری نذیر صاحب کو کہا کہ بھائی آپ کے پیر کامل ہیں۔ آپ کا تبادلہ نہیں رک سکتا۔ آپ منٹگمری جائیں۔

طعام میں برکت

نیز چوہدری صاحب نے بیان کیا کہ قیام ساہیوال کے دوران وہ کہیں دورہ پر گئے ہوئے تھے۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کمال کرم فرمایا کہ ملتان جاتے ہوئے راستہ میں ان کے ہاں سے ہو کر جانے کا ارادہ فرمالیا۔ گھر میں ان کی بیگم تھیں۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مع احباب تشریف لے آئے تو بیگم گھبرائیں کہ اب انتظام کیسے ہوگا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ایک دیگچہ میں چائے تیار کرلو اور کچھ روٹیاں پکالو، بس کافی ہیں۔

چنانچہ روٹیاں پکا کر اور چائے کا دیگچہ تیار کر کے آپ کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دیگچہ میں یہ کہتے ہوئے اپنی انگلی کا سرا ڈبو دیا کہ گرم تو ہے اور روٹیاں رومال سے ڈھانپ کر اپنے پاس رکھ لیں۔ پھر سب حاضرین کو جو کہ تعداد میں کافی تھے، چائے اور روٹی تقسیم کرنا شروع کر دی۔ کھانے میں ایسی برکت ہوئی کہ سب نے خوب سیر ہو کر کھایا پیا اور پھر باقی ماندہ اشیاء گھر میں واپس بھیجی گئیں۔ چوہدری صاحب کی واپسی پر بیگم نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تشریف آوری کا ذکر کیا تو وہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قدم رنجہ فرمانے کی سعادت پر بہت خوش ہوئے۔

مکان کے لیے زمین عطا فرمادی

ملک فتح الدین خاں کا بیان ہے کہ وہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے اور ان دنوں میں فیصل آباد میں مکان تعمیر کرنے کی فکر میں تھے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مکان تعمیر کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے دریافت فرمایا کہ مکان کے لیے کتنی جگہ خریدی ہے۔ عرض کیا کہ ''حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ! سات مرلے کا پلاٹ ہے'' فرمایا، یہ تو تھوڑی ہے ساتھ والی جگہ بھی لے لو۔ ملک صاحب نے خیال کیا کہ اگر کسی ہمسایہ نے کبھی اپنا مکان یا جگہ

فروخت کی تو لے لوں گا۔

جب فیصل آباد پہنچے اور اپنے خرید کردہ پلاٹ کا محل وقوع دیکھنے گئے تو وہاں سب لوگوں نے ان سے کہا کہ تمہارے ساتھ والی جگہ فالتو ہے۔ یہ تمہارے لیے موزوں ہے، اسے خرید لو۔ ملک صاحب کہتے ہیں کہ مجھے اس وقت یاد آیا کہ حضرت صاحب میرے مکان کی جائے وقوع کو بہ چشم ظاہر دیکھ رہے تھے۔ جیسے کہ اولیاء اللہ کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ روئے زمین کو ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح دیکھتے ہیں۔ چنانچہ میں نے وہ قطعہ خرید کر اپنا مکان تعمیر کر لیا۔

پیشگی انتباہ اور خطرے سے حفاظت

شیخ عمر دین نے بیان کیا کہ ایک دن میں حاضر خدمت تھا۔ موقع پا کر میں نے عرض کیا حضور! کپڑا خریدنے کے لیے کراچی جانا چاہتا ہوں۔ دعا فرمائیں اللہ کریم مجھے اس سفر میں نفع بخشیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، چلے جانا، اللہ رحم کردے گا۔ اور ساتھ ہی فرمایا، وہاں بھیڑ بہت ہوتی ہے تم بھولے آدمی کہیں کھیسہ (جیب) نہ کٹوا بیٹھنا۔ میں نے کہا "حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر کرم ہوگی تو پھر کوئی ڈر نہیں"

چنانچہ اگلے دن میں کراچی چلا گیا۔ وہاں ایک رشتہ دار کے ہاں قیام کیا اور اس سے کراچی کے سفر کا مدعا بیان کیا۔ اس نے کہا کہ جاپانی لٹھے کی پانچ پیٹیاں میں نے خریدی ہیں وہ تمہیں دے دیتا ہوں۔ چنانچہ ایک ہفتہ کے بعد ان پانچویں پیٹیوں کے عوض مجھے ایک ہزار روپیہ منافع مل گیا۔ پھر میں وہاں سے مال خرید کر واپس آ گیا۔

کراچی میں قیام کے دوران ایک دن میں بندرگاہ کی سیر کے لیے چلا گیا۔ جب بس میں سوار ہونے لگا تو بہت ہجوم تھا۔ جوں توں کر کے بس میں داخل ہوا۔ اتنے میں کنڈکٹر آ گیا اور اس نے ٹکٹ خریدنے کو کہا۔ جب میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو نیچے نکل گیا اور معلوم ہوا کہ جیب کٹ چکی ہے لیکن حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر عنایت سے پچپن روپے کی رقم جیب کے کونے میں ہی اٹکی رہی۔ اس وقت مجھے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد یاد آیا اور میں نے شکر کیا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے غائبانہ میری حفاظت کا بھی انتظام کر دیا۔

مقدمہ سے رہائی

شیخ عمر دین نے بیان کیا کہ ایک دن وہ رینالہ خورد سے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضری کے لیے روانہ ہوئے۔ اڈے پر پہنچے تو گورنمنٹ ٹرانسپورٹ کی ایک بس آ گئی۔ وہ اس میں سوار ہو گئے اور ڈرائیور کے پاس جا بیٹھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ڈرائیور نے دریافت کیا کہ مولوی صاحب کیا آپ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس جا رہے ہیں۔ شیخ عمر دین نے کہا کہ ہاں میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں ہی جا رہا ہوں۔ اس پر ڈرائیور نے کہا کہ "وہاں بس کھڑی کر کے میں بھی آپ کے ساتھ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس جاؤں گا۔ شیخ صاحب نے پوچھا کہ کیا کچھ بات کرنی ہے۔ ڈرائیور نے کہا کہ کچھ عرصہ ہوا میری بس کے نیچے ایک آدمی دب کر مر گیا تھا اور اس سلسلہ میں چند دنوں تک عدالت میں حاضری ہے۔ کہنے لگا کہ عیالدار آدمی ہوں خطرہ ہے کوئی سخت سزا نہ مل جائے۔

حضرت کرمانوالہ شریف پہنچ کر ڈرائیور نے سڑک کے کنارے بس ٹھہرا دی اور خود شیخ عمر دین کے ہمراہ حاضری کے لیے چل پڑا، بڑے دروازے پر شیخ عمر دین نے کہا کہ میں پہلے جا کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے آپ کے متعلق ذکر کرتا ہوں، پھر جیسے ارشاد ہوگا۔ چنانچہ اندر جا کر شیخ عمر دین نے جب آپ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ جاؤ اس کو کہہ دو کہ اللہ کریم رحم فرما دیں گے۔ چنانچہ وہ مطمئن ہو کر چلا گیا۔ ایک ہفتہ کے بعد وہ ڈرائیور پھر شیخ عمر دین کو ملا اور کہنے لگا کہ مولوی صاحب میں نے کوئی ہستی حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شان کی نہیں دیکھی۔ حضور کی دعا سے بالکل صاف بری ہو گیا ہوں۔

قدیمی مسجد نور اور کنوئیں کی آبادکاری

ایک مرتبہ مولوی چراغ دین صاحب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں کرمونوالہ شریف میں حاضر ہوئے۔ باتوں باتوں میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "ریلوے اسٹیشن مغل پورہ (لاہور) کے مشرق کی جانب ریلوے لائن کے قریب ایک بزرگ کی بنائی ہوئی ایک بابرکت مسجد ہے جو کہ عرصہ دراز سے غیر آباد پڑی ہے، اسے آباد کرنا ضروری ہے"

مولوی چراغ دین صاحب لاہور پہنچے اور مسجد کی تلاش میں مغل پورہ گئے ، وہاں انہوں نے ریلوے لائن کے قریب ایک مسجد دیکھی اور سمجھے کہ یہی وہ مسجد ہے، چنانچہ کرمونوالہ واپس جا کر حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ وہ مسجد تلاش کر لی گئی ہے۔آپ نے مسجد کا محل وقوع پوچھنے کے بعد فرمایا کہ یہ وہ مسجد نہیں ہے۔جس بابرکت مسجد کا آباد کرنا مقصود ہے وہ اس مسجد کے مغرب میں واقعہ ہے،دوبارہ جاؤ گے تو مل جائے گی۔

مولوی چراغ دین پھر مسجد کی تلاش میں مغل پورہ پہنچے تو خودرو جھاڑیوں اور درختوں میں چھپی ہوئی ایک پرانی طرز تعمیر کی کشادہ مسجد دکھائی دی ۔ جب پھر مولوی صاحب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ”بس یہی مطلوبہ مسجد ہے،جس سے ملحقہ کنواں بھی ہے“ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کے مطابق جھاڑیاں وغیرہ صاف کر کے مسجد اور کنواں آباد کر دیا گیا ورحسب الارشاد اس کو ”مسجد نور“ کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔یہ بابرکت مسجد آباد ہوگئی اور پانچوں وقت اس میں اللہ کا نام لیا جانے لگا۔

کچھ عرصہ کے بعد ایک دفعہ سرہند شریف سے واپسی پر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہ نفس نفیس اس مسجد میں آ کر چند دنوں کے لیے ٹھہرے ایک دن آپ چہل قدمی کرتے ہوئے مسجد کے جنوبی جانب ایک مقام پر رک گئے اور فرمایا ”اس مقام پر ایک بہت بڑا کنواں ہے اور یہ کنواں بھی انہی بزرگ کا بنوایا ہوا ہے،جن کے ہاتھوں اس مسجد مبارک کی تعمیر ہوئی تھی لہذا یہ کنواں بھی کھود کر چالو کیا جائے اور اس سے آبپاشی کا کام لیا جائے۔اس کنویں کا پانی ہر مرض کے لیے اکسیر کا حکم رکھے گا“ وہ بابرکت مسجد اور کنواں آج بھی مغلپورہ ریلوے اسٹیشن سے تھوڑے فاصلہ پر ریلوے لائن کے ساتھ بارونق اور آباد ہیں،جس جگہ آپ نے کنویں کا نشان دیا تھا وہاں کھدائی کی گئی تو دس فٹ کی گہرائی پر ایک بہت بڑے کنویں کے آثار برآمد ہوئے۔

موت کے منہ سے نجات

مہر غلام محمد، سابق سیکرٹری مارکیٹ کمیٹی اوکاڑہ کا بیان ہے کہ ”حضرت کرمانوالہ“ ریلوے اسٹیشن منظور ہوا تو 15 اکتوبر 1950ء کو اس کا اجراء ہونے والا تھا۔افتتاحی تقریب کی خوشی میں ریلوے اسٹیشن اور گاؤں کو جھنڈیوں سے سجانے کا پروگرام بنایا گیا۔حضرت کرمانوالہ

ریلوے اسٹیشن کے عین سامنے گاؤں میں داخل ہونے کا بڑا دروازہ ہے۔ان دنوں یہ ڈیوڑھی نما عمارت تنہا کھڑی تھی۔کوئی اور مکان اس سے ملحق نہ تھا۔دن کی روشنی میں باقی جگہوں پر جھنڈیاں لگا دی گئیں تو نماز مغرب کی اذان ہوگئی۔ڈیوڑھی پر جھنڈیاں لگانے کا پروگرام ملتوی کر کے ہم سب حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہمراہ نماز ادا کرنے چلے گئے۔نماز ادا کر کے دعا کے بعد ہم جلدی اٹھ آئے اور ڈیوڑھی کی دیوار کے ساتھ ایک سیڑھی لگا کر میں چھت پر جانے کے لیے سیڑھی پر چڑھنے لگا۔اتنے میں دور سے صاحبزادہ صاحبان (جناب محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور جناب عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے آتے دیکھائی دیے وہ بلند آواز سے فرما رہے تھے کہ ڈیوڑھی کے اوپر کوئی آدمی نہ چڑھے۔حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صاحبزادہ صاحبان کو حکم دیا ہے کہ وہ خود سیڑھی پر چڑھ کر جھنڈیاں لگائیں۔ چنانچہ مہر صاحب پھر سیڑھی سے نیچے اتر آئے۔دونوں صاحبزادہ صاحبان بیک وقت اوپر جانا چاہتے تھے لیکن سیڑھی کمزور تھی۔اس لیے صاحبزادہ محمد علی شاہ ایک ہاتھ میں ہتھوڑی اور دوسرے میں ٹارچ لے کر سیڑھی پر چڑھ گئے۔ابھی چھت پر نہیں اترے تھے کہ ٹارچ روشن کی،سیڑھی کے عین سامنے ایک لمبا سا زہریلا سانپ لیٹا ہوا نظر آیا۔صاحبزادہ صاحب نے ہتھوڑی کا وار کیا اور سانپ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

اللہ،اللہ ولی کامل کی نگاہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔سانپ کی موجودگی کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فی الفور میری حفاظت کا انتظام فرما دیا اور صاحبزادہ صاحبزادگان کو روانہ فرما کر مجھے موت کے منہ سے بچا لیا۔میں چھت پر اترتا تو یقیناً سانپ مجھے ڈس لیتا۔

مشکل مسئلہ حل کر دیا

واعظ شیریں بیان مولانا محمد سعید احمد نقشبندی خطیب مسجد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان فرمایا کہ 1960ء میں ایک شرعی مسئلہ سمجھنے اور شرف زیارت حاصل کرنے کے لیے حاضر خدمت ہوا۔سردی کا موسم تھا آپ اس وقت اپنی حویلی کی چار دیواری کے اندر شمال مغربی کونے میں بستر پر تشریف فرما تھے۔ناچیز قریب پہنچا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے از

راہ عنایت و مہربانی کرتے ہوئے اپنے قدم مبارک کے پاس زمین پر بیٹھنے کا ارشاد فرمایا۔ بندہ جب اس قدر قریب ہو کر بیٹھ گیا تو آپ نے اپنے پاس رکھی ہوئی ایک کتاب ہاتھ میں لے کر فرمایا ،مولوی صاحب اس کتاب کے فلاں صفحہ کی عبارت پڑھیں۔ میں نے کتاب کھولی، فارسی زبان کی کتاب تھی جب میں نے اس صفحہ پر تحریر شدہ عبارت پڑھی تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کیونکہ اس مقام پر اسی مسئلہ کی وضاحت درج تھی جو میں سمجھنے کے لیے حاضر ہوا تھا۔ جب میں مکمل عبارت پڑھ چکا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ''مولوی صاحب کیا مسئلہ سمجھ میں آ گیا ہے؟'' میں نے اثبات میں جواب دیا اس کے بعد مختلف علمی مسائل پر آپ کافی دیر تک روشنی ڈالتے رہے اور میں آپ کے تبحر علمی سے مستفید ہوتا رہا۔ سادہ الفاظ میں بہت سے دقیق مسائل کی وضاحت فرمادی۔

دست غیب

مولوی مقصود احمد سکنہ باجڑہ گڑھی ایک مڈل سکول میں صدر مدرس تھے۔ ان کی تنخواہ 35 روپے ماہوار تھی۔ کئی سال تک کوئی ترقی نہ ہوئی مگر اس قلیل تنخواہ میں بھی اتنی برکت ہوئی کہ انہوں نے اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلائی اور رہائشی مکان کی پرانی عمارت مسمار کر کے نئی پختہ عمارت بھی تعمیر کر لی۔ اک دفعہ ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں عرض کروں کہ میری تنخواہ میں اضافہ کیا جائے۔ حاضر ہوئے تو بقول

اے لقائے تو جواب ہر سوال

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود ہی فرمایا ''مقصود احمد تمہاری تنخواہ کتنی ہے؟'' وہ جواب دینے نہ پائے تھے کہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود ہی ارشاد فرمایا کہ جاؤ بتانے کی کیا ضرورت ہے کوئی کمی نہیں رہے گی۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حضور انور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس ارشاد مبارک کے بعد ان کی تنخواہ میں ہر سال اضافہ ہونے لگا۔ حتیٰ کہ ریٹائرمنٹ کے وقت ان کی ماہوار تنخواہ 335 روپے تک پہنچ چکی تھی جبکہ ان دنوں گورنمنٹ کے افسران کی اتنی تنخواہ ہوتی تھی۔ تمام بچوں کی شادیوں میں فراخدلی سے خرچ

کیا اور دست غیب کی عطائیں بڑھتی ہی گئیں۔

1964ء میں ملازمت سے ریٹائر ہو گئے تو خدمت اقدس میں حاضری کے وقت عرض کیا، حضور تمام سرکاری ملازمین کو پنشن مل جاتی ہے مگر میری پنشن نہیں ہے حضور انور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا، منشی جی! فکر نہ کرو۔ اللہ کریم تمہاری پنشن بھی مقرر فرما دیں گے" چنانچہ دوسرے ریٹائرڈ مدرسین کے ساتھ مل کر تھوڑی سی کوشش کرنے کے بعد حضور انور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کے مطابق آغاز ملازمت سے سب کی سرکاری سروس شمار کر لی گئی اور اللہ کریم کے فضل سے سب کو پنشن مل گئی۔

عرضداشتوں پر فوری فیصلے

محمد امین شرقپوری نے بیان کیا کہ ایک دن حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضری کے لیے جا رہا تھا۔ دوران سفر دل میں خیال گزرا کہ اعلیٰ حضرت سرکار شرقپوری حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو حاضر ہونے والوں کی عرضداشتوں پر فوراً فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے۔ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکثر معاملات میں اس قسم کی تیزی سے تصفیہ نہیں فرماتے۔

خدمت اقدس میں باریاب ہوا تو آپ حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک کتاب کا مطالعہ فرما رہے تھے۔ اتنے میں ایک مولوی صاحب چند ہمراہیوں کے ساتھ آ کر بیٹھ گئے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مولوی صاحب کی جانب نظر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا "مولوی صاحب! کیا آپ کے ساتھ آٹھ آدمی ہیں؟" مولوی صاحب کہنے لگے، جی ہاں۔ ان لوگوں پر قتل ....

حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا "مولوی صاحب، کسی انسان کو جان سے مار دینا بہت بڑا گناہ ہے، یہ لوگ توبہ کریں، اللہ تعالیٰ ان کو بَری کر دے گا اور یہ داڑھی نہ منڈوایا کریں" مولوی صاحب نے پھر عرض کیا کہ مقدمہ میں پہلے سے کچھ رعایت ہو گئی ہے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے آپ سے کہہ دیا ہے کہ یہ لوگ سچے دل سے توبہ کریں کہ پھر ایسی حرکت نہیں کریں گے، اللہ تعالیٰ بَری کر دیں گے، اب آپ لوگ جائیں۔

ان کے جانے کے بعد حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نظر شفقت سے مولوی محمد امین

45

صاحب (مرحوم) کی طرف دیکھا، مولوی صاحب نے سرخم کرلیا اور اپنے قلبی وسوسہ پر پشیمان ہوئے۔

کرامات بعداز وصال

مندرجہ بالا کرامات کے علاوہ ہر لمحہ اور ہر ساعت آپ سے خوارق ظاہر ہوتے رہتے تھے۔اس لیئے طوالت بیان سے اجتناب کے لئے اسی پر اکتفا کرنا ہی مناسب ہے۔

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچین بہار تو ز داماں گلہ دارم

یہ باب تشنہ تکمیل ہی رہے گا اگر اس میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ان تصرفات کا مختصراً ذکر نہ کیا جائے جن کا ظہور وصال کے بعد ہوا۔ یہ مسلمہ امر ہے کہ اولیاء اللہ عین حیات میں مخلوق خدا کو ہر طرح نفع پہنچاتے ہیں ان کی ظاہری اور باطنی اصلاح کی جانب اپنی ہمت صرف فرماتے ہیں۔لیکن وصال کے بعد یہ سلسلہ بدرجہ اولیٰ جاری رہتا ہے اور ان کے متوسلین اور عوام الناس ان کے فیضان سے برابر بہرہ ور ہوتے رہتے ہیں آپکی حیات مبارکہ میں ایک شخص نے بذریعہ خط یہ سوال کیا کہ کیا اولیائے کرام اپنے وصال کے بعد بھی اپنی ظاہری حیات کی طرح اپنے مریدین/متوسلین کی مدد واعانت کرتے ہیں۔مولوی اکرام صاحب نے اس کے جواب میں لکھا کہ اولیائے کرام اپنے وصال کے بعد اپنی ظاہری حیات میں دنیاوی کاموں میں مصروفیت ختم ہو جانے کی وجہ سے اپنے مریدین/متوسلین کی زیادہ بہتر طور پر مدد فرما سکتے ہیں اس خط کا جواب جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں پڑھ کر سنایا گیا تو آپ بہت خوش ہوئے اور اس کی تائید فرمائی۔اکثر احباب نے اس (محمد اکرم) فقیر سے ذکر کیا کہ ان کو مشکلات میں جب بھی دربار عالیہ پر حاضری کا موقع ملا مشکلات حل ہو گئیں اور انہیں اطمینان قلب حاصل ہوا۔بعض واقعات یہاں قابل ذکر ہیں۔

☆:۔حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے سے کچھ عرصہ بعد سیٹھ محمد شفیع لاہوری ذیابیطس میں مبتلا ہو گئے۔خون اور پیشاب میں ۶۵۔۷۰ فیصد تک شکر آنے لگی چند دنوں میں ہی ان کی صحت بالکل خراب ہو گئی۔آخر ایک دن لاہور میں واقف اسرار حضرت صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ بخاری دامت برکاتہم نے اپنے ہمراہ ملتان چلنے کا حکم دیا۔بیمار تھے مگر انکار نہ کر سکے اور

ساتھ ہو لیے۔ راستہ میں وہ حضرت کرمانوالہ شریف ایک رات ٹھہرے رات کو سیٹھ محمد شفیع دربار پر حاضر ہوئے اور دیر تک ان پر رقت طاری رہی پھر عرض کیا۔ ''حضور کبھی وہ بھی دن تھے کہ آپ پیار سے ''سیٹھا سیٹھا'' کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ اب آپ اس ناچیز غلام کی خبر نہیں لیتے کہ کس حال میں ہوں مجھے تو اس موذی مرض نے نڈھال کر دیا ہے۔''

دوسرے دن حضرت صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم کے ہمراہ ملتان روانہ ہو گئے وہاں ڈاکٹروں کے بتائے ہوئے سب پرہیز بالائے طاق رکھ دیے ملتان سے واپس آئے تو طبیعت بہت حد تک برقرار معلوم ہوتی تھی۔ جب لاہور پہنچ کر ڈاکٹروں سے معاینہ کروایا تو سب حیران رہ گئے کہ شکر کا نام ونشان تک نہ تھا کرم پر کرم یہ کہ آج تک پھر وہ تکلیف نہیں ہوئی۔

☆:۔ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کے وصال کے بعد تیسرے سال عرس مبارک کے موقع پر رائے نیاز احمد خاں مرحوم، سیٹھ محمد شفیع اور یہ (محمد اکرم) فقیر دربار عالیہ پر حاضر تھے کہ فیصل آباد سے خان فضل الرحمن خاں بھی مزار مقدس پر آئے اور آتے ہی زاروقطار رونے لگے۔ وہ کسی بیماری کی وجہ سے بالکل نحیف ونزار ہو چکے تھے۔ جب تھوڑی دیر کے بعد ان کو کچھ سکون حاصل ہوا تو رائے نیاز احمد خاں نے مزاج پرسی کی۔ انہوں نے گلوگیر آواز میں عرض کی کہ وہ ایک عرصہ سے بیمار ہیں اور علاج کرتے کرتے تھک چکے ہیں دعا کے لیے اب یہاں حاضر ہوئے ہیں سب احباب نے مل کر ہاتھ اٹھائے اور ان کے لیے حضور رب العالمین میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے توسل سے دعا کی سیٹھ صاحب نے با آواز بلند کہا۔ ''سرکار'' آپ کے دربار فیض بار میں حاضر ہونے والا سائل خالی نہ جائے اس پر لطف وکرم فرمایا جائے اور شفا بخشی جائے۔''

فضل الرحمن خان اسی شام واپس فیصل آباد چلے گئے کچھ دنوں کے بعد جب لاہور میں ملے تو بالکل تندرست وتوانا تھے۔ پھر ان کو اس مرض کی تکلیف نہ ہوئی۔

☆:۔ سید سخاوت حسین بخاری ایم اے ایل ایل بی پلیڈر ضلع کچہری شیخوپورہ میں وکالت کرتے تھے۔ وہ ضلع شیخوپورہ کی شیعہ کمیٹی کے صدر بھی تھے۔ ان کا بیان ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد وکالت کے پیشہ سے ان کا جی بھر گیا۔ لیکن وہ اسے کسب معاش کا ذریعہ سمجھ کر وقت گزارتے رہے اسی دوران حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حالات وکمالات سن کر ان کو آپ کی زیارت

کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ وہ حضرت کرمانوالہ شریف نزد اوکاڑہ جا پہنچے پہلی ہی ملاقات میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گرویدہ ہو گئے پڑھے لکھے تھے۔ آپ کے ہاں شریعت اور سنت کا مکمل اتباع دیکھا تو بے حد متاثر ہوئے۔ شیخوپورہ واپس گئے تو پیشہ وکالت سے اور بھی دل سرد ہو گیا اور اسے ترک کرنے کا ارادہ لے کر پھر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ روزی رساں ہیں۔ وہ معاش کا کوئی اور بہتر ذریعہ بنا دیں گے۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔

تھوڑے دنوں کے بعد ان کو فیصل آباد زرعی یونیوسٹی میں جگہ مل گئی اور وقت گزرنے لگا جب کچھ عرصہ بعد پھر حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ تنخواہ کیا ملتی ہے؟ عرض کیا کہ "تین سو روپے ماہوار" آپ نے فرمایا پانچ سو روپیہ ہو جائے گی اور پھر ہزار روپیہ ہو جائے گی فکر نہ کریں۔" مگر تھوڑے ہی دنوں کے بعد افسران بالا سے ان بن ہو گئی اور ملازمت سے علیحدگی اختیار کرنا پڑی کچھ دن بیکاری میں گزرے تو پریشانی لاحق ہوئی اسی حالت میں اپنے حقیقی بھائی پروفیسر شجاعت حسین بخاری سے ملنے لاہور گئے۔ باتوں باتوں میں بھائی صاحب نے کہا کہ آپ اپنے پیرومرشد حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے توسل سے کیوں کوشش نہیں کرتے۔ حضرت صاحب کا وصال ہو چکا تھا۔

ان سے رخصت ہو کر وہ گھر گئے اور وہاں سے حضرت کرمانوالہ شریف دربار عالیہ میں حاضری کے لیے روانہ ہو گئے وہاں پہنچ کر مزار شریف پر حاضری دی اور حاضری کے وقت زبان خاموشی سے اپنی بیکاری کا حال خدمت اقدس میں بیان کیا۔

واپس گئے تو جلد ہی ان کو واپڈا میں جگہ مل گئی اور وہ بطور فورمین تربیت حاصل کرنے لگے۔ تنخواہ تین سو روپے ماہوار مقرر ہوئی ایک سال کے بعد وہ بطور مستقل فورمین پانچ سو روپے ماہوار تنخواہ پانے لگے اور پھر جلدی ہی الاؤنس وغیرہ شامل کر کے ان کو ایک ہزار روپیہ ماہوار ملنے لگا۔ واپڈا کالونی میں ان کو رہائش کے لئے ایک بنگلہ بھی مل گیا۔

☆۔ مولانا عبدالتواب صدیقی صاحب نے حضرت کرمانوالہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس مبارک فروری 2003ء میں بیان کیا کہ میں اپنے والد بزرگوار مولوی محمد عمر اچھروی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اتنے میں ایک شخص حاضر ہوا جس کا لڑکا کافی عرصہ سے لا پتہ تھا اس نے دعا کے لیے عرض کی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جاؤ لڑکا مل جائیگا لیکن اس شخص کی تسلی نہ ہوئی اگرچہ آپ نے دو تین مرتبہ اسی طرح فرمایا آخر بیلیوں کے سمجھانے سے وہ باہر آ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ میں اپنا لڑکا لیکر ہی جاؤنگا۔ اتنے میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ باہر تشریف لائے اور اسے وہیں دیکھ کر بہت ناراض ہوئے اور اس کو ایک تھپڑ رسید کر دیا کہ یہاں سے جاتا کیوں نہیں ہے چنانچہ وہ شخص وہاں سے چلا گیا اور اوکاڑہ ریلوے سٹیشن پر گاڑی میں سوار ہونے لگا لیکن اسی ڈبہ سے اسکا لڑکا نیچے اتر رہا تھا دونوں باپ بیٹا مل کر بہت خوش ہوئے اور وہ لڑکے کو لیکر حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

جب یہ واقعہ نواب صاحب نے بیان کیا تو عرس میں ایک شخص حاضر تھا جس کا بیٹا گذشتہ دو تین سال سے لاپتہ تھا اس نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے روضہ مبارک پر عرض کی حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ اپنی ظاہری حیات میں تو لوگوں کی امداد فرماتے رہے ہو لیکن میں تو اولیاء اللہ کو زندہ ہی مانتا ہوں اس لئے میرے گمشدہ لڑکے کو بازیاب کرائیں چناچہ وہ دعا کر کے اپنے گھر واپس چلا گیا اور کچھ دن بعد اس نے باؤ محمد شریف درویش آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف کو آ کر بتایا کہ دعا کرنے کے دو تین دن بعد ہی اس کا بیٹا گھر واپس آ گیا تھا۔

اولاد پاک

آخر میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد پاک کے مختصر حالات تبرکا درج کیے جاتے ہیں آپ کے حقیقی چچا سید قطب الدین شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دختر نیک اور پاک بی بی کے بطن سے آپ کے ہاں دو صاحبزادیاں اور پانچ صاحبزادے تولد ہوئے ایک صاحبزادی اور تین صاحبزادے ۱۔سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اول ۲۔حضرت میر طیب علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۳۔سید غلام جیلانی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (صغرسنی میں وفات پا گئے) آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے وقت (جنوری ۱۹۶۶ء) آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد میں سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عفیفہ طاہرہ صاحبزادی اور دو صاحبزادے (سید محمد علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور سید عثمان علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یادگار موجود تھے۔

عمر کے لحاظ سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صاحبزادی سب سے بڑی تھیں اور مستورات کی اصلاح اور رہنمائی کے لیے اعلیٰ حضرت سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے صاحب ارشاد تھیں۔

سید محمد علی شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المعروف بڑے باباجی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بڑے صاحبزادے تھے اور صاحب ارشاد تھے جن کا صال دس جون 1993 ہوا۔حالات کے لیے کتاب ہذا کے حصہ دوم سے رجوع کریں۔

سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے اعلیٰ حضرت کی طرف سے صاحب ارشاد تھے آپ کا اسم گرامی اعلیٰ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تجویز کردہ ہے۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال 9 شعبان 1398ھ بمطابق 15 جولائی 1978ء کو ہوا آپ کے حالات زندگی کے لئے اس کتاب کے حصہ دوم سے رجوع کریں۔



تیرھواں باب

حالات زندگی

حضرت پیر سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

کرمانوالہ بک شاپ

دکان نمبر 2 دربار مارکیٹ لاہور



لختِ جگر

حضرت کرم انوالے رحمۃ اللہ علیہ

سنِ ولادت
۱۹۲۹ء

وصال ۹ شعبان ۱۳۹۸ھ
مطابق ۱۵ جولائی ۱۹۷۸ء

ولادت مبارک

اعلیٰ حضرت کرماں والے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک صاحبزادے میر طیب علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مادر زاد ولی تھے لیکن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کم عمری میں وفات فرما گئے۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے بعد اعلیٰ حضرت کرماں والے سرکار مغموم رہنے لگے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مغموم اور پریشان دیکھ کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پیرو مرشد حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا''شاہ جی فکر نہ کریں رب کریم آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پہلے سے بہتر فرزند عنایت فرمائیں گے۔'' چنانچہ قبلہ باباجی سرکار سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعاؤں کا ثمر ہیں اور قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہی آپ کا اسم مبارک''عثمان علی'' رکھا آپ کا سلسلہ نسب سادات اُچ شریف حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جاملتا ہے۔اور یہ سلسلہ ترتالیس واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہ سے مل جاتا ہے۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے آباؤ اجداد سندھ سے سر زمین پنجاب میں آئے اور مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر سکونت اختیار کرتے ہوئے بالآخر تیرھویں صدی ہجری کے شروع میں دریائے ستلج کے کنارے ضلع فیروز پور کی حدود میں آ کر آباد ہو گئے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جدامجد سید سید علی شاہ المعروف سید سکندر علی شاہ اپنی خاندانی وجاہت اور پاکبازی کی وجہ سے بہت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد ہادی زماں قطب الاقطاب جناب حضرت سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری المعروف حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وجہ سے اس خاندان کی شہرت کو اور بھی چار چاند لگ گئے۔

حضرت قبلہ باباجی سرکار رحمتہ اللہ کی ولادت مبارکہ ۱۹۲۹ء میں موضع کرموں والا ضلع فیروز پور میں ہوئی یہ گاؤں دریائے ستلج کے بائیں کنارے سے تھوڑے سے فاصلہ پر ریت کے ٹیلوں پر واقع ہے اور فیروز پور شہر سے تقریباً پندرہ میل کی مسافت پر مشرق میں واقع ہے۔ بچپن سے ہی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں آثار ولایت نمایاں تھے دراصل آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مادرزاد ولی تھے جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہوش سنبھالا تو ابتدائی تعلیم کے لیے مولوی رحمت علی صاحب مرحوم کی خدمت میں بھیجا گیا باقی تمام علوم ظاہری و باطنی اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فیضان نظر سے حاصل کیے۔ شروع ہی سے آپ نے اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہر کام میں ہاتھ بٹانا شروع کر دیا تھا اور لنگر کا انتظام زمینوں کی دیکھ بھال' مریدین کے دیگر کام ان کو ٹھہرانا اور انکو چھٹی دینا یہ سب کام آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سپرد تھے یہ کام آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زندگی بھر بڑے احسن طریقے سے انجام دیتے رہے۔

قیام پاکستان کے وقت آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عمر مبارک اٹھارہ انیس سال کی تھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے موضع کرموں والا ضلع فیروز پور انڈیا سے ہجرت کرتے ہوئے براستہ قصور پہلے چک 57/E.B عارف والہ اور اس کے بعد پاکپتن شریف عید گاہ میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ ساتھ رہے اور اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ ہی پکا چک (موجودہ حضرت کرمانوالہ شریف) میں 1950ء میں سکونت اختیار کی اور پھر تمام زندگی یہیں قیام کیا۔

حلیہ مبارک

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا رنگ گندمی اور قد دراز تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پیشانی مبارک کشادہ اور بینی مبارک بلند تھی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا دہن اور دندان مبارک بہت خوشنما تھے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ درخت کی تازہ شاخ سے مسواک فرماتے تھے اور کھانے کے بعد خلال استعمال کرتے تھے۔ خلال عموماً نیم کے سرکنڈے کے ہوتے تھے جس کی کڑواہٹ سے دانتوں کو کیڑا نہیں لگتا۔ ریش مبارک زیادہ گھنی نہ تھی اور قدرتی طور پر ایک بالشت دوانگلی پر رک گئی تھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہر جمعۃ المبارک کے دن لبوں کے بال کٹواتے تھے۔

خورد و نوش

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمیشہ سادہ غذا استعمال کرتے تھے کوئی خاص غذا مرغوب نہ تھی۔ گھر میں جو بھی پکتا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بخوشی تناول فرماتے۔ گندم کے موٹے آٹے کی روٹی

سالن کے ساتھ پسند تھی کھیرا اور ککڑی بھی کھانے میں پسند تھے کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ ضرور دھوتے تھے اور بیلیوں (مریدوں) کو بھی اس کی تاکید کرتے تھے کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر کپڑے یا تولیہ سے صاف کرتے اور اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعائے مسنونہ پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ جَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور مسلمان بنایا) اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دانتوں میں خلال فرماتے۔ دودھ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بہت پسند تھا۔

لباس مبارک

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سفید لباس پسند فرماتے تھے۔ گرمیوں میں سر پر عام ٹوپی اور سردیوں میں اونی ٹوپی استعمال فرماتے تھے۔ کہیں باہر جاتے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پگڑی باندھ کر تشریف لے جاتے۔ پگڑی باندھنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رفعت شان کا عجیب اظہار ہوتا تھا۔ عموماً کرتا اور تہبند استعمال کرتے تھے لیکن ایک دو مرتبہ شلوار قمیص بھی زیب تن فرمائی چند مرتبہ شیروانی بھی استعمال فرمائی۔ ایک سفید رومال بائیں کندھے پر ڈال لیا کرتے تھے۔ تہبند سفید لٹھے کا پسند فرماتے تھے کبھی کبھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صوفیانہ رنگ دار لباس بھی استعمال فرمایا پاؤں مبارک میں ہمیشہ سادہ جوتا دیسی ساخت کا پہنتے سیاہ رنگ کا جوتا پہننا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو سخت ناگوار تھا آخری ایام میں سلیپر بھی استعمال کیا۔ عموماً آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سادہ لباس ہی زیب تن فرماتے۔

معمولات وعبادات

باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صبح نماز فجر سے پہلے ہی گھر سے باہر تشریف لے آتے اور تمام بیلیوں کو اٹھا کر اپنے پاس بٹھا لیتے سردی کے موسم میں آگ جلوا لیتے نماز کے وقت آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تمام مریدین کو جماعت سے نماز پڑھنے کا حکم صادر فرماتے اور بعد از نماز کام والے

بیلیوں کو اپنے اپنے کام کی طرف روانہ فرما دیتے دوپہر تک آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مریدین/سائلین کے تمام مسائل غور سے سنتے اور ان کے حل کے لیے دعا فرماتے "رب کریم فضل فرما دیں گے رب کریم مہربانی فرما دیں گے" پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گھر تشریف لے جاتے بعد از نماز ظہر دوبارہ تشریف لے آتے اور بیلیوں سے ملاقات کرتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مادرزاد ولی تھے لیکن کبھی بھی اپنے آپ کو ظاہر نہ ہونے دیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بچوں کے ساتھ بچوں کی طرح بڑوں کے ساتھ مدبرانہ اور زمینداروں کے ساتھ زمینداری طور طریق استعمال کرتے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اتنے سادہ تھے کہ نہ جاننے والا شخص آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پہلی نظر میں ایک زمیندار ہی سمجھتا تھا لیکن جب آپکی گفتگو کسی ڈاکٹر، انجنیئر، دانشور یا اہل علم سے ہوتی تو ان حضرات کو اپنی کم علمی اور کم مائیگی کا احساس ہوتا۔

اخلاق کریمانہ

آپ انتہائی خوش خلق اور خوش ذوق انسان تھے اخلاق حمیدہ اور اوصاف کریمانہ کے مالک تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جو شخص بھی ملنے آتا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہایت خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ بچوں سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت محبت کرتے تھے رات کے وقت آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بچوں کی کشتی کراتے تا کہ ان کی روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ جسمانی تربیت بھی ہو سکے۔ نمود و نمائش اور ریا کاری سے سخت نفرت تھی۔ مجلس میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تشریف آوری پر اگر کوئی تعظیماً اٹھنے کا قصد کرتا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روک دیتے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سفر کے دوران دو تین بیلی (مریدین) آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ ہوتے تھے بعض اوقات آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بڑی ویگن میں سفر کے دوران زیادہ بیلی بھی ہوتے تھے۔

....

(۵) کعبۃ اللہ کی طرف پشت کرنا، تھوکنا یا پیشاب کرنا سخت ناپسند تھا اور اگر کسی کو ایسا کرتے دیکھتے تو اس کو سختی سے روکتے تھے۔ اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرح

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی ہر چیز کو قبلہ رخ رکھنے کا حکم دیتے تھے کیونکہ دنیا کی ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے ارشاد خداوندی ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ آسمان اور زمین کی ہر چیز (اللہ کی) تسبیح بیان کرتی ہے اس لیے ہر چیز کا رخ قبلہ کی طرف کرتے تھے کہ جس طرح انسان قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے تمام جمادات کا رخ بھی قبلہ کی طرف ہو اور وہ تسبیح بیان کر رہی ہوں۔

﴿۵﴾ کسی بیلی کی لغزش یا کوتاہی پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کا نام لے کر اس کی اصلاح نہ کرتے بلکہ عمومی طور پر لغزش کا بیان فرما کر اس کی اصلاح کرتے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی یہ سنت مبارکہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لغزش پر کسی کا نام لے کر نہ ٹوکتے بلکہ عمومی طور پر غلطی بیان فرما کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے زائرین اور متوسلین کی اصلاح کرتے تھے۔

﴿۵﴾ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مریدین/متوسلین سے ایسے اخلاق سے پیش آتے کہ جو کوئی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک مرتبہ مل لیتا وہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا گرویدہ ہو جاتا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دوبارہ ملاقات کا متمنی رہتا۔ مولانا عبدالغفور صاحب گھوڑے شاہ والے بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ایک شخص کو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا اس کی ریش مبارک نہ تھی اور ننگے سر ہی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا میرے دل میں خیال آیا کہ اتنے معزز آدمی نیچے بیٹھے ہوئے ہیں جبکہ یہ شخص اوپر کرسی پر بیٹھا ہے اس کے بعد بھی مولانا موصوف نے اس شخص کو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں کئی بار اسی انداز میں کرسی پر ننگے سر بیٹھے ہوئے دیکھا لیکن کچھ دن کے بعد مولانا موصوف کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ شخص اب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس نیچے ہی باادب بیٹھا تھا اور اس نے داڑھی مبارک رکھ لی تھی یہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اخلاق کریمانہ تھا کہ لوگ خود بخود سنت کی طرف راغب ہو جاتے تھے۔

﴿۵﴾ یہی مولانا فرماتے ہیں کہ انکے ایک ملنے والے محمد لطیف صاحب نے یہ واقعہ خود ان

سے بیان کیا کہ ان کے ایک دوست باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دعا کرانے کی غرض سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میں (محمد لطیف) بھی ان کے ہمراہ تھا۔ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گڑھی شاہو اپنی کوٹھی مبارک میں صوفہ پر تشریف فرما تھے۔ میرے دوست آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مل کر نیچے قالین پر بیٹھ گئے۔ میں (محمد لطیف) کیونکہ سوٹ میں ملبوس تھا اور پیروں فقیروں کا قائل نہ تھا اور میرے ہاتھ میں سگریٹ کی ایک ڈبی بھی تھی میں نے دل میں یہ خیال کیا کہ میں نیچے نہیں بیٹھوں گا اور مجھے اس وقت سگریٹ کی طلب بھی تھی بہرحال ابھی میں انہیں خیالات کی کشمکش میں مبتلا تھا کہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود اٹھ کر میرے پاس تشریف لے آئے اور مجھے ہاتھ سے پکڑ کر اپنے پاس صوفہ پر بٹھا لیا پھر آپ نے بذریعہ کشف میری خواہش سے آگاہ ہوتے ہوئے ایک درویش کو فرمایا بابو جی (محمد لطیف صاحب) نے سگریٹ پینی ہے ان کے لیے ایش ٹرے لاؤ چنانچہ ایش ٹرے آنے کے بعد باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے سگریٹ بھی پیا لیکن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اخلاق عالیہ سے بہت متاثر ہوا اور بعد میں پچھتاتا رہا کہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میرے ساتھ اتنا اچھا سلوک کیا از راہ شفقت سگریٹ پینے کی اجازت عطا فرمائی۔ کم از کم احتراماً ہی مجھے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے سگریٹ تو نہ پینا چاہیے تھا۔

۵۸ محمد یوسف پہلوان رنگ محل والے بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس لاہور کوٹھی شریف گڑھی شاہو حاضر ہوا گھر واپس جانے لگا تو مجھے بہت بھوک لگی ہوئی تھی میں نے ملک فیض لانگری سے لنگر شریف کے بارے میں معلوم کیا تو اس نے کہا ابھی لنگر تیار ہونے میں دیر ہے چنانچہ میں بھوکا ہی گھر واپس آ گیا۔ لنگر تیار ہوا اور باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دریافت کیا کیا محمد یوسف پہلوان لنگر کھا کر گیا ہے اور جب لانگری نے بتایا کہ اس وقت لنگر تیار نہ تھا اور یوسف پہلوان لنگر کھائے بغیر چلا گیا ہے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت ناراض ہوئے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا جب تک یوسف پہلوان لنگر نہ کھائے گا میں بھی نہیں کھاؤں گا چنانچہ حاجی شفیق صاحب رات کو دس بجے میرے گھر لنگر لے کر آئے اور تمام ماجرا بیان کیا میں

نے لنگر شریف کھایا اور اس کے بعد باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لنگر نوش فرمایا۔ یہ تھا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اخلاق کریمانہ اور مریدین سے محبت کا انداز۔

قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہر بیلی (مرید) کی بات غور سے سنتے تھے اور ان کی دلی مراد پوری فرما دیتے تھے اور مریدین کے مسائل کے حل کے لیے دعا فرماتے اور دنیاوی وسائل سے بھی کام لے کر ان کی مدد فرماتے۔ کئی اصحاب علیحدگی میں بات کرنے کا دل میں خیال کرتے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کے خیال سے آگاہ ہو کر خود اٹھ کر اس شخص کو علیحدہ لے جاتے اور علیحدگی میں اس کی بات سن کر کرم نوازی فرما دیتے۔

قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت ہی زیادہ سخی تھے چوہدری محمد قاسم صاحب بھکر والے بیان کرتے ہیں کہ انہیں پارٹی بازی کی وجہ سے ملازمت سے برخاست کر دیا گیا جس کی وجہ سے معاشی تنگی کا شکار ہو گئے اس دوران دو مرتبہ دعا کے لیے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہ صرف دعا فرمائی بلکہ ایک ایک ہزار روپے بھی عنائت فرمائے حالانکہ میں نے یہ رقم نہ لینے کی بہت ضد کی لیکن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے زبردستی یہ رقم لینے پر مجبور کیا۔ ان کے علاوہ بھی بے شمار غریب متوسلین ایسے تھے جو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس حاضر ہوتے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کو آمد ورفت کے علاوہ خرچہ وغیرہ کے لیے بھی رقم عنایت فرماتے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام نامی اسم گرامی عثمان علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھا آپ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخاوت اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت بدرجہ اتم موجود تھی غرض کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسم بامسمّٰی تھے۔

محترم غلام غوث صاحب ساکن کاہنہ نو لاہور کہتے ہیں کہ میرے والد صاحب کو پیر سید عثمان علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مبلغ پانچ صد روپے عنایت فرمائے اور دعا فرمائی اس کے بعد ہم پر کثیر برکات اور رحمتیں نازل ہونا شروع ہو گئیں۔

چوہدری محمد قاسم صاحب بھکر والے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ قبلہ باباجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھکر تشریف لائے وہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کے لیے ڈیرہ چوہدری عبدالغفور پر حاضر ہوئے اور رات وہیں بسر کی قبلہ باباجی سرکا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رات خواب میں

تشریف لائے اور فرمایا کہ اپنے بیٹے کی شادی فلاں شخص کے گھر کر دینا۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حکم کے مطابق رشتہ طے ہو گیا اور دونوں خاندان ایک دوسرے سے منسلک ہو گئے یہ تھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بیلیوں (مریدین) کے ساتھ محبت اور لگاؤ کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کی تمام ضروریات کا خیال رکھتے تھے۔

۞ چوہدری محمد ادریس لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ وہ 1978ء میں عارف والہ میں تعینات تھے۔ وہاں چک نمبر 11 میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متوسلین بشیر ورک اور عنایت ورک کی لڑائی جھگڑے کے دوران کچھ آدمی قتل ہو گئے پولیس کی کاروائی سے بچنے کے لیے وہ دونوں روپوش ہو گئے ان کا مال مویشی پولیس پکڑ کر لے گئی اور انکے بچوں کو پولیس سے بچنے کی خاطر اپنا گھر بار چھوڑنا پڑا وہ بہت پریشان تھے قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کے بچوں کو اپنے پاس 36 چک پاکپتن شریف میں رہنے کو جگہ دی اور انہیں (چوہدری ادریس صاحب) کو انکے مویشی چھڑانے کا حکم دیا چنانچہ پولیس حکام نے محض باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر کرم کی وجہ سے ان کے مال مویشی چھوڑ دیے حالانکہ چوہدری صاحب کی پولیس والوں سے کوئی علیک سلیک نہ تھی۔

۞ یہی چوہدری صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہ راقم کے ساتھ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں 36۔ چک پاکپتن شریف حاضر ہوئے وہاں زمین کو ہموار کرنے کے لیے باڈوزر چل رہا تھا اور قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سخت گرمی میں چارپائی پر بیٹھے خود کام کی نگرانی کر رہے تھے۔ نماز مغرب کا وقت ہوا تو ہم نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی معیت میں نماز ادا کی۔ نماز کے لیے جب ہم کھڑے ہوئے تو چوہدری ادریس صاحب ریش نہ ہونے کی وجہ سے پچھلی صف میں کھڑے ہو گئے لیکن اس صف میں کوئی اور شخص نہ تھا وہ سخت شرمندگی اور ندامت محسوس کر رہے تھے کہ اتنے میں باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہیں اپنے پاس صف میں کھڑا کر لیا اور قانون میں عارضی ترمیم فرما دی کیونکہ نماز باجماعت میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے پوری داڑھی نہ رکھنے والے حضرات کو پہلی صف میں کھڑے ہونے کی اجازت نہ تھی اس طرح آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کمال شفقت سے چوہدری صاحب کو شرمندگی سے بچا لیا۔

چوہدری ادریس صاحب ہی بیان کرتے ہیں کہ میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جنازہ میں شریک ہوا۔ نماز جنازہ کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جسم اطہر کو برائے زیارت عام و خاص مسجد میں رکھ دیا گیا۔ عقیدت مندوں میں بہت زیادہ رنج و غم تھا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آخری زیارت کے لیے ہر شخص بیتاب تھا اس بے قرار ہجوم کی وجہ سے چوہدری صاحب کو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کا موقع نہیں مل رہا تھا انہوں نے دور ہی کھڑے ہو کر دل میں بابا جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کی ''حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی حیاتی (زندگی) میں مجھ پر اتنا کرم اور جاتے ہوئے زیارت بھی نہیں کرانی''۔ اس کے بعد وہ بھی لائن میں لگ گئے جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قریب پہنچے تو ڈیوٹی پر موجود شخص نے ان کو لائن سے باہر نکال کر بابا جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قریب کھڑا کر دیا اور کہا ''بابو جی آپ جی بھر کر زیارت کر لیں آپکو کوئی نہیں پوچھتا''۔ بابا جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دل سے نکلی ہوئی ہوک سن لی اور بے انتہا کرم نوازی کر دی۔

راقم بھی قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نماز جنازہ میں شامل تھا جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا جنازہ مسجد میں نماز کے لیے لے جایا جا رہا تھا تو راقم کو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی چارپائی سے بندھا ہوا ایک بانس ہاتھ آ گیا اور راقم نے اسے مضبوطی سے پکڑ لیا لیکن اتنے زیادہ ہجوم کی وجہ سے کئی دفعہ راقم کا دم بھی گھٹنے لگا لیکن راقم نے اس وقت قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کی اور ایسا محسوس ہوا کہ کسی نے میرے پاس سے یک دم لوگوں کو ہٹا دیا اور میرے ہوش و حواس ٹھیک ہو گئے اس جنازہ کے دوران کئی مرتبہ ایسا ہوا اور راقم کے عرض کرنے پر بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کمال مہربانی فرمائی۔

بھینس کا عطا کرنا

سید جلیل احمد شاہ واں رادھا رام والے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان کا مہینہ تھا اور انکے پاس کوئی بھینس نہ تھی قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ اس وقت چک نمبر 36 پاکپتن شریف میں تھے جلیل شاہ صاحب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں بھینس لینے کے لیے حاضر ہوئے لیکن انہوں نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھینس مانگنے کی جرات نہ کی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کافی دیر باتیں ہوتی رہیں قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی فرمایا جلیل شاہ چلو تمہیں اپنی

بھینسیں دکھائیں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھینسیں دکھاتے رہے اور جلیل شاہ صاحب سے تبصرہ کے لیے فرماتے رہے جلیل شاہ صاحب ازراہ مذاق ہر بھینس میں نقص نکالتے رہے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی سب سے اچھی بھینس کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے اور حسب سابق جلیل شاہ صاحب سے دریافت فرمایا کہ یہ بھینس کیسی ہے انہوں نے پھر ازراہ مذاق کہا یہ بھینس بھی اچھی نہیں ہے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جلیل شاہ صاحب سے فرمایا کہ اس بھینس کا مجھے اگر بیس ہزار روپیہ بھی دیں تو میں یہ بھینس نہ دوں گا جلیل شاہ صاحب بغیر بھینس مانگے واپس گھر چلے گئے لیکن دوسرے روز انکی حیرانگی کی حد نہ رہی کہ قبلہ باباجی سرکار نے اپنے ایک درویش کے ہاتھ اپنی سب سے اچھی بھینس ان کے گھر بھیج دی تھی۔ یہ شان تھی قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کہ اپنے بیلیوں (مریدوں) کو بن مانگے عطا کر دیتے تھے۔

(5) میاں محمد یوسف صاحب بوریوالہ والے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ یہ ناچیز (میاں محمد یوسف) پاکپتن شریف بہشتی دروازہ سے گذرنے کے لیے گیا تو وہاں مغرب کے وقت بہشتی دروازے کے سامنے بیٹھا تھا دروازہ کھلنے سے قبل مشائخ عظام کی آمد کے وقت تمام لوگوں کو یہاں سے نکالنا شروع کر دیتے ہیں جب خدام نے وہاں سے لوگوں کو نکالنا شروع کیا تو میں بڑا پریشان کھڑا تھا کہ بڑی مشکل سے یہاں پہنچا ہوں اب یہ لوگ باہر نکال دیں گے نہ جانے پھر آسانی سے داخل بھی ہو سکوں گا یا نہیں اسی تذبذب میں تھا کہ مشائخ کرام کی آمد شروع ہو گئی اچانک میری نظر پڑی تو حضور باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نورانی چہرہ بھی مشائخ عظام کے جھرمٹ میں نظر آیا بس پھر کیا تھا میری جان میں جان آئی اتنے میں باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی التفات کریمانہ فرمائی اور اتنے رش میں مجھ بے نوا کو اپنے قریب آنے کا اشارہ فرمایا جب میں ازدھام کو چیرتا ہوا باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قریب گیا تو فرمانے لگے محمد یوسف پریشان کیوں ہو میں نے عرض کی حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بڑی جدوجہد سے یہاں پہنچا ہوں یہ لوگ اب یہاں سے باہر نکال رہے ہیں اتنے میں قفل کشائی ہو گئی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا لو جتنی بار دل چاہتا ہے بہشتی دروازے سے گذرو۔ اولیاء اللہ اپنے عقیدت مندوں کو پہچان لیتے ہیں اور مشکل کشائی اور حاجت روائی فرماتے ہیں۔

دراصل اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے بعد قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کبھی آرام سے نہیں بیٹھے اور جہاں بھی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدین آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مدد کے لیے پکارتے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فوراً وہاں خود بنفس نفیس پہنچ جاتے تھے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کسی مرید نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بلایا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہ پہنچے ہوں غرض یہ کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دن رات ان کی خیرخواہی میں لگے رہے اور آخر دم تک ان کی اخلاقی' مالی اور روحانی امداد فرماتے رہے اسی کو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی زندگی کا نصب العین بنایا ہوا تھا۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پردہ نسواں کے سخت پابند تھے اور اپنے مریدین کو بھی اس پابندی کا حکم فرماتے۔ اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرح عورتوں کو اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دیتے تھے بلکہ بے بے جی پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا (آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہمشیرہ) کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیتے یا انکے محرم کے ذریعے انکے مسائل معلوم کر کے ان کے لیے دعا فرماتے اور ان کا حل تجویز فرماتے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زنان خانے میں آٹھ نو سال سے زیادہ عمر کا بچہ نہ جا سکتا تھا۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہایت نفاست پسند تھے کسی امر میں ذراسی کجی بھی ناقابل برداشت تھی۔ مسجد کی صفیں ہوں یا کھیتوں کے راستے یا حدبندی غرض ہر چیز میں ذراسی کجی یا ترچھا پن برداشت نہیں فرماتے تھے چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ عالیہ سے ضلع ساہیوال اور اوکاڑہ کے ذاتی کھیتوں کی وٹ بھی قبلہ رخ ہیں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمیشہ اپنے عقیدت مندوں /بیلیوں کے احوال کی درستی کی طرف متوجہ رہتے تھے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی معمولی سے معمولی سنت سے انحراف کو بھی برداشت نہ فرماتے تھے اور سنت کی خلاف ورزی پر فوراً ٹوک دیتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے متوسلین/مریدین کے نہ صرف دین میں اعلیٰ مراتب کے خواہش مند تھے بلکہ انکو دنیاوی مدارج میں بھی اعلیٰ مقام پر دیکھنے کے خواہشمند تھے۔

عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہمیشہ مخمور رہتے اور اٹھتے بیٹھتے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان پر انوار میں رطب اللسان رہتے حاجی شفیق صاحب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نعت خواں سفر وحضر میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ رہتے اور حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح سرائی کرتے رہتے یہ سلسلہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تمام حیات پر محیط تھا۔

(۵) جناب غلام محمد صاحب غازی آباد لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان سے بہت نعتیں سنا کرتے تھے ان نعتوں میں سے ایک نعت یہ بھی ہے:

نعت شریف پنجابی زبان میں

راتاں کتاں تے راتاں تمباں تے میں راتاں تانا لاواں
جے کر تند کو لڑ پے جائے تے روز حشر نوں بخشیا مول نہ جاواں
جس دن ہو سی حشر دہاڑا وانگ تانبے زمین سورج نال تپا سی
وانگ تونبے فلاٹ اڑن گے تے پیش کسے دی نہ جاسی
جس دن ہوسی حشر دہاڑا تے دنیا بھج بھج جاسی
عیسیٰ، موسیٰ، سب پیغمبر آکھن گے تے باہجھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیش کسے دی نہ جاسی

پابندی شریعت

قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شریعت کے ہر طرح سے پابند تھے اور چھوٹی سے چھوٹی سنت کی ادائیگی کا خیال رکھتے تھے اپنے مریدین/متوسلین کو بھی اتباع سنت کی ہمیشہ تاکید فرماتے اور کوئی کام بھی خلاف شریعت دیکھتے تو جوش میں آجاتے اور اس کو فوراً سنت کے مطابق ادائیگی کا حکم فرماتے کوئی کام بھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کبھی خلاف سنت سرزد ہوتے نہیں دیکھا گیا۔

ایک مرتبہ راقم عرس کے سلسلہ میں حضرت کرمانوالہ شریف گیا ہوا تھا ختم شریف کے

بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسجد سے نکلنے لگے تو بیلیوں (مریدین) نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو چاروں طرف سے گھیرا ہوا تھا میرے دل میں خیال آیا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اتنے مریدین نے گھیرا ہوا ہے کیا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسجد سے نکلتے ہوئے سنت کے مطابق بایاں پاؤں باہر نکالتے ہیں یا نہیں لیکن میری خوشی کی کوئی حد نہ رہی جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اتنے لوگوں میں گھرے ہونے کے باوجود اپنا بایاں پاؤں مبارک مسجد سے باہر نکالا۔ یہ تھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اتباع سنت کی ایک مثال۔

آپ کسی خوشی والی بات پر ہنستے ضرور تھے لیکن آپ کی آواز مبارک بلند نہ ہوتی تھی کیونکہ بلند آواز میں ہنسنے کی حدیث پاک میں ممانعت آئی ہے۔

غلام باری صاحب لاہور والے بیان فرماتے ہیں کہ انکا محکمانہ امتحان تھا انہوں نے باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کیا کیا ہی اچھا ہو کہ انہیں امتحانی پرچہ معلوم ہو جائے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے ان سے استفسار کیا کہ کیا انہوں نے یہاں کوئی کام خلاف سنت ہوتے دیکھا ہے یعنی امتحانی پرچہ کے افشاء سے لوگوں کی حق تلفی ہوتی جو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو گوارا نہ تھی کیونکہ یہ خلاف سنت ہوتا اس واقعہ کی مزید تفصیل کسی دوسری جگہ درج ہے۔

ایک دن قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چک نمبر ۳۶ تشریف لے گئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک درویش نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے کھانا پکایا لیکن اس کے پاس پیاز نہ تھی اس نے پڑوسیوں کی زمین سے بغیر اجازت پیاز توڑ کر استعمال کر لی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کھانا کھانے بیٹھے تو ابھی پہلا لقمہ ہی توڑا تھا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس درویش کو بلایا اور اس سے دریافت کیا اس میں پیاز کہاں سے توڑ کر ڈالی ہے اور جب اس درویش نے بتایا کہ پڑوسیوں کی زمین سے بغیر اجازت پیاز توڑ کر سالن میں استعمال کی ہے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہ کھانا تناول نہ فرمایا۔

حاجی شفیق صاحب بیان کرتے ہیں کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مرتبہ ماہ صیام میں ایک جگہ سے گذرے تو لوگوں نے روزہ نہیں رکھا تھا اور حقہ پی رہے تھے آپ

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت سخت ناراض ہوئے کیونکہ شریعت کے خلاف ہر کام سخت ناپسند تھا۔ انہیں حقہ پینے سے سختی سے منع کیا اور ماہ صیام میں روزے رکھنے کی تاکید کی۔

۵ اتباع سنت کی طرف راغب کرنیکا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا انوکھا انداز تھا ایک مرتبہ راقم آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا اور اس وقت راقم نے بوٹ پہنے ہوئے تھے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے دیسی جوتے کیطرف اشارہ کرتے ہوئے مجھ سے دریافت فرمایا ''باؤ جی کبھی ایسی جوتی بھی پہنی ہے'' اس سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد مجھے سنت کی طرف راغب کرنا تھا۔

اعلیٰ حضرت کرمانو الے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے والہانہ محبت اور روحانی رابطہ

اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ سے بے حد محبت فرماتے تھے اور قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بے حد محبت اور آپکا احترام کرتے تھے۔ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اعلیٰ حضرت سرکار سے اتنی عقیدت اور محبت تھی کہ کوئی کام بھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مرضی کے خلاف نہیں کرتے یہاں تک کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اگر اوکاڑہ شہر (جو کرمانوالہ شریف سے صرف تین میل کی مسافت پر ہے) جانا ہوتا تو اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اجازت لے کر جاتے۔

۵ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایسا روحانی رابطہ تھا جیسا ایک دوسرے سے ٹیلی فون پر رابطہ ہوتا ہے چنانچہ اکثر مریدین کرمانوالہ شریف میں آ کر کئی کئی دن رہتے اور جانے کے لیے باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اجازت کے لیے عرض کرتے اگر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انہیں اجازت فرمادیتے تو اعلیٰ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی انہیں اجازت مرحمت فرمادیتے اور اگر قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انہیں اجازت نہ دیتے تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی انہیں اجازت نہ دیتے تھے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عموماً کسی شخص کو مرید فرماتے تو اس کو ہدایت کرتے کہ پیر جی (باباجی) سے مل لو یعنی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید تربیت کے لیے مریدین کو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس بھیج دیتے تھے۔

(۵) آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے آپس میں روحانی رابطے کا اس واقعہ سے بھی پتہ چلتا ہے بشیر احمد دھوبا غازی آباد لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مسجد نور مغلپورہ میں نماز تراویح پڑھ رہا تھا کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لائے مولوی قربان علی صاحب امام مسجد کو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ نماز کے بعد بیلیوں (مریدین) کو میرے پاس لے کر آئیں چنانچہ نماز کے بعد تمام لوگ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تمام لوگوں سے ان کے احوال دریافت کئے اور ان کو جانے کی اجازت دے دی لیکن مجھے اجازت نہ دی اور رات وہیں رہنے کو کہا۔ صبح جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ واپس تشریف لے جانے لگے تو مولوی قربان علی صاحب کو فرمایا کہ عید کے بعد مجھے (بشیر احمد) کو اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں بیعت کرانے لے لیے کرمانوالہ شریف لے کر آنا جس دن مولوی قربان علی صاحب کو مجھے اعلیٰ حضرت سرکار کی خدمت میں لے جانے کو کہا اسی رات میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں میکلوڈ روڈ لاہور سائیکل پر سوار کسی کام کے سلسلہ میں جا رہا ہوں میرے آگے آگے ایک بزرگ بھی تشریف لے جا رہے ہیں اور ان کے ساتھ کچھ مریدین بھی ہیں۔ میں سائیکل سے اتر کر ان بزرگ کے پیچھے چلنے لگتا ہوں کچھ دیر بعد ان بزرگ نے بغیر گردن موڑے اپنے ایک مرید سے فرمایا کہ پیچھے آنے والا کون شخص ہے اس مرید نے پیچھے مڑ کر میری طرف دیکھا اور مجھ سے میرے متعلق معلوم کر کے اعلیٰ حضرت سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں گوش گزار کیا اس بزرگ نے کمال مہربانی سے مجھے اپنے پاس بلایا اور مجھ سے دریافت کیا کہ کیا کام کرتے ہو اور میرے بتانے پر کہ میں دھوبی ہوں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کے کپڑے دھو کر صاف کرتے ہو اور میں لوگوں کے دل صاف کرتا ہوں کچھ دور آگے چل کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے ایک مسجد کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ آج گرمی بہت ہے اس مسجد کے کنویں سے پانی نکالو اور نہا لو یہ فرما کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آگے چلے گئے میں نے مسجد میں جا کر کنویں سے پانی نکالا اور نہانے لگا اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔ عید کے تیسرے دن مولوی قربان علی صاحب مجھے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں لے گئے میں آپ کے پاس جا کر کھڑا ہی ہوا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے دریافت

کیا کہ برخوردار آپ نہا لئے تھے میں نے عرض کی حضور نہا لیا تھا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا پہچان لو وہ خواب والا بزرگ میں ہی ہوں تو میں نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پہچان کر عرض کی کہ جناب خواب والے بزرگ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی ہیں بعد ازاں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے بیعت سے مشرف فرما کر قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس بھیج دیا یعنی جس دن باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مولوی قربان علی صاحب مرحوم سے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالی میں لے جانے کو کہا اسی رات آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خواب میں آ کر ان کو زیارت کرا دی اس سے زیادہ روحانی رابطہ اور کیا ہو سکتا ہے۔

جناب بشیر احمد عرف مکھن والے حضرت کرمانوالہ شریف والے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور سائیں بلیاں والے (آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک مرید) حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے وہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو عطر پیش کرنا چاہتے تھے کہ اتنے میں باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی گاڑی کا ہارن بجا سائیں صاحب نے کہا باباجی سرکار تشریف لے آئے ہیں اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سائیں صاحب سے کہا کیا تم باباجی عثمان علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے محبت کرتے ہو انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے محبت کرتا ہوں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا سائیں جی میں بھی پیر جی عثمان علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے محبت کرتا ہوں۔ سائیں صاحب نے کہا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھلا ان سے کیوں نہ محبت کریں گے کہ سرکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل پاک ان سے آگے بڑھنی ہے (حالانکہ اس وقت تک آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شادی مبارک بھی نہ ہوئی تھی) آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا سائیں جی کیا کہا۔ سائیں صاحب نے پھر اسی طرح کہا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تین مرتبہ یہ سوال کیا اور انہوں نے یہی جواب دیا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت خوش ہوئے اور سائیں صاحب مرحوم سے فرمایا کہ سائیں جی ہن سانوں تسی عطر دیو (یعنی اب ہمیں عطر دے دیجئے)۔

محمد صابر کوٹ صوفیاں پتوکی سے بیان کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو چھوٹے باباجی سرکار سے بے حد محبت تھی۔ جس کا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کبھی کبھی

اظہار بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک ہفتہ تک درد گردہ میں مبتلا رہے۔ افاقہ ہونے پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خواہش ظاہر فرمائی کہ مجھے نرم سی روٹی کھلائیں۔ حسب الارشاد اندرون خانہ میں نے قبلہ اماں جی صاحبہ سے عرض کی۔ قبلہ بے بے جی صاحبہ نے خود آٹا گوندھ کر توے پر روٹی تیار کی، میں یہ روٹی حضرت صاحب کی خدمت میں لے گیا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روٹی دیکھ کر فرمایا کہ یہ روٹی سخت ہے اور لاؤ۔ میں یہ روٹی واپس گھر لے گیا دوسری روٹی بے بے جی صاحبہ نے تیار کی جو خوب گھی میں تر اور نرم پکائی گئی۔ میں نے یہ روٹی لاکر دوبارہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پیش کی۔ لیکن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے بھی پسند نہ کیا اور فرمایا روٹی سخت ہے یہ روٹی بھی واپس گھر لے گیا۔ علی ھذا القیاس اسی طرح سترہ روٹیاں پکائی گئیں لیکن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان روٹیوں میں سے کوئی بھی روٹی پسند نہ کی۔ بالآخر اماں جی پاک نے باباجی عثمان علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو باہر سے بلایا اور سارا ماجرہ سنایا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہاں ہیں روٹیاں مجھے دکھائیں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان میں سے دو روٹیاں چھابے میں رکھ کر خود اعلیٰ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پیش کیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روٹیاں دیکھتے ہے فرمایا پیر جی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پہلے یہ روٹیاں کیوں پیش نہیں کیں دیکھو کتنی نرم ہیں اور تناول فرمانی شروع کر دیں۔ سبحان اللہ اس سے حضور باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی والہانہ محبت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

(۵) اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے آخری ایام میں بیماری کی وجہ سے میو ہسپتال میں داخل تھے قبلہ باباجی سرکار زیادہ تر دور سے آپ کا حال پوچھتے کیونکہ آپ قریب جاتے تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ سے گھر واپس جانے کے لیے کہتے۔ ایک مرتبہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کمرے کے باہر سے کھڑکی کے ذریعہ آپ کو جھانک کر دیکھا تو اعلیٰ حضرت قبلہ کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سرکار نے دریافت فرمایا کہ جھانکنے والے کون ہیں اور جب قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ جھانک رہے تھے تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ ''قبلہ پیر جی تڑپتے پھر رہے ہیں اور کیوں نہ تڑپیں، جس کا ماں باپ بیمار ہو تو اولاد تو تڑپتی ہے (قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی والدہ ماجدہ بھی ان دنوں بیمار تھیں) اس طرح اعلیٰ

حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سرکار نے بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آپ سے والہانہ عقیدت ومحبت کی تصدیق کردی۔

اعلیٰ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیماری کی وجہ سے میو ہسپتال میں ہی تھے کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شادی مبارک انجام پائی۔ شادی کے بعد قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی زوجہ محترمہ کے ہمراہ ہسپتال میں ہی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوئے۔ اعلیٰ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سرکار نے ان دونوں کو بہت پیار کیا اور شادی مبارک کی خوشی میں کچھ پیسے بھی عنایت فرمائے۔ جب قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ سے رخصت ہو کر چلے گئے تو حاجی شفیق صاحب فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اونچی آواز میں کافی دیر تک روتے رہے اور اتنا روئے کہ تمام بیلی (مریدین) پریشان ہوگئے۔ کچھ دیر بعد اعلیٰ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ''حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں بہت روئے اور اللہ تعالیٰ کو آپ کا رونا اور عاجزی اتنی پسند آئی کہ اللہ نے فرمایا: اے یعقوب اگر حضرت یوسف علیہ السلام کا انتقال بھی ہو جاتا تو میں ان کو زندہ کر دیتا۔

اس سے اعلیٰ حضرت نے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اپنی والہانہ محبت کا اظہار کیا کہ جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت تھی اسی طرح قبلہ بابا جی سرکار سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بہت محبت تھی۔

خلافت

اعلیٰ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جو والہانہ محبت تھی، اس کا اظہار آپ مریدین کے سامنے اکثر کرتے رہتے تھے۔ آپ کے پاس جو شخص بھی مرید ہونے کے لیے آتا تو عموماً آپ اس کو مرید فرمانے کے بعد قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس بھیج دیتے تھے یعنی اس مرید کی مزید روحانی تربیت کا کام حضرت قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سپرد کر دیتے تھے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی ظاہری زندگی میں ہی آپ کو اپنی نیابت سونپ دی تھی، آپ کو خلافت عطا

کیسے جانے کا واقعہ اس طرح پیش آیا۔

8 اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خادم خاص محمد رمضان عرف رمضانی اور ایک اور مرید نے بیان کیا کہ جب آخری ایام میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مرض کی شدت کے باعث نقاہت بڑھ گئی تھی تو ایک رات نماز عشاء کے بعد آپ اپنے حجرہ مبارک میں فرشی بستر پر آرام فرماتے۔ اس وقت آپ پر عجیب جذب وکیف کا عالم طاری تھا اچانک آپ نے اپنے خادم رمضانی کو اشارہ فرمایا کہ جاؤ اور پیر عثمان علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بلا کر لاؤ، چنانچہ میں (رمضانی) بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حجرہ مبارک میں پہنچا اور عرض کیا کہ قبلہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یاد فرما رہے ہیں۔ قبلہ بابا جی سرکار جلدی سے اٹھے اور میرے ساتھ ہو لیے جب بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اعلیٰ حضرت سرکار کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حجرہ مبارک میں داخل ہوئے تو باوجود کمزوری کے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اٹھ کر دوزانو بیٹھ گئے اور مجھ (رمضانی) سے چاندی کا روپیہ لانے کو کہا، میں نے چاندی کا روپیہ لا کر حاضر کر دیا۔ آپ نے وہ روپیہ دونوں ہاتھوں پر رکھ کر قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو عنایت فرماتے ہوئے آپ سے مصافحہ کیا اور فرمایا، پیر جی اللہ، اللہ کیا کرنا اور لوگوں کو اللہ، اللہ بتایا کرنا میں نے آپ سے کچھ نہیں چھپایا۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت سرکار کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر پھر بستر پر دراز ہو گئے۔ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حال سے بے قرار ہو گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی، کچھ دیر بے حس وحرکت بیٹھے رہے پھر ساتھ والے کمرے میں تشریف لے گئے۔

علوشان

بچپن سے ہی ان میں آثار بزرگی نمایاں تھے کرمونوالہ شریف میں کم سنی کے ایام میں جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قبلہ کی نظر شفقت ان پر پڑتی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خوش ہوتے۔ ایک موقع پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھ کر فرمایا ''اور تو مجھے معلوم نہیں اگر عثمان علی شاہ دعا کے لئے دونوں ہاتھ اٹھا دیں تو کوئی وجہ نہیں در اجابت وا نہ ہو۔''

پاکپتن شریف سے مغرب کی جانب چک نمبر 36 ایس پی میں مزروعہ زمین کا ایک

وسیع قطعہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو الاٹ ہوا اس میں سے کچھ رقبہ برساتی نالے کے کنارے پھیلا ہوا تھا اور اس میں جنگلی درخت بکثرت اگے ہوئے تھے اس جنگل کی کٹائی کر کے رقبے کو قابل کاشت بنانے اور ٹیوب ویل لگانے کے لیے حضرت صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ صاحب خود کام کی نگرانی کرنے کے لیے وہاں تشریف لے گئے۔ آٹھ دس ماہ متواتر وہاں قیام رہا، اس دوران میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہر اتوار کو چک نمبر 36/S.P تشریف لاتے رہے اور اکثر اوقات زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ "میرا یہاں کوئی کام نہیں ہے میں تو صرف عثمان علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھنے اور ملنے کے لیے آجاتا ہوں"

(8) اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سرکار شرقپوری کے وصال کے بعد آپ کے ایک عرس مبارک کا موقع تھا، حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قیام ان دنوں موضع کرموں والا شریف ضلع فیروز پور میں تھا، عرس مبارک پر حاضری کی تیاری شروع ہوئی تو حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صوفی نور عالم صاحب ہیڈ کلرک ڈویژنل ریلوے آفس فیروز پور اور مولوی کرم الٰہی صاحب کو ارشاد فرمایا کہ "آپ دونوں صاحبزادہ (سید محمد علی شاہ صاحب اور سید عثمان علی شاہ صاحب) کو ساتھ لے کر شرقپور شریف چلے جائیں۔ صوفی صاحب کا بیان ہے کہ دربار شریف پر حاضری دینے کے بعد وہ صاحبزادگان کے ہمراہ جامع مسجد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں گئے، ان دنوں حضرت حاجی عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خلیفہ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسجد شریف کے جنوبی حجرے میں مقیم تھے اور فالج کی وجہ سے معذور تھے۔ نماز پنجگانہ مسجد میں موہڑے پر بیٹھ کر باجماعت ادا کرتے تھے۔ صوفی صاحب صاحبزادگان کے ہمراہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حجرے میں زیارت کے لیے گئے۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دونوں صاحبزادگان کو بڑی خندہ پیشانی سے ملے، پہلے صاحبزادہ سید محمد علی شاہ صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا "پیر جی ہم نے صرف صاحبزادہ ہی نہیں بنا، اللہ ہواللہ بھی کرنا ہے بعد ازاں صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ صاحب کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا (آپ کی عمر اس وقت بارہ تیرہ سال تھی) یہ تو بہت بڑا بابا ہے۔ خواجہ عثمان علی شاہ! پیر جی بوجہ بیماری معذور ہوں اور کما حقہٗ آپ کی تعظیم بجا نہیں لاسکتا۔ پھر خاموش ہو گئے اور کچھ دیر بعد بڑی شفقت

سے رخصت فرمایا حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس ملاقات کا ذکر سن کر خوش ہو کر فرمایا ''پیر جی، حاجی صاحب نے آپ کو خواجہ بنا دیا ہے''

ایک بیلی سارنگ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور گنج کرم اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا کہ میں نے دیکھا کہ باباجی سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سرکار باہر تشریف لا رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت صاحب سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دیکھ کر فرمایا کہ سارنگ دیکھو کون آ رہا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضور باباجی سید عثمان علی شاہ بخاری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) تشریف لا رہے ہیں تو آپ فرمانے لگے کہ اچھا زمانے کا غوث آ رہا ہے، سات زمین اور سات آسمان آپ کی قلہ پر ہیں اور آپ جس طرح چاہیں کر سکتے ہیں اور آپ کا حوصلہ بہت بلند ہے۔

جناب شوکت اسلام خاں لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ ان کے بھائی عبدالرشید خان نے بتایا ''ایک روز میں اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا اور کئی اشخاص بھی مجلس میں موجود تھے تو آپ نے کسی شخص کے استفسار پر فرمایا کہ 'بیلیو! تمہیں پیر عثمان علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شان کا کیا پتہ اگر پیر عثمان علی اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرے تو زمیں اور آسمان بھی آپس میں مل سکتے ہیں''

بیلی (مریدین) حضرت قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو چھوٹے بابا جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہہ کر پکارتے تھے لیکن جب کوئی شخص اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے آپ کو چھوٹے باباجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتا تو آپ فرماتے ''انہیں چھوٹے بابے مت کہا کرو یہ تو بہت بڑے بابے ہیں''

بشیر احمد دھوبا غازی آباد والے بیان کرتے ہیں کہ اُن کے سامنے بعض بیلیوں (مریدین) نے اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دریافت کیا کہ آپ پیر عثمان علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کیوں زیادہ پیار کرتے ہیں تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ 'بیلیو میں پیر عثمان علی سے کیوں نہ پیار کروں آپ کی ولادت مبارک ہوئی تو جناب مولیٰ علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ نے مجھے مبارک باد پیش کی اور ایک پگ (پگڑی) بھی تحفہ میں عنایت کی'

یہی بشیر احمد دھوبا صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر تھا اور پیر امام علی شاہ گومتہ والے بھی موجود تھے کہ اتنے میں قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہاں سے گزرے تو آپ نے امام علی شاہ صاحب سے فرمایا ''پیر جی یہاں سے کون گزرے ہیں'' آپ نے فرمایا کہ قبلہ بابا جی سرکار (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ادھر سے گزرے ہیں اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار نے فرمایا کہ ہمارے پیر عثمان علی شاہ کی بہت بڑی شان ہے یہ دونوں جہانوں کی خبر رکھتے ہیں۔

یہی بشیر احمد بیان کرتے ہیں کہ جناب قبلہ پیر میر طیب علی شاہ صاحب سجادہ نشین فرماتے ہیں کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بہت بڑی شان ہے اور آپ کے مرتبہ کے بزرگ بہت کم پیدا ہوتے ہیں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ بات ہم اس لئے نہیں کہہ رہے کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمارے والد بزرگوار ہیں بلکہ یہ بات مبنی بر حقیقت ہے یہ بات آپ نے متعدد مواقع پر فرمائی اور راقم کے سامنے بھی کئی مرتبہ دوسرے کئی مریدین کی موجوگی میں آپ نے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں یہی ارشاد فرمایا۔

جناب برکت علی صاحب لالہ زار پارک مغل پورہ لاہور بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک کتاب میں پڑھا کہ اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرق پوری سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص رات کو درود خضری (صلی اللہ علیٰ حبیبہ محمد وآلہ وسلم) پانچ سو مرتبہ پڑھ کر سوئے اسے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوگی۔ چنانچہ میں نے سوتے وقت درود خضری پڑھنا شروع کر دیا چند روز گزرے تھے کہ مجھے خواب میں اعلیٰ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت نصیب ہوئی اور حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بڑے غور سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ اس واقعہ کے بعد ایک اور کتاب کے مطالعہ کے دوران حضرت خواجہ محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فارسی کی یہ نعت نظر سے گزری

صبا بسوئے مدینہ روکن ازیں دعا گو سلام برخواں
بگیرد شاہ شہ مدینہ گرد و بصد تفرع پیام برخواں

نبہ د پچیدن ادب طرازی سر ارادت نماک آں کو
صلوٰۃ دائم بروح پاک جناب خیر الانام بر خواں
بشنو زمن صورت مثال نما زنگزار اندر آں جا
بلحن خوش سورۃ محمد تمام اندر قیام برخواں
بہ باب رحمت گہے گزر کن بہ باب جبریل گہے جبیں سا
صلوٰۃ متی علیٰ نبی گہے بہ باب السلام برخواں
بلحن داؤد ہم خواشو بہ نالہ درد آشیا بتو
بہ بزم پیغمبر ایں غزل را زعبد عاجز نظام برخواں

اس نعت کے خواص میں پڑھا کہ جو شخص رات کو کم از کم پانچ سو مرتبہ یہ نعت پڑھ کر سوئے اسے ایک ہفتہ کے اندر خواب میں زیارت سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیب ہوگی چنانچہ میں نے یہ عمل بھی شروع کر دیا ابھی ایک ہفتہ نہ ہوا تھا کہ خواب میں حضرت قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت نصیب ہوئی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میری طرف بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔تب میری سمجھ میں آیا ''العلماء ورثۃ الانبیاء'' کے مصداق اعلیٰ حضرت قبلہ کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور باباجی پاک عثمان علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نائب رسول ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عشاق اور طالبین زیارت کو کبھی اپنی اور کبھی اپنے نائبوں کی زیارت پاک سے مستفید فرماتے ہیں جس سے اپنے نائبوں کی اولوالعزم شان بھی لوگوں میں ظاہر کرنا مقصود ہوتی ہے۔

(۵) سیٹھ محمد شفیع صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں روزانہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوتا اور دعا کرتا کہ قبلہ باباجی سرکار عثمان علی شاہ ابدال بن جائیں اس کے بعد ایک مرتبہ وہ اعلیٰ حضرت قبلہ کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ سیٹھ جی اگر بادشاہ کے بیٹے کو پٹواری لگا دیا جائے تو کتنا ظلم ہے یہ سننے پر سیٹھ محمد شفیع مرحوم کو اپنی دعا یاد آ گئی کہ باباجی قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لیے وہ ابدال بننے کی دعا کرتے تھے حالانکہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شان ابدالیت سے بہت اونچی تھی اور

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شان اور ابدالیت کا مقابلہ اسی طرح سے تھا کہ بادشاہ کے بیٹے کو پٹواری لگا دینا۔ یہ تھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولوالعزم شان۔

حاجی شفیق احمد صاحب بیان کرتے ہیں:

ایک دفعہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ غلام رسول چٹھہ کے ہاں فاروق آباد میں دعوت پر مدعو تھے دوران قیام ایک شخص انصاری نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت ہونے کی درخواست کی قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے غلام رسول چٹھہ صاحب سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا اسے حضرت کرمانوالے شریف لے کر آنا بیعت کریں گے۔ لیکن حالات نے کچھ ایسا پلٹا کھایا کہ کبھی غلام رسول اور کبھی چٹھہ صاحب خود فارغ نہ ہوئے حتیٰ کہ انصاری صاحب مرض الموت میں مبتلا ہو گئے اس کی ایک بہن اس کے سرہانے کھڑے ہو کر بین کرنے لگی کہ بھائی تم نے تو حضرت کرمانوالہ شریف بیعت کرنے جانا تھا پہلے ہی چل بسے اس نے فوراً اپنی آنکھیں کھولیں اور کہا بہنا دیکھ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو میرے پاس بیٹھے ہوئے ہیں یہ کہنا تھا کہ ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

یہ تھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شان کرم نوازی کہ وہ مجبوراً حاضر نہ ہو سکا لیکن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے یاد رکھا اور مرض الموت میں اس کی امداد کی۔

محمد شریف صاحب جو حضرت کرمانوالہ ریلوے اسٹیشن کے انچارج تھے، بیان کرتے ہیں کہ عرس مبارک کے موقع پر پہلے گاڑیاں حضرت کرمانوالہ شریف نہیں رکتی تھیں۔ 1977ء میں اعلیٰ حضرت قبلہ کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس مبارک کے موقع پر شریف صاحب نے قبلہ باباجی سرکار سے حضرت کرمانوالہ شریف اسٹیشن پر عرس کے موقع پر گاڑیوں کے رکنے کے بارے میں عرض کیا، آپ نے کوئی توجہ نہ دی، انہوں نے بار بار عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگلے سال سے انشاء اللہ گاڑیاں ضرور عرس کے موقع پر رک کر جائیں گی۔ جولائی 1978ء میں آپ کا وصال مباک ہو گیا اور اس کے بعد ہر عرس مبارک پر گاڑیاں رکتی ہیں۔

محترم غفور شاہ صاحب لاہور والے، بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت کرمانوالہ سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرق پور شریف میں عرس کے موقع پر موجود تھے کہ چند علماء کرام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے قطب ارشاد کا مطلب معلوم کرنا چاہا، آپ نے ان سے فرمایا کہ قطب ارشاد کا مطلب قبلہ باباجی سرکار عثمان علی شاہ صاحب سے معلوم کریں، چنانچہ وہ لوگ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ سے قطب ارشاد کے معنی دریافت کیے آپ نے فرمایا کہ قطب ارشاد وہ ہوتا ہے جو اس دیوار (سامنے دیوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کو چلنے کا کہے تو وہ دیوار چلنے لگے۔ وہ دیوار آپ کے اشارہ کرنے سے چلنے لگی تو آپ نے دیوار سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے تجھے چلنے کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ [illegible] نے تو مسئلہ سمجھانا تھا یعنی آپ اعلیٰ حضرت قبلہ کے سامنے ہی قطب ارشاد کے مرتبہ پر فائز ہو چکے تھے۔ اللہ، اللہ کیا شان تھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی۔

جناب محمد یوسف پہلوان رنگ محل والے بیان کرتے ہیں کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حج کے لیے تشریف لے جانے لگے تو ہم آپ کو کراچی چھوڑنے گئے وہاں سے واپس آ کر میرے دل میں خیال آیا کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے خصوصی فیض ملا ہے اب آپ مدینہ پاک تشریف لے گئے ہیں یقیناً حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی آپ کو بڑا مرتبہ اور مقام ملے گا۔ یہ سوچنے کے بعد رات کو جب میں (محمد یوسف پہلوان صاحب) سویا تو دیکھا کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آسمان کی بلندیوں میں گھوم پھر رہے ہیں آپ کے سر پر عمامہ ہے اور کاندھے پر رومال رکھا ہوا ہے یہ دیکھ کر انہیں بہت راحت ہوئی۔ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہیں بتا دیا کہ محسن انسانیت معلم کائنات ہادی دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی انہیں فیض پہنچا کر بلند مرتبہ پر فائز کر دیا ہے۔

غلام محمد صاحب غازی آباد والے فرماتے ہیں کہ ابھی تھوڑا عرصہ پہلے میں سویا ہوا تھا کہ خواب میں اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجھے شرق پور شریف میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں لے گئے حضرت قبلہ میاں صاحب نے فرمایا، غلام محمد میں نے سب کچھ شاہ صاحب کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دے دیا ہے قبلہ باباجی سرکار اس

ہستی کے صاحبزادہ اور فرزند رشید ہیں آپ کی شان کا اندازہ تو اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی لگا سکتے ہیں۔

مجذوب کا آپ کی طرف بھیجنا

صوفی محمد اسمٰعیل صاحب چک نمبر 40 خانیوال بیان کرتے ہیں کہ وہ اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بیعت تھے۔ آپ کے وصال کے بعد ایک مرتبہ انہیں کوئی مشکل پیش آئی ان کے قریب ہی ایک گاؤں میں کوئی مجذوب رہتے تھے۔ علاقہ کے تمام لوگ اپنی مشکلات کے لیے ان کے پاس جاتے اور ان کی دعاؤں سے ان کے بگڑے کام بن جاتے۔ صوفی موصوف بھی اپنی مشکل کے حل کے سلسلہ میں ان مجذوب کے پاس گئے انہوں نے حسبِ عادت ان کے لیے بھی دعا کی لیکن ان کا کام نہ ہوا اس کے بعد دو تین مرتبہ پھر ان کے پاس گئے لیکن کام پھر نہ ہوا۔ چوتھی مرتبہ وہ ان کے پاس گئے اور رات کو ان کے پاس ٹھہرے صبح کو انہوں نے حضرت کرمانوالہ شریف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس جانے کا کہا کہ ان کا کام وہیں سے ہوگا۔ چنانچہ صوفی صاحب قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں حضرت کرمانوالہ شریف آئے آپ نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا ''کیا یہاں کسی قسم کی کوئی کمی ہے جو تم ادھر ادھر مارے مارے پھرتے ہو'' چنانچہ آپ نے ان کے لیے دعا فرمائی اور ان کا کام ہو گیا۔

اب چند اقتباسات خزینہ کرم مؤلفہ چوہدری مقبول احمد سے درج کیے جاتے ہیں۔ جس میں آپ کی شان ارفع واعلیٰ کا بیان ہے۔

جب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کرمونوالہ شریف سے ہجرت فرما کر موجودہ جگہ حضرت کرمانوالہ شریف میں قیام پذیر ہوئے تو لنگر کا انتظام اور زمین کی دیکھ بھال کا اہتمام وغیرہ چھوٹے باباجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سپرد کر دیا آپ نے یہ ذمہ داری احسن طریقے سے نبھائی۔
(صفحہ نمبر 324)

پیر سید محمد قاسم شاہ صاحب خطیب جامع مسجد دربار بری امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نور پور شاہاں بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ باتوں باتوں میں میری تنخواہ بحیثیت خطیب دربار بری امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر آ گیا تو باباجی سرکار پیر سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا پیر جی! ایہہ تنخواہ تھوڑی اے۔ تہاڈی تنخواہ زیادہ ہونی چاہیدی اے۔ رب کریم نے آپ کے منہ سے نکلی ہوئی بات پوری کردی۔ اب لندن میں میری ایک ماہ کی تنخواہ یہاں کی ایک سال کی تنخواہ کے برابر ہے بلکہ زیادہ ہے، اللہ اکبر۔

چھوٹے باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک بار مولوی محمد اکرام مرحوم کے ہمراہ دربار بری امام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر تشریف لائے۔ مجھے اطلاع نہ تھی۔ باباجی سرکار نے مجھے بلوا بھیجا۔ مزار پر حاضری کے بعد آپ نے شفقت فرمائی اور ہمارے دارالعلوم اور مسجد میں تشریف لائے اور دعائے خیر فرمائی۔ (صفحہ نمبر 326)

اس عاجز (نور احمد مقبول) کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے کوئی وظیفہ یا نفلی عبات کرنے کے متعلق کچھ نہ فرمایا تھا۔ حالانکہ میں 1945ء میں پہلی دفعہ کرمونوالہ شریف حاضر ہوا تھا اور پھر پاکستان معرض وجود میں آنے کے بعد ایک دو دفعہ حضرت کرمانوالہ شریف حاضر ہوا۔ جون 1945ء میں حاضر خدمت ہوا اور خواہش تھی کہ حضرت قبلہ سے تنہائی میں عرض کروں۔ موقع کی تلاش میں تھا۔ ایک دن بعد از نمازِ عشاء میں بڑے گیٹ پر کھڑا تھا۔ اندر جانے کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ باباجی پیر سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اچانک وہاں آ گئے۔ باباجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض مدعا کیا۔ آپ نے فرمایا بے دھڑک اندر چلے جاؤ، کہہ دینا عثمان علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھیجا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چارپائی پر استراحت فرما رہے تھے۔ میں نے مٹھی چاپی شروع کردی۔ آپ نے فرمایا "بابوجی" عرض کیا، جی حضور، آپ نے فرمایا چار نفل تہجد اور 500 دفعہ درود خضری پڑھ لیا کرو۔ ڈاک خانہ والوں کو بہت کام ہے۔ تمہارے لیے یہی کچھ کافی ہے سبحان اللہ، باباجی سرکار کی توجہ سے کام بنا۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فیضان نظر سے بہت کچھ حاصل ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا، انشاء اللہ

(صفحہ نمبر 327)

آپ متشرع، خلیق اور مریدین کے ہمدرد اور بہی خواہ تھے۔ منکسر المزاج اور باوقار شخصیت کے مالک تھے۔ معاملہ فہم اور مدبر تھے۔ افسوس کہ بہت جلد دنیائے فانی سے دار البقا کو سدھارے۔

قطعہ تاریخ رحلت پیر عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ماخوذ از مخزن کرم

کرمانوالے پیر کے پسر دل نواز
عثمان علی شاہ ذی شان عز و ناز
پے سال رحلت ہاتف نے یوں کہا
ہیں وہ خواجہ وفا غریب نواز
1978ء

مکاشفات

برکت علی صاحب لالہ زار کالونی مغل پورہ بیان کرتے ہیں کہ وہ 1972ء میں ریٹائرمنٹ کی ایک سال کی چھٹی پر تھے۔ اتنی لمبی چھٹی تھی اور وہ مست تھے اور ابھی کوئی کام کرنے کا موڈ نہیں تھا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد ان کا پنشن کے علاوہ اور کوئی ذریعہ معاش نہ تھا اور ان کا سب سے بڑا لڑکا بھی ابھی زیر تعلیم تھا انہوں نے کاروبار کے بارے میں ابھی کچھ سوچا بھی نہ تھا لیکن قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس روزانہ کوٹھی شریف میں حاضر ہوتے تھے اس طرح دو ماہ گزر گئے ایک دن آپ نے فرمایا! باؤ جی کچھ کام کرنا چاہیے لیکن انہوں نے کوئی خاص توجہ نہ دی ایک مرتبہ پھر آپ نے انہیں کام کے لیے فرمایا تو انہوں نے پھر لیت ولعل سے کام لیا تیسری مرتبہ آپ نے بڑی سختی سے فرمایا تو انہیں سنجیدگی کا احساس ہوا اور انہوں نے ایک دکان کھول لی۔

بات دراصل یہ تھی کہ بھٹو صاحب کے دور حکومت میں سرکاری ملازمین کی ریٹائرمنٹ کی عمر پچپن سال تھی اور اس میں افسران کی کو خوشنودی سے زیادہ سے زیادہ تین سال کی توسیع ہو

سکتی تھی۔ چنانچہ وہ تیسرے سال کی توسیع میں اٹھاون سال کی عمر پر تھے لیکن اندرون خانہ حکومت نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ ریٹائرمنٹ کی عمر اٹھاون سال کر دی جائے اور کسی کو مزید توسیع نہ دی جائے۔ چنانچہ انہیں بھی گورنمنٹ کی طرف سے یہ اطلاع آ گئی کہ انہیں ریٹائر کیا جاتا ہے اور چھٹی ختم کی جاتی ہے اور یہ کہ ان کو اب تنخواہ نہیں ملے گی بلکہ صرف پینشن ملے گی۔ پینشن ان کے گھریلو اخراجات کے لیے ناکافی تھی لیکن وہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حکم کے مطابق پہلے ہی دکان شروع کر چکے تھے اسی لیے انہیں کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑا یعنی قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پہلے ہی اس فیصلہ کی وجہ سے انہیں کام کرنے کا ارشاد فرمایا تھا اور اس طرح انہیں مالی پریشانی سے بچا لیا۔

(5) یہی برکت علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ انہیں ایک نوجوان بیلی (مرید) نے بتایا (جس کا نام انہیں یاد نہیں) کہ وہ سلام کے لیے حضرت کرمانوالہ شریف حاضر ہوا اور قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے فرمایا بیلیا دو تین دن ہوئے ہماری گھوڑی چوری ہو گئی ہے اس کو تلاش کر کے لانا ہے درا صل وہ گھوڑی بہت اچھی نسل کی تھی آپ نے چند روز پہلے ہی خریدی تھی کہ ٹیوب ویل پر بندھی گھوڑی کو چور کھول کر لے گئے وہ نوجوان بڑا حیران و پریشان تھا کہ اس نے گھوڑی دیکھی بھی نہیں ہے اور آپ سرکار نے اس کی تلاش کی ذمہ داری سونپ دی ہے آپ نے صرف اتنا اشارہ دیا کہ میاں چنوں کے علاقہ میں تلاش کرو چنانچہ وہ ایک بس میں سوار ہو کر میاں چنوں کے قریب ایک گاؤں میں اتر گیا کچھ عورتیں پانی بھر رہی تھیں اسے پیاس لگی ہوئی تھی اور وہ پانی پینے کے لئے وہاں ٹھہر گیا۔ عورتیں آپس میں باتیں کر رہی تھیں کہ دو تین روز پہلے یہاں ایک نہائت ہی عمدہ گھوڑی چوری ہو کر آئی ہے یہ بات سننا تھی کہ اس نوجوان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ہو نہ ہو یہ گھوڑی بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہے اصل بات یہ تھی وہاں ایک گھرانہ تھا جو مال مویشی چوری کا دھندہ کرتا تھا وہ نوجوان پانی پی کر گاؤں چلا گیا اور کھوج لگانے لگا اور بعد میں پنچائت اکٹھی کر لی کہ یہاں بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی گھوڑی چوری ہو کر آئی ہے۔ پنچایت نے اپنے طور پر تفتیش کی اور اس نتیجہ پر پہنچی کہ گھوڑی واقعی بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہے اور انہوں نے وہ گھوڑی اس نوجوان کو دلا دی اور وہ نوجوان اس پر سوار ہو کر آپ کی خدمت

میں حاضر ہوا اور آپ کو گھوڑی پیش کر دی۔ یہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تصرف ہی تھا کہ اس نوجوان کو گھوڑی کے پاس خود ہی پہنچا دیا اور اسے گھوڑی واپس لانے کا اعزاز حاصل ہوا۔

یہی برکت علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک نوجوان بیلی (مرید) جس کا نام انہیں یاد نہیں نے انہیں بتایا کہ وہ اپنے ماں باپ کا اکیلا بیٹا ہے اور کافی رقبہ کا مالک ہے اس کی والدہ کو اسکی شادی کی بہت فکر تھی لیکن کوئی لڑکی پسند نہ آتی تھی ایک دن قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دریافت کیا کہ بیلیا شادی کب کر رہے ہو اس نوجوان نے عرض کی کہ رشتے تو بہت آتے ہیں لیکن اس کی والدہ صاحبہ کو کوئی لڑکی پسند نہیں آتی قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ پرانے رشتہ داروں سے ملنا جلنا ترک کیا ہوا ہے ان میں سے رشتے کے لیے لڑکی تلاش کی جائے چنانچہ اس نوجوان نے اپنی والدہ سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حکم عرض کیا اور وہ اگلے ہی روز ان رشتہ داروں کے ہاں پہنچ گئی اور وہاں انہیں پسند کی لڑکی مل گئی اور رشتہ بھی طے ہو گیا اس نوجوان نے قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ خوشخبری سنائی اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود بنفس نفیس راستہ بہت کٹھن ہونے کے باوجود اس کے گھر تشریف لے گئے اس کی والدہ کو مبارکباد دی اور اسے سلامی سے نوازا یہ تھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نگاہ کرم ایک طرف اس نوجوان کی شادی کا بندوبست فرمایا اور دوسری طرف پرانے ٹوٹے ہوئے رشتے جوڑ دیے۔

سارنگ صاحب ساکن چک نمبر 419 تاندلیاں والہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے اپنے ساتھ چک نمبر 57/E.B عارف والہ چلنے کو کہا انہوں نے عذر کیا کہ گھر سے دور ہو جاؤں گا اور گاؤں جانا مشکل ہو جائے گا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا جو بیلی (مرید) میرے پاس رہتا ہے ان کے گھر کی نگہبانی کرنا میری ذمہ داری ہے اور روزانہ تمہارے گھروں کی نگرانی کرنے کے لیے تین مرتبہ جاتا ہوں اور ساتھ ہی سارنگ صاحب کو ان کے گھر کے مال مویشی ٹھیک ٹھیک گنوا دیے کہ اتنے بیل۔ اتنے گھوڑے اور اتنی بھینسیں ہیں حالانکہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ظاہری طور پر ان کے گھر کبھی نہیں گئے تھے۔

حاجی شفیق احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہ چک کھڑالہ دلشویا پتوکی گئے وہاں پر ایک

بیلی شیر محمد نے بیان کیا کہ وہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مل کر واپس آیا تو اس نے دل میں خیال کیا کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسے پہچانتے نہیں اس نے سوچا کہ اگر دنیا میں ہی نہیں پہچانتے تو آگے جا کر آخرت میں ہمیں کیا پہچانیں گے اور ہماری شفاعت کیسے کریں گے کچھ دن بعد وہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس وقت وہاں موجود نہ تھے تھوڑی دیر بعد تشریف لائے تو سیدھے اس کے پاس ہی آئے اور فرمایا تیرا نام شیر محمد ہے اور ذات کمہار ہے اور تو نے کالے رنگ کا ایک گدھا بھی رکھا ہوا ہے یہ بات سن کر وہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قدموں میں گر گیا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نہ صرف مجھے پہچانتے ہیں بلکہ میرے جانوروں تک کو جانتے ہیں اور اس نے اپنے خیالات بد سے توبہ کی کہ ''پیرا سے پہچانتے نہیں''۔

جناب غلام باری صاحب لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ ایک رات قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خواب میں تشریف لائے وہ اور ان کا بھانجا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کچھ دیر بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کے بھانجے کے متعلق فرمایا کہ وہ اٹھ کر چلا جائے لیکن وہ وہیں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس بیٹھے رہنے کی ضد کرنے لگا لیکن ان کے (غلام باری صاحب) کے سمجھانے پر چلا گیا دوسرے روز غلام باری صاحب کا بھانجا حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دربار عالیہ پر سلام عرض کرنے گیا واپسی پر اس کے سینے میں ٹانگے کا بم لگا، اسے گنگا رام ہسپتال لے جایا گیا لیکن وہ جانبر نہ ہو سکا تب معلوم ہوا کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رات کو خواب میں اس کی اجل کا پیغام دے رہے تھے یعنی اپنی مجلس سے رخصت کرنا اس کو دنیا کی محفل سے رخصت کرنا تھا۔

خوشی محمد بانگا صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے 1958ء میں میٹرک کا امتحان دیا ہوا تھا اور رات کو میرا دسویں جماعت کا نتیجہ نکلنا تھا۔ میں نتیجہ جاننے کے لیے بہت بے قرار تھا۔ بابا جی سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے تصرف سے رات کو خواب میں اخبار میں نتیجہ دیکھا تو میں فیل تھا۔ اگلی صبح کو میں بابا جی پیر سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں حضرت کرمانوالہ شریف گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے میرے امتحان کا نتیجہ دیکھنے کے لیے ریلوے اسٹیشن

سے اخبار منگوایا، میں نے عرض کیا کہ میں نے نتیجہ دیکھ لیا ہے۔ پھر بھی اخبار منگوایا گیا۔ میرا رول نمبر اخبار میں نہیں تھا اور میں فیل تھا۔ بعد میں باباجی سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ گھر تشریف لے گئے۔ میں اعلیٰ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے امتحان کا نتیجہ پوچھا تو میں نے عرض کیا کہ میں فیل ہو گیا ہوں۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دلاسہ دینے کے لیے فرمایا کہ ''روزی کوئی فیل پاس میں ہے'' اور دعا فرمائی ''جاؤ ...... افسر ہو جاؤ گے''

پھر باباجی پیر سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے بطور ٹریسر (Tracer) بھرتی کروایا۔ میں ترقی کر کے واپڈا میں ہیڈ ڈرافٹس مین بن کر ریٹائرڈ ہوا۔ یہ گریڈ 17 کی ملازمت تھی۔ میں نے عزت سے تمام عمر نوکری کی۔ یہ سب اعلیٰ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ علیہ کی دعا اور باباجی سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی نظرِ عنایت کی وجہ سے ممکن ہوا۔

یہی خوشی محمد صاحب جو کہ کافی عرصہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عالیہ میں رہے بیان کرتے ہیں کہ ایک دن گرمیوں کے موسم میں نمازِ مغرب کے بعد آپ ٹریکٹر پر 24 چک جانے لگے تو مجھے فرمایا کہ ایک لاٹھی ساتھ لے لو۔ میں نے لاٹھی لے جانے کے بارے میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ راستہ میں اس کی ضرورت پیش آئے گی۔ ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ ایک بڑا اژدھا راستہ میں کھڑا تھا آپ خود ہی ٹریکٹر چلا رہے تھے۔ آپ نے ٹریکٹر ایک طرف کھڑا کیا اور اس اژدھا پر اس لاٹھی سے دو زوردار وار کر کے اس کو ختم کر دیا تب مجھے لاٹھی ساتھ لانے کی حکمت معلوم ہوئی۔

احسان الحق قریشی صاحب لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ ان کی والدہ کا انتقال نوے سال کی عمر میں 13 اگست 1970ء کو ہوا، یہ شدید بارشوں کا زمانہ تھا اور ان کی والدہ کے انتقال کے روز بھی خوب زور سے بارش ہو رہی تھی اور رکنے کا نام نہیں لیتی تھی۔ وہ (احسان الحق قریشی صاحب) گھر میں اکیلے ہونے اور دوسرے بارش کی وجہ سے کسی کو اپنی والدہ کے انتقال کی اطلاع نہ دے سکے۔ ان کی یہی دعا تھی کہ بارش رک جائے، جنازہ تیار ہوا تو بارش رک گئی کیا دیکھتا ہوں کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے چند بیلیوں کو لے کر خود ہی ان کے پاس پہنچ گئے حالانکہ انہوں نے آپ کو بھی اطلاع نہ دی تھی۔ آپ نے آتے ہی ان سے دریافت کیا کہ جنازہ

تیار ہے، اثبات میں جواب دینے پر آپ نے جنازہ لے کر چلنے کا حکم دیا اور قبرستان جا کر آپ نے ایک بیلی کو نمازِ جنازہ پڑھانے کا حکم دیا۔ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ خود آ گاہی، کرم نوازی اور فیض عام رہا ہے۔

(۵) شوکت صاحب کرمانوالے ٹریکٹر والے بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ شرقپور شریف کسی کام سے گیا لیکن وہاں جا کر میرا کام میں بالکل دل نہ لگا اور کام ادھورا چھوڑ کر لاہور واپس آ گیا۔ لاہور چونگی کے قریب آیا تو مجھے خیال آیا کہ میں ابھی گھر جا کر کیا کروں گا اور میں نے حضرت کرمانوالہ ہاؤس گڑھی شاہو قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس جانے کا ارادہ کر لیا وہاں پہنچا تو دیکھا کہ بابا جی سرکار کا ایک درویش نور جمال کوٹھی کے گیٹ پر کھڑا ہے میں نے اس سے باہر کھڑے ہونے کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرما کر گئے تھے کہ شوکت آ رہا ہے اس سے کوئی ضروری کام ہے اسے جانے نہ دینا۔ یہ تھا آپ کا تصرف کہ آپ نے مجھے شرق پور شریف سے فوراً بلا لیا۔

(۵) بشیر احمد (دھوبا) غازی آباد لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ میرے بڑے بھائی فقیر محمد صاحب پرچون کی دکان کرتے تھے اور کبھی کبھی میں بھی اس دکان پر بیٹھ جاتا تھا۔ یہ 1950ء کا واقعہ ہے کہ میرے بھائی کی دکان سے چالیس روپے چوری ہو گئے، بڑے بھائی اور میرے والد اس رقم کی چوری کا مجھ پر شک کرنے لگے میں بہت پریشان تھا کہ اتنے میں بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسجد نور میں تشریف لائے اور مجھے طلب کیا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے پریشان دیکھ کر خود ہی پوچھ لیا کہ وہ پیسوں کی چوری کا کیا قصہ ہے میں نے عرض کیا کہ حضور چوری تو میرے ذمہ لگ گئی ہے آپ نے فرمایا کہ چور نے تو اس رقم سے اپنے مویشیوں کے لیے چارہ بھی خرید لیا ہے بہرحال آپ نے مجھے تسلی دی کہ تمہارے والد اور بڑے بھائی کو جلد ہی چوری کے متعلق معلوم ہو جائے گا اور آپ مسجد نور سے چلے گئے۔ چنانچہ میں جب نماز مغرب کے بعد گھر گیا تو میرے والد مجھ سے فرمانے لگے کہ چوری کا معلوم ہو گیا ہے۔ دراصل ہمارے پڑوس میں ایک زمیندار تھا اس نے میرے بھائی کی دکان سے چالیس روپے چرائے تھے اور اس رقم سے اس نے اپنے مویشیوں کے لیے چارہ وغیرہ بھی خرید لیا تھا۔ اس طرح آپ نے اپنے

مرید کی مدد فرمائی کیونکہ عام حالات میں چوری کا پتہ لگنا مشکل تھا لیکن آپ نے نظر کرم فرمائی اور چوری کا پتہ لگ گیا۔

(۵) محمد یوسف صاحب بورے والا سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ انہیں اپنے چند احباب کی معیت میں تونسہ شریف خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس میں حاضری نصیب ہوئی قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی عرس کی تقریبات میں شامل تھے۔ عرس شریف سے فارغ ہوکر میرے احباب نے لاہور جانے کی خواہش کا اظہار کیا میں (محمد یوسف) قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اجازت لینے کے لیے حاضر ہوا ہمارے پاس سواری کا انتظام بھی نہیں تھا وران دنوں ٹرانسپورٹ کا مسئلہ بہت گھمبیر تھا اس لیے میرا خیال تھا کہ آپ لاہور جانے کے لیے سواری کا انتظام بھی فرمادیں گے۔ آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ کیا بات ہے میں نے عرض کیا کہ حضور اجازت کے لیے حاضر ہوا ہوں، بس یہ کہنے کی دیر تھی کہ حضور قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میرے دل کا چور پکڑ لیا اور فرمانے لگے کہ محمد یوسف کیا آپ لوگوں نے لاہور نہیں جانا میرے دل کی بات آپ کی زبان مبارک پر آنے پر میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ حضرت قبلہ باباجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی فراست ایمانی سے میرے دل کی چھپی بات کو جان لیا اور فوراً ایک خادم کو حکم دیا کہ ان کو بھی اپنے ساتھ لاہور لے جانا۔ حضور قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ فرمانا تھا کہ ہمارا کام بن گیا (حدیث شریف میں حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی فراست سے بچو کہ وہ اللہ کریم کے نور سے دیکھتا ہے۔ ولی اللہ کی نظر مریدوں کے دلوں پر بھی ہوتی ہے۔ اسی لیے عارف رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

بندگان خاص علاّمُ الغُیُوب
وَاحذَرُوهُمْ هُمْ جَوَاسِیسُ القُلُوب

یعنی اللہ تعالیٰ کے خاص بندے پوشیدہ بھیدوں کو جاننے والے ہیں اور اے انسان تو ان سے ڈرتا رہ اس لیے کہ یہ دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں۔

کرامات

قتل کی سزا سے بچ جانا

سارنگ صاحب ساکن چک نمبر 419 تاندلیانوالہ بیان کرتے ہیں کہ طور نامی ان کا ہمسایہ قتل کے کیس میں گرفتار تھا اور اس کی ضمانت منسوخ ہو چکی تھی طور صاحب کا خاندان باطل عقائد کا مالک تھا۔ لیکن پھر بھی اس نے سارنگ صاحب سے درخواست کی کہ اپنے پیر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ان کی ضمانتوں کے لیے دعا کرائیں اور انہوں نے اپنا ایک آدمی ان کے ساتھ حضرت کرمانوالہ شریف روانہ کیا قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس وقت چک 36/S.P پاکپتن شریف میں تشریف رکھتے تھے۔ چنانچہ سارنگ صاحب ان کے آدمی کو لے کر چک نمبر 36 میں ہی قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور آپ سے ضمانتوں کے لیے دعا کی درخواست کی آپ نے فرمایا اللہ کریم ان کی ضمانت کر دیں گے اگر سیشن کورٹ سے نہ ہوئی تو ہائی کورٹ ان کی ضمانتیں لے لے گی۔ کیس سیشن کورٹ میں زیر سماعت تھا جج صاحب نے دلائل سننے کے بعد ان کی ضمانت لے لی اور بعد میں قتل سے بَری بھی کر دیا اور مقدمہ خارج کر دیا۔ یہ سب قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعاؤں کا نتیجہ تھا۔

عنایت ورک اور اس کے دیگر رشتہ دار 52/E.B عارف والہ کے بگا جوئیہ کے قتل کے سلسلہ میں گرفتار تھے ہائی کورٹ میں تاریخ سے ایک دن پہلے عنایت ورک کا والد بخی ورک قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور آپ سے دعا کے لیے عرض کیا، آپ نے فرمایا کل انشاء اللہ 2:30 بجے دوپہر اللہ تعالیٰ تمہیں بَری کر دے گا۔

اگلے دن بحث شروع ہوئی طرفین کے وکلاء زور شور سے بحث کر رہے تھے اور ابھی بحث جاری تھی کہ عین 2:30 بجے دوپہر جج صاحب نے ڈیسک بجایا اور فیصلہ سنا دیا کہ ملزمان کو قتل سے بَری کیا جاتا ہے اور ان کے خلاف مقدمہ خارج کیا جاتا ہے۔ آپ کی دعا کی بدولت ملزمان

قتل کی سزا سے بچ گئے۔

بشیر ورک اور ان کے تین بھائی ایک اور قتل کیس میں گرفتار تھے اور ہائی کورٹ میں تاریخ تھی ان کی والدہ آپ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی کہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ سے اپنے بیٹوں کی جان کی خیرات مانگنے آئی ہوں، آپ نظر کرم فرمائیں آپ نے اس سے ہائی کورٹ میں کیس کے بارے میں دریافت کیا تو ان کی والدہ نے عرض کیا کہ وکیل کہتے ہیں کہ دو لڑکے بَری ہو جائیں گے اور دو لڑکوں کو پھانسی ہو جائے گی۔ آپ نے فرمایا دو لڑکے وکیل چھڑا لیں گے تو دو لڑکے ہم اپنے رب کریم سے چھڑوا لیں گے اور ہمارے چھڑائے ہوئے وکیل کے چھڑائے ہوؤں سے پہلے آئیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مائی صاحبہ کے وہ دو بیٹے جن کے بارے میں وکلاء حضرات نے کہا تھا کہ رہا ہو جائیں گے وہ روبکار میں نام کی غلطی کی وجہ سے ایک دن بعد بَری ہوئے جبکہ باقی دو لڑکے جن کے بارے میں بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا تھا کہ ہم رب کریم سے بَری کروا لیں گے وہ اسی دن رہا ہو گئے۔ آپ کا قول سچ ثابت ہوا کہ ہمارے بَری کروائے ہوئے پہلے آئیں گے اور وکلاء کے بَری کرائے ہوئے بعد میں۔

خوشی محمد بانگا صاحب ساکن چک نمبر ۲۴ نزد کرمانوالہ شریف فرماتے ہیں کہ میرے ماموں زاد بھائی حجرہ شاہ مقیم سے دس کلومیٹر ایک گاؤں میں زمین پر مزارع تھے مالک اراضی نے قبضہ لینے کے لئے دیپالپور سے ایک بدمعاش کو بلایا اور اسے لالچ دے کر زبردستی زمین کا قبضہ لینے کے لیے کہا۔ اس بدمعاش نے چند اور آدمی لے کر میرے ماموں اور ان کے بیٹوں کے ساتھ غنڈہ گردی شروع کر دی جھگڑا بڑھ گیا اور ایک بدمعاش مارا گیا۔ میرے ماموں زاد بھائی نے مجھے لاہور میں اطلاع دی تو میں حضرت قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے تمام واقعہ بیان کیا آپ نے مجھے کچھ دیر رکنے کو کہا اور کچھ دیر بعد آپ نے مجھے واقعہ دوبارہ سنانے کو کہا میرے دوبارہ واقع سنانے پر آپ نے فرمایا کہ مقتول بدمعاش نے بھی دو قتل کئے ہوئے ہیں میں نے اس بارے میں اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا کہ ساہیوال جاؤ اور وہاں کوئی مشہور وکیل اپنے مقدمہ کے لیے کر و اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے میں نے عرض کی کہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ضمانتوں کے لیے درخواست دے دوں تو آپ نے فرمایا کہ ضمانتوں کی

ضرورت نہیں انشاء اللہ جلد ہی فیصلہ ہو جائے گا۔ چھ ماہ کے بعد مقدمہ سیشن کورٹ میں پیش ہوا تو اللہ کریم نے بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا سے تینوں لڑکوں کو بری کر دیا۔ بری ہونے کے بعد گورنمنٹ کی طرف سے فیصلہ کے خلاف اپیل ہائی کورٹ میں کر دی گئی میں نے بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پھر عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ کوئی اچھا وکیل کر لیں اور آپ نے دو دو وکیلوں کے نام بھی بتائے میں نے عرض کی یہ تو بہت بڑے وکیل ہیں ہم تو ان کی فیس بھی ادا نہیں کر سکیں گے آپ نے فرمایا کوشش کریں کم پیسوں میں ہی کام ہو جائے گا آپ کی دعا سے ہمیں ایک ایسا شخص مل گیا جو ان میں سے ایک وکیل کا بہت دوست تھا وہ ہمیں اپنی گاڑی میں بٹھا کر اس وکیل کے پاس لے گیا راستہ میں اس نے ہم سے پوچھا کہ آپ کتنے پیسے لے کر آئے ہیں ہم نے عرض کی ہمارے پاس پانچ ہزار روپے ہیں اس نے کہا کہ اتنے پیسوں میں تو وہ وکیل نہیں ہو گا۔ ہم نے انہیں بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں بتایا اس نے وکیل صاحب کے پاس پہنچ کر ہم سے پانچ ہزار لے کر اسے دے دیا اور کہا کہ یہ میرا اپنا کیس ہے اور یہ پانچ ہزار روپیہ آپ کی گاڑی کے پٹرول کا خرچہ ہے چنانچہ ہائی کورٹ میں دس روز متواتر بحث کے بعد تینوں بھائی وہاں سے بھی بری ہو گئے یہ محض بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا کا نتیجہ تھا کہ قتل کے ملزم بری ہو گئے۔

شرفاء کے ساتھ دیگر افراد کا بھی بری ہو جانا:

(8) جناب شوکت صاحب کرمانوالہ ٹریکٹر والے بیان فرماتے ہیں کہ غلام مصطفیٰ کھر صاحب وزیر اعلیٰ کے دور اقتدار میں بدمعاشوں کی فہرستیں تیار ہوئیں تو کسی نے دشمنی سے ان کے والد بزرگوار کا نام بھی ان فہرستوں میں شامل کروا دیا اور اس طرح ان کے والد کو بھی گرفتار کر لیا گیا یہ تھانے گئے لیکن والد صاحب کی رہائی کی کوئی صورت نہ بنی۔ پریشانی کے عالم میں اپنے ایک دوست اور پیر بھائی چوہدری سردار صاحب کے گھر گیا اور دل میں خیال آیا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی لاہور میں موجود ہوتے تا کہ ان سے دعا کرا کے رہائی مل جاتی (قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس وقت حضرت کرمانوالہ شریف میں تھے) لیکن تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چوہدری سردار کے گھر ہی تشریف لے آئے اور مجھے

پریشان دیکھ کر وجہ پوچھی اس دوران شوکت صاحب کو اطلاع ملی کہ ان کا نام بھی اس فہرست میں شامل کر لیا گیا ہے اور یہ کہ وہ خود بھی گرفتاری سے بچنے کے لیے ادھر ادھر ہو جائیں قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں رب کریم خیر کریں گے اور قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انہیں اپنے ساتھ ہی اپنی کوٹھی شریف حضرت کرمانوالہ ہاؤس لے گئے اور رات وہیں بسر کرنے کا فرمایا۔ صبح آپ نے انہیں اپنے والد کی پیروی کے لیے کچہری جانے کے لئے فرمایا ڈپٹی کمشنر کے پاس تمام حضرات کو پیش کیا گیا اور اس نے تمام افراد کی رہائی کا حکم دے دیا اس طرح آپ کی دعا کی بدولت نہ صرف شرفاء بلکہ دیگر افراد بھی رہائی پا گئے۔

مارشل لاء میں مقدمہ سے بری ہو جانا

(۵) حکیم مولا بخش صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے گاؤں میں دو فریقین کا آپس میں جھگڑا چل رہا تھا ایک فریق ہمارے گاؤں میں اور دوسرے ایک میل کے فاصلہ پر رہتے ہیں۔ ہمارے گاؤں والوں پر 30-4-1978 کو پولیس نے اذان کے وقت چھاپا مارا اور ہمارے گھر سے ایک رائفل برآمد ہوئی گھر میں موجود مقصود احمد کو کوئی پتہ نہ تھا مقصود احمد نے کہا کہ یہ رائفل میری نہیں ہے کیونکہ مقصود احمد کو رائفل کا پتہ ہی نہ تھا ہمسایہ پارٹی نے چھاپہ کے وقت مقصود احمد کے پاس پھینک دی تھی۔ مقدمہ مارشل لاء میں چلا گیا۔ میرا لڑکا نیاز احمد حضرت صاحب کے دربار سے ہو کر چک نمبر 36 ایس پی پاکپتن پہنچا جہاں حضرت سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف فرما تھے۔ حضرت عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو سب واقعہ سنایا کہ مقصود احمد بے گناہ ہے آپ دعا کریں کہ بری ہو جائے صاحبزادہ پیر عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ مقصود احمد بری ہو جائے گا فکر نہ کریں اور نیاز احمد کو رخصت دے دی مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۷۸ء کو پہلے ٹائم میں مارشل لاء والوں نے مقصود احمد کو بری کر دیا۔ اگرچہ گواہ بھی ٹھیک ٹھاک تھے لیکن مقصود احمد بے گناہ تھا اس لئے صاحبزادہ پیر عثمان علی شاہ بخاری کی کرم نوازی سے بری ہو گیا۔

تیرہ سال سے رکی ہوئی روحانی منزل مل گئی

حاجی شفیق صاحب نعت خواں حضرت کرمانولہ شریف بیان کرتے ہیں کہ مستری عبدالستار صاحب رینالہ خورد والے اپنے بیٹے کی شادی میں باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مدعو کرنے کے لیے آئے تو آپ نے شادی میں شرکت سے معذوری ظاہر کی کیونکہ اس دن آپ نے کسی اور جگہ جانا تھا لیکن آپ نے فرمایا کہ شادی سے ایک دن پہلے میں نے لاہور جانا ہے اس دن آپ کے پاس ہو کر جائیں گے اور ناشتہ وغیرہ بھی وہیں کریں گے۔ مستری عبدالستار صاحب کے جناب قبلہ حضور صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رینالہ خورد والوں سے بھی تعلقات تھے انہوں نے اس دن حضور صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادہ صاحب کو بھی مدعو کیا اور وہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آمد کا سن کر ان کی دعوت میں شرکت کے لیے تیار ہو گئے چنانچہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اصرار پر ناشتہ میں شامل ہو گئے اور صرف تین گھونٹ بوتل کے اور تین نوالے کھانے کے نوش فرمائے لیکن قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی معیت میں کھانے سے ان کی تیرہ سال سے رکی ہوئی روحانی منزل حاصل ہو گئی چنانچہ آپ نے ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ میری تیرہ سال سے رکی منزل آج حضور قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نگاہ کرم سے حاصل ہو گئی ہے۔

بیماری سے شفا

محمد اسحاق صاحب آپ کے ایک درویش بیان کرتے ہیں کہ ان کا بھائی سخت بیمار ہو گیا اور بیماری کی وجہ سے اس کے سر اور جسم کے بال اتر گئے اور شکل بھی عجیب ہو گئی۔ ڈاکٹروں اور حکیموں سے بہت علاج کرایا کوئی افاقہ نہ ہوا اور ڈاکٹروں نے جواب دے دیا۔ اس کے رشتہ دار اس کے بھائی کو لے کر اس کے پاس حضرت کرمانوالا شریف لے آئے قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے دو تین روز کے بعد آپ تشریف لائے تو محمد اسحاق نے اپنے بیمار بھائی کو آپ کی خدمت میں پیش کیا آپ نے فرمایا رب کریم خیر کر دیں گے چنانچہ

چند ہی دن میں اس کا بیمار بھائی بغیر کسی مزید علاج کے آپ کی دعا سے شفایاب ہو گیا۔

سارنگ صاحب چک نمبر 419 تاندلیانوالہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی بیوی کو بخار رہتا تھا وہ اس کو ٹائیفائیڈ سمجھتے رہے حالانکہ ان کی بیوی کو ٹی بی تھی ۔ایک مرتبہ وہ شرق پور شریف عرس کے موقع پر حاضر ہوئے قبلہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی وہاں موجود تھے آپ سے بیوی کی بیماری کے متعلق عرض کی تو آپ نے دعا فرمائی اور ساتھ ہی فرمایا تمہاری بیوی کو ٹی بی ہے اس کے لئے دوائی لکھ کر لے جانا اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائیں گے وہ واپس گھر پہنچے تو گھر میں صفائی وغیرہ ہوئی ہوئی تھی انہوں نے اپنی بیوی سے دریافت کیا کہ تم تو بیمار تھیں یہ صفائی کیسے ہوگئی اس نے کہا کہ تم شرقپور شریف عرس پر گئے اس کے بعد میں بالکل ٹھیک ہوگئی یعنی قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا سے وہ بالکل شفایاب ہو چکی تھی۔

بیماری سے شفا

۵ خوشی محمد بانگا لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ ان کی والدہ کو السر تھا آرام نہیں آرہا تھا قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دعا کے لیے عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ڈاکٹر بشیر احمد سے علاج کرائیں اسکے علاج سے کچھ افاقہ ہوا لیکن وہ ڈاکٹر کراچی چلا گیا اور مرض میں پھر شدت آ گئی خوشی محمد بانگا صاحب قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پھر حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کیا کہ ڈاکٹر تو کراچی چلا گیا ہے اور مرض میں شدت آ گئی ہے آپ نے فرمایا کہ دوائی چھوڑ دیں رب کریم شفا دیں گے چنانچہ انہوں نے دوائی ترک کر دی اور کچھ ہی دن کے بعد قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان کی والدہ کو مکمل شفا نصیب فرمائی۔

مسوں کا ٹھیک ہو جانا

ایک مرتبہ آپ پاکپتن شریف چک نمبر ۳۶ ایس پی آئے ہوئے تھے راقم الحروف کو معلوم ہوا تو چند دوستوں کے ہمراہ آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ان دنوں راقم کے چہرے پر

جگہ جگہ موکے نکل آتے تھے موکہ ایک جگہ سے سُوکھتا تو دوسری جگہ نکل آتا اور یہ سلسلہ جاری رہتا جس کی وجہ سے چہرہ بھی بدنما ہوتا جا رہا تھا۔ چنانچہ آپ کی زیارت کا ارادہ کیا تو یہ بھی خیال تھا کہ موکے ختم ہونے کے لیے بھی دعا کرائیں گے لیکن وہاں جا کر اس بارے میں دعا کرانا یاد ہی نہ رہا اور واپسی پر راقم نے اپنے دوستوں سے کہا کہ باباجی پاک سے موکوں کے بارے میں دعا کرانی یاد نہیں رہی لیکن کیونکہ میں آپ کے پاس اس ارادے سے گیا تھا اس لیے میں نے دوستوں سے کہا کہ باباجی پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود ہی کرم نوازی کر دیں گے۔ میری حیرانگی کی کوئی حد نہ رہی جب چند دن بعد موکے ایک ایک کر کے خود ہی جھڑ گئے اور آج تک کوئی موکہ دوبارہ نہ نکلا۔ یہ ہے آپ کی شان بے نیازی کہ آپ بغیر مانگے مریدین کے احوال سے باخبر ہوتے ہیں اور ان کی دستگیری بھی فرماتے ہیں۔

بیماری سے شفا

قاری عابد سلطان صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت پر معمور تھے ایک دن ان کو گاؤں سے اطلاع آئی کہ ان کی بیوی سخت بیمار ہے وہ اپنے گاؤں جانے کے لیے اجازت لینے باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ آج گاؤں نہ جائیں بلکہ اگلے روز چلے جائیں اگلے روز جب وہ گاؤں پہنچے تو ان کی بیوی بالکل تندرست تھی دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ رات خواب میں کوئی بزرگ تشریف لائے تھے انہوں نے پیار سے اپنا دست شفقت ان کی بیوی پر پھیرا تو وہ اسی وقت تندرست و توانا ہوگئی یعنی قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خواب میں جا کر ان کی بیوی پر اپنا دست شفقت پھیرا۔ اور وہ صحتیاب ہوگئی۔

مولانا عبدالغفور صاحب جامعہ فاروقیہ گھوڑے شاہ والے بیان کرتے ہیں کہ ان کے ایک عزیز کی بیوی سخت بیمار تھی۔ بہت علاج کرایا لیکن ڈاکٹری علاج سے کوئی افاقہ نہ ہوا۔ اس پریشانی کے عالم میں انہوں نے مجھ سے بیوی کی بیماری کا ذکر کیا میں انہیں لے کر کوٹھی شریف حضرت کرمانوالہ ہاؤس، گڑھی شاہو حاضر ہوا اور قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دعا کی

درخواست کی آپ نے فرمایا مولوی جی رب کریم خیر کر دیں گے اور آپ نے کھوی کے استعمال کا حکم دیا۔ چنانچہ کھوی کے چند دن کے استعمال سے ہی میری بیوی بالکل ٹھیک ہوگئی ۔

محمد شریف بہاولنگر والے بیان کرتے ہیں کہ ان کی آواز بند ہوگئی بہت علاج کرایا مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔ ڈاکٹر حضرات گلے کا آپریشن تجویز کرتے تھے جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان تھے۔ اس دوران قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کے پاس تشریف لائے۔ سیٹھ محمد شفیع لاہور والے بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ سیٹھ صاحب نے ان کے گلے کے ٹھیک ہونے کے لیے دعا کی درخواست کی جس پر قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ''خیر ہو جائے گی'' آپ وہاں کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد تشریف لے گئے دو تین روز بعد ان کا گلہ خود بخود ٹھیک ہو گیا حالانکہ ڈاکٹر حضرات گلے کا آپریشن تجویز فرما رہے تھے۔

آپ کے ایک خادم محمد علی جنہیں آپ پیار سے ''نکو ڈاکٹر'' فرمایا کرتے تھے بیان کرتے ہیں کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیماری کی وجہ سے ہسپتال میں داخل تھے آپ کے ساتھ والے کمرے میں ایک مریض تھا جس کو ہڈیوں کی ٹی بی تھی جس کی وجہ سے وہ چلنے پھرنے سے بھی معذور تھا۔ اس کو آپ کے بارے میں معلوم ہوا تو اس نے اپنی بیوی کو دعا کے لیے آپ کے پاس بھیجا آپ نے اس کی بیوی کی درخواست پر اس شخص کے لیے دعا فرمائی محمد علی صاحب نے بیان کیا کہ تین چار روز بعد انہوں نے اس بیمار شخص کو برآمدے میں ٹہلتے ہوئے دیکھا۔ آپ کی دعا کی برکت سے وہ صحت یاب ہو رہا تھا اور چند دن بعد مکمل صحت یاب ہو کر ہسپتال سے اپنے گھر چلا گیا۔

یہی محمد علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپ کے ہسپتال میں قیام کے دوران ہی ایک عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس کے ساتھ اس کی چودہ پندرہ سالہ بیٹی تھی بچی کے پیٹ میں رسولی تھی اور اس کا کچھ دیر بعد آپریشن ہونے والا تھا اس عورت نے اپنی بچی کی صحت کے لیے دعا کی درخواست کی قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تین مرتبہ فرمایا ''رب کریم خیر کر دیں گے'' وہ عورت بچی کو لے کر چلی گئی۔ کچھ دیر بعد اس بچی کو آپریشن تھیٹر لے جایا گیا تو بچی کے پیٹ میں رسولی کا نام ونشان بھی نہ تھا ڈاکٹر حضرات بھی حیران و پریشان تھے کہ آخر ایکسرے میں نظر آنے

والی اتنی بڑی رسولی کہاں غائب ہوگئی لیکن لڑکی تو قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا کی برکت سے ٹھیک ہو چکی تھی اور رسولی وغیرہ ختم ہو چکی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ عورت اپنی بیٹی کو لے کر آپ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئی اور تمام ماجرہ بیان کیا۔لڑکی کو بغیر آپریشن اور بغیر کسی دوا کے آپ کی دعا کی بدولت آرام آ گیا تھا۔

چوہدری عبدالغفور صاحب بھکر والے بیان کرتے ہیں کہ میرے بھائی شاہ محمد کی شیر خوار بیٹی بہت سخت بیمار ہوگئی۔ اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کی گئی آپ نے دعا فرمائی اور زعفران گائے کے دودھ کے ساتھ پلانے کا حکم فرمایا جب اماں جی سرکار رحمۃ اللہ علیہا سے دودھ مانگا گیا تو آپ نے تھوڑا سا دودھ عنایت فرمایا قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی اماں جی کے پاس موجود تھے آپ نے فرمایا کہ اماں جی دودھ زیادہ عنایت فرمایئے اماں جی نے فرمایا کہ بیٹا آپ نے بچی کی حالت غیر نہیں دیکھی اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا آپ دودھ عنایت فرمائیں بچی کو کچھ نہیں ہوگا چنانچہ اماں جی پاک رحمۃ اللہ علیہا نے دودھ عنایت فرما دیا اور اس کو زعفران دودھ میں ملا کر دی گئی تو بچی بالکل صحت یاب ہوگئی یہ فیض تھا جناب اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اور جناب قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا، کہ بر لب دم بچی بالکل صحت یاب ہوگئی۔

یہی عبدالغفور صاحب بیان کرتے ہیں کہ میری بچی کے ہاتھ پر دنبل (پھوڑا) نکل آیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہتھیلی کی ساری پشت پر پھیل گیا قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا ''اللہ کریم فضل فرما دیں گے'' اور ساتھ ہی نیل کنٹھ بوٹی کا لیپ کرنے کا حکم دیا انہوں نے عرض کیا کہ حضور آپ دعا ہی فرما دیں کہ دوا کے بغیر ہی آرام آ جائے آپ نے فرمایا کہ رب کریم ایسے ہی شفا دے دیں گے آپ ایک سال بعد دوبارہ بھکر تشریف لائے تو بچی کا ہاتھ بالکل ٹھیک ہو چکا تھا۔

یہی عبدالغفور صاحب بیان کرتے ہیں کہ اسی بچی کے پیٹ میں درد رہنے لگا اور ورم بھی ہو گیا سرکاری ہسپتال کے ڈاکٹر بشیر احمد قریشی جس کا ڈاکٹری کا پچیس سالہ تجربہ تھا اس نے کہا کہ یہ علامت تو رسولی کی ہے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں عرض کیا گیا تو

آپ نے فرمایا ''اللہ کریم رحم فرمادے گا'' آپ سے مزید درخواست کی گئی کہ جیسے بچی کے ہاتھ کو بغیر دوائی آرام آ گیا تھا اسی طرح اس کو اب بھی آرام آ جائے کیونکہ آپریشن سے تو ڈر محسوس ہوتا ہے آپ نے فرمایا ''رب کریم اسی طرح شفاء عطا فرمائیں گے'' چنانچہ کچھ عرصہ بعد بچی کو بغیر کسی دوا اور آپریشن کے آرام آ گیا۔

یہی عبدالغفور صاحب بیان کرتے ہیں کہ ان کا بھانجا محمد اسلم اکثر بیمار رہتا تھا ایکسرے کرانے پر ٹی بی کے مرض کا علم ہوا قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کو کوئی بیماری نہیں ہے اور اس کے بھائی بشیر احمد کو حکم دیا کہ اس کو اپنے پاس بھکر ہی لے جاؤ چنانچہ وہ اس کو اپنے ساتھ بھکر لے گئے۔ ضلع ساہیوال میں ان کی پانچ ایکڑ زمین تھی وہ فروخت کر کے بھکر میں اسے ایک مربع زمین قسطوں پر خرید کر دی اور آپکی دعا کی بدولت اس زمین کی قسطیں بھی اتر چکی ہیں۔

بیمار بچے کا عالم دین بن جانا

میاں محمد یوسف صاحب بورے والا بیان کرتے ہیں کہ میرے پیر بھائی مولوی نور محمد صاحب کے ایک بیٹے مولوی فیض احمد نقشبندی کا دماغی توازن درست نہ تھا۔ مولوی نور محمد صاحب اپنے بیٹے کو لے کر حضور قبلہ باباجی سرکار سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور دعا کے لیے درخواست کی کہ بیٹے کا ذہنی توازن درست ہو جائے باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ اسے حضور باباحاجی شیر دیوان چاولی مشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دربار پر لے جاؤ اور نوراتا کراؤ یعنی نورات وہاں باندھ کے رکھو اللہ کریم جل شانہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل کرم فرمائے گا۔ مولوی نور محمد صاحب اپنے بچے کو لے کر حاجی شیر دیوان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار مبارک پر پہنچ گئے۔ نورات پوری ہونے سے قبل ہی حضور حاجی شیر دیوان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خواب میں مولوی نور محمد کو اشارہ فرمادیا کہ اپنے بیٹے کو لے جاؤ اب ٹھیک ہے چنانچہ وہ اپنے بیٹے کو لے کر بورے والا آ گئے اب مولوی صاحب کی دلی خواہش تھی کہ میں اپنے بیٹے کو حضور قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بیعت کراؤں اور آپ کا غلام بناؤں۔ مولوی

صاحب اس مقصد کے لیے اپنے بچے کو لے کر پھر بابا جی قبلہ سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کیا کہ حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسے اپنا غلام بنا لیں۔ آپ سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا بیلیا پہلے کوئی نعت شریف سناؤ مولوی فیض احمد نقشبندی نے جس طرح بھی نعت شریف آتی تھی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت سنائی بس پھر حضور بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نظر کرم فرمائی، بیعت بھی کیا اور بڑی گرم جوشی سے معانقہ کر کے فرمایا جا مولوی نور محمد تیرا یہ بیٹا مولوی ہو گا آج الحمد للہ اس کا بیٹا مولوی فیض احمد نقشبندی بڑا خوش الحان واعظ ہے اپنے کاروبارِ زندگی میں بھی مصروف ہے اور جمعہ شریف بھی پڑھاتا ہے یہ حضور قبلہ بابا جی سرکار سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندہ اور جیتی جاگتی کرامت ہے۔

اولادِ نرینہ کا عطا ہونا

تاج دین صاحب غازی آباد والے بیان کرتے ہیں کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میری شادی میں تشریف لائے۔ میری خالہ ساس کے ہاں اولاد زندہ نہ بچتی تھی۔ چنانچہ میں نے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ان کی اولاد کے لیے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ "اللہ کریم خیر کر دے گا" اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کی برکت سے اسے ایک لڑکا عنایت فرمایا جو آج تک زندہ ہے اور خود بھی صاحب اولاد تین چار بچوں کا باپ ہے۔

جناب اشرف علی نجم صاحب قصور والے بیان کرتے ہیں کہ ان کے ہاں شادی کے بعد یکے بعد دیگرے چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ 1977ء کے آغاز میں آپ کی کوٹھی مبارک حضرت کرمانوالہ ہاؤس بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دعا کے لیے درخواست کی تو آپ نے انہیں بیٹے کی خوشخبری دی چنانچہ آپ کی دعا سے بیٹا پیدا ہوا، یہ بچہ جب سوا ماہ کا تھا تو آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے بچے کو اپنے دست مبارک میں اٹھا کر ایک اور بیٹے کی خوشخبری دی چنانچہ دوسرا بیٹا آپ کے وصال کے بعد مارچ 1979ء میں پیدا ہوا۔

چوہدری عبدالرؤف فتح پور تھل والے بیان کرتے ہیں کہ ان کی شادی کے بعد یکے

بعد دیگرے دو بیٹیاں پیدا ہوئیں قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مرتبہ تھل تشریف لائے تو اولادِ نرینہ کے لیے دعا کی درخواست کی آپ نے فرمایا کہ رب کریم تمہیں چار بیٹے عنایت فرمائے گا اور ساتھ ہی ان کے نام بھی تجویز فرما دیئے ''غلام حسین، ریاض حسین، فیاض حسین اور ممتاز حسین'' اللہ تعالیٰ نے ان کو چار بیٹے عنایت فرمائے جو ہنوز حیات ہیں۔

اولادِ نرینہ

شیخ محمد اشرف کرمانوالہ کلاتھ ہاؤس اوکاڑہ والے بیان کرتے ہیں کہ ان کی تین بیٹیاں تھیں دعا کرانے کے بعد بھی چوتھی بیٹی پیدا ہوگئی میں بچی کی پیدائش کی خبر اپنی دکان پر سن کر مغموم بیٹھا تھا کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف لے آئے اور مجھ سے پریشانی کی وجہ پوچھی اور جب میں نے چوتھی بیٹی کے بارے میں بتایا تو آپ ایک منٹ کے لیے خاموش ہوگئے اور فرمانے لگے کہ محمد اشرف یہ خبر سن کر مجھ پر سکتہ طاری ہوگیا ہے لیکن کوئی بات نہیں آئندہ رب کریم خیر کر دیں گے۔ چنانچہ بچی کی پیدائش کے سوا سال بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سے ایک بیٹا عنایت فرمایا اور دوسرا بیٹا آپ کے وصال کے بعد قل شریف والے دن پیدا ہوا۔ اس کے بعد محمد اشرف صاحب نے اپنی تین بیٹیوں کی شادی کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سے تینوں بیٹیوں کو بھی لڑکے عطا کیے اور آپ کی دعا کے بعد محمد اشرف صاحب کے خاندان میں نو لڑکے پیدا ہو چکے ہیں اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

اولادِ نرینہ کا عطا ہونا

فتح محمد ٹاوری ساکن ڈوگی ضلع بھکر والے بیان کرتے ہیں کہ اس نے بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت کی اور ساتھ ہی اولادِ نرینہ کے لیے استدعا کی تو آپ نے فرمایا رب کریم تمہیں بیٹا عنایت فرمائے گا لیکن وہ قدرے مست ہوگا اور کئی ماہ تک کپڑے پہننا پسند نہ کرے گا چنانچہ اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جو پہلے پہل کپڑے پہننا پسند نہ کرتا تھا لیکن بعد میں بالکل

ٹھیک ہو گیا آج کل وہ شادی شدہ ہے اور اس کی طبیعت اور صحت بالکل ٹھیک ہے اور کئی بچوں کا باپ ہے۔

چوہدری عبد الغفور صاحب بھکر والے بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے بھانجے محمد اسلم کو قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حکم سے ضلع ساہیوال سے بھکر لے آئے اور اس کی شادی کر دی تین سال گزرنے کے باوجود کوئی اولاد نہ ہوئی تو لوگوں میں باتیں بننا شروع ہو گئیں۔ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں دعا کے لیے عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ تین چار سال تک اولاد نہ بھی ہو تو کوئی حرج نہیں اللہ کریم فضل فرما دیں گے۔ محمد اسلم کے سسرال والوں نے کہا کہ اولاد کے لیے کسی اور پیر سے تعویذ لیتے ہیں لیکن محمد اسلم نے کہا کہ چار سال تک تو قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مہر لگا دی ہے اس سے بات بڑھے گی تو دیکھا جائے گا چنانچہ پانچویں سال اس کے ہاں اولاد کی پیدائش کا سلسلہ شروع ہوا اور اب اس کے نو دس بچے ہیں۔

جناب بشیر احمد بھکر والے بیان کرتے ہیں کہ ان کی شادی کے بعد تین بچیاں پیدا ہوئیں ایک حکیم کو دکھایا تو اس نے نبض دیکھ کر کہا بشیر احمد بچے کی امید نہ رکھو مادہ تولید تم میں بالکل نہیں ہے یہ بچیاں بھی کسی بزرگ کی دعا سے پیدا ہوئی معلوم ہوتی ہیں چنانچہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں اسی طرح عرض کیا گیا تو آپ نے جلالی میں آ کر فرمایا یہ حکیم کوئی خدا کا بیٹا ہے اس حکیم سے برملا کہہ دینا کہ اس دفعہ بیٹا پیدا ہو گا چنانچہ اس کے ہاں بیٹا ہی پیدا ہوا اس کے بعد بھی مزید ایک بیٹا اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

سات حج کروا دیئے

مولوی علی نواز صاحب خادم حضرت کیلیانوالے شریف بیان کرتے ہیں کہ ایک بیلی جو حج پر گیا تھا پریشانی کے عالم میں مدینہ منورہ میں تھا اس کا دل مزید حج کرنے کو چاہتا تھا لیکن اس کے پاس پیسے ختم ہو چکے تھے اس دوران اس کو قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مل گئے اس نے آپ سے اپنا مدعا بیان فرمایا تو آپ نے فرمایا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یہ کچھ مشکل نہیں کہ تمہیں سات مرتبہ حج کے لیے بلا لیں چنانچہ 1980ء میں مولوی علی نواز صاحب کو وہی شخص

دوران حج ملا اس نے بتایا کہ یہ اس کا پانچواں حج ہے اور یہ کہ ابھی دو حج اور کرنے ہیں کیونکہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سات حج کا فرمایا ہے۔

مدرسہ کے لیے جگہ کا مل جانا

تاج دین بلوچ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ان کے بیٹے مولوی عبدالغفور نے اپنے مدرسہ جامعہ فاروقیہ گھوڑے شاہ کے جلسہ تقسیم اسناد کے سلسلہ میں صدارت کے لیے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام رکھ لیا اور آپ سے عرض کیا تو آپ نے وقت مقررہ پر پہنچ جانے کا وعدہ فرمایا لیکن ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ وہ جلسہ وغیرہ کی صدارت کو پسند نہیں کرتے۔ آپ وقت مقررہ پر پہنچ گئے جلسہ کے بعد آپ نے مولوی عبدالغفور صاحب سے فرمایا ''مولوی جی! مدرسہ کے لیے جگہ کم ہے جگہ زیادہ ہونی چاہیے چنانچہ آپ کے فرمان کے مطابق مولوی صاحب نے ساتھ والی جگہ کے مالک سے بات کی تو وہ دو کنال زمین دینے کے لیے تیار ہو گیا حالانکہ اس سے پہلے اس نے مدرسہ کی دیوار سیدھی کرنے کے لیے صرف سوا مرلہ زمین بھی دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اب زمین کا سودا ہونے کے بعد اس کی رقم کی ادائیگی کا مسئلہ درپیش تھا مدرسہ کی انتظامیہ نے کہا اتنی بڑی رقم کا کیسے بندوبست ہوگا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جگہ کے لیے فرمایا ہے تو وہی رقم کا بھی بندوبست کریں گے چنانچہ جلد ہی رقم کا بھی انتظام ہو گیا اور وہ جگہ مدرسہ کے لیے خرید لی گئی۔

سرکاری ملازمت کا ملنا

جناب حبیب اللہ صاحب غازی آباد والے بیان کرتے ہیں کہ وہ 1976ء میں واہ فیکٹری ٹیکسلا میں بطور سینئر کلرک ایڈمن برانچ متعین تھے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک شخص کو ان کے پاس بھیجا کہ اس کو اپنے محکمہ میں بطور ٹائپسٹ بھرتی کروانا ہے اس کی ٹائپنگ کا ٹیسٹ لیا گیا تو اس نے ٹائپ کرتے ہوئے ایک لائن کے اوپر دوسری اور دوسری کے اوپر تیسری لائن ٹائپ کر دی ممتحن نے انہیں یہ بتایا تو وہ پریشان ہو گئے اور قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی

طرف متوجہ ہو کر مدد کی درخواست کی تو فوراً ممتحن نے کہا کہ حبیب اللہ صاحب آپ خود ہی اس کی جگہ ٹائپ کر کے ٹائپ شدہ کاغذ ساتھ لگا دیں چنانچہ ایسا کرنے کے بعد تعیناتی کے آرڈر بھی جاری کر دیے اور اس کا کیس ملٹری اکاؤنٹنٹ جنرل کو بھیج دیا لیکن اس نے لکھا کہ آپ نے اس سیٹ کے لیے نہ تو اخبار میں اشتہار دیا اور نہ ہی بھرتی کمیٹی تشکیل دی بہر حال اس نے ہمیں آئندہ ایسا نہ کرنے کی تلقین کرتے ہوئے ہمارے کسی بھی آدمی کے خلاف کوئی محکمانہ کاروائی نہ کی حالانکہ ایسی سنگین غلطی پر سخت محکمانہ کاروائی ہو سکتی تھی یہ سب قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر کرم تھی کہ اس شخص کو محکمہ میں جگہ بھی مل گئی اور کسی کے خلاف کوئی محکمانہ کاروائی بھی نہ ہوئی۔

بغیر ٹیسٹ اور انٹرویو کے ملازمت ملنا

(۴) یہی حبیب اللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ کچھ عرصہ بعد آپ نے میرے پاس ایک اور شخص کو بھیجا کہ اس کو بھی اپنے محکمہ میں بھرتی کرانا ہے۔ میں نے آپ کے حکم کے مطابق جب متعلقہ سپرنٹنڈنٹ سے بات کی تو اس نے کہا کہ اب تو ٹیسٹ اور انٹرویو کے بعد میرٹ لسٹ بھی بن چکی ہے اور یہ کہ اب تو یہ کام ہونا ناممکن ہے حبیب اللہ صاحب نے حضرت قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف متوجہ ہو کر مدد کی استدعا کی تو اسی وقت محکمہ کے جس افسر کے پاس میرٹ لسٹ تھی وہ کہنے لگا کہ میرٹ لسٹ کے آخر میں اس لڑکے کا نام بھی لکھ دیا جائے چنانچہ اس لڑکے کا نام بھی میرٹ لسٹ میں شامل کر لیا گیا اور اس کے بعد وہ لڑکا بطور کلرک تعینات بھی ہو گیا یہ سب نظر کرم تھی بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کہ وہ لڑکا بغیر ٹیسٹ اور انٹرویو محکمہ میں تعینات ہو گیا۔

اعلیٰ تعلیم کے لیے رقم کا بندوبست ہونا

(۵) احسان الحق قریشی صاحب لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ 72-1971ء میں ان کے بیٹے کو کینیڈا میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے داخلہ مل گیا جس کے لیے انہیں فوری طور پر پچاس ہزار روپے کی ضرورت تھی اور ان کے پاس یہ رقم موجود نہ تھی بڑے غور و خوض کے بعد

کراچی میں ایک رشتہ دار کو رقم کے لیے خط لکھا اور ساتھ ہی بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں بھی حاضر ہو کر عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ آپ کا رشتہ دار آپ کو پیسے بھیج دے گا چنانچہ اس رشتہ دار نے پیسے بھی بھیج دیے اور ساتھ یہ بھی کہا کہ پیسے کی فکر نہ کریں چنانچہ آپ کی دعا سے بیٹے کا کام بن گیا اور وہ اعلیٰ تعلیم کے لیے کینیڈا چلا گیا۔

ملازمت میں ترقی ہونا

۵ غلام باری صاحب (مرحوم) لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ 1960ء میں ان کا محکمانہ ترقی کا امتحان تھا یہ ان دنوں اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے خیال تھا کہ آپ کی خدمت میں دعا کے لیے عرض کیا جائے لیکن آپ سے دعا کرانے کی نوبت نہ آئی البتہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کیا کہ حضور کوئی ایسا وظیفہ بتائیں کہ رات کو خواب میں امتحانی پرچہ کا پتہ چل جائے آپ نے ان کی بات کو ناپسند کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا انہوں نے یہاں کوئی غیر شرعی کام ہوتے دیکھا ہے انہوں نے نفی میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ (غلام باری) چاہتے ہیں کہ امتحان میں اچھے نمبروں میں پاس ہوں انہوں نے ہاں میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا کہ اچھے نمبروں میں پاس ہو جاؤ گے امیدواروں کی فہرست میں غلام باری صاحب کا اڑتالیسواں نمبر تھا اور کل اکاون امیدوار تھے یعنی نیچے سے تیسرا نمبر تھا امتحان کے نتیجہ کا اعلان ہوا تو کل سترہ امیدوار پاس تھے اور ان میں سے غلام باری صاحب کا تیسرا نمبر یعنی نیچے والے تیسرے نمبر کو اوپر والے تیسرے نمبر پر لے آئے جس کے نتیجہ میں جلد جلد محکمانہ ترقیاں ہونے اور آئندہ محکمانہ امتحان بھی اچھے نمبروں سے پاس ہوتے چلے گئے۔

دفتر سے تبادلہ پر فارغ ہونے کے بعد بھی تبادلہ منسوخ ہونا

۶ خوشی محمد بانگا صاحب لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ ان کا تبادلہ واپڈا ہاؤس سے [illegible] دفتر میں ہو گیا اور انہیں دفتر سے فارغ کر کے الوداعی پارٹی بھی دے دی گئی اسی دن قبلہ

بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دفتر میں ان سے ملنے تشریف لائے انہوں نے آپ کو اپنے تبادلہ کے بارے میں بتایا تو آپ نے فرمایا کہ انکا یہیں رہنا بہتر ہے انہوں نے عرض کی اب تو مجھے دفتر والوں نے فارغ بھی کر دیا ہے اس لئے تبادلہ منسوخ ہونا ناممکن ہے بہرحال آپ تشریف لے گئے تو خوشی محمد صاحب کے ساتھ ایک اور شخص کا بھی تبادلہ ہوا تھا وہ ان کے پاس آیا اور کہا کہ واپڈا ہاؤس میں ہی ایک دوسری برانچ میں دو آسامیاں خالی ہیں اور اس سلسلہ میں افسر اعلیٰ سے ملتے ہیں کہ انہیں وہیں پر تعینات کر دے چنانچہ وہ دونوں جا کر اپنے بڑے افسر سے ملے تو اس نے ان دونوں حضرات کا تبادلہ منسوخ کر کے واپڈا ہاؤس میں ہی دوبارہ تعینات کر دیا آپ جب لاہور دوبارہ تشریف لائے تو خوشی محمد صاحب نے صورت حال سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم تو کہتے تھے کہ تبادلہ منسوخ ہونا ناممکن ہے انہوں نے عرض کی کہ یہ آپ کی دعا کا نتیجہ ہے۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

تبادلہ منسوخ ہونا

58 جناب برکت علی صاحب لالہ زار پارک مغلپورہ والے بیان کرتے ہیں کہ میں پاکستان ملٹری اکاؤنٹس لاہور میں بلازم تھا ۱۹۶۷ء میں میرا تبادلہ کوہاٹ ہو گیا میں نے اپنا تبادلہ رکوانے کے لیے درخواستیں دینا شروع کر دیں اس طرح چار پانچ ماہ گزر گئے اور ہیڈ آفس سے جواب آیا کہ اگر اب انہوں نے میری درخواست دوبارہ بھجوائی تو ان کی بھی جواب طلبی ہو گی میں اور بھی زیادہ پریشان ہو گیا اس دوران قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سیٹھ محمد شفیع کے مکان پر تشریف لائے ہوئے تھے میں بھی آپ کی زیارت کو گیا تو آپ نے مجھ سے دفتر نہ جانے کی وجہ دریافت کی کیونکہ وہ چھٹی کا دن نہیں تھا۔ آپ کے استفسار پر میں نے آپ کو اپنے تبادلہ کے بارے میں بتایا تو آپ نے فرمایا کہ کسی طرح ایک دفعہ پھر اپنا تبادلہ رکوانے کے لیے درخواست بھجوا دو میں نے اپنے دفتر والوں سے درخواست کی اور انہوں نے پھر رسک (خطرہ) لیتے ہوئے درخواست بھجوا دی ابھی ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ میرا تبادلہ منسوخ ہو گیا اور یہ حکم بھی آیا کہ میری بقیہ سروس کے دوران لاہور سے باہر تبادلہ نہ ہو گا۔ میری عمر اس وقت باون سال تھی آپ نے کمال

مہربانی فرماتے ہوئے یہ قانون ہی پاس کروادیا کہ ملازم جب باون سال کا ہوجائے تو اس کا تبادلہ اس کی مرضی کے بغیر نہیں ہوسکتا اور آج بھی ان کے محکمہ میں یہ قانون رائج ہے۔

قرض سے نجات

چوہدری عبدالغفور صاحب بھکر والے بیان کرتے ہیں کہ ان کا پچھلا گاؤں کرمونوالہ ضلع فیروز پور سے دس کوس تھا وہ غریب لوگ تھے۔ اور وہ خود اور اس کے دیگر رشتہ دار کرمونوالہ شریف کئی کئی دن گزارتے تھے۔ ان کی پھوپھی نے بیان کیا کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابھی چھوٹے ہی تھے اور انکی پھوپھی نے آپ کو گود میں اٹھایا ہوا تھا آپ بہت خوش تھے ان کی پھوپھی نے آپ کو خوش دیکھ کر عرض کی کہ حضور ان کے بھائی نے ہندوؤں کا بہت سا قرض ادا کرنا ہے دعا فرمائیں آپ نے فرمایا کہ قرض اتر جائے گا۔ موقع اچھا جانتے ہوئے ان کی پھوپھی نے کہا کہ ان کی بہن پر بھی قرض ہے آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں قرض اتر جائے گا چنانچہ آپ کی دعا کی بدولت ایک سال میں تمام لوگ قرضوں سے فارغ ہوگئے حالانکہ ہندوؤں کے قرضے سود در سود ہونے کی وجہ سے اتارنے بہت مشکل تھے۔

ملکیت زمین سے زیادہ بڑا پانی کا موگا منظور ہونا

خوشی محمد بانگا صاحب بیان کرتے ہیں کہ ان کے گاؤں میں محکمہ انہار نے تمام زمینداروں کے پانی کی تقسیم کے لیے وارہ بندی تیار کی جس میں ان کی زمین کے لیے ملکیت سے زیادہ پانی مقرر کردیا اور ایکسین ساہیوال نے فیصلہ سنادیا۔ لیکن دوسرے متاثرہ فریق نے میری ملکیت کی اصل فرد لگا کر ایکسین کے پاس فیصلہ بدلنے کی درخواست دے دی ایکسین نے نئے فیصلہ کے لیے تاریخ مقرر کردی اس کیس میں کچھ ایسی خامیاں تھیں کہ پانی کی کمی کے علاوہ ان کے (خوشی محمد بانگا) خلاف انضباطی کاروائی بھی ممکن تھی چنانچہ وہ پریشانی کے عالم میں قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ایکسین فائل بھی نہ دیکھے اور اپنا پچھلا فیصلہ بھی بحال رکھے آپ نے مسکرا کر ان دونوں کاموں کی منظوری عنایت فرمادی اور حکم

دیا کہ فیصلہ والے دن اعلیٰ حضرت سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دربار عالی پر حاضری دے کر جانا چنانچہ مقررہ تاریخ پر وہ دربار پر حاضری کے بعد ایکسین کے دفتر پہنچے۔ اس کے ساتھ والے دفتر میں ہمارے ایک پیر بھائی چوہدری عبدالغنی صاحب متعین تھے انہیں کیس کے بارے میں معلوم تھا اس لئے انہوں نے یہ کیس واپس لینے کے لیے کہا لیکن مجھے قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا کی برکت سے کیس اپنے حق میں ہونے کا پورا یقین تھا چنانچہ جب میں ایکسین کے پاس حاضر ہوا تو اس نے اپنے ریڈر سے کیس کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ کیس ٹھیک ہے چنانچہ ایکسین نے دوسرے فریق سے دلائل سنے بغیر اپنا پچھلا فیصلہ بحال رکھا۔ دوسرا فریق وکیل کے ساتھ کیس لڑنے کے لیے آیا ہوا تھا وکیل نے اس ایکسین سے بحث کی کہ آپ ہمارے دلائل سنے بغیر فیصلہ نہیں کر سکتے اس نے کہا میں نے اپنا پچھلا فیصلہ بحال کر دیا ہے اب آپ جہاں چاہیں اپیل کر سکتے ہیں چنانچہ فریق مخالف نے سول جج کی عدالت میں کیس کر دیا۔ سول جج نے میرے فریق مخالف کے ایکسین کے فیصلہ کے خلاف سپرنٹنڈنگ انجنیئر اور چیف انجنیئر کے پاس اپیل نہ کرنے کی بنا پر کیس خارج کر دیا لیکن اس دوران اپیل کرنے کا وقت بھی گزر چکا تھا اور اب تک مجھے میری زرعی زمین کے حصے سے زیادہ پانی مل رہا ہے۔

ملازمت پر بحالی

(8) چوہدری محمد قاسم صاحب بھکر والے سرکاری دفتر میں ہیڈ کلرک تھے پارٹی بازی کی وجہ سے سروس سے فارغ کر دیا گیا وہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس دعا کے لیے حاضر ہوئے اور تنگی معاش کا بھی ذکر کیا۔ آپ نے دعا بھی فرمائی اور مالی امداد بھی فرمائی چنانچہ آپ کی دعا سے 1975ء میں نوکری پر بحال ہو گئے اور 1980ء میں اس عرصہ کے بقایا جات مبلغ چالیس ہزار روپے بھی مل گئے یہ سب آپ کی دعا مبارک کا ثمر تھا۔

ٹریکٹر کا ملنا اور دیگر عنایات کریمانہ

بشیر احمد صاحب بھکر والے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھکر تشریف لائے تو آپ نے فرمایا ''بشیر احمد ہم نے تمہاری زمین دیکھنی ہے'' ایک جگہ آپ نے رب گھاس دیکھ کر فرمایا یہ گھاس باغ میں ہونی چاہیے بشیر احمد نے موقع غنیمت جانتے ہوئے عرض کی کہ اس کے لیے تو ٹریکٹر ہونا چاہیے آپ نے فرمایا کہ رب کریم ٹریکٹر عنایت فرما دیں گے ہوشیاری سے کیوں مانگتا ہے ٹریکٹر مل جائے گا۔ اس اثناء میں ایک بنک افسر نے بشیر احمد سے خود کہا کہ ٹریکٹر قرضہ پر لینا ہے تو بتاؤ۔ بشیر احمد نے کہا میرے پاس تو زمین کم ہے اس بنک افسر نے کہا کہ یہ اعتراض تو میں نے لگانا ہے اگر اس نے ٹریکٹر لینا ہے تو اپنے پڑوسی زمیندار سے مزید زمین کے ٹھیکہ کے کاغذات بنا کر لے آئے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور آپ کی دعا کی بدولت جلد ہی ٹریکٹر مل گیا۔

قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب تشریف لاتے تو آپ کے ہمراہ کچھ بیلی ہوتے اور کچھ لوگ بھی آپ کی آمد کا سن کر جمع ہو جاتے کسی نے بشیر احمد سے سوال کیا کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آمد سے اخراجات تو بہت ہوتے ہونگے اس نے کہا اخراجات کا تو مجھے پتہ نہیں لیکن آپ پہلے سال تشریف لائے تو ہمیں الاٹ شدہ زمین کے مالکانہ حقوق مل گئے دوسرے سال ایک مربع زمین قسطوں پر مل گئی اور تیسرے سال ٹریکٹر مل گیا اور باغ لگ گیا۔ روحانی فیوض و برکات اس کے علاوہ تھے۔ یہ تھی آپ کی شان کریمانہ کہ آپ کی تشریف آوری سے لوگ زیر بار ہونے کی بجائے ان کے رزق میں وسعت ہو جاتی۔

ریل گاڑی کا واپس آنا

چوہدری عبدالغفور بھکر والے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ کرموں والا شریف ضلع فیروز پور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس پیدل گیا ہوا تھا واپسی کا ارادہ تھا اسٹیشن پر گاڑی کا وقت ہو چکا تھا اور ابھی دو میل پیدل چلنا تھا روانہ ہونے لگا تو قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مل گئے اور

کافی دیر تک ان سے باتیں کرتے رہے اس دوران کسی نے کہا کہ اب گاڑی نہیں ملے گی لیکن بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ گاڑی مل جائے گی چنانچہ وہ روانہ ہو گئے راستہ میں ایک اور شخص بھی اسٹیشن کی طرف جانے کے لیے ان کے ساتھ ہولیا۔ ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ گاڑی اسٹیشن کی طرف سے دھواں اڑاتی نظر آئی۔ ان کا ساتھی کہنے لگا کہ چلو واپس چلیں کیونکہ گاڑی تو اسٹیشن پر پہنچنے والی ہے اور ان کے وہاں پہنچنے تک روانہ ہو چکی ہو گی لیکن عبدالغفور صاحب نے کہا کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے گاڑی انہیں لے کر جائے گی چنانچہ وہ دوڑتے ہوئے اسٹیشن پر پہنچے تو گاڑی تھوڑی دور جا چکی تھی لیکن جیسے ہی وہ وہاں پہنچے تو گاڑی واپس آتی ہوئی معلوم ہوئی اور ہمارے سامنے آ کر رکی گارڈ نے انہیں آواز دے کر اپنے ڈبہ میں بلا لیا اور وہیں انکی ٹکٹ بنا دی چنانچہ وہ گاڑی میں سوار ہو کر اپنی منزل مقصود تک پہنچ گئے یہ تھا قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تصرف کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے گاڑی واپس بلا کر اپنے بیلیوں کو سوار کرا دیا۔

مدرسہ کا تعمیر ہونا

(۵) قاری مشتاق احمد صاحب لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ ان کے استاد قاری غلام رسول صاحب نے ان کی وساطت سے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنی مسجد واقع صدر بازار لاہور میں ایک تقریب میں مدعو کیا۔ مسجد کے ساتھ ہی ایک قطعہ زمین تھا جہاں پر لوگ کوڑا کرکٹ پھینکتے تھے قاری صاحب اس قطعہ کو حاصل کر کے وہاں مدرسہ قائم کرنا چاہتے تھے لیکن اہل محلّہ میں سے کچھ بااثر لوگ ان کی مخالفت کر رہے تھے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب تشریف لائے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی گاڑی اس کوڑے کرکٹ والی جگہ پر کھڑی کر دی۔ تقریب سے فارغ ہونے کے بعد قاری غلام رسول صاحب نے مدرسہ کے لیے جگہ کے حصول کے لیے دعا کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا قاری صاحب ہم نے اپنی گاڑی پہلے ہی اس جگہ کھڑی کر دی ہے وہ زمین آپ کو مدرسہ کے لیے جلد مل جائے گی۔ چنانچہ وہ جگہ جلد ہی مل گئی اور وہاں آج ایک عالیشان مدرسہ قائم ہے۔

یہی قاری مشتاق صاحب بیان کرتے ہیں کہ قاری غلام رسول صاحب نے ایک مرتبہ پھر ایک تقریب برکت مارکیٹ گارڈن ٹاؤن کے قریب منعقد کی جس میں قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی ان کی درخواست پر شریک ہوئے۔ تقریب کے بعد قاری غلام رسول صاحب نے وہاں بھی ایک مدرسہ کی تعمیر کے لیے دعا کی درخواست کی آپ نے تین مرتبہ فرمایا ایک عالیشان مدرسہ تعمیر ہوگا چنانچہ جلد ہی ایک عظیم الشان مدرسہ تجوید القرآن تعمیر ہوگیا جہاں آج بھی قرآن پاک کی تعلیم دی جارہی ہے۔

زمین کا ہموار ہونا اور ٹیوب ویل لگنا

(۵) جناب سارنگ صاحب چک نمبر 419 تاندلیانوالہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے پانچ ایکڑ زمین خریدی لیکن وہ بہت اونچی تھی اور نہری پانی نہ پہنچ سکتا تھا اس نے قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے زمین کے بارے میں عرض کیا آپ نے فرمایا گھبرانے کی ضرورت نہیں زمین ٹھیکہ پر اینٹوں کے بھٹوں کے لیے دے دینا زمین بھی نیچی ہو جائے گی اور ٹھیکہ بھی وصول ہو جائے گا چنانچہ وہ واپس گئے تو چند دن بعد ایک اینٹوں کے بھٹہ والے خود ان کے پاس آئے اور زمین ٹھیکہ پر لینے کی خواہش ظاہر کی سارنگ صاحب نے وہ زمین ٹھیکہ پر دے دی۔ اس ٹھیکیدار کو پانی کی بھی ضرورت تھی چنانچہ اس نے خود ہی زمین میں ایک ٹیوب ویل بھی لگوادیا اس طرح اس کی زمین نہ صرف ہموار ہوگئی بلکہ اس کی زمین میں ٹیوب ویل بھی لگ گیا۔

منسوخ شدہ زمین کا بحال ہوجانا

(۵) چوہدری امانت علی صاحب جمبر والے جو کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس لنگر شریف کا انتظام بھی کرتے ہیں بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس اوقاف کی 132 ایکڑ زمین ٹھیکہ پر تھی لیکن رانا پھول صاحب کے ایک عزیز نے مل ملا کر یہ ٹھیکہ زیادہ بولی دے کر اپنے نام کرالیا اور ٹھیکہ کی رقم بھی جمع کرادی چوہدری صاحب قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر

ہوئے اور آپ سے دعا کے لیے عرض کیا آپ نے دعا بھی کی اور ان کو ایک درخواست ریونیو بورڈ کو بھیجنے کا حکم بھی دیا۔ متعلقہ حکام نے فریقین کو طلب کیا اور بولی منسوخ کر دی حالانکہ جس بولی کی رقم جمع ہو جائے اس کی منسوخی نہیں ہو سکتی بہر حال فریق ثانی بہت با اثر تھا لیکن پھر بھی آپ کی دعا کی بدولت اس کی بولی منسوخ ہو گئی اور کچھ عرصہ بعد چوہدری امانت صاحب کے نام دوبارہ ٹھیکہ 49 منظور ہو گیا ٹھیکہ کی رقم مبلغ تین صد پچاس روپے فی ایکڑ ہو گئی۔ مزید برآں ایسی متروکہ املاک کی ہر سال بولی کے احکامات بھی منسوخ ہو گئے بلکہ موجودہ زمین کے ٹھیکیداروں کو ہی ہر سال دس فیصد اضافی ٹھیکہ سے زمین ان کے پاس ہی رہنے کا حکم جاری کر دیا گیا اس طرح نہ صرف چوہدری صاحب بلکہ دوسرے کئی اصحاب کا بھی فائدہ ہو گیا اور زمین مستقل طور پر ان کو مل گئی اس کے علاوہ چوہدری صاحب کے پاس صرف 132 ایکڑ زمین تھی لیکن بعد میں ان کو 152 ایکڑ زمیں مل گئی یہ سب قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کرم تھا۔

مسجد کا تعمیر ہونا

قاری مشتاق احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ اتحاد کیمیکلز میں ایک جگہ عارضی طور پر مسجد بنی ہوئی تھی ملازمین نے مسجد کے لیے پانچ لاکھ روپیہ جمع کیا ہوا تھا لیکن مسجد کے لیے جگہ کا انتخاب نہ ہو رہا تھا کیونکہ کچھ لوگ اس عارضی مسجد سے ہٹ کر کسی دوسری جگہ مسجد بنانا چاہتے تھے اور اس کشمکش میں مسجد تعمیر نہ ہو رہی تھی ایک مرتبہ قاری صاحب نے وہاں جلسہ کرایا اور قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مدعو کیا۔ قاری صاحب نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسجد کی تعمیر کے لیے دعا کی درخواست پیش کی آپ نے قاری صاحب سے دریافت کیا کہ وہ مسجد کہاں بنانا چاہتے ہیں انہوں نے موجودہ عارضی جگہ پر ہی مسجد بنانے کی دعا کے لیے عرض کیا آپ نے اس جگہ مسجد بنانے کے لیے دعا کر دی کچھ دن بعد ہی اتحاد کیمیکلز کی انتظامیہ نے اسی جگہ مسجد بنانے کی منظور دے دی اور جلد ہی ایک عالیشان مسجد تعمیر ہو گئی۔

بغیر سفارش کے تبادلہ

محمد شفیع بھٹی صاحب لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ وہ ریلوے ورکشاپ میں بطور کلرک تعینات تھے جہاں ورکشاپ کے اوقات کے مطابق شام تک ڈیوٹی دینی ہوتی تھی تنخواہ قلیل ہونے کی وجہ سے وہ شام میں کوئی دوسرا کام کرنا چاہتے تھے لیکن ورکشاپ میں ہونے کی وجہ سے وہ کوئی دوسرا کام نہ کر سکتے تھے ان کے کئی ساتھی سفارش کرا کے اپنا تبادلہ ریلوے ہیڈ کوارٹر کرا چکے تھے ان کے پاس کوئی سفارش نہ تھی ایک روز وہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور آپ سے دعا کی گذارش کی آپ نے فرمایا کہ ایک درخواست لکھو اور ابھی سیکرٹری ریلوے بورڈ کے پاس لے جاؤ یہ اسی وقت درخواست لے کر سیکرٹری کے پاس پہنچ گئے اس نے ان کی درخواست رکھ لی اور ایک ہفتہ کے بعد آنے کا کہا قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ایک دو روز بعد پھر اس کے پاس جائیں یہ دو تین روز بعد پھر اس کی خدمت میں گئے سیکرٹری صاحب نے اپنے اسسٹنٹ (پی۔اے) کو بلا کر دریافت کیا کہ انہوں نے بھٹی صاحب کی درخواست پر تبادلہ کے احکامات کے لیے لکھا تھا تو وہ ابھی تک کیوں نہیں ہوئے ان کے (پی۔اے) نے لیت ولعل سے کام لیا تو اسے سختی سے ٹرانسفر آرڈر اسی وقت ٹائپ کر کے لانے کو کہا چنانچہ وہ اسی وقت ٹرانسفر آرڈر ٹائپ کر کے سیکرٹری ریلوے بورڈ کے پاس لے کر گیا اور اس نے دستخط کر کے ٹرانسفر آرڈر ان کے حوالے کر دیے اس طرح قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا کی بدولت ان کا تبادلہ ہو گیا۔ **بغیر کسی سفارش کے ہو گیا۔**

مقدمہ میں کامیابی

ملک قاسم صاحب واں رادھا رام (موجودہ حبیب آباد) والے بیان کرتے ہیں کہ ان کی زمین کا مقدمہ ہائی کورٹ میں زیر سماعت تھا اور کیس کی سماعت کی مختلف تاریخیں پڑ چکی تھیں کیس کی سماعت کے دوران انہیں (ملک قاسم صاحب کو) ایسا محسوس ہوا کہ جج ان کے خلاف فیصلہ کر دے گا چنانچہ وہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور زار و قطار

رونے لگا آپ نے اسے تسلی دی اور ان کو دربار عالیہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حاضری کے بعد تاریخ پر جانے کا حکم دیا چنانچہ وہ مقررہ تاریخ پر ہائی کورٹ میں پیش ہوا تو اس کی حیرانگی کی حد نہ رہی کہ وہی جج جو ان کے خلاف بول رہا تھا اس نے ان کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

بچی کی شادی کے لیے رقم کا انتظام ہونا

5 محمد شفیع بھٹی صاحب لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی کرنی تھی لیکن رقم کا انتظام نہ تھا ان کے پاس ایک پلاٹ تھا وہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور بچی کی شادی کے لیے پلاٹ بیچنے کی اجازت چاہی آپ نے پلاٹ فروخت کرنے کی سختی سے ممانعت فرمائی اور فرمایا کہ اس پلاٹ پر مکان بنانا ہے اور آپ نے دعا فرمائی تو بچی کی شادی کے لیے رقم کا انتظام ہو گیا کچھ دن بعد آپ نے خود ہی محمد شفیع بھٹی سے معلوم کیا کہ ان کو قرضہ نہیں مل سکتا (کیونکہ وہ ریلوے میں ملازم تھے) انہوں نے کہا انہیں جی پی فنڈ کے عوض قرضہ مل سکتا ہے ان کے اس وقت تقریباً آٹھ ہزار روپے جی پی فنڈ میں جمع تھے اور تقریباً اتنی ہی رقم ریلوے نے اپنی طرف سے ان کے جی پی فنڈ میں جمع کروائی ہوئی تھی لیکن قرض وہ صرف اپنی جمع شدہ رقم کے برابر لے سکتے تھے۔ اکاؤنٹس کلرک نے غلطی سے تمام رقم تقریباً سولہ ہزار کے برابر انہیں قرضہ منظور کر دیا اور انہیں رقم کی ادائیگی بھی ہو گئی انہوں نے آ کر قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں عرض کیا کہ کلرک نے غلطی سے دوگنا رقم کا قرضہ منظور کر دیا ہے آپ نے فرمایا کہ آپ اپنا مکان تعمیر کرائیں کچھ بھی نہیں ہوگا کچھ دن کے بعد اس کلرک کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو وہ ان (محمد شفیع بھٹی صاحب) کے پاس آیا اور زیادہ دی ہوئی رقم کی واپسی کا مطالبہ کیا ورنہ اس کے خلاف محکمانہ کاروائی کا امکان تھا بھٹی صاحب نے انہیں تسلی دی اور کہا کہ کچھ بھی نہیں ہوگا اور انہوں نے اپنی تنخواہ سے قسط فوری طور پر کٹوانی شروع کر دی۔ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا کی برکت سے کسی کے خلاف نہ تو کوئی کاروائی ہوئی اور نہ ہی رقم واپس کرنا پڑی۔ ان کی بیٹی کی شادی بھی ہو گئی اور پلاٹ بیچنے کی بجائے اس پلاٹ پر مکان بھی تعمیر ہو گیا یہ سب حضرت قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر کرم تھی۔

کرامات بعد از وصال

اولیائے کرام اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں تو اپنے مریدوں/ زائرین کی مدد فرماتے ہیں لیکن بعد از وصال بھی ان کی مدد فرماتے ہیں۔ ماسٹر کرم الٰہی صاحب جو حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک خادم خاص تھے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں کافی عرصہ رہے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف موصول شدہ خطوط کے جوابات لکھنے پر معمور تھے خط لکھنے کے بعد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود ہر خط کا جواب سنتے تھے اور اگر کہیں اصلاح کی ضرورت محسوس فرماتے تو اس میں اصلاح فرما دیتے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بذریعہ خط استفسار کی کہ اولیائے کرام اپنی ظاہری زندگی میں تو اپنے مریدین/ متوسلین کی مدد فرماتے ہیں کیا ظاہری زندگی کے بعد بھی اولیائے کرام مدد فرماتے ہیں یا نہیں تو ماسٹر کرم الٰہی صاحب نے فرمایا کہ انہوں نے جواب میں لکھا کہ دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد اولیائے کرام کی دنیاوی ذمہ داریاں ختم ہو جاتی ہیں اس لیے وہ اور بھی بہتر طور پر اپنے مریدین/ متوسلین کی مدد فرماتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ جواب سن بہت خوش ہوئے اور اس بات کی تصدیق فرمائی۔

قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد اتنی کرامات کا ظہور ہوا اور ہو رہا ہے کہ ان کے لیے ایک علیحدہ باب کا اضافہ کرنا پڑ رہا ہے۔ جن مین سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

بنک میں غلط قرض دینے سے بچالیا

1 راقم بورے والہ میں تعینات تھا لاہور سے ایک دوست آئے ہوئے تھے انہوں نے لاہور جانے کا قصد کیا اور مجھے حضرت کرمانوالہ شریف تک چلنے کی دعوت دی میں فوراً ان کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ عارف والا میں چوہدری محمد ادریس صاحب ایک بنک میں بطور منیجر تعنیات تھے۔ گزرتے ہوئے ان کو بھی ساتھ لے لیا۔ حضرت کرمانوالہ شریف شیخ رشید صاحب سے ملاقات ہوئی میں اور چوہدری محمد ادریس صاحب لنگر شریف کھانے میں مصروف تھے کہ شیخ رشید

صاحب بولے ''ثناء اللہ کے چاٹے ہوئے تو درخت بھی ہرے نہیں ہوتے''۔ محمد ادریس صاحب اپنے دھیان کھانے میں مصروف تھے۔ یہ سنتے ہی ان کے ہاتھ سے لقمہ گر گیا جو پھر اٹھا کر انہوں نے کھایا۔ چوہدری محمد ادریس صاحب بیان کرتے ہیں کہ دراصل انہوں نے درج بالا پارٹی کو ساٹھ لاکھ روپیہ قرضہ دینے کا دل میں فیصلہ کیا تھا لیکن ابھی متعلقہ پارٹی سے وعدہ نہیں کیا تھا اور انہوں نے شیخ رشید صاحب سمیت کسی سے مشورہ بھی نہیں کیا تھا۔ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چوہدری محمد ادریس صاحب کو کرمانوالہ شریف بلوا کر اپنے ایک درویش کی زبانی درج بالا پارٹی کے کردار سے خود بخود آگاہی فرمائی اور قرضہ دینے کے بعد ادا نہ ہونے کی صورت میں چوہدری محمد ادریس صاحب کو محکمانہ انضباطی کاروائی سے بچا لیا۔

اپنڈیکس کے درد سے بغیر آپریشن آرام آنا

۵ اشرف علی نجم قصور والے بیان کرتے ہیں کہ آج سے چند سال قبل ماہ رمضان میں پیٹ کے نیچے دائیں طرف شدید درد ہوا ڈاکٹروں نے اپنڈیکس کی تکلیف بتائی اور فوراً آپریشن تجویز کیا کیونکہ اپنڈیکس کی نالی پھٹنے کا امکان تھا وہ درد کی حالت میں ہی گھر واپس آ گئے اور اپنے ڈرائنگ روم میں بیٹھ کر اندر سے کنڈی لگالی اور حضور قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یاد کر کے رونے لگے اور عرض کی سرکار آپریشن ہرگز نہ کرواؤں گا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی نظر کرم فرمائیں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دستگیری فرمائی انہیں اسی روز رفع حاجت ہوئی اور تمام خون و پیپ پاخانہ کے ساتھ خارج ہو گیا ان کی تکلیف دور ہو گئی اور اس طرح قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بغیر آپریشن ہی تکلیف دور کر دی۔

۵ یہی اشرف علی نجم صاحب بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۸۰ء میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے دو سال بعد سرکاری طور پر عبدالخالق کالونی قصور میں رہائش کے لیے مکان الاٹ ہو گیا وہاں ابھی آبادی زیادہ نہ تھی اس لیے اپنے والدین کے ساتھ اندرون شہر قصور رہائش پذیر تھے جبکہ قصور کا اے۔ ڈی۔ سی جی صبح کے وقت خفیہ طور پر کالونی کا دورہ کیا کرتا اور جو الاٹی اپنے مکان میں رہائش پذیر نہ ہوتا اس کی الاٹمنٹ منسوخ کر دیتا انہی ایام میں اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کی بیوی کو خواب میں ملے اور شہر کے میرے موجودہ مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا میری بیوی نے اوپر سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ قبلہ اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دروازہ پر تشریف فرما ہیں اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پوچھ رہے ہیں کہ مکان نمبر ۴ عبدالخالق کالونی آپ کا ہے میری بیوی نے خواب ہی میں جواب دیا کہ ہاں وہ مکان ہمارا ہے تو قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ بیٹا اس مکان میں جا کر رہو میری بیوی نے کہا حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بچیوں کو قرآن پاک شروع کروایا ہوا ہے قرآن پاک ختم ہونے پر وہاں چلے جائیں گے جس کی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے منظوری دے دی۔ صبح میری بیوی نے مجھ سے مکان نمبر 4 عبدالخالق کالونی کے بارے میں معلوم کیا کیونکہ میں نے ابھی تک اس مکان کی الاٹمنٹ کے بارے میں گھر کے کسی فرد سے ذکر بھی نہیں کیا تھا ہم بچیوں کے قرآن پاک ختم ہونے کے بعد اس مکان میں منتقل ہوئے اور وہاں اتنا عرصہ نہ جانے کی وجہ سے ہماری الاٹمنٹ منسوخ نہ ہوئی کیونکہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خواب میں وہاں قرآن پاک ختم ہونے تک منتقل نہ ہونے کی اجازت دے دی تھی۔

بیماری سے شفا

۵ عبدالرحمٰن (نو مسلم) ساکن شاہ عالم بھکر بیان کرتے ہیں ۱۹۹۵ء میں (آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے تقریباً سترہ سال بعد) ان کو ملی بادی کی اتنی شدید بیماری لاحق ہوئی کہ ایک بازو سوج گیا اور کالا ہو گیا اس کے ساتھ ہی سارا جسم بھی سیاہی مائل ہو گیا علاج پر کثیر رقم خرچ ہوئی لیکن آرام نہ آیا ڈاکٹروں/طبیبوں نے اسے لاعلاج قرار دے دیا اس کے ہوش و حواس ختم ہو چکے تھے کہ ایک رات قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور پیر میر طیب علی شاہ صاحب (موجودہ سجادہ نشین) خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اٹھ کے بیٹھو تمہیں کوئی بیماری نہیں ہے آنکھ کھلی مگر پھر کمزوری اور نقاہت کی وجہ سے بے سدھ پڑا رہا دوسری رات قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہیں پھر بیدار کیا اور فرمایا اٹھو تمہیں کوئی بیماری نہیں ہے چنانچہ وہ اٹھ کر بیٹھ گئے بیماری ختم ہو چکی تھی جسم سے درد وغیرہ دور ہو چکا تھا اور آہستہ آہستہ وہ بالکل تندرست ہو گیا۔

امدادِ غیبی

چوہدری محمد ادریس صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دن وہ بمعہ اہل وعیال عارف والہ سے بذریعہ کار لاہور آرہے تھے کہ بھائی پھیرو (پھول نگر) سے تقریباً ڈیڑھ میل پہلے کار کا ٹائر پنکچر ہوگیا ٹائر بدلنے کے لیے وہ جیک لگاتے لیکن جیک بار بار پھسل کر نیچے گر جاتا تھا سردیوں کے دن تھے اندھیرا ہو چکا تھا اور بیوی بچے ساتھ ہونے کی وجہ سے ان کی پریشانی میں اضافہ ہورہا تھا اس پریشانی کے عالم میں انہوں نے قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف متوجہ ہوکر مدد کی استدعا کی تھوڑی دیر میں دو آدمی سائیکل پر سوار ان کے پاس آگئے اور ان سے ان کی پریشانی کا سبب معلوم کیا انہوں نے ان کو اپنے پریشانی بیان کی اور ان سے درخواست کی کہ وہ پچھلا بمپر اٹھائیں تاکہ جیک پھسل نہ سکے انہوں نے کار کو سہارا دیا تو انہوں (ادریس صاحب) نے جیک لگایا اور پہیہ بدل لیا اور نٹ بولٹ کسنے سے پہلے ان کا شکریہ ادا کیا پہیہ کے نٹ بولٹ کسنے بیٹھے تو دیکھا کہ وہ دونوں حضرات بمعہ سائیکل غائب ہو چکے تھے دراصل قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کی غیبی مدد فرمائی تھی۔

پٹرول پمپ کا لگ جانا

محمد شریف بہاولنگر والے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ظاہری زندگی میں ہی پٹرول پمپ لگانے کے لیے ایک قطعہ زمین خریدا اور پٹرول پمپ کا نام ''کرمانوالہ کارپوریشن'' رکھا۔ کچھ عرصہ بعد قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہوگیا انہوں نے پٹرول پمپ لگانے کی بہت کوشش کی لیکن کمپنی نے منظوری نہ دی اس کوشش میں بہت زیادہ اخراجات بھی ہوئے اور جب کوشش بسیار کے باوجود پٹرول پمپ نہ لگا تو انہوں نے پٹرول پمپ لگانے کا خیال ترک کردیا۔ کچھ دن کے بعد ان کے ایک بھانجے نے ان سے کہا کہ آپ پٹرول پمپ کے لیے کوشش کریں اب پٹرول پمپ لگ جائے گا لیکن وہ مسلسل انکار کرتے رہے اور وہ اصرار کرتا رہا آخر انہوں نے اس سے پوچھا اصل بات بتائے تو اس نے

بتایا کہ دراصل قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خواب میں تشریف لائے تھے اور مجھ سے پٹرول پمپ کے بارے میں پوچھا تھا تو میں نے عرض کیا کہ محمد شریف صاحب پٹرول پمپ نہیں لگانا چاہتے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ پٹرول پمپ نہیں لگانا تھا تو ہمارا نام ''کرمانوالہ کارپوریشن'' کیوں رکھا تھا اس نے یہ خواب بیان کیا تو انہیں حوصلہ ہوا اور انہوں نے دوبارہ کوشش کی اور تھوڑی ہی کوشش کے بعد پٹرول پمپ منظور ہوگیا۔

قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حج پر روانگی

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ 1970ء میں حج پر جانے کے لیے کراچی تشریف لے گئے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ جانے کے لیے بہت سے مریدین شائق تھے لیکن ان میں سے بعض کا قرعہ اندازی میں نام نہ آیا چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چوہدری عبدالغنی۔حاجی شفیق۔حاجی انعام اللہ صاحبان اور ایک اور بیلی کو کراچی لے گئے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر کرم سے چوہدری عبدالغنی صاحب، حاجی شفیق صاحب اور ایک اور بیلی کے حج پر جانے کی منظوری ہوگئی جبکہ حاجی انعام اللہ صاحب کو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ کوشش جاری رکھیں اور عمرہ پر تشریف لے آئیں۔

بارہ سال سے رکی ہوئی منزل بحال ہوگئی

قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بحری جہاز کے ذریعہ حج پر روانہ ہوئے دوران سفر جہاز پر ایک بزرگ کی ڈیوٹی تھی وہ ایک دن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس سے گزرے تو کچھ دور جا کر پھر واپس آگئے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس وقت سیب نوش فرما رہے تھے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سیب کا ایک ٹکڑا اس بزرگ کو دیا اس نے وہ سیب کا ٹکڑا کھا کر نعرہ لگایا ''حق ہو'' اور چلے گئے کچھ دیر بعد دوبارہ نظر آئے تو چوہدری عبدالغنی حاجی شفیق اور دیگر مریدین نے ان کو گھیر لیا دوران کے نعرہ لگانے کی وجہ پوچھی انہوں نے کہا کہ میرے پیر و مرشد کے وصال کے بعد بارہ سال

سے میری روحانی منزل رکی ہوئی تھی میں بہت پریشان تھا کہ ایک دن میرے پیر و مرشد نے خواب میں مجھے بشارت دی کہ سمندر میں تجھے ایک بزرگ کامل ملیں گے وہ تمہیں اگلی منزل پر لے جائیں گے چنانچہ آج قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس سے گزرا تو میرا دل خود بخود چلنے لگا میں واپس آیا تو میں نے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف سے نور کی شعاعیں اپنی طرف آتی ہوئی محسوس کیں اور جب میں نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عنایت کردہ سیب کا ٹکڑا کھایا تو میری بارہ سال سے رکی ہوئی روحانی منزل بحال ہوگئی یہ شان تھی قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کہ ایک نظر کرم سے بارہ سال سے رکی ہوئی منزل بحال ہوگئی۔

بحری جہاز پر کے عازمین حج کو حج کی اجازت

۵۳ بحری جہاز جب جدہ پہنچا تو اس کو بندرگاہ پر ہی روک لیا گیا اور لنگر انداز ہونے کی اجازت نہ ملی اس کی وجہ یہ تھی کہ مشرقی پاکستان سے آئے ہوئے ایک جہاز سے کچھ چیچک سے متاثرہ افراد کی نشاندہی ہوئی تھی اس جہاز کو روک لیا گیا اور اسی شبہ میں قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا جہاز بھی روک لیا گیا جوں جوں حج کے دن نزدیک آتے گئے مریدین کی پریشانیاں بڑھتی گئیں حج سے ایک دن پہلے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک مرید عبدالرشید خان آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا تھا'' اولیاء اللہ کے پاس خصوصی اختیارات بھی ہوتے ہیں'' قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس بات کا انہیں بھی علم ہے تو عبدالرشید خان صاحب نے عرض کی کہ اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں کوئی کمی تو چھوڑی نہیں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ اختیارات کب استعمال کریں گے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ آپ تو اولیاء اللہ کی بات کرتے ہیں جو میری سمجھ سے باہر ہے بہر حال آپ جا کر دو نفل پڑھیں اللہ کریم مہربانی فرما دیں گے چنانچہ انہوں نے نفل نماز کا سلام بھی نہ پھیرا تھا کہ جہاز کو لنگر انداز ہونے کی اجازت مل گئی۔ تمام لوگوں نے عمرہ ادا کیا اور یہاں سے حج کی ادائیگی کے لیے منیٰ پہنچ گئے۔

حاجی شفیق صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرا معلم اور تھا اور قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دوسرے بیلیوں کے معلم علیحدہ علیحدہ تھے چنانچہ جدہ سے مجھے میرے معلم کی بس میں سوار کر دیا گیا میں بہت پریشان تھا کہ اب قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کس طرح مل پاؤں گا اسی پریشانی میں عمرہ ادا کیا اور میرے گروپ کے دوسرے ساتھی چلے گئے میرا سامان بھی انہی کے پاس تھا میں پریشانی کے عالم میں آب زم زم کے پاس کھڑا تھا کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے آواز دی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پا کر میری جان میں جان آئی۔اس کے بعد حج کے لیے میدان عرفات روانہ ہونے لگے تو پھر مجھے میرے معلم کی بس میں علیحدہ ہی جانا پڑا میں پھر بہت پریشان ہوا کہ پہلے تو قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات ہوگئی تھی اب تو اتنے رش میں ملاقات مشکل ہے میں اسی پریشانی میں معلم کے خیمہ میں چادر لے کر لیٹ گیا کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود ہی مہربانی فرمائیں گے کچھ ہی دیر گزری تھی کہ چوہدری عبدالغنی صاحب نے آکر میرے پاس ہی کھڑے ہو کر مجھے آواز دی کہ یہاں پر کوئی حاجی شفیق صاحب ہیں میں جھٹ کھڑا ہو گیا اور ان کے ساتھ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا دراصل انہیں قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے تلاش کرنے کے لیے ہی بھیجا تھا اور یہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تصرف تھا کہ انہوں نے میرے پاس آکر ہی مجھے آواز دی وہاں سے مزدلفہ روانگی پر مجھے خوف ہوا کہ کہیں پھر نہ اکیلے جانا پڑے لیکن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کمال مہربانی سے اپنے ساتھ ہی بس میں سوار کرا لیا اور باقی تمام سفر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ ہی گزرا۔

حج سے فارغ ہونے کے بعد زیارت مقدسہ کے لیے جاتے رہے غار ثور کی زیارت کے لیے گئے تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تمام مریدین کو پہلے بھیج دیا قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہمراہ حاجی شفیق صاحب تھے۔اوپر جا کر ایک بیلی (مرید) کا سانس پھول گیا اور وہ برلب دم ہو گیا اس نے خیال کیا کہ اب تو آخری وقت آ گیا ہے اور کلمہ شریف پڑھنے لگا لیکن کچھ دیر بعد ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے انہیں پانی پلایا ہے اور ان کی طبیعت بحال ہوگئی۔دراصل قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اوپر تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک بہت بوڑھا آدمی اور بوڑھی عورت بھی آہستہ آہستہ جا رہے تھے جب وہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس سے گزرے تو بوڑھے آدمی

نے قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ بھی ہماری طرح آہستہ آہستہ جا رہے ہیں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حاجی شفیق صاحب کو فرمایا کہ اس بوڑھے کو پانی پلاؤ دراصل اس وقت اوپر جانے والے مرید کی طبیعت خراب ہو چکی تھی اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پانی اس بوڑھے کو نہیں بلکہ اپنا تصرف فرماتے ہوئے اس مرید کو پانی پلایا تھا جس کے بعد اس کی طبیعت بحال ہو گئی اور اس کے تھوڑی دیر بعد وہ دونوں غائب ہو گئے اور پھر نظر نہ آئے۔

غار ثور میں دو دو آدمیوں نے جانا تھا حاجی شفیق صاحب بیان کرتے ہیں کہ میری غار ثور میں حاضری قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ ہوئی اور وہاں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی معیت میں نوافل ادا کیے غار ثور سے باہر آ کر قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حاجی شفیق صاحب کو نعت پڑھنے کے لیے کہا انہوں نے نعت شریف پڑھی اور تمام حاضرین کے آنسو جاری ہو گئے نعت شریف کے بعد دعا مانگی گئی دعا سے فارغ ہو کر جانے لگے تو وہاں موجود ایک شخص نے ایک اور نعت پڑھنے کی درخواست کی چنانچہ حاجی شفیق صاحب نے ایک اور نعت پڑھی۔

حاجی شفیق صاحب بیان کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روزانہ سوق الیل بازار جاتے وہاں دکانوں کا چکر لگاتے خصوصاً گھڑیاں دیکھتے لیکن کچھ خریدتے نہیں تھے دراصل سوق الیل میں مولد پاک جناب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روزانہ اس کے ہی چکر لگایا کرتے تھے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ ایک مرید بشیر راجپوت صاحب نے عرض کیا کہ حضور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روزانہ بازار کے چکر لگاتے ہیں اور کچھ خریدتے بھی نہیں اس سے بہتر ہے کہ ہم طواف ہی کر لیا کریں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کو طواف کی اجازت دے دی۔ وہ کعبہ کا طواف کے لئے جا رہا تھا کہ راستہ میں ایک اور شخص مل گیا اور وہ اسے کسی بزرگ کی زیارت کے لیے لے گیا وہ بزرگ مصروف تھے یہ ان کے انتظار میں بیٹھے تھے وہاں ایک کتاب پڑی ہوئی تھی جس کا یہ مطالعہ کرنے لگے اس میں تحریر تھا کہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ گزر رہے تھے تو ایک اور بزرگ کو دیکھ کر انہوں نے چھپنے کی کوشش کی لیکن ان بزرگ نے انہیں دیکھ لیا تھا اس لیے چھپنے کی وجہ پوچھی انہوں نے بہت اصرار کے بعد بتایا کہ جو شخص قطب الاقطاب کے مقام پر فائز ہوتا ہے اس کے لیے مولد پاک کا طواف ضروری ہوتا

ہے اس طرح آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مولد پاک کے طواف کرنے کا بھید کھل گیا اور ساتھ ہی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قطب الاقطاب کے مقام پر فائز ہونے کی تصدیق بھی ہوگئی۔

مدینہ منورہ کی حاضری

قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مکہ شریف میں سترہ دن قیام کیا اور اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدینہ منورہ حاضری کے لیے تشریف لے گئے۔ حاجی انعام اللہ صاحب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حکم کے مطابق عمرے کے لیے کوشش کرتے رہے اور جلد ہی ان کا کام بن گیا اور ابھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدینہ شریف ہی میں مقیم تھے کہ یہ بھی مکہ شریف میں عمرہ ادا کرنے کے بعد مدینہ شریف نماز فجر میں حاضر ہوگئے انعام اللہ صاحب بہت پریشان تھے کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو مدینہ منورہ میں کیسے تلاش کریں گے لیکن ان کی حیرت کی کوئی حد نہ رہی جب انہوں نے نماز فجر کا سلام پھیرا تو ان کے دائیں طرف صف میں قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور بائیں طرف جناب حاجی شفیق صاحب موجود تھے اس طرح حاجی صاحب کو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تلاش کرنے کی پریشانی سے بچا لیا کیونکہ حاجی صاحب کے پاس آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا پتہ نہیں تھا اور نہ اتنے ہجوم میں کسی کو تلاش کرنا اتنا آسان کام تھا۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قیام مدینہ کے آخری ایام میں ایک شخص نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعوت کی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے معذرت کرنا چاہی تو اس شخص نے کہا کہ اگر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میری دعوت قبول نہ کی تو میں روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شکایت کروں گا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ تم میری روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شکایت نہ کرنا میں تمہاری دعوت قبول کرتا ہوں۔

ایک دن ایک شخص نے دن میں آپکی دعوت کی اور پھل فروٹ بہت وافر مقدار میں پیش کیے وہ پھل اتنے زیادہ تھے کہ ختم ہونے کا نام نہیں لیتے تھے چنانچہ ابھی کافی پھل باقی تھے کہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ دعوت پر موجود مریدین نے مزید کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اس شخص نے اپنے گھر کی ایک کھڑکی کھولی تو سامنے روضہ مبارک تھا اس شخص نے فرمایا کہ اگر آپ

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ پھل ختم نہ کیے تو میں آپ لوگوں کی روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر شکایت کروں گا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ لوگ میرے پاس سے سیر ہوئے بغیر جا رہے ہیں قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس شخص سے فرمایا کہ آپ ہماری شکایت نہ کریں ہم آپ کے یہ پھل ختم کر کے ہی جائیں گے چنانچہ تمام حاضرین نے وہ پھل بمشکل کھا کر ختم کیے۔

مسجد نبوی میں ایک حبشی عورت بیٹھی رہتی تھی جو ہر وقت ٹکٹکی لگائے گنبد خضراء کی طرف دیکھتی رہتی تھی اس نے کوئی نقاب نہیں لیا ہوا تھا لیکن جب قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے پاس سے گزرتے تو چہرہ پر نقاب ڈال لیتی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک مرید نے اس مائی حبشن کے پاس جانا شروع کر دیا اس نے مدینہ شریف میں جوتا استعمال کرنے سے منع کیا اس شخص کے دل میں یہ خیال آیا کہ ننگے پاؤں پھرنے سے پیروں میں گندگی لگ جاتی ہے اوو گندگی والے پیر لے کر مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں آنا خلاف ادب ہے یہ خیال آنا تھا کہ اس حبشی عورت نے کہا ''کل مدینہ طیب''۔ ''مدینہ کا ذرہ ذرہ پاک ہے''۔ یعنی ننگے پاؤں پھرنے کے بعد مسجد نبوی میں آنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ مدینہ کا ہر ذرہ پاک ہے۔

یہ حبشی عورت کسی سے نذرانہ نہ لیتی تھی یہ بات کسی مرید نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گوش گزار کی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حاجی شفیق صاحب کو دس ریال کا نوٹ عنایت فرما کر اس مائی کو دینے کا ارشاد فرمایا حاجی صاحب نوٹ لے کر ان کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے حاجی شفیق سے جھپٹ کر نوٹ لے لیا۔

مدینہ منورہ میں قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے معمولات

۞ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تہجد کے وقت روزانہ روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری دیتے۔ نماز فجر کے بعد اور بعض اوقات کسی دوسری نماز کے بعد دوسرے تیسرے روز آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جنت البقیع میں حاضری دیتے۔

۞ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نماز ظہر کے بعد مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے باب السلام سے نکل کر بازار میں گھومتے رہتے اور بظاہر کوئی خریداری نہ کرتے مریدین کو اس کی جستجو ہوئی کہ آپ

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہاں روزانہ کیوں آتے ہیں تو معلوم ہوا کہ نزدیک ہی قبر مبارک والد ماجد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھی جس پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روزانہ حاضری دیتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ **نماز عشاء** کے بعد روزانہ روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حاجی شفیق سے فرماتے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور درودوسلام کا نذرانہ پیش کرنے کیلئے فرماتے قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود بھی اور دیگر مریدین بھی حاجی شفیق صاحب کے ساتھ دبی آواز میں صلوٰۃ وسلام پڑھتے۔

مدینہ منورہ میں قیام کے دوران روزانہ کوئی نہ کوئی شخص آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رات کی دعوت کرتا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے تمام مریدین/متوسلین کے ساتھ دعوت میں شریک ہوتے۔ کھانے سے فراغت کے بعد محفل میلاد کا انعقاد ہوتا اور اختتام محفل تمام حاضرین مودبانہ کھڑے ہو کر حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضور درودوسلام کا نذرانہ پیش کرتے۔

مدینہ منورہ میں قیام کے دوران کئی مرتبہ باران رحمت ہوئی۔ بارش کے دوران آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تمام مریدین کو روضہ مبارک سے گرنے والے پانی سے غسل کرنے کا حکم فرماتے۔ تمام مریدین خود غسل کرتے اور قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لیے گنبد خضریٰ اور باب جبرئیل سے گرنے والا پانی ایک برتن میں لے جاتے۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدینہ شریف کی حاضری کے دوران بار بار فرماتے کہ حضور نبی کریم روف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک کا غلاف پچھلے ستر سال سے نہیں بدلا گیا یہ بات مجھے یعنی غلاف مبارک کا نہ بدلا جانا مجھے کھائے جا رہی ہے حاجی انعام اللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہ اگلے سال 1971ء میں روضہ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر عمرے کے بعد حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک کا غلاف مبارک بدلا جا چکا تھا۔

ایک مرتبہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر تھے کہ پیچھے سے دھکا لگنے کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا دست مبارک روضہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جالی مبارک سے چھو گیا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا یہ ہاتھ جالی مبارک کو چھونے کے لائق نہ تھے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی خیال سے کبھی بھی جالی مبارک کو چھونے کی کوشش نہ کی۔

مدینہ منورہ میں قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جود وسخا

مدینہ منورہ میں ایک بابا غلام رسول بلیوں والا تھا جو وہاں گزشتہ چالیس برس سے رہائش پذیر تھا قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ منورہ میں بیواؤں یتیموں اور غرباء کے گھر گھر جاتے اور ان کی مالی امداد فرماتے۔

ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تمام خاکروبوں کو اکٹھا کیا جن کی تعداد تقریباً ساڑھے نوسو کے قریب تھی اور ان میں سے ہر ایک کی مالی امداد کی اس دن اتفاقاً ایک خاکروب موجود نہ تھا اسے معلوم ہوا تو دوسرے روز وہ خاکروب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بجائے صحیح بات کرنے کے اس نے اپنی طرف سے بنا کر یہ بات کی کہ رات خواب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونا وہ آپ کی مالی امداد کریں گے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی بات سن کر فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ابھی حکم نہیں فرمایا ہے جب حکم فرمائیں گے تو میں آپ کی مدد کروں گا دراصل اس نے جھوٹ بولا تھا جس کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ناراضگی سے جواب دیا حالانکہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود ہی تمام خاکروبوں کو بلا کر ان کی مالی امداد کی تھی لیکن اس کے جھوٹ کی وجہ سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ناراضگی ظاہر کی۔

مدینہ منورہ سے روانگی سے چند روز قبل آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ باورچی خانے میں تشریف لائے اور وہاں پر موجود خورد ونوش کا سامان ملاحظہ فرمایا اس وقت دیسی گھی کا تقریباً ایک ٹین بچا ہوا تھا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے یہ سامان واپس لے کر نہیں جانا اس لیے آپ لوگ جانے سے پہلے کھا پی کر اس کو ختم کریں۔ چنانچہ ہم نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حکم کے مطابق اس بچے ہوئے تمام سامان کو بمشکل ہی روانگی سے قبل ختم کیا۔ یہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اپنے متوسلین اور مریدین کے ساتھ شفقت کی ایک ادنیٰ سی مثال ہے۔

قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دوران حج فرمایا کہ میں نے کسی کو بتایا نہیں لیکن میں پیچھے کچھ بھی چھوڑ کر نہیں آیا یعنی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سنت صدیقی ادا کی اور مدینہ منورہ میں اتنی خیرات فرمائی کہ وہاں کے لوگ عش عش کر اٹھے۔

شادی مبارک

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شادی مبارک اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مرضی اور خوشنودی سے حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیلیانوالہ (خلیفہ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی صاحبزادی سے ہوئی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دو فرزند سید صمصام علی شاہ بخاری اور سید میر طیب علی شاہ بخاری ہیں جناب میر طیب علی شاہ بخاری دامت برکاتہم العالی موجودہ سجادہ نشین ہیں دونوں صاحبزادگان نہایت سلیم الطبع اور عظیم الاخلاق ہیں اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ترویج و ترقی میں نہایت کوشاں ہیں۔

فرمودات

میاں جمیل احمد صاحب سجادہ نشین شرقپور شریف نے سالانہ عرس مبارک حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ منعقدہ ۳ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ بمطابق 28 جون 1998ء کو اپنی تقریر کے دوران فرمایا:۔

''حضرت قبلہ باباجی عثمان علی شاہ بخاری سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ بیلیوں کو کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیے روٹی تو حضرت قبلہ میاں شیر محمد صاحب کے کتوں کے لیے بہت ہے یعنی تمام بیلیوں کو زیادہ سے زیادہ اچھے کاموں میں حصہ لینا چاہیے اور ہر وقت کمائی کی طرف ہی دھیان نہیں دینا چاہیے کیونکہ حضرت

میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صدقہ سے ان کے لیے وافر رزق دیا جانا مقرر ہو چکا ہے''۔

قاری مشتاق احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ صاحب محفل/عرس/مجلس کا ذکر ہی کرنا چاہیے کیونکہ صاحب عرس/مجلس خود محفل میں تشریف لاتے ہیں قاری مشتاق صاحب سے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس لیے فرمایا تاکہ تقریر کے لیے آنے والوں کو بتا سکیں اور مقرر حضرات صاحب محفل پر اپنی تقریر کو مرکوز رکھیں۔

اپنے وصال کے بارے میں اشارۃً ارشادات

وصال سے کچھ عرصہ پہلے آپ اشاروں کنایوں میں اپنے جلد وصال کے بارے میں بتاتے رہے لیکن آہ! ہم اسے سمجھ نہ سکے، میاں محمد یوسف صاحب بوریوالہ کے مکان پر جس میں راقم بھی شریک تھا آپ نے کسی بات پر فرمایا کہ میری عمر 49 سال ہے۔

چوہدری محمد ادریس صاحب بیان کرتے ہیں کہ باباجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال سے ایک ہفتہ قبل وہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملنے حضرت کرمانوالہ ہاؤس گڑھی شاہو، لاہور گئے اور آپ کو شدید بیمار دیکھ کر رونے لگے تو قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دلاسہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میں جلد چک (گاؤں) آ رہا ہوں۔ آپ حضرت کرمانوالہ شریف گئے تو ضرور مگر اپنے غلاموں کو داغ مفارقت دے کر۔

شیخ محمد اشرف، کرمانوالہ کلاتھ ہاؤس اوکاڑہ والے بھی اس طرح کا واقعہ بیان کرتے ہیں جس میں وصال سے ایک ہفتہ قبل آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں آٹھ دس روز کے اندر کرمانوالہ شریف آجاؤں گا۔

وصال

جناب غلام باری صاحب لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ وصال سے پہلے آپ پر حالت استغراق طاری رہنے لگی اور وہی کیفیات ظاہر ہونے لگیں جس طرح اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال سے پہلے ظاہر ہونا شروع ہوئی تھیں۔ بیماری کے دوران آپ حضرت کرمانوالہ ہاؤس گڑھی شاہو میں ہی مقیم رہے کہ اچانک 9 شعبان المعظم 1398ھ بمطابق 15 جولائی 1978ء 49 سال کی عمر میں بابا جی سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کا سانحہ عظیم پیش آیا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ. وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَام

احباب کے قلوب اس تازہ گہرے زخم سے چُور چُور ہو گئے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اس قدر عجلت کے ساتھ اس دار فانی سے رخت سفر باندھ کر دار بقا کی جانب روانہ ہو جانا سب کو تڑپا گیا۔ ہر دیدہ گریاں اور ہر دل بریاں تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا چلے گئے بزم احباب پر افسردگی چھا گئی۔ شمع محفل بجھ جانے سے چاروں طرف اندھیرا پھیل گیا۔ ہر سو ویرانی ہی ویرانی نظر آ رہی تھی۔ غم واندوہ کی ان تاریکیوں کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے دونئی روشن شمعوں کا سامان پہلے سے کر دیا تھا۔ صاحبزادہ سید صمصام علی شاہ صاحب بخاری اور صاحبزادہ سید میر طیب علی شاہ صاحب بخاری دامت برکاتہم چندے آفتاب ماہتاب ہیں۔ دونوں حضرات نجیب الطرفین ہیں اور متوسلین دربار عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف کے لیے ہر طرح سے واجب الاحترام ہیں۔ اللہ رب العالمین گلشن رسالت کے ان نونہالوں کو اپنے عظیم المرتبت دادا پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور خدمت دین وملت کا جذبہ عنایت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں خلق خدا کے لیے رشد و ہدایت کا ذریعہ بنائیں۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد



چودھواں باب

حالات زندگی

پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

کرمانوالہ بک شاپ
دکان نمبر 2 دربار مارکیٹ لاہور

حضرت سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت باسعادت

پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پوتے اور سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جگر گوشہ تھے۔ آپ 14 رجب المرجب 1376 جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات اڑھائی بجے اس دنیا میں تشریف لائے۔ آپ کا اسم مبارک غضنفر علی رکھا گیا۔

تعلیم و تربیت

آپ نے دنیاوی تعلیم کے حصول کے ساتھ ساتھ روحانی تربیت اپنے والد بزرگوار پیر سید محمد علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کی آپ کی وسعت علمی اور طریقہ تبلیغ کا ایسا انداز تھا کہ ہر کوئی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ دو بڑے ڈاکٹر دربار عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف حاضری کے لیے آئے حاضری سے فارغ ہونے کے بعد قبلہ پیر جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کے لیے کھانا منگوایا اور خود بھی ان کے ساتھ کھانا تناول فرمایا اور انہیں سنت طریقہ سے یعنی دایاں گھٹنا کھڑا کر کے اور بایاں گھٹنا بچھا کر کھانے کی تلقین کی۔ کھانے کے دوران پیر جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان ڈاکٹروں سے سنت طریقہ سے کھانے کے فوائد پر تبصرہ کے لیے فرمایا تو وہ کوئی جواب نہ دے سکے جس پر آپ نے انہیں فرمایا کہ سنت طریقہ سے کھانے کے دو فائدے ہیں ایک تو یہ کہ اس طریقہ سے کھانا کم کھایا جاتا ہے یعنی بھوک رکھ کر جو کہ ڈاکٹری اصول کے عین مطابق ہے اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس طریقہ سنت کے مطابق کھانے والے کو (Appendix) اپینڈیکس کا مرض نہیں ہوتا۔ یہ فوائد سن کر ڈاکٹر صاحبان آپ کی وسعت علمی کے قائل ہو گئے۔

عادات و اطوار

آپ نہایت ملنسار اور عمدہ اخلاق کے مالک تھے ایک متناسب جسم اور نہایت پر وقار

شخصیت کے حامل تھے۔ لباس انتہائی سادہ شلوار قمیض زیب تن فرماتے تقریبات میں کلاہ اور شیروانی بھی استعمال کرتے غذا بھی عموماً سادہ استعمال کرتے۔ آپ اعلیٰ کردار کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ دنیاوی اور مذہبی علوم پر بھی دسترس رکھتے تھے اور خطبہ جمعہ میں تقریر بھی خود کرتے تھے جو نہایت پر مغز اور پر تاثیر ہوتی تھی۔

آپ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خود بھی پیروی کرتے اور لوگوں کو بھی اس کی ترغیب دیتے دوران سفر کوئی قبرستان آ جاتا تو رک کر فاتحہ خوانی کرتے اور فوت شدگان کے لیے دعائے مغفرت کرتے ایک مرتبہ آپ کسی مریض کی عیادت کے لیے سول ہسپتال اوکاڑہ تشریف لے گئے واپسی پر اوکاڑہ کے بڑے قبرستان کے پاس سے گزر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے گاڑی روک لی اور فاتحہ خوانی اور دعائے مغفرت فرمائی اور ایک بیلی (مرید) سے جو آپ کے ساتھ تھا فرمایا کہ اگر میری دعا سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان گناہ گار اہل قبور کی بخشش ہو جائے تو ہمارا کیا نقصان ہے بلکہ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی حاصل ہوگی۔

زیارت حرمین شریفین

آپ نے سب سے پہلا سفر حرمین شریفین نہایت کم عمری یعنی صرف نو سال کی عمر میں اپنے والدین اور ہمشیرگان کے ساتھ کیا اور پیر جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بیت اللہ شریف کے اندر جانے کی سعادت نصیب ہوئی اور اسی طرح مدینہ منورہ میں بھی پذیرائی ہوئی۔ بعد میں آپ نے کئی بار حج اور عمرے ادا کیے اور روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری دی۔

اخلاق کریمانہ

آپ نہایت اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ سرور نامی ایک مزدور جو حضرت کرمانوالہ شریف میں رہائش پذیر ہے بیان کرتا ہے کہ آپ نے اس کے لیے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سے اس کو ایک فرزند عطا فرمایا۔ سرور نے ایک مرتبہ بعد از نماز جمعہ آپ سے اپنے گھر چلنے کی درخواست کی آپ نے اس کی درخواست قبول فرمالی چنانچہ سرور جلدی سے اپنے گھر گیا تا کہ

پیر جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خاطر تواضع کے لیے کوئی انتظام کرے۔ پیر جی گھر تشریف لے گئے اور جلد ہی واپس آ گئے اور اسی وقت سرور کے گھر پہنچ گئے۔ پیر جی کو اپنے گھر میں دیکھ کر سرور اور اس کی بیوی بہت خوش ہوئے اور آپ کے سامنے چائے مٹھائی پیش کی۔ آپ کو بھوک لگی ہوئی تھی آپ نے سرور کے گھر میں موجود سوکھی روٹی ہی نوش فرمائی اور اس کو مزید کوئی تکلف نہ کرنے دیا اس طرح سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندہ کیا۔ بعد میں ایک ساتھی کو فرمایا کہ میں نے سرور کے گھر جانے میں اس لیے جلدی کی کہ کہیں سرور زیادہ تکلف کر کے زیر بار نہ ہو جائے۔

اساتذہ کا احترام

آپ اپنے اساتذہ کا بہت احترام کرتے تھے ایک مرتبہ آپ اتفاق ہسپتال میں تھے اور آپ کا دوسرا آپریشن ہوا تھا اور کسی کو آپ سے ملنے کی اجازت نہ تھی اس دوران آپ کے ایک استاد حافظ احمد یار صاحب آپ سے ملنے تشریف لائے اور کمرہ کے دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔ پیر جی اس وقت آرام فرما رہے تھے حافظ صاحب کو بتایا گیا کہ آپ سے ملنے کی کسی کو اجازت نہیں ہے لیکن انہوں نے فرمایا کہ پیر جی کو صرف اتنا بتا دو کہ حافظ احمد یار صاحب ملنے آئے ہیں چنانچہ آپ سے عرض کیا گیا تو آپ نے ان کو فوراً ملنے کی اجازت دے دی اور ان سے آپ دیر تک گفتگو فرماتے رہے یہ تھی آپ کے نزدیک اساتذہ کی عزت کہ آپ نے بیماری کی حالت میں جب کہ ڈاکٹروں نے بھی ملاقات سے منع کیا تھا حافظ صاحب سے ملاقات کی۔

عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپ عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہمیشہ سرشار رہتے جب حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی، اسم گرامی آتا تو ہاتھوں کو چوم کر آنکھوں پر لگاتے اور درود و سلام کا نذرانہ پیش کرتے۔ آپ اکثر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح سرائی میں نعتیں سنتے رہتے اور اپنے قلب کو عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں گرماتے رہتے۔

قصیدہ بردہ شریف کے اشعار بھی بہت پسند تھے۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نعتیہ کلام بھی اکثر سنتے ایک مرتبہ آپ نے ایک بیلی (مرید) سے کہا کہ مجھے بردہ

شریف کے اشعار مولائی صلی وسلم دائما ابداً پانچ سو مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے پلائے (کیونکہ آپ کی طبیعت نہایت خراب تھی) اور ساتھ ہی تعداد کی گنتی پوری کرنے کے لیے ٹک ٹک کرنے والی چرخی بھی عنایت فرمائی وہ شخص آہستہ آہستہ یہ مصرع پڑھ کر پانی پر دم کرتا رہا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پیر جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نیند میں استراحت فرما رہے ہیں۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے فرمایا کہ کیا گنتی پوری ہوگئی ہے اور اس شخص کی حیرانگی کی کوئی حد نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ اس چرخی پر گنتی پوری پانچ سو ہو چکی ہے پیر جی اگرچہ بظاہر نیند میں تھے لیکن بباطن بیدار تھے۔

تصرفات/کرامات

ایک بیلی (مرید) بیان کرتے ہیں کہ اس کی بیوی کو سر درد کی شکایت رہتی تھی اور بینائی بھی دن بدن کمزور ہو رہی تھی ڈاکٹر سے چیک کروانے کے بعد عینک لگوانا پڑی ایک مرتبہ پیر جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عمرہ سے واپس آئے تو وہ مرید اپنی بیوی کے ہمراہ آپ کو مبارک باد دینے کے لیے حاضر ہوا۔ اس کی بیوی کو عینک لگائے ہوئے دیکھ کر آپ نے عینک لگانے کی وجہ دریافت کی آپ کو بتایا گیا کہ نظر کی کمزوری کی وجہ سے ڈاکٹر نے عینک تجویز کی ہے۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے اس کی بیوی کی عینک اتار دی اور فرمایا کہ آئندہ عینک نہ پہنی جائے نہ سر درد ہوگا اور نہ ہی نظر کمزور ہوگی چنانچہ ان کی نظر بالکل ٹھیک ہوگئی اور اب وہ عینک استعمال نہیں کرتی۔

حاجی جنید اشرف بٹ گلبرگ والے بیان کرتے ہیں کہ میں کاروباری سلسلہ میں لندن میں تھا اور میرا بیٹا لندن میں زیر تعلیم تھا میرے بیٹے کے دائیں ہاتھ کی پشت پر مہاسے نمودار ہوئے اور بہت علاج کروانے کے باوجود آرام نہ آیا اس دوران پیر جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بغرض علاج لندن میں تشریف فرما تھے۔ میں اپنے بیٹے کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا سلام دعا کے بعد اپنے بیٹے کے مہاسوں کے بارے میں عرض کیا آپ نے میرے بیٹے کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر زور سے دبایا اور اپنے ہاتھ کو میرے بیٹے کے ہاتھ سے رگڑا اور فرمایا کہ مجھے تو مہاسے کہیں نظر نہیں آ رہے۔ مہاسے غائب ہو چکے تھے اور جو مہاسے لندن میں علاج سے ختم نہیں ہوئے تھے آپ کی ایک نظر کرم سے منٹوں میں ختم ہو گئے۔

محمد نواز صاحب اوکاڑہ والے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ پیر جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان

کے گھر تشریف لائے انہوں نے آپ کی خدمت میں پھل پیش کیا پیر جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کچھ پھل وغیرہ نوش فرمائے اوران کے حق میں اس طرح دعا کی ''اے اللہ نواز کے رزق میں برکت دے'' اس کے بعد آپ تشریف لے گئے۔ آپ کے جانے کے بعد آپ کا پس خوردہ انہوں نے تناول فرمایا تو انہیں سارا دن نہ بھوک لگی اور نہ ہی پیاس محسوس ہوئی۔

حاجی بشیر احمد صاحب مغل پورہ لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ میرا بیٹا مدت سے ابوظہبی میں مقیم تھا مگر اقامہ نہیں مل رہا تھا جس کی وجہ سے بہت پریشانی تھی چنانچہ میں حضرت کرمانوالہ شریف دعا کے لیے حاضر ہوا۔ پیر محمد علی شاہ صاحب زیارت حرمین شریفین کے لیے گئے تھے چنانچہ پیر جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملاقات ہوئی میں نے ان سے اپنی مشکل بیان کی اور دعا کی درخواست کی آپ نے فرمایا کہ ''اقامہ تو لگ گیا'' چنانچہ چند دن بعد ہی میرے بیٹے کا اقامہ لگ گیا۔

یہی حاجی بشیر احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ پیر سید محمد علی شاہ صاحب حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس کے موقع پر لاہور تشریف لائے ہوئے تھے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا پیر جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابھی چھوٹے ہی تھے اچانک اٹھے اور میری پیٹھ پر سوار ہو گئے میں نے بھی موقع غنیمت جانا اور آپ کو کمرے میں پھرانے لگا کچھ دیر بعد آپ کے والد گرامی پیر محمد علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ سواری تو کر لی اب گھوڑے کو کچھ کھلاؤ پلاؤ چنانچہ پیر جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میرے منہ میں لڈو ڈالنے شروع کر دیے اور میں کھاتا رہا لڈو میں کھاتا جارہا تھا اور تمام اندرونی بیماریاں دور ہوتی جارہی تھیں۔

محمد حفیظ صاحب مغل پورہ والے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت کرمانوالہ شریف گیا میرا وہاں رات بسر کرنے کا ارادہ تھا لیکن مجھے خیال آیا کہ شاید تکیہ اور چادر نہ ملے جس کی وجہ سے رات میں بے سکونی ہو ہم لنگر شریف کھا رہے تھے کہ پیر جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی آ گئے اور ہمارے ساتھ لنگر میں شریک ہو گئے لنگر کھانے کے بعد آپ نے ایک خادم کو فرمایا کہ محمد حفیظ کو ایک چادر اور تکیہ لا کر دے دینا تا کہ رات کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ آپ نے کشف کے ذریعہ میرا ارادہ بھانپ لیا اور میری مشکل کشائی فرمائی۔

خطبہ مبارک

حضرت پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

جو آپ نے عرس مبارک حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ منعقدہ 28 فروری 1991ء کو شرف عنایت فرمایا

اللہ مجدہ کا لاکھ احسان ہے کہ جس نے اپنے خصوصی فضل اپنے خصوصی کرم اور رحم سے ہمیں اس سال بھی گنج کرم المعروف حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس مبارک کی آخری نشست میں حاضری کا موقع مرحمت فرمایا اولیاء کرام اور صلحائے عظام کے مزارات پر ہر سال کسی مخصوص دن اجتماعی صورت میں اکٹھے ہو کر ان کی زیارت کرنا ان کے روحانی فیوض و برکات سے مُتمتع ہونا وہاں قرآن خوانی کرنا اور ذکر الٰہی کی محافل منعقد کرنا اسے عرف عام میں عرس کہا جاتا ہے اور عرس کی یہ اِصطلاح ترمذی شریف کی ایک حدیث صحیح سے ماخوذ ہے کہ جس میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی مرد مومن انتقال کر جاتا ہے اور بارگاہ ایزدی میں ملاقات اور وصال کے لئے پہنچتا ہے تو نکیرین مبشرین اس کی قبر میں سوال و جواب کے لئے آ جاتے ہیں اور وہ رب اور دین کی نسبت سوال کرنے کے بعد پوچھتے ہیں ''مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ حَقِّ هٰذِہِ الرَّجُلِ'' کہ اے صاحب قبر! بتا کہ تو اس ہستی مبارک (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو کیا سمجھا کرتا تھا اس ہستی مبارک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تو دنیا میں کتنی محبت رکھا کرتا تھا۔ تو ان کا کتنا ادب کیا کرتا تھا دنیا میں تو اس ہستی مبارک کے بارے تیرا کیا عقیدہ ہوا کرتا تھا مَا کُنْتَ تَقُوْلُ ماضی استمراری ہے تو وہ مرد مومن کہ جس کی پوری زندگی حضور علیہ السلام کی غلامی اور اطاعت میں بسر ہوئی ہوتی ہے وہ تو دوستو منتظر ہوتا ہے اس لمحہ کا کب ہجر اور فراق کی جملہ ساعات ختم ہو جائیں دوریوں کے سارے فاصلے مٹ جائیں اور قبر کا وہ لمحہ آئے کہ جب جملہ حجابات اٹھا دیئے جائیں اور آنکھوں کو

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار فرحت آثار نصیب ہو جائے تو چونکہ ان کی تو پوری زندگی اسی مقدس لمحہ کے انتظار میں بسر ہوئی ہوتی ہے اس لئے جب ملک الموت انکی روح قبض کرنے کے لئے آتا ہے تو محبوب سے ملاقات کی خوشی میں وہ ہنستے ہیں اور اسی ہنسنے کی حالت میں ان کی روح قبض کر لی جاتی ہے اور انکا چہرہ ہنستا ہوا رہ جاتا ہے۔

نشان مرد مومن با تو گویم

چوں مرگ آید تبسم برلب اُوست

کہ مردِ مومن کی نشانی یہ ہے کہ جب اسے موت آتی ہے تو اس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھتا ہے۔ دوستو! یہ تبسم کیا ہوتا ہے یہ تبسم اس لیے ہوتا ہے کہ وہ ملک الموت کو دیکھ کر مسکراتا ہے کہ یہی تو ہے میرے محبوب کی ملاقات کا پیغام لانے والا یہی تو ہے جو حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے میری ملاقات کروا رہا ہے اور اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچاننے کے بعد یہ کہہ دے کہ'' اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُـہٗ ''تو پھر اس شخص کی قبر کو 70,70 ہاتھ فراخ کر دیا جاتا ہے اس خوش بخت پر اللہ کی رحمتوں کا نزول شروع ہو جاتا ہے اور پھر اس قبر کی ساری فضا کو مُعَطّر و منور کرنے کے بعد اسے تھپک تھپک کر یہ کہا جاتا ہے کہ اے اپنے محبوب کو پہنچاننے والے ''نَمْ کَنَوْمَۃِ الْعَرُوْسِ'' اے اپنے آقا کو پہچاننے والے! اس پہچان کا تجھے یہ صلہ ملتا ہے کہ اب تو اس طرح آرام کے ساتھ سو جا کہ جس طرح پہلی رات کی دلہن اپنے بستر عروسی پر سوتی ہے اب تو قیامت تک آرام کی نیند سو اب تجھے وہی اٹھائے گا جو تیرا محبوب ہوگا تو چونکہ مردِ مومن کا یوم ارتحال محبوب حقیقی سے ملاقات اور وصال کا دن ہوتا ہے جملہ حجابات کے مرتفع ہونے اور محبوب کے جمال حقیقی کو بے نقاب دیکھنے کا لمحہ ہوتا ہے لہٰذا ہر سال جب وہ لمحہ آتا ہے جب ہجر کی ساعت ختم ہوئی تھی ملاقات محبوب حقیقی اور نورِ حق کا مشاہدہ ہوا تھا تو ان کی روح پر فتوح پھر سے مچل مچل اٹھتی ہے چنانچہ اسی مناسبت سے اس مبارک لمحہ کی یاد میں اہل حق ان کے محبوب سے ملاقات کی حقیقی خوشی اور مسرت کی یاد کو تازہ کرنے کے لیے ذکر الٰہی' قرآن خوانی' محافل ہائے نعت و وعظ کا اہتمام عرس کی صورت میں کرتے ہیں ''نَمْ کَنَوْمَۃِ الْعَرُوْسِ'' اس حدیث کے مطابق اس دن اکٹھے ہو کر ان کو

مبارک باد پیش کرنے کی اس کیفیت کو یا اس اجتماع کو عرس کا نام دیا جاتا ہے۔ پھر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ معمول تھا کہ وہ سال میں کسی ایک دن شہدائے بدر و احد کے مزارات پر تشریف لے جاتے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جمعیت بھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ہوتی اور وہ وہاں جا کر اپنی مبارک زبان سے ان کو ہدیہ وسلام پیش کرتے خلفائے راشدین مہدیین کا بھی یہی معمول رہا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی اس سنت مبارکہ اور اولیائے وصلحائے کرام کے معمولات کی پیروی میں ہم بھی بزرگان دین کے مزارات پر عرس مبارک کی تقریبات میں شریک ہوتے ہیں آج بحمد اللہ تعالیٰ ہم جس آستانہ عالیہ پر حاضر ہیں یہ شریعت وطریقت محمدیہ کا سلسلہ نقشبندیہ ہے جو خلیفہ اول جانشین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شروع ہوتا ہے اس میں حضرت سلمان فارسی، حضرت بایزید بسطامی، خواجہ ابوالحسن خرقانی، خواجہ بہاؤالدین نقشبند، اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی اور قطب الاقطاب میاں شیر محمد شرقپوری جیسی یگانہ روزگار ہستیاں اس عالم آب وگل میں ظہور پذیر ہوئی ہیں انہی بلند وبالا بزرگوں کے جانشین حضرت گنج کرم سید محمد اسماعیل شاہ بخاری ادام اللہ برکاتہم العالیہ ہیں جن کے در اقدس پر آج ہم سب حاضر ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں کے زمرہ میں آتے ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے عامتہ الناس سے ممتاز فرما کر خلق خدا کی رہبری اور رہنمائی پر مامور فرما رکھا ہے۔ دوستو! آپکے کشف وبصیرت کا یہ عالم تھا کہ ظاہر کی نگاہ سے بھی کوئی پوشیدہ نہ تھا علوم ومعرفت اور اسرار حق کا بیان شروع ہوتا تو گویا کائنات تھم جاتی آپ کے پاس حاضر خدمت ہونے والوں میں امراء، رؤسا، فقراء، مشائخ وعلما، زراعت پیشہ، سرکاری ونیم سرکاری دفاتر کے ملازمین، بچے، بوڑھے، سبھی حاضر ہوتے لیکن کبھی کسی سے یہ نہ سنا گیا کہ اس کی طرف پوری توجہ نہیں ہوئی یا اس کی مشکل حل نہیں ہوئی اکثر تو سائل کو حاجت بیان کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی آپ کا لہجہ اتنا میٹھا اتنا میٹھا کہ ہر تلخی مٹ جاتی آپ کی شفقت ایسی کہ ہر دل موہ لیتی، آپکی مبارک طبیعت ایسی کہ ہر کوئی والا شیدا۔ بس جو کہہ دیا قدرت نے ایسے ہی کر دیا نمود ونمائش و تکلفات کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی۔ شریعت وسنت مطہرہ کی سختی سے پابندی فرماتے نہایت محتاط گفتگو مگر نہایت شیریں ودل نشیں پھر اخلاق واعمال کی اصلاح کا انداز ایسا کریمانہ ایسا کریمانہ کہ کوئی

نافرمانی پر قادر ہی نہ رہتا۔ وقت اور فاصلے پر آپ کو مکمل دسترس حاصل تھی اور اللہ جل مجدہ نے اپنے اس مقدس بندے کو وہ اختیارات عطا فرمائے تھے کہ انہی کا سکہ ہر طرف چلتا تھا اور آج بھی چلتا ہے۔ قطب الاقطاب حضرت گنج کرم سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری ادام اللہ برکاتہم العالیہ کا سانحہ ارتحال ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۸۵ ۱۹۶۶ء ماہ جنوری ۲۰ میں پیش آیا اناّ للّٰہ واناّ الیہ راجعُون آپ کے مبارک جنازہ میں لاکھوں انسانوں نے شرکت کی اور کثرت ہجوم کا منظر ایسا تھا کہ جو کبھی کہیں نہ دیکھا گیا تھا ہر طرف سروں کا اژدھام کثیر تھا اور گمان ہوتا تھا کہ واقعی خدائے وحدہ لا شریک نے انسانی لباس میں فرشتوں کو بھیج رکھا ہے اور آپ کا چالیسواں مبارک ۱۷ پھاگن کو ہوا تھا اور یہی تاریخ آپ کے عرس مبارک کی مقرر ہوگئی کہ جس میں آج ہم سب حاضر ہیں اور آپ کے عرس مبارک پر ۲۸ فروری کو ہر سال ضلع اوکاڑہ میں سرکاری طور پر تعطیل ہوتی ہے۔ اس نشست کے اختتام اور خلاصہ کلام کے طور پر دوستو! آج میں ایک پیغام کے طور پر عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ان اولیا وصلحاء کی محبتوں کی تاثیر ان کی صحبتوں کی برکت اور ان کی صحبتوں کی افادیت کو بیان کرنے اور سمجھنے کا اصل مقصد اور مدعا یہ ہے کہ سمجھایا جائے کہ ان کی صحبتوں سے ہمیں کیا حاصل کرنا چاہیے ہم ان حضرات کے پاس جاتے ہیں تو دنیادار ہو کر جاتے ہیں اور دنیاداری کے سوا ان کی صحبت سے کوئی تعلق نہیں رکھتے ہم جاہ طلبی کے سوا ان کی صحبت سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے ہم مفاد پرستی کے سوا ان کی مجلسوں سے کوئی نسبت نہیں رکھتے ہم سمجھتے ہیں کہ ان کی نسبت سے ہمیں دنیا ہی ملتی چلی جائے گی یاد رکھیے کہ دنیا کے ملنے اور دنیا کی تلاش کی تو ہزاروں درگاہیں ہو سکتی ہیں ہزاروں در ہو سکتے ہیں شاہان سلطنت کے درباروں پر جاؤ کہ جہاں ذلت اور رسوائی بھی حاصل کرو اور دنیا کا جاہ و منصب بھی حاصل کرو اس لئے کہ دنیا کے طالب اور دنیا کے متلاشی کا مقدر ہمیشہ ذلت و رسوائی ہوتا ہے اور عزت وعظمت اس کے نصیب میں ہوتی ہے کہ جس کا دل دنیا کا متلاشی نہیں ہوتا۔ کتنے دکھ اور کتنے درد کی بات ہے کہ ان کے ہاں دولت تو درد دل کی ہو ان کے ہاں دولت تو ذکر الٰہی کی ہو ان کے ہاں دولت تو استغنائے روح کی ہو ان کے ہاں دولت تو عبدیت تامہ کی ہو اور ہم یہاں آئیں دنیادار بن کر دنیا طلبی کی خاطر۔ دوستو! اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ اہل دل اور مردان حق کے ہاں جو کوئی دنیا کے خیال سے بھی جاتا ہے رب ذوالجلال

والا کرام اس کی دنیاوی حاجات بھی ان کی برکت سے پوری فرما دیتا ہے اس میں کچھ شک نہیں لیکن یہ درگاہیں دنیا کی خاطر جانے کے لائق نہیں ہیں دوستو! ان درگاہوں کو اتنا ارزاں نہ سمجھا کرو ان کی مجلسوں کو اتنا ہلکا نہ جانا کرو ان کی صحبتوں کے فیض کو اتنا معمولی خیال نہ کیا کرو ان کے ہاں جاؤ تو ایسی بڑی چیز مانگو کہ جس سے بڑی طلب کائنات میں کوئی نہ ہو ان کے ہاں جاؤ تو اللہ سے انہی کا حال اور انہی کا قال مانگو ان کے ہاں جاؤ تو اللہ سے انہی کے ظاہر و باطن کی کیفیت کا سوال کرو قرب الٰہی کا سوال کرو تقویٰ اور صالحیت کا سوال کرو ہم ان کے پاس آتے ہیں اور رو رو کے اپنی التجائیں ان کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں لیکن ہمیں اپنے مانگنے پر شرم آنی چاہیے کہ کتنی بڑی بارگاہ اور کتنا چھوٹا سوال کرتے ہیں۔ دوستو! جو بارگاہ جتنی بڑی ہوتی ہے اس سے ہمیشہ اسی قدر بڑا سوال کیا جاتا ہے ہمارا ظرف اتنا لالچی ہو چکا ہے کہ وہ بھرتا ہی نہیں ہے اور جس کو ہم بڑا سمجھ رہے ہیں بخدا وہ بڑی تنگ دامنی ہے ہم جو کچھ مانگتے ہیں اور جو نہ مانگنے کا ہے وہ مانگتے پھرتے ہیں بس ان سے وہ کچھ مانگئے کہ جسے مانگ کر یہ بزرگ عظیم ہو گئے تا کہ ان کے قدموں کی برکت سے ہمیں بھی حیات ابدی نصیب ہو اور یہ فیض صرف اور صرف ایک شرط کو پورا کرنے سے نصیب ہوتا ہے حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش خود فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو قاسم گرگانی سے پوچھا کہ حضرت صحبت سے فیض حاصل کرنے کی شرط کیا ہے تو فرمانے لگے کہ صرف اور صرف ایک ہی شرط ہے کہ تم جس کی صحبت میں جاؤ بس اپنی خواہش اور اپنی آرزو کو اس کے کہنے پر قربان کر دو۔ قربان کر دو اپنی خواہش اور آرزو کو چھوڑ دو بس وہ جو چاہے کرے پھر ان کی صحبت میں جاؤ تو دیکھو کہ فیضان نظر کے رنگ کیا ہوتے ہیں۔ ان اولیاء کی خدمت میں ہم بھی حاضر ہوتے ہیں لیکن اپنی طلب کے تصورات لے کر اپنی آرزوؤں کا مواد لے کر' پھر پرکھتے ہیں مقام ولایت کو کہ ایسا نہ ہوا میں تو فلاں کو بڑا ولی سمجھتا تھا اور میں اس کے پاس جاتا بھی رہا لیکن فلاں چیز مجھے میسر نہ آئی۔ دوستو! یہ بات ذہن نشین فرما لیں کہ اس خیال سے جانے والا عمر بھر بھی کچھ نہیں پاتا اور جو مستغنی ہو کر جاتا ہے وہ اپنی خواہشات اور آرزوؤں کے بتوں کو پاش پاش کر کے جاتا ہے اور محض انہی کے قدوم میمنت لزوم سے برکت حاصل کرنے کے لئے جاتا ہے اور محض انہی کے لئے ان کے پاس جاتا ہے یاد رکھ لیجئے کہ پھر دنیا کی عزتیں بھی انہی کو نصیب ہوتی ہیں اور

آخرت کی کامیابیاں اور کامرانیاں انہی کی جھولی میں پڑتی ہیں اس لئے میں آپ حضرات سے یہ گزارش کروں گا کہ حضرت گنج کرم حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں یا دیگر اولیاء، صلحاء، مقربین خدا اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہیں ہوں دوستو! ان بارگاہوں میں جایا کرو اور یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ ان کے مزارات پر حاضری دینا ان کی ظاہری زندگی سے قطعاً مختلف نہیں ہوتا جو فیضان نظر جو فیضان روح اور جو فیضان صحبت ان کی ظاہری حیات میں آنے والوں کو میسر آتا تھا وہی فیضان نظر ان کا بعد از وصال بھی قائم ودائم رہتا ہے ان کے مزارات کی حاضری ان کی ظاہری صحبت سے کم نہیں ہوتی ہے فیوض وبرکات ان کے قائم ودائم ہیں تو جہات ان کی قائم ودائم ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے ہم ان کو دیکھتے تھے وہ ہمیں دیکھتے تھے لیکن اب وہ صرف ہمیں دیکھتے ہیں ہم ان کو نہیں دیکھ سکتے تاہم اللہ اور رسول کی مہربانی سے ہم بھی اہل نظر ہو جائیں اللہ کرے اور جملہ حجابات اٹھ جائیں تو پھر ہمیں بھی ان کے نظر آنے میں کوئی امر مانع نہ رہے بس ان کے یہاں آیئے تو یہی مانگئے کہ نفس کا تزکیہ ہو جائے ہمارے حجابات بشریت مرتفع ہو جائیں ہمیں اپنی روح کی لطافت میسر آئے اور قرب الٰہی کی دولت گراں مایہ حاصل ہو جائے اور اس شرط کے ساتھ حاضری کے تقاضے یہ ہیں کہ ہم ادب سے حاضر ہوں کیونکہ ادب ہی وہ دولت ہے کہ جس سے دلوں کا تقویٰ نصیب ہوتا ہے اور اس بات کو اپنے دل ودماغ میں ثبت فرمالیں کہ ادب صرف اور صرف عشق ومحبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نصیب ہوتا ہے صرف ایک ہی راستہ ہے اور بھر ایمان ہمیشہ ادب کی راہ سے آتا ہے۔ عرفاء کہتے ہیں کہ ادب سے انسان کو علم نصیب ہوتا ہے علم سے عمل کی اصلاح ہوتی ہے اور صالح عمل سے انسان کو حکمت نصیب ہوتی ہے حکمت کے سبب سے انسان کو زہد وورع کی دولت ملتی ہے اور زہد وورع کے سبب سے انسان کو آخرت کی یاد آتی ہے۔ آخرت کی یاد سے اللہ کا قرب ملتا ہے اور اللہ کے قرب سے معرفت خدا ومصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیب ہوتی ہے چونکہ ''اَلْمَعْرِفَۃُ کُلُّھَا اَدَب'' ''کہ ایمان اور روحانیت کے پورے سفر کی بنیاد ادب ہے۔ تو دوستو! اپنے آپ کو ادب سے بھی مزین رکھئے خدا کو خدا سمجھئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول جانئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ان کے مقام کے لائق ہے شیخ کا ادب ان کے حال کے لائق ہے استاد کا ادب ان کے حال کے لائق ہے عالموں کا ادب

ان کے حال اور مقام کے لائق ہے بڑوں کا ادب ان کے حال کے لائق ہے الغرض جو کوئی جس سبب سے بھی لائق ادب ہے اس کے اسی مقام کا خیال رکھ کر ادب کیا جائے کہ یہی تقاضائے سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور آخر میں میری گزارش صرف اتنی ہے کہ دوستو! اپنے دل میں درد وسوز کی شمع جلاؤ عشق ومحبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع کو روشن رکھو خدا گواہ ہے خدا گواہ ہے کہ اس عشق ومحبت کے سوا کچھ نہیں ہے اس عشق ومحبت کے سوا نہ دنیا میں کچھ ہے اور نہ آخرت میں کچھ ہے دنیا و آخرت کا سلطان بھی یہی ہے اور دنیا اور آخرت کا بادشاہ بھی یہی ہے ساری خیراتیں بانٹنے والا بھی یہی ہے اور ساری عنائتیں کرنے والا بھی یہی ہے سارے لطف وکرم اسی کے ہیں ہر طرف اسی کے جلوے ہیں صرف بس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مانگئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہو رہئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے در کے منگتے بن جایئے اس در کے بھکاری بن جایئے کاش! آقا ہمیں بھی اپنے کتوں میں شامل کر لیں اور ہمیں بھی اپنا ٹکڑا پھینک کر بلا کر کہہ دیں کہ آ جا میرے کتے تو بھی میرا ٹکڑا کھا لے دوستو! بس کچھ نہیں ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے سوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق کے سوا کچھ نہیں ہے اور ہم اس عشق سے محروم ہیں ہم بے خبر ہیں ہمیں اس عشق کی گرد کی بھی خبر نہیں ہے خوش نصیب ہیں وہ کہ جنہیں اس عشق کی دولت نصیب ہوگئی ہے جس کو شراب وحدت اور شراب طہور کا ایک پیالہ نصیب ہو گیا ہے خوش نصیب ہیں وہ کہ جن کو ایک گھونٹ نصیب ہو گیا ہے اس شراب طہور کا کہ جو شراب وحدت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ملی جو شراب طہور عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کو ملی اور جو شراب طہور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ملی پھر ان سے قطب الاقطاب حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ملی اور دوستو! اس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شیر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صاحب کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کے مئے خانہ وحدت سے حضرت گنج کرم سید اسماعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایسی بھر بھر کے پلائی ایسی بھر بھر کے پلائی کہ انہیں حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بنا دیا دوستو! کوشش کرو کہ اس شراب کا ایک گھونٹ ہی مل جائے گھونٹ نہ سہی اس شراب کے پیالے کی تری مل جائے تری نہ سہی اس پیالے کی نمی ہی مل جائے نمی نہ سہی اس شراب

خانہ کی بو ہی مل جائے بو ہی مل جائے تو بہت کچھ ہے دوستو! پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت سے لپٹ جاؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے دلوں کی خالی کٹیا میں آ جائیں اور اپنے چہرہ پرانوار اور دیدار فرحت آثار کی ایک جھلک ہمیں بھی عطا کر دیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اے گنبد خضرا کے مکیں اے رحمت للعالمین اے غمزدوں کی اماں اے تشنہ حالوں کا سکوں اے ہم کمینوں کے حال پر رحم کرنے والے اور ہم گنہگاروں کی خدا کی بارگاہ میں شفاعت فرمانے والے آقا! آج ہمارے حال پر نظر کرم فرما دیں آقا! ہم گنج کرم کے عرس پر حاضر ہیں ہمارے حال پر نظر کرم فرما دیں آقا! ہماری طرف بھی ایک پھیرا پائیں اور ہمارے آج مہمان بن جائیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم، ایک نظر کرم حضور صلی اللہ علیک وسلم! ایک نظر کرم آپ کو صدیق وعمر رضوان اللہ علیہ اجمعین کا واسطہ ایک نظر کرم حضور! آپ کو عثمان وعلی رضی اللہ عنھما کا واسطہ ایک نظر کرم آقا آپکو حسن وحسین رضی اللہ عنھما کا واسطہ ایک نظر کرم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے حال پر کرم فرما دیں اور آقا ہمیں اپنے مبارک قدموں کا بوسہ عطا فرمائیں الہ العالمین ہمیں حضور ﷺ کی غلامی عطا فرمائے اللہ ہمیں حضور ﷺ کے غلاموں کا صدقہ ہمیں حضور ﷺ کے ان امتیوں میں شامل کر لے کہ جنہیں دیکھ کر حضور ﷺ خوش ہو کر مسکرائیں۔ اے اللہ ہم اتنے کمینے ہیں اتنے گنہگار ہیں کہ حضور ﷺ کے سامنے اپنا چہرہ کرنے کے بھی لائق نہیں ہیں اے اللہ! ہمیں اس قابل تو بنا دے کہ ہم اپنے آقا کے سامنے اپنا چہرہ تو کر سکیں۔ باری تعالیٰ ہمیں تجھ سے مانگنے کا سلیقہ بھی نہیں آتا ہے باری تعالیٰ ہمیں کچھ خبر نہیں کہ کیا مانگیں بس مولا جو کچھ بہتر ہے وہ تو ہمیں عطا فرما دے اے اللہ! ہمارے حال پر کرم فرما دے ہمارے بچوں کے حال پر کرم فرما دے تمام حاضرین کے گھر والوں بال بچوں اور چھوٹوں بڑوں پر کرم فرما دے اے الہ العالمین جملہ بیماروں کو شفائے کاملہ عاجلہ عطا فرما دے بے روزگاروں کو صرف اور صرف رزق حلال سے نواز دے باری تعالیٰ ہم اتنے کمینے ہیں اتنے کمینے ہیں کہ عبادتوں میں بھی ریا کرتے ہیں باری تعالیٰ تجھے تیری رحمت کا واسطہ ہمیں منافقت کی ہر قسم اور ریاکاری کے ہر روپ سے بچا لے ہمیں اخلاص اور حسن نیت عطا فرما حاضرین کی دینی دنیوی اخروی جائز حاجات پوری فرما دے غفور الرحیم تیرا در چھوڑ کر تیرے منگتے کس در پر جائیں اور اپنا

دامن مراد کس در پہ پھیلائیں باری تعالیٰ ہمیں در در کی ٹھوکریں نہ کھلا تو ہی ہمیں حضور ﷺ کے صدقے خیرات عطا فرما دے الہ العالمین وہ نعمتیں جو گنبد خضری سے بٹتی ہیں ہمارا دامن بھی ان نعمتوں سے مالا مال فرما دے باری تعالیٰ تو عظیم ہے تو ہماری کوتاہیوں کو نہ دیکھ ہم اعتراف کرتے ہیں کہ ہم گنہگار ہیں لیکن باری تعالیٰ تو تو بخشنہار ہے تو ہمارے گناہوں کو نہ دیکھ اے اللہ! اس ہستی مبارک کو دیکھ کہ جس کا واسطہ دے کر تیری بارگاہ میں التجا کر رہے ہیں۔ اے اللہ! اس ہستی مبارک کو دیکھ جس کی خاطر تو نے ساری بزم کائنات سجا رکھی ہے' بس حضور ﷺ کے صدقے سے جملہ حاضرین کے ظاہر و باطن میں انقلاب برپا کر دے' ہر ایک کی زندگی کا رخ بدل دے اور ہر ایک کی زندگی کا رخ دنیا کی محبت سے موڑ کر اپنی طرف فرما لے' ہر ایک کے دلوں کی دنیا کو آباد فرما دے۔

الہ العالمین حضور ﷺ کی ساری امت پر کرم فرما دے۔ جو امت موجود ہے اس پر بھی کرم فرما دے۔ جو امت قیامت تک ہو گی اس پر بھی کرم فرما دے۔ رب العالمین ہمارے دوستوں کے حال پر بھی کرم فرما دے اور ہمارے بدخواہوں کو ہدایت عطا فرما دے۔ الہ العالمین جنہوں نے دعا کے لے کہا ہے ان پہ بھی کرم کر اور جنہوں نے نہ کہا ان پہ بھی کرم کر۔ جو ہمیں یاد ہیں ان پہ بھی کرم فرما اور جو یاد نہیں ہیں ان پہ بھی کرم فرما دے۔ اے اللہ! حضور ﷺ کے صدقے حضور ﷺ کی ساری امت کے احوال درست فرما دے۔ ملت اسلامیہ کو ذلت اور رسوائی کے گڑھوں سے نکال کر عظمت و شوکت و تمکنت سے ہمکنار فرما دے۔ الہ العالمین ہم تیری بارگاہ میں ایک مرتبہ پھر التجا کرتے ہیں کہ حضرت گنج کرم کے عرس مبارک پر ہماری آج کی حاضری قبول ہو جائے اور حضورؐ اور حضورؐ کے ان اولیاء اللہ کے توسل و تصدق سے ان سے ہمارا تعلق ان سے ہماری نسبت اور محبت قائم و دائم رہے اور ان سے ہم فیوض و برکات حاصل کرتے رہیں۔ اللہ جل مجدہ ہمیں اور ہماری اولادوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں رکھے' غلامی میں ہی مارے اور بالآخر ہمیں حضور ﷺ کی شفاعت کبری سے بھی نوازے کہ اسی سے ہمارے دم قدم میں بہار ہے اور اسی میں ہماری نجات اور فلاح مضمر ہے۔

آمین بحرمت سید المرسلین خاتم النبین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

51





بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم صل علی محمد

وعلی آل محمد کما صلیت

علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم

انک حمید مجید ٥

اللھم بارک علی محمد وعلی

آل محمد کما بارکت علی

ابراھیم وعلی آل ابراھیم

انک حمید مجید ٥



پندرھواں باب

حالات زندگی

حضرت پیر سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

کرمانوالہ بک شاپ
دکان نمبر 2 دربار مارکیٹ لاہور

حالات زندگی مبارک

پیر سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت باسعادت ۔ تعلیم وتربیت

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ابتدائی تعلیم میاں رحمت علی مرحوم ومغفور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کی جن کو گنج کرم حضرت پیر سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا معلم اول ہونے کا بھی شرف حاصل تھا۔ تعلیم وتربیت کی تکمیل فخر سادات کرام اعلیٰ حضرت گنج کرم والد ماجد نے کی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے ایک تحصیلدار نے اپنی گاڑی پر بٹھایا اور حضرت صاحب پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اجازت چاہی کہ صاحبزادہ صاحب کو فیصل آباد میں مولانا محمد یونس صاحب کے مدرسہ میں داخل کرا دیا جائے لیکن حضرت قبلہ گنج کرم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے منظور نہ فرمایا اور فرمایا کہ تعلیم سے میری تربیت بہتر ہے چنانچہ حضرت صاحب پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو علم لدنی کی لازوال دولت سے مالا مال کیا۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو گھڑ سواری کا ازحد شوق تھا۔ باباجی حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے اصطبل میں اعلیٰ نسل کے کئی گھوڑے تھے میرے لیے ایک گھوڑی مخصوص تھی اس پر میرے سوا کوئی بھی سواری نہیں کرتا تھا۔ یہ گھوڑی بھی میرے علاوہ کسی دوسرے کو سواری نہیں کرنے دیتی تھی۔ میں اسے کچھ دور تک خالی دوڑاتا پھر اچھل کر اس پر بیٹھ جاتا۔ فرمایا کہ مجھے تلوار رکھنے کا شوق تھا لیکن انگریزی دور حکومت میں تلوار رکھنے کی اجازت نہ تھی لیکن بعد میں تلوار رکھنے کی اجازت حاصل ہوگئی میرے لیے ایک تلوار لائی گئی جس کا قبضہ چاندی کا تھا حضرت قبلہ والد محترم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک دفعہ پشاور تشریف لے گئے تو میرے لیے وہاں سے گول کلاہ اور دستار لائے جب میں کلاہ پر دستار باندھے کمر پر تلوار لگا کر گھوڑی پر سوار ہو کر اپنی زمین پر جاتا تو دیہاتی میرا استقبال کرتے۔

ترویج دین

باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کئی مرتبہ انگلستان تشریف لے گئے۔ فرمایا کہ میں وہاں دین کی اشاعت کی خاطر جاتا ہوں کئی لوگ سلسلہ ارادت میں داخل ہو کر نماز اور روزہ کے پابند ہو جاتے ہیں اور تہجد گزار اور پرہیزگار بن جاتے ہیں۔

ابدی کرم نوازی

غلام مرتضٰی ولد حاجی محمد حسین ساکن چک نمبر 227 گ۔ب تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حاضر خدمت ہوا تو باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جامن کے درخت کے نیچے تشریف رکھتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے خادم حافظ حق نواز صاحب سے فرمایا کہ یہ بیلی مرتضٰی ہمارے پاس رہ کر گیا ہے حافظ جی دربار شریف کی خدمت کرنے والوں پر قیامت تک کرم ہی کرم ہوتا رہے گا۔

حج بیت اللہ

باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے غالباً 26,27 مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی کئی دفعہ عمرے کیے حج مبارک کی ادائیگی کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدینہ منورہ تشریف لے جاتے اور زیادہ وقت مسجد نبوی شریف میں روضہ اطہر پر ہی گزارتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خاص مقام حضوری حاصل رہتا۔ مسجد نبوی شریف اور روضہ مبارک کے نزدیک آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہمیشہ دوزانو بیٹھتے اور ہمیشہ باادب رہتے اور دوسروں کو بھی باادب رہنے کی تاکید فرماتے۔

تصرفات وکرامات

چوہدری محمد اشرف صاحب ساکن چک نمبر 40/2.L جوڑے والا حسب عادت نماز

جمعہ کے لیے حضرت کرمانوالہ شریف آئے ہوئے تھے۔ وہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حجرہ کے باہر کھڑے تھے۔ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے تو چوہدری صاحب کو بلا کر فرمایا ''چوہدری جی کوئی فکر نہ کریں رب کریم آپ کے بیٹے پر خیر کر دے گا'' چوہدری صاحب کچھ سمجھ نہ پائے انہوں نے خیال کیا کہ میں نے بابا جی حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تو کوئی بات نہیں کی اللہ جانے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کا کیا مطلب ہے لیکن وہ جب نماز جمعہ کے بعد گھر گئے تو معلوم ہوا کہ ان کی غیر حاضری میں ان کے بیٹے عابد پر کسی دشمن نے گولی چلائی تھی مگر وہ محفوظ رہا۔ یہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کشف اور تصرف کا بین ثبوت ہے کہ اپنے بیلی کے بیٹے کو بچا بھی لیا اور اس کی خیریت سے آگاہ بھی کر دیا۔

یہی صوفی صاحب بیان کرتے ہیں کہ حاجی بشیر صاحب چک نمبر 28 والے کی بیوی سخت بیمار تھی وہ سعودی عرب میں ملازمت کرتے ہیں وہاں سے جب پاکستان آتے تو بیوی کی بیماری میں ہی لگے رہتے اور بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دعا بھی کراتے اور آپ کی تجویز کردہ دوا بھی استعمال کراتے لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا ایک مرتبہ وہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس آئے تو انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ اس دفعہ آخری مرتبہ اپنی بیوی کی بیماری کے لیے آپ سے عرض کریں گے اور اس کے بعد آپ کے پاس اس مقصد کے لیے نہیں جانا چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چپ کر کے بیٹھ گئے۔ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کچھ دیر بعد ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ حاجی بشیر صاحب اب آپ نے اپنی بیوی کا کوئی علاج نہیں کرانا۔ رب کریم خیر کر دیں گے۔ چنانچہ وہ واپس آ گئے اور ان کی بیوی مزید کسی علاج کے صحت یاب ہو گئی۔

محمد منشا نقشبندی کوٹلی آزاد کشمیر بیان کرتے ہیں کہ ان کی شادی نہ ہوتی تھی اور وہ کافی پریشان تھے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جلد شادی کے لیے عرض کیا آپ نے دعا فرمائی اور وہ رخصت ہو کر واپس آ گئے ابھی پندرہ دن بھی نہ گزرے تھے کہ ان کے پھوپھا زاد جو کہ بہت دور رہتے تھے ان کے پاس آئے اور کہا کہ ان کی بیٹی جوان ہے جس سے وہ نکاح کر لیں چنانچہ وہ ان کے گھر گئے اور شادی کے معاملات طے پا گئے شادی کے اخراجات کے لیے ان کے پاس پیسے بھی نہیں تھے لیکن آپ کی دعا کی بدولت ان کے دوستوں نے

رقم کا بھی بندوبست کر دیا اور ایک ماہ کے اندر شادی ہوگئی۔

مولوی محمد جمیل نقشبندی خطیب جامع مسجد جگالیاں کوٹلی آزاد کشمیر بیان کرتے ہیں کہ ان کا مکان کچا تھا اور پکا مکان بنانے کے لیے ان کے پاس وسائل بھی نہ تھے کیونکہ گاؤں والے فصل کے موقع پر صرف غلہ وغیرہ کا انتظام کر دیتے تھے چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مکان پکا بنانے کے لیے دعا کے لیے درخواست کی آپ نے اس کے لیے دعا فرمائی اور فرمایا کہ مکان پختہ بن جائے گا چنانچہ جلد ہی دو احباب نے بیرون ملک سے کچھ رقم ان کو بھیج دی اور کچھ رقم ان کے بھائی نے انہیں عنایت کی اور پختہ مکان صرف سولہ دن میں بن کر مکمل ہو گیا چار کمروں والے مکان کا صرف اتنی قلیل مدت میں بن جانا باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر کرم اور دعاؤں کا نتیجہ تھا۔

یہی مولوی محمد جمیل نقشبندی صاحب بیان کرتے ہیں کہ ان کے چچا کا بیٹا بارہ سال سے دوبئی گیا ہوا تھا۔ نہ واپس آتا تھا اور نہ کوئی رقم وغیرہ ارسال کرتا تھا چنانچہ وہ دعا کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کہ لڑکا جلد آجائے گا تقریباً ایک ہفتہ کے بعد مولوی صاحب نماز فجر پڑھ کر ابھی مصلے پر ہی بیٹھے تھے کہ ان کا چچا زاد بھائی دوبئی سے واپس آکر ان کے سامنے کھڑا تھا باباجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی توجہ سے وہ بارہ سال بعد گھر واپس آ گیا۔

مولانا محمد بشیر خطیب مسجد لوہاراں کامونکی والے بیان کرتے ہیں کہ ان کی پہلی بیوی فوت ہوگئی دوسری بیوی کو انہوں نے طلاق دے دی اب ان کی شادی نہ ہوتی تھی چنانچہ وہ چند احباب کے ساتھ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جلد شادی کے لیے دعا کی درخواست کی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ مولوی جی۔ تمہارے گھر میں بیری کا درخت ہے اس کے نیچے بیٹھ کر سورۃ رحمٰن پڑھا کرو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور جلد ہی انکی شادی ہوگئی اور ایک سال کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکا بھی عنایت فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے نور بصیرت سے ان کے گھر بیری کا درخت بھی دیکھ لیا۔

عبدالستار صاحب کامونکی والے بیان کرتے ہیں کہ محمود احمد ہاشمی صاحب راہوالی شوگر

مل میں ملازم تھا۔مل بند تھی انہوں نے شوگر مل کے ایم ڈی کے خلاف جلوس نکالا جس کی وجہ سے ایم ڈی نے اسے مل سے نکال دیا اور اس کی جگہ کوئی اور آدمی رکھ لیا۔اس نے اعلیٰ حکام سے ملاقاتیں کر کے اپنی بحالی کی بہت کوشش کی لیکن کوئی کوشش کارآمد نہ ہوئی چنانچہ چند احباب کے ساتھ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام واقعہ بیان کیا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کچھ دیر توقف کیا اور پھر فرمایا جا تیرا ایم ڈی رہے گا نہ ہی تیری جگہ رکھا ہوا آدمی۔کچھ دن کے بعد محمود صاحب عبدالستار کو ملے اور بتایا کہ ایم ڈی ریٹائر ہو گیا ہے اور ان کی جگہ رکھے ہوئے آدمی کو فالج ہو گیا ہے اور مل انتظامیہ نے اسے دوبارہ ملازمت پر رکھ لیا ہے۔

مشتاق احمد صاحب فورٹ عباس والے 1976 میں قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بیعت ہوا اور دینی تعلیم حاصل کرنی شروع کر دی لیکن حالات نے کچھ ایسا پلٹا کھایا کہ غربت کی وجہ سے تعلیم ادھوری چھوڑنا پڑی اور اس نے محنت مزدوری شروع کر دی۔۱۹۸۲ء میں وہ دوبارہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی حالت زار بیان کی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دعا فرمائی اور اس کے حالات ٹھیک ہو گئے اور اس نے دوبارہ دینی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دعا سے تعلیم المدارس کا امتحان اعلیٰ نمبروں میں پاس کیا اور آج کل وہ ایک عالم دین اور ایک واعظ خوش بیان ہے۔

محمد صدیق فرید آباد ننکانہ صاحب والے بیان کرتے ہیں کہ وہ عرس کے موقع پر حضرت کرمانوالہ شریف گیا ہوا تھا اس نے تین چار دن سے شیو نہیں کی تھی جس سے داڑھی کچھ بڑھ گئی تھی۔قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اردگرد بہت سے مریدین بیٹھے ہوئے تھے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان سے مصروف گفتگو تھے اچانک آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے محمد صدیق سے فرمایا کہ بیلیا اب داڑھی مت منڈانا چنانچہ اس نے پختہ ارادہ کر لیا کہ اب داڑھی نہ منڈاؤں گا لیکن جو دوست بھی ملتا داڑھی کی وجہ سے اس کا مذاق اڑاتا جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان ہو گیا اور تذبذب کے عالم میں تھا کہ ایک رات اسے خواب میں پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کا وصال چار پانچ ماہ پہلے ہوا تھا ملے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اردگرد کافی احباب باریش موجود تھے۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے فرمایا کہ داڑھی نہ منڈوانا کیونکہ یہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ہے چنانچہ اس نے خواب سے بیدار ہو کر پختہ ارادہ کر لیا کہ اب کبھی داڑھی نہ منڈواؤں گا اور اس کی تذبذب کی کیفیت ختم ہو گئی۔ پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے والد بزرگوار کی ہدایت پر عمل کرانے کے لیے خود خواب میں تشریف لائے اور اسے داڑھی نہ منڈوانے کی تاکید کی۔

حاجی جنید اشرف بٹ گلبرگ لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد محترم حاجی غلام نبی بٹ اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادہ میر طیب علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات پر تعزیت کے لیے کرموں والا ضلع فیروز پور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہاں پر موجود نہیں تھے غلام نبی بٹ صاحب نے واپسی کا قصد کیا۔ پیر سید محمد علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہیں روکنے کی کوشش کی کہ قبلہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابھی تشریف لے آتے ہیں لیکن وہ نہ رکے اور بعد از نماز عصر وہاں سے روانہ ہو گئے لیکن راستے میں بھٹک گئے اندھیرا چھا گیا اور راستہ کا پتہ نہ چلتا تھا اتنے میں ایک طرف سے روشنی جلتی بجھتی نظر آئی وہ اسی طرف چل پڑے اور گاؤں میں پہنچ گئے وہاں جا کر معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ کرموں والہ گاؤں میں ہی واپس آ گئے ہیں روشنی کے متعلق معلوم ہوا کہ پیر جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی ٹارچ لے کر اچھل اچھل کر دیوار کے اوپر تک روشنی پھینک رہے تھے درویشوں کے استفسار پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ کچھ بیلی (مریدین) راستہ بھول گئے ہیں ان کو راستہ بتا رہا ہوں یہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بچپن کا زمانہ تھا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ان کی پریشانی عیاں ہو گئی اور راستہ بھولنے پر ٹارچ کی روشنی سے ان کی رہنمائی فرمائی۔

یہی جنید اشرف بٹ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دوست انہیں ایک قوالی کی کیسٹ دے گیا جس کے بول تھے

''یار چناء توں دسے کلی یار دی گھڑیا''

یہ قوالی وہ روز سنتے تھے اور اس طرح اسے زبانی یاد ہو گئی قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لندن تشریف لائے ہوئے تھے اور مانچسٹر جانے کے لیے ان کے ساتھ روانہ ہوئے کار کی ڈرائیونگ بٹ صاحب خود کر رہے تھے۔ راستہ میں قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے

فرمایا کہ اچھا تو کوئی نعت سناؤ انہوں نے عرض کیا کہ نعت تو انہیں نہیں آتی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اچھا تو کوئی قوالی ہی سناؤ انہوں نے کہا کہ انہیں قوالی بھی نہیں آتی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ایک قوالی تمہیں آتی ہے اوران کے استفسار پر قوالی ''یار چناء تو دسے کلی یاردی گھڑیا'' کا نام بتایا تو وہ حیران رہ گئے کیونکہ اس بارے میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کبھی کوئی بات نہیں ہوئی تھی محض آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے نور بصیرت سے یہ انکشاف کیا۔

غلام مرتضٰی صاحب سمندری والے بیان کرتے ہیں کہ میں قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملتا رہتا تھا لیکن چھوٹے باباجی سید عثمان علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کبھی ملاقات نہ ہوئی تھی حالانکہ ان سے ملنے کی بہت زیادہ خواہش تھی۔ایک مرتبہ میں حضرت کرمانوالہ شریف حاضر ہوا اور پیر جی سے ملاقات کے بعد اجازت چاہی تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اجازت نہ دی اس دن چھوٹے باباجی سرکار سید عثمان علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال مبارک ہوگیا اور میں نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جنازہ میں شریک ہوکر سعادت حاصل کی اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ظاہری حیات مبارکہ میں نہ سہی لیکن بعد میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خوب زیارت کی اس طرح میری چھوٹے باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کی خواہش باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے واپس گھر نہ جانے کی اجازت دے کر پوری کردی۔

حضور بخش جی پی او لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لاہور تشریف لائے ہوئے تھے میرا چھوٹا بھائی گونگا تھا میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بھائی کے لیے دعا کی درخواست کی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ تیرا بھائی بالکل ٹھیک ہوجائے گا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شہد گلقند اور مکھن ہم وزن ملا کر اور ایک جان کر کے بھائی کو کھلانے کا حکم فرمایا چنانچہ چند دن کے استعمال سے ہی وہ بچہ روانی سے بولنے لگا دراصل یہ نظرِ کرم تھی قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی۔

یہی حضور بخش صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے بیٹے خالد محمود نے ایف ایس سی کا امتحان پاس کیا لیکن اس کے اتنے زیادہ نمبر نہ تھے کہ اسے انجینئرنگ یونیورسٹی میں داخلہ مل جاتا قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس مبارک پر لاہور

تشریف لائے ہوئے تھے میں اپنے بیٹے کو لے کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میرے بیٹے سے خود ہی دریافت فرمایا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ میرے بیٹے نے عرض کی حضور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انجینئرنگ یونیورسٹی میں داخلہ لے کر انجینئر بننا چاہتا ہوں لیکن ایف ایس سی میں اتنے نمبر نہیں کہ داخلہ مل سکے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جاتو انجینئر بن گیا۔ میرے بیٹے نے انجینئرنگ یونورسٹی اور پنجاب یونیورسٹی دونوں جگہ داخلہ فارم جمع کرادیے لیکن کسی جگہ بھی داخلہ نہ مل سکا اور کلاسیں شروع ہوگئیں کچھ دن بعد پنجاب یونیورسٹی سے خط موصول ہوا اور اس نے دیگر کافی لڑکوں کے ساتھ ٹیسٹ دیا ٹیسٹ میں پاس ہوگیا اور بعد ازاں انٹرویو میں بھی پاس ہوگیا اور اسے داخلہ مل گیا اس کو بی ایس سی انجینئرنگ کرنے کے بعد پاکستان اٹامک انرجی کمیشن میں ملازمت مل گئی اور وہاں سے ایم۔ایس۔سی کرنے کے بعد ٹریننگ کے لیے چین گیا اور آج کل وہ پاکستان اٹامک انرجی کمیشن میں تعینات ملک کی خدمت کررہا ہے۔

مفتی حبیب اللہ صاحب کامونکی والے بیان کرتے ہیں کہ میں اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی آخری زیارت جی بھر کر نہ کرسکا جس کا مجھے قلق تھا اتنے میں لاؤڈ اسپیکر پر اعلان ہوا کہ مفتی حبیب اللہ صاحب آگے تشریف لے آئیں باباجی محمد علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یاد فرمارہے ہیں چنانچہ وہ آگے چلے گئے اور باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہیں آپ کے قریب کرکے فرمایا کہ وہ اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جی بھر کر زیارت کرلیں۔

حاجی بشیر احمد صاحب غلہ منڈی اوکاڑہ والے بیان کرتے ہیں کہ محمد اسمٰعیل اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نعت خواں تھے۔ وہ جمعرات کو کرمانوالہ شریف آتے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی اذان دیتے جمعہ والے دن فجر اور جمعہ کی اذان دیتے اور نعت شریف پڑھتے گذشتہ تیس سال سے یہی معمول تھا ایک دفعہ اذان دی تو آواز بہت کمزور تھی۔ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اسمٰعیل کی بیٹری ڈاؤن ہوگئی ہے اور آپ نے ایک خادم کو اس کے ساتھ روانہ کیا کہ گھر چھوڑ آئیں بس سے اترتے وقت وہ گرگئے چنانچہ انہیں گھر لے کر گئے تو

کچھ دیر بعد وہ انتقال کر گئے حاجی بشیر احمد صاحب نے قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اطلاع دی تو آپ نے فرمایا حاجی صاحب آپ کو میں نے کہا نہیں تھا کہ اسمٰعیل کی بیٹری ڈاؤن ہو گئی ہے نیز آپ نے فرمایا کہ اس کی نماز کبھی قضا نہیں ہوئی اور مرتے وقت باوضو تھا یہ تھا آپ کا کشف و کرامت کہ آپ کو معلوم تھا کہ آپ کا ملنے والا مرتے وقت باوضو تھا اور اس کی نماز بھی کبھی قضا نہیں ہوئی۔

پیر خانہ کا ادب

ڈاکٹر نور الدین سانده کلاں والے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میاں غلام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کونٹری انگلینڈ میں تھے اور باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی وہاں موجود تھے۔ دوسرے روز دیگر احباب کو ملنے کے لیے لیوٹن کے لیے روانہ ہوئے تو اگلی گاڑی میں میاں غلام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور پچھلی گاڑی میں قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے ایک موقع پر ڈاکٹر نور الدین صاحب جو باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی گاڑی چلا رہے تھے میاں صاحب سرکار والی گاڑی کو اورٹیک کر کے آگے نکل گئے اس پر باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہیں روکا اور فرمایا کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی گاڑی کو آگے جانے دیں دراصل یہ پیر خانے کا ادب تھا کہ اپنی گاڑی بھی ان سے آگے نہ جانے دی۔

ملفوظات

باباجی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ''نماز خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرنی چاہیے یہ خیال رہے کہ میں خدا سے ہم کلام ہوں اور میں اسے دیکھ رہا ہوں اگر یہ ممکن نہ ہو تو اتنا ضرور خیال ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے۔ نماز صحیح صحیح ادا کرے الفاظ کے معنی پر دھیان رکھے۔ التحیات کو بھی غور سے پڑھنا چاہیے اس میں اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان راز و نیاز کی گفتگو ہے شب معراج جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم روف رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ میرے

لیے کیا تحفہ لے کر آئے ہو تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنی تمام بدنی اور مالی عبادات پیش کرتا ہوں اللہ تعالیٰ نے خوش ہو کر آپ پر سلام پیش کیا اور اپنی خصوصی برکتوں اور رحمتوں کا نزول فرمایا حضور نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتوں اور برکتوں کو سمیٹتے ہوئے اور اپنی امت کے گنہگاروں کا خیال کرتے ہوئے فرمایا ہم (یعنی میں اور میری امت کے گنہگار اور نیک لوگوں) پر سلام ہو آپ کا یہ مقام دیکھ کر فرشتوں نے کہا ''ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

نیز فرمایا کہ جب ہم التحیات غور سے پڑھیں گے تو دل میں ایک خاص نور پیدا ہو گا اور ''الصلوٰۃ المعراج المؤمنین'' کی حقیقت ظاہر ہو گی۔

نیز فرمایا کہ درودِ پاک پڑھتے وقت نمازی کو یہ خیال رہے کہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔ اور میں آپ کی ذاتِ اقدس پر درودِ پاک پڑھ رہا ہوں ایک طرف اللہ تعالیٰ اور فرشتے دوسری طرف اہل ایمان درمیان میں نبی کریم ﷺ۔ پس حضور ﷺ اللہ اور بندوں کے درمیان وسیلہ ہیں۔

نیز فرمایا کہ حضور ﷺ کی زیارت اس حالت میں ہو کہ آپ خوش نظر آئیں نہ کہ ناراض۔ ایک مرتبہ ایک بزرگ سے مسجد نبوی میں کسی نے ''حلوہ'' کا سوال کر دیا تو اس بزرگ نے بڑی درشتی سے مانگنے والے کو جواب دیا کہ میں یہاں تمہارے لیے حلوہ لے کر بیٹھا ہوں وہ شخص بڑا نادم ہوا کہ اسے کم از کم مسجد نبوی ﷺ میں ایسا ٹکا سا جواب تو نہیں ملنا چاہیے تھا۔ اسی شب اس بزرگ کو نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی آپ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے انہیں فرمایا کہ اگر تم حلوہ نہیں کھلا سکتے تھے تو کم از کم سائل کو جواب تو نرمی سے دیتے اور ان بزرگ کو مسجد نبوی سے نکل جانے کا حکم دیا۔

بابا جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جو بیلی (مریدین) یہاں آ کر دیگر بیلیوں کے لیے مختلف خدمات انجام دیتے ہیں ان پر قیامت تک کرم ہی کرم ہوتا رہے گا۔

نیز فرمایا کہ ولی کا فیض نہ صرف مریدین پر بلکہ ان کی پانچ پشتوں تک جاری رہتا ہے۔

نیز فرمایا کہ ہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد ہیں اور یہ بہت بڑا شرف ہے۔

نیز فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل میں معاً یہ خیال آیا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے انہیں بھلا دیا ہے اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور زمین پر اپنا پَر مارا وہاں سے ایک پتھر برآمد ہوا پتھر شق ہوا اور اس میں سے ایک کیڑا سبز پتی منہ میں لیے ظاہر ہوا تو رب کریم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو فرمایا کہ میں تو پتھر کے اندر کیڑے کو نہیں بھولا تو آپ کو کس طرح بھول سکتا ہوں۔ رب کریم پتھر میں اس کیڑے کو روزی پہنچا رہا ہے تو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی کو کیسے بھول سکتا ہے صرف ایمان و یقین کی ضرورت ہے کہ رب کریم ہی روزی رساں ہے۔

نیز فرمایا کہ ایک عام مسلمان کی قبر پر چڑیا بیٹھے تو صاحب قبر جان لیتا ہے کہ یہ جانور نر ہے یا مادہ تو اولیاء اللہ کی شان تو بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔

نیز فرمایا مرید حقیقی وہ ہے جو پیر کے بتائے ہوئے ذکر و فکر میں مشغول رہے کیونکہ ذکر سے طالب مطلوب تک پہنچتا ہے اور محبت الٰہی میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ محبت مستحکم ہو جاتی ہے ذکر مشاہدہ حق کے ساتھ ہو جاتا ہے اس ذکر کو اللہ تعالیٰ نے کامیابی و کامرانی فرمایا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون ۔القرآن (اللہ تعالیٰ کا ذکر کثیر کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ)

نیز فرمایا کہ کھانے سے جسم تندرست رہتا ہے، ترک گناہ سے روح کو غذا ملتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے سے دین سلامت رہتا ہے۔

نیز فرمایا کہ آٹھ باتوں سے انسان مکمل مسلمان بن جاتا ہے۔

۱۔ باوضو رہنا۔
۲۔ کم بولنا۔
۳۔ ذکرِ الٰہی۔
۴۔ پیر سے تعلق رکھنا۔
۵۔ خطرات نفس سے دوری۔
۶۔ خلوت پسندی۔

۷۔ کم کھانا۔

۸۔ اپنے پیر کے کسی فعل پر اعتراض نہ کرنا۔

مولانا محمد عنایت احمد خطیب جامع مسجد ط گلبرگ لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت کرمانوالہ شریف باباجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا باباجی سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کو ابھی تھوڑا عرصہ ہی ہوا تھا کہ باباجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا پاؤں پھسلا اور ایک بازو ٹوٹ گیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میرے تو دونوں بازو ہی ٹوٹ گئے ہیں۔ ایک بازو تو میرے حقیقی بھائی کے وصال کی وجہ سے اور دوسرا گرنے کی وجہ سے۔ نیز فرمایا کہ لوگ تو ایسے ہی باتیں کرتے ہیں میں نے تو اپنے بھائی کو اپنی قبر بھی دے دی کفن بھی۔ یہ قبر کی جگہ میں نے اپنے لیے رکھی تھی اور کفن میں اپنے لیے مدینہ منورہ سے لایا تھا۔

یہی مولانا صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں باباجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا دیگر مریدین بھی موجود تھے کہ اتنے میں ریل گاڑی وہاں سے گزر رہی تو مریدین کا دھیان اس طرف ہو گیا آپ نے فرمایا ''یہی جگہ تھی اور اعلیٰ حضرت کرمانوالے سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف فرما تھے ریلوے اسٹیشن حضرت کرمانوالہ ابھی نیا نیا بنا تھا اسی طرح ریل گاڑی وہاں سے گزری تو چند بیلیوں (مریدین) کا دھیان اس طرف ہو گیا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ''کیا دیکھتے ہو گاڑیاں تو آتی جاتی رہیں گی لیکن وقت ہاتھ نہیں آئے گا اور پھر وقت ہاتھ نہیں آیا۔

نیز فرمایا کہ شریعت کی نگہداشت طریقت کے حصول کا سبب ہے نفس کی اصلاح شریعت سے دل کی اصلاح، طریقت سے اور روح کی حقیقت سے ہوتی ہے۔

نیز فرمایا کہ اولیاء اللہ کا تصرف زندگی میں اور موت کے بعد یکساں ہوتا ہے۔

استغنا

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کسی سے نذر نیاز کی امید نہ رکھتے تھے اور فرماتے کہ اعلیٰ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ پیر جی! اللہ، اللہ کرتے رہا کرو۔ دنیا اس کے صدقے

میں مل جائے گی۔لہذا نذرانہ وغیرہ وصول کرنے کے لیے کبھی کوئی صندوق وغیرہ کہیں بھی نہ رکھوایا۔اور نہ ہی کسی سے مدد کی توقع کیا کرتے تھے۔اگر کوئی ضرورت مند کچھ رقم ادھار لے جاتا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کسی پر ظاہر نہ فرماتے حتیٰ کہ وہ خود ہی واپس کر دیتا۔ادائیگی میں دیر پر مواخذہ نہ فرماتے۔

بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے آخری ایام

صوفی عنایت اللہ نے بیان کیا کہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو وصال سے چند سال قبل شوگر کی تکلیف ہوگئی۔لاہور سے دوائی منگوائی گئی لیکن ابھی کورس مکمل بھی نہ ہوا تھا کہ تکلیف زیادہ ہوگئی۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علاج کے لیے فیصل آباد تشریف لے گئے۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ساحل ہسپتال میں داخل ہو گئے۔علاج سے قدرے افاقہ ہوا۔ایک روز بابا جی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ڈاکٹر انچارج سے فرمایا کہ ہم نے حج کے لیے جانا ہے۔ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ابھی آپ کو فارغ کرنا مناسب نہیں لیکن میں حج بیت اللہ کی سعادت میں حائل ہونا پسند نہیں کرتا۔چنانچہ آپ حج کرنے کی نیت سے حضرت کرمانوالہ شریف تشریف لے آئے۔لیکن کچھ دن بعد آپ کو دوبارہ تکلیف شروع ہوگئی اور آپ کو فیصل آباد نیشنل ہسپتال داخل کر دیا گیا۔آپ نے بیماری کی شدت کی وجہ سے ارادہ سفر حج ملتوی کر دیا اور اپنے ساتھ جانے والے بیلیوں کو حج پر جانے کی اجازت دے دی۔بیماری میں کوئی افاقہ نہ ہوا تو واپس آ گئے اور ہومیو پیتھک علاج شروع کر دیا۔عید الضحیٰ کی نماز آپ نے مسجد میں ادا فرمائی اور بعد از نماز تمام بیلیوں سے ملاقات بھی فرمائی۔طبیعت دوبارہ خراب ہونے پر آپ کو سی۔ایم۔ایچ ،راول پنڈی داخل کروایا گیا لیکن اللہ کریم کی مرضی کچھ اور تھی۔آپ کی صحت روز بروز خراب ہوتی گئی اور آخرکار آپ 12 جون 1993ء کو اپنے صاحبزادے کے وصال پر ملال کے ایک سال بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔(انا للہ وانا الیہ راجعون) آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چہلم کے موقع پر حضرت صاحب کے قابل فخر پوتے اور بابا جی عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے پیر سید میر طیب علی شاہ بخاری کو سجادہ نشین مقرر کر دیا گیا۔اور اس طرح اللہ کریم کی رضا پر راضی رہنے والا یہ آفتاب ایک نئی روشنی اجاگر کرنے کے بعد رخصت ہو گیا۔



سولھواں باب

آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ کے زیر سرپرستی

دعوتی و تبلیغی سرگرمیاں

وخاتمہ الکتاب و شجرہ شریف

کرمانوالہ بک شاپ

دکان نمبر 2 دربار مارکیٹ لاہور

دعوت و تبلیغ

موجودہ دور میں جب کہ اسلام کے مخالفین مسلمان بن کر سادہ لوگوں کو گمراہ کرنے اور عقائد کو خراب کرنے کی سرتوڑ کوششوں میں مصروف ہیں، تبلیغِ دین کی ضرورت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف قبلہ پیر سید میر طیب علی شاہ بخاری دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے موجودہ حالات کے پیشِ نظر ایک منظم تبلیغی سلسلہ شروع کیا ہے۔ اس سلسلے میں ملک بھر میں آپ کے حکم کے مطابق ''مراکز تبلیغ'' قائم کیے گئے ہیں۔ ہر ماہ اُن مراکز پر عظیم الشان محفل میلاد کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ محفل میلاد کے بعد شرکائے محفل کو تبلیغی و دعوتی وفود کے ہمراہ مختلف علاقوں کی طرف روانہ کیا جاتا ہے۔ محفل میلاد اور عشق سید الانبیاء ﷺ کے فروغ کے لیے بے شمار مراکز میلاد جگہ جگہ قائم کیے گئے ہیں جو آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف کی دعوتی، اصلاحی اور تبلیغی سرگرمیوں کے ترجمان ہیں۔ سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف کی طرف سے تمام لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے کہ اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر عقائد اہلسنت کے تحفظ کے لیے اور معاشرے میں اسلام کے نفاذ کے لیے تبلیغی اور دعوتی وفود میں شرکت کریں اور اپنے اپنے گھروں میں محفل میلاد منعقد کریں اور اس بات کا خاص طور پر خیال رکھیں کہ محفل میلاد میں کوئی ایسا کام نہ ہونے پائے جس سے شریعت مطہرہ کے کسی حکم کی نافرمانی ہو یا سنتِ نبوی ﷺ کی خلاف ورزی ہو۔ اس سلسلہ کو مزید تقویت پہنچانے کے لیے قبلہ پیر سید میر طیب علی شاہ بخاری مدظلہ العالی ایسے تمام حضرات (مریدین یا غیر مریدین) جو ہر ماہ اپنے گھروں میں محفل میلاد کا انعقاد کرتے ہیں، کو عمرہ شریف کا ایک ٹکٹ بذریعہ قرعہ اندازی عطا فرماتے ہیں۔ عمرہ شریف کے ٹکٹ کی قرعہ اندازی ہر سال مرکزی سالانہ محفل میلاد میں ہوتی ہے۔

مرکزی سالانہ محفل میلاد:

دربارِ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف (ضلع اوکاڑہ) میں ہر سال 15-14-13 ربیع الاول شریف کو سالانہ محفل میلاد کا انعقاد، صاحبزادہ پیر سید صمصام علی شاہ بخاری اور صاحبزادہ پیر سید میر طیب علی شاہ بخاری کی سرپرستی میں نہایت عقیدت و احترام سے کیا جاتا ہے۔ اس محفل میلاد میں نہ صرف پاکستان بلکہ بیرون ملک سے بھی بے شمار لوگ شرکت کرتے ہیں اور تمام مشائخ عظام اور علمائے کرام اس میں اپنی شرکت کو باعث سعادت سمجھتے ہیں۔

حضرت کرمانوالہ اسلامک یونیورسٹی

''حضرت کرمانوالہ اسلامک یونیوسٹی'' کو غیر تجارتی بنیادوں پر قائم کیا جا رہا ہے، جس کے ذریعے تقریباً 20,000 طلبہ وطالبات کو مفت تعلیم کی فراہمی ممکن بنائی جائے گی

علم کو اسلام میں بنیادی اہمیت حاصل ہے، اس کا اظہار پہلی وحی سے ہوتا ہے جو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھیجی گئی۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جب تک مسلمان علم وتحقیق کے میدان میں مصروفِ عمل رہے، فاتح اور کامیاب حکمران رہے۔ اسلام فقط دین ہی نہیں بلکہ ایک مکمل ضابطہ حیات بھی ہے، اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کو دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید دنیاوی علوم سیکھنے کی طرف بھی راغب کیا، تاہم دین کو ہمیشہ دنیا پر فوقیت دی گئی۔ مدینہ طیبہ میں تشریف آوری کے فوراً بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم کی اہمیت کے پیشِ نظر دنیا کی سب سے پہلی ''اقامتی درسگاہ'' (Residential University) ''صفہ'' قائم فرمائی، جہاں دینی تعلیم کا اہتمام کیا گیا، علم کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''علم کا حصول ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا ''علم حاصل کرو اگرچہ چین جانا پڑے''۔

بعد ازاں خلفائے راشدین کے دور میں اندرونی و بیرونی ریشہ دوانیوں کے باوجود ''صفہ'' کے معیار کے مطابق علم وتحقیق کا سلسلہ جاری رہا، اسی طرح اموی اور عباسی خلفاء نے علم تحقیق کے میدان میں ترقی کرتے ہوئے کئی شہروں کو ''مدینۃ العلم'' بنا دیا۔ جس کی وجہ سے صدیوں مسلمانوں کا وقار بلند رہا، امت مسلمہ مغرب کی تقلید میں اپنے اس فرض منصبی کو بھول کر مادہ پرستی کی طرف مائل ہوگئی اور اسی لئے اپنی عظمت رفتہ کھو بیٹھے۔

دوسرے بادشاہوں کی طرح برصغیر میں مغلیہ بادشاہوں نے بھی علم کے لئے کوئی خاص کاوش نہ کی چنانچہ برصغیر کے اس کونے سے لے کر اُس کونے تک مسلم حکمرانی کے قدیم آثار میں کسی ''یونیورسٹی'' یا ''ہسپتال'' کی عمارت کے آثار نہیں ملتے۔

اولیائے کرام نے اپنا خانقاہی نظام قائم کر کے دنیا کے ہر حصے میں اسلامی تعلیمات کو فروغ دیا عقل حیران ہے کہ ان اولیاء اللہ کے سینہ میں مخلوقِ خدا کا کتنا غم ہے؟ ان کے دربار میں پہنچ کر غم کے مارے کس طرح اپنا غم بھول جاتے ہیں؟ بڑے بڑے ظالم اور گناہ گار لوگ ان کے حلقہ بگوش ہو کر، کس طرح سچے اور پکے مسلمان بن جاتے ہیں؟ لوگ کیوں ہمیشہ ان کے گرویدہ اور عقیدت مند رہتے ہیں اور کیوں ان کے نام پر اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں؟ درحقیقت اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ انسانیت کی بنیاد پر لوگوں کا درد اپنے سینے میں پالتے ہیں، اور ان کے قریب ہو کر ان پر نظر کرم کرتے ہیں، یہی وہ مقناطیسی کشش ہے جو لوگوں کو کشاں کشاں ان کی بارگاہ میں لے آتی ہے لہٰذا اُسی نظام کو دوبارہ رائج کرنے کی اشد ضرورت ہے اورا س مقصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے معروف روحانی درگاہ حضرت کرمانوالہ سے وابستہ درد مند افراد پر مشتمل ''طیبی فاؤنڈیشن'' کا قیام عمل میں لایا گیا، جسے جانشینِ حضرت کرمانوالہ، باباجی سید میر طیب علی شاہ بخاری دامت برکاتہم العالیہ کی مکمل سرپرستی اور تائید وحمایت حاصل ہے۔

اغراض ومقاصد

ہمارے مقاصد میں مفت تعلیم کی فراہمی کے لئے ''حضرت کرمانوالہ اسلامک یونیورسٹی'' کا قیام اور ''عثمانیہ ہسپتال'' کی تعمیر شامل ہے۔ بحمد للہ تعالیٰ، اس وقت ''حضرت کرمانوالہ اسلامک یونیورسٹی'' کی تعمیر کا آغاز ہو چکا ہے لہٰذا اسے ترجیحی بنیادوں پر مکمل کیا جارہا ہے۔

انگریز کا دورِ غلامی برصغیر میں مسلم امہ کو ایک خطرناک صورتحال سے دوچار کر گیا۔ قدیم و جدید، دو نظامِ تعلیم متعارف کروا کر ملت کو دو طبقات میں تقسیم کر دیا گیا، مساجد میں علیحدہ فکر پروان چڑھنے لگی اور سکولز میں علیحدہ۔ ان کے راستے ہی نہیں بلکہ منزل بھی جدا تھی، آزادی کے بعد اس مسئلے نے خطرناک صورت اختیار کر لی اور دن بہ دن دونوں طبقات کے درمیان خلیج وسیع

سے وسیع تر ہوتی چلی گئی، پھٹی ہوئی صفوں پر بیٹھ کر درس قرآن حاصل کرنے والے اپنی جگہ مطمئن تھے اور لبرل یا روشن خیال طبقہ اعلیٰ کرسیوں پر بیٹھ کر اپنی جگہ اطمینان تھا، ایک طبقے نے اسلام کی شکل سخت قالب میں ڈھال کر مسخ کر دی تو دوسرے نے اس کا مفہوم بدل کر نام ونشان مٹانے کی کوشش کو ترقی سمجھا، لیکن افسوس اس بات پر کہ ناکامی دونوں کا مقدر ٹھہری۔ آخر کار قدرت نے حضرت کرمانوالے کے نورِ نظر باباجی سید میر طیب علی شاہ بخاری دامت برکاتہ العالیہ کے قلب معطر میں اس سوچ کو جاگزیں کیا کہ ایک ایسی روحانی وتربیتی، علمی درسگاہ کا قیام عمل میں لایا جائے جہاں جدید تعلیم کے ساتھ روحانی تربیت کا انتظام ہو، چنانچہ آپ نے وسیع رقبے پر مشتمل اپنی زرعی اراضی اس مقصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے وقف کر دی جسکا تخمینہ تقریباً آٹھ کروڑ روپے ہے۔

اس یونیورسٹی میں مختلف شعبہ جات کے تحت تقریباً 15 ہزار طلبہ اور 5 ہزار طالبات کو تعلیم فراہم کرنے کا عظیم الشان منصوبہ تیار کیا گیا ہے عمارت کا تخمینہ لاگت اندازاً 35 کروڑ روپے ہے۔

اس جدید یونیورسٹی میں سائنس وٹیکنالوجی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ پاکیزہ کردار کے حصول کے لیے طلباء کی روحانی تربیت پر خصوصی توجہ دی جائے گی کیونکہ جہاں سائنس وٹیکنالوجی بے بس ہو جاتی ہے وہاں روحانیت کام آتی ہے، چنانچہ ارباب فکر ودانش کے نزدیک اس فقید المثال درسگاہ کا قیام وقت کی اہم ضرورت ہے۔

خاتمہ کلام

من آں خاکم کہ ابر نوبہاری — کند از لطف برمن قطرہ باری
اگر بروید از تن صد زبانم — چوسوسن شکر لطفش کے توانم

اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کا احسان عظیم ہے کہ اس نے اس فقیر پر تقصیر کو اپنی خاص عنایت سے اس کتاب کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائی اس قادر مطلق کے اس احسان کا کما حقہ شکر ادا کرنا مشکل ہے میرے لیے یہ دارین کی سعادت ہے کہ اپنے پیرو مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکر خیر بیان کرنے کے قابل ہوا ہوں۔ درحقیقت اس شہباز ولایت کے حالات وکمالات کا بیان میرے جیسے سراپا غفلت انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔ یہ محض اللہ کریم کا فضل اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظر کرم ہے جس کی برکت سے یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔

دوران تالیف واشاعت کتاب اس ناچیز کو ہر مرحلہ پر تائید غیبی حاصل رہی جو اس بات کا ثبوت ہے کہ میری یہ کوشش شرف قبولیت حاصل کر چکی ہے توقع ہے کہ صاحب نسبت اور صاحب حال حضرات بالخصوص اور ہر طبقہ خیال کے احباب بالعموم اس سے مستفیض ہوں گے روایت بیان کرنے میں اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے کہ راوی نے اصل واقعہ بے کم و کاست بیان کیا ہو اور کسی قسم کی لفاظی یا مبالغہ آرائی سے کام نہ لیا ہو۔ تعلیم یافتہ نوجوانوں اور خشک عالمان دین کے دلوں میں اہل اللہ کی محبت کا جذبہ پیدا کرنے میں یہ کتاب بہت ممد و معاون ثابت ہوگی۔ یہ فرضی قصے کہانیاں نہیں ہیں بلکہ حقیقی واقعات ہیں جن میں سے اکثر کا وقوع اس حقیر کے ذاتی مشاہدہ اور علم کی بات ہے ایسے بے شمار اسرار و رموز جو عوام الناس کے عقل و فہم سے بالا ہیں دانستہ یہاں بیان نہیں کیے گئے کفر والحاد اور بے دینی کی تاریکیوں کے دور میں اگر اس کتاب کے مطالعہ کے بعد کسی ایک خوش بخت انسان کے دل میں نور ایمان کی چمک اور اہل اللہ کی محبت کی ضیا پیدا ہوگئی تو میری روح کو تسکین حاصل ہوگی۔

آخر میں صمیم قلب سے میری یہ دعا ہے کہ مولا کریم ہم سب کو اپنی خالص محبت عطا فرمائیں اور اپنے حبیب پاک صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اور اولیاء وصلحائے امت کی دولت الفت سے مالا مال فرمائیں نیز ہمیں اپنے برگزیدہ بندوں کی اتباع کی توفیق عطا فرمائیں۔

وَ اٰخِرُ دَعْوٰینَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ الْخَلَائِقِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ O وَ ارْحَمْنَا مَعَھُمْ بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ O

شجرہ شریف چشتیہ

ہمارے پیرومرشد شیخ الاسلام حضرت سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو نسبت تھی حضرت مولانا شرف الدین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے جو کہ خلیفہ تھے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے اور وہ خلیفہ تھے اپنے جد امجد حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے اور وہ خلیفہ تھے حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے اور وہ حضرت خواجہ مولانا فخر الدین فخر جہاں دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے اور وہ حضرت مولانا خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کیا اور وہ شیخ الشیوخ فرید الحق مسعود اجودھنی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے اور وہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے اور وہ خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی سنجری اجمیری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے اور وہ خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے اور وہ خواجہ حاجی شریف زندنی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے اور وہ خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے اور وہ شیخ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے اور وہ خواجہ محمد چشتی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے اور وہ خواجہ ابو اسحاق شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے اور وہ خواجہ حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے اور وہ خواجہ ابراہیم الادھم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سلطان بلخ کے اور وہ شیخ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے اور وہ شیخ عبد الواحد بن زید رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے اور وہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے اور وہ امیر المؤمنین حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اور وہ حضرت رسالت مآب سرور کونین محمد مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کے وھو من اللہ تعالٰی عز و جل

شجرہ شریف

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ

الٰہی بحرمت سیّدُ المرسلین خاتمُ النبیین رحمۃً للعالمین سیّدنا			
و وسیلتنا فی الدارین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم	۱۲۔ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ	مدینہ منورہ	
الٰہی بحرمت حضرت عبداللہ ابن قحافہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	۲۳۔ جمادی الاخریٰ سنہ ۱۳ھ	مدینہ منورہ	
الٰہی بحرمت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰۔ رجب سنہ ۳۳ھ	مدائن	
الٰہی بحرمت امام قاسم بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہم	۲۴۔ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۰۸ھ	مدائن	
الٰہی بحرمت حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ	۱۵۔ رجب سنہ ۱۴۸ھ	مدینہ منورہ	
الٰہی بحرمت حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ	۱۴ شعبان سنہ ۲۶۱ھ	بسطام ازبکستان	
الٰہی بحرمت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۔ محرم سنہ ۴۲۵ھ	خرقان	〃
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ	۴۔ ربیع الاول سنہ ۴۷۷ھ	طوس	〃
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابویوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۔ رجب سنہ ۵۳۵ھ	مرد	〃
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۲۔ ربیع الاول سنہ ۵۷۵ھ	غجدوان	〃
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ	یکم شوال سنہ ۶۱۶ھ	ریوگر نزد بخارا	〃
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ	سنہ ۷۱۵ھ	انجیر فغنوی	〃
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ	۲۸ ذی قعدہ سنہ ۷۲۱ھ	خوارزم بخارا	〃
الٰہی بحرمت خواجہ محمود بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۔ جمادی الاخریٰ سنہ ۷۵۵ھ	سماس	〃
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ	۸۔ جمادی الاولیٰ سنہ ۷۷۲ھ	سوخار	〃
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ بہاءُ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ	۳۔ ربیع الاول سنہ ۷۹۱ھ	قصر عارفاں بخارا	〃

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ ۲۰ رجب ۸۰۲ھ نوبفائیاں (؟) ازبکستان

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ ۵ صفر ۸۵۱ھ حصور ״

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ سمرقند ״

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد زاہد ولی رحمۃ اللہ علیہ یکم ربیع الاول ۹۳۶ھ موضع وخش ״

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مولانا محمد درویش رحمۃ اللہ علیہ ۱۹ محرم ۹۷۵ھ استقرار ترکی

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ ۲۲ شعبان ۱۰۰۸ھ امکنگ ازبکستان

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبدالباقی باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ ۲۵ جمادی الاخری ۱۰۱۲ھ دہلی بھارت

الٰہی بحرمت حضرت امام ربانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ سرہند ״

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ سرہند ״

الٰہی بحرمت خواجہ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ ۲۷ ذی الحجہ ۱۱۲۶ھ سرہند ״

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ ۲۸ جمادی الاخری ۱۰۷۰ھ سرہند ״

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد حنیف پارسا رحمۃ اللہ علیہ یکم صفر ۱۱۳۳ھ بامیان شہر کابل افغانستان

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ ۹ ذی الحج ۱۱۲۹ھ مکہ مکرمہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ ۴ ذیقعد ۱۱۸۸ھ لواری سندھ پاکستان

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حاجی احمد رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۲۳ھ قاضی احمد سندھ ״

الٰہی بحرمت خواجہ شاہ جیون رحمۃ اللہ علیہ ۱۷ صفر ۱۲۴۴ھ رتڑ چھتڑ (مکان شریف) بھارت

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۴ شوال ۱۲۸۲ھ رتڑ چھتڑ (مکان شریف) ״

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ صادق علی رحمۃ اللہ علیہ شعبان ۱۳۱۷ھ رتڑ چھتڑ (مکان شریف) ״

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ امیرالدین رحمۃ اللہ علیہ ۹ ذی قعدہ ۱۳۳۱ھ کوٹلہ شریف ضلع شیخوپورہ پاکستان

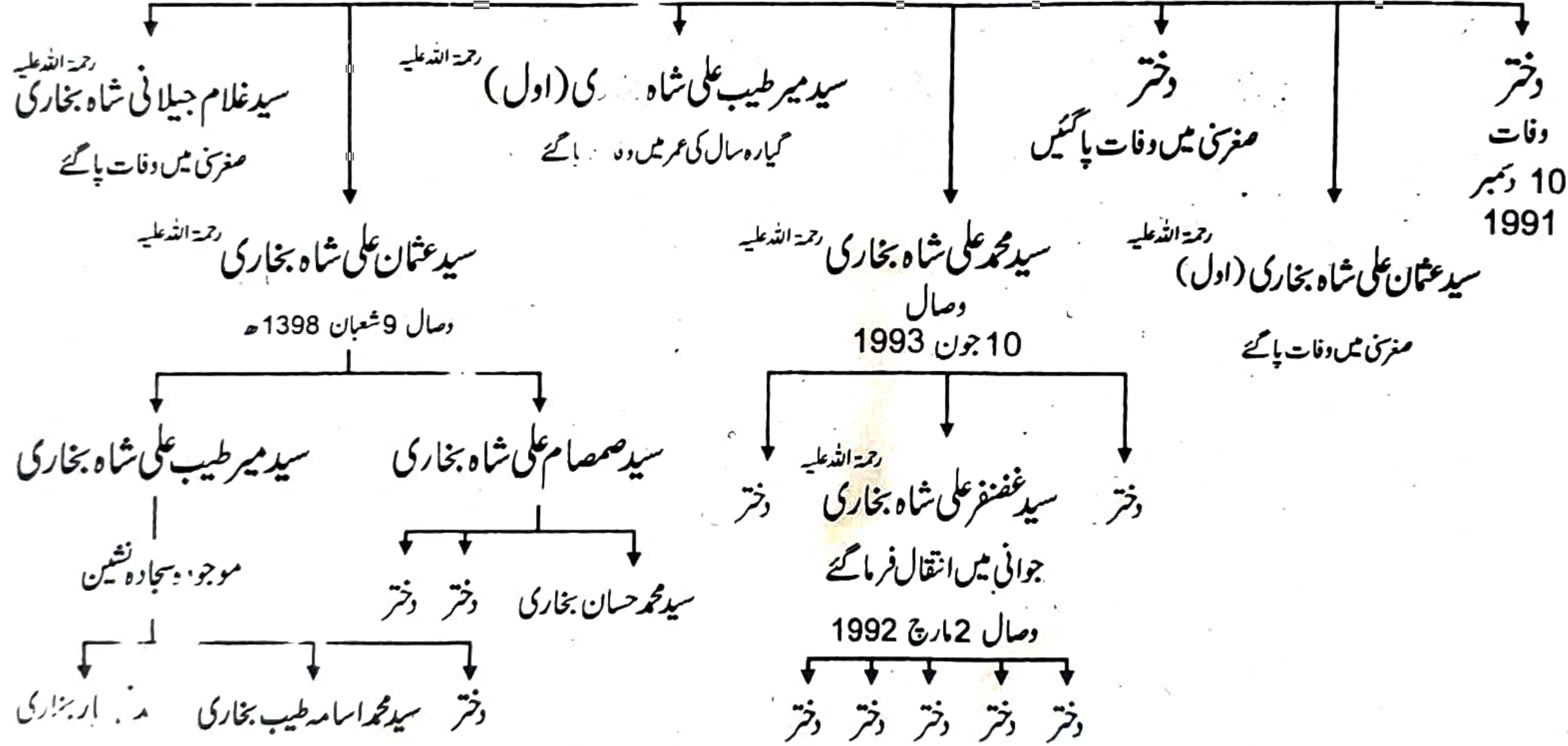
الٰہی بحرمت خواجہ میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ ۳ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ ״

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ حضرت کرمانوالہ ضلع اوکاڑہ ״

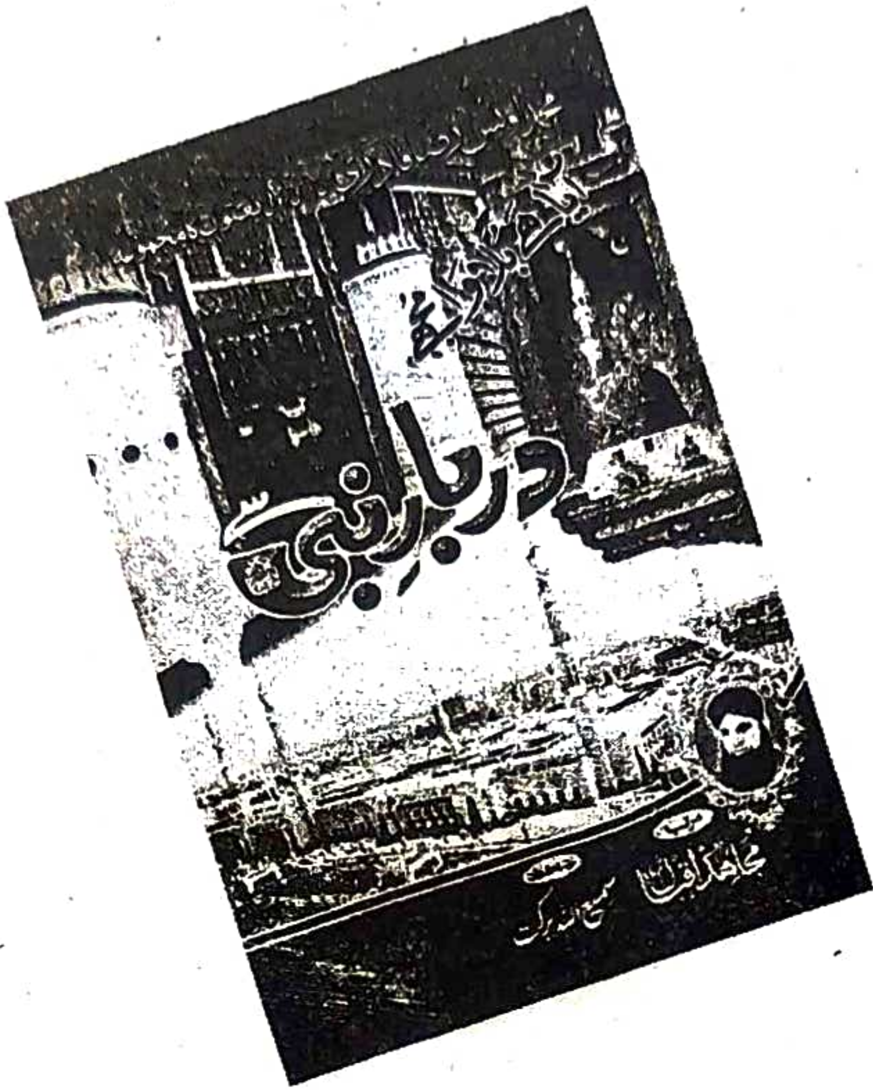
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ۲۰ ذوالحجہ ۱۴۱۳ کرمانوالہ شریف

الٰہی بحرمت خواجہ سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ۹ شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ کرمانوالہ شریف

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ۲ مارچ ۱۹۹۲ء کرمانوالہ شریف



حضرت سید محمد اسمٰعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
المعروف حضرت صاحب کرمانوالے
دختر
وفات
10 دسمبر 1991
سید عثمان علی شاہ بخاری (اول) رحمۃ اللہ علیہ
صغر سنی میں وفات پاگئے
دختر
صغر سنی میں وفات پاگئیں
سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
وصال
10 جون 1993
دختر
سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
جوانی میں انتقال فرماگئے
وصال 2 مارچ 1992
دختر
دختر
دختر
دختر
دختر
دختر
سید میر طیب علی شاہ بخاری (اول) رحمۃ اللہ علیہ
گیارہ سال کی عمر میں وفات پاگئے
سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
وصال 9 شعبان 1398ھ
سید صمصام علی شاہ بخاری
سید محمد حسان بخاری
دختر
دختر
سید میر طیب علی شاہ بخاری
موجودہ سجادہ نشین
دختر
سید محمد اسامہ طیب بخاری
سید ... بخاری
سید غلام جیلانی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
صغر سنی میں وفات پاگئے



بزرگوں کے عقیدے

حضرت علامہ جلال الدین احمد امجدی رحمۃ اللہ علیہ



مکمل ترجمہ

قبر کی ہولناکی

مترجم: شاہ محمد چشتی سیالوی پسر الصائی خوشنو

پرنسپل جامعہ احمدیہ قصور

کرمانوالہ بک شاپ

دوکان نمبر ۲۔ دربار مارکیٹ لاہور

042-7249515/0300-4306876

کلامِ ریاضؔ

شاعرِ اہلسنت
علامہ سید ریاض الدین سہروردی مدظلہ

ترتیب و تدوین
سمیع اللہ برکت

نعت گو شاعر الحاج محمد رفیق ضیاء کی لکھی ہوئی مشہور نعتوں کا مجموعہ

لگیاں نے موجاں

نعت خواں
الحاج محمد رفیق ضیاء

حروف تہجی کے مطابق قدیم و جدید سدابہار نعتوں کا مجموعہ

بہارِ مدینہ



سمیع اللہ برکت

محمد نواز بک شاپ

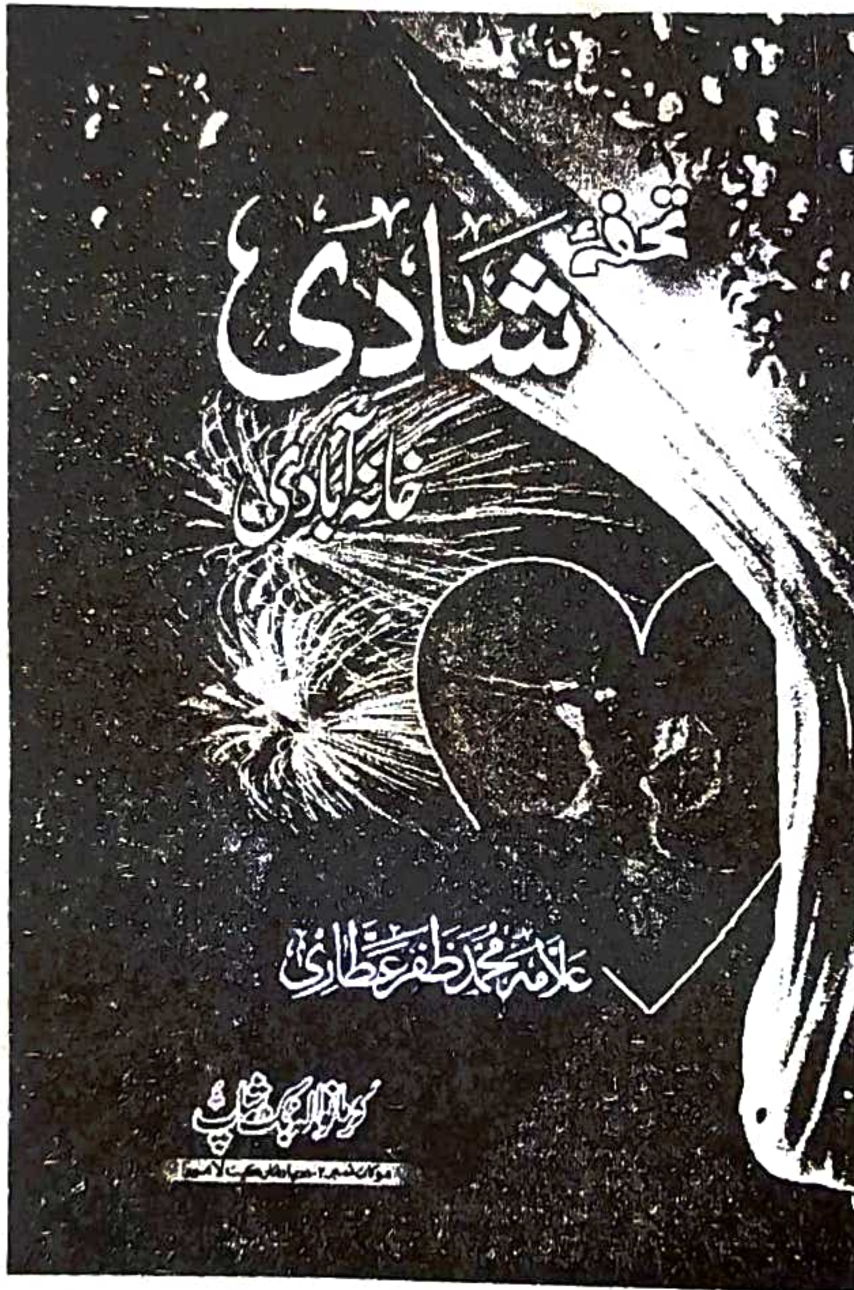


مکمل ترجمہ

گل پر نظر

مترجم: شاہ محمد چشتی سیالوی پیر انصاری خوشنو
پرنسپل جامعہ احمدیہ قصور

کرمانوالہ بک شاپ
دوکان نمبر ۲۔ دربار مارکیٹ لاہور
042-7249515/0300-4306876


تحفہ
شادی
خانہ آبادی
علامہ محمد ظفر عطاری
کرمانوالہ بک شاپ
دکان نمبر ۲ - دربار مارکیٹ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احادیث کا مجموعہ

کنزالعمال کسی تعارف کی محتاج نہیں۔
کنزالعمال میں 46624 احادیث مبارکہ ہیں۔
شیخ احمد عبدالجواد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس نے کنزالعمال کا مطالعہ کیا اُس نے احادیثِ مبارکہ کی ستر سے زائد کتب کا مطالعہ کیا۔

کنز العمال

مترجم
عابد عمران انجم مدنی
فاضل بھیرہ شریف